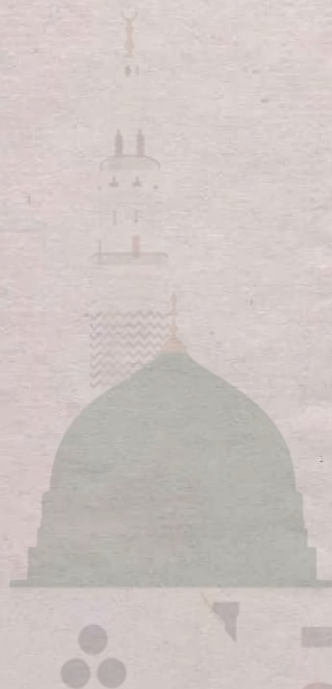


بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
أَحْسَنُ الْبَيِّنَاتِ
فِي

تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ

مُسَوِّدَاتُ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ أَوَّلِ الْأَوَّلِينَ وَآخِرِ الْآخِرِينَ
وَالْمُسَيَّرِ

أَحَدُ الْوُجُودِ مَعَ الْقُرْآنِ وَالشَّعْثَةِ
شَاهِدُ الْمَوَدَّةِ وَالْمَوَدَّةِ



www.maktabah.org



www.maktabah.org



www.maktabah.org

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يُنْذِرُ الْغَافِلِيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهُ وَيُخَبِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الأنعام)
تحقیق قرآن ہدایت کبریٰ توان (واٹ)، لاجپکا صفا سڈی آجیہ ایمان وارن
کی خوشخبری دی تو

احسن البیان فی تفسیر القرآن

حضرت الحاج مولانا محمد ادریس ڈاھری

ناشر:

ادارۃ خدمۃ القرآن والسنة

شاہپور جھانیاں ضلع نوابشاہ

نالو : احسنُ البيان فی تفسیر القرآن

مفسر : شیخ التفسیر والحديث
حضرت الحاج مولانا محمد ادريس ڈاهري
مہتمم جامعہ محدثیہ مدیر ادارہ خدمۃ القرآن
والسنة - شاہپور جہانیاں
0244-314244 - 0300-3028840
0301-3814120 - 03342822660

تاریخ اشاعت : 2006
چپائيندتر : ادارہ خدمۃ القرآن والسنة
شاہپور جہانیاں ضلع نواب شاہ سندھ
پرليس : ضياء القرآن پبليڪيشنز لاہور
زیرنگرائی : صاحبزادہ عاشق حسین ڈاهري
صاحبزادہ حافظ احسان اللہ ڈاهري
صاحبزادہ قاري محمد اسد اللہ ڈاهري

ملئ جوهند
جامعہ محمديه
شاہپور جہانیاں ضلع نواب شاہ سندھ

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ (الاسراء)
تحقيق هيء قرآن هدايت ڪري ٿو ان (وات) لاءِ جيڪا صفا سڌي آهي ۽
ايمان وارن کي خوشخبري ڏي ٿو

احسن البيان في تفسير القرآن

مفسر:

حضرت الحاج مولانا محمد ادریس ڏاهري نقشبندی

ناشر | اداره خدمۃ القرآن والسنة شاہپور جہانیاں - ضلع نوابشاہ

ڪتاب جو نالو: ————— احسن البيان في تفسير القرآن

مفسر: ————— شيخ التفسير والحديث حضرت علامه الحاج مولانا محمد اديس

ڏاهري نقشبندي فون نمبر: 0244-314244 موبائل: 0300-3028840

مهتم: جامعہ محمدیہ و مدیر ادارہ خدمۃ القرآن والسنة شاہپور جہانیاں

ڪمپوزر: ————— عبدالحق یتو (منصوري)

چپائيندڙ: ————— ادارہ خدمۃ القرآن والسنة شاہپور جہانیاں ضلع نوابشاہ۔ سنڌ

سن اشاعت: جمادي الاول ۱۴۳۶ھ مطابق جون 2005ع

چاپيندڙ: سيد واجد علي حسني نيو گرین پرنٹرس صدر حيدرآباد۔ فون: 784848

هڊيو: ————— ۷۰۰ روپيا

ملڻ جو هنڌ

جامعہ محمدیہ شاہپور جہانیاں ضلع نوابشاہ۔ سنڌ

مضمونن جي فهرست

نمبر	عنوان	صفحو	نمبر	عنوان	صفحو
۱	سورة القصص جو تعارف	۱	۲۸	حضرت امام شافعي عليه الرحمة	۵۳
۲	آيت ۱ کان ۶ - تفسير	۴	۰	جو فرمان	
۳	فائدا	۷	۲۹	فائدا:	۵۵
۴	آيت ۷ کان ۱۳ - تفسير	۹-۸	۳۰	آيت ۶۸ کان ۷۳ - تفسير -	۵۶-۵۷
۵	الله جي نبي عليه الصلوة والسلام	۱۰		استغفار ڪرڻ	
	جي لاءِ اکين جو ٺار چوڻ		۳۱	فضيلت ڏيڻ الله جو اختيار آهي	۵۸
۶	فائدا	۱۳	۳۲	فائدا	
۷	آيت ۱۴ کان ۱۹ - تفسير	۱۵-۱۳	۳۳	آيت ۷۴ کان ۷۵ - تفسير -	۶۱-۶۲
۸	فائدا	۱۸		فائدا	
۹	آيت ۲۰ کان ۲۸ - تفسير	۲۰-۱۹	۳۴	آيت ۷۶ کان ۸۲ - تفسير	۶۳-۶۴
۱۰	مدين جي رهاڪن جو مذهب	۲۳	۳۵	نبوي ارشاد	۶۴
	ڪهڙو هو؟		۳۶	فائدا	۷۱
۱۱	فائدا	۲۶	۳۷	آيت ۸۳ کان ۸۴ - تفسير	۷۲
۱۲	آيت ۲۹ کان ۳۵ - تفسير	۲۹-۲۸	۳۸	فائدا - آيت ۸۵ کان ۸۸	۷۳
۱۳	فائدا	۳۲	۳۹	تفسير - شان نزول - معاد مان	۷۴
۱۴	آيت ۳۶ کان ۴۲ - تفسير	۳۴-۳۳	۴۰	چا مراد آهي	
۱۵	فائدا	۳۵	۴۱	فائدا	۷۶
۱۶	آيت ۴۳ کان ۴۶ - تفسير	۳۷	۴۲	سورة العنكبوت جو	۷۸
۱۷	فائدا	۳۹		تعارف	
۱۸	آيت ۴۷ کان ۵۱ - تفسير	۴۱-۴۰	۴۳	آيت ۱ کان ۷ - تفسير - شان	۸۱-۸۲
۱۹	فائدا	۴۳		نزول	
۲۰	آيت ۵۲ کان ۵۵ - تفسير	۴۴-۴۳	۴۴	فائدا:	۸۴
۲۱	شان نزول	۴۴-۴۳	۴۵	آيت ۸ - ۹ - تفسير	۸۵-۸۶
۲۲	فائدا	۴۶	۴۶	شان نزول - فائدا:	۸۵-۸۶
۲۳	آيت ۵۶ کان ۵۷ - تفسير	۴۷	۴۷	آيت ۱۰ کان ۱۳ - تفسير	۸۷-۸۸
۲۴	شان نزول - فائدا	۴۸	۴۸	فائدا	
۲۵	آيت ۵۸ کان ۵۹ - تفسير	۵۰-۴۹	۴۹	آيت ۱۴ - ۱۵ - تفسير -	۹۰-۹۱
۲۶	فائدا	۵۱		فائدا	
۲۷	آيت ۶۰ کان ۶۷ - تفسير	۵۲-۵۱	۵۰	آيت ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - تفسير	۹۲

۱۴۲	فائدا	۷۸	۹۷ - ۹۴	۵۱	فائدا - آيت ۱۹ کان ۲۳ -
۱۴۴	آيت ۸ کان ۱۰ - تفسير	۷۹			تفسير - فائدا
۱۴۶	فائدا	۸۰	۹۷ - ۹۴	۵۲	آيت ۲۴ - ۲۵
۱۴۸ - ۱۴۷	آيت ۱۱ کان ۱۹ - تفسير	۸۱	۹۹	۵۳	تفسير - فائدا
۱۵۰	فائدا	۸۲	۱۰۰ - ۹۹	۵۴	آيت ۲۶ - ۲۷ - تفسير
۱۵۲ - ۱۵۱	آيت ۲۰ کان ۲۷ - تفسير	۸۳	۱۰۳ - ۱۰۲	۵۵	فائدا
۱۵۵ - ۱۵۴	تنبيه	۸۴	۱۰۴	۵۶	تفسير
۱۵۷ - ۱۵۶	آيت ۲۸ - ۲۹ - تفسير - ذهن	۸۵	۱۰۶ - ۱۰۵	۵۷	فائدا - آيت ۳۰ کان ۳۵ -
	نشين فرمايو - فائدا				تفسير
۱۵۸	آيت ۳۰ کان ۳۲ - تفسير	۸۶	۱۱۰ - ۱۰۸	۵۸	فائدا - آيت ۳۶ کان ۴۴ -
۱۶۰	فائدا	۸۷			تفسير
۱۶۲ - ۱۶۱	سوال جواب - آيت ۳۳ کان ۳۷	۸۸	۱۱۳	۵۹	فائدا:
	- تفسير		۱۱۴	۶۰	آيت ۴۵ - تفسير
۱۶۳	فائدا:	۸۹	۱۱۵	۶۱	نماز سيني براين کان روڪي ٿي
۱۶۶ - ۱۶۵	آيت ۳۸ کان ۴۲ - تفسير	۹۰			- ان جو مطلب
۱۶۸	فائدا:	۹۱	۱۱۶	۶۲	فائدا:
۱۷۱ - ۱۷۰	آيت ۴۳ کان ۵۱ - تفسير	۹۲	۱۱۷	۶۳	ذڪر جا فضائل
۱۷۲	تنبيه	۹۳	۱۱۸	۶۴	آيت ۴۶ کان ۴۹ - تفسير
۱۷۴	فائدا:	۹۴	۱۲۰	۶۵	سوال - جواب
۱۷۶ - ۱۷۵	آيت ۵۲ - ۵۳ - تفسير سوال :	۹۵	۱۲۱	۶۶	فائدا
	ڇا مٿل پٽن ٿا؟ - جواب		۱۲۲	۶۷	آيت ۵۰ کان ۵۲ - تفسير
۱۸۵	فائدا:	۹۶	۱۲۳	۶۸	هڪ وضاحت - شان نزول
۱۸۷	آيت ۵۴ کان ۵۷ - تفسير	۹۷	۱۲۴	۶۹	فائدا:
۱۸۹	فائدا:	۹۸	۱۲۵	۷۰	آيت ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - تفسير
۱۹۱ - ۱۹۰	آيت ۵۸ کان ۶۰ - تفسير	۹۹	۱۲۷ - ۱۲۶	۷۱	فائدا: آيت ۵۶ کان ۶۰ - تفسير
	سوال - جواب - فائدا:		۱۲۹	۷۲	فائدا - آيت ۶۱ کان ۶۴ -
۱۹۲	سورة لقمان جو تعارف	۱۰۰			تفسير
۱۹۵	آيت ۱ کان ۵ - تفسير	۱۰۱	۱۳۱	۷۳	فائدا:
۱۹۷	فائدا	۱۰۲	۱۳۲	۷۴	آيت ۶۵ کان ۶۹ - تفسير
۱۹۸ - ۱۹۷	آيت ۶ کان ۱۱ - تفسير	۱۰۳	۱۳۵	۷۵	سورة الروم جو تعارف
۱۹۹	شان نزول	۱۰۴	۱۳۸	۷۶	آيت ۱ کان ۷ - تفسير
۲۰۱	فائدا - مسئلو	۱۰۵	۱۴۱	۷۷	مسئلو

۲۴۵	مسئلو - شان نزول	۱۳۱	۲۰۲	آيت ۱۲ کان ۱۳ - تفسير -	۱۰۶
۲۴۶	فائدا:	۱۳۲		لقمان کير هو؟	
۲۴۷	آيت ۱۸ کان ۲۲ - تفسير	۱۳۳	۲۰۳	حکمت مان مراد ڇا آهي؟	۱۰۷
۲۴۹ - ۲۴۸	شان نزول	۱۳۴	۲۰۴	هڪ ضروري وضاحت	۱۰۸
۲۵۱ - ۲۵۰	آيت ۲۲ - ۲۴ - ۲۵ - تفسير	۱۳۵	۲۰۵	نبوي ارشاد	۱۰۹
	- سوال - جواب		۲۰۷	فائدا: - آيت ۱۴ کان ۱۹ -	۱۱۰
۲۵۲	فائدا:	۱۳۶		تفسير	
۲۵۴ - ۲۵۳	آيت ۲۶ - ۲۷ - تفسير -	۱۳۷	۲۰۸	ماء جي خدمت لاءِ خصوصي	۱۱۱
	فائدا:			نبوي ارشاد	
۲۵۵ - ۲۵۴	آيت ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - فائدا	۱۳۸	۲۰۹	شان نزول	۱۱۲
۲۵۶	سورة الاحزاب جو تعارف	۱۳۹	۲۱۰	مسئلو:	۱۱۳
۲۶۱	آيت ۱ - ۲ - ۳ - تفسير شان	۱۴۰	۲۱۲	حکمت جو هڪ واقعو - فائدا:	۱۱۴
	نزول		۲۱۵ - ۲۱۴	آيت ۲۰ - ۲۱ - تفسير	۱۱۵
۲۶۲	فائدا:	۱۴۱	۲۱۷ - ۲۱۶	شان نزول - فائدا: سوال -	۱۱۶
۲۶۴ - ۲۶۳	آيت ۴ - ۵ - تفسير - شان	۱۴۲		جواب	
	نزول		۲۲۰ - ۲۱۸	آيت ۲۲ کان ۲۶ - تفسير -	۱۱۷
۲۶۵	فائدا:	۱۴۳		فائدا:	
۲۶۶	آيت ۶ - تفسير	۱۴۴	۲۲۲ - ۲۲۱	آيت ۲۷ کان ۳۰ - تفسير	۱۱۸
۲۶۹ - ۲۶۸	فائدا آيت ۷ - ۸ - تفسير	۱۴۵		ڪلمات مان مراد ڇا آهي؟	
۲۷۱	فائدا:	۱۴۶	۲۲۴	فائدا: آيت ۳۱ - ۳۲ - تفسير	۱۱۹
۲۷۵ - ۲۷۲	آيت ۹ کان ۲۷ - تفسير غزوه	۱۴۷	۲۲۸ - ۲۲۷	آيت ۳۳ - ۳۴ - تفسير مختصر	۱۲۰
	احزاب جو واقعو			مگر ضروري	
۲۷۷	مدينه منوره تي سپ کان وڌو	۱۴۸	۲۳۰	فائدا:	۱۲۱
	حملو		۲۳۱	سورة السجدة جو تعارف	۱۲۲
۲۷۸	خندق جي ڪوٽائي - مسلمانن	۱۴۹	۲۳۶ - ۲۳۵	آيت ۱ کان ۳ - تفسير - فائدا:	۱۲۳
	جي لشڪر جو تعداد - بلوغت		۲۳۷ - ۲۳۶	آيت ۴ کان ۹ - تفسير	۱۲۴
	جي عمر		۲۳۸	سوال - جواب	۱۲۵
۲۷۹	قبائلي ۽ نسبي قوميتن جو	۱۵۰	۲۴۰	فائدا:	۱۲۶
	انتظامي معاشرتي امتياز جو حڪم		۲۴۲ - ۲۴۱	آيت ۱۰ کان ۱۴ - تفسير	۱۲۷
۲۸۰	هڪ عظيم معجزو		۲۴۳	فائدا:	۱۲۸
۲۸۱	منافقن جي طعنه زني	۱۵۱	۲۴۴	آيت ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - تفسير	۱۲۹
۲۸۲	حضرت جابر جي دعوت	۱۵۲		- شان نزول	۱۳۰

۳۳۴ - ۳۳۳	آیت ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ -	۱۸۰	۲۸۳	بنو قریظہ جي بي وفائي	۱۵۳
	تفسير - شان نزول		۲۸۴	رسول الله صلي الله عليه وسلم	۱۵۴
۳۳۶	شان نزول - فائدا:	۱۸۱		جن جي هڪ جنگي تدبير	
۳۳۷	آيت ۵۶ - تفسير	۱۸۲	۲۸۵	حضرت سعد بن معاذ جي دعا	۱۵۵
۳۳۹ - ۳۳۸	دروود جي لاءِ نبوي ارشاد درود	۱۸۳	۲۸۷	فتح جي اسباب جو آغاز	۱۵۶
	پڙهڻ جو حڪم - درود ڪٿي		۲۸۹	حضرت حذيفه جو واقعو	۱۵۷
	ڪٿي پڙهجي - فائدا:		۲۹۱	تنبيهه - غزوه بنو قريظہ -	۱۵۸
۳۴۱ - ۳۴۰	مسئلو - آيت ۵۷ - ۵۸ -	۱۸۴		مجتهدن جو اختلاف	
	تفسير - فائدا:		۲۹۳	تنبيهه	۱۵۹
۳۴۳ - ۳۴۳	آيت ۵۹ کان ۶۲ - تفسير	۱۸۵	۲۹۹	شان نزول	۱۶۰
	فائدا:		۳۰۰	فائدا:	۱۶۱
۳۴۶ - ۳۴۴	آيت ۶۳ کان ۶۸ - تفسير	۱۸۶	۳۰۱ - ۳۰۲	آيت ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - تفسير	۱۶۲
	فائدا:			- شان نزول	
۳۴۹ - ۳۴۷	آيت ۶۹ کان ۷۱ - تفسير	۱۸۷	۳۰۳	تنبيهه	۱۶۳
۳۴۹ - ۳۴۷	سوال جواب - فائدا:	۱۸۸	۳۰۴	فائدا:	۱۶۴
۳۵۱ - ۳۴۹	آيت ۷۲ - ۷۳ - تفسير امانت	۱۸۹	۳۰۵ - ۳۰۴	آيت ۳۱ کان ۳۴ - تفسير	۱۶۵
	مان مراد ڇا آهي سوال - جواب		۳۰۷	سوال - جواب	۱۶۶
۳۵۲	فائدا	۱۹۰	۳۰۸	اهل بيت مان مراد ڪير آهن -	۱۶۷
۳۵۳	سورة سبا جو تعارف	۱۹۱		فائدا:	
۳۵۶ - ۳۵۵	آيت ۱ - ۲ - تفسير - فائدا:	۱۹۲	۳۱۰ - ۳۰۹	آيت ۳۵ - تفسير - شان نزول	۱۶۸
۳۶۱ - ۳۵۷	آيت ۳ کان ۹ - تفسير	۱۹۳	۳۱۲ - ۳۱۱	فائدا: آيت ۳۶ کان ۳۹ -	۱۶۹
۳۶۲	فائدا:	۱۹۴		تفسير	
۳۶۸ - ۳۶۲	آيت ۱۰ کان ۱۴ - تفسير	۱۹۵	۳۱۳	شان نزول	۱۷۰
	فائدا:		۳۱۶ - ۳۱۵	فائدا: آيت ۴۰ - تفسير	۱۷۱
۳۷۱ - ۳۶۹	آيت ۱۵ کان ۱۹ - تفسير	۱۹۶	۳۱۷	ختم نبوت جو عقيدو	۱۷۲
	سبا ڪير هو؟		۳۱۹	قرآن ڪريم مان دليل	۱۷۳
۳۷۲	سبا وارا ڪهڙي دور ۾ هئا؟	۱۹۷	۳۲۱ - ۳۲۰	آيت ۴۱ کان ۴۸ - تفسير	۱۷۴
۳۷۵	فائدا:	۱۹۸	۳۲۵ - ۳۲۴	شان نزول	۱۷۵
۳۷۷ - ۳۷۶	آيت ۲۰ - ۲۱ - فائدو	۱۹۹	۳۲۶	آيت ۴۹ - تفسير	۱۷۶
۳۷۸	آيت ۲۲ کان ۲۶ - تفسير	۲۰۰	۳۲۸ - ۳۲۷	آيت ۵۰ کان ۵۲ - تفسير	۱۷۷
۳۸۲	فائدا:	۲۰۱	۳۲۹	طلاق وقت متاع جو تفصيل	۱۷۸
۳۸۵ - ۳۸۳	آيت ۲۸ کان ۳۳ - تفسير	۲۰۲	۳۳۲ - ۳۳۱	شان نزول - فائدا:	۱۷۹

۴۷۰	شان نزول	۲۳۲	۳۸۹	فائدا:	۲۰۳
۴۷۱	فائدا:	۲۳۳	۳۹۱ - ۳۹۲	آيت ۳۴ کان ۳۹ - تفسير	۲۰۴
۴۷۲ - ۴۷۴	آيت ۸ کان ۱۲ - تفسير شان نزول	۲۳۴	۳۹۵	فائدا:	۲۰۵
۴۷۷	فائدا:	۲۳۵	۳۹۷	غير شرعي خرچ	۲۰۶
۴۸۰ - ۴۷۸	آيت ۱۳ کان ۲۷ - تفسير	۲۳۶	۴۰۱ - ۴۹۸	آيت ۴۰ کان ۵۰ - تفسير	۲۰۷
۴۸۱	هڪ ضروري وضاحت	۲۳۷	۴۰۲	فائدا:	۲۰۸
۴۸۶	فائدا	۲۳۸	۴۰۷	آيت ۵۱ کان ۵۴ - تفسير	۲۰۹
۴۸۷ - ۴۸۹	آيت ۲۸ کان ۳۳ - تفسير - فائدا:	۲۳۹	۴۰۹	فائدا:	۲۱۰
۴۹۰ - ۴۹۱	آيت ۳۲ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - فائدا:	۲۴۰	۴۱۰	سورة الفاطر جو تعارف	۲۱۱
۴۹۲ - ۴۹۴	آيت ۳۷ کان ۴۰ - تفسير - فائدا:	۲۴۱	۴۱۴ - ۴۱۵	آيت ۱ - ۲ - تفسير	۲۱۲
۵۰۱ - ۵۰۲	سوال - جواب	۲۴۲	۴۱۷	فائدا:	۲۱۳
۵۰۳ - ۵۰۵	آيت ۴۱ کان ۴۴ - تفسير سوال - جواب - فائدا:	۲۴۳	۴۱۸ - ۴۲۰	آيت ۳ کان ۶ - تفسير - فائدا:	۲۱۴
۵۰۶	سوال - جواب	۲۴۴	۴۲۱ - ۴۲۳	آيت ۷ کان ۱۱ - تفسير	۲۱۵
۵۰۷ - ۵۰۸	آيت ۴۵ کان ۵۴ - تفسير	۲۴۵	۴۲۸	آيت ۱۲ کان ۱۴ - تفسير	۲۱۶
۵۱۰ - ۵۱۲	سرمايه دارانه ذهنت جي عكاسي - فائدا:	۲۴۶	۴۳۱	فائدا:	۲۱۷
۵۱۳ - ۵۱۴	آيت ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - تفسير - فائدا:	۲۴۷	۴۳۲ - ۴۳۴	آيت ۱۵ کان ۲۶ - تفسير	۲۱۸
۵۱۵ - ۵۱۶	آيت ۵۹ کان ۶۸ - تفسير	۲۴۸	۴۳۸	فائدا:	۲۱۹
۵۱۸ - ۵۱۹	هڪ نڪتو - فائدا:	۲۴۹	۴۳۹ - ۴۴۰	آيت ۲۷ - ۲۸ - تفسير	۲۲۰
۵۲۰ - ۵۲۱	آيت ۶۹ کان ۷۶ - تفسير	۲۵۰	۴۴۲	فائدا:	۲۲۱
۵۲۳	فائدا:	۲۵۱	۴۴۴ - ۴۴۵	آيت ۲۹ - ۳۰ - تفسير - فائدا:	۲۲۲
۵۲۴ - ۵۲۸	آيت ۷۷ کان ۸۳ - تفسير - فائدا:	۲۵۲	۴۴۵ - ۴۴۷	آيت ۳۱ کان ۳۷ - تفسير	۲۲۳
۵۳۰	سورة الصفّت جو تعارف	۲۵۳	۴۵۰ - ۴۵۱	فائدا:	۲۲۴
۵۳۳ - ۵۳۴	آيت ۱ کان ۱۰ - تفسير	۲۵۴	۴۵۲ - ۴۵۳	آيت ۲۸ کان ۴۱ - تفسير	۲۲۵
۵۳۷	فائدا:	۲۵۵	۴۵۶ - ۴۵۷	فائدا:	۲۲۶
				آيت ۴۲ - ۴۳ - تفسير - شان نزول	۲۲۷
				فائدا:	۲۲۸
				آيت ۴۴ - ۴۵ - تفسير - فائدا:	۲۲۹
				سورة يّٰسّٰ جو تعارف	۲۳۰
				آيت ۱ کان ۷ - تفسير	۲۳۱

۵۹۷ - ۵۹۶	آيت ۱۶۷ کان ۱۸۲ - تفسير	۲۸۴	۵۳۹ - ۵۳۸	آيت ۱۱ کان ۱۹ - تفسير	۲۵۶
۵۹۹	فائدا:	۲۸۵	۵۴۱	فائدا:	۲۵۷
۶۰۱	سورة ص جو تعارف	۲۸۶	۵۴۲ - ۵۴۱	آيت ۲۰ کان ۲۶ - تفسير	۲۵۸
۶۰۷ - ۶۰۶	آيت ۱ کان ۱۱ - تفسير - ص	۲۸۷	۵۴۳	فائدا:	۲۵۹
	ڇا آهي؟		۵۴۴ - ۵۴۵	آيت ۲۷ کان ۴۰ - تفسير	۲۶۰
۶۱۱	فائدا:	۲۸۸	۵۴۷	فائدا:	۲۶۱
۶۱۲ - ۶۱۱	آيت ۱۲ کان ۱۵ - تفسير	۲۸۹	۵۴۸ - ۵۵۰	آيت ۴۱ کان ۶۱ - تفسير	۲۶۲
۶۱۳	فائدا:	۲۹۰	۵۵۲	فائدا:	۲۶۳
۶۱۴	آيت ۱۶ کان ۲۰ - تفسير	۲۹۱	۵۵۳ - ۵۵۴	آيت ۶۲ کان ۷۴ - تفسير	۲۶۴
۶۱۶	جبلن جي تسبيح ڇا آهي - هڪ	۲۹۲	۵۵۶	فائدا:	۲۶۵
	ولي جو واقعو		۵۵۷ - ۵۵۸	آيت ۷۵ کان ۸۳ - تفسير	۲۶۶
۶۱۷	ضحلي نمازن جون پلايون	۲۹۳	۵۵۹	فائدا:	۲۶۷
۶۱۸	فائدا:	۲۹۴	۵۶۰ - ۵۶۱	آيت ۸۳ کان ۹۸ - تفسير	۲۶۸
۶۲۱ - ۶۱۹	آيت ۲۱ کان ۲۶ - تفسير	۲۹۵	۵۶۵	فائدا: - تنبيه	۲۶۹
۶۲۵	تلاوت جي سجدي جو بيان	۲۹۶	۵۶۶ - ۵۶۸	آيت ۹۹ کان ۱۱۳ - تفسير	۲۷۰
۶۲۷ - ۶۲۶	خليفه ڇا آهي؟ - فائدا:	۲۹۷	۵۷۳	حضرت اسماعيل جي قربانيءَ جو	۲۷۱
۶۳۱ - ۶۲۹	آيت ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - تفسير	۲۹۸		حڪم هو نه حضرت اسحاق جو	
	- فائدا:		۵۷۵	فائدا:	۲۷۲
۶۳۴ - ۶۳۳	آيت ۳۰ کان ۳۳ - تفسير -	۲۹۹	۵۷۶	آيت ۱۱۴ کان ۱۲۲ - تفسير	۲۷۳
	مذڪوره واقعي جي وضاحت		۵۷۸	فائدا:	۲۷۴
۶۳۶	فائدا:	۳۰۰	۵۷۹	آيت ۱۲۳ کان ۱۳۲ - تفسير	۲۷۵
۶۳۹ - ۶۳۷	آيت ۳۴ کان ۴۰ - تفسير -	۳۰۱	۵۸۰	حضرت الياس عليه السلام جو	۲۷۶
	سوال - جواب			احوال	
۶۴۲ - ۶۴۱	هڪ ڀيرو سبحان الله چوڻ جو	۳۰۲	۵۸۴	فائدا:	۲۷۷
	ثواب - فائدا:		۵۸۵ - ۵۸۶	آيت ۱۳۳ کان ۱۳۸ - تفسير	۲۷۸
۶۴۵ - ۶۴۴	آيت ۴۱ کان ۴۴ - تفسير -	۳۰۳	۵۸۷ - ۵۸۸	فائدا - آيت ۱۳۹ کان ۱۴۸ -	۲۷۹
	حضرت ايوب عليه السلام جو			تفسير	
	واقعو		۵۸۹	فائدا:	۲۸۰
۶۴۸	فائدا: حيلي ڪرڻ جي شرعي	۳۰۴	۵۹۰ - ۵۹۲	آيت ۱۴۹ کان ۱۶۶ - تفسير	۲۸۱
	حيثيت		۵۹۴	آسمان ۾ چئن آڱرين جي جاءِ به	۲۸۲
۶۵۰ - ۶۴۹	آيت ۴۵ کان ۵۴ - تفسير	۳۰۵		خالي ناهي	
۶۵۲	فائدا:	۳۰۶	۵۹۵	فائدا:	۲۸۳

۷۱۷	فائدا:	۳۳۳	۶۵۵ - ۶۵۴	آيت ۵۵ کان ۶۴ - تفسير	۳۰۷
۷۱۹ - ۷۱۸	آيت ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - تفسير	۳۳۴	۶۵۸ - ۶۵۷	فائدا:	۳۰۸
۷۲۰	فائدا: - دعا جي مقبوليت	۳۳۵	۶۵۸ - ۶۵۷	آيت ۶۵ کان ۷۰ - تفسير	۳۰۹
۷۲۲ - ۷۲۱	آيت ۴۹ کان ۵۲ - تفسير	۳۳۶	۶۵۹	فائدا:	۳۱۰
۷۲۵ - ۷۲۴	فائدا- آيت ۵۳ کان ۵۹ -	۳۳۷	۶۶۲ - ۶۶۰	آيت ۷۱ کان ۸۵ - تفسير	۳۱۱
	تفسير - شان نزول		۶۶۴	فائدا:	۳۱۲
۷۲۸ - ۷۲۷	آيت جي پلائي - فائدا:	۳۳۸	۶۶۷ - ۶۶۶	سوال - جواب - آيت ۸۶ - ۸۷	۳۱۳
۷۳۰ - ۷۲۹	آيت ۶۰ - ۶۱ - تفسير -	۳۳۹		- ۸۸ - تفسير - فائدا:	
	فائدا:		۶۶۹	سورة الزمر جو تعارف	۳۱۴
۷۳۲ - ۷۳۱	آيت ۶۲ کان ۶۷ - تفسير	۳۴۰	۶۷۳ - ۶۷۲	آيت ۱ کان ۴ - تفسير	۳۱۵
۷۳۵	فائدا:	۳۴۱	۶۷۵	شان نزول	۳۱۶
۷۳۹ - ۷۳۷	آيت ۶۸ کان ۷۰ - تفسير -	۳۴۲	۶۷۶	فائدا:	۳۱۷
	فائدا:		۶۷۹ - ۶۷۷	آيت ۵ - ۶ - تفسير	۳۱۸
۷۴۱ - ۷۳۹	آيت ۷۱ کان ۷۵ - تفسير	۳۴۳	۶۸۰	فائدا:	۳۱۹
۷۴۳	فائدا:	۳۴۴	۶۸۳ - ۶۸۱	آيت ۷ کان ۱۰ - تفسير	۳۲۰
۷۴۵	سورة المؤمن جو تعارف	۳۴۵	۶۸۶ - ۶۸۵	صبر جي پلائي - فائدا:	۳۲۱
۷۵۱ - ۷۴۸	آيت ۱ کان ۶ - تفسير - فائدا:	۳۴۶	۶۸۹ - ۶۸۷	آيت ۱۱ کان ۲۰ - تفسير	۳۲۲
۷۵۳	آيت ۷ - ۸ - ۹ - تفسير		۶۹۲ - ۶۹۱	شان نزول	۳۲۳
۷۵۷ - ۷۵۵	عظيم خوشخبري - فائدا -	۳۴۷	۶۹۴ - ۶۹۳	آيت ۲۱ - تفسير - فائدا:	۳۲۴
	سوال - جواب		۶۹۷ - ۶۹۵	آيت ۲۲ کان ۲۸ - تفسير -	۳۲۵
۷۵۹ - ۷۵۷	آيت ۱۰ کان ۱۷ - تفسير	۳۴۸		حضرت ابوبڪر جو شان	
۷۶۲	فائدا:	۳۴۹	۶۹۸	ذڪر جي پلائي	۳۲۶
۷۶۴ - ۷۶۳	آيت ۱۸ کان ۲۲ - تفسير	۳۵۰	۷۰۱ - ۷۰۰	شان نزول - فائدا:	۳۲۷
۷۶۶	فائدا:	۳۵۱	۷۰۵ - ۷۰۳	آيت ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - تفسير	۳۲۸
۷۶۸ - ۷۶۷	آيت ۲۳ کان ۲۷ - تفسير	۳۵۲		- فائدا:	
۷۶۹	فائدا:	۳۵۳	۷۰۸ - ۷۰۶	آيت ۳۲ کان ۳۵ - تفسير -	۳۲۹
۷۷۱ - ۷۷۰	آيت ۲۸ کان ۲۹ - تفسير	۳۵۴		فائدا:	
۷۷۳	فائدا:	۳۵۵	۷۱۰ - ۷۰۸	آيت ۳۶ کان ۴۰ - تفسير -	۳۳۰
۷۷۵ - ۷۷۴	آيت ۳۰ کان ۳۵ - تفسير	۳۵۶		شان نزول	
۷۷۸	فائدا:	۳۵۷	۷۱۲	محبوب عليه الصلوة والسلام جو	۳۳۱
۷۸۱ - ۷۷۹	آيت ۳۶ کان ۴۶ - تفسير	۳۵۸		محبوب فرمان - فائدا:	
۷۸۵	فائدا:	۳۵۹	۷۱۴ - ۷۱۳	آيت ۴۱ کان ۴۵ - تفسير	۳۳۲

۸۴۷ - ۸۴۶	شان نزول - فائدا:	۳۸۹	۷۸۷ - ۷۸۶	آيت ۴۷ کان ۵۰ - تفسير	۳۶۰
۸۵۰ - ۸۴۹	مؤذن جا فضائل - بانگ جي	۳۹۰	۷۸۸	فائدا:	۳۶۱
	اجابت جو حڪم		۷۹۰ - ۷۸۹	آيت ۵۱ کان ۵۶ - تفسير	۳۶۲
۸۵۳ - ۸۵۲	آيت ۳۷ کان ۴۲ - تفسير	۳۹۱	۷۹۳	فائدا:	۳۶۳
۸۵۶	فائدا:	۳۹۲	۷۹۴ - ۷۹۳	آيت ۵۷ کان ۵۹ - تفسير	۳۶۴
۸۵۹ - ۸۵۸	آيت ۴۳ کان ۴۶ - تفسير	۳۹۳	۷۹۵	فائدا:	۳۶۵
۸۶۱	فائدا: - سوال - جواب	۳۹۴	۷۹۷ - ۷۹۶	آيت ۶۰ کان ۶۵ - تفسير	۳۶۶
۸۶۴ - ۸۶۲	آيت ۴۷ کان ۵۴ - تفسير	۳۹۵	۷۹۸	سوال - جواب	۳۶۷
۸۶۸ - ۸۶۷	فائدا - سوال - جواب	۳۹۶	۷۹۹	متڪبر جي سزا	۳۶۸
			۸۰۲ - ۸۰۱	فائدا: آيت ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ -	۳۶۹
				تفسير	
			۸۰۴	فائدا:	۳۷۰
			۸۰۶ - ۸۰۵	آيت ۶۹ کان ۷۶ - تفسير	۳۷۱
			۸۰۷	فائدا:	۳۷۲
			۸۰۹ - ۸۰۸	آيت ۷۷ - ۷۸ - تفسير	۳۷۳
			۸۱۰	نبين ۽ مرسلين عليهم السلام جو	۳۷۴
				تعداد	
			۸۱۴ - ۸۱۲	آيت ۷۹ کان ۸۵ - تفسير	۳۷۵
			۸۱۶	فائدا:	۳۷۶
			۸۱۷	سورة حم السجدة جو	۳۷۷
				تعارف	
			۸۲۱ - ۸۲۰	آيت ۱ کان ۵ - تفسير	۳۷۸
			۸۲۲	فائدا:	۳۷۹
			۸۲۴ - ۸۲۳	آيت ۶ کان ۱۲ - تفسير	۳۸۰
			۸۲۸	فائدا:	۳۸۱
			۸۳۱ - ۸۳۰	آيت ۱۳ کان ۱۸ - تفسير	۳۸۲
			۸۳۴	فائدا:	۳۸۳
			۸۳۶ - ۸۳۵	آيت ۱۹ کان ۲۴ - تفسير	۳۸۴
			۸۳۹	فائدا:	۳۸۵
			۸۴۱ - ۸۴۰	آيت ۲۵ کان ۲۹ - تفسير	۳۸۶
			۸۴۲	فائدا:	۳۸۷
			۸۴۴ - ۸۴۳	آيت ۳۰ کان ۳۶ - تفسير	۳۸۸

سورة القصص جوتعارف

هن ڀلاري سورة جي تعارف ۾ هي ست (٧) ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ گهرجن.

نالو مبارڪ

هن سورة جو نالو ”القصص“ آهي جيڪو هن جي آيت ٢٥ جي جملہ ”وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ“ مان ورتل آهي لغوي اعتبار سان (قصص) جي معنيٰ آهي واقعن کي ترتيب وار بيان ڪرڻ. ان لحاظ سان هي لفظ معنيٰ جي اعتبار سان به هن سورة جو عنوان ٿي سگهي ٿو. ڇو ته هن ۾ حضرت موسيٰ علي نبيناو عليه الصلوة والسلام جو قصو بيان ڪيل آهي.

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن ڀلاري سورة ۾ نو (٩) رڪوع اٿاسي (٨٨) آيتون چار سو (٤٤١) ڪلما ۽ پنج هزار اٺ سو (٥٨٠٠) حرف آهن. (١)

مڪيه آهي يا مدنيه؟

هيءَ سورة مڪيه آهي نحاس، ابن الضريس ابن مردويه ۽ دلائل النبوة ۾ بيهقيءَ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما ۽ ابن مردويه عبدالله بن زبير کان روايت آندي آهي ته ”سورة القصص“ (مڪه مڪرمه) ۾ نازل ٿي آهي. (٢)

نزول جو زمانو

هيءَ سورة نبي مڪرم صلي الله عليه وسلم جن جي مڪي زندگيءَ جي وچ واري دور ۾ نازل ٿي هئي. حضرت ابن عباس ۽ جابر بن زيد جو قول آهي ته ”سورة الشعراء“ سورة النمل ۽ ”سورة القصص“ هڪ ٻئي کان پوءِ نازل ٿيون هيون. (٣)

اڳيئن سورة سان مناسبت ۽ تعلق

جيڪي ڳالهيون اڳئين سورة ۾ مجمل هيون اهي هن ۾ مفصل بيان ڪيون ويون آهن. (٤) جيئن غور سان پڙهندڙن جي اڳيان واضح ٿيندو.

(١) خازن ص ٣٩٥ جلد ٣ (٢) الدر المنثور ص ٣٨٩ جلد ٦ (٣) تفهيم القرآن ص ٦١٠

جلد ٣ ضياء القرآن ص ٤٧٣ جلد ٣ (٤) روح المعاني ص ٤١٠ جزء ٢٠ جلد ٧

مضمون

هيءَ سورة سڄي روشنيءَ جو مينار آهي جيئن ٻيون سورتون پڻ هتي ئي ڳالهيون خصوصي توجهه جو مرڪز آهن ۱: استعماري طاقتن، ايمان جي نور کان محروم جابر حڪمرانن جو هميشه هي دستور رهيو آهي ته اهي پنهنجي اقتدار کي برقرار رکڻ جي لاءِ پنهنجي رعيت جي مختلف طبقن ۾ منافرت پيدا ڪندا رهندا آهن ۽ انهن جي سموري ڊپلومييسي ماڻهن کي هڪ ٻئي سان ويڙهائڻ ۽ انهن ۾ عداوت پيدا ڪرڻ ۾ مصروف هوندي آهي انهن کي ان سان ڪو غرض نه آهي ته منافرت ۽ عداوت جي جيڪا باهه انهن پڙڪائي آهي ان ۾ ڪيتريون جانيون سڙي چار بنجي وڃن ٿيون ڪيترا گهر اجڙي وڃن ٿا ملڪ جي ترقي رکجي وڃي تي پر انهن جي سامهون صرف پنهنجي اقتدار کي مستحڪم ڪرڻ هوندو آهي جيڪڏهن سندن رعيتن ۾ ٻڌي ۽ اتفاق پيدا ٿي وڃي ته اهي هڪ ڏينهن جي لاءِ به سندن ظالمانه حڪومت کي برداشت نه ڪندا اهي ماڻهو ان خطري کان بخوبي واقف آهن قرآن ڪريم هن سورة ۾ فرعوني سياست جي هر پهلو کي چڱيءَ طرح بي نقاب ڪيو آهي تانت ڪو به شخص اهڙن حڪمرانن جي مڪر ۽ بلند دعوائن کان ڌوڪو نه کائي ۽ ”ماڻهو منهن ۾ مٽڙا ۽ اندر ۾ ڪارا نانگ“ حڪمرانن کان هوشيار رهن ۲: ٻي شيءِ جيڪا هن سورة ۾ تفصيل سان بيان ڪيل آهي اهو هڪ سرمايه دراهن جي ذهن جو تجزيو آهي قارون وٽ دولت جا ڍير هئا سندس گڏ ڪيل خزانن ۽ دولت جو اندازو لڳائڻ آسان نه هو ان مان اندازو لڳايو ته ان جي چاٻين جو وزن ايترو گهرو هو جنهن کي کڻڻ جي لاءِ وڏي طاقتور جماعت هوندي هئي دولت جي ايتري ڪثرت جي باوجود ان جي دل ايتري سخت ۽ سڀني تنگ هو جو ان کي ڪليم الله (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) جهڙي اولوالعزم پيغمبر نصيحت ڪئي ته ”جيئن الله توتي احسان ڪيو آهي تيئن تون به (پڻ تي) احسان ڪر“ ته اهو ان کي دل سان ٻڌڻ جي لاءِ تيار نه هو بلڪ وڏي بيحائيءَ سان پنهنجي ڪريم رازق جي ڪرم جو انڪار ڪرڻ لڳو ۽ کليل چوڻ لڳو ته مون کي سون ۽ چانديءَ جا هي ڍير الله جل شانہ ڪو نه ڏنا آهن پر اهي منهنجي ذهانت، معاملہ فهمي ۽ ڪاروباري مهارت جو نتيجو آهن ۽ جنهن جي به ذهن ۾ اها ڳالهه ويهي وئي اهو پنهنجي دولت خلق خدا جي امداد ۽ خدمت ۾ خرچ نه ڪندو بلڪ اهڙن ماڻهن وٽ مسڪين ماڻهو ٺوڪرون کائيندي زندگي گذاريندا آهن ۽ اهي هر فساد جو اصل ۽ بنياد هوندا آهن حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام

به قارون کي هدايت ڪندي فرمايو هو ”زمين ۾ فساد طلب نه ڪر“ ٣: آيت ع ٥٧ ۾ غور ڪرڻ سان انهن ماڻهن جون غلط فهميون بالڪل ختم ٿي وڃن ٿيون جيڪي اسلامي نظام معاشيات، اسلامي قانون ۽ اسلام جي اخلاقي نظام کي پنهنجي ملڪ ۾ رائج ڪرڻ کان نٿا ٿيندا آهن ۽ اهي ائين سمجهندا آهن ته جيڪڏهن هلندڙ دور ۾ اسان اسلامي نظام نافذ ڪيو ته دنيا جون ترقي يافته قومون اسان کان اڳيون ڦيرائي وينديون ۽ اسين اڪيلا، مفلس ۽ بي يارو مددگار رهجي وينداسون هن آيت ۾ غور ڪرڻ سان اهي سڀئي غلط فهميون دور ٿي وڃن ٿيون.

پلايون ۽ برڪتون

علماء عاملين قرآن ڪريم جي هن سورة کي وظيفي طور پڙهڻ جا تمام گهڻا فائدا لکيا آهن جن مان ڪجهه هي آهن.

ع ١- جيڪڏهن ڪو بيمار آهي ته شفاء حاصل ڪرڻ جي نيت سان هن سورة پاڪ کي ٣ ڏينهن پڙهي پنهنجي مٿان ڦيڻو وجهي ته انشاء الله العزيز جلد شفياپ ٿيندو.

ع ٢- جيڪڏهن ڪو شخص غائب ٿي ويو آهي ان جي سلامتيءَ سان گهر واپس اچڻ جي ارادي سان هيءَ سورة پڙهي ويندي ته انشاء الله تعاليٰ جلد واپس پهچندو.

ع ٣- هيءَ سورة پاڪ لکي پاڪائيءَ ۽ ادب سان گڏ رکڻ واري کي انشاء الله تعاليٰ بي حساب برڪتون ۽ فتوحات حاصل ٿيندي.



وَهِيَ ثَمَانٍ وَثَمَانُونَ آيَةً	سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ	وَتَسْعُ رُكُوعَاتٍ
۽ اها ۸۸ اناهي آيتون	سورة القصص مڪيه آهي	۽ نو (۹) ركوع آهي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جيڪو گهڻو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي.

طسّم (۱) تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲) نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَبَأِ

طا. س. م هي آيتون ڪتاب روشن جون آهن پڙهون ٿا اوهان تي خبر سڄي

مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۳) إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ

موسىٰ ۽ فرعون جي ايمان واري قوم لاءِ بلاشڪ فرعون غلبو حاصل ڪيو زمين ۾

وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضِعُّ طَائِفَةً مِنْهُمْ يَذِبحُ

۽ بنيائين رهاڪن ان جي کي ٽولا ٽولا هيٺو پيو ڪري هڪ جماعت کي انهن مان ڪهي پيو

أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (۴) وَنُرِيدُ

سندن پٽن کي ۽ جيئريون ڇڏي پيو سندن عورتون بيشڪ اهو هوفسادن ڪندڙن مان ۽ ارادو ڪيون پيا

أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً

تم احسان ڪيون انهن تي جيڪي ضعيف بنايا ويا زمين ۾ ۽ بنيائون انهن کي اڳواڻ

وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (۵) وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ

۽ بنيائون انهن کي وارث ۽ طاقت ڏيون اسين انهن کي زمين ۾ ۽ ڏيکاريون فرعون

وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (۶)

۽ هامان ۽ انهن جي لشڪرن کي انهن مان اها (سزا) جنهن کان ڊڄندا هئا.

تفسير

اڳئين سورت جي آيتن ۾ حضرت موسيٰ ۽ حضرت هرون علي نبينا و عليهما الصلوة والسلام جو مختصر بيان هو ۽ هن سورت جي هنن آيتن ۾ ٻنهي پلارن جو

تفصيل سان ذکر آئيندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”طَسَمَ“ هي مقطعات حرف آهن اڪثر مفسر لکن ٿا ته انهن جي معنیٰ الله جل شانہ ڄاڻي ٿو ۽ علامه حقي عليه الرحمة لکيو آهي تہ: ”طَا“ ۾ نبي ڪريم عليه الصلوٰۃ والسلام جي قلب مبارڪ جو غير جي محبت کان طهارت (پاڪ هجڻ) ۽ الله جي ذات کي هڪ مڃيندڙن جي اسرار کي غير جي شهود کان پاڪ هجڻ ڏانهن اشارو آهي ۽ ”سين“ سان الله جل شانہ جي محبت وارن جي سر (راز) ڏانهن اشارو آهي ۽ ”مير“ سان سندس ساري مخلوقات تي منہ (مهربانيءَ) ڏانهن اشارو آهي (۱)

”تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ“ هي روشن ڪتاب جون آيتون آهن. يعني پاڻ بہ روشن آهي ۽ جيڪي احڪام ۽ قصا وغيره هن ۾ بيان ڪيل آهن انهن کي بہ نہایت واضح ڪري بيان ڪيو اٿس: ”نَتْلُو عَلَيْكَ مِنْ نَّبَا مُوسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“ اسين توتي موسیٰ ۽ فرعون جي حق سان خبر پڙهون ٿا ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا. ذهن نشين ڪرڻ گهرجي تہ حضرت موسیٰ علی نبينا وعلیه الصلوٰۃ والسلام جو ذکر اڳ ۾ بہ متعدد مقامات تي ڪيو ويو آهي پر هتي ان جي قصي جا اهي حصا بيان ڪيا وڃن ٿا جيڪي ڪنهن ٻيءَ جاءِ تي ذکر ڪيل ناهن ۽ هن جو مقصد صرف داستان بيان ڪرڻ ناهي پر انهن اهل ايمان جي دلين کي تازگي ڏيڻ آهي جيڪي گهڻي عرصي کان مشرڪن جي ظلمن جو نشان بڻيل هئا تانت انهن کي يقين ٿي وڃي تہ: جنهن الله جل شانہ فرعون جهڙي متشدد، چڙواڳ بادشاهه، ان جي گهڻي لشڪر ۽ سندس تنگ دل قبضي قوم کي غرق ڪري بني اسرائيل جهڙي ڪمزور قوم کي انهن تي ڪامياب ڪيو اهو ئي الله انهن جي مدد ڪري کين ڪامياب ڪندو.

”اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰى فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْ اَهْلَهَا شِيعًا يَسْتَضِعُّ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يَذَّحَّ اَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيٰ نِسَاءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ“ بيشڪ فرعون زمين ۾ غلبو حاصل ڪيو ۽ ان جي رهاڪن کي ٽولا ٽولا بنيائين انهن مان هڪ جماعت کي ڪمزور بنائي پيو انهن جي پٽن کي ڪهي پيو ۽ انهن جي عورتن کي زنده ڇڏي پيو بلاشڪ اهو فساد ڪندڙن مان هو. هتان کان فرعوني سياست جا سڀ حال احوال مختصر لفظن ۾ جنهن عمدگيءَ سان بيان ڪيا وڃن ٿا اهو ان امر جو واضح دليل آهي تہ هي قرآن حڪيم الله، علیم ۽ خبر جو ڪلام آهي جنهن کان ڪنهن جابر بادشاهه جابه اسرار لڪل ناهن پهريان اهو بيان ڪيو ويو آهي تہ فرعون مصر جو اهڙو حڪمران هو جنهن جي دل ۾ پنهنجي رعيت جي لاءِ ڪابه همدردي، شفقت ۽ خيرخواهي نہ هئي اهو هڪ

مغرور ۽ متڪبر بادشاهه هو جنهن جي پيش نظر فقط پنهنجا ذاتي مفاد، پنهنجي حڪومت جو استحڪام ۽ پنهنجي رعب ۽ دٻڊي جو بقاء هو. ۽ انهن ڳالهين کي حاصل ڪرڻ جي لاءِ اهو غير انساني حرڪتن ڪرڻ کان به نه مڙندو هو پنهنجي قوم وارن کي پاڻ ۾ ويڙهائي ڪمزور ڪندو هو ۽ بني اسرائيل جي پتن کي قتل ڪرائي انهن جي عورتن کي جيئرو ڇڏڻ جي لاءِ حڪم ڪندو هو اهو فساد ڪندڙ ماڻهو هو **وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ** لاءِ ارادو ڪيون پيا ته انهن تي ٿورو ڪيون جيڪي زمين ۾ ڪمزور سمجهيا ويا هئا ۽ انهن کي اڳواڻ بنايون ۽ انهن کي وارث بنايون مطلب ته اسان جي مشيت ۾ هو ته اسين انهن ڪمزورن تي احسان ڪري ڪين اڳواڻ ۽ وارث بنايون. الله جل شانہ جي طرفان ان مشيت ۽ ارادي جو اظهار هيئن ٿيو جو حضرت موسیٰ علی نبينا وعلیه الصلوٰۃ والسلام تي وحي الاهي ۽ توراۃ جو نزول ٿيو ان قوم کي الاهي شريعت عطا ڪئي وئي ۽ انهن مان ڪيترا انبياءِ عليهم الصلوٰۃ والسلام ظهور پذير ٿيا ۽ کين فرعون جي غلاميءَ کان آزادي ڏني شام ۽ فلسطين جي حڪومت به عطا ڪئي وئي عارفن بزرگن هتي اهو نڪتو به ورتو آهي ته ڪمزور ۽ مظلوم هجڻ الاهي نصرت ۽ مدد حاصل ڪرڻ جو ذريعو آهي (۱)

وَنُمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۽ انهن کي زمين ۾ طاقت ڏيون ۽ فرعون ۽ هامان ۽ سندن لشڪرن کي اهو ڏيکاريون جنهن کان ڊڄندا هئا. مطلب ته سندن هر تدبير کي ناقص بنائي پنهنجي تقدير ۽ قضا کي مٿن غالب بنايون. هامان جو ذڪر قرآن پاڪ ۾ هتي پهريان پهريان آيو آهي. اهو ڪير هو؟ يهودي ۽ نصاريٰ چون ٿا ته ان نالي سان مصر ۾ ڪير به ڪونه هو البت ايران ۾ ان نالي سان هڪ شخص گذريو آهي. پر اهو سندن عقيدو بالڪل ڪفر ۽ قرآن پاڪ جي نص جي خلاف آهي. مفسرن لکيو آهي ته: هامان فرعون جو وزير هو جيڪو ظلم ۽ ستم جي ڪمن ۾ سندس شريڪ ۽ ڀائيوار رهندو هو. اهي سڀئي جنهن خطري کي محسوس ڪري بني اسرائيل جي هزارين ٻچن کي ڪهندا هئا اهو ئي حال کين ڏيکاري سندس سامهون آندو ويو ابن جرير ۽ ابن ابي حاتم سڌي کان روايت آندي آهي ته فرعون خواب ۾ ڏٺو هو ته هڪ باهه بيت المقدس کان آئي ۽ جڏهن مصر ۾ پهتي ته صرف فرعون جي قوم وارن قبطين جي گهرن کي ساڙي ڇڏيائين ۽ بني اسرائيلن کي ڪجهه به نه ڪيائين. هڪدم جادوگر، پوپا ۽ فال وجهندڙ گهرائي

انهن کان ان خواب جو تعبير پڇيائين انهن چيس ته بيت المقدس کان هڪ مڙس نڪرندو جنهن جي هٿ تي مصر وارا هلاڪ ٿيندا. پوءِ آرڊر ڏنائين ته بني اسرائيل ۾ ڪو به پٽ ڄمي ته ان کي قتل ڪري ڇڏيو ۽ جيڪڏهن ڪا چوڪري ڄمي ته ان کي قتل نه ڪيو ۽ بني اسرائيل کان گندگي کڻائڻ جو ڪم وٺو. هلندي هلندي الله جل شانہ جي قدرت سان بني اسرائيل جي وڏي عمر وارن ۾ اهڙي ڪا بيماري پئي جو جلد جلد مرڻ لڳا ۽ فرعون جي قوم وارن کي ڊپ ٿيو ته جيڪڏهن پوڙها مري ويا ۽ ننڍا ڪسي ويا ته پوءِ اسان جي خدمت ڪير ڪندو. اها ڳالهه ذهن ۾ رکي سڀئي قبيلي فرعون وٽ آيا ۽ کيس چيائون ته هن حال ۾ بهتر آهي ته هڪ سال ۾ بني اسرائيل جا پٽ ڪهي ڇڏيو ۽ هڪ سال جيئرا ڇڏيو تانت اهي اسان جا غلام رهن ۽ خدمت ڪن فرعون اهو مشورو قبول ڪري اهڙو آرڊر جاري ڪيو. پوءِ جنهن سال ۾ ٻار ڪٺائون ٿي ان سال حضرت موسيٰ علي نبينا و عليه الصلوة والسلام پنهنجي ماءُ جي پيٽ ۾ تشریف فرما ٿيو ۽ جنهن سال ۾ نه ٿي ڪٺائون ان سال ۾ حضرت موسيٰ علي نبينا عليه الصلوة والسلام ڄائو سندس والده غمگين رهي پر الهام جي ذريعي کيس سمجهايو ويو ته ڪاٺ جي هڪ صندوق ٺهرائي ان پٽ کي انهيءَ ۾ وجهي درياءَ ۾ لوڙهي ڇڏ. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.
 ۱- ”لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ“ (ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا) مان واضح ٿيو ته قرآن پاڪ ۾ مذڪوره واقعا مومنن کي فائدو ڏيندا آهي ئي انهن مان نصيحت حاصل ڪري الله جل شانہ کي راضي بنائيندا.
 ۲- ”يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ“ (انهن جي پٽن کي ڪهي پيو) مان واضح ٿيو ته فرعون نهايت ظالم هو جنهن پنهنجي دور ۾ ننڍڙا ٻچڙا قتل ٿي ڪرايا ۽ پنهنجي اقتدار کي طول ڏيڻ لاءِ قتل ڪرائيندڙ فرعون جا ساٿي ۽ ان جي طرز تي عمل ڪندڙ آهن.
 ۳- ”وَنَجْعَلُهمُ اٰمَةً وَنَجْعَلُهمُ الْوَارِثِينَ“ (مان واضح ٿيو آهي ته الله جل شانہ جيڪڏهن گهري ته ضعيفن ۽ ڪمزورن مان دنيا جا اڳواڻ ۽ ظالمن جي ملڪيتن جا وارث بنائي ڇڏي.

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خَفَتْ عَلَيْهِ فَلَبِثَ فِي

٥ الهام ڪيو اسان موسيٰ جي ماءُ کي هي ته ڪير پياران کي پوءِ جڏهن ڊپ ڪرين ان تي پوءِ

فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكَ

لوڙهي ڇڏان کي درياءُ ۾ نه خوف ڪر ۽ نه غم ڪر بيشڪ اسين موٽائيندڙ آهيون ان کي تودانهن

وَجَا عِلُّوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (٧) فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا

٦ ڪندڙ آهيون ان کي پيغمبرن مان پوءِ لدوان کي فرعون جي گهراڻي وارن تانت هجي انهن لاءِ دشمن

وَحَزَنًا ۚ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ (٨) وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ

٧ ڏک (جو سبب) بيشڪ فرعون ۽ هامان ۽ سندن لشڪر هئا خطا ڪندڙ ۽ چيو زال فرعون جي

قُرَّةَ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ ۖ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا

٨ ٺاڙاڪين جو آهي مون لاءِ ۽ تولا نه قتل ڪيو ان کي ويجهو آهي جو نفعو ڏي اسان کي يا بنايون ان کي پٽ

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (٩) وَأَصْبَحَ فُؤَادُ مُوسَىٰ فَرْعَا ۖ إِنَّ كَادَتْ لَتُبْدِيَ بِهِ

٩ اهي نه تاسمجھن ۽ صبح ڪئي موسيٰ جي ماءُ جي دل بي قرار ٿي ويجهي هئي جو البت ظاهر ڪري انکي

لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (١٠)

جيڪڏهن نه هجي ها هيءَ (ڳالهه) جو ڳنڍ ڏني اسان دل ان جي تي تانت هجي مومنن مان

وَقَالَتِ لَأُخْتَهُ قُصِيْبُهُ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (١١)

٩ چيائين پيڻ ان جي کي ته پير، ڪڻ ان جو پوءِ ڏٺائين ٿي ان کي پري کان ۽ اهي نه پيا سمجھن

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ

٩ حرام ڪيو اسان ان تي داي (جي ڪير) کي اڳ ۾ پوءِ چيائين ته ڇا ڏس ڏيان اوهاڻ کي اهڙي گهراڻي جو

يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ (١٢) فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ

جيڪي سنڀالين ان کي اوهاڻ جي لاءِ ۽ اهي ان جي لاءِ خير خواه آهن پوءِ موٽايوسون ان کي سندس

أُمِّهِ كَىٰ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَلَنَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِن

٩ ماءُ ڏانهن تانت ٿري اڪ ان جي ۽ نه غمگين ٿئي ۽ تانت ڄاڻي ته بيشڪ الله جو وعدو سچو آهي ۽ پرگهڻا

بلاشڪ فرعون ۽ هامان ۽ انهن جا لشڪر خطا ڪندڙ هئا. مطلب ته اهي سڀئي گناه ڪندڙ هئا پوءِ الله جل شانہ انهن جي هٿان ان عظيم پيغمبر سڳوري علي نبينا و عليه الصلوة والسلام جي پرورش ڪرائي جنهن جي هٿان کين سزا ملي ۽ ٻڌي تباه ٿي ويا ”وَقَالَتِ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ قُرَّةَ عَيْنٍ لِّي وَلَكَلَّا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا“ ۽ فرعون جي زال چيو ته منهنجي لاءِ ۽ تنهنجي لاءِ اک جو ٺار آهي ويجهو آهي ته اسان کي نفعو ڏي يا اسين ان کي پٽ بنايون ”وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ“ ۽ اهي سمجهن نه پيا وهب بن منبه فرمايو ته: جڏهن اها صندوق جنهن ۾ حضرت موسيٰ (علي نبينا و عليه الصلوة والسلام) کي والده ماجده وجهي درياءَ ۾ لوڙهي آئي هئي ۽ سندس پيٽ پري کان ڏسندي ٿي آئي. جڏهن اها صندوق فرعون جي محلات جي اڳيان وهندڙ نهر ۾ آئي ۽ فرعون جي گهروارن اها ڏسي ٻاهر ڪڍي کولي ته ان ۾ حضرت موسيٰ (علي نبينا و عليه الصلوة والسلام) کي ڏٺائون فرعون جي گهرواري آسيه بنت مزاحم جيڪا فرعون جي گهرواري ۽ بني اسرائيل مان هئي نهايت رحم دل، ڀلي نسل مان، مسڪينن جي مددگار هوندي هئي ان ڀلاريءَ حضرت موسيٰ (علي نبينا و عليه الصلوة والسلام) کي ڏسي فرعون کي چيو ته هي ٻچو سال کان وڏي عمر جو ٿو لڳي توکي جنهن ٻار مان خطرو آهي اهو هن سال ۾ پيدا ٿيندو ان جي ڪري هن کي قتل نه ڪراءِ اهو منهنجي ۽ تنهنجي اکين جو ٺار آهي اهو عنقريب اسان کي نفعو ڏيندو يا ان کي پٽ بنائينداسون ۽ اهو ان جي ڪري چيو هيائين جو کيس حضرت موسيٰ (علي نبينا و عليه الصلوة والسلام) جي ٻن اکين مبارڪن جي وچ ۾ نور نظر آيو هو ۽ ڏٺائين ته سندس آڱر مبارڪ مان ڪير نڪري رهيو هو ۽ سندس وات مبارڪ جي لعاب لڳڻ سان هڪ ڪوڙم وارو صحتياب ٿي ويو هو. (١)

الله جل شانہ جي نبي لاءِ اکين

جونار چوڻ سان ايمان نصيب ٿيو

مفسرن لکيو آهي ته: آسيه بنت مزاحم رضي الله عنها الله جل شانہ جي نبي لاءِ چيو ته: منهنجي اکين جو ٺار آهي ته ان کي ايمان نصيب ٿيو ۽ فرعون انڪار ڪندي ان وقت چيو هو ته: منهنجي اکين جو ٺار ناهي ته ان کي ايمان نصيب نه ٿيو (٢) حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته جيڪڏهن فرعون به اهي الفاظ چوي ها ته ان کي به ايمان نصيب ٿئي ها. (٣)

وَأَصْبَحَ فُؤَادًا مُمَوسَىٰ فَرَاغَلَانِ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ
 الْمُؤْمِنِينَ ۝ موسى جي ماء جي دل صبح جو بي قرار ٿي پئي ويجهي هئي ته اها ڳالهه
 ظاهر ڪري وجهي جيڪڏهن اسين ان جي دل تي مضبوط ڪنڊ نه هئون ها تانت مومنن
 مان ٿئي. يعني حضرت موسى (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) جي والده پنهنجي
 پٽ کي درياءَ ۾ ڇڏي ته آئي پر کيس بي قراريءَ پريشان ڪيو ويئي ويئي کين پيارو
 پٽ ياد اچي رهيو هو ۽ کيس بي ڪا به ڳالهه ياد نه ٿي رهي قريب هو جو صبر جي
 دامن سندس هٿ مان نڪري وڃي پر الاهي الهام (ته اسين ان کي توڏانهن موٽائيندڙ
 آهيون) کيس تسلي ڏئي رهيو هو. اهو الله جل شانها جوئي قدرتي ڪرم هو جنهن
 کيس مضبوط رکيو ۽ ڳالهه ظاهر نه ڪيائين ته اهو منهنجو پٽ آهي ان ۾ اهو به فائدو
 هو ته سائڻ کي عين اليقين جي منزل ملي ۽ ايمان جو ڪمال حاصل ڪري. ”وَقَالَتْ
 لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝“ ان جي پيڻ کي چيائين ته پيرو
 ڪنيو ويڃينس پوءِ اها ان کي پري کان ڏسندي رهي ۽ اهي نه پيا سمجهن. مطلب ته ان
 کي سمجهه ۾ نه آيو ته هيءَ ڪا ان جي پيڻ آهي جيڪا کيس ڏسڻ آئي آهي ”وَحَرَمْنَا
 عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ“ ۽ اسان ان تي (سڀني) دايون پهريان ئي حرام ڪري ڇڏيون
 هيون. مطلب ته جڏهن بيبي آسيه بنت مزاحم رضي الله عنها فرعون کي حضرت موسى
 (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) کي قتل نه ڪرڻ تي راضي ڪيو ته هاڻي ان کي
 کير پيارڻ جي لاءِ ڪنهن کي چئجي ان کي اهو فڪر پيدا ٿيو ۽ ڪيتريون دايون طلب
 ڪيون ويون پر الله جل شانها انهن سڀني جو کير پيئڻ حضرت موسى علي نبينا
 وعليه الصلوة والسلام تي بند ڪري ڇڏيو ان جي لاءِ حرام ڪيو ويو ۽ پاڻ ڪنهن
 جو به کير نه پيتائين ”فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَصْحُونَ“
 پوءِ چيائين ته: ڇا مان اوهان کي اهڙي گهراڻي جو ڏس ڏيان جيڪي ان کي اوهان جي
 لاءِ پاليندا ۽ اهي سندس خير خواه هوندا. يعني جڏهن حضرت موسى (علي نبينا وعليه
 الصلوة والسلام) صفا انڪار ڪري بيٺو ۽ ڪنهن به دائيءَ جو کير نه پيتائين ۽
 فرعوني ڪم ڪار وارا پريشان ٿيا تڏهن حضرت موسى (علي نبينا وعليه الصلوة
 والسلام) جي پيڻ کين فرمايو ته: مان اوهان کي اهڙو گهراڻو ٻڌايان جو اهي هن کي
 سهڻي نموني پاليندا ۽ سندس خير خواه هوندا اهو نهايت شريف گهراڻو آهي.
 حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته جڏهن حضرت موسى جي پيڻ ائين چيو ته
 پوءِ ان کي وٺي حضرت موسى (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) کي کڻي سندس
 والده جي گهر آيا جڏهن سائڻ پنهنجي پٽ کي کير پياريو ته ان هڪدم پيڻ شروع

ڪيو پوءِ ڏاڍو خوش ٿيا ۽ هڪ ماڻهو فرعون جي حويلي ۽ ڏانهن بشارت ڏيندڙ موڪليائون. انهن حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) جي ماءُ کي گهرائي انعام ڏنو ۽ ڪو نه سڃاتائون ته ڪا هيءُ سندس امان سائڻ آهي حضرت بيبي آسيه بنت مزاحم کيس چيو ته ”اسان وٽ رهي هن ٻچي جي پرورش ڪر“ ان عرض ڪيو ته ”اهو نه ٿي سگهندو ڇو ته مون کي مڙس ۽ اولاد آهي انهن کي ڇڏي مان اوهان وٽ رهي نه سگهنديس. پر جيڪڏهن اوهان هن پٽ کي مون وٽ رهڻ پسند ڪندو ته مان کيس پاڻ وٽ رهائي پالينديس ۽ سنڀالينديس“ آسيه سائڻ اها ڳالهه قبول ڪري بيبي صاحب جو خرچ وغيره مقرر ڪرايو ۽ کيس ڪپڙا، لٽا ۽ ٻيا گهڻا انعام ڏئي روانو ڪيو پوءِ حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) جي امان کيس ڪڍي نهايت خوش ٿي موٽي ۽ الله جل شانہ ساڻس ڪيل وعدو پورو ڪري، خوف ۽ خطرو دور ڪري کيس امن نصيب ڪرڻ فرمايو. ۽ انتظار ۽ پریشانيءَ جو وقت به تمام گهڻو نه هو ڏينهن اڌ ۾ سڀ ڪم ٺهي ويا (١)

”فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلَنَعْلَمَنَّ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“ پوءِ اسان ان کي سندس ماءُ ڏانهن موٽايو تانت سندس اک ٺري ۽ غم نه ڪري ۽ تانت ڄاڻي ته بلاشڪ الله جو وعدو سچو آهي ۽ پر انهن مان گهڻا ڪو نه ٿا ڄاڻن. ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته حضرت موسيٰ جي پيڻ جو نالو مريم ۽ والده جو نالو يوحانڌ هو الله تعاليٰ حضرت موسيٰ جي پيڻ مريم جي مشوري تي حضرت موسيٰ کي سندس والده ڏانهن واپس ورايو ۽ حضرت موسيٰ پنهنجي والده جي جهوليءَ ۾ ننڊ ڪئي ان کان اڳي فرعون کيس هنج ۾ ڪڍي ڪرائڻ جي ڪوشش ڪئي هئي پر ننڊ نه ڪيائين. فرعون حضرت موسيٰ جي والده کان پڇيو ته هن ڇو ڪري تنهنجو ڪير ڇو پيتو؟ تون هن جي ڇا ٿئين؟ بيبي صاحب فرمايو ته ”هي نهايت نفيس مزاج آهي ۽ مان پاڻ کي گهڻو صاف رکندي آهيان تڏهن منهنجو ڪير پي آرام ڪيو اٿس.“ پوءِ فرعون بيبي صاحب جي تنخواه مقرر ڪئي، ڪاڻ، پيئڻ جو انتظام ڪيو ۽ بيبي صاحب کي ان پٽ کي ڪڍي وڃڻ جي اجازت ڏني. بيبي صاحب کي قرار آيو ۽ کيس يقين ٿيو ته الله جو وعدو حق آهي پر گهڻن ماڻهن کي اهو علم ئي نه آهي ته الله جي وعدي جي ڪيتري اهميت آهي (٢)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا

۱- ”وَاصْبِرْ فَوْزًا دَامًا“ مُوسَىٰ فِرْعَاوْنَ (۱) موسیٰ جي ماءُ جي دل صبح جو بي قرار ٿي پئي (پئي) مان واضح ٿيو ته والدين جي محبت اولاد سان فطري ۽ بي اختيار هوندي آهي سائنس سگوريءَ کي الهام سان علم اليقين هو ته سندس پٽ سلامتيءَ سان موٽي سندس جهوليءَ ۾ ايندو پر ان هوندي به بيقرار ٿي پئي هئي.

۲- ”وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ“ (۲) اسان ان تي کير پياريندڙ (عورتن جي کير کي حرام ڪري ڇڏيو) مان ثابت ٿيو ته الله جل شانہ جي نبي کي اهو علم عطا ٿيل هو ته هي منهنجي ماءُ کان سواءِ ٻيون دايون آهن مون کي صرف پنهنجي ماءُ جو کير پيئڻ جي اجازت آهي ۽ انهن دايين جو کير نه پيئڻ منهنجي ماءُ ڏانهن موٽڻ جو ذريعو بنجندو.

۳- ”وَلَتَعْلَمَنَّ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ“ (۳) تانت ڄاڻي ته الله جو وعدو حق آهي) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جو وعدو ضرور پورو ٿيندو ۽ ان ڏانهن امڪان ڪذب جي نسبت ڪرڻ قرآن پاڪ جي خلاف ۽ انتهائي بي ادبي آهي.

۴- حضرت موسیٰ علی نبينا وعلیه الصلوٰة والسلام جي والده جي طرفان فرعون کان ملندڙ خرچ وٺڻ جائز هو. جيڪڏهن ناجائز هجي ها ته الله جل شانہ اهڙو انتظام نه ڪري ها بلڪ ان طريقي سان پنهنجي نبي علی نبينا وعلیه الصلوٰة والسلام کي ان مان غذا حاصل ڪرڻ کي ڏيکاري ها جيئن ٻين دايين جي کير کان کيس محفوظ رکيائين ۽ والده وٽ واپس کيائين. (۱)

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي

۽ جڏهن پهتو پنهنجي جوانيءَ کي ۽ پختو ٿيو ته ڏني سون ان کي حڪمت ۽ علم ۽ اهڙي طرح بدلو ڏيندا آهيون
الْمُحْسِنِينَ (۱۴) وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا
پلارن کي ۽ داخل ٿيو شهر ۾ ان جي رهاڪن جي غافل هجڻ وقت پوءِ لڌائين ان ۾

(۱) ساڳيو حوالو

المُصْلِحِينَ (۱۹)

سڌاريندڙن مان

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ اهي نعمتون بيان فرمايون جيڪي پاڻ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰۃ والسلام تي سندس ننڍپڻ ۾ ڪيون هيائين مثلاً کين پيتي ۾ رکڻ ۽ نيل ۾ لوڙهڻ جي ذريعي دشمنن کان ڇڏائڻ ۽ هتي کيس وڏي تپڻ کان پوءِ علم ۽ حڪمت عطا ڪري رسالت سان نواڙڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي: **وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ** ۽ جڏهن پنهنجيءَ جوانيءَ کي پهتو ۽ پختو ٿيو ته اسان ان کي حڪمت ۽ علم ڏنو ۽ اهڙي طرح نيڪوڪارن کي بدلو ڏينداسون. يعني جڏهن سندس جسم قوي ٿيو ۽ عقل ڪامل جي نعمت سان مالا مال ٿيو ته اسان ان کي دين ۾ سمجھ ۽ شريعت جو علم عطا ڪيو ۽ جيئن اسان حضرت موسيٰ (علي نبينا عليه الصلوٰۃ والسلام) کي اطاعت ۽ اسان جي امر تي صبر ڪرڻ سان سهڻو بدلو ڏنو تيئن انهن ٻانهن کي به سهڻو بدلو ڏينداسون جن اسان جي اطاعت ڪئي ۽ نيڪو ڪار بڻيا.

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا ۽ شهر ۾ اتي جي رهاڪن جي غافل هجڻ وقت داخل ٿيو يعني شهر ۾ اهڙي وقت داخل ٿيو جو ان وقت داخل نه ٿبو آهي ۽ اتي جا رهاڪو رات واري يا منجهند واري ننڊ ۾ ستل هئا **الْمَدِينَةَ** شهر مان مراد مصر جو پراڻو شهر منف آهي مقاتل جو قول آهي ته اهو مصر کان ٻه فرسخ (۶ ميل) پري آهي (۱) ڪي مفسران کي ممفس لکن ٿا تورات ۾ ان جو نالو موف آيل آهي جيڪو مصر جي موجود شهر قاهره کان ۱۲ ميل اتر پاسي واقع آهي ۽ پنهنجي دور ۾ نهايت وڏو شهر هو ۽ هاڻي مطرائيه شهر ان جاءِ تي واقع آهي (۲)

فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِن عَدُوِّهِ پوءِ ان شهر ۾ ٻه مڙس لڏائين جيڪي وڙهن پيا هي (هڪڙو) سندس قوم مان هو ۽ هي (ٻيو) سندس دشمنن مان هو. يعني هڪ اسرائيلي (سبئي) ۽ ٻيو مصري (قبطي) هو ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰۃ والسلام جڏهن جوان ٿيو ته فرعون ۽ سندس قوم کان سندن ظلم ۽ ڪفر جي ڪري دلي طرح بيزار رهندو هو ۽ بني اسرائيل ساڻس تعلقات ۾ رهندا هئا پاڻ سندس والده جي گهر ۽ شهر کان ٻاهر هوندو

(۱) القرطبي ص ۲۵۹ جلد ۱۳ (۲) حاشيه دريابادي ص ۷۸۲

هو پاڻ ڪڏهن اتي ويندو هو ته ڪڏهن فرعون جي گهر ايندو هو فرعون جي قوم وارا دلي طرح سندس دشمن هوندا هئا ته ٻي قوم جو ماڻهو آهي ائين نه ٿئي جو طاقت وربنجي وڃي پاڻ ڪڏهن فرعون جي قوم کان لڪ ۾ سندن ننڊ جي وقت شهر ۾ داخل ٿيو ته ٻن شخصن کي پاڻ ۾ وڙهندي ڏٺائين. هڪ فرعوني پيو اسرائيلي. سندس قوم واري کيس ڏسنديئي دانهن ڪري کيس عرض ڪيو ته مون کي هن جي ظلم کان ڇڏاءِ مفسر قرطبي لکيو آهي ته: حضرت موسىٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام سندس مدد ان جي ڪري ڪئي هئي جو سڀني دينن ۾ مظلوم جي مدد ڪرڻ ضروري ۽ سڀني شريعتن ۾ فرض آهي قتاده فرمايو آهي ته: فرعونيءَ جو ارادو هو ته اسرائيليءَ کي مار ڏئي کيس فرعون جي گهر ۾ ٻرڻ واريون ڪاٺيون کڻائي ۽ اهو فرعون جو بورجي هو ان انڪار ڪري حضرت موسىٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کان مدد گهري (١) جيئن ارشاد تي رهيو آهي ”فَاسْتَعَاذَ الَّذِي مِنْ شَيْعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ“ پوءِ جيڪو سندس قوم مان هو ان کائس سندس دشمن تي غالب ٿيڻ جي لاءِ مدد گهري. ”فَوَكَّزَهُ مُوسَىٰ“ پوءِ ان کي موسىٰ مڪ هنئي. جيڪا سندس دل جي مٿان لڳي. پر ان مان سندس ارادو کيس قتل ڪرڻ جو نه هو پر اسرائيلي کي ڇڏائڻ جو هو ”فَقَضَىٰ عَلَيْهِ“ پوءِ ان کي پورو ڪري ڇڏيائين يعني حضرت موسىٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام نهايت طاقتور نوجوان جي مڪ فرعوني برداشت ڪري نه سگهيو ۽ مري پيو.

”قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ“ چيائين ته هي شيطان جي عمل مان آهي بلاشڪ اهو دشمن، کليل گمراه ڪندڙ آهي يعني قبضي جو اسرائيليءَ کي مار ڏيڻ، ان تي ظلم ڪرڻ شيطاني ڪم هو ان مان اها مراد ناهي ته ان کي قتل ڪرڻ شيطاني ڪم هو ڇو ته ڪافر ظالم کي سزا ڏيڻ سهڻو ڪم آهي ۽ نبي سڳورا عليهم الصلوة والسلام معصوم ۽ هر طرح جي هر قسم جي گناه کان پاڪ آهن نبوت جي اظهار کان اڳي به ۽ نبوت جي اظهار کان پوءِ به ۽ شيطان کليل، چٽو دشمن آهي جيڪو قبطين کي گمراه ۽ تباه ڪري رهيو آهي (٢) ”قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“ چيائين ته: اي منهنجا پالڻهار! مون پنهنجي پاڻ تي زيادتي ڪئي آهي پوءِ مون کي بخش ڪر پوءِ ان کي بخش ڪيائين بلاشڪ اهوئي بخشڻهار، مهربان آهي. هن دعا مان مقصد انڪساري ۽ تواضع جو اظهار آهي

اسان جا پيارا حبيب پاڪ! عليه الصلوة والسلام جن به فرمائيندا هئا رَبِّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ان مان مقصد ٻين کي تعليم ڏيڻي هئي اهو مقصد نه هو ته نبي سڳورو علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ظالم هو اهي قبضي ڪافر انتهائي ظالم هئا جن هزارين اسرائيلي پٽ قتل ڪيا هئا اهڙن ظالمن حربي ڪافرن جو قتل ڪرڻ ته عبادت آهي ڀلا جيڪڏهن ان جو قتل ڪرڻ ناجائز هو ته حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام تي قصاص ياديت يا ان مقتول جي وارثن کان معافي وٺڻ لازم ٿئي ها بلڪ پاڻ پنهنجي پاڻ کي فرعون وٽ قصاص جي لاءِ پيش ڪري ها صرف توبه جي لفظن کي منهن مان ڪڍڻ سان معافي نه ملي ها ڇو ته پوءِ اهو حق العبد هجي ها (١) قَالَ رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَئِنْ اُكُوْنَ ظَهِيراً لِّلْمُجْرِمِيْنَ چيائين ته: اي منهنجا پالڻهار! ان سببان جو تون مون تي نعمت ڪئي پوءِ مان ڪنهن به صورت ۾ مجرمين جي پٽ پرائي ڪندڙ نه ٿيندس. مطلب ته يا الله! تون مون کي معرفت، حڪمت ۽ توحيد جو علم ڏئي صاحب هدايت بنايو آهي ان جي ڪري مان مجرمين جو ڪڏهن به مددگار نه رهندس ۽ نه انهنجي پٺڀرائي ڪندس ۽ اسرائيلي مومن هو قبضي ڪافر تڏهن پاڻ ان قبضي جي مدد نه ڪندي اسرائيليءَ کي ڇڏائڻ لاءِ ميدان ۾ آيا پر اهو نه ٿي مڙيو ڌڪ لڳڻ سان مري پيو. ۽ بعض مفسرن فرمايو ته هي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي طرفان دعا هئي ته يا الله! مون کي بچاءِ ته مان مجرمين جي مدد ڪرڻ کان بچندو رهان (٢) قَاصْبِحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِحُهُ پوءِ صبح ڪيائين (ان) شهر ۾ انتظار ڪندي ته پوءِ اوچتو جنهن ڪالهه کانئس مدد گهري هئي کيس دانهن ڪري سڏي رهيو آهي مطلب ته اهو اسرائيلي جنهن جي ڪالهه مدد ڪئي هيائين پئي قبضي سان وڙهندي کيس مدد لاءِ دانهن ڪري سڏي رهيو هو قَالَ لَهُ مُوسٰى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ان کي موسيٰ فرمايو ته بلاشڪ تون البت کليل گمراه آهين مطلب ته تون روز روز ڪنهن نه ڪنهن سان وڙهي رهيو آهين وري مون کي به وڙهڻ جي لاءِ سڏين پيو تون ته صفا گمراه آهين قُلْتُمْ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمْ اَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اَرَادُوْا كَيْدًا ان کي قابو ڪري جيڪو انهن ٻنهي جو دشمن هو. يعني پاڻ ارادو ڪيائين ته قبضي کي قابو ڪري اسرائيلي کان بچائي. اهو قبضي فرعوني هجڻ جي لحاظ سان ته ٻنهي جو دشمن هو. قَالَ يٰمُوسٰى اَتَرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اَنْ تَرِيْدُ اَلَا اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تَرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمَصْلُوْحِيْنَ چيائين ته: اي موسيٰ! ڇا تون ارادو ڪرين ته

مون کي ائين قتل ڪرين جيئن ڪالهه هڪ شخص کي قتل ڪيو هيئي تون ته صرف اهو ارادو ڪرين ٿو ته زمين ۾ سرڪش هجين ۽ اهو ارادو نه ٿو ڪرين ته اصلاح ڪندڙن مان هجين. يعني اسرائيليءَ جڏهن حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) کي ڪاوڙ جي ڪفيت ۾ ڏٺو ۽ کيس فرمايو هيائين ته تون روز روز ماڻهن سان وڙهين ٿو تون ته کليل گمراه آهين ۽ وري حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) قبضيءَ کي ڇڏايو ته ان اسرائيلي ڊپ مان چيو ته ڇا تون مون کي ائين مارڻ گهرين ٿو جيئن ڪالهه قبضي کي ماريو هيئي تون زمين ۾ اصلاح ڪرڻ جي بجاءِ سرڪش ٿي رهڻ گهرين ٿو اسرائيليءَ جي زبان مان اهو بيان ٻڌي جنهن قبضيءَ کي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ڇڏايو ان وڃي فرعون جي محل تائين اها ڳالهه پهچائي ته ڪالهه جيڪو قبضي ماريو ويو ان کي (حضرت) موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام قتل ڪيو هو. اهو فرعون جي محل ۾ ڪم ڪندو هو. اها ڳالهه ٻڌي فرعون جي محل ۾ فرعون جي صدارت ۾ هڪ اجلاس سڏايو ويو ۽ ان موضوع تي سوچ ۽ ويچار ڪيو ويو. ان مجلس ۾ حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) سان محبت رکندڙ، دل ۾ ايمان آڻيندڙ، (حزقيل) به موجود هو ان اها سڀ خبر ٻڌي حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) تائين پهچائي ۽ کيس اهاين نڪري وڃڻ جو مشورو ڏنائين. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١- ”اَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا“ (اسان ان کي حڪم ۽ علم ڏنو) مان واضح ٿيو ته حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي عطا ڪيل علم ”علم لدني“ هو. ڪنهن استاد جي واسطي يا ذريعي نه هو ۽ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي ان علم ۾ واڌارو ۽ ترقي به ٿيندي رهي ڇو ته پاڻ نهايت صاحب تقوىٰ ۽ صاحب ڪمال هو.

ع ٢- ”فَقَضَىٰ عَلَيْهِ“ (پوءِ ان کي پورو ڪري ڇڏيائين) هن مان واضح ٿيو ته الله جل شانها جا نبي عليهم الصلوة والسلام باطن ۽ روحاني طاقت سان گڏ جسماني قوت به رکندا آهن جو قبضي سندس هڪ مک به برداشت ڪري نه سگهيو. بلڪ انهن جي قوت ملائڪن کان به زياده هوندي آهي جيئن حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) جي لپاٽ سان حضرت عزرائيل جي اک مبارڪ نڪري پئي هئي. (٢)

ع ٣- "فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ" (پوءِ مان مجرمين جو مددگار هرگز نه هوندس) مان واضح ٿيو ته مجرم جي مدد ڪرڻ پٺيان سان گڏ رهڻ کان پاسو ڪجي ڇو ته هڪ صالح عالم جو مجرم سان ساٿ ڏيڻ اخلاقي طرح به برو آهي ته الله جل شانہ وٽ به عذاب يا عتاب جو باعث آهي.

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يُمُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ

۽ آيو هڪ مڙس پريئين پاسي شهر جي کان ڊوڙي پيو چيائين ته اي موسىٰ بيشڪ سردار

يَأْتِمُرُونَ بِكَ لَيَقْتُلُونَكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ (٢٠)

رٿ ڪن پيا تنهنجي لاءِ تانت قتل ڪن توکي پوءِ نڪري وڃ بلاشڪ مان تولا خيڙ خاوهن مان آهيان

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ع (٢١)

پوءِ نڪتو ان مان ڊڄندڙ انتظار ڪندي چيائين ته اي منهنجا پاڻهارا! ڇڏاءِ مون کي قوم ظالم کان

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّيَ أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ (٢٢)

۽ جڏهن منهن ڪيائين مدين ڏانهن ته چيائين ويجهو آهي جو منهنجو رب هدايت ڪري مون کي سڌي واٽ ڏانهن

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ

۽ جڏهن پهتو مدين جي پاڻيءَ تي ته لڌائين ان تي ٽولي ماڻهن جي پاڻي پيارين پيا ۽ لڌائين انهن کان سواءِ

امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ج قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا

ٻه عورتون ڏڻ کي روڪين پيون چيائين ته ڪهڙو آهي ڪم اوهان جو؟ چيائون ته نه

لَأَنْسُقِي حَتَّىٰ يَصْدرَ الرِّعَاءُ سَكَنَةً وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ (٢٣)

پاڻي پيارينديون آهيون اسين تان جو موٽن ڌنار ۽ پيءُ اسان جو پڙو وڏي عمر وارو آهي

فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ

پوءِ پاڻي پيارين انهن ٻنهي (هي ڏڻ) کي تنهن کان پوءِ ڦري آيو پاڇي ڏانهن پوءِ عرض ڪيائين ته

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ (٢٤)

اي منهنجا پاڻهارا! بيشڪ مان ان لاءِ جيڪا لاٿي تو مون ڏانهن پلائي محتاج آهيان

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ز قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ

پوء آئي ان وت هڪڙي انهن مان هلي پئي حياء سان چيائين ته بلاشڪ منهنجو پيءُ سڏي پيو توکي تانت

لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ

ڏي توکي اجورو ان جو جيڪو پاڻي پياريو تو اسان (جي ڏڻ) کي پوءِ جڏهن آيو ان وت ۽ بيان ڪيائين

عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ^{وَقَفَّكَ} جِئْتُ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (٢٥) قَالَتْ

ان سان سڀ ڳالهيون ته فرمايائين نه ڊپ ڪر ڇٽين تون قوم ظالم کان چيو هڪڙي انهن

إِحْدَاهُمَا يَأْتِ اسْتِجْرَهُ ز إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ

مان اي منهنجا پيءُ! اجوري تي رک ان کي بيشڪ پلو اهو جو اجوري تي رکين تون ان کي قوت وارو،

الْأَمِينُ (٢٦) قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نُكَحَّكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ

اڃان تدار آهي فرمايائين ته بيشڪ مون ارادو ڪيو آهي ته نڪاح ۾ ڪري ڏيان توکي هڪڙي نياڻي پنهنجين

هَتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَجَجٌ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ

هنن ٻن مان هن شرط تي ته اجوري تي رهين مون وٽ اٺ سال پوءِ جيڪڏهن پورا ڪيئي ڏهه سال پوءِ پاڻ وٽان

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (٢٧)

۽ نه ته تو ارادو ڪيان مان ته سختي ڪيان توتي جلد لهندين مون کي جيڪڏهن گهريو الله صالحن مان

قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ

فرمايائين ته اهو منهنجي ۽ اوهان جي وچ ۾ (انجام) آهي جهڙو به ٻنهي مدن مان پورو ڪير

فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (٢٨)

پوءِ ناهي ڪا زيادتي مون تي ۽ الله ان تي جيڪو چئون ٿا ڪارساز آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي هٿان قبضيءَ جي

مرڻ ۽ ان ڳالهه کلي پوڻ جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ سندس سڄي مخلص مومن امتي جي طرفان کيس ان ڳالهه جي اطلاع ڏيڻ جو ذڪر آهي جيڪو سندس خلاف فيصلو ڪيو ويو هو. ارشاد عالي آهي وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّصِيحِينَ ۽ هڪ مڙس شهر جي پريئين پاسي کان ڊوڙندو آيو عرض ڪيائين ته: اي موسيٰ بيشڪ (هتي جا) سردار تنهنجي لاءِ مشورو ڪن پيا ته توکي قتل ڪن پوءِ (هتان) نڪري وڃ يقيناً مان تنهنجي خير خواهان مان آهيان. يعني جڏهن اسرائيليءَ جي بيان مان اها ڳالهه کلي پئي ته قبضي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جي مڪ سان مري پيو هو ته اهو اطلاع فرعون ۽ سندس ساٿين تائين پهتو. انهن اهو فيصلو ڪيو ته: حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام کي گرفتار ڪري ان قبضيءَ جي بدلي ۾ قتل ڪري ڇڏجي. اتي رهندڙن ۾ هڪ مومن انسان به هو جنهن کي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام سان همدردي هئي ان ڊوڙي اچي کيس عرض ڪيو ته فرعون ۽ سندس وزير، مشير جيڪي اتي جا سردار هئا اوهان جي قتل ڪرڻ لاءِ فيصلو ڪري رهيا آهن اوهان هتان تڪڙا نڪري وڃو مان اوهان جي خير خواهان مان آهيان. فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۽ پوءِ اُتاهين ڊڄندي، انتظار ڪندي نڪتو. عرض ڪيائين ته: اي منهنجا پاڻهار! مون کي ظالم قوم کان ڇڏاءِ. مطلب ته پاڻ اُتاهين ڊڄندي ان انتظار ۾ نڪتو ته ڪٿي گرفتار نه ٿي پوي ۽ اها دعا گهريائين ته: اي منهنجا پاڻهار! مون کي ظالم قوم کان ڇڏاءِ يعني فرعون جي لشڪرين کان ڊڄندي. هيڏي هوڏي نهاريندي اُتاهين نڪري روانو ٿيو ۽ کيس دل ۾ اهو خيال بار بار ايندو رهيو ته: ڪو پويان اچي گرفتار نه ڪري ۽ پوءِ الله جل شانہ کان دعا گهرڻ لڳو ته يَا اللَّهُ! مَنَ كَانَ ظَالِمٌ لِّقَوْمٍ فَظَالِمٌ لِّنَا ۽ جڏهن مدين ڏانهن متوجه ٿيو ته فرمايائين منهنجو رب ويجهو آهي جو مون کي سڌي واٽ ڏانهن رهنمائي ڪري. يعني جڏهن کيس مصر ۾ رهڻ خطري وارو محسوس ٿيو ته پاڻ مدين ڏانهن رخ رکيائين ڇو ته اهوئي هڪ اهڙو علائقو هو جيڪو فرعون جي بادشاهي کان ٻاهر ۽ ان کان علاوه آباد به هو ته مصر کي ويجهو به هو کيس اها خبر به هوندي ته اتي جا رهاڪو سيدنا حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جو اولاد هئا ۽ انهن سان سندس رت جو رشتو هو ان جي ڪري پاڻ مدين جو رستو ورتائين پر ساڻس گڏ نه سواري هئي ۽ نه سفر جو خرچ کيس اهو رستو به ڏنل نه هو مگر کيس يقين هو ته

حضرت موسيٰ حضرت شعيب عليٰ نبينا وعليه الصلوة والسلام وت تشريف فرما ٿيو ۽ ان سان پنهنجو سمورو احوال تفصيل سان بيان ڪيائين ته ان کيس تسلي ڏيندي فرمايو: هاڻي ڪنهن به قسم جو ڊپ نه ڪيو اوهان ظالمن جي چنبي کان نڪري آيا آهيو هتي اوهان کي ڪنهن به قسم جو خوف، خطرو ناهي. علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته: حضرت موسيٰ حضرت شعيب کان اجورو وٺڻ نه آيو هو پر سندس زيارت ڪرڻ لاءِ آيو هو جيئن ابن عساکر لکيو آهي ته: جڏهن حضرت موسيٰ جي اڳيان حضرت شعيب عليٰ نبينا وعليه الصلوة والسلام کاڌو رکيو ته پاڻ کائڻ کان انڪار ڪندي فرمايائين ته: منهنجو ان خاندان سان تعلق آهي جيڪو پنهنجي نيڪ عمل کي ڪنهن قيمت تي وڪڻڻ جي لاءِ تيار ناهي حضرت شعيب فرمايو ته: اسين مهمان جي خدمت کي فرض سمجهندا آهيون اهو ادا ڪندي اوهان جي اڳيان کاڌو رکيو اٿئون. هن کي اجورو نه سمجهو. هي مهمان نوازي آهي جيڪا اسان جي آباءِ ڪرام جي سنت آهي (1) قَالَتْ اِحْدَاهُمَا يَأْتِيَنَّكَ اسْتِجَارَةٌ اِنْ خَيْرٌ مِّنْ اسْتِجَارَتِ الْقَوِيِّ الْاَمِينِ ۽ انهن مان هڪڙيءَ چيو ته اي منهنجا پيءُ! اجوري تي رک ان کي يقيناً پلو اهو جنهن کي تون اجوري تي رکين قوت وارو امين آهي. مطلب ته سيدنا شعيب عليٰ نبينا وعليه الصلوة والسلام جي نياڻين کي پڪريون چارڻ، انهن جي حفاظت ڪرڻ، ۽ ڪو به ڏنارن جي رش ختم ٿيڻ تائين انتظار ڪرڻ ۾ وڏيون تڪليفون سامهون ٿي آيون ۽ انهن حضرت موسيٰ عليٰ نبينا وعليه الصلوة والسلام جي طرفان سندن ڏڻ کي پاڻي پيارڻ دوران سندس جسماني قوت ۽ اکين کي هيٺ رکڻ واري حياءَ ۽ اخلاق کي ڏٺو هو ان جي ڪري پنهنجي پيءُ کي اهو عرض ڪيائون ته: جيڪڏهن اوهان ڪو ماڻهو ڪم ڪار لاءِ رهائڻ گهرو ٿا ته ان کي رهايو جيڪو قوي هجڻ سان گڏ امين ۽ شريف آهي. ڇو ته اوهان پيرسن آهيو ۽ اسان جو ڪو پيءُ نه آهي مجبوراً اسان کي ٻاهر نڪرڻو پوي ٿو. ان تڪليف کان بچاءُ ٿي پوندو. ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته ضروري ناهي ته حضرت شعيب عليٰ نبينا وعليه الصلوة والسلام جي نياڻيءَ فوراً اهو مشورو ڏنو هجي يا حضرت شعيب فوراً چيو هجي ڪجهه وقت رهڻ کان پوءِ اهي مشورا ٿيا هجن قَالَ اِنِّيْ اَرِيْدُ اَنْ اُنْكَحِكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هَتَيْنِ عَلَيَّ اَنْ تَاْجُرْنِيْ تَمْنِيَّ جَجَّ فَاِنْ اَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا اَرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۽ فرمايائين ته يقيناً مان ارادو ڪيان ٿو ته توهان منهنجي ٻن

نياڻين مان

هڪڙيءَ جو ان وعدي تي نڪاح ڪرايان ته تون مون وٽ اٺ سال ملازمت ڪندين پوءِ جيڪڏهن توڙهه (سال) پورا ڪيا ته پوءِ اهي تو وٽان هوندا ۽ مان ارادو نه ٿو ڪيان ته توکي تڪليف ڏيان تون جلد مون کي ان شاء الله صالحن مان لهندين. مطلب ته جڏهن حضرت شعيب علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام محسوس ڪيو ته ان کي هڪ نوجوان، قوت واري، امين انسان کي پاڻ وٽ رهائڻ جي ضرورت آهي ۽ ان جي ڪري سندس نياڻين جي تڪليف دور ٿي ويندي ۽ اهڙي نوجوان کي ائين رهائڻ به مناسب نه هو ان جي ڪري پاڻ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام کي ملازم رکڻ سان گڏ رشتي ڪرڻ واري ڳالهه به ٻڌايائين ۽ رشتي ڪرڻ کان پوءِ متان حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام سمجهي ته کيس سختيءَ سان پيش ايندا ان جي به نفی ڪندي کيس ٻڌايائين ته مان اهو ارادو نه ٿو ڪريان ته توتي سختي ڪيان. مون وٽ رهڻ ۽ رشتي ڪرڻ کان پوءِ تون مون کي ان شاء الله صالحن مان لهندين. توسان نهايت سهڻي سلوڪ سان پيش ايندس. قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتَ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَيَّ مَانِقُولٌ وَكَيْلٌ فرمايائين ته اهو (پروگرام) منهنجي ۽ تنهنجي وچ ۾ (طئي ٿي ويو) جهڙو مدو به مون پورو ڪيو ته پوءِ مون تي زيادتي نه هوندي ۽ اسين جيڪو چئون ٿا ان تي الله نگهبان آهي يعني حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام اهي ڳالهيون منظور ڪندي فرمايو ته: منهنجي ۽ تنهنجي وچ ۾ اهو پروگرام پڪو آهي پر اٺن يا ڏهن سالن واري مدت مان مون جيڪا به پنهنجي مرضيءَ سان پوري ڪئي ته پوءِ مون تي زيادتي نه ڪئي ويندي ۽ نه اوهان کي ان تي ڪو اعتراض هوندو. ۽ اسين هڪ ٻئي سان جيڪو وعدو ڪري رهيا آهيون ان تي الله نگهبان آهي.



فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

ع ١- ”فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ“ (پوءِ ان (مصر) مان ڊڄندي، انتظار ڪندي نڪتو) مان واضح ٿيو ته طبعي خوف ۽ ڊڄ ڪندي دشمن جي علائقي مان نڪرڻ نه نبوت ۽ معرفت جي منافي آهي ۽ نه الله جل شانہ تي توڪل رکڻ جي خلاف بلڪ خطري واري علائقي مان نڪري پر امن علائقي ۾ رهي الله جل شانہ جي دين جي دعوت ڏيڻ ۽ آزاديءَ سان عبادت ڪرڻ سنت انبياءِ آهي. پوءِ سفر ۾ جيڪا به تڪليف آئي اها عبادت آهي. مفسرن لکيو آهي ته حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو هن سفر ۾ کاڌو صرف وڻن جا پن هئا. (١)

ع ٢- ”فَسَقَى لَهُمَا“ (پوءِ انهن ٻنهي جي (ڌڻ کي) پاڻي پيارايائين) مان واضح ٿيو ته ڪمزورن ۽ ضعيفن جي مدد ڪرڻ انبياءِ عليهم الصلوة والسلام جي سنت آهي ۽ اهو به واضح ٿيو ته ضرورت وقت ڌارين عورتن سان ڳالهائڻ منع ناهي جيڪڏهن ڪنهن فتني جو انديشو ناهي.

ع ٣- انهن ٻنهي عورتن جي مردن کان پري بيهڻ مان واضح ٿيو ته عورتن ۾ حياءُ ۽ شرافت فطري امر آهي. ڇو ته ان وقت پردي جو حڪم نازل نه هو پردي جو حڪم حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جي مدينه منوره ڏانهن هجرت ڪري اچڻ کان پوءِ نازل ٿيو هو. پر ان هوندي به انهن جو پاڻ تڪليف ڪري ڌڻ کي پاڻي پيارڻ ڌارين مردن کان پري رهڻ فطرتي حياءُ جو اظهار هو.

ع ٤- ”يَا أَبَتِ اسْتَجِرْهُ“ (اي منهنجا پيءُ هن کي ملازم ڪري رک) مان واضح ٿيو ته عورتن کي ٻاهر ڪم ڪار جي لاءِ نڪرڻ ان وقت به پسند ڪيل نه هو تڏهن نياڻي پنهنجي پيءُ کي ملازم رکڻ جو مشورو ڏنو مرد ماڻهو ٻاهر ڪم ڪار لاءِ هجي عورتون ٻاهر نه نڪرن.

ع ٥- ”الْقَوِيَّ الْأَمِينُ“ (قوت وارو، امانت وارو) مان واضح ٿيو ته حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام نهايت قوت وارو هجڻ سان گڏ امانت وارو به هو. مفسرن لکيو آهي ته: جنهن کوه تي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام تشریف فرما ٿيو هو. اتي جا ڌنار پنهنجن ڌڻن کي پاڻي پيارڻ کان پوءِ ان جي منهن

تي وڏو وزني پٿر رکي ويندا هئا جنهن جي ڪري ان جو منهن بند ٿي ويندو هو ۽ حضرت شعيب علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جون نياڻيون سندن ڏٽن جو بچايل پاڻي پنهنجي ڏٽ کي پياري وينديون هيون. ان پٿر کي ڏهه مڙس مس اٿلائيندا ۽ پري ڪندا هئا پر حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام اڪيلي سر ان کي کڻي پري ڪري رکيو. (١)

ع ٦٥ ”فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ“ (پوءِ انهن مان هڪڙي ان وٽ حياءَ سان پنڌ ڪندي آئي) مان واضح ٿيو ته اها بيبي صاحب نهايت پردي ۽ حياءَ سان آئي هئي مفسرن لکيو آهي ته جڏهن حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام سان ڳالهائڻ لڳي ته منهن مبارڪ ٿي پردو رکيل هوس ۽ جڏهن حضرت موسيٰ حضرت شعيب علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي گهر ڏانهن هلڻ لڳو ته بيبي صاحب ان جي پويان هلندي کيس زبان سان واٽ ٻڌائيندي ٿي هلي. (٢)

ع ٦٦ ”إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ“ (بلاشڪ مان ارادو ڪيان ٿو ته توکي پنهنجين ٻن نياڻين مان هڪڙي نڪاح ۾ ڪري ڏيان) حضرت شعيب جي طرفان حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام) کي نياڻي جي رشتي جي پيش ڪش ڪرڻ مان ثابت ٿيو ته: ڪنهن به بالغ نياڻي جي وارث کي جيڪڏهن ڪو نيڪ صالح مرد ملي وڃي ته ان جي طرفان چوڻ جي بجاءِ وارث پاڻ چوي ته اها به نبي سڳوري علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي سنت آهي جيئن حضرت عمر رضي الله عنه حضرت ابوبڪر صديق ۽ حضرت عثمان غني رضي الله عنهما کي پنهنجي نياڻي سيده حضهه جي رشتي جي پيش ڪش ڪئي هئي (٣) پر پوءِ حضرت حبيب پاڪ عليه الصلوة والسلام جن اهو رشتو پنهنجي لاءِ پسند فرمايو ته سيده ام المومنين جي لقب سان نوازجي وئي.

ع ٦٧ ”عَلَىٰ أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَبْجَ“ (هن شرط تي ته تون مون وٽ اٺ سال ملازم رهين) ۾ مذڪور ٿيو ته حضرت شعيب اها اٺ سال ملازمت شرط رکي هئي ۽ مفسرن سڳورن لکيو آهي ته اهو سندس نياڻي جو مهر هو پر سوال اهو ٿو پيدا ٿئي ته ڇا مهر ۾ مڙس ملازم ٿي سگهي ٿو؟ علماء ڪرام لکيو آهي ته اهي سال مهر نه هئا پر ان مدت ۾ ملازمت جي بدلي ۾ ملڻ وارو معاوضو تنخواه وغيره مهر ۾ شامل ڪيل هو ۽ اهو جائز آهي (٤)

(١) القرطبي ص ٢٦٩ - جلد ١٣ (٢) ساڳيو حوالو (٣) القرطبي ص ٢٧١ - جلد ١٣

(٤) معارف القرآن ص ٢٣١ - جلد ٢

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ

پوء جڏهن پورو ڪيو موسيٰ (مقرر ڪيل) مدو ۽ وٺي هليو اهل پنهنجي کي ته ڏٺائين طور جي پاسي ڏانهن

نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا

باه ته فرمايائين پنهنجي اهل کي ته ترسو بيشڪ مون ڏٺي آهي باه شايد مان آڻيان اوهان وٽ اٿاهين

بَخْبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ (٢٩) فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ

ڪا خبر يا تانڊو باه مان تانت اوهان پاڻ سيڪيو پوءِ جڏهن ان وٽ آيو ته سڏيو ويو واديءَ جي

شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَّمُوسَىٰ

سڄي پاسي کان برڪت واري جاءِ کان وٺ مان ته اي موسيٰ بيشڪ مان

إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (٣٠) وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تُهْتَزُّ كَانَهَا

سچو معبود آهيان رب جهانن جو اچلاءِ تون لٽ پوءِ جڏهن ڏٺائين ان کي ته چري ٿي ڇڻ ته اها

جَانٌ وَلِيٌّ مُّذِيرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَمُوسَىٰ أَقْبَلَ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ

نانگ آهي ته منهن موڙيائين پئي ڏيندڙ ۽ نه پوئتي موٽيو اي موسيٰ سامهون اچ نه ڊپ ڪر بيشڪ تون

مِنَ الْأَمِينِ (٣١) أَسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخَرُّجَ بَيْضًا مِنْ غَيْرِ سُوًى

امن وارن مان آهيان داخل ڪر هٿ پنهنجو گريبان پنهنجي ۾ ته نڪرندو چمڪندڙ بي عيب ٿي

وَأَضْمُمُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَانِكَ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

۽ ڳنڍ پاڻ ڏانهن ٻانهن پنهنجي ڊپ کان پوءِ اهي ٻئي حجتون آهن تنهنجي رب جي طرفان پاڻ جي

وَمَلَائِكُهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ (٣٢) قَالَ رَبِّ إِنِّي

لشڪر جي ڏانهن بيشڪ اهي هئا قوم فاسق عرض ڪيائين ته اي منهنجا پالڻهار! بلاشڪ مون

قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (٣٣) وَآخِي هَارُونُ

قتل ڪيو انهن مان هڪ شخص کي پوءِ ڊڄان ٿو ته متان مون کي قتل ڪن ۽ منهنجو ڀاءُ هارون

هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ

اهو وڌيڪ چٽو آهي مون کان زبان جي لحاظ سان پوءِ پيغمبر بنائي موڪل ان کي مون سان گڏ

رَدًّا يُصَدِّقُنِي رَأَيْي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ (۳۴) قَالَ

مدد ڪندڙ تصديق ڪري منهنجي بيشڪ مان ڊڄان ٿو ته ڪوڙو چوڻ مونکي فرمايائين ته جلد

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُونَ

مضبوط ڪنداسون ٻانهن تنهنجي تنهنجي پاء سان ۽ ڪنداسون اوهان جي لاءِ غلبو پوءِ نه پهچي

إِلَيْكُمَا بِإِيتَانَا أَنْتُمَا وَمَنْ اتَّبَعُكُمَا الْغٰلِبُونَ (۳۵)

سگهندا اوهان ڏانهن اوهان پئي ۽ جيڪي تابع ٿيا اوهان جا غالب آهيو.

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت موسيٰ کان مقرر مدت تائين رهڻ جي وعدي وٺڻ جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ ان مدت کي پورو ڪري حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي وطن واپس وڻڻ رستي ۾ نبوت جي دولت سان مالا مال ٿيڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمُ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ پوءِ جڏهن موسيٰ مدو پورو ڪيو ۽ پنهنجي اهل کي وٺي هليو ته طور واري پاسي کان باهه ڏٺائين پنهنجي اهل کي فرمايائين ته ترسو مون باهه ڏٺي آهي شايد مان اوهان وٽ اناهين ڪا خبر يا باهه جو ٿانڊو آڻيان تانت اوهان پاڻ سيڪيو حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آهي ته: حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام اتي ڏه سال پورا ڪيا (۱) ان کان پوءِ حضرت شعيب علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کان مصر واپس وڻڻ لاءِ موڪل گهريائين ۽ موڪل تي پنهنجي گهر واريءَ سميت روانو ٿيو ۽ وات تي طور جبل واري پاسي کان باهه ڏٺائين. ڇو ته سفر ڪندي کيس رستي ۾ رات پئجي وئي هئي ۽ رات نهايت انڌيري هئي (۲) ”أَهْلِهِ“ (پنهنجي اهل کي فرمايائين) مان مراد سندس گهر واري صفورا ۽ سندس اولاد هو. جيڪو کيس ان سفر کان اڳ ۾ ڄاڻو هو. ابن عطا فرمايو ته: جڏهن محبت جو مدو پورو ٿيو خداوندي قرب ۽ نبوت جي اظهار جا ڏينهن ويجهڻ ٿيا ته پنهنجي اهل جي اجازت وٺي سفر لاءِ روانو ٿيو. پاڻ ٻيهر ۽ نماز جي وقت روانو ٿيو هو ۽ رستي ۾ رات پئجي وئي جڏهن ته رات نهايت انڌيري ۽ سخت سرديءَ واري هئي ۽ وات به منجهي پيا هئا تڏهن پنهنجي اهل کي فرمايو هيائين ته: مون

باه ڏٺي آهي مان اٿاهين يا ڪاوات جي معلومات واري خبر آئيندس يا ڪو تانڊو ڪٿي ايندس ته هتي باهه پاري سيءَ کان بچاءَ حاصل ڪيو ۽ پاڻ سيڪيو. (١)

”فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَمْوَسَّىٰ إِيَّيَّيْنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ لَا يَوَّءُ جَذْنُ اتِي آيُو تَهْ وَادِيءُ جِي سَجِي پَاسِي ڪَان پَرڪَت واريءَ جاءِ ۾ وڻ مان سڏيو ويو ته: اي موسيٰ! مان جهانن جو پالڻهار الله آهيان يعني جڏهن ان پري کان نظر ايندڙ باهه وٽ پهتو ته اتي بابرڪت مقام ۾ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام پنهنجي سجي پاسي کان اتي بيٺل وڻ مان سڏ ٻڌو ته: اي موسيٰ! مان معبود بالحق، سڀني جهانن جو پالڻهار آهيان ۽ ان ۾ الله جل شانہ يقيني علم پيدا ڪيو ته ڳالهائڻ وارو الله جل شانہ آهي ۽ اهو ڪلام ان جو ڪلام آهي ۽ اتي بيٺل وڻ کي ان جي ڪري برڪت وارو سڏيو ويو جو الله جل شانہ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي همڪلاميءَ جو شرف اٿاهين بخشي نبوت جي اظهار جو ارشاد فرمايو هو (٢)

”وَأَنْ أَلْقَ عَصَاكَ“ ۽ پنهنجي لٽ اڇلاءِ الله جل شانہ کيس حڪم فرمايو ته توکي جيڪا هٿ ۾ لٽ آهي اها زمين تي اڇلاءِ ”فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدَبِّرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ“ پوءِ جڏهن ان کي ڏٺائين ته لهريون پئي هڻي ڇڻ ته اهو وڏو نانگ آهي ته پئي ڦيرائي پوئتي هليو ۽ پوئتي نهاريائين به نه مفسرن لکيو آهي ته اها لٽ هڪ وڏو نانگ بنجي وئي جنهن جو وات به ايترو وڏو هو هلندي جيڪي وڏا وڏا پٿر سندس سامهون ٿي آيا انهن کي به ڳهندي ٿي وئي ۽ اهڙي سندس پيٽ ۾ ائين ٽڙڪندي ٿي ڪريا ڇڻ ته ڪنهن مٿاهين جبل تان هيٺاهين واديءَ ۾ ڪري رهيا هئا (٣) ”يَمْوَسَّىٰ“ اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْأَمِينِينَ“ اي موسيٰ سامهون اچ ۽ ڊپ نه ڪر يقيناً تون امن وارن مان آهين مطلب ته ڊپ نه ڪر توکي ڪا تڪليف نه پهچندي هي ته تنهنجو معجزو آهي جيڪو توکي عطا ڪيو ويو آهي. ان مان اهو به واضح ٿيو ته نبين سڳورن علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام جي هٿان ظاهر ٿيندڙ معجزن ۾ به الله جل شانہ جي قدرتي ڪمال جو اظهار هوندو آهي نبي سڳورا صرف واسطو هوندا آهن کين ان معجز جي تڪوين ۾ ڪو دخل نه هوندو آهي (٤) ”أَسْلَكَ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخَرُّجَ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ“ پنهنجي هٿ کي پنهنجي گريبان ۾ داخل ڪر ته بي عيب چمڪندڙ ٿي نڪرندو. هي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي عطا ڪيل ٻيو

(١) روح البيان ص ٤٠١ جلد ٦ (٢) المراغي ص ٥٤٤ جزء ٢٠ جلد ٧ (٣) صفوة التفاسير ص ٤٣٢ جلد ٢ (٤) حاشيه دريا بادي ص ٧٨٦.

معجزو هو. مطلب ته اي موسي! تون پنهنجو هت پنهنجي گريبان ۾ وجهي ٻاهر ڪڍ ته اهو عيب کان سواءِ چمڪندڙ ٿي نڪرندو. نه ان ۾ ڪوڙهه جي بيماري جو اثر هوندو نه ڪو ٻيو عيب محسوس ڪجو اهو تنهنجو هڪ عظيم الشان معجزو هوندو. خيال ۾ رهي ته سندس هت مبارڪ صرف سفيد نه پر سڄ وانگر چمڪندڙ هوندو هو ان جي ڪري ابيض نه بيضاء آندو ويو آهي ۽ اهو معجزو صرف سڄي هت ۾ هو ٻنهي هتن ۾ نه هو ان جي ڪري ”يد“ مفرد آندو ويو آهي. (١)

”وَاصْمِرْ لِيكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ“ ۽ پنهنجي ٻانهن پاڻ ڏانهن ڊپ کان ڳنڍي ڇڏ. مطلب ته جڏهن توکي ڪو ڊپ محسوس ٿئي ته پنهنجو هت پنهنجي سيني تي رکجان ته اهو ڊپ لهي ويندو جيڪو توکي نانگ کان محسوس ٿيندو هوندو سيدنا ابن عباس رضي الله عنهما جو اهو فرمان آهي (٢) ”فَإِنَّكَ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ أَنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ“ پوءِ اهي ٻئي تنهنجي رب جي طرفان حجتون آهن فرعون ۽ ان جي لشڪر ڏانهن بلاشڪ اهي فاسق قوم هئا. يعني لٽ ۽ چمڪندڙ هت ٻه معجزا ٻه حجتون آهن جيڪي تنهنجي سڄي هٿ جا دليل آهن جن کي فرعون ۽ سندس لشڪر جي اڳيان ظاهر ڪر. اهي فاسق قوم هئا جيڪي اسان جي امر جا مخالف ۽ اسان جي اطاعت کان ٻاهر رهيا ”قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُون“ عرض ڪيائين ته: اي منهنجا پالڻهار! يقيناً مون انهن مان هڪ شخص کي قتل ڪيو هو پوءِ مان ڊڄان ٿو ته مون کي قتل ڪندا. يعني مون هڪ قبطيءَ کي مڪ هنئين هئي جنهن سان اهو مري پيو هو مون کي ڊپ ٿو ٿئي ان جي بدلي ۾ مون کي قتل ڪندا مان انهن ڏانهن ڪيئن وڃان؟ علامه حقي لکيو آهي ته: ان قبطيءَ جو نالو فاتون هو. فرعون جي ماني پڇائيندو هو (٣) ”وَإِخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْتُهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُون“ ۽ منهنجو ڀاءُ هارون مون کان ڳالهائڻ ۾ وڌيڪ فصيح آهي پوءِ ان کي مون سان گڏ بيمبريءَ سان نوازي مددگار بنائي موڪل ته منهنجي تصديق ڪري بيشڪ مان هن کان ڊڄان ٿو ته مون کي ڪوڙو چوندا. يعني ڳالهائڻ جي لحاظ سان منهنجو ڀاءُ هارون مون کان وڌيڪ فصيح ۽ چٽو آهي ان کي مون سان مددگار بنائي رسالت سان نوازي موڪل ته اهو مون واريون حجتون انهن کي سهڻي نموني ذهن ۾ وهاري. مون اڪيلي کي ڊپ ٿو ٿئي ته مون کي ڪوڙو چوندا نه مڃيندا ۽ جيئن به معجزا آهن تيئن نبي به ٻه هوندا سون ته وڌيڪ اثر ٿيندو. (٤) ”قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِإِخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكَ سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكَ مَا بِآيَاتِنَا أَنتُمَا وَمَنِ اتَّبَعُكُمَا الْغَلْبُون“

(١) نورالعرفان ص ٦٢١ هـ (٢) صفوة التفاسير ص ٤٣٣ هـ جلد ٢ (٣) روح البيان ص ٤٠٤ هـ

جلد ٦ (٤) التفسير الكبير ص ٢٤٩ هـ جزء ٢٤

فرمايائين ته جلد تنهنجي ٻانهن تنهنجي پاء سان مضبوط ڪنداسون ۽ اوهان ٻنهي کي تسلط ڏينداسون پوءِ اهي اوهان کي نه پهچندا اسان جي نشانين سان اوهان ۽ جيڪي اوهان جا تابع ٿيا غالب آهيو. الله جل شانہ فرمايس ته تنهنجي دعا منظور ٿي اسين تنهنجي پاء هارون علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام کي پيغمبري سان نوازي تنهنجي ٻانهن کي قوت ڏينداسون ڪو فڪر نه ڪيو فرعون ۽ سندس ساٿي اوهان کي ڪجهه ڪري نه سگهندا اوهان وٽ اسان جون نشانين (معجزا) آهن اوهان ۽ جيڪي اوهان جا تابع ٿيندا غالب آهيو.

فائدا

مذڪوره آيتن ۾ غور ڪرڻ سان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١۔ ”فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ“ (پوءِ جڏهن موسيٰ مدت پوري ڪئي) مان واضح ٿيو ته حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام پنهنجو وعدو پورو ڪيو ۽ مقرر ٿيل مدت تائين اتي رهيو هو اها ڪيتري مدت هئي؟ صحيح بخاريءَ ۾ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آهي ته: اها مدت ڏهه سال هئي ڇو ته انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام جو اهو ئي شان آهي ته جيڪو چوندا آهن اهو ڪري ڏيکاريندا آهن حضرت حبيب پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي به اها عادت مبارڪ هئي ته حقدار کي ان جي حق کان وڌيڪ عطا ڪندا هئا ۽ امت کي به اهائي هدايت فرمائي اٿن ته ملازمت، اجرت، خريد فروخت وغيره ۾ ايتار کان ڪم ورتو وڃي. (١)

ع ٢۔ ”إِنِّي أَنَسْتُ نَارًا“ (مون باهه ڏٺي آهي) مان واضح ٿيو ته حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي پري کان جيڪا روشني نظر آئي ان کي پاڻ ٻرندڙ باهه سمجهيو هيائين. پر حقيقت ۾ اها باهه جي شڪل ۾ مثالي تجلي هئي ڇو ته هن دنيا ۾ ذاتي تجلي جو مشاهدو (حضور ڀرپور عليه الصلوة والسلام جن کان سواءِ) ڪنهن لاءِ به ممڪن ناهي ۽ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي به ان جي لاءِ ارشاد ٿيو هو ته ”لَنْ تَرَانِي“ يعني تون مون کي هرگز ڏسي نه سگهندين. ۽ ان مان مراد ذات حق جو مشاهدو هو. (٢)

ع ٣۔ ”وَسَارَ بِأَهْلِهِ“ (۽ پنهنجي اهل سان گڏ سفر ڪيائين) مان واضح ٿيو ته سفر ۾ گهرواريءَ کي وٺي هلڻ شرعاً جائز آهي.

ع ٤۔ ”فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ“ (برڪت واري ميدان ۾) مان واضح ٿيو ته جنهن جاءِ تي الله جل شانہ پنهنجي پياري نبي علي نبينا وعليه الصلوة والسلام سان ڳالهايو اها جاءِ عزت، شرف ۽ شان واري آهي. (٣)

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا أَسْحَرُ مُمْتَرَى

پوء جڏهن آيو انهن وٽ موسيٰ اسان جي روشن نشانين سان ته چيائون ناهي هي مگر جادو ناھيل

وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَاءِ نَا الْأَوَّلِينَ (۳۶) وَقَالَ مُوسَى رَبِّي أَعْلَمُ

۽ نه ٻڌو اسان هي پنهنجن ابن ڏاڏن پهرين ۾ ۽ چيو موسيٰ رب منهنجو وڌيڪ ڄاڻيندڙ آھي

بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ

ان کي جنهن آندي هدايت ان وٽان ۽ ان کي جو هوندو ان لاءِ چڱي پڇاڙي جو گهر بيشڪ

لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (۳۷) وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ

نه ڪامياب ٿيندا ظالمن ۽ چيو فرعون اي سردارو! نه ڄاتو مون اوهان جي لاءِ ڪو معبود

إِلَهِ غَيْرِي ۚ فَأَوْقِدْ لِّي يَٰهَامُنُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِّي صَرْحًا لَّعَلِّي

پاڻ کان سواءِ پوءِ ٻار مون لاءِ اي هاماڻ! مٽيءَ جي مٿان پوءِ ٺاه مون لاءِ ماڙي تانت چڙهي

أُطْلِعَ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ ۚ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ (۳۸) وَاسْتَكْبَرَ هُوَ

ويان مان موسيٰ جي معبود ڏانهن ۽ بيشڪ مان البت ڀانيان تون ان کي ڪوڙن مان ۽ ٽڪر ڪيو ان

وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمُ الْبَالِغُونَ (۳۹) لَا يُرْجَعُونَ

۽ ان جي لشڪر زمين ۾ هرو ڀرو ۽ گمان ڪيائون ته بيشڪ اهي اسان ڏانهن نه موٽايا ويندا

فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ

پوءِ پڪڙيوسون ان کي ۽ ان جي لشڪر کي پوءِ اڇلايوسون انهن کي سمنڊ ۾ پوءِ ڏس

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ (۴۰) وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ

ته ڪهڙي طرح هئي پڇاڙي ظالمن جي ۽ بنايوسين انهن کي اڳواڻ سڏين پيا باهه ڏانهن

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ (۴۱) وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً

۽ قيامت جي ڏينهن نه مدد ڪيا ويندا ۽ پويان لڳائي سون انهن جي هن دنيا ۾ لعنت

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوحِينَ (۴۲)

۽ قيامت جي ڏينهن اهي بچڙن مان هوندا

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي اظهار نبوت لاءِ ارشاد جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ ان جو فرعونين وٽ پيغام حق جي پهچائڻ لاءِ تشريف فرمائين جو ذڪر ڪيو ويو آهي. ارشاد الاهي آهي فَلَمَّا جَاءَ هُمُ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَاءِ نَا الْأَوَّلِينَ پوءِ جڏهن انهن وٽ موسيٰ اسان جي روشن نشانين سان آيو ته چيائين هي ته صرف ٺاهيل جادو آهي ۽ اسان اهو پنهنجن پهرين ابن، ڏاڏن ۾ نه ٻڌو هو مصر وارا ماڻهو پراڻي دور کان شرڪ ۾ مبتلا رهندا آيا هئا توحيد ۽ نبوت جي عقيدتي کان بالڪل اڻ ڄاڻ هئا حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو پيغام ٻڌي، دلائل کان واقف ٿي ۽ معجزن کي مشاهدو ڪرڻ کان پوءِ چوڻ لڳا ته هي ته هڪ ساحران ڪاروائي آهي جنهن کي هت سان ٺاهي الله جل شاناهه ڏانهن منسوب ڪيو ويو آهي وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّيَ أَعَلِمَ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۽ موسيٰ چيو ته منهنجو رب ان کي وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي جيڪو ان وٽان هدايت سان آيو ۽ ان کي (ب وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي) جنهن جي لاءِ (چڱيءَ) پڇاڙي وارو گهر هوندو. يقيناً ظالم ڪامياب نه ٿيندا. يعني حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام انهن کي فرمايو ته: هينئر اوهان منهنجي ڳالهه نه ٿا ٻڌو پر هي قول ذهن نشين ڪيو ته الله جل شاناهه کي ته چڱيءَ طرح معلوم آهي ته هدايت جي واٽ تي ڪير هلي پيو ۽ ظالم ڪير آهي؟ ۽ ڪنهن جي عاقبت خير واري هوندي ۽ ڪير عاقبت جي لحاظ سان تباهه ٿي ويندو؟ عَاقِبَةُ الدَّارِ مان مراد آخرت ۾ چڱيءَ پڇاڙي وارو گهر آهي (١) وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ آلِهِ غَيْرَ شَيْءٍ ۽ فرعون چيو ته اي سردارو! پاڻ کان سواءِ اوهان جي لاءِ ڪو به معبود نه ٿو ڄاڻان مان ئي اوهان جو اصلي ۽ قديمي ديوتا (معبود) آهيان ۽ اوهان جا ابا، ڏاڏا هميشه منهنجي پوڄا ڪندا آيا هئا ته هاڻي اهو نئون معبود ڪهڙو پيو ٻڌجي؟ سمجهڻ گهرجي ته مصر جا فرعون نسل درنسل مصري ماڻهن جي عقيدتي ۾ خدائي اوتار هوندا هئا ۽ بادشاهه کي سڀني کان وڏي ديوتا سڄ جو زنده نمايندو تصور ڪندا هئا فَأَوْقَدَلِي يٰهُامَنْ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَى اللَّهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ پوءِ اي هامان! مون لاءِ مٽيءَ

تي باهه ٻار پوءِ مون لاءِ ماڙي ٺاهه تانت مان موسيٰ جي معبود ڏانهن چڙهي وڃان ۽ مان ان کي ڪوڙن مان تو پانيان. يعني مون لاءِ مٽيءَ تي باهه ٻارائي ڪورو تيار ڪرائي پڪيون سرون ٺهراءِ ۽ انهن مان مون لاءِ پڪي ماڙي تيار ڪرائي ٻڌاءِ ته مان ان تي چڙهي ڏسان ته موسيٰ جو معبود ڪهڙو آهي جنهن جي توحيد ۽ عبادت لاءِ سڏي رهيو آهي ۽ دعويٰ ڪري ٿو ته اهو ان جي تائيد ۽ مدد ڪري ٿو ۽ ان کيس اسان ڏانهن رسول بنائي موڪليو آهي. ائين چوڻ کان پوءِ پنهنجي قوم کي شڪ ۾ آڻڻ لاءِ چيائين ته: مان يقين سان چوان ٿو ته اهو ڪوڙو آهي (١) (معاذ الله ثم معاذ الله) **وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُوا أَنَّهُمُ الْبَالُغُونَ** ۽ ان (فرعون) ۽ سندس لشڪر زمين ۾ هروڀرو تڪبر ڪيو ۽ پانيائون ته يقيناً اهي اسان ڏانهن نه موٽايا ويندا يعني فرعون ۽ سندس لشڪر کي تڪبر نه ڪرڻ گهرجي ها ۽ ڪو اهو سندن حق هو هروڀرو تڪبر ڪرڻ لڳا ۽ ائين سمجهيو هيا ٿون ته اهي اسان ڏانهن مرڻ کان پوءِ موٽايا نه ويندا قيامت جي ڏينهن جا منڪر هئا **فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ فَانَظَرُ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ** پوءِ اسان ان کي ۽ سندس لشڪرن کي پڪڙيو پوءِ اسان انهن کي سمنڊ ۾ اڇلايو پوءِ ڏس ته ظالمن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي؟ يعني اسان فرعون ۽ سندس لشڪر کي پڪڙي درياءَ ۾ اڇلائي ٻوڙي ڇڏيو تانت دنيا ڏسي ته متڪبرن ۽ ظالمن جي پڇاڙي هيئن ٿيندي آهي **وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ** ۽ اسان انهن کي اڳواڻ بنايو جيڪي باهه ڏانهن سڏين پيا ۽ قيامت جي ڏينهن مدد نه ڪيا ويندا يعني فرعوني جهنم جي باهه ڏانهن سڏيندڙ اڳواڻ هئا ماڻهو انهن جا پوئلڳ هوندا هئا پر قيامت جي ڏينهن هتان وارا لشڪر ڪم نه ڏيندا ۽ نه انهن جي ذريعي ڪا مدد ڪيا ويندا اڳواڻ ۽ پوئلڳ سڀ جهنم جو ٻارڻ بنجندا. **وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ** ۽ اسان هن دنيا ۾ انهن جي پويان لعنت لڳائي ڇڏي ۽ قيامت جي ڏينهن پڇڙن مان هوندا. يعني قيامت جي ڏينهن واري برائي ۽ بدانجامي ته رهي پر دنيا ۾ ئي ماڻهو انهن تي هميشه لعنت ڪندا رهندا.

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدو ذهن نشين ٿين ٿا.
ع ١- ”ما هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى“ (هي ته صرف ٺاهيل جادو آهي) هن مان واضح ٿيو ته

ڪافرن هميشه الله جل شانہ جي نبين عليهم الصلوة والسلام جي هٿان ظاهر ٿيندڙ معجزن کي جادو سڏيو آهي. ۽ معجزن جو انڪار ڪيو آهي.

ع ٢. مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي (مان اوهان جي لاءِ پاڻ کان سواءِ ٻيو ڪو به معبود نه ٿو ڄاڻان) مان واضح ٿيو ته فرعون جو خيال هو ته مون کي ئي معبود سمجهي منهنجي هر امر جي اطاعت ڪئي وڃي باقي اهو خيال ته بديهي البطلان آهي جو اهو پاڻ کي خالق يا صانع سمجهندو هجي. کيس دنيا تي چمندي، وڏو ٿيندي ڏسڻ وارا به اتي موجود هوندا انهن کيئن مڃيو هوندو ته هي خالق يا صانع آهي؟ (١)

ع ٣. فَأَجْعَلْ لِّي صَرْحًا (پوءِ مون لاءِ ماڙي ٺاهه) مان واضح ٿيو ته ان پنهنجي وزير هامان کي نهايت بلند محل ٺاهڻ جو آرڊر ڏنو پر اهو محل تيار ٿيو يا نه ان ۾ مختلف قول آهن: ته ان محل ٺاهڻ جي لاءِ هامان پنجاه هزار مستري گڏ ڪيا هئا مزدور ۽ ڪاٺ ۽ لوھ گڏ ڪرڻ وارا انهن کان جدا هئا ۽ اهو محل ايترو بلند ٺاهيو ويو جو ان دور ۾ ايترو بلند محل ٻيو نه هو پر اهو جڏهن مڪمل طرح تيار ٿي ويو ته الله جل شانہ جبريل عليه السلام کي حڪم فرمايو جنهن هڪ ڏڪ سان ان کي ٽي ٽڪرا ڪري ڪيرائي ڇڏيو جنهن ۾ فرعوني لشڪر جا هزارين ماڻهو دٻجي مري ويا. (٢)

ع ٢. ته اهو محل تيار نه ڪيو ويو. ائين چوڻ سان فرعون صرف مصر جي رهاڪو ماڻهن جا ذهن ان طرف متوجه ڪيا اهي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي دين واري دعوت ڏانهن توجه نه ڪن انتظار ۾ رهن علامه رازي ان کي ترجيح ڏني آهي (٣) پير محمد ڪرم شاه الاهري عليه الرحمة لکيو آهي ته: اهو قول ته فرعون محل تي چڙهي آسمان ڏانهن تير هلايو هو جيڪو رت سان پرڃي آيو هو باطل ۽ ڪوڙ آهي جنهن کي عقل سليم به تسليم ڪرڻ جي لاءِ تيار ناهي (٤)

ع ٤. وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ (۽ قيامت جي ڏينهن اهي بچڙن مان هوندا) مان واضح ٿيو ته قيامت جي ڏينهن ڪافرن جا حال انتها برا هوندا حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته: انهن جا منهن ڦريل، رنگ ڪارا، ۽ اکيون شيرون هونديون. (٥)

(١) التفسير الكبير ص ٢٥٢ - جزء ٢٤ (٢) القرطبي ص ٢٨٨ - جلد ١٣ (٣) التفسير الكبير

ص ٢٥٣ - جزء ٢٤ (٤) ضياء القرآن ص ٤٩٢ - جلد ٣ (٥) المظهر ص ١٦٧ - جلد ٧

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ

۽ البت تحقيق ڏٺوسون موسیٰ کي ڪتاب ان کان پوءِ جو هلاڪ ڪيون سون قومون پهريون چٽا دليل

لِلنَّاسِ وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (۴۳) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ

ماڻهن جي لاءِ ۽ هدايت ۽ رحمت تانت اهي نصيحت وٺن ۽ نه هٿين تون الهندين پاسي کان

إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (۴۴) وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا

جڏهن موڪليوسون موسيٰ ڏانهن امر ۽ نه هٿين تون شاهدن مان ۽ پر اسان پيدا ڪيون

قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ

قومون پوءِ ڊگهو ٿيو انهن تي عرصو نه هٿين تون ٽڪندڙ مدين ۾ پڙهين پيو انهن تي اسان

الْيَتِيمَ وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ (۴۵) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْنَا دَيْنَا

جون آيتون ۽ پر اسين هٿاسون موڪليندڙ ۽ نه هٿين تون طور جي پاسي ۾ جڏهن سڏيو اسان

وَلَكِنْ رَّحِمَهُ مِّنْ رَبِّكَ لَتُذَذَّرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ

۽ پر رحمت تنهنجي رب جي طرفان تانت ڏيچارين ان قوم کي جو نه آيو انهن وٽ ڪو ڏيچاريندڙ

مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (۴۶)

توکان اڳي تانت اهي نصيحت قبول ڪن

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت موسیٰ علی نبينا وعلیه الصلوة والسلام جي دشمنن کي درياءَ ۾ ٻوڙڻ جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ کيس ڪتاب (توراة) جي ڏيڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ“ ۽ البت تحقيق اسان موسیٰ کي ان کان پوءِ جو پهرين قومن کي هلاڪ ڪيوسين ڪتاب ڏٺوسين جيڪو ماڻهن جي لاءِ روشن دليل ۽ هدايت ۽ رحمت هو تانت اهي نصيحت وٺن يعني اسان موسیٰ کي ڪتاب (توراة) عطا ڪيو جنهن ۾ انسان جي دنيا ۽ آخرت ۾ نيڪ بختيءَ جون ڳالهيون تفصيل سان بيان ڪيل هيون ۽ اهو قرون اوليٰ جي هلاڪ ڪرڻ کان پوءِ هو اهي حضرت نوح، حضرت هود ۽ حضرت صالح علی نبينا وعلیهم الصلوة والسلام جون

قومون آهن جن اسلامي شريعتن کي ڏاهي انهن جا آثار مٿائي جهان جو نظام غلط ڪري ڇڏيو هو ڪٿي به ڪا چڱائي نظر نه ٿي آئي ۽ ضروري هو ته ماڻهن کي اهڙو ديني اصلاحي پروگرام ڏنو وڃي جيڪو کين سڌي واٽ تي هلائي ۽ ان سان حقيقتون روشن ٿين ۽ قلب منور رهن ۽ حق باطل کان جدا رهي الله جل شانہ جي رضا حاصل ڪن ان جي مغفرت، رحمت ۽ محبت جا مزا ماڻين (١) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَا اِلَىٰ مُوسٰى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ۽ تون اولهه واري پاسي نه هئين جڏهن اسان موسي ڏانهن امر موڪليو ۽ تون حاضرن مان نه هئين هن بيان سان انهن ماڻهن تي حجت قائم ڪئي وئي آهي جيڪي حضور عليه الصلوة والسلام کي ڪوڙو چوندا هئا انهن کي سمجهايو ويو آهي ته جيڪا شخصيت (بظاهر جسم اقدس سان) طور جي اولهه پاسي موجود نه هئي اها هستي اهي سڀ حقيقتون بيان ڪري جيڪي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام سان واسطو رکن ته اهو سندن سچي نبي ۽ برحق رسول هجڻ جو دليل آهي وَلَكِنَّا اَنشَاْنَا قُرُوْنَا فَتَطَاوَلْ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ تَاوِيًا فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۽ پر اسان قومون پيدا ڪيون پوءِ انهن تي عرصو ڊگهو ٿيو ۽ تون مدين وارن ۾ ٽڪندڙ نه هئين جو انهن تي اسان جون آيتون تلاوت ڪرين ۽ پر اسين موڪليندڙ هئاسون. مطلب ته جيئن مدين وارن ۾ حضرت موسيٰ ۽ حضرت شعيب علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام رهندڙ هئا اي حبيب ڪريم! عليه الصلوة والسلام اوهان انهن ۾ ائين رهندڙ نه هئا جو انهن جي اڳيان اسان جو آيتون پڙهو ها ۽ انهن سان جنت جو وعدو ڪريو ها ۽ کين جهنم جي باهه واري سزا کان ڊيچارو ها ۽ پر اسان اوهان کي رسالت سان نوازي مڪه مڪه وارن ۽ بين سڀني ماڻهن ڏانهن معجزن ۽ غيبي خبرون ٻڌائڻ واري صفت سان موصوف بنائي موڪليو آهي ۽ جيڪڏهن ائين نه هجي ها ته اوهان انهن کي اهي سمورا واقعا نه ٻڌايو ها (٢) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ اٰدَايْنَا ۽ جڏهن اسان (موسيٰ کي) سڏيو ته اوهان طور واري پاسي نه هئا مطلب ته جڏهن حضرت موسيٰ کي الله جل شانہ سڏي فرمايو اِنِّيْ اَنَا اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (بلاشڪه مان ئي جهانن جو پالڻهار سچو معبود آهيان) ته ان وقت اوهان اتي طور واري پاسي ۾ موجود نه هئا وَلَكِنْ رَّحِمْنَا مِّنْ رَّبِّكَ ۽ پر اهو (سڀ ڪجهه ڄاڻائڻ) تنهنجي رب جي طرفان رحمت آهي. جو اهي حقائق اوهان جي علم ۾ آندائين ڄڻ ته غار حراء واري جبل النور ۽ مڪه مڪرمه ۽ مدينه منوره ۾ طور جبل ۽ مدين جي تاريخ ورائي آندي وئي آهي لَتَنذِرَنَّهُمْ مَّا اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ

قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ“ تانت ان قوم کي ڊيجارين جن وٽ توکان اڳي ڪو ڊيجاريندڙ نه آيو شايد اهي نصيحت وٺن. يعني پنهنجي اڻ پڙهيل عرب قوم کي جن وٽ اوهان کان اڳي ڪو ڊيجاريندڙ نه آيو اهي واقعات ٻڌائي ڊيجارين شايد اهي ڪا نصيحت حاصل ڪن ۽ هدايت جا صاحب بنجي نجات ماڻي سعادت مند بنجن. (١)

فائدو

مذڪوره آيتن تي غور ڪرڻ سان هي فائدو حاصل ٿين ٿا.

ع ١ حضرت موسيٰ جي واقعات کي نبي پاڪ عليهما الصلوة والسلام جن کان بيان ڪرائڻ سان سندن نبوت کي نهايت عقلي قوي دلائل سان ثابت ڪيو ويو آهي. ڇو ته جنهن جاءِ تي پاڻ بجسد ظاهر موجود ٿي نه هئا الاهي عطا کان سواءِ اهي واقعا ڪيئن بيان ڪري رهيا هئا؟

ع ٢ مذڪوره آيتن ۾ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جو اتي موجود هجڻ جي نفي مان مراد جي وضاحت ڪندي علامه صاوي لکيو آهي وهذا بالنظر للعالم الجسماني لاقامته الحجة على الخصم واما بالنظر للعالم الروحاني فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع له من لدن آدم الى ان ظهر بجسمه الشريف ولكن لا يخاطب به اهل العناد (٢) ۽ هي دشمنن تي حجت قائم ڪرڻ لاءِ جسماني جهان جي لحاظ سان آهي ۽ روحاني جي لحاظ سان پاڻ حضرت آدم عليه الصلوة والسلام جي دور کان وٺي پنهنجي پاڪ جسم جي ظاهر ٿيڻ تائين هر رسول جي رسالت وقت حاضر هئا ۽ پر اهل عناد (منڪر) سان اها ڳالهه نه ڪئي ويندي.

ع ٣ ”بَصَّارٌ لِلنَّاسِ“ (ماڻهن جي لاءِ بصيرت واريون ڳالهيون) هتي ماڻهن مان مراد ۾ جيڪڏهن صرف حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام داخل آهي ته پوءِ مطلب ٿيندو ته توراۃ ۾ جيڪي ڳالهيون تحريف ڪيل ناهن ۽ اهي ماهر علماء سمجهندا انهن جي ذريعي مسلمان به انهن مان بصيرت حاصل ڪري سگهندا جيئن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي تعريف ۽ ثناء اڄ به توراۃ مان ماهر علماء ثابت ڪندا آهن پر هر ماڻهو اهي نه پڙهي مٿان تحريف ٿيل ڳالهيون پڙهي گمراه ٿي وڃي.

ع ٤ ”لَتَنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ“ (تانت تون ان قوم کي ڊيجارين جن وٽ توکان اڳي ڪو به ڊيجاريندڙ نه آيو) هتي قوم مان مراد عرب آهن جيڪي حضرت اسماعيل جي اولاد مان آهن ۽ ان کان پوءِ خاتم الانبيا عليهم الصلوة والسلام تائين انهن

۾ ڪو به نبي مبعوث نه ٿيو هو. اهوئي مضمون اڳتي اچڻ وارو آهي ۽ ان مان اهو به معلوم ٿيو ته قرآن ڪريم ۾ ٻي جاءِ تي جيڪو ارشاد آيو آهي ”إِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ“ (ڪا به امت ناهي مگر ان ۾ نبي گذريو آهي) اها مٿين آيت جي منافي ناهي ڇو ته هن آيت جو مطلب آهي ته گهڻو وقت حضرت اسماعيل کان پوءِ انهن ۾ ڪو نبي نه آيو هو پر نبوت جي فيض ۽ حق جي پيغام کان اها امت خالي نه هئي.

وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ ۖ بِمَا قَدَّمَتْ

۽ جيڪڏهن نه هجي ها هي جو پهچي ها انهن کي مصيبت ان سببان جو اڳي ڪري
أَيَّدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

موڪليو هتن انهن جي پوءِ چون ته اي اسان جا پالڻهار! ڇو نه موڪليو تو اسان ڏانهن ڪو پيغمبر
فَتَتَّبِعَ آيَتِكَ وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (٤٧) فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ

پوءِ تابعداري ڪيون ها تنهنجين آيتن جي ۽ هجون ها مومنن مان پوءِ جڏهن آيو انهن وٽ حق
مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أَوْتِي مِثْلَ مَا أَوْتِيَ مُوسَىٰ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا

اسان وٽان ته چيائون ڇو نه ڏنو ويو مثال ان جي جيڪو ڏنو ويو موسىٰ ڇا نه ڪفر ڪيائون
بِمَا أَوْتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظْهَرَانِ ^{درجۃ}

ان جو جيڪو ڏنو ويو موسىٰ اڳ ۾ چيائون ته ٻه جادو آهن جيڪي هڪ ٻئي جي مدد ڪن ٿا
وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَفْرٍ نَّ (٤٨) قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ

۽ چيائون ته اسين سڀني جا انڪار ڪندڙ آهيون فرمائ ته پوءِ آڻيو ڪتاب الله وٽان جيڪو وڌيڪ
أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعُهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (٤٩) فَإِنْ لَّمْ

هدايت وارو آهي انهن ٻنهي کان ته ان جي اتباع ڪيان جيڪڏهن آهيو سچا پوءِ جيڪڏهن
يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ

قبول ڪن توکي پوءِ يقين ڄاڻ ته بلاشڪ تابعداري ڪن ٿا پنهنجين سڌن جي ۽ ڪير
أَضَلَّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ

وڌيڪ گمراه آهي ان کان جيڪو تابع ٿيو پنهنجي خواهش جو سواءِ هدايت (حاصل ڪرڻ) جي

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ^ع (۵۰) وَلَقَدْ وَصَّلْنَا

الله کان بیشک الله نه تو هدايت ڪري قوم ظالم ڪي ۽ البت تحقيق لاڳيتو موڪليو

لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ^ط (۵۱)

اسان انهن لاءِ قول تانت اهي نصيحت حاصل ڪن

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت موسيٰ کي ڪتاب ڏيڻ جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ سندس قوم جي طرفان کيس جادوگر سڏڻ ۽ نه مڃڻ جو ذڪر آهي. ارشاد الاهي آهي وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُمُ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتَكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۽ جيڪڏهن ائين نه هجي ها جو جيڪي سندن هٿن اڳي ڪري موڪليو آهي ان جي ڪري کين مصيبت پهچي ها پوءِ چون ها ته اسان ڏانهن رسول ڇو نه موڪليئي ته اسين تنهنجي آيتن جي تابعداري ڪيون ها ۽ مومنن مان هجون ها. يعني انهن ۾ پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام جو موڪلڻ سندن خوش قسمتي آهي جيڪڏهن الله تعاليٰ پيغمبر عليه الصلوة والسلام جي موڪلڻ کان سواءِ سندن ڪليل بي عقلين ۽ بي ايمانين تي کين سزا ڏيڻ لڳي ها تڏهن به ظلم نه هجي ها پر ان احسان فرمايو ۽ ڪنهن قسم جو معقول عذر جو موقعو نه ڇڏيو ۽ ممڪن هو ته سزا ڏيڻ وقت چوڻ لڳن ها ته: الله جل شانها اسان ڏانهن پيغمبر ته موڪليو ئي ڪو نه جيڪو اسان کي اسان جي غلطي تي متنبه ڪري ها ۽ پيغمبر اچڻ کان پوءِ سڀ ڏسن ها ته اسين ڪهڙا مومن ۽ ديندار ثابت ٿيون ها پر اسان کي هڪدم پڪڙي عذاب ۾ وڌو ويو آهي. اهي اهڙي نموني عرض ڪن ها. قَلَمًا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ۖ پوءِ جڏهن انهن وٽ اسان وٽان حق آيو چيائون ته هن کي ان جهڙو ڇو نه عطا ڪيو ويو جهڙو موسيٰ کي ڏنو ويو. يعني جيڪڏهن انهن ڏانهن پيغمبر نه موڪليون ها ته چون ها ڇو نه موڪليو ويو ۽ جڏهن انهن وٽ اسان وٽان حق (پيغمبر) پهتو آهي ته چون پيا ته ان کي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام وانگڙن وغيره جهڙا معجزا ڇو نه ڏنا ويا؟ ۽ ان کي به تورا وانگر سڄو ڪتاب هڪ هنڌ ملي ها هي ڇا آهي جو قرآن پاڪ ۾ به، چار چار آيتون ٿيو پيو لهي ”أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۖ ۽ ان جو انڪار نه ڪيو هيائون جيڪو موسيٰ

ڪي اڳ ۾ ڏٺو ويو هو يعني جيڪي معجزا حضرت موسى علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ڪي اڳ ۾ ڏٺا هئاسون هنن انهن جو ڪفر ۽ انڪار نه ڪيو هو ڇا؟ هي ته انهن جا به منڪر هئا ۽ انهن کي به نه مڃيو هيائون. انهن جي باوجود به حضرت موسى علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کين مسلمان نه بنائي سگهيو هو (١)

”قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَفْرٍ لَّهِ أَهْلُونَ“ چيائون ته ٻه جادو آهن جيڪي هڪ ٻئي جي مدد ڪن ٿا ۽ اسان سڀني جا انڪار ڪندڙ آهيون. ”سِحْرَانِ“ (ٻه جادو آهن) مان مراد ڇا آهي؟ ان ۾ ٻه ئي قول آهن ١: ته انهن مان مراد توراۃ ۽ قرآن ڪريم آهن جيڪي هڪ ٻئي جي الاهي پيغام هجڻ جي تائيد ڪن ٿا. ٢: ته ان مان مراد حضرت موسى ۽ حضرت محمد عليهما الصلوة والسلام آهن حضرت موسى حضرت محمد جي اچڻ جو اڳ ۾ ئي اعلان ڪندو رهيو ۽ حضرت محمد عليهما الصلوة والسلام حضرت موسى جي تصديق ڪئي. انهن ٻنهي کي جادوگر سڏيندا رهيا (٢) ۽ ٻنهي جو انڪار ڪيائون ”قُلْ فَاتَّبِعُوا بَيْتِي مَنْ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا اتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ فرماء ته پوءِ الله وٽان اهڙو ڪتاب آيو جيڪو انهن ٻنهي کان وڌيڪ هدايت وارو آهي ته مان ان جي تابعداري ڪيان. جيڪڏهن سچا آهيو. مطلب ته: اي اسان جا محبوب! (عليه الصلوة والسلام) اوهان انهن مشرڪن کي فرمايو ته جيڪڏهن توراۃ ۽ قرآن ڪريم جادو آهن ۽ اوهان انهن کي نه ٿا مڃيو ته پوءِ ڀلا اوهان الله وٽان اهڙو ڪتاب آيو جيڪو هنن ٻنهي کان وڌيڪ هدايت وارو هجي ته مان تو ان جي تابعداري ڪيان. جيڪڏهن پنهنجي دعويٰ ۾ سچا آهيو (٣) ”قَالَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَأَعْلَمْنَا أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيِرَ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“ پوءِ جيڪڏهن نه چوڻ مڃين تنهنجو پوءِ يقين ڄاڻ ته اهي صرف پنهنجين خواهشن جي اتباع ڪن ٿا ۽ ان کان وڌيڪ ڪير گمراه آهي؟ جنهن پنهنجي خواهش جي الله جي طرفان هدايت کان سواءِ اتباع ڪئي بلاشڪ الله ظالم قوم کي هدايت نه ٿو ڪري مطلب ته جيڪڏهن اهڙو ڪتاب نه ٿا آئين (۽ آئي به نه سگهندا ڇو ته اهو محال آهي) ته پوءِ يقين ڪر ته اهي حق جي بجاءِ پنهنجين خواهشن جا تابع آهن. ۽ جيڪو الله جي طرفان هدايت کان سواءِ پنهنجين خواهشن جو تابع آهي ان کان وڌيڪ ڪير گمراه آهي؟ ان کي نه عقل آهي نه فهم نه دين نه ايمان اهو گمراهي ۾ مبتلا آهي ۽ الله جل شانہ جو دستور آهي ته اهڙن ظالمن گمراهن کي هدايت نه ڪندو آهي

(١) تفسير ابن ڪثير ص ٣٩٢ جلد ٣ (٢) خازن ص ٤٠٦ جلد ٣ (٣) ايسرالتفسير ص ٤٠٥ جلد ٣

جيڪي ڪفر ۽ شرڪ ۾ غرق هوندا آهن سندن عمل سراسر گناهه هوندو آهي. اهي محروم ۽ بدنصيب آهن ”وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ“ ۽ البت تحقيق اسان انهن جي لاءِ قول لاڳيتو موڪليو تانت اهي نصيحت حاصل ڪن يعني جيڪي حالتون اڳين امتن کي انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام جي نه مڃڻ جي ڪري پيش آيون اسان اهي لاڳيتو ٻڌائيندا رهيا آهيون ۽ واضح ڪري کين بيان ڪندا رهيا آهيون ان اميد تي ته شايد اهي ايمان آڻي الله وحده لاشريڪ لهه ڪري مڃين ۽ ان تي ايمان آڻي شرڪ ۽ ڪفر کان پري رهي دنيا جي خواري، آخرت جي عذاب کان محفوظ ٿي جنت ۾ داخل ٿين.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ۱ ”قَيِّقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا“ (پوءِ چون ها ته اي اسان جيا پالڻهار!) اسان ڏانهن رسول ڇو نه موڪليئي؟) مان واضح ٿيو ته رسولن عليهم الصلوة والسلام جي موڪلڻ ۾ هڪ اها به حڪمت هئي ته ٻانهن کي عذر پيش ڪرڻ جو موقعو نه ملي ته اسان کي سمجائڻ لاءِ ڪو رسول نه آيو هو.

ع ۲ ”وَلَكِنْ رَحِمَهُم مِّن رَّبِّكَ“ (۽ پر تنهنجي رب جي طرفان رحمت ٿي) مان واضح ٿيو ته نبين عليهم الصلوة والسلام جي بعثت الله جل شاناهه جي رحمت آهي جڏهن دنيا ۾ انهن جي ضرورت محسوس ٿيندي هئي ته الله جل شاناهه کين موڪليندو هو ۽ سندن ذريعي دنيا تان جهالت، ڪفر ۽ شرڪ ختم ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي ويندي هئي.

ع ۳ ”وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ“ (۽ البت انهن جي لاءِ لاڳيتو قول موڪليوسون) مان واضح ٿيو ته الله جل شاناهه ماڻهن جي هدايت لاءِ لاڳيتو سلسلو جاري رکيو ۽ ان مان اهو ثابت ٿيو ته انبياءِ ڪرام عليهم السلام جي دعوت دين ۾ اهو به اهم پهلو هو ته تنگ نه ٿيندا هئا منڪرن کي بار بار متنبه ڪندا رهندا هئا ته اهي سڌرن.

الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ (۵۲) وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ

اهي جو ڏٺوسون انهن کي ڪتاب ان کان اڳي ان تي ايمان آڻين ٿا ۽ جڏهن تلاوت ڪيو ٿو وڃي انهن تي ته

قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا

چيائون ايمان آندو اسان ان تي بلاشڪ اهو حق آهي اسان جي رب وٽان بلاشڪ اسين هناسين

مَنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ (٥٣) أُولَئِكَ يُوتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا

ان کان اڳي مسلمان اهي ڏنا ويندا اڃورو پنهنجو ٻه ڀيرا ان جي ڪري جو صبر ڪيائون

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (٥٤)

۽ دفع ڪن ٿا چڱائي سان برائي ۽ ان مان جيڪو رزق ڏنسون انهن کي خرچ ڪن ٿا

وَإِذَا سَمِعُوا لِلَّهِ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا

۽ جڏهن ٻڌن ٿا بيهودي ڳالھ ته منهن موڙين ٿا ان کان ۽ چيائون ته اسان لاءِ عمل اسان جا آهن

وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ زَلَمُوا عَلَيْكُمْ زَلَمًا لَّيْسَ بِالْعَصَىٰ (٥٥)

۽ اوهان لاءِ عمل اوهان جا آهن سلام آهي اوهان تي نه ٿا گھرون اسين جاهلن کي

تفسير

اڳين آيتن ۾ ثابت ڪيو ويو ته قرآن ڪريم الله جي طرفان وحي آهي ۽ باطل ان جي مقابلي ۾ بيهي نه سگهندو ۽ هتي ان جو تاڪيد ڪندي بيان ڪيو ويو آهي ته: اهل ڪتاب مان سمجھ رکندڙن به ان تي ايمان آندو آهي جيڪو ان جي وحي من الله هجڻ جو دليل آهي. پوءِ جيڪي اهل ڪتاب ناهن انهن کي وڌيڪ مناسب آهي ته هن تي جلد ايمان آڻي مومن بنجن. ارشاد عالي آهي ”الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ“ جن کي ان کان اڳي ڪتاب ڏنسون اهي ان تي ايمان آڻين ٿا. يعني اهل ڪتاب مان جن توراۃ ۽ انجيل تي ايمان آندو ان کان پوءِ نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي زماني کي پهتا ته انهن ان تي ۽ قرآن ڪريم پاڪ تي به ايمان آندو ڇو ته سندن ڪتابن ۾ ان جي بشارت ڏنل هئي ۽ ان جون ذڪر ڪيل سهڻيون صفتون به ان ۾ بلڪل پوريون موجود هيون.

شان نزول

حضرت سعيد بن جبیر رضي الله عنه فرمايو ته: هي آيت اهل ڪتاب جي انهن ستر (٧٠) عالمن جي متعلق نازل ٿي جن کي حبش جي نجاشي بادشاهه نبي ڪريم عليه التحية والتسليم جي خدمت ۾ موڪليو هو جڏهن دربار حبيب عليه الصلوة والسلام ۾ پهتا ۽ پاڻ انهن کي سورة ”يس“ پڙهي ٻڌايائون ته روئندا رهيا ۽ اسلام

قبول ڪري مسلمان ٿيا (١) ”وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ“ ۽ جڏهن انهن تي تلاوت ڪيو تو وڃي ته چون ٿا اسان ان تي ايمان آندو آهي بلاشڪ اهو اسان جي رب جي طرفان حق آهي بلاشڪ اسين ان کان اڳي مسلمان هئاسون. مطلب ته جڏهن انهن جي اڳيان هي قرآن پاڪ تلاوت ڪيو وڃي ٿو ته ان جي تصديق ڪندي چون ٿا ته اسان يقين سان چئون ٿا ته اهو حق آهي جيڪو اسان جي رب جي طرفان نازل ڪيل آهي ۽ جڏهن ته ان جي نزول جو ذڪر اسان جي ڪتابن ۾ اڳي آيل آهي ته اسين به اڳي ان تي ايمان آڻيو ويٺا هئاسون.

”أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا“ اهي پنهنجو اجر ٻه ڀيرا ڏنا ويندا ان جي ڪري جو صبر ڪيو هيائون. هن ۾ انهن جي ايمان آڻڻ جي ڪري کين ملڻ واري ثواب ۽ بدلي جو ذڪر ڪندي ٻڌايو ويو آهي ته انهن کي پنهنجي ڪتاب ۽ قرآن پاڪ تي ايمان آڻڻ جي ڪري ٻيڻو ثواب ڏنو ويندو ڇو ته قرآن پاڪ تي ايمان آڻڻ جي ڪري کين پنهنجي قوم کان جيڪي تڪليفون ۽ سختيون پهتيون ان تي صبر ڪيائون. صحيح حديث ۾ حضرت ابو موسيٰ اشعري رضي الله عنه کان روايت آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة السلام جن فرمايو ”ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ ثُمَّ آمَنَ بِرَبِّهِ وَمَمْلُوكٌ آذَىٰ حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَأَدَبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا“ يعني ٽي شخص پنهنجو اجر ٻيڻو ڏنا ويندا.

هڪ اهل ڪتاب مان اهو شخص جنهن پنهنجي نبي تي ايمان آڻي ان کان پوءِ مون تي ايمان آندو ۽ (ٻيو) ملڪيت ڪيل ٻانهو جنهن الله جو ۽ پنهنجي سردارن جو حق ادا ڪيو (ٽيون) اهو شخص جنهن وٽ ٻانهي هئي پوءِ ان کي تربيت ڏنائين ۽ ان جي تربيت سهڻي ڪيائين ان کان پوءِ ان کي آزاد ڪري ان سان شادي ڪيائين. حضرت ابوامامة کان روايت آهي ته (مڪه مڪرمه کي) فتح ڪرڻ وقت مان رسول الله صلي الله عليه وسلم جن جي سواريءَ جي هيٺان (پر ۾) هوس پوءِ پاڻ نهايت حسين، جميل قول ارشاد فرمايائون ته: جنهن (توراة ۽ انجيل) ٻن ڪتابن جي اهل مان اسلام قبول ڪيو ته ان لاءِ ان جو ثواب ٻيڻو آهي ۽ جيڪي (حقوق) اسان جا آهن اهي ان جا (به) آهن ۽ جيڪي (ذميداريون) اسان تي آهن اهي انهن تي به آهن (٢) ”وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ“ ۽ چڱائيءَ سان برائيءَ کي دفع ڪن ٿا. يعني جيڪڏهن ڪنهن کان گار يا ايڏائيندڙ الفاظ ٻڌن ٿا ته ان کي معاف ۽ درگذر ڪري دفع ڪن ٿا.

”وَمِمَّا زَكَّاهُمْ يَنْفِقُونَ“ ۽ ان مان جيڪو اسان انهن کي رزق ڏنو آهي خرچ ڪن ٿا. يعني پنهنجي مال ملڪيت مان خير جي ڪم ۾ خرچ ڪن ٿا ۽ ان ۾ اهو به اشارو آهي ته پنهنجي مجازي وجود کي حقيقي وجود (الله جل شانہ) جي طلب ۾ خرچ ڪن ٿا ”وَإِذْ أَسْمِعُوا لِلْعَوَاغِرِ صَوًّا عَنَّهُ“ ۽ جڏهن بيهودي ڳالهه ٻڌن ٿا ته ان کان منهن موڙين ٿا. ۽ اهو هيئن هوجو مشرڪ اهل ڪتاب مان ايمان آڻيندڙن کي گاريون ڏيندا ۽ گهٽ وڌ چوندا هئا ته شال تباهه ٿيو پنهنجي قديم دين کي ڇڏي مسلمان ٿيا آهيو پر اهي سندن ڳالهه کان منهن موڙي هليا ويندا هئا ”وَقَالُوا لَنَّا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ“ ۽ چون ٿا ته اسان لاءِ اسان جا اعمال آهن ۽ اوهان لاءِ اوهان جا اعمال مطلب ته اوهان جي لاءِ گاريون ۽ گند وارا اعمال آهن اسان لاءِ معاف ۽ درگذر ڪرڻ وارا اعمال ڪافي آهن ۽ هر هڪ کي سندس اعمال مطابق فيصلو ڏيڻو پوندو ”سَلَامٌ عَلَيْكُمْ“ اوهان تي سلام آهي ۽ هي سلام ڇڏي وڃڻ ۽ انهن کان بيزار ٿيڻ جو هوندو محبت ۽ مرحبا وارو سلام نه هوندو ۽ اهو غير مسلمانن تي جائز ناهي ”لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ“ اسين جاهلن کي نه ٿا گهرون مطلب ته اسين جاهلن جي محبت طلب نه ٿا ڪيون ۽ نه انهن سان گڏ رهڻ يا ڳالهائڻ پسند ٿا ڪيون علامه حقي عليه الرحمة لکيو آهي ته: هي آيت جيتوڻيڪ جهاد جي آيت سان منسوخ آهي پر ان ۾ سهڻن اخلاقن جي طرف متوجہ ڪيو ويو آهي حديث پاڪ ۾ آهي ته: جنهن ۾ ٽي خصلتون نه هونديون ان جي علم تي اعتبار نه ڪيو ويندو ۱: بردباري جنهن سان جاهل جي جهل کي رد ڪري ۲: پرهيزگاري جنهن سان الله جي بي فرمانيءَ کان بچي ۳: سهڻا اخلاق جنهن سان ماڻهن ۾ اتي ويهي. (۱)

فائدا

- مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا
- ع ۱ اهل ڪتاب مان قرآن ڪريم تي ايمان آڻيندڙ فضل ۽ شان جا صاحب آهن جو کين ٻيڻو ثواب ۽ درجو ملندو.
- ع ۲ ”وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ“ (۽ ڇڏائيءَ سان برائيءَ کي دفع ڪن ٿا) هن مان ثابت ٿيو ته بري سان پلائي ڪرڻ الله جل شانہ جي پيارن ٻانهن جو ڪم آهي جيئن سيد عبداللطيف ڀٽائي عليه الرحمة فرمايو آهي.

هو چونء تون م چوؤ واتئون ورائي
اڳ اڳرائي جو ڪري خطا سو ڪائي
پاند ۾ پائي ويو ڪيني وارو ڪينڪي
ع ٣. ”وَإِذْ أَسْمِعُوا لِلنَّوَارِضُوا عَنْهُ“ (۽ جڏهن بيهودي ڳالهه ٻڌن ٿا ته ان کان
منهن موڙين ٿا) مان لغو ۽ جهالتن جي اهل کان منهن موڙڻ جي فضيلت ثابت ٿي.

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

بلاشڪ تون نه ٿو هدايت ڪرين جنهن کي گهرين ۽ پر الله هدايت ٿو ڪري جنهن کي گهري

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (٥٦) وَقَالُوا إِنْ تَتَّبِعِ الْهُدَى

۽ اهوئي وڌيڪ ڄاڻيندڙ آهي هدايت وارن کي ۽ چيائون ته جيڪڏهن تابعداري ڪنداسون

مَعَكَ نَتَخَطَّفُ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمْكِّنْ لَهُمْ

هدايت جي توسان گذر جهڙپيا وينداسون زمين پنهنجيءَ مان ڇا نه طاقت سان رهايو اسان انهن کي

حَرَمًا أَمَّا يُجِبِّي إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

حرم امن واري ۾ پهچايا وڃن ٿا ان ڏانهن ميوا هر شيءِ جا رزق ٿي اسان وٽان ۽ پر گهڻا انهن

لَا يَعْلَمُونَ (٥٧)

مان نه ٿا ڄاڻن

تفسير

مذڪوره آيتن ۾ ٻڌايو ويو ته اهل ڪتاب مان ڪيترن ايمان آندو آهي ۽ هتي بيان ٿي رهيو آهي ته هجڻ نه ائين گهرجي جو جن سان اوهان محبت رکو ٿا اهي ايمان آڻي مسلمان ٿين پر هدايت الله جي هٿ ۾ آهي جنهن کي گهري ٿو هدايت ڏي ٿو فرمان مبارڪ آهي ”إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ“ بلاشڪ تون جنهن سان محبت رکين ٿو ان کي هدايت نه ٿو ڪرين ۽ پر الله جنهن کي گهري ٿو هدايت ڪري ٿو مفسرن لکيو آهي ته هيءَ آيت حضرت ابوطالب جي حق ۾ نازل ٿي هئي جنهن بظاهر ڪلمو پاڪ نه پڙهيو هو پر عند الله مومن هو ۽ حجة الوداع جي

موقعي تي پاڻ دعا گهري جيئن والدين ڪريمين کي ڪلمو پڙهايو هيائون تيئن حضرت ابوطالب کي به ڪلمو پڙهايو هيائون. (١)

علامه حقي عليه الرحمة به اها ڳالهه لکي آهي (٢) علامه قرطبي لکيو آهي ته ”وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ“ (۱) پر الله جنهن کي گهري تون کي هدايت ڪري ٿو) ۾ حضرت عباس رضي الله عنه جي مسلمان ٿيڻ ڏانهن اشارو آهي (٣) ”وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ“ ۽ اهو هدايت وارن کي وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي مطلب ته ڪير هدايت تي هلندو ۽ ڪير هدايت نه قبوليندو اهو سڀ ان کي علم آهي ”وَقَالُوا إِن تَتَّبِعِ الْهْدَىٰ مَعَكَ نَتَّخِظَ مِنْ أَرْضِنَا“ ۽ چيائون ته جيڪڏهن تون سان گڏ هدايت جي تابعداري ڪنداسون ته پنهنجي زمين مان جهڙپيا وينداسون.

شان نزول

ابن جرير حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته قريشين مان ڪجهه ماڻهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ عرض ڪيو ته: جيڪڏهن اسين اوهان جي اتباع ڪنداسون ته ماڻهو اسان کي جهڙپي ڪڍي ويندا تڏهن الله جل شانہ هيءَ آيت نازل فرمائي (١) جنهن ۾ بيان ڪيو ويو ته: چون ٿا ته جيڪڏهن اسان ايمان آڻي اوهان جي اتباع ڪنداسون ته عرب اسان کي اسان جي سرزمين مڪه مڪرمه مان ڪڍي ڇڏيندا. الله جل شانہ سندن ان قول کي رد ڪندي فرمايو ”أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رَّزَقَآمِنَ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“ ڇا اسان انهن کي امن واري حرم ۾ نه رهايو آهي جنهن ڏانهن هر شيءِ جا ميوا اسان جي طرفان رزق ڪري پهچايا وڃن ٿا ۽ پر انهن مان گهڻا نه ٿا ڄاڻن مطلب ته سندن ڪفر ۽ شرڪ ڪرڻ جي باوجود کين اهي نعمتون ڏنيون ائين ڇا جيڪڏهن الله جل شانہ کي هڪ ڪري مڃيندا ته اهي نعمتون وڌيڪ نه ٿينديون. يقيناً وڌنديون پر انهن مان گهڻا ماڻهو اها ڳالهه ڄاڻن ٿي نه ٿا ۽ نه فڪر ڪري سوچين ٿا.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١ ”إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ“ (جنهن جي هدايت تي اچڻ کي تون گهري ان کي

(١) نورالعرفان ص ٦٢٥ هـ (٢) روح البيان ص ١٤٦ هـ جلد ٦ (٣) القرطبي ص ٢٩٩ هـ جلد ١٣

هدايت نه ٿو ڪرين) هدايت جي لفظ جون مرادون مختلف هونديون آهن انهن مان هڪ آهي صرف رستو ڏيکارڻ ان ۾ ضروري ناهي ته جنهن کي رستو ڏيکاريو وڃي اهو منزل مقصود تائين پهچي ٻي مراد آهي ته: منزل مقصود کي پهچي. پهرين معنيٰ جي لحاظ سان ته رسول الله صلى الله عليه وسلم ۽ ٻيا انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام بالڪل هدايت ڪندڙ آهن ۽ کين انهيءَ هدايت جو اختيار هو ڇو ته اها هدايت ئي سندن نبوت جي فرض جو منصب هو جيڪڏهن ان جي به کين قدرت نه هجي ها ته رسالت ۽ نبوت جو فرض ڪيئن ادا ڪن ها ۽ هن آيت مان مقصد ٻي مراد آهي يعني منزل مقصود تي پهچائڻ مطلب هي آهي ته اوهان جو ڪم آهي دين جي دعوت ڏيڻ ۽ انهن جي ڪنن ۽ دلين تائين قرآن ڪريم جو پيغام پهچائڻ باقي انهن کي ايمان جي توفيق ڏيڻ اهو الله جل شانہ جو ڪم آهي مفسرن لکيو آهي ته هيءَ آيت حضرت ابو طالب جي متعلق نازل ٿي هئي. علامہ آلوسي بغدادي عليه الرحمة لکيو آهي ته: حضرت ابوطالب جي اسلام آڻڻ جو مسئلو اختلافي آهي ان ۾ هرو ڀرو فضول ڪلامي ڪرڻ نامناسب آهي ممڪن آهي ته ان سان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي اڏاءُ پهچي (١) احتياط اهو آهي ته ان کي الله جل شانہ جي حوالي ڪري ڇڏجي. علامہ صاوي لکيو آهي ته صوفياء ڪرام جو قول آهي ته: وفات کان پوءِ جيئرو ڪيو ويو هو ۽ ايمان آندو هيائين (٢) واللہ اعلم ”أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا“ (ڇا اسان انهن کي امن واري حرم ۾ نه رهايو) مان واضح ٿيو ته الله جي قدرت، رحمت ۽ حڪمت سان مڪه مڪرمه جي جاهلن، مشرڪن عربن جي دلين ۾ بيت الله شريف جي حرم جي عزت ۽ احترام هو.

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ مَّ بَطَرَتْ مَعِيشَتُهُمْ

۽ ڪيترا هلاڪ ڪياسون ڳوٺ جيڪي حدڪان لنگهيا گذران پنهنجي ۾

فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْهُم بَعْدَهُمْ إِلَّا قَلِيلًا

پوءِ اهي جايون انهن جون آهن جو نه رهائش ڪيون ويون انهن کان پوءِ مگر ٿورو وقت

وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ (٥٨) وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى حَتَّى يَبْعَثَ

۽ هٿاسين اسين وارث ۽ ناهي تنهنجو رب هلاڪ ڪندڙ ڳوٺن کي تان جو موڪلي

(١) روح المعاني ص ٩٧ - جزء ٢٠ جلد ٧ معارف القرآن ص ٦٤٩ - جلد ٦ (١) الصاوي ص ٦٠٧ - جزء ٣

فِي أُمَّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ الْبَيِّنَاتِ وَأَمَّا كُنَّا مُهْلِكِي

مرکزي شهر انهن ۾ پيغمبر جو پڙهي انهن تي آيتون اسان جون ۽ ناهيون اسين هلاڪ ڪندڙ

الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ (٥٩)

ڳوٺن جا مگر ان حال ۾ جو انهن جا رهاڪو ظلم ڪندڙ آهن

تفسير

اڳين آيتن ۾ مڪه مڪرمه وارن تي ڪيل نعمتن جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ اڳين امتن تي ڪيل نعمتن جو ذڪر ڪندي ان کان پوءِ سندن بي قدريءَ جي ڪري ڪين مليل سزا جو بيان ٿي رهيو آهي. فرمان الهي آهي ”وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تَسْكُنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا“ ۽ ڪيترا ڳوٺ جيڪي پنهنجي گذران ۾ حد کان لنگهي ويا اسان هلاڪ ڪري ڇڏيا پوءِ اهي سندن جايون انهن کان پوءِ ٿوري وقت کان سواءِ رهاڻا بڻجي نه بڻيون. يعني پاڻ ته هلاڪ ٿي ويا پر سندن رهڻ جون جايون به ويران ۽ برباد رهيون جو وات ويندڙن مسافرن کان سواءِ اتي ڪير به گهڙيون وهي به ڪو نه ٿو. ڪنڊر بڻجي ويون ”وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ“ ۽ اسين ئي وارث هئاسون يعني سندن ملڪيتون ۽ جايون سنڀالڻ وارو ڪير به نه رهيو صرف اسان ئي انهن جا مالڪ رهياسون. هن آيت ۾ مڪه مڪرمه جي رهاڪن کي پڇاڙي خراب ٿيڻ جو ڊپ ڏياريو ويو آهي الهي نعمتن ۽ امن واري حرم ملڻ جو قدر ڪن بي قدريءَ جي سزا سخت آهي (١) ”وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمَمٍ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمُ الْبَيِّنَاتِ“ ۽ تنهنجو رب ڳوٺن کي هلاڪ ڪندڙ ناهي تان جو انهن جي مرڪزي شهر ۾ اهڙو پيغمبر موڪلي جيڪو انهن تي اسان جون آيتون پڙهي. يعني سندن عذر ۽ بهانا ختم ڪرڻ لاءِ سندن مرڪزي شهر ۾ پيغمبر عليه الصلوة والسلام کي موڪلڻ کان سواءِ الله جل شانہ ڳوٺن کي هلاڪ نه ڪندو آهي ”وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ“ ۽ اسين ڳوٺن کي هلاڪ ڪندڙ ناهيون مگر ان حال ۾ جو انهن جا رهاڪو ظلم ڪندڙ آهن. مطلب ته جيستائين ماڻهو ظلم ڪري پاڻ کي عذاب جو حقدار نه بنائيندا آهن تيستائين الله جل شانہ انهن کي هلاڪ نه ڪندو آهي ۽ هن ۾ سندس پاڪ ذات جي عدل ۽ تقدس جو بيان آهي جو سندن ظالم هجڻ

جي باوجود مٿن حجت پوري ڪرڻ ۽ سندن عذر بهانا ختم ڪرڻ کان سواءِ ڪين سزا نه ڏيندو آهي. (١)

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدو ذهن نشين ٿئي ٿو.
دنيا جي ٻين قومن تي نظر وجهي ڏسو ته اهي شرڪ ۽ كفر جي وبال جي ڪري ڪيئن تباھ ٿي ويا سندن مضبوط ۽ مستحڪم قلعا ۽ حفاظتي سامان سڀ ڪجهه مٽي ۾ ملي ويو. اصل خراب شيءِ شرڪ، كفر ۽ نبين عليهم الصلوة والسلام کي نه مڃڻ آهي.

وَمَا أَوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعٌ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا

۽ جيڪي ڏنا ويا آهيو اوهان هر شيءِ مان پوءِ دنيا جي حياتيءَ جو سامان ۽ ان جو سينگار آهي

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (٦٠) أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ

۽ جيڪي الله وٽ آهي ڀلو ۽ بقادر آهي ڇا پوءِ نه ٿا عقل رکو ڇا پوءِ جنهن کي وعدو ڏنو اسان

وَعَدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعٌ

وعدو سهڻو پوءِ اهو ملندڙ ان جو آهي ان وانگر آهي جو نفعو ڏنوسون ان کي دنيا جي

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ (٦١) وَيَوْمَ

حياتيءَ جي سامان جو تنهن کان پوءِ اهو قيامت جي ڏينهن حاضر ڪيلن مان هجي ۽ جنهن ڏينهن

يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآئِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (٦٢)

سڏيندو انهن کي پوءِ فرمائيندو ته ڪٿي آهن شريڪ منهنجا جيڪي اوهان گمان ڪندا هئو

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا

چوندا آهي جو لازم ٿيو انهن تي فرمان اي اسان جا پالڻهار! هي آهي آهن جن کي گمراه ڪيوسون

أَغْوَيْنَهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا

گمراه ڪيوسون انهن کي جيئن گمراه ٿياسون بيزار ٿياسون تو وٽ اسان جي عبادت نه ڪندا هئا

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَ

۽ چيو ويندو سڏيو شريڪن پنهنجن کي پوءِ سڏيندا انهن کي پوءِ نه جواب ڏيندا انهن کي ۽

رَأَوِ الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ (٦٤) وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

ڏسندا عذاب جيڪڏهن تحقيق اهي هدايت وارا هجن ها ۽ جنهن ڏينهن سڏيندو انهن کي

فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ (٦٥) فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ

پوءِ چوندو ته ڪهڙو جواب ڏنو اوهان مرسلن کي؟ پوءِ يلجي پيون انهن تي خبرون ان ڏينهن پوءِ

فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ (٦٦) فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

پاڻ ۾ (ب) نه پڇندا پوءِ پر جنهن توبه ڪئي ۽ ايمان آندائين ۽ ڪيائين سهڻا عمل

فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ (٦٧)

پوءِ اميد آهي ته هوندو ڪامياب ٿيندڙن مان

تفسير

اڳين آيتن ۾ بيان ڪيو ويو ته هي ڪافر دنيا جي نفعن کي ذهن ۾ رکندي دين قبول نه ٿا ڪن. ۽ هتي ٻڌايو ويو آهي ته دنيا جو سامان ۽ نفعو ته عارضي آهن هميشه رهڻ واري ته آخرت جي زندگي آهي جيڪا ديندار هجڻ جي ڪري پلي ۽ بهتر ٿيندي آهي. ارشاد مبارڪ آهي ”وَمَا أَوْتِيتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ“ ۽ جيڪو ڪجهه اوهان ڏٺا ويا آهيو اهو دنيا جي حياتي ۽ جو سامان ۽ ان جو سينگار آهي ۽ جيڪو ڪجهه الله وٽ آهي گهڻو ڀلو ۽ زياده بقا وارو آهي يعني هن دنيا جي لذتن ۽ آخرت جي راحتن جو ڪهڙو مقابلو ڪري سگهيو هن دنيا جي وڏي کان وڏي شيءِ به عارضي ۽ ٿورن ڏينهن جي آهي پر آخرت جا عيش ۽ آرام نوعيت ۽ ڪيفيت جي لحاظ سان به اعلىٰ ۽ ارفع هوندا ته بقا جي لحاظ سان به قائم ۽ دائم هوندا. ”أَفَلَا تَعْقِلُونَ“ ڇا پوءِ نه ٿا عقل رکو. يعني اوهان وٽ ايتري سمجهه ۽ عقل به ناهي جو پلي ۽ بري ۾ فرق ڪيو ۽ پنهنجي لاءِ پلائيءَ کي اختيار ڪيو فانيءَ کي ڇڏي باقيءَ سان محبت رکو.

حضرت امام شافعي عليه الرحمة جو فرمان

حضرت موصوف جو ارشاد آهي ته جيڪڏهن ڪو ماڻهو وصيت ڪري وڃي ته منهنجي وفات کان پوءِ منهنجي مال جو ٽيون حصو ان کي ڏجو جيڪو ماڻهن مان وڌيڪ عقلمند آهي ته انهن کي ڏنو ويندو جيڪي الله جل شانہ جي عبادت ۾ مشغول هوندا (۱) ”أَمِّنْ وَعَدْنَاهُ وَعَدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ“ ڇا پوءِ جنهن کي اسان تمام سهڻو وعدو ڏنو پوءِ اهو ان کي پهچندڙ آهي سو ان وانگر آهي جنهن کي اسان دنيا جي حياتيءَ جو سامان ڏنو تنهن کان پوءِ اهو قيامت جي ڏينهن (الله جل شانہ) وٽ حاضر ڪيلن مان آهي مطلب ته جنهن سان اسان وعدو ڪيو آهي ته جيڪڏهن اهو اسان جي فرمانبرداري ڪندو ته ان کي جنت ۾ نهايت اهڙيون اعلى ۽ عمدہ نعمتون ڏينداسون جو نه ڪنهن ڏٺيون ٻڌيون هونديون ۽ نه ڪنهن جي خيال ۾ آيون هونديون ۽ اسين ان سان اهو وعدو ضرور پورو ڪنداسون ان ڪيل انجام کي ضرور پهچندو اهو ان وانگر ناهي جنهن کي اسان دنياوي حياتيءَ جو سامان ڏنو ان اهي سڀ عمل وساري ڇڏيا جن جو کيس ڪرڻ ضروري هو ۽ دنياوي عارضي لذت کي اختيار ڪري اخروي نعمتون وساري ويٺو ان کان پوءِ اهو الله جي بارگاه ۾ حاضريءَ لاءِ پيش ڪري پنهنجن بچڙن عملن جي ڪري عذاب ۾ وڌو ويندو. غور ڪيو ته اهي ٻئي راجح عقل جي نظر ۾ برابر ناهن. ”وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ“ ۽ جنهن ڏينهن انهن کي سڏيندو پوءِ فرمائيندو ته جن کي اوهان منهنجو شريڪ سمجهندا هئا اهي ڪٿي آهن؟ يعني اي منهنجا پيارا رسول! (عليه الصلوة والسلام) پنهنجيءَ قوم کي بيان ڪري ٻڌاءِ ته اهو ڏينهن اچي رهيو آهي جو تنهنجو پاڪ پروردگار انهن کي سڏي فرمائيندو ته جن ملائڪن، جنن، بتن ۽ تارن کي اوهان دنيا ۾ منهنجو شريڪ سمجهندا هيئو اهي ڪٿي آهن؟ ته اوهان کي هن عذاب کان ڇڏائين جنهن ۾ اوهان قاتل آهيو ”قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا“ ته اهي چوندا جن جي مٿان فرمان ثابت ٿيو هوندو ته اي اسان جا پالڻهار! هي اهي آهن جن کي اسان اهڙي نموني گمراه ڪيو سون جيئن پاڻ گمراه ٿيا هئاسون يعني گمراهن جا اڳواڻ ۽ کين ڪفر ڏانهن سڏيندڙ جن جي مٿان الهي غضب ثابت ٿي چڪو هوندو کين سزا ڏيڻ جو فرمان صادر ٿي چڪو هوندو پوءِ جهنم ۾ داخل ٿيا هوندا اهي پنهنجن

پوئلڳن کي ڏسي چوندا ته اي اسان جا پالڻهار! جيئن اسين گمراه تيا هئاسون تيئن اسان هنن کي به سندن ئي اختيار سان گمراه ڪيو هو. اسان صرف کين وسوسو وڌو ۽ مشورو ڏنو پوءِ هي ان تي هلندي گمراه تيا. اسان کين گهڻو مجبور ۽ مقهور نه ڪيو هو. ان ڪفر ۽ برن عملن جي سزا جا هي پاڻ مستحق آهن اسان جو چوڻ نه وڻن ها ته ڇا ٿئي ها؟ ڀلا جيڪڏهن اسان جي طرفان گمراهي ۽ ڪفر جو مشورو هو ته ٻئي طرف کين تنهنجن پيارن ٻانهن جي طرفان حق جا پيغام به پهتا هئا انهن تي عمل ڪن ها ايمان آڻين ها جنهن لاءِ عقلي دلائل به سندن اڳيان موجود هئا ته تنهنجي طرفان نازل ڪيل ڪتاب به سندن اڳيان پڙهيا ويندا هئا ۽ انهن ۾ ذڪر تيل وعدو، وعيد، وعظ ۽ نصيحت ٻڌندا هئا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِلَّا نَجَسٌ مُّبِينٌ اسين تو ڏانهن (انهن کان) بيزار ٿي آيا آهيون اسان جي عبادت نه ڪندا هئا. يعني اهي پنهنجي نفس ۽ خواهشات جا پوڄاري هئا ۽ ان جي ڪري ئي بتن جي پوڄا ڪندا هئا وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمُ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ ۽ چيو ويندو ته پنهنجن شريڪن (ڪوڙن معبودن) کي سڏيو پوءِ انهن کي سڏيندا پوءِ انهن کي جواب نه ڏيندا. ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته هتي شُرَكَاءَ مان مراد انهن ڪافرن جا باطل معبود آهن جن جي اهي پوڄا ڪندا هئا جيئن سج، چنڊ، تارا، وڻ، پٿر وغيره مشرڪن کي شرمسار ڪرڻ لاءِ کين چيو ويندو ته: انهن پنهنجن باطل معبودن کي هن مشڪل حال ۾ سڏ ڪيو ته اچي اوهان جي سنڀال لهن ۽ اوهان کي هن عذاب کان ڇڏائي ٻاهر ڪن. پوءِ اهي حيرت ۽ دهشت جي حال ۾ انهن کي سڏيندا پر اهي کين جواب ئي ڏئي نه سگهندا ڇو ته انهن ۾ جواب جي قوت ئي نه هوندي ۽ انهن کي ائين چوڻ مان مقصد کين خوار خراب ڪرڻ هوندو وَرَأَوْا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ۽ ڏسندا عذاب جيڪڏهن تحقيق اهي هدايت وارا ٿين ها (ته ڏاڍو ڀلو ٿئي ها) يعني باطل معبود ۽ سندن پوڄاري اهي ڪيفيتون ڏسي يقين ڪندا ته کين عذاب ملڻو ئي ملڻو آهي ۽ خواهش رکندا ته: جيڪڏهن اهي ايمان آڻي دين قبول ڪري هدايت وارا بنجن ها ته تمام ڀلو ٿئي ها وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۽ جنهن ڏينهن انهن کي سڏي فرمائيندو ته اوهان پيغمبرن کي ڪهڙو جواب ڏنو هو؟ يعني جنهن ڏينهن ماڻهو محشر جي ميدان ۾ گڏ ٿيندا ۽ فرمانبردار ۽ بي فرمان هڪ جاءِ ۾ هوندا ته الله جل شانہ مشرڪن کي سڏي فرمائيندو ته: مون اوهان ڏانهن پنهنجا پيغمبر عليهم الصلوة والسلام موڪليا هئا اوهان انهن کي ڪهڙو جواب ڏنو هو؟ هن سوال ۾ اها ڳالهه اچي وڃي ته: اوهان وٽ دين جي دعوت ته پهتي هئي، اوهان وٽ منهنجا

پيغمبر عليهم الصلوة والسلام به آيا هئا. اوهان بي خبر هجڻ جو عذر ته پيش ڪري نه ٿا سگهو؟ صرف اهو ٻڌايو ته اوهان انهن کي جواب ڪهڙو ڏنو؟ اوهان انهن کان ڪيترو متاثر ٿيا هئا؟ ”فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ“ پوءِ انهن کان ان ڏينهن اهي سڀ خبرون ذهن مان نڪري وينديون پوءِ اهي هڪ ٻئي کان پڇا ڳاڇا به نه ڪندا. يعني پنهنجي بري حالت ڏسي انهن جا عقل ئي ڪم نه ڪندا دماغ بيڪار ٿي ويندا سڀ رستا بند ٿي ويندا ۽ انهن تي دهشت ۽ ڊڊپو ايترو غالب هوندو جو هڪ ٻئي کان ڪجهه پڇي به نه سگهندا ۽ جواب ڏيڻ کان بالڪل عاجز هوندا ”فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ“ پوءِ پر جنهن توبه ڪئي ۽ ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا پوءِ اميد آهي ته ڪامياب ٿيندڙن مان هوندو. مفسرن لکيو آهي ته: قرآن ڪريم جي گهڻين جاين ۾ ”عَسَىٰ“ مان مراد اميد ۽ توقع ورتل آهي (١) مطلب ته: ڪافرن ۽ مشرڪن جو حال اهو هوندو جيڪو بيان ٿي آيو پر جنهن ڪفر، شرڪ ۽ برن عملن کان توبه ڪري ايمان آڻي صالح عمل ڪيا هوندا اميد آهي ته اهي قيامت جي ڏينهن ڪامياب ٿيندڙن مان هوندا ڇو اتي ڪامياب صرف ايمان ۽ صالح عمل سان آهي. انهن سان ئي الله جل شانہ جو هي وعدو آهي، پر اميد جي معنيٰ اٿڻ سان اهو واضح ڪرڻو آهي ته اسان تي ڪنهن جو دٻاءُ نه ٿو هلي سگهي ها ٻانهو اميد رکي ۽ اسان جو وعدو غلط نه ٿيندو آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١ـ ”أَفَلَا تَعْقِلُونَ“ (پڇا پوءِ عقل نه ٿا رکو) مان واضح ٿيو ته جنهن ماڻهوءَ کي حقيقي منعم ۽ ان جا انعام ذهن ۾ نه رهن ۽ صرف نعمتن تي مست هجي اهو عقلمند ناهي صرف پيٽ ۽ دنيوي سک ته جهنگ جا جانور به پسند ڪن ٿا.

ع ٢ـ ”وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ“ (۽ جيڪو الله وٽ آهي اهو تمام ڀلو ۽ گهڻو بقا وارو آهي) مان واضح ٿيو ته دنيوي سڪن، عيش ۽ آرام کان آخرت جي سک ۽ آرام واري حياتي تمام گهڻي ڀلي آهي جتي ڪنهن به قسم جو غم نه هوندو بهشت ۾ ته بهاريون ئي بهاريون هونديون. الله جل شانہ شال ڪرم ڪري نصيب فرمائي. آمين يا الله العالمين بحرمة سيد المرسلين عليه وعلى آله واصحابه الصلوة والسلام الى يوم الدين.

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

۽ تنهنجو رب پيدا ڪري ٿو جيڪي گهرندو آهي ۽ برگزيدو بنايندو آهي ناهي انهن کي اختيار

سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (٦٨) وَرَبُّكَ يَعْلَمُ

پاڪائي آهي الله جي ۽ مٿانهون ٿيو ان کان جنهن کي شريڪ ڪن ٿا ۽ تنهنجو رب ڄاڻي ٿو

مَا تَكُنْ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ (٦٩) وَهُوَ اللَّهُ

جيڪي لڪائين ٿا سينا انهن جا ۽ جيڪي ظاهر ڪن ٿا ۽ اهو ئي سچو معبود آهي

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ

ناهي ڪو عبادت جو لائق انڪان سواءِ ان جي لاءِ حمد آهي دنيا ۽ آخرت ۾ ۽ ان جو ئي حڪم آهي

وَالْيَهُ تَرْجِعُونَ (٧٠) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا

۽ ان ڏانهن ئي موٽايو ويندو فرمائ ته خبر ڏيو جيڪڏهن ڪري ڇڏي الله اوهان تي رات هميشه

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ

قيامت جي ڏينهن تائين ته ڪير معبود آهي (هڪ سچي) الله کان سواءِ جيڪو آئيندو اوهان

بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ (٧١) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا

وٽ روشني ڇاپوءِ نه ٿا ٻڌو؟ فرمائ ته خبر ڏيو جيڪڏهن ڪري ڇڏي الله اوهان تي ڏينهن هميشه

إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ

قيامت جي ڏينهن تائين ته ڪير معبود آهي (هڪ سچي) الله کان سواءِ جيڪو آئيندو اوهان وٽ

بَلِيلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (٧٢) وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ

رات جو سڪون وٺندو ان ۾ ڇا پوءِ نه ٿا ڏسو؟ ۽ پنهنجي رحمت مان ڪيائين اوهان لاءِ رات

وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (٧٣)

۽ ڏينهن تانت سڪون وٺو ان ۾ ۽ تانت طلب ڪيو ان جي فضل مان ۽ تانت اوهان شڪر ڪيو

تفسير

اڳين آيتن ۾ مشرڪن کي مذمت ڪيل هئي جن الله جل شانہ سان ٻين ڪجهه به اختيار نه رکندڙن کي شريڪ بنايو هو ۽ هنن آيتن ۾ الله جل شانہ پنهنجي اختيار کي بيان ڪندي ارشاد فرمايو ”وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ“ (۽ تنهنجو رب جيڪو گهري ٿو پيدا ڪري ٿو ۽ برگزیدو بنائي ٿو هيءَ بيان ان اڳين بيانن سان متصل آهي جنهن ۾ ڪافرن جي ان عقيدتي جو رد ڪيو ويو هو ته سندن باطل معبود سندن شفاعت ڪندا. هتي بيان ڪيو ويو آهي ته شفاعت ڏيڻ جو اختيار الله جل شانہ کي آهي اهو مرضيءَ وارو آهي جنهن کي گهري پيدا ڪري برگزیدو بنائي شفاعت جو اذن ڏئي ڇڏي ۽ جنهن کي گهري ڪنهن مرتبي ۽ بلنديءَ تي پهچائي ڇڏي. محدث بزار حضرت جابر کان مرفوع صحيح حديث آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو: ان الله اختار اصحابي علي العالمين سوي النبيين والمرسلين واختار لي من اصحابي اربعة يعني ابا بڪر وعمر وعثمان وعليه. فجعلهم اصحابي وفي اصحابي كلهم خير واختار امتي علي سائر الامم واختار لي من امتي اربعة قرون. (۱) يعني الله نبيين ۽ مرسلن (عليهم الصلوة والسلام) کان سواءِ ٻين سڀني جهانن کان منهنجي اصحابن کي برگزیدو بنايو ۽ منهنجن اصحابن مان چئن کي برگزیدو بنايو. (ابوبڪر، عمر، عثمان ۽ علي) پوءِ انهن کي منهنجو (خاص) اصحابي بنايائين ۽ منهنجن سڀني اصحابن ۾ ڀلائي آهي ۽ الله منهنجي امت کي سڀني امتن کان برگزیدو بنايو ۽ منهنجي لاءِ منهنجي امت مان چئن دورن کي ڀلو بنايو ”مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ“ انهن کي ڪو به اختيار ناهي جو جنهن کي اهي گهرن ان کي رسول يانبي بنائي موڪلن.

استخاره ڪرڻ

هن آيت جي تفسير ۾ علامه سيوطي عليه الرحمة استخاره ڪرڻ جو طريقو بيان فرمايو آهي ان جي اتباع ڪندي مون گنهگار به هتي لکيو آهي بخاري، ابوداؤد، ترمذي، نسائي، ابن ماجه، ابن مردويه ۽ بيهقيءَ حضرت جابر بن عبدالله رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن اسان کي استخاره

ڪرڻ ائين سڀڪاريندا هئا جيئن قرآن ڪريم جي سورت سڀڪاريندا هئا. پاڻ فرمائيندا هئا ته: جڏهن اوهان مان ڪو هڪ ڪنهن ڪم جو ارادو ڪري ته فرض کان سواءِ ٻه رڪعتون نماز پڙهي ان کان پوءِ هيئن چوي ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَأَجَلِهِ فَاقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَأَجَلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ وَأَرْضِي بِهِ“ ۽ ”هَذَا الْأَمْرُ“ چوڻ وقت پنهنجي حاجت جو نالو وٺندو (١) ”سُبْحَنَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ“ الله جي پاڪائي آهي ۽ اهو ان کان مٿاهون آهي جنهن کي شريڪ بنائين ٿا. مطلب ته اهو هر شرڪ ۽ شريڪ کان پاڪ ۽ بلند آهي ڪو به ان جو شريڪ ناهي ۽ ڪنهن کي ڪا به ڪنهن قسم جي طاقت ناهي جو ان جي ڪنهن اختيار ۾ دخل ڏي يا ان ڪا ڪو اختيار ڪسي وٺي آيت جو خلاصو هي آهي ته: جڏهن الله ڪائنات جي تخليق ۾ منفرد آهي ڪو به ان جو شريڪ ناهي ته حڪمن جي جاري ڪرڻ ۾ به اهو ئي منفرد آهي جيئن تڪويني اختيار ۾ ڪو سندس شريڪ ناهي تيئن تشريعي اختيار به ان جو آهي ۽ پنهنجي مخلوق مان به جنهن کي گهري جنهن مرتبي سان نوازي ان جي مرضي آهي مڪه وارن جي مرضي نه هلندي ته الله جل شاناه مڪه يا طائف جي رهاڪن مان ڪنهن ظاهري طرح وڏي ماڻهو سرمايه دار کي نبي چو نه بنايو؟

هڪ ماڻهو کي ٻئي تي يا هڪ شيءِ کي ٻئي تي فضيلت ڏيڻ الله جل شاناه جو اختيار آهي!

هن آيت ڪريمه مان هڪ عظيم الشان ضابطو ملي ٿو ته دنيا ۾ جيڪا هڪ ماڻهو کي ٻئي تي يا هڪ شيءِ کي ٻئي تي فضيلت ملندي آهي اها ان جي ڪمائيءَ يا عمل جو نتيجو ناهي بلڪ اها ڪائنات جي خالق جي انتخاب ۽ اختيار جو نتيجو هوندي آهي ان ست آسمان پيدا ڪيا پر انهن مان فضيلت ستين مٿئين کي ڏني حالانڪ مادو ستنجي جو هڪ آهي ان ٻين سڀني جتنن کان جنت الفردوس کي ۽ سڀني ملائڪن کان جبريل، ميڪائيل، اسرافيل ۽ خاص ملائڪن کي ۽ سڀني نبين کان

حضرت محمد مصطفيٰ عليه الصلوة والسلام کي ۽ حضور عليه الصلوة والسلام جي امت مان اصحابن کي اصحابن مان حضرت ابوبکر صديق رضي الله عنه کي فضيلت عطا ڪرڻ فرمائي اهڙي طرح زمين جي هڪڙن حصن کي ٻين تي، راتين ۽ ڏينهن مان هڪڙن کي ٻين تي ڀلائي به ان بخشي آهي اهو سڀ ان جي اختيار ۽ انتخاب جو نتيجو آهي. افضليت ۽ مفضوليت جو اصل معيار پوري ڪائنات ۾ اهو آهي ها افضليت جو ٻيو سبب انساني اعمال ۽ افعال به آهن ۽ جن جاين ۾ نيڪ اعمال ڪيا وڃن ٿا اهي جاين به انهن صالحن عملن ۽ صالحن ٻانهن جي صدقي متبرڪ ٿينديون آهن. خلاصو ڳالهه جو هي آهي ته دنيا ۾ فضيلت جو مدار ٻه شيون آهيون ١: غير اختياري جيڪو صرف الله جل شانہ جو اختيار آهي ٢: اختياري جيڪو صالحن عملن ۽ سهڻن اخلاقن سان حاصل ٿيندو آهي. مفسرن ۽ محدثن انهن ٻنهي معيارن تي تفصيلي گفتگو ڪئي آهي ۽ آخر ۾ اصحابن سڳورن مان خلفاء راشدین کي ۽ خلفاء راشدین مان حضرت ابوبکر ان کان پوءِ حضرت عمر ان کان پوءِ حضرت عثمان ان کان پوءِ حضرت علي رضي الله عنهم جي ترتيب کي به انهن ٻنهي معيارن سان ثابت ڪيو آهي (١) ”وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ“ ۽ تنهنجو رب اهو (سڀ ڪجهه) ڄاڻي ٿو جيڪو سندن سينا لڪائين ٿا ۽ جيڪو ظاهر ڪن ٿا يعني جيڪي برا عقيدا يا فاسد خيال دل ۾ رکن ٿا اهي به ڄاڻي ٿو ۽ جيڪي برا اعمال ظاهر ڪن ٿا اهي به ڄاڻي ٿو تنهنجي رب کان ڪا به ڳالهه لڪل ناهي اهو ئي هر هڪ شخص جي پوشيده احوال ڪيفيت ۽ قابليت کان پوري طرح آگاهه آهي هر هڪ سان ان جي موافق معاملو ڪندو ”وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ ۽ اهو ئي معبود بالحق آهي ان کان سواءِ ڪو به معبود بالحق ناهي ان جي لاءِ ئي دنيا ۽ آخرت ۾ حمد آهي ۽ ان جو ئي حڪم آهي ۽ ان ڏانهن ئي موٽا ويندو يعني جهڙي طرح ڪائنات جي تخليق، اختيار ۽ علم محيط ۾ اهو منفرد آهي ته الوهيت ۾ به اهو ئي منفرد آهي ان کان سواءِ ڪنهن جي به عبادت نه ٿي سگهندي ڇو ته ان جي ئي ذات منبع الكمالات ۾ سڀ خوبيون موجود آهن دنيا ۽ آخرت ۾ جيڪا به تعريف آهي ٻلي اها ڪنهن جي به نالي سان ڪئي وڃي حقيقت ۾ ان جي ئي تعريف آهي ان جو ئي حڪم هلي ٿو. ان جو ئي فيصلو جاري آهي ان جي پاور ۾ ڪلي اختيار آهي ۽ نيٺ سڀني کي ان ڏانهن موٽڻو آهي ”قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الْإِلَهَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِضِيَاءٍ أَوْ لَآ تَسْمَعُونَ“ فرمائي ته: خبر ڏيو جيڪڏهن الله اوهان تي رات ڪهميشه قيامت

تائين ڪري ڇڏي ته هڪ الله کان سواءِ ڪهڙو (باطل) معبود آهي جيڪو اوهان وٽ روشني آڻيندو ڇا پوءِ اوهان نه ٿا ٻڌو؟ مطلب ته جيڪڏهن الله جل شانہ اوهان کي روشني ڏيندڙ سج کي اپرڻ کان روڪي قيامت تائين رات قائم ڪري ڇڏي ته هڪ ان جي پاڪ ذات کان سواءِ ٻيو اوهان جو باطل معبود ڪهڙو آهي؟ جيڪو اوهان وٽ روشني آڻيندو جنهن ۾ اوهان پنهنجو ڪاروبار جاري رکي معاشي تڪليفون دور ڪندو. ڇا هيءَ ايتري روشن ۽ صاف ڳالهه اوهان نه ٿا ٻڌو؟ قُلْ اَرْتَمْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ اِلَهٌ غَيْرُ اللهِ يَأْتِيَكُمُ بَلِيلٌ تَسْكُنُونَ فِيهِ اَفَلَا تَبْصُرُونَ فرماءِ ته خبر ڏيو جيڪڏهن الله اوهان تي هميشه قيامت تائين ڏينهن (قائم) ڪري ڇڏي ته (هڪ سڄي) معبود بالحق کان سواءِ ڪير آهي جيڪو اوهان وٽ رات آڻيندو جنهن ۾ اوهان سڪون وٺو. ڇا پوءِ نه ٿا ڏسو؟ يعني جيڪڏهن سج کي لهڻ نه ڏئي هميشه اوهان جي مٿان بيهاري ڇڏي ته جيڪا راحت، سڪون ۽ ٻيا فائدا رات جي اچڻ سان حاصل ٿيندا آهن ان جو انتظام ان جي پاڪ ذات عالي صفات کان سواءِ ڪهڙي طاقت ڪري سگهي ٿي؟ ڇا اهڙي روشن حقيقت به اوهان کي نظر نه ٿي اچي؟ هتي اَفَلَا تَبْصُرُونَ آڻڻ ۽ اڳيئن آيت ۾ اَفَلَا تَسْمَعُونَ آڻڻ نهايت مناسب آهي ڇو ته عادهً اک سان ڏسڻ روشنيءَ تي موقوف هوندو آهي رات جي انڌيري ۾ جڏهن ته ڏسڻ جي صورت تمام مشڪل هوندي آهي اتي ٻڌڻ جو ذڪر مناسب رهيو.

وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۽ پنهنجي رحمت مان اوهان جي لاءِ رات ۽ ڏينهن ڪيائين تانت اوهان ان ۾ سڪون وٺو ۽ تانت اوهان ان جي فضل مان طلب ڪيو ۽ تانت اوهان شڪر ڪيو. مطلب ته رات ڏينهن جي ڦيرڦار ۾ ان جي اوهان تي خاص رحمت آهي رات ۾ اوهان کي سڪون ملي ٿو ۽ ڏينهن جو رزق ۽ روزي حاصل ڪيو ٿا ۽ اهو سڀ ڪجهه ڏسي سمجهي ان جو شڪر ڪندا رهو جنهن اوهان کي مختلف قسمن جي انعامات سان نوازيو آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ (۽ تنهنجو رب جيڪي گهري ٿو پيدا ڪري ٿو ۽ برگزيڊو بنائي ٿو) مان واضح ٿيو ته سڀ تڪويني ۽ تشريعي بالذات ۽ مستقل

اختيار ان کي آهن انسان پنهنجي ارادي ۽ اختيار کي عملاً ۽ علماً غير مستقل سمجهي جنهن کي جبريت محمود به چئي سگهجي ٿو.

ع ٢. ”وَهُوَ اللَّهُ“ کان ”وَالَيْهِ تُرْجَعُونَ“ تائين آيت ۾ ان جي ذاتي ۽ صفاتي توحيد جو تاڪيد ڪيل آهي ۽ ٻين باطل معبودن جي نفي ڪيل آهي ان جو مطلب اهو نه آهي ته ٻين معبودن مان هڪ هي به آهي اڄ به ان جي حقيقي حڪومت آهي پر آخرت ۾ جڏهن ته ٻيا نالي طور به حاڪم نه هوندا ته اتي صرف ئي صرف ان جو حمد هوندو ۽ اها حقيقت سڀني جي اڳيان عيان، ظاهر، منڪشف ۽ روشن ٿيندي.

ع ٣. ”وَمِنْ رَحْمَتِهِ“ (۽ پنهنجي رحمت سان اوهان لاءِ رات ۽ ڏينهن رکيائين) کان پوءِ ”وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ“ اٿن مان واضح ٿيو ته روزي، رزق طلب ڪرڻ نهايت سهڻو عمل آهي جيئن روايت آهي ته ”الڪاسب حبيب الله“ ڪمائيندڙ الله جو پيارو ٻانهو آهي ۽ ”مِنْ رَحْمَتِهِ“ ۾ من سبب به آهي يعني انهن نعمتن ملڻ جو سبب ان جي رحمت آهي. ٻيو ڪو سبب ناهي.

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (٧٤)

۽ جنهن ڏينهن سڏيندو انهن کي پوءِ فرمائيندو ته ڪٿي آهن؟ منهنجا شريڪ جن جو گمان ڪندا هئو

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا

۽ ڪينداسون هر امت مان شاهد پوءِ چونداسون آڻيو دليل پنهنجو پوءِ يقين ڄاڻيندا

أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَقْتُرُونَ ع (٧٥)

ته بيشڪ حق الله جي لاءِ آهي ۽ گم ٿينديون انهن کان اهي ڳالهيون جيڪي هت سان ٺاهيندا هئا

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي نعمتن جو بيان هو ۽ هتي ڪافرن کي تنبيه ڪندي سمجهايو ويو آهي ته اهي جن بتن جي پوڄا ڪن ٿا انهن وٽ ان جو ڪو به دليل ناهي سڃاڻن سڌن جا پوڄاري آهن فرمان مبارڪ آهي ”وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ“ ۽ ان ڏينهن انهن کي سڏيندو پوءِ فرمائيندو ته ڪٿي آهن اهي جن کي اوهان منهنجا شريڪ سمجهندا هئو؟ جيڪڏهن اهي واقعي منهنجا شريڪ آهن ته اوهان کي عذاب کان چو نه ٿا ڇڏائين؟ ۽ اهو ساري مخلوقات جي

موجودگي ۽ ۾ سڏڻ ۽ چئڻج ڪرڻ انهن مشرڪن کي خوار خراب ڪرڻ لاءِ هوندو
 ”وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا“ ۽ هرامت مان شاهد ڪينداسون هتي شهيد مان مراد ان
 امت ڏانهن موڪليل نبي آهي. يعني هرامت مان انهن جي نبي عليه الصلوة والسلام
 کي ميدان ۾ آڻي ان کان شاهدي ورتي ويندي ته ٻيءَ جاءِ تي ملائڪن کان شاهدي
 ورتي ويندي جيئن ارشاد عالي آهي ”بِالنَّبِيِّينَ وَالشَّهَدَاءِ“ ۽ نبي ۽ شاهد آندا ويندا هتي
 شاهدن مان مراد ملائڪ آهن. (١)

”فَقُلْنَا هَآ تَوَآ بُرْهَانُكُمْ“ پوءِ چونداسون ته پنهنجو دليل آڻيو يعني اوهان الله جل
 شانہ جي لاءِ شريڪن مڃڻ واري دعويٰ تي دليل آڻيو منهنجن نبين عليهم الصلوة
 والسلام اوهان کي منهنجي توحيد تي دليل، برهان ۽ حجتون پيش ڪيون پر اوهان نه
 مڃيون اڄ اوهان پنهنجا دليل پيش ڪيو. پوءِ ڪو به جواب نه ڏيندا حيران ۽
 پريشان هوندا ڪين پنهنجا عقيدا بالڪل غلط نظر ايندا. فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ
 عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ“ پوءِ يقين ڄاڻندا ته حق الله جي لاءِ آهي (۽ ان جو ئي فرمان
 سچو ۽ صحيح آهي) ۽ جيڪي هت جون ڳالهيون ٺاهيندا هئا اهي انهن کان گم ٿي
 وينديون. يعني اتي باطل معبودن جو وجود ئي نه ٿيندو ۽ نه سندن ساٿ ڏئي سگهندا.

فائدو

”وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ“ (۽ جيڪي هت جو ٺاهيندا هئا اهو انهن کان گم ٿي
 ويندو) مان واضح ٿيو ته باطل جيڪو هميشه باطل آهي ان جو باطل هجڻ قيامت جي
 ڏينهن کلي سامهون ايندو هتي اڪيون ٻوٽي ان جي پوڄا ڪرڻ وارا به اتي انهن جي
 باطل هجڻ جو کليو اقرار ڪندا.

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ ۖ وَاتَيْنَاهُ

ببشڪ قارون هو موسى جي قوم مان پوءِ سرڪشي ڪيائين انهن تي ۽ ڏنو سون ان کي

مِنَ الْكُنُوزِ ۖ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوزَ بِالْعُصْبَةِ ۖ أُولَئِكَ الْقُوَّةُ

خزانن مان اوترو جو بلاشڪ ان (خزانن) جون ڪنجيون البت ٽڪائين ٿيون ٽوليءَ طاقت واريءَ کي

إِذْقَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (٧٦)

جڏهن چيو ان کي ان جي قوم نه خوش ٿي ۽ ببشڪ الله نه ٿو محبت رکي خوش ٿيندڙن کي

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

۽ طلب ڪر ان مان جيڪي ڏنو توکي الله دار آخرت کي ۽ نه وسار ڀاڱو پنهنجو دنيا مان

وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ

۽ احسان ڪر جيئن احسان ڪيو الله توتي ۽ نه طلب ڪر فساد زمين ۾ بيشڪ الله

لَا يَحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (٧٧) . قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ

نه ٿو محبت رکي فساد ڪندڙن سان چيائين ته بلاشڪ ڏنو ويس مان اهو

عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ

علم جي ڪري جيڪو مون وٽ آهي ڇا نه ڄاڻ رکيائين ته بيشڪ الله تحقيق هلاڪ ڪيائين ان کان اڳي

مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا

ڪيتريون جماعتون جيڪي اهو سخت هيون ان کان قوت جي لحاظ سان ۽ گهڻا (دولت) گڏ ڪرڻ ۾

وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ (٧٨) فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ

۽ نه پڇيا ويندا گناهن پنهنجن کان گنهگار پوءِ نڪتو پنهنجي قوم جي سامهون پنهنجي سينگار سان

قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لَيْلِيَتَ لَنَا مِثْلَ

چيو انهن جيڪي ارادو ڪن پيا دنياوي حياتيءَ جو ته اي ڪاش اسان لاءِ به هجي ها مثال

مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (٧٩) وَقَالَ الَّذِينَ

ان جي جيڪو ڏنو ويو قارون بيشڪ اهو البت وڏي قسمت جو صاحب آهي ۽ چيو انهن جيڪي

أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَلَكُمْ تَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنِ امْنٌ

ڏنا ويا علم ته هلاڪت آهي اوهان جي لاءِ الله جو ثواب ڀلو آهي ان لاءِ جنهن ايمان آندو

وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ (٨٠) فَخَسَفْنَا بِهِ

۽ ڪيائين سهڻا عمل ۽ نه دل ۾ وڌا ويندا اها ڳالهه مگر صبر ڪندڙ پوءِ ڳهايو سين ان کي

وَبَدَّلَ الْأَرْضَ قَمَحًا لَّهِ مِنْ قَمْحَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ

۽ ان جي محل کي زمين ۾ پوءِ نه هئي ان لاءِ ڪاٺولي جيڪي مدد ڪن ان جي الله کان سواءِ ۽ نه هو

مِنَ الْمُتَصَرِّينَ (٨١) وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَتَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ

بدلو وٽنڌڙن مان ۽ صبح ڪئي انهن جن تمنا ڪئي ان جي مرتبي جي ڪالهه چوڻ لڳا اي عجب!

وَيُكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ

گويا ڪه الله ڪشادو ڪري ٿو رزق جنهن لاءِ گهري پنهنجن ٻانهن مان ۽ تنگ ٿو ڪري جيڪڏهن

لَوْلَا أَن مِّنَ اللَّهِ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بَنَاءُ وَيُكَانَ

نه هجي ها هي جو ٿورو ڪيو الله اسان تي ته البت ٻگهراڻي ڇڏي ها اسان کي اي وڏو عجب آهي؟

لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ (٨٢)

ته نه ڪامياب ٿيندا ڪافر

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن ۽ گمراهن کي ملڻ واري سزا ۽ خواريءَ جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ ڪافرن ۾ وڏي سرڪش ۽ باغيءَ جو ذڪر آئي ارشاد ٿي رهيو آهي ”اِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ بِيْشَكَ قَارُونَ مُوسَىٰ جِي قَوْم مان هو. هي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جو سوت به ته ماسات به هو سندس نسب حضرت موسيٰ عليه الصلوٰة والسلام سان ڦاٽ ۾ مليو ٿي. قارون بن يصر بن قاهت بن لاوي بن يعقوب بن اسحاق بن ابراهيم عليه السلام صورت سهڻي هجڻ جي ڪري منور سڏيو ويندو هو توراۃ جو حافظ ۽ بهترين قاري هو پر سامري وانگر منافق ٿي ويو هو (١) جيئن ظالم حڪومت جو دستور آهي ته ڪنهن قوم جي رت چوسڻ جي لاءِ انهن مان ئي ڪنهن فرد کي کڻندا آهن فرعون به بني اسرائيل مان هن کي پاڻ وٽ رکيو هو ۽ قارون ان وقت ئي موقعو ڏسي گهڻي دولت جمع ڪرڻ شروع ڪئي هئي ۽ دنياوي طاقت حاصل ڪري چڪو هو ۽ جڏهن فرعون ۽ سندس لشڪر غرق ٿيا ۽ قارون جا مالي ذريعا محدود ٿي ويا ته ان وقت کان وٺي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام سان حسد شروع ڪيائين پر پوءِ به بظاهر مومن سڏائيندو هو دل صاف نه هيس (٢) ۽ بعض مفسرن لکيو آهي ته: ان کي اهو حسد هو ته حضرت موسيٰ نبي ۽ حضرت هارون به نبي (علي نبينا وعليهما الصلوٰة والسلام) مون کي ان ۾ ڀائيوار چو نه بنايو ويو؟ حضرت موسيٰ سان اها شڪايت به ڪئي هيائين پاڻ فرمايائون ته: اهو

سڀ اختيار الله جل شانہ کي آهي منهنجو ان ۾ ڪو به دخل ناهي پر اهو پوءِ به مطمئن نه ٿيو ۽ حسد ۾ رهيو. (١)

”فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ پوءِ انهن تي سرڪشي ڪيائين مطلب ته مال ۽ دولت جي نشي ۾ ٻين تي ظلم ڪرڻ شروع ڪيائين يحيى بن سلام ۽ سعيد بن مسيب فرمايو ته: قارون سرمايه دار شخص هو فرعون کيس بني اسرائيل جي نگرانيءَ تي مقرر ڪيو هو ان عهدي تي رهڻ دوران ان بني اسرائيل کي تڪليفون ڏنيون هيون (٢) مقصد ته هڪ ضمير ۽ قوم فروش انسان ۽ فرعوني ايجنٽ هو ۽ ان جو اهو ڪم هو ته بني اسرائيل کي ان غلامانه زندگيءَ تي مطمئن رکي (جيئن هن هلندڙ دور جا مسلمان صدر ۽ وزيراعظم مسلمانن کي ڪافرن جي غلاميءَ ۾ رهڻ لاءِ مطمئن ڪن ٿا ته انهن کان سواءِ مري ويندو. حالانڪ جيڪڏهن ٿوري عرصي لاءِ به مسلمان ملڪ متحد ٿي بيهن ته ڪافر ملڪ سندن سلامتي بنجي پون) ان قوم فروشيءَ جي ڪري فرعون پنهنجي خزانن جا منهن ان جي لاءِ کولي ڇڏيا هئا. ۽ ان جي ڪري قرآن ڪريم تصريح ڪئي آهي ته: فرعون ۽ هامان وانگر قارون ڏانهن به حضرت موسيٰ کي موڪليو ويو هو ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهٰمٰنَ وَقَاوُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذٰبٌ“ (٣) ۽ البت تحقيق اسان موسيٰ کي پنهنجين آيتن ۽ چٽي دليل سان فرعون ۽ هامان ۽ قارون ڏانهن موڪليو پوءِ چيائون ته جادوگر گهڻو ڪوڙ هڻندڙ آهي مطلب ته حضرت موسيٰ کي ڪذاب ۽ ساحر چونڊڻ ۾ بني اسرائيل جو هي قوم وڪٽندڙ قارون به شريڪ هو ان کي معلوم هو ته سندس اهي سڀ ڳالهيون تيستائين آهن جيستائين فرعون جي بادشاهي آهي پوءِ سندس ڪا به حيثيت نه رهندي. (٤)

”وَالَّذِينَ هُمْ مِّنَ الْكٰفِرِيْنَ مَا اِنَّ مَفَاتِيْحَهُ لَتَنُوْا بِاَلْعَصْبَةِ اُولٰٓئِى الْقُوَّةِ ۚ ۽ اسان ان کي ايترا خزانن ڏنا هئا جو يقيناً ان (خزانن) جون ڪنجيون طاقت واريءَ جماعت کي ٽڪائي پيون وجهن. مطلب ته ان کي تمام گهڻا خزانن هئا ان جي خزانن جون ڪنجيون ايتريون گريون هيون جو هڪ مضبوط ۽ طاقت وارو ٽولو به انهن کي ڪٽندو هو ته ٽڪجي پوندو هو. ابن ابي حاتم عطاء کان روايت آندي آهي ته: قارون کي حضرت يوسف علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جي خزانن مان خزانو هٿ آيو هو (٥) ۽ وليد بن زوران رضي الله عنه کان روايت آهي ته قارون ڪيميا جو علم ڄاڻندو هو ابن مردويه حضرت سلمان رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته قارون جي گهر جو بنياد سون

(١) معارف القرآن ص ٦٦٤ جلد ٦ (٢) القرطبي ص ١٣ (٣) المومنون آيت

ع ٤٦، ٤٥ (٤) ضياء القرآن ص ٥٠٧ جلد ٣ (٥) الدر المنثور ص ٣٨٨ جلد ٦

جو ۽ اڱڻ چانديءَ جي سرن مان ٺهيل هو. سعيد بن منصور ۽ ابن المنذر خيڏي راضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته: مون انجيل ۾ لکيل ڏٺو آهي ته قارون جي خزانن جي ڇاپين جو ايترو بار هو جنهن کي سٺ ڇپر طاقتور کڻي سگهندا هئا هر هڪ ڇاپي اڱر جيتري ٿلهي ۽ ڊگهي هوندي هئي ۽ هر هڪ ڇاپي هڪ خزاني لاءِ هوندي هئي فريابي، ابن ابي شيبه، عبد بن حميد، ابن المنذر، ابن ابي حاتم حضرت خيڏي راضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته ستر (٧٠) ڇپر اهي ڇاپيون کڻندا هئا ۽ ابن جرير حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روایت آندي آهي ته: ”العصبة“ چاليهه مڙس هئا (١) والله اعلم ”أَذَقَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ“ جذهن ان کي سندس قوم چيو ته خوش نه ٿي بلاشڪ الله خوش ٿيندڙن سان محبت نه ٿو رکي قوم مان مراد بني اسرائيل آهن هڪ روایت موجب حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام پاڻ ان کي ائين فرمايو هو. ته دنيوي کثرت تي غرور ۽ خوشي نه ڪر ڇو ته اهڙن ماڻهن سان الله جل شانہ محبت نه رکندو آهي مفسرن لکيو آهي ته: منع ڪيل خوشي صرف دنيا جي محبت ۾ خوش ٿيڻ آهي ديني نعمتن تي خوش ٿيڻ خود الله جل شانہ جو فرمان آهي. ”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا“ (٢) فرمائي ته الله جي فضل ۽ رحمت تي مناسب آهي ته خوشي ڪن ۽ ٻيءَ آيت مبارڪه ۾ آهي ”وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ“ (٣) ۽ ان ڏينهن مومن الله جي مدد تي خوش ٿيندا ۽ دنيا جي محبت ۾ خوش ٿيڻ کان ان جي ڪري روڪيو ويو آهي جو اها الله جي محبت کان روڪيندڙ آهي (٤) ”وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ“ ۽ جيڪو توکي الله ڏنو آهي ان مان آخرت واري جاءِ طلب ڪر مطلب ته هيءَ دولت فنا ٿيڻ واري آهي ان سان آخرت جي پلائي طلب ڪر ۽ ان کي اهڙي نموني خرچ ڪر جو توکي قيامت ۾ ڪم اچي ”وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا“ ۽ دنيا مان پنهنجو ڀاڱو نه وسار يعني ان جو مطلب اهو ناهي ته دنيا ۾ ان مان ڪو به فائدو نه وٺ يا مومن ڪا به دنيوي لذت حاصل نه ڪري. پر صحت، قوت، جواني ۽ شاهوڪاريءَ هوندي آخرت جي لاءِ به تياري ڪندو رهي.

نبوي ارشاد

حضرت عمر بن ميمون اودي کان روایت آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوٰة

(١) الدرالمثور ص ٤٣٨- جلد ٦ (٢) سورة يونس آيت ٨٥ (٣) سورة روم آيت

٤٤- (٤) روح البيان ص ٤٣٠- جلد ٦

والتسليمات جن هڪ شخص کي نصيحت ڪندي فرمايو ”اغتتم خمساً قبل خمس شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك“ (١) يعني پنجن کي پنجن کان اڳي غنيمت ڄاڻ ۱: پنهنجي پوڙهي ٿيڻ کان اڳي پنهنجي جوانيءَ کي ۲: پنهنجي بيماري ٿيڻ کان اڳ پنهنجي چڱيلائيءَ کي ۳: پنهنجي محتاج ٿيڻ کان اڳي پنهنجي شاهوڪاريءَ کي ۴: پنهنجي مشغول ٿيڻ کان اڳي پنهنجي واندي هجڻ کي ۵: پنهنجي مرڻ کان اڳي پنهنجي حياتيءَ کي.

”وَأَحْسَنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ“ ۽ ائين احسان ڪر جيئن الله توتي احسان ڪيو آهي يعني انهن خزانن کي الله جو احسان سمجهي ان جي مخلوق تي احسان ڪري انهن جي هر طرح مالي مدد ڪر ”وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ“ ۽ زمين ۾ فساد طلب نه ڪر. يعني مال ۽ ملڪيت جي نشي ۾ اچي زمين ۾ نه فساد ڪري نه الله جل شانہ جي مخلوق کي ايذاء ”إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“ بلاشڪ الله فساد ڪندڙن سان محبت نه ٿوري ڪري. ۽ جيڪا شيءِ الله کي پسند ناهي ان کان پري ره ”قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي“ چيائين ته مان اهو (سڀ ڪجهه) ان علم جي ڪري ڏٺو ويو آهيان جيڪو مون وٽ آهي. الله جل شانہ بيان فرمايو ته: قارون پنهنجن خير خواهن ۽ سچ چونڊڙن کي اهو جواب ڏنو هو ته: مان اوهان جي نصيحت جو محتاج ناهيان الله جل شانہ کي علم آهي ته: مان ان مال جو مستحق ۽ لائق آهيان تڏهن مون کي اهو عطا ڪيو اٿس ۽ هڪ قول آهي ته: اهي خزانن مان کي الله جل شانہ نه ڏنا آهن پر مون وٽ ڪيميا جو علم هو ان ذريعي مون اهو گڏ ڪيو آهي پر اهو قول ضعیف آهي ڇو ته ڪيميا جو علم آهي ئي ڪو نه هڪ شيءِ کي ٻيو بنائڻ تي الله کان سواءِ ڪير به قادر ناهي (٢) ”أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَكَثَرُ جَمْعًا“ ڇا نه ڄاڻائين ته بلاشڪ الله ان کان اڳي ڪيتريون قومون هلاڪ ڪيون جيڪي ان کان طاقت ۾ مضبوط ۽ (دولت) گڏ ڪرڻ ۾ گهڻيون هيون يعني ان کي اهو علم نه هو ڇا؟ الله تعالیٰ ان کان اڳي شرارت ۽ سرڪشيءَ جي ڪري ڪيتريون قومون هلاڪ ۽ تباھ ڪري ڇڏيون هيون حالانڪ اهي دولت گڏ ڪرڻ ۽ قوت ۾ هن کان وڌيڪ طاقت وارا هئا ”وَلَا يَسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ“ ۽ گنهگار پنهنجن گناهن جي باري ۾ سوال نه ڪيا ويندا مطلب ته الله جل شانہ جڏهن گنهگارن کي عذاب ڪندو ته انهن کان سندن گناهن جي ڪيفيت ۽ ڪميت نه پڇندو ۽ نه ان جي ان کي ڪا ضرورت آهي ڇو

ته پاڻ ڪلي معلومات رکي تو (١) ”فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ“ پوءِ پنهنجي قوم جي
 اڳيان پنهنجي سينگار ۾ نڪتو يعني سندن عيد جو يا ڪو ٻيو مناسب ڏينهن هو ان
 ۾ خاص ڪپڙن ۽ خاص سوارين سان نڪتو ”قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ
 لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ“ انهن چيو جيڪي دنيا جي حياتيءَ جو ارادو
 ڪن پيا ته ڪاش اسان جي لاءِ به ان جيترو هجي ها جيڪو قارون کي ڏنو ويو آهي
 بلاشڪ اهو وڏي نصيب جو صاحب آهي مطلب ته ان جو اميرن وارو حال ڏسي ظاهر ۾
 ٻين ماڻهن جا وات پاڻي ٿي ويا ۽ چون پيا ته جيڪڏهن اسان کي به اهو سڀ ڪجهه
 ملي ها جيڪو قارون کي ڏنو ويو آهي ته ڏاڍو پلو ٿئي ها قارون جا نصيب وڏا آهن
 ”وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقَاهَا إِلَّا
 الصَّابِرُونَ“ ۽ جيڪي علم ڏنا ويا هئا انهن چيو ته: اوهان جي هلاڪت آهي الله جو
 ثواب ان لاءِ پلو آهي جنهن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا ۽ اهي ڳالهيون صبر وارن
 کان سواءِ (ٻين کي) دل ۾ نه آنديون وينديون آهن. يعني جيڪي دنيا جي بي بقا هجڻ
 کي ڄاڻن پيا ۽ ان جي حقيقت کان باخبر هئا انهن جي دل ۾ اهڙي قسم جي ڪا به
 خواهش پيدا نه ٿي اهي ٻين کي به سمجهائين پيا ته: جيڪو ثواب نيڪ عمل ۽ ايمان
 آڻڻ جي ڪري الله جل شانہ جي پيارن ٻانهن کي ملندو اهو ان قاروني خزانن کان
 گهڻو پلو آهي ۽ انهن پلارن ٻانهن جي نظر ۾ ان قارون جي رعب ۽ دٻڀي جي ڪا
 حيثيت ۽ قيمت نه هئي اهي چون پيا ته: اوهان قارون بنجڻ جي خواهش نه ڪيو اوهان
 الله جا ٻانهن بنجڻ جي ڪوشش ۽ خواهش ڪيو ۽ جڏهن انسان ان مقام کي ماڻي تو
 ته پوءِ ان جون سڀ حسرتون پوريون ٿي وينديون آهن ”فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا
 كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ“ پوءِ اسان ان کي ۽
 سندس محل کي زمين ۾ گهرائي ڇڏيو پوءِ نه ان لاءِ ڪا جماعت هئي جو ان جي الله
 جي مقابلي ۾ مدد ڪن ۽ نه پاڻ پلاند وٺندڙن مان هو ابن ابي شيبه مصنف ۾، ابن
 المنذر، ابن ابي حاتم، حاکم صحيح ڪندي ۽ ابن مردويه حضرت ابن عباس رضي
 الله عنهما کان روايت آندي آهي ته: قارون گهڻي سرڪشي ڪئي هئي ۽ خصوصاً
 حضرت موسیٰ علی نبينا وعلیه الصلوٰة والسلام سان حسد ڪندو هو ان جي باوجود
 به حضرت موسیٰ کيس الله جل شانہ جو حڪم پهچائيندي فرمايو ته: الله جل شانہ
 مون کي حڪم ڪيو آهي ته مان (مالدارن کان) زڪوات وٺان (۽ غريبن کي ڏيان)
 قارون انڪار ڪيو ته مان نه ڏيندس ۽ (ماڻهن کي) چوڻ لڳو ته: موسیٰ (علی نبينا

وعليه الصلوة والسلام) اوهان جي مال ملڪيت ڳاڻڻ جو ارادو ڪيو آهي اوهان وٽ نماز ۽ ٻيا احڪام آندائين اوهان برداشت ڪيا ڇا اوهان اها ڳالهه به برداشت ڪندؤ ته مال ملڪيت به ان جي حوالي ڪيو؟ انهن چيو ته نه تون ڪهڙي راءِ توڙين؟ چيائين ته منهنجي راءِ آهي ته هڪ بد ڪردار عورت گهرايان ان کي ان ڏانهن موڪلي زنا جو الزام هڻايانس ۽ ان طرح ڪرڻ سان سندس عزت ۽ اهميت ختم ٿي ويندي پوءِ ان کي ماڻهو موڪلي چيائون ته جيڪو حڪم ڪندين اهو توکي ڏينداسون ان شرط سان جو (حضرت) موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) جي مٿان شاهدي ڏيندين ته ان توسان (معاذالله) گناه ڪيو آهي ان بد ڪردار عورت ها ڪئي پوءِ قارون حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام وٽ آيو ۽ کيس چيائين ته بني اسرائيل کي گڏ ڪري انهن کي اهو امر ٻڌاءِ جيڪو توکي الله جي طرفان ٿيو آهي حضرت موسيٰ فرمايو ته هاڻو پوءِ ماڻهو گڏ ڪرڻ جو ارشاد فرمايائين جڏهن ماڻهو گڏ ٿيا ته انهن پڇيو ته: الله اوهان کي ڪهڙو امر ڪيو آهي؟ حضرت موسيٰ فرمايو ته: الله مون کي امر ڪيو آهي ته ان سان ڪنهن کي شريڪ نه بنايو، مٿي، مٽي ڳنڍيو ۽ اهڙا ٻيا امر به بيان ڪندي فرمايائين ته: ان اهو به امر ڪيو آهي ته جيڪو شادي شده ماڻهو زنا ڪري ان کي سنگسار ڪيو چيائين ته ڪٿي تون ڪرين ته به اهو حڪم آهي؟ (معاذالله) فرمايائين ته ”ها“ چيائون ته (معاذالله) تو زنا ڪئي آهي فرمايائين ته: مون؟ پوءِ ان عورت کي ماڻهو موڪلي گهرايائون جڏهن آئي ته حضرت موسيٰ فرمايس ته ”الله جو قسم وجهي ٿو پڇانءِ سڄي ڳالهه ڪر“ ان عرض ڪيو ته: جڏهن قسم وجهي ٿو پڇين ته ڳالهه هيئن آهي ته: انهن مون کي لالچ ڏئي گهرايو آهي ته مان تو تي بهتان هڻان پر مان شاهدي ڏيان ٿي ته: تون پاڪ آهين ۽ مان شاهدي ڏيان ٿي ته: بلاشڪ تون الله جو رسول آهين پوءِ حضرت موسيٰ روئندي سڄدي ۾ ڪري پيو الله وحي ڪري پڇيس ته ”توڪي ڪهڙي شيءِ روئاري ٿي؟ اسان توکي زمين تي سلطنت عطا ڪئي آهي تون حڪم ڪر ته اها تنهنجي اطاعت ڪري“ پوءِ مٿو (مبارڪ) مٿي کڻي فرمايائين ته: انهن سازش ٺاهيندڙن کي پڪڙ ته پير اندر زمين ۾ لهي وين پوءِ سڏڻ لڳا ياموسيٰ، ياموسيٰ پاڻ فرمايائين ته: پڪڙين پوءِ زمين کين ڳهندي وئي تانجو ڳچين تائين لهي ويا ۽ سڏ ڪندا رهيا يا موسيٰ، ياموسيٰ فرمايائين ته ”اي زمين اڃان به ڳهي ڇڏين“ پوءِ ڳهي غائب ڪري ڇڏيائين ۽ الله جل شانہ وحي ڪري موڪليس ته: توکي زاري ڪندي سڏيندا رهيا تو انهن جا سڏ قبول نه فرمايا. مون کي منهنجي عزت جو قسم آهي ته جيڪڏهن مون کي سڏ ڪن ها ته مان قبول

ڪيان ها. حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته: اهو آهي ان کي زمين جي گهڻ جو واقعو (١) اهو واقعو ڏسي بني اسرائيل مان کي بيوقوف چوڻ لڳا ته: حضرت موسيٰ قارون کي ان جي ڪري زمين ۾ گهرائي ڇڏيو ته سندس محل، خزانو ۽ سامان پاڻ کڻي اهو ٻڌي حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام وري زمين کي حڪم ڪيو ته اهي سڀ به ان گهڻي ڇڏيا حافظ شيرازي جو شعر آهي ته:

گنج قارون که فرومي رود خوانده باشي که هم از غيرت درويشان است

يعني قارون جو خزانو جيڪو اڃان هيٺ پيو وڃي پڙهيو هوندئي ته درويش جي غيرت جي ڪري ائين ٿيو آهي. اهڙي طرح انهن ماڻهن جو به حال آهي جيڪي باطل دعويٰ ڪندي وڏائي ۽ سرداريءَ جي ڪري الله جي ولين کان باغي ٿيندا آهن انهن جي مخالفت ڪندا آهن. اهي جڏهن اولياءَ ڪرام جي نظرن کان ڪرندا آهن ته انهن جي دلين ۾ هوندڙ ايمان جو نور ختم ٿي ويندو آهي پوءِ ان جو نشان به انهن ۾ نظر نه ايندو آهي (٢)

”وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَتَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيَكَانُ اللَّهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ ۚ ۽ صبح ڪئي انهن شخصن جن ڪالهه سندس مرتبي جي سڌ تي ڪئي چون پيا ته عجيب ڳالهه آهي الله پنهنجن ٻانهن مان جنهن لاءِ گهري تو رزق ڪشادو ڪري ٿو ۽ (جنهن لاءِ گهري تو تنگ ڪري ٿو) يعني جڏهن قارون جي قوم قارون تي لهندڙ عذاب ڏٺو ته دنيا جي محبت کان هٽندي ۽ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي بي فرمانيءَ کان ڊڄندي الله جل شاناهه جي تقسيم تي جو ڪنهن کي گهڻو ڏي ٿو ڪنهن کي ٿورو راضي ٿيندي، انبياءَ ۽ مرسلين عليهم الصلوة والسلام جي لاءِ اطاعت ۽ انقياد ظاهر ڪندي چوڻ لڳا ۽ سندن قول جو مطلب آهي ته: رزق جي تنگي يا ڪشادگي الله جل شاناهه جي گهر ۽ مشيت تي ٻڌل آهي ۽ ان ۾ ان جون ڪئين حڪمتون ڪارفرما آهن ڪنهن کي گهڻي رزق ڏيڻ جو مطلب اهو ناهي ته الله ان سان راضي آهي ان کي نوازي رهيو آهي پر گهڻو ڪري هڪ شخص تي الله جو غضب گهڻو هوندو آهي ۽ اهو ان کي دولت گهڻي ڏيندو رهندو آهي تانجو اها دولت ئي ان جي مٿان عذاب ٿي ٿيندي آهي ۽ ان جي برعڪس جيڪڏهن ڪنهن جي روزي تنگ آهي ته ان جي معنيٰ لازماً اها ناهي ته الله جل شاناهه ان کان ناراض آهي ۽ ان کي سزا ڏئي رهيو آهي گهڻن نيڪن ماڻهن تي ان جي باوجود تنگي رهندي آهي جو اهي الله جل شاناهه جا محبوب رهندا آهن بلڪ ڪيترا ڀيرا اها ئي تنگي انهن لاءِ رحمت بنجندي آهي

۽ ان حقيقت کي نه سمجھڻ جوئي نتيجو اهو نڪرندو آهي ته هڪ ماڻهو انهن ٻين ماڻهن جي خوشحاليءَ کي ريس ۽ رشڪ جي نگاه سان ڏسندو آهي جيڪي حقيقت ۾ الله جل شانہ جي غضب جا مستحق هوندا آهن.

”لَوْلَا أَن مِّنَ اللَّهِ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيُكَانَهُ لَا يَفْلَحُ الْكَافِرُونَ“ جيڪڏهن الله اسان تي احسان نه ڪري ها ته اسان کي زمين ۾ ڳهرائي ڇڏي ها عجب آهي ته ڪافر ڪامياب نه ٿيندا مطلب ته الله جل شانہ پنهنجي رحمت معاف ڪرڻ ۽ ايمان ڏيڻ سان اسان تي احسان ڪيو نه ته اسان کي به زمين ۾ ڳهرائي ڇڏي ها ڇو ته قارون جي گهڻي مال واري طلب اسان به ڪئي هئي پر هاڻي خبر پئي ته ڪافر ڪڏهن به ڪامياب نه ٿيندا.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ۱- ”قَبْلِي عَلَيْهِمْ“ (پوءِ انهن تي سرڪشي ڪيائين) مان واضح ٿيو ته ملڪيت ۽ بلند مرتبو الله جل شانہ جي رحم ڪرڻ کان سواءِ ڪيئن فساد ۽ برايون پيدا ڪري سگهي ٿو جيئن قارون جي واقعي مان معلوم ٿي رهيو آهي.

ع ۲- ”لَا تَفْرَحْ“ (خوش نه ٿي) مان واضح ٿيو ته مال ۽ اميريءَ تي فخر، وڌائي، ٽڪر ۽ هٿ سان خوش ٿيڻ حرام آهي پر الله جل شانہ جي شڪراني طور خوشي ڪرڻ الهي امر جي اطاعت ۽ عبادت آهي فرمان ايزدي آهي ”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا“ (۱) فرماء ته الله جي فضل ۽ ان جي رحمت تي پوءِ مناسب آهي ته خوش ٿين.

ع ۳- ”وَأَتَّبِعْ فِيْمَا أَمَرَكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ“ (۽ جيڪي الله توکي ڏنو آهي ان سان آخرت جو گهر طلب ڪر) مان واضح ٿيو ته انسان الله جل شانہ جي طرفان عطا ڪيل مال ملڪيت کي صرف دنيوي عزت ۽ مرتبي حاصل ڪرڻ ۾ نه پر آخرت جي گهر بهشت حاصل ڪرڻ جي لاءِ به الله جل شانہ جي وات ۾ صرف ڪري.

ع ۴- ”وَلَا تَنسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا“ (۽ دنيا مان پنهنجو حصو نه وسار) مان بعض مفسرن اها مراد ورتي آهي ته: الله جل شانہ جي وات ۾ ڏيڻ سان گڏ پنهنجي ۽ پنهنجي اهل عيال جي دنيوي يا ديني ضرورتن کي به نه وسار انهن خرچن لاءِ به رکنڊو ڪر سڀ ڪجهه خيرات ڪري ڪنگال نه ٿي (۲) ۽ اهو به قول آهي ته سٺو ڪاڻڻ، سٺو پاڻڻ، سٺي سواري رکڻ اسراف کان سواءِ سٺي جاءِ رکڻ حلال آهي بشرطيڪ ٽڪر ۽ غرور نه ڪجي. (۳)

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ

اهو آخرت جو گهر مخصوص ڪيون ٿا ان کي انهن جي لاءِ جيڪي نه ٿا ارادو ڪن بلند ٿيڻ جو زمين ۾

وَلَا فُسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (٨٣) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ

۽ نه فساد جو ۽ چڱي پڇاڙي پرهيز گارن جي لاءِ آهي جنهن آندي چڱائي پوءِ ان جي لاءِ

خَيْرٌ مِنْهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا

پلو (بدلو) آهي ان کان ۽ جنهن آندي برائي پوءِ نه بدلو ڏنا ويندا آهي جن کي براڪم مگر اهو

كَانُوا يَعْمَلُونَ (٨٤)

جيڪي ڪندا هئا

تفسير

اڳين آيتن ۾ اهل علم جو اهو قول بيان ڪيو ويو ته (الله جو ثواب پلو آهي) ۽ هتي ان ثواب ملڻ جو هنڌ بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي "تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا" اهو آخرت جو گهر انهن لاءِ مخصوص ڪيائون جيڪي زمين ۾ نه بلند ٿيڻ جو ارادو ڪن ٿا ۽ نه فساد برپا ڪرڻ جو "تِلْكَ" هي لفظ تعظيم ۽ تفخيم جو اشارو آهي مطلب ته جنهن آخرت جي خبر ۽ وصف اوهان ٻڌي آهي اها دائمي، سرمدي اهڙين نعمتن جي جاءِ آهي جيڪي نه ڪنهن ڏٺيون آهن نه ڪنهن ٻڌيون آهن ۽ نه ڪنهن انسان جي دل تي چيڪيون آهن اهي خاص انهن ٻانهن جي لاءِ آهن جيڪي متقي، صالح هجڻ سان گڏ زمين ۾ تڪبر ۽ پاڻ کي ٻين کان مٿاهون سمجهڻ ۽ بنجڻ جو ارادو نه ٿا ڪن "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" ۽ چڱي پڇاڙي پرهيز گارن جي لاءِ آهي يعني اهڙي پڇاڙي جنهن جي هر ڪو تعريف ڪري ۽ سٺو سمجهي سا انهن ٻانهن جي لاءِ آهي جيڪي الله کان ڊڄڻ وارا، ان جي رضا طلب ڪرڻ وارا ان جي عذاب جو خوف رکڻ وارا هوندا "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" جنهن نيڪي آندي پوءِ ان لاءِ ان کان پلو (بدلو) آهي ۽ جنهن برائي آندي پوءِ ٻرن ڪمن ڪرڻ وارا نه بدلو ڏنا ويندا مگر جيڪو ڪندا هئا مطلب ته نيڪي ڪرڻ واري جي نيڪيءَ کي الله جل شانہ وڌائي ٿو پر جيڪو براڪم ڪندو ان کي انهن جيتري سزا ته ملندي جيترا براڪم ڪيا هوندا آهن. پر ٻرايون پيڻيون نه ڪيون وينديون.

فائدو

مذڪوره آيت ۾ تڪبر جي مذمت بيان ڪئي وئي آهي ۽ ان مان مراد اهوڪم آهي جيڪو فخر ڪندي ٻين کي حقير سمجهندي ڪيو وڃي پر پنهنجي لاءِ ڀلو لباس وغيره فخر طور نه پر الله جي نعمتن کي ظاهر ڪرڻ جي لاءِ پسند ڪرڻ ۽ استعمال ڪرڻ منع ناهي. (۱)

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ

بيشڪ اهو (الله) جنهن فرض ڪيو توتي قرآن البت موتاڻي آڻيندڙ آهي توکي موٽڻ واري جاءِ ڏانهن

قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۸۵)

فرما: ته منهنجو رب وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي جنهن آندي هدايت ۽ انهيءَ کي به جيڪو گمراهي ۽ ڪليل ۾ آهي

وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ

۽ نه ٿي اميد رکي توتہ لاتو ويندو تہ ڏانهن ڪتاب مگر باجهہ ٿي تنهنجي رب جي طرفان

فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ (۸۶) وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ

ٻوہ هرگز نہ هج پٺڀرائي ڪندڙ ڪافرن جي لاءِ ۽ هرگز نہ روڪي توکي الله جي آيتن کان

بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۸۷)

ان کان ٻوہ جڏهن نازل ڪيون ويون تہ ڏانهن عيسا پنهنجي رب ڏانهن ۽ هرگز نہ هج مشرڪن مان

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِلَّا إِلَهُ الْهُوْتِ كُلُّ شَيْءٍ

۽ نه عبادت ڪر الله سان گڏ ٻئي معبود جي ناهي ڪو عبادت جو لائق ان کان سواءِ هر شيءِ

هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۸۸)

هلاڪ ٿيندڙ آهي ان جي ذات کان سواءِ ان جوئي حڪم آهي ۽ ان ڏانهن ئي موٽايا ويندو

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ۽ سندس قوم مان بغاوت ڪندڙ قارون ۽ ان کي ملندڙ سزا ۽ حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي ڪاميابيءَ جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ حضرت حبيب ڪريم عليه التحية والتسليم کي تسلي ڏيندي ٻڌايو ويو آهي ته ڪاميابي اوهان جا قدم پاڪ چمندي اوهان پنهنجي رسالت ۽ نبوت جي فرض ادا ڪرڻ ۾ مضبوطيءَ سان ڪم ڪندا رهو.

شان نزول

ابن ابي حاتم ضحاک کان روايت آندي آهي ته: جڏهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن مڪه مڪرمه مان هجرت ڪري مدينه منوره ڏانهن روانا ٿيا ۽ جحفة نالي مقام وٽ پهتا ته کين مڪه مڪرمه جو اشتياق ٿيو پوءِ الله جل شانہ کين تسلي ڏيندي فرمايو ته ”اِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادِّكَ اِلَىٰ مَعَادٍ ۖ بَلَّغْ جَنَّةَ اللَّهِ اَوْهَانَ تَبِیْ قُرْآنَ فَرَضَ کِیو آهي يقيناً اوهان کي ”معاد“ (مڪه مڪرمه) ڏانهن موٽائي واپس ڪندڙ آهي. ۽ ابن مردويه علي بن حسين بن واقد رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته هيءَ آيت ”الجحفة“ مقام وٽ نازل ٿي هئي جڏهن پاڻ ڪريم عليه الصلوة والسلام جن هجرت ڪري مدينه منوره ڏانهن وڃي رهيا هئا. (١)

”معاد“ مان ڇا مراد آهي؟

ان ۾ مختلف اقوال آهن ١: ته ان مان مراد مڪه مڪرمه آهي جيئن شان نزول مان واضح آهي پوءِ مطلب هي ٿيندو ته مڪه مڪرمه جي ڪافرن اوهان کي پریشان بنايو. اوهان کي شهيد ڪرڻ جا منصوبا ٺاهيا اوهان جي مڃڻ وارن مومنن جي زندگي سورن ۾ وجهي ڇڏي ۽ ڪجهه وقت جي لاءِ اوهان کي پنهنجو پيارو وطن خصوصاً حرم شريف ڇڏڻو پيو آهي پر جنهن الله اوهان تي قرآن ڪريم نازل ڪري، ان جو پڙهڻ ۽ ان تي عمل ڪرڻ فرض بنايو اوهان کي وري مڪه مڪرمه ۾ موٽائي آڻيندو (٢) ۽ مقاتل جي روايت آهي ته: جڏهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن هجرت واري رات غار مان ٻاهر نڪتا ته مڪه مڪرمه وارو رستو ڏسي اتي پنهنجي ۽ پنهنجي والد جي

ولادت ياد ڪري سندن دل مبارڪ مڪه مڪرمه جي لاءِ مشتاق ٿي تڏهن هيءَ آيت نازل ٿي (۱) "قُلْ رَبِّيَ اعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" فرمائي ته: منهنجو رب ان کي وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي جنهن هدايت آندي ۽ ان کي به وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي جيڪو کليل گمراهي ۾ آهي "هدايت آڻيندڙ" مان مراد نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام آهي ۽ "کليل گمراهي" ۾ هوندڙن مان مراد مشرڪ آهن (۲) مطلب ته الله هر هڪ کي وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي ۽ اهوئي پنهنجي حبيب عليه الصلوة والسلام کي سندن محبوب شهر فتح ڪري ڏيڻ جو وعدو ڪري رهيو آهي. مڪه مڪرمه کي فتح ڪرڻ سان اهو وعدو پورو ٿيو ۽ حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن جو معجزو ظاهر ٿيو. (۳) "وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ۚ ذَٰلِكَ أَوْهَانٌ آمِدٌ نَّ تِي رَكِي تَه اَوْهَان ڏانهن ڪتاب لائو ويندو مگر تنهنجي رب جي طرفان رحمت ٿي پوءِ ڪافرن جو هرگز پٺڀرائي ڪندڙ نه ٿي. مطلب ته ظاهري اسباب جي لحاظ سان اوهان کي قرآن ڪريم جي نزول جي اميد نه هئي صرف الله جل شانہ جي رحمت سان نه صرف اميد پريقين هو ڇو ته اوهان کي نبوت نه حضرت هارون علي نبينا وعليه الصلوة والسلام وانگر ڪنهن جي دعا سان ملي نه حضرت يحيىٰ ۽ سليمان علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام وانگر ورثي طور ملي ان جي ڪري هن آيت مان اها مراد نه آهي ته پاڻ پنهنجي نبوت کان بي خبر هئا ڪين ننڍي هوندي ئي وڻ ۽ پٿر يار رسول الله سان سلام ڪندا هئا بحيره راهب ننڍي هوندي ڪين ڏسي سندن نبوت جي شاهدي ڏني هئي سندن ارشاد آهي ته: مان تڏهن نبي هوس جڏهن آدم مٽيءَ ۾ ڳوهيل هو (۴) عبدالماجد دريابادي صاحب لکيو آهي ته: آيت ۾ انهن ماڻهن جي ترديد آهي جيڪي چوندا هئا ته پاڻ محنت ۽ ڪوشش کان پوءِ نبوت جي درجي تي فائز ٿيڻ جي دعويٰ ڪئي اٿن (۵) "وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آلِيَتِ اللّٰهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ" ۽ توکي ان کان پوءِ جو تو ڏانهن الله جون آيتون نازل ڪيون ويون آهن انهن کان هرگز نه روڪين ۽ پنهنجي رب ڏانهن سڏيندو ره ۽ مشرڪين مان هرگز نه ٿي ۽ يعني دين جي ڪم ۾ قوم وغيره جي ڪري رڪاوٽ نه وجهو ۽ انهن کي به پنهنجي پالڻهار جي دين ڏانهن سڏيندا رهو ۽ مشرڪن مان هرگز نه ٿيو. هن ۾ خطاب نبي پاڪ عليه الصلوة

(۱) المراغی ص ۵۶ - جزء ۲۰ جلد ۷ (۲) المظہری ص ۱۹۲ - جلد ۷ (۳) حقانی

ص ۱۷، جلد ۶ (۴) نورالعرفان ص ۲۳۱، (۵) حاشیه دریابادی ص ۷۹۹،

والسلام سان آهي پر ان مان مراد ٻين کي سمجھائڻ آهي. (١) کاشفيءَ فرمايو ته: هنن آيتن ۾ خطاب نبي پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام جن سان آهي پر انهن مان مراد سندن امت آهي ۽ نبي پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام کي مخاطب ڪرڻ مان اهو فائدو هو ته ڪافر سندن ذات ۾ ڪا به اهڙي اميد ۽ آسرو نه رکن (٢) ”وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ“ سڄي معبود سان گڏ ٻئي (باطل) معبود جي عبادت نه ڪر ان کان سواءِ ڪو به عبادت جو لائق ناهي مطلب هڪ الله ئي سڄو معبود آهي ان کان سواءِ ڪنهن جي به عبادت نه ڪر ۽ سيد تاج محمود امروٽي ترجمي ۾ لکيو آهي ”۽ الله سان گڏ ٻئي ڪنهن کي معبود (سمجهي) نه سڏ. (٣) هن معنيٰ سان به سڀ شڪ شبها ختم ٿي ويا. مطلب اهو ٿيو الله جل شانہ جي پيارن کي سڏڻ جائز آهي ڇو ته انهن کي ڪو به مسلمان معبود سمجهي نه ٿو سڏي بلڪ وسيلو حصول رحمت جو ذريعو ۽ الله جل شانہ جو مقبول ٻانهو سمجهي سڏي ٿو ۽ اهو نه شرڪ آهي نه ڪفر ”كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ ان جي ذات کان سواءِ هر شيءِ فنا ٿيندڙ آهي ان جو ئي حڪم آهي ۽ ان ڏانهن ئي موٽايا ويندو. مطلب ته هر شيءِ کي ان جي هڪ پاڪ ذات کان سواءِ فنا ٿيڻو آهي ۽ ان جو ئي حڪم اصل آهي تڪويني هجي يا تشريعي ٻيا جيڪي به حاڪم آهن سي به ان ئي بنايا آهن ۽ بعض سلف جو قول آهي ته ان مان مراد آهي ته: سڀ ڪم مٽجڻ وارا آهن مگر جيڪو ڪم خالص الله جل شانہ جي لاءِ ڪيو وڃي ٿو اهو فنا نه ٿو ٿئي والله اعلم. (٤)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

- ع ١- ”لَرَّادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ“ (البت اوهان کي اوهان جي موٽڻ واري جاءِ ڏانهن موٽائيندو) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ حضور عليه الصلوٰۃ والسلام جن کي اهو غيب جو علم ڏنو هو ته: اوهان وري واپس مڪه مڪرمه ۾ ايندا. اهڙي مراد ابوبڪر بن جابر جزائري جي تفسير مان به واضح ٿئي ٿي. (٥)
- ع ٢- ”فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ“ (پوءِ ڪافرن جو هرگز مددگار نه ٿجان) مان واضح ٿيو ته مومن يادين جي مقابلي ۾ ڪافرن جي مدد ڪرڻ بالڪل حرام آهي پر

(١) حاشيه عثمانيه ص ٥٢٧ (٢) روح البيان ص ٤٤٣ جلد ٦ (٣) ترجمي امروٽي

ص ٤٧٧ (٤) حاشيه عثمانيه ص ٥٢٧ (٥) ايسرالتفسير ص ٤٢٨ جلد ٣

جيڪڏهن ڪنهن به نموني سان ڪافرن جي تائيد يا تقويت ٿئي ٿي ته ان کان به ڪنارو ڪجي ڇو ته ڪافر وري به ڪافر آهي اهو مسلمانن جو خير خواه نه ٿيندو.

ع ٣ مفسرن لکيو آهي ته: جيڪو ”اِنَّ الَّذِي“ کان ”اِلَى مَعَادٍ“ تائين آيت مبارڪ جا الفاظ پڙهي سفر ۾ نڪرندو اهو انشاء الله تعاليٰ سلامتيءَ سان موٽي گهر ايندو. ان کي هر مسافر پنهنجو معمول بنائي ته پلو آهي. (١) الحمد لله جو اڄ پنهنجي گهر ۾ صبح جو پوئين يارهين بجي اڱاري جي ڏينهن بمورخه ٢٧ الربيع الثاني ١٤٢٣ هـ الموافق ٢٠٠٢، ٧، ٩ ع تي سورة القصص جو تفسير لکي پورو ڪيم. دعا آهي ته رب العزة جل شانہ باقي رهيل تفسير به پنهنجي خاص فضل و ڪرم ۽ پنهنجي محبوب ڪريم عليه الصلوة والسلام جي نظر ڪرم سان جلد از جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين يا الله العالمين.

دعا جو طالب

الفقيه محمد ادریس الداهري

النقشبندی عفی عنه



سورة العنكبوت جوتعارف

هن پياري سورت جي تعارف ۾ هي ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ نهايت اهم آهن.

نالو مبارڪ

هن سورة مبارڪه جو نالو ”سورة العنكبوت“ آهي جيڪو هن جي آيت ٤١هـ ۾ ذڪر ڪيل آهي ”كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتٍ“ ان نالي سان سڏڻ جو مطلب آهي ته هن ۾ اهو لفظ مذكور آهي.

رڪوعن، ڪلمن آيتن ۽ حرفن جو تعداد

هن ۾ ست رڪوع، اوڻهتر (٦٩) آيتون، نوسو اسي (٩٨٠) ڪلما ۽ چار هزار هڪ سو پنجهٺ (٤١٦٥) حرف آهن. (١)

مڪيه آهي يا مدينه؟

ابن الضريس، نحاس، ابن مردويه ۽ الدلائل ۾ بيهقيءَ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان ۽ ابن مردويه حضرت عبدالله بن زبير رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته: هيءَ سورت مڪه (مڪرمه) ۾ نازل ٿي هئي. (٢)

نزول جو زمانو

هن سورت جي آيت ٤١هـ کان آيت ٦٠هـ تائين آيتن مان واضح ٿئي ٿو ته هيءَ سورت حبش ڏانهن هجرت ڪرڻ کان ڪجهه وقت پهريان نازل ٿي هئي ۽ باقي مضمونن جي تقاضا به اها شاهدي ڏئي رهي آهي ڇو ته پس منظر ۾ ان زماني جا حالات جهلڪيون ڏيندي نظر اچن ٿا.

مضمون

هن سورة کي مطالعه ڪرڻ سان هي مضمون معلوم ٿين ٿا. ١: نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي توحيد واري دعوت ٻڌي مڪه مڪرمه جا رهاڪو مشرڪ باهم بنجي ويا هئا ۽ انهن اسلام جي شمع کي وسائڻ جو پڪو پهم ڪيو هو ۽ جيڪي سليم طبع انسان ڪفر ۽ شرڪ جي خرابين کان دل برداشتہ حق جي حسن کان مخمور ٿي حبيب پاڪ عليه الصلوة والسلام جي دامن ۾ پناهه وٺي چڪا هئا. ڪافرن

انهن تي ظلم ۽ ستم جي انتها ڪري ڇڏي هئي بعضي ماڻهو اسلام جي صداقت جا نه معترف هئا پر انهن ظالمن جي ظلم کي برداشت ڪرڻ جي انهن ۾ همت نه هئي ان جي ڪري ان حالات ۾ پنهنجي قسمت کي اسلام سان وابسته ڪرڻ کي عقلمندي تصور نه ڪندا هئا ۽ ڪي اهڙا ماڻهو به هئا جن اسلام قبول ڪيو هو پر مصيبتن ۽ ايڏائڻ جي ڊپ کان ظاهر نه ٿيندا هئا هن سورت ۾ انهن سڀني ماڻهن کي ٻڌايو ويو آهي ته الله جي بارگاهه ۾ صرف اهي ماڻهو سرفراز هوندا آهن جيڪي آزمائش جي ڏکي گهڙيءَ ۾ ثابت قدم رهندي امتحان ۾ ڪامياب ٿيندا آهن اهڙا ماڻهو جيڪي زبان سان اسلام جي دعويٰ ڪندا آهن ۽ ايمان جو دم هڻندا آهن پر آزمائش جي ميدان ۾ صبر ۽ استقامت جو مظاهرو نه ٿا ڪري سگهن اهي قطعاً توجهه جي قابل ناهن الله جل شانہ جي اها ئي سنت ۽ طريقو آهي جنهن تي ان اهل اسلام کي پهريان به آزمايو آهي ۽ قيامت تائين آزمائيندو رهندو ۲: مڪه مڪرمه ۾ رهندڙ ڪافرن کي پنهنجن باطل معبودن تي وڏو غرور هو اهو سمجهندا هئا ته جڏهن ايترا باطل معبود اسان جي مدد لاءِ موجود آهن ته اسان کي (حضرت) محمد (صلى الله عليه وسلم) جي هڪ الله کان ڊڄڻ جي گهڙي ضرورت آهي؟ ان کان سواءِ انهن وٽ مادي وسيلن جي به ڪا ڪمي نه هئي اهي ڪعبه جا متولي ۽ خدمتگار هئا ٻيا سڀ قبيلا انهن جي دل سان عزت ڪندا هئا ۽ ڪنهن به هنگامي موقع تي انهن جي صرف اشاري تي اهي تلوارون کڻي ميدان ۾ اچڻ جي لاءِ تيار هئا شجاعت، مڙسي ۽ جنگي مهارت ۾ به اهي پنهنجو مٿ ڀاڻ هئا انهن حالتن جي پيش نظر انهن کي پنهنجي مستقبل جي باري ۾ ڪا به تشويع نه هئي اهي اهو چوندا هئا ته سندن قلعو ايترو مستحڪم ۽ مضبوط آهي جو ان تي ڪا به ڪاهه ۽ حملو ڪارگر ثابت نه ٿيندو. الله جل شانہ پنهنجي حبيب عليه الصلوة والسلام کي فرمايو آهي ته: اي حبيب! (عليه الصلوة والسلام) انهن جا اهي سڀ سهارا ڪورئڙي جي چار وانگر آهن جيڪو نهايت ڪمزور آهي ۽ جيڪو اهڙي ڪمزور گهر ۾ رهي الهی قهر ۽ غضب کي دعوت ڏي ان کان وڌيڪ نادان ۽ احمق ڪير آهي؟

ع ۳: ان کان پوءِ توحيد جا دلائل بيان ڪيا ويا آهن جيڪي آسان ۽ جلد سمجهه ۾ اچڻ سان گڏ ايترا اثرائتا آهن جو هڪدم دل تي نقش ٿي وڃن ٿا پر انهن مان فائدو اهو وٺي ٿو جنهن جي دل ۾ حق جي طلب هجي ۽ جنهنجي اکين تي تعصب جي پٽي پڌل نه هجي.

ع ٤٠ آخر ۾ ”وَالَّذِينَ جَاءُوا فِينَا“ (جن اسان جي وات ۾ جهاد ڪيو) فرمائي هن مشڪل وات جي مسافرن جي تسڪين ۽ حوصله افزائي جي انتها ڪئي وئي آهي جنهن مان معلوم ٿئي ٿو ته: الله جل شانہ واقعي بنده پرور ۽ ذره نواز آهي اهو پنهنجن چاهيندڙن کي ڪڏهن اڪيلو نه ٿو ڇڏي.

اڳيئن سورت سان تعلق ۽ مناسبت

اڳيئن سورت ۾ فرعون جي طرفان بني اسرائيل کي قتل ڪرڻ ۽ غلاميءَ ۾ رکڻ جو ذڪر هو ۽ هن ۾ مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن جي طرفان مومنن کي قتل ڪرڻ ۽ عذابن ڏيڻ تي صبر ڪرڻ ۽ کين نيٺ ڪامياب ٿيڻ جي تسلي ڏيڻ جو ذڪر ڪيو ويو آهي ۽ اڳيئن سورة جي آخري رکوع ۾ حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جي هجرت جو اشارو ”لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ“ ذڪر هو ۽ هن جي آخر ۾ مومنن جي هجرت ”إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ“ (بلاشڪ منهنجي زمين ڪشادي آهي) جو بيان آهي. (١)

فضيلت

هن سورة مبارڪ کي عامل بزرگ وظيفي طور پڙهي مرادون ماڻيندا آهن جيڪڏهن ڪو ماڻهو ڪنهن غم ۾ مبتلا آهي ته هن سورة کي ٧ ڀيرا پڙهڻ سان غم لهي ويندو ۽ جيڪڏهن مشڪ ۽ زعفران سان لکي پاڪائي صفائي ۽ سنائيءَ سان پاڻ سان گڏ رکندو ته ڪئين پلايون حاصل ڪندو.



وَهِيَ تِسْعٌ وَسِتُّونَ آيَةً	سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ	وَسَبْعُ رُكُوعَاتٍ
۽ اها اوٿتر آيتون	سورة عنكبوت مكيه آهي	۽ ست ركوع آهي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪيان تو جيڪو گهڻو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي.

الْم (١) أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (٢)

الف، لام، ميم، چا پانيو آهي ماڻهن هيئن ته ڇڏيا ويندا جو چون ته ايمان آندواسان ۽ اهي نه آزمايا ويندا

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ

۽ البت تحقيق پر ڪيوسون انهن کي جيڪي گذريا اڳي انهن کان پوءِ البت ضرور ڏسندو الله

الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَذِبِينَ (٣) أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ

انهن کي جيڪي سچا ٿيا ۽ البت ضرور ڏسندو ڪوڙن کي چا خيال ڪن ٿا اهي جيڪي ڪن ٿا

السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (٤) مَنْ كَانَ

بيچڙا ڪم هي ته اڳتي نڪري ويندا اسان کان برو آهي اهو جيڪو فيصلو ڪن ٿا جيڪو اميد رکي

يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (٥)

تو الله سان ملڻ جي پوءِ بيشڪ الله جي (ملاقات جو) وقت البت اچڻ وارو آهي ۽ اهوئي ٻڌندڙ ڄاڻندڙ آهي

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ

۽ جيڪو ڪوشش ڪري ٿو پوءِ رڳو جهاد ڪري ٿو پنهنجي سر لاءِ بيشڪ الله البت

عَنِ الْعَالَمِينَ (٦) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ

بي پرواهه آهي جهانن کان ۽ اهي پناهجن ايمان آندو ۽ ڪيائون صالح عمل البت ضرور مڻينداسون

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (٧)

انهن کان بيچڙايون انهن جون ۽ البت ضرور بدلو ڏينداسون انهن کي تمام سهڻو ان جو جيڪي ڪندا هئا

تفسير

اڳين سورت ۾ ”وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ“ (۱) پنهنجي رب ڏانهن سڏ) جو حڪم هو ۽ ظاهر آهي ته ان سڏ تي تڪليفون ۽ ايڏا ملندا ته هن سورت ۾ ٻڌايو ويو آهي ته اهي ايڏا امتحان ۽ پرڪ آهن ۽ اوهان ائين نه سمجهو ته اوهان تي پرڪ نه ايندي اها اڳين تي به آئي هئي (۱) فرمان الهي آهي ”أَلَمْ“ الف، لام، ميم، جمهور مفسرن لکيو آهي ته اهي مقطعات حروف آهن ڪنهن حڪمت خاطر ذڪر ڪيل آهن ۽ حضرت مخدوم نوح هالائي عليه الرحمة ان جو ترجمو لکيو آهي مان الله آهيان جيڪو هر شيءِ ڄاڻان ٿو (۲) (والله اعلم) ”أَحْسِبِ النَّاسَ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ“ ڇا ماڻهو خيال ڪن ٿا ته اهي (صرف) اسان ايمان آندو آهي ڇوڻ سان ڇڻي ويندا ۽ اهي نه آزمايا ويندا.

شان نزول

هن آيت جي شان نزول ۾ ٽي قول آهن ۱: ته جڏهن هجرت جو حڪم نازل ٿيو ته جيڪي مسلمان هجرت ڪري مدينه منوره ۾ پهتا هئا انهن مڪه مڪرمه ۾ رهندڙن مسلمانن پائرن کي لکيو ته: جيستائين هجرت ڪري نه ايندو تيستائين اوهان جو اسلام قبول ناهي پوءِ اهي مدينه منوره ڏانهن نڪتا پر مڪه مڪرمه جا رهاڪو مشرڪ انهن کي وات ۾ اچي پهتا ۽ کين مجبور ڪري موتائي وٺي ويا. الله جل شانها انهن جي باري ۾ هن سورت جون پهريون ڏهه آيتون نازل ڪيون مدينه منوره وارن انهن کي لکي ٻڌايو ته اوهان جي متعلق هي آيتون نازل ٿيون آهن مڪه مڪرمه وارن کين چورائي موڪليو ته اسين هجرت ڪري نڪرون ٿا جيڪڏهن ڪنهن اسان کي روڪيو ته ان سان ويڙهه ڪنداسون پوءِ نڪتا ته ڪافر سندن پويان پيا ۽ هنن به انهن سان ويڙهه ڪئي ڪي شهيد ٿي ويا ته ڪي بچي ويا الله عزوجل انهن جي باري ۾ هي آيتون نازل ڪيون.

ع ۲: ته اهي آيتون حضرت عمار بن ياسر جي متعلق نازل ٿيون جنهن کي مختلف نموني عذاب ڪيو ويندو هو.

ع ۳: اهي آيتون حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه جي آزاد ڪيل غلام مهجع جي حق ۾ نازل ٿيون جيڪو بدر جي جنگ ۾ شهيد ٿيو هو ۽ سندس والدين ۽

(۱) المراغي ص ۱۱۰ جزء ۲۰ جلد ۷ (۲) ترجمه فارسي از حضرت مخدوم نوح ص ۳۹۷

گهرواريء اها خبر ٻڌي بي صبري ڪئي هئي (١) مطلب هي آهي ته صرف ائين چوڻ ته اسان ايمان آندو چوڻڪاري لاءِ ڪافي ناهي جيڪو ائين چوندو اهو امتحانن لاءِ به تيار رهي بغير امتحان، آزمائش ۽ پرک جي دعوى ثابت نه ٿيندي ”وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ ۽ البت تحقيق اسان انهن کي آزمايو هو جيڪي انهن کان اڳي هئا مطلب ته اهو پرک ۽ آزمائش جو سلسلو شروع کان هلندو پيو اچي نئون ناهي جو ڪير پريشان ٿئي ”فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ“ پوءِ البت ضرور الله انهن کي ڏسندو جيڪي سچا (ثابت) ٿيا ۽ البت ضرور الله ڪوڙن کي به ڏسندو. هتي ”يَعْلَمَنَّ“ علم مان ورتل آهي پر ان مان مراد آهي ظاهر ڪري دنيا جي اڳيان پيش ڪرڻ ۽ ڏسڻ ڇو ته الله جل شاناه جو علم قديم آهي اهو بي علم نه آهي جو پوءِ ڄاڻندو. علامه پاني پتي لکيو آهي ته: الله ازل کان عالم آهي ۽ آيت جي معنيٰ آهي ته امتحان سان سچن ۽ ڪوڙن جي خبر پوندي ۽ ان وقت جيڪو سندس ازلي علم آهي ان جو ان سان تعلق ظاهر ٿيندو پاڻ به ڏسي پيو ڏسندو ۽ دنيا به ڏسندي ۽ هڪ قول آهي ته الله سچن ۽ ڪوڙن کي ظاهر ڪندو تان جو جيڪو سندس علم ۾ هو اهو وجود ۾ ايندو ۽ مقاتل جو قول آهي ته (دنيا کي) ڏيکاريندو. ۽ هڪ قول آهي ته پلیدن کي پاڪن کان جدا ڪندو (٢) ”أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ“ ڇا اهي شخص جيڪي برايون ڪن ٿا هيئن خيال ڪن ٿا ته اسان کان اڳتي نڪري ويندا؟ اهو جيڪو فيصلو ڪن ٿا نهايت برو آهي. پهريون به آيتون مسلمانن جي متعلق هيون جيڪي ڪافرن جي ايڏائين ۾ گرفتار هئا ۽ هي آيت انهن ڪافرن جي متعلق آهي جيڪي مسلمانن کي ايڏائيندا رهندا هئا (٣) مطلب ته مومنن جي امتحانن کي ڏسي ڪافر ائين نه سمجهن ته اسين مزي سان ظلم ڪندا رهنداسين ۽ اسان کي ڪجهه به نه ٿيندو اهي اسان کان بچي ڪيڏانهن ويندا جيڪا سخت سزا انهن کي ملڻ واري آهي ان جي اڳيان مسلمانن کي امتحان طور ملڻ واري سختي ڪجهه به ناهي، جيڪڏهن هن وقت جي عارضي مهلت سان انهن هيءَ راءِ قائم ڪئي آهي ته اسين هميشه ائين هونداسون ۽ سزا ملڻ جي لاءِ اسين الله جل شاناه کان ڪيڏانهن نڪري وينداسون ته اهو سندن فيصلو بالڪل غلط ۽ بيزو آهي. ”مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنْ أَجَلَ اللَّهُ لَاحَةً وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“ جيڪو الله جي ملڻ جي اميد رکي ٿو پوءِ يقيناً الله جو مقرر ڪيل وقت ضرور ايندڙ آهي ۽ اهو ئي ٻڌندڙ، ڄاڻندڙ آهي يعني جيڪو شخص ان جي ڪري سختيون سهي ٿو ته الله راضي ٿئي ۽ ان جي دیدار جو اميدوار آهي ان کي يقين رکڻ گهرجي ته اهو مقرر ڪيل وقت اچي رهيو آهي ضرور ايندو ۽ کيس اهي دیدار واريون

(١) زاد المسير ص ٢٥٤ جلد ٦ (٢) المظهر ص ١٩٦ جلد ٧ (٣) موضح القرآن ص ٦٥٨

دولتون به ضرور نصيب ٿينديون. ڇو ته الله جي وعدي کي ڪير به ڦيرائي نه سگهندو. اهو هر ڳالهه ٻڌندڙ ۽ هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي ڪنهن جي به محنت ضايع نه ڪندو ”وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ“ ۽ جنهن ڪوشش ڪئي پوءِ اهو پنهنجي لاءِ تو ڪوشش ڪري بلاشڪ الله سڀني جهانن کان بي پرواهه آهي مطلب ته الله جل شانہ کي ڪنهن جي عبادت ڪرڻ جي ڪري نفعو ناهي بي فرمائي ڪرڻ جي ڪري نقصان ناهي اهو هر طرح بي پرواهه آهي جيڪڏهن ڪو ان جي عبادت ۽ اطاعت ۾ ڪوشش ڪندو ته ان جو فائدو ان کي ملندو اهو سڀ ڪجهه پنهنجي لاءِ ڪري رهيو آهي الله جل شانہ سڀني جهانن کان غني بي پرواهه آهي عبادت ڪري ڪو به ان تي احسان نه ٿو ڪري ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ“ ۽ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا اسين انهن کان انهن جا ڪيل بچڙا عمل ضرور مٽائينداسون ۽ اهي جيڪي صالح عمل ڪندا هئا انهن جو تمام سهڻو بدلو ڏينداسون. مطلب ته سڀني جهانن کان بي پرواهه ۽ بي نياز هجڻ جي باوجود پنهنجي رحمت ۽ شفقت سان اوهان کي اوهان جي ڪيل محنت جو سهڻو بدلو ڏينداسون.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١- ”وَهُمْ لَا يَفْتَنُونَ“ (۽ اهي نه آزمايا ويندا) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ پنهنجن بانهن کي آزمائيندو آهي جيئن اڪثر انبياء ۽ نبي پاڪ عليهم الصلوة والسلام ۽ اصحاب ڪرام کي آزمايو ويو.

ع ٢- ”فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا“ (پوءِ البت الله انهن کي ڏسندو جيڪي سچا (ثابت) ٿيا) مان مراد اها ناهي ته ڪو معاذالله الله اول انهن کان بي خبر آهي پر ان مان مراد آهي ته الله جل شانہ جن ماڻهن جي سچ ۽ ڪوڙ کي پنهنجي ازلي، قديم علم سان ڄاڻي ٿو ان کي عالم واقع ۾ ظاهر ٿيندي ڏسي (١) ۽ بعض مفسرن ان جي مراد لکي آهي ته: انهن امتحانن سان مخلص ۽ غير مخلص ۾ ضرور امتياز پيدا ٿيندو ڇو ته مخلصن سان گڏ غير مخلصن جو ميل جول ڪڏهن ڪڏهن وڌو نقصان ڏيندو آهي.

ع ٣- ”لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ“ (البت ضرور انهن کان انهن جا ڪيل بچڙا عمل مٽائينداسون) سان واضح ٿيو ته نيڪ عملن جي ڪري بچڙا عمل مٽجي ويندا آهن ۽ اهڙي طرح بعض گناهن جي ڪري نيڪيون ختم ٿي وينديون آهن، جيئن حضور پاڪ

عليه الصلوة والسلام جي اڳيان بلند آواز ڪرڻ وارن جي لاءِ حڪم آيو ”أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ“ (١) اوهان جا عمل ڪري چٽ ٿي ويندا ۽ اوهان کي سمجهه ۾ ئي نه ايندو.

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ

۽ حڪم ڪيوسون انسان کي پنهنجي پيءُ ۽ ماءُ سان چڱائي جو ۽ جيڪڏهن ڪوشش ڪن توکي

لِتَشْرِكَ بِئِ مَالِيسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

تانت شريڪ ڪرين مون سان اهو جو ناهي توکي ان جي ڄاڻ پوءِ نه چيو مڃ انهن ٻنهي جو

إِلَىٰ مَرْجِعُكُمْ فَأَنِيبْكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (٨) وَالَّذِينَ آمَنُوا

مون ڏانهن آهي موٽڻ اوهان جو پوءِ خبر ڏيندس اوهان کي ان جي جيڪو ڪندا هيو ۽ جن ايمان آندو

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ (٩)

۽ ڪيائون صالح عمل البت ضرور داخل ڪنداسون انهن کي صالحن ۾

تفسير

اڳين آيتن ۾ بيان ٿيو ته صالح عمل سان برايون بدلجي نيڪيون لکيون وينديون آهن ۽ هنن آيتن ۾ هڪ خاص صالح عمل والدين سان پلائي ڪرڻ جو ذڪر ٿي رهيو آهي ڇو ته اهي انسان جي وجود جو ذريعو آهن. فرمان مبارڪ آهي ”وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا“ ۽ اسان انسان کي پيءُ ۽ ماءُ سان چڱائي جو امر ڪيو آهي ”وَصَّيْنَا“ وصيت مان ورتل آهي. وصيت جي معنيٰ ڪنهن شخص کي ڪنهن ڪم ڏانهن سڏڻ آهي جڏهن اهو نصيحت ۽ خير خواهيءَ تي مبني هجي (٢) هتي مراد واضح آهي ته الله حل شانہ انسان کي هي حڪم فرمايو آهي ته والدين جي عزت، احترام ڪرڻ سان گڏ انهن سان سهڻو سلوڪ رکي. ”وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتَشْرِكَ بِئِ مَالِيسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا“ ۽ جيڪڏهن توکي ڪوشش ڪن ته تون مون سان ان کي شريڪ بناءِ جنهن جو توکي ڪو به علم ناهي ته پوءِ انهن جو چيو نه مڃ.

شان نزول

مفسرن سڳورن لکيو آهي ته جڏهن حضرت سعد بن وقاص زهري رضي الله عنه مسلمان ٿيو ۽ سابقين، اولين مان ۽ ماء سان ڀلائي ڪندڙ هو ته سندس ماءُ حمنة بنت ابي سفيان کيس چيو ته: هي ڪهڙو نئون دين آهي جيڪو تو قبول ڪيو آهي. مان قسم تي ڪٿان ته جيڪڏهن تون ان کان نه موٽنديين ته مان مرڻ تائين نه کائينديس ۽ نه پيئنديس پوءِ ساري دنيا وارا جيستائين دنيا آهي تنهنجي مذمت ۽ عجب بيان ڪندا رهندا ته ماءُ کي مرندي ڏسي به نه مڙيو پوءِ ان به ڏينهن ۽ ٻه راتيون نه کاڌو نه پيتو ته نهايت ڪمزور ٿي وئي. حضرت سعد رضي الله عنه مٿان بيهي چيس ته: امان! جيڪڏهن تو وٽ سو ساهه هجن ۽ هڪ هڪ ڪندي ڏيندي وڃين ته به مان پنهنجو دين نه ڇڏيندس، هاڻي تنهنجي مرضي آهي کائين يا نه کائين جڏهن نااميد ٿي ته کاڌو کاڌائين. ۽ الله هيءَ آيت لاهي. والدين سان ڀلائي ۽ احسان ڪرڻ جو حڪم فرمايو (١) مطلب ته والدين جي عزت ۽ احترام ڪرڻ ضروري آهي پر جيڪڏهن اهي شرڪ يا ڪو به ناجائز ڪم چون ته انهن جو چوڻ نه مڃبو وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۽ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا اسين انهن کي صالحن ۾ ضرور داخل ڪنداسون. مطلب ته جيڪي صلاحيت جي نهايت ۽ اعلى مقام تي فائز ٿيندا انهن کي صالحن سان گڏ جنت ۾ داخل ڪنداسون. (٢)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿيا.

- ١- فَلَا تَطْغَوْا (پوءِ انهن جو چيو نه مڃ) مان واضح ٿيو ته: والدين جيڪڏهن ڪو شريعت جي خلاف ڪم چون ته انهن جو چوڻ نه وٺيو ۽ جڏهن انهن جو چوڻ نه وٺيو ته باقي ڪير آهي؟ جنهن جي ڪري شريعت جي خلاف ورزي ڪجي.
- ٢- لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ (اسين ضرور انهن کي صالحن ۾ داخل ڪنداسون) الصالحين مان مراد انبياء عليهم السلام ۽ اولياء عظام آهن. مذڪوره صفات وارا انسان انهن سان گڏ جنت ۾ هوندا.

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ

۽ ماڻهن مان ڪو اهو آهي جيڪو چوي ٿو ايمان آندوسون الله تي پوءِ جڏهن ايذاء ڏنو ويو

فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةً لِلنَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِن

الله جي (وات) ۾ ته ڪيائين ماڻهن جي ايذاء ڪي الله جي عذاب وانگر ۽ البت جيڪڏهن

جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولَنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللَّهُ

ايندي مدد تنهنجي رب وٽان ته البت ضرور چوندا آهن بلاشڪ اسين هئاسون اوهان سان گڏ ڇا ناهي

بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ (١٠) وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ

الله وڌيڪ ڄاڻندڙ ان کي جيڪو جهانن جي سينن ۾ آهي ۽ البت ضرور ظاهر ڪندو انهن کي جن

آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ (١١) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

ايمان آندو ۽ البت ضرور ظاهر ڪندو منافقن کي ۽ چيو انهن جن ڪفر ڪيو انهن لاءِ جن ايمان آندو

اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ ۖ وَمَاهُمْ بِحَامِلِينَ

ته تابعداري ڪيو اسان جي وات جي ۽ تانت ڪئون اسين گناهه اوهان جا حالانڪ ناهن اهي ڪٽندڙ

مِّنْ خَطِيئَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ (١٢) وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ

گناهه انهن جي مان ڪا شيءِ بلاشڪ اهي البت ڪوڙا آهن ۽ البت ضرور ڪٽندا ڳرا (گناهه) پنهنجا

وَأَتَقَا لَامَعَ أَثْقَالَهُمْ ۖ وَلَيْسَلَنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

۽ ڳرا بار گڏ ڳرن ٻارن پنهنجي ۽ البت ضرور پڇا ڪيا ويندا قيامت جي ڏينهن

عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (١٣)

تفسير

ان جو جيڪي هٿ سان ٺاهيندا هئا

اڳئين آيت ۾ ايمان وارن کي صالحن سان گڏ جنت ۾ داخل ڪرڻ جو بيان هو ۽ هتي انهن ايمان وارن جو بيان آهي جن کي ايمان آڻڻ جي ڪري ايذاء ڏنا ويا ارشاد مبارڪ آهي ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةً لِلنَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ“ ۽ ماڻهن مان ڪو اهو آهي جيڪو چوي ٿو ته اسان الله تي ايمان آندو پوءِ جڏهن الله جي وات ۾ ايذايو ويو ته ماڻهن جي ايذاڻن کي الله جي عذاب وانگر ڪيائين.

شان نزول

مفسرن پلارن لکيو آهي ته هيءَ آيت عياش بن ابي ربيعه جي باري ۾ نازل ٿي هئي جنهن اسلام آڻي هجرت به ڪئي هئي. پوءِ جڏهن کيس ايذاء مليا ته ظاهر ۾ هتي ويو ۽ پوءِ وري کلي اسلام جو اعلان ڪري سهڻي نموني ايمان تي رهيو (١) آيت جو مطلب هي آهي ته: جيڪي ماڻهو اسلام جي پاڪيزه تعليمات کان متاثر ٿي اسلام قبول ڪندا آهن ۽ سمجهندا آهن ته هي رستو سولو آهي هن ۾ ڪا به تڪليف ناهي پر سندن توقع جي خلاف جڏهن مٿن تڪليفون ۽ مصيبتون اچن ٿيون ته ان وقت اهي پنهنجي بچاءَ لاءِ اسلام کان پنهنجا تعلقات ٽوڙي ٿا وهن انهن کي متنبه ڪيو ويو آهي ته: اهي دنياوي تڪليفن کي الله جي عذاب وانگر نه سمجهن الله جل شانہ جو عذاب تمام سخت آهي. انهن کي گهرجي ته اهي حضرت بلال، سلمان ۽ صهيب وانگر عشق جي ميدان کي ملهائي ڏيکارين ”وَلَّيْنِ جَاءَ نَصْرُ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ“ ۽ البت جيڪڏهن تنهنجي رب جي طرفان مدد ايندي ته البت ضرور چوندا ته يقيناً اسين اوهان سان گڏ هئاسون. مطلب ته جيڪڏهن مسلمانن جي ڪا ڪاميابي وغيره ڏسندا ته پوءِ چوندا ته يقيناً اسين به اوهان سان گڏ هئاسون ۽ هاڻي به اوهان جا مسلمان پائر آهيون ”أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ“ ڇا الله اهي ڳالهيون جيڪي جهانن جي سينن ۾ آهن وڌيڪ ڄاڻندڙ ناهي؟ مطلب ته جيڪو ڪجهه هي چون ٿا الله اهو وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي ”وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ“ ۽ البت ضرور الله انهن کي ظاهر ڪندو جن ايمان آندو ۽ البت ضرور منافقن کي به ظاهر ڪندو يعني ان کي پهريان ئي معلوم ته آهي پر هاڻي اوهان جي اعمال ۽ افعال ذريعي سڀ ڳالهه کلي ظاهر ٿيندي ته ڪير پاڻ کي سچو مومن ثابت ڪري ٿو ۽ ڪير ڪوڙو؟

تنبيه

اهڙي قسم جي جاين ۾ ”لَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ“ جي معنيٰ ”ليرين الله“ ڪرڻ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان منقول آهي (٢) ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ“ ۽ جن ڪفر ڪيو انهن ايمان وارن کي چيو ته اسان جي واٽ جي

(١) المراغي ص ١١٨ - جزء ٢٠ جلد ٧ (٢) حاشيه عثمانيه ص ٥٦٩ هـ

اتباع ڪيو ۽ اسين اوهان جا گناه ڪٽنداسون مطلب ته ڪافر مسلمانن کي چوندا هئا ته اوهان اسلام ڇڏي اسان واري ڪفر تي اچو ۽ اسان جي وات تي هلو ته دنيا ۾ سڀني تڪليفن کان بچي ويندو ۽ جيڪڏهن ائين ڪرڻ ۾ گناهه ٿا سمجهو ته اهو گناهه اسين ڪٽنداسون اوهان کي ڪا به ڳڻتي ڪرڻ نه گهرجي ”وَمَا هُمْ بِخَمِلِينَ مَنْ خَطِيئَهُمْ مِّنْ شَيْءٍ“ ۽ اهي سندس گناهان مان ڪا به شيءِ ڪٽندڙ ناهن مطلب ته ڪافر مسلمانن کي هروڀرو ڌوڪو ڏئي چون پيا ته اسين اوهان جا گناهه ڪٽنداسون حالانڪ اهي پنهنجن سورن ۾ هوندا پنهنجو بار ئي نه کڻي سگهندا ته ٻين جا بار ڪهڙا ڪٽندا ”اَنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ“ بلاشڪ اهي البت ڪوڙا آهن ڪنهن جو به بار نه ڪٽندا نه کڻي سگهندا ”وَلِيَحْمِلْنَ اَثْقَالَهُمْ وَاثْقَا لَامَعَ اَثْقَالُهُمْ“ البت ضرور پنهنجا ڳرا (گناهه) ۽ پنهنجن ڳرن (گناهن) سان گڏ (پيا به) ڳرا بار ڪٽندا مطلب ته اهي پنهنجن گناهن جا بار به ڪٽندا جيڪي نهايت ڳرا هوندا ۽ انهن سان گڏ ٻين جا بار به ڪٽندا جن کي گمراهه ڪيو هوندائون ”وَلَيَسْئَلَنَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ“ ۽ البت قيامت جي ڏينهن انهن ڳالهين جي باري ۾ ضرور پڇا ڪيا ويندا جيڪي هت سان ٺاهيندا هئا يعني جيڪي هت جون ڳالهيون ٺاهي چون ٿا ته اسين اوهان جا گناهه ڪٽنداسون. اهو چوڻ خود گناهه آهي جنهن جي باري ۾ به پڇا ڪيا ويندا ۽ کين ان بهتان جي سزا به ملندي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿيا.

ع ۱ ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْآيَةُ“ مان واضح ٿيو ته ڪافرن جي طرفان اسلام جي رستي روڪڻ ۽ مسلمانن کي گمراه ڪرڻ جون مختلف تدبيرون هيون ڪڏهن زور ۽ زر سان ته ڪڏهن شڪ ۽ شبها پيدا ڪرڻ سان هن آيت ۾ به انهن جي هڪ تدبير ذڪر ڪيل آهي ته ڪافر مسلمانن کي چوندا هئا ته اوهان آخرت جي عذاب کان هروڀرو ٿا بچو ۽ اسان جي رستي تي نه ٿا هلو. ٻيلا اسين اوهان جو اهو عذاب ۽ گناهن جو بار پاڻ تي ٿا وسايون پوءِ ته اسان جي رستي تي هلو.

ع ۲ ”وَلَيَسْئَلَنَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ“ (۽ جيڪي ڳالهيون ٺاهيندا هئا انهن جي باري ۾ قيامت جي ڏينهن ضرور پڇا ڪيا ويندا) مان واضح ٿيو ته گناهن جي دعوت ڏيڻ وارو به گنهگار آهي جيڪو عذاب گناه ڪندڙ کي ٿيندو اهو ان کي به ٿيندو.

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا

۽ البت تحقيق موڪليو اسان نوح کي ان جي قوم ڏانهن پوءِ رهيو انهن ۾ هزار سال مگر پنجاه سال

فَاخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ (١٤) فَانجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ

پوءِ پڪڙيو انهن کي طوفان حالانڪ اهي ظلم ڪندڙ آهن پوءِ ڇڏايو اسان ان کي ۽ ٻيڙيءَ وارن کي

وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ (١٥)

۽ بنايو اسان ان کي نشاني جهانن جي لاءِ

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي طرفان مومنن کي ملندڙن ايڏائن جو ذڪر هو ۽ هتان کان سندن طرفان انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام کي ملندڙ ايڏائن جو بيان ٿي رهيو آهي. ارشاد الهي آهي ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا ۽ البت تحقيق اسان نوح کي سندس قوم ڏانهن موڪليو پوءِ انهن ۾ هڪ هزار سال رهيو مگر پنجاه سال (گهٽ) هتي نبين عليهم الصلوة والسلام جي بابي حضرت نوح علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي ذڪر سان شروعات ڪندي ٻڌايو ويو آهي ته ان پنهنجي قوم ۾ ساڍا نو سو سال رهي الله جل شانہ جي دين جي دعوت ڏني هئي رات ۽ ڏينهن کليل ۽ لڪل نموني کين سمجهايندو رهيو پر اهي کيس مڃڻ لاءِ تيار نه ٿيا رهندو سرڪشي ۽ عناد ۾ وڌي ويا تمام ٿورن ماڻهن کان سواءِ ڪنهن به ايمان نه آندو (١) ”فَاخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ“ پوءِ انهن کي طوفان ان حال ۾ پڪڙيو جو اهي ظالم هئا. يعني سندن بي فرماني، عناد (۽ سرڪشيءَ جي ڪري مذڪوره مدت کان پوءِ مٿن اهڙو طوفان آيو جو جيڪو ڪافر جتي هو اهو اتي تباه ٿيو ۽ اهو طوفان هڪ ڏينهن ۾ روع زمين تي گهمي آيو ۽ اهو سڀ ڪجهه ان جي ڪري هو جو وڏا ظالم ۽ ظلم تي هميشگي ڪندڙ هئا. ”وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ“ ۽ اسان ان کي جهانن جي لاءِ نشاني بنايو هو. يعني اها الله جي قدرت جي نشاني هئي. جنهن کي ڏسي سڀني عبرت ورتي هئي ۽ اهو هڪ دليل هو جنهن سان الله جل شانہ جي قدرت ڪامله ثابت ٿي (٢) فقيه ابواليث سمر قندي عليه الرحمة لکيو آهي ته

اها پيڙي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي ظهور جي قريبي دور تائين جو دي جبل تي موجود هئي ۽ حضرت نوح جي طرفان ۽ نبي پاڪ عليهما الصلوة والسلام جي هجرت شريفه جي وچ ۾ ٽي هزار نو سو چوهار (٣٩٧٤) سال هئا تفسير فتح الرحمان به ائين لکيو آهي ۽ روايت ۾ آيو آهي ته حضرت نوح جي بعثت چاليهن سالن جي عمر ۾ ٿي ۽ ساڍا نو سو (٩٥٠) سال پنهنجي قوم کي دين جي دعوت ڏنائين ۽ طوفان کان پوءِ سٺ (٦٠) سال دنيا تي رهيو تان جو ماڻهو گهڻا ٿيا. سندس سڀ عمر هڪ هزار ۽ پنجاه سال هئي ۽ اهو عمر ۾ سڀني نبين عليهم الصلوة والسلام کان وڏو هو. حضرت حسن بصري فرمايو آهي ته قيامت جي ڏينهن ثواب ۾ ماڻهن کان ڀلو وڏي عمر وارو مومن هوندو ۽ عبید بن خالد رضي الله عنه کان روايت آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن بن اصحابن ۾ پائي ڪرائي پوء انهن مان هڪ الله جل شانہ جي وات ۾ شهيد ڪيو ويو ۽ ٻيو ان کان هڪ جمعه يا ڪجهه قدر پوء وفات ڪري ويو پوء ان تي جنازه جي نماز پڙهيائون حضور عليه الصلوة والسلام جن پڇڻ فرمايو ته اوهان هن لاءِ ڇا چيو؟ عرض ڪيائون ته: اسان الله کان دعا گهري ته هن کي بخشي ۽ ان تي رحم ڪري ۽ کيس سندس ساٿي (پاءِ بنايل) سان شامل فرمائي پاڻ فرمايائون ته ”ان شهيد کان پوءِ هن جون ان کان پوءِ ادا ڪيل نمازون عمل يا فرمايائون ته هن جا ان کان پوءِ رکيل روزا ڪيڏانهن ويا؟ هنن جي (مقام) جي وچ ۾ ايترو فرق آهي جيترو آسمان ۽ زمين جي وچ ۾ ان لاءِ بشارت آهي جنهن جي عمر وڏي ٿي ۽ عمل سهڻا ٿيا. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١ ته حضرت نوح علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي طرفان ايتري وڏي حياتي دين جي دعوت ڏيڻ مان ثابت ٿيو ته ديني خدمت ۾ تڪاوت ظاهر نه ڪجي ۽ تاحيات ان سلسلي کي جاري رکڻ الله جل شانہ جي نبين عليهم الصلوة والسلام جي سنت آهي. ع ٢ هتي حضرت نوح علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي ذڪر کي اول آڻڻ مان واضح ٿيو ته اهو پهريون نبي علي نبينا وعليه الصلوة والسلام هو جنهن کي ڪفر ۽ شرڪ سان مقابلو ڪرڻو پيو ۽ سڀني کان وڌيڪ ان کي ايذاء ڏنا ويا جيڪي ان الله جل شانہ کي راضي ڪرڻ لاءِ برداشت ڪيا هئا.

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ

۽ ابراهيم (کي ياد ڪر) جڏهن چيائين پنهنجي قوم کي ته عبادت ڪيو الله جي ۽ ڊڄو ان کان
 ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (١٦) إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 اهو ڀلو آهي اوهان جي لاءِ جيڪڏهن اوهان ڄاڻ رکو ٿا تحقيق اوهان عبادت ڪيو ٿا الله کان سواءِ
 أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ أَفْكَارًا الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ
 رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ إِلَيْهِ

رزق جا پوءِ طلب ڪيو الله وٽان رزق ۽ ان جي عبادت ڪيو ۽ شڪر ڪيو ان جي لاءِ اوهان ان ڏانهن
 تُرْجِعُونَ (١٧) وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ
 مَوْتَايَا وَيَنْدُو ۽ جيڪڏهن ڪوڙو چوندو پوءِ تحقيق ڪوڙو چيو امتن اوهان کان اڳي ۽ ناهي رسول

إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (١٨)

تي مگر پيغام پهچائڻ پڌرو

تفسير

اڳيئن آيتن ۾ سيدنا نوح جي طرفان دعوت دين جو بيان هو ۽ هتي حضرت
 ابراهيم علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام جي طرفان ديني دعوت ڏيڻ جو بيان
 ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن
 كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ ۽ ابراهيم (کي ياد ڪر) جڏهن پنهنجي قوم کي فرمايائين ته الله جي
 عبادت ڪيو ۽ ان کان ڊڄو اهو اوهان جي لاءِ ڀلو آهي جيڪڏهن اوهان ڄاڻ رکو ٿا
 يعني پنهنجي امت کي حضرت ابراهيم علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام جا واقعا بيان
 ڪري ٻڌاءِ. جڏهن پاڻ ڪمال مرتبي تي ترقيءَ جا مدارج طئي ڪري خلق جي ارشاد
 واري مرتبي تي فائز ٿيو ۽ حق جي رستي ڏانهن سڏڻ جي شروعات ڪندي پنهنجي
 قوم کي الله وحدہ لا شريڪ له جي عبادت ڏانهن سڏي فرمايائين ته ”ان جي عبادت
 ڪيو ۽ ان کان ئي ڊڄو عبادت ۾ ظاهر توڙي لڪل اخلاص رکوان جا فرائض ناهي
 ناهي ادا ڪيو ۽ ان جي بي فرمانين کان بچو جيڪڏهن اوهان وٽ علم ۽ ادراڪ آهي

جنهن سان اوهان برائيءَ ۽ ڀلائي ۾ تميز پيدا ڪري سگهو ٿا ته اهو اوهان جي لاءِ
 ڀلو آهي ان سان اوهان جي دنياوي ۽ اخروي حياتي بهتر بنجندي (١) "إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ
 دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ أَفْكَاءَ" اوهان الله کان سواءِ بتن جي عبادت ڪيو ٿا ۽ ڪوڙ
 ٺاهي هئو ٿا. يعني اوهان الله کان سواءِ هت سان ٺاهيل بتن جي عبادت ڪيو ٿا ۽ اهو
 ڪوڙ هئو ٿا ته اهي اوهان جا معبود آهن حالانڪ اهي بالڪل بيڪار آهن. "إِنَّ الَّذِينَ
 تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا" بلاشڪ اوهان جن جي الله (جل شانہ) کان
 سواءِ عبادت ڪيو ٿا اهي اوهان جي لاءِ رزق جا مالڪ ناهن يعني جنهن رزق کان
 سواءِ اوهان جي زندگي قائم رهي نه سگهندي اهي بت جن جي اوهان عبادت ڪيو ٿا
 اوهان جي ان رزق جا به مالڪ ناهن ته پوءِ انهن جي عبادت ڇو ٿا ڪريو؟ "فَابْتَغُوا
 عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" پوءِ الله وٽ رزق طلب ڪيو ۽ ان
 جي عبادت ڪيو ۽ ان جو شڪر ڪيو ان ڏانهن ئي اوهان موٽايا ويندو مطلب ته رزق
 الله کان گهرو ڇو ته اهو ئي رزاق آهي اوهان جا بت اوهان کي ڪجهه نه ڏئي سگهندا
 ۽ الله جي عبادت ڪيو ۽ ان جو شڪر ڪيو ته اوهان تي وڌيڪ فضل ڪرڻ فرمائيندو
 ۽ اهو صرف روزي ڏيندڙ ناهي پر اوهان سڀئي ان ڏانهن موٽايا ويندو جتي اوهان کان
 ڀڄا ڪئي ويندي ته ڪنهن جي عبادت ڪندا هيئو جڏهن ته اوهان جو حقيقي مالڪ،
 منعم ۽ مهربان صرف هڪ الله آهي ان جي ئي رضا طلب ڪرڻ گهرجي ۽ ان جي تقرب
 لاءِ جدوجهد جاري رکجي "وَأَنْ تَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أَمْرٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ
 إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ" ۽ جيڪڏهن اوهان ڪوڙو چوندو ته پوءِ تحقيق اوهان کان اڳين امتن
 به (پنهنجن نبين عليهم الصلوة والسلام کي) ڪوڙو چيو هو ۽ رسول تي ته صرف
 کليل پيغام پهچائڻ (جي ذميداري) آهي. يعني اوهان جي ڪاميابي فوز ۽ فلاح ان ۾
 آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام کي مڃيو ان جي تصديق ڪيو پر جيڪڏهن
 اوهان نٿا مڃيو نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام کي (معاذ الله) ڪوڙو چئو ٿا ته پوءِ
 اوهان کان اڳي آيل امتن به پنهنجن نبين عليهم الصلوة والسلام کي ڪوڙو چيو هو ۽
 ان سان انهن نبين عليهم الصلوة والسلام جو ڪو به نقصان نه ٿيو پاڻ تباهه ۽ برباد
 ٿي ويا اهڙي طرح مون کي سچو نه مڃڻ وارا پنهنجو نقصان ڪن ٿا مون کي ڪو
 نقصان نه ٿا ڏين. رسول پاڪ (عليه الصلوة والسلام) تي صرف کلي طرح حق جو
 پيغام پهچائڻ فرض آهي مڃرائڻ جي ذميداري ناهي مون به حق جو پيغام پهچائي
 پنهنجي ذميداري پوري ڪئي آهي مڃرائڻ منهنجي ذمي ناهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ“ (الله جي عبادت ڪيو ۽ ان کان ڊڄو) مان ثابت ٿيو ته الله جل جلاله جي عبادت ڪرڻ ۽ هميشه ان جو خوف رکڻ مومن مسلمان تي فرض آهي ان جي ذريعي ئي نقصان ۽ خساري کان بچي سگهندو.

ع ٢- ”لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ“ (اوهان جي رزق جا مالڪ ناهن پوءِ الله وٽان رزق طلب ڪيو) هتي عقلي دليلن سان الله جي عبادت جو وجوب ۽ غير جي عبادت جو باطل هجڻ ثابت ڪيو ويو آهي. ۽ ٻڌايو ويو آهي ته عبادت جو حقدار صرف اهو الله آهي جنهن وٽ رزق جا خزانو آهن هر شيءِ جي ربوبيت ۽ ان کي رزق رسائڻ ان جو شان آهي.

ع ٣- ”وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ“ (۽ ان جي عبادت ڪيو ۽ ان جو شڪر ڪيو) مان ثابت ٿيو ته الله جل جلاله جي عبادت وانگر ان جو شڪر ڪرڻ به واجب آهي ان جي ثنا ڪجي ان جو حمد ڪجي ۽ ان جون عطا ڪيل نعمتون انهن ڪمن ۾ صرف ڪجن جن ۾ پاڻ راضي آهي.

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ

ڇا نه ڏٺائون ته ڪهڙي طرح ٽوٽين سر بنائي الله مخلوق کي تنهن کان پوءِ بيهروي ٺاهيندو ان کي

إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (١٩) قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

بيشڪ اهو الله تي آسان آهي فرماءِ ته گهموزمين ۾ پوءِ ڏسو ته ڪهڙي

فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ

طرح نئين سر پيدا ڪيائين مخلوق کي تنهن کان پوءِ الله

يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٢٠) يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ

پيدا ڪندو پيدا ڪرڻ ٻيو ڀيرو بيشڪ الله هر شيءِ تي قادر آهي عذاب ڪري ٿو جنهن کي گهري

وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ وَالْيَهُ تَقْلَبُونَ (٢١) وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ

۽ رحم ڪري ٿو جنهن تي گهري ۽ ان ڏانهن موٽايو ويندو ۽ ناهيو اوهان عاجز ڪندڙ زمين ۾

وَلَا فِي السَّمَاءِ ذُومَالِكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِّنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (٢٢)

۽ نه آسمان ۾ ۽ ناهي اوهان لاءِ الله کان سواءِ ڪو خير خواه ۽ نه ڪو مددگار

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَّحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ

۽ جن ڪفر ڪيو الله جي آيتن جو ۽ انجي ملڻ جو اهي نا اميد ٿيا منهنجي رحمت کان ۽ اهي انهن لاءِ

عَذَابٌ أَلِيمٌ (٢٣)

عذاب دردناڪ آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ وحدانيت جا دليل ۽ رسالت جو بيان هو ۽ هتي قيامت جي لاءِ اٿڻ ۽ بارگاه خداونديءَ ۾ پيش ٿيڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”أُولَٰئِكَ يَئِسُوا رَحْمَتِي“ ڇا نه ڏٺائون ته الله ڪهڙي طرح خلق کي نئين سر بنائي ٿو تنهن کان پوءِ ان کي وري ٺاهيندو. بلاشڪ اهو الله لاءِ آسان آهي. حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام پنهنجي امت کي مرڻ کان پوءِ موٽي اٿڻ جا دليل ڏئي رهيو هو جنهن جو اهي انڪار ڪري رهيا هئا ته ڇا اهي پنهنجي وجود ۾ غور ڪري نه ٿا ڏسن ته اهي ڪا شيءِ نه هئا ته الله جل شانہ کين وجود ڏنو ۽ اکيون، ڪن، دليون عطا فرمائون جن سان اهي دنياوي حياتيءَ ۾ فائدو وٺندا رهيا ۽ بعد ۾ کين وفات ڪرائي مٽيءَ جي حوالي ڪيائين ۽ جيڪو ان سڀ تي قادر آهي اهو کين وري جيئرو ڪري اٿارڻ تي به قادر آهي بلڪ اهو ته ان لاءِ اڃان وڌيڪ آسان آهي جيئن ٻيءَ آيت ۾ ارشاد آهي ”وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ“ (١) ۽ اهو (الله) اهو آهي جيڪو خلق کي نئين سر ٺاهي ٿو تنهن کان پوءِ انهن کي وري ٺاهيندو ۽ اهو ان لاءِ آسان آهي. خلاصو ڳالهه جو هي آهي ته: جڏهن اوهان اهو ڄاڻو ٿا ته پوءِ ان جو انڪار ڇو ٿا ڪيو؟ (٢) ”قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ فرمائي ته زمين ۾ گهمو ڦرو پوءِ ڏسو ته (الله) خلق کي ڪيئن نئين سر ٺاهيو آهي تنهن کان پوءِ الله ٻيو ڀيرو پيدا ڪرڻ فرمائيندو. بلاشڪ الله هر شيءِ تي قادر آهي ”قُلْ“ ۾ خطاب يا حضرت ابراهيم سان آهي يا حضور پرنور (عليهما الصلوة والسلام) سان

مقصد هي آهي ته اي قيامت جا منڪرو! اوهان دنيا ۾ گهمو ڦرو اتي اوهان کي رنگارنگ مخلوق نظر ايندي جيڪا پنهنجي شڪل ۽ صورت، پنهنجي خصوصيات، پنهنجي اثرات وغيره ۾ هڪ ٻئي کان مختلف آهي آهي ڏسي پوءِ غور ڪيو ته جنهن قادر مطلق انهن کي آهي خوبيون ۽ مخصوص صلاحيتون ڏنيون آهن ان جي لاءِ ڪهڙو مشڪل آهي جو اهو انهن کي وري زنده ڪري (١) ”يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ“ وَاللّٰهُ ثَقُلُوتٌ جنهن کي گهري تو عذاب ڪري تو ۽ جنهن کي گهري تو ان تي رحم ڪري تو ۽ ان ڏانهن ئي موٽايا ويندو مطلب ته اهو مرضيءَ جو مالڪ ۽ مختار آهي جنهن کي گهري تو عذاب ڪري تو ۽ جنهن کي گهري تو ته ان کي رحمت سان نوازي تو علام پاني پتي عليه الرحمة لکيو آهي ته: الله عذاب جون مختلف صورتون آهن ١: قيامت جي ڏينهن دوزخ ۾ اڇلائڻ ٢: دنيا ۾ ذليل ۽ خوار ڪرڻ ٣: دل ۾ حرص ۽ طمع پيدا ڪرڻ ٤: بد اخلاق بنائڻ ٥: پنهنجي ڏڪر کان غافل ڪرڻ ٦: سنت جي اتباع جي بجاءِ براين جو شيدائي بنائڻ آهي سڀ ان جي عذاب جون قسمين قسمين شڪليون آهن ۽ اهڙي طرح ان جي رحمت جون به مختلف صورتون آهن ١: قيامت جي ڏينهن جنت ۾ داخل ڪرڻ ٢: پنهنجي ديدار جي دولت عطا ڪرڻ ٣: دنيا ۾ پنهنجي مدد سان نوازڻ ٤: قناعت ۽ سهڻي اخلاق جي زيور سان سينگارڻ ٥: پنهنجي محبت ۽ پنهنجي ياد ڏانهن دل کي مائل ڪرڻ ٦: پنهنجي حبيب عليه الصلوة والسلام جي سنت تي عمل ڪرڻ جي توفيق ڏيڻ (٢) ”وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ“ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۽ اوهان زمين ۽ آسمان ۾ عاجز ڪندڙ ناهيو ۽ ۽ اوهان جو الله کان سواءِ ڪو خير خواه آهي ۽ نه ڪو مددگار مطلب ته جيڪڏهن اوهان ان جي قضاء کان زمين ۾ لڪڻ ۽ ان جي ڪڏن ۾ لهي وڃڻ يا آسمان ۾ پناهه وٺڻ لاءِ ڀڄندو يا وڌن قلعي ۾ ويهي رهندو اهو ناممڪن آهي ان طريقي سان اوهان الله جل شانہ کي عاجز ڪري نه سگهندو ۽ نه اوهان جو ڪو اهڙو يارو مددگار آهي جيڪو اوهان کي ان جي پڪڙ کان بچائيندو (٣) ”وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَّحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“ ۽ جن الله جي آيتن جو ۽ ان جي ملڻ جو انڪار ڪيو آهي منهنجي رحمت کان نااميد آهن ۽ آهي انهن لاءِ دردناڪ عذاب آهي. يعني جن الله جي وحدانيت جي دلائل ۽ ان جي نازل ڪيل آيتن جو انڪار ڪيو آهي قيامت جي ڏينهن منهنجي رحمت کان نااميد هوندا يا رحمت مان مراد جنت آهي ان کان محروم هوندا ۽ انهن لاءِ درد ناڪ عذاب آهي ان ۾ هميشه رهيل هوندا.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ“ (ڇا نه ڏٺائون ته الله ڪيئن ٿو مخلوق پيدا ڪري تنهن کان پوءِ ان کي ورائي ٺاهيندو) مان ثابت ٿيو ته حاضر سان غائب تي، موجود سان معدوم تي اسندلال جي لاءِ عقل جو استعمال ڪرڻ واجب آهي.

ع ٢- ”فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ“ (پوءِ ڏسو ته ڪيئن خلق کي نئون پيدا ڪيائين) مان واضح ٿيو ته قبرن مان اٿڻ ۽ عملن جي سزا جو ملڻ حق آهي ڇو ته جيڪو الله خلق کي شروعات ۾ نئين طرح پيدا ڪرڻ تي قادر آهي اهو قبرن مان اٿارڻ ۽ عملن جي جزا يا سزا ڏيڻ تي به قادر آهي.

ع ٣- ”وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ“ (۽ اوهان عاجز ڪندڙ ناهيو) مان واضح ٿيو ته انسان نهايت ڪمزور آهي الله جل شانہ جي رحمت کان سواءِ ان کي ڪا ڀڄڻ جي جاءِ به نه ٿي ملي سگهي. (١)

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ

پوءِ نه هو جواب ان جي قوم جو مگر هي جو چيائون ته ان کي قتل ڪيو يا ان کي ساڙيو

فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (٢٤)

پوءِ ڇڏايو ان کي الله باهه کان بلاشڪ ان ۾ اڻالٽ نشانيون آهن ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

۽ فرمايائين ته تحقيق ورتو اوهان الله کان سواءِ بتن کي دوستيءَ (جو ذريعو) پاڻ ۾ دنيا جي حياتيءَ ۾

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم

تنهن کانپوءِ قيامت جي ڏينهن انڪار ڪندا هڪٻئي مان ٻين جو ۽ لعنت ڪندا هڪٻئي کي اوهان

بَعْضًا وَمَا وُكِّرَ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ (٢٥)

مان ٻين کي ۽ جاءِ اوهان جي دوزخ آهي ۽ ناهن اوهان جا ڪي مددگار

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي وحدانيت رسولن سڳورن عليهم الصلوة والسلام جي موڪلڻ، حشر ۽ جزاء جون حجتون ۽ برهان قائم ڪيا ويا ۽ هتي ڪافرن جي طرفان انهن جي مقابلي ۾ ضد، هٿ ڌرمي ۽ حق کي باطل سان دفع ڪرڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ“ پوءِ ان جي قوم جو جواب نه هو مگر هي ته (هڪ ٻئي کي) چيائون ان کي قتل ڪيو يا ان کي ساڙي ڇڏيو. يعني جڏهن سيدنا ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي دلائل معقول جو جواب ڏئي نه سگهيا ته هڪ ٻئي کي چوڻ لڳا ان کي شهيد ڪري ڇڏيو يا ساڙي ڇڏيو. اهو چوڻ وارا ٿورا هئا پر جڏهن ته پيا به ان تي راضي هئا ان جي ڪري اها ڳالهه سڀني ڏانهن منسوب ڪئي وئي آهي ۽ روايت آهي ته الهي امر سان باهه جي ٽڌي ٿيڻ جي ڪري ڪافر ان ڏينهن باهه مان ڪو به رڌڻ، پڄاڻڻ جو فائدو وٺي نه سگهيا (١) ”فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ“ پوءِ الله ان کي باهه کان ڇڏايو. يعني ڪافرن ته کيس باهه ۾ اڇلايو هو پر الله جل شانہ جي امر سان اها ”بَرْدًا وَسَلَامًا“ ٿي ۽ پاڻ محفوظ رهيو ۽ پوري دنيا ۾ ڪنهن به ان ڏينهن باهه مان ڪو فائدو حاصل نه ڪيو هي قصو سورة الانبياء ۽ ٻين مختلف مقامن تي بيان ٿي چڪو آهي (٢) ”أَنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“ بلاشڪ ان ۾ ان قوم جي لاءِ نشانيون آهن جيڪي ايمان آڻين ٿا. يعني باهه جي وڏي هجڻ جي باوجود حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي ان جي هر قسم جي تڪليف کان محفوظ رکي پڄاڻڻ ۽ اتي باغ بنائڻ ۾ الله جل شانہ جي قدرت جون ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا ڪئين نشانيون آهن ”وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا“ ۽ فرمايائين ته اوهان الله کان سواءِ بتن کي معبود بنايو آهي دنيا جي حياتيءَ ۾ پاڻ ۾ دوستيءَ جو سبب بنائي يعني اوهان جو انهن بتن کي الله کان سواءِ معبود بنائڻ هڪ ٻئي جي محبت ۽ مودت جي ڪري آهي ”ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا“ ان کان پوءِ قيامت جي ڏينهن اوهان مان هڪڙا ٻين جو انڪار ڪندا ۽ هڪ ٻئي کي لعنت ڪندا يعني ڪافر جيڪي گڏجي بتن جي عبادت ڪندا هئا اهي پاڻ ۾ هڪ ٻئي جو ۽ بتن جو انڪار ڪندي هڪ ٻئي تي لعنتون وجهندا ”وَمَا وَكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّصِيرِينَ“ اوهان جي جاءِ دوزخ آهي ۽ اوهان جا ڪي به مددگار ناهن يعني

اوهان ڪافرن ۽ اوهان جي معبودن سڀني جي جاءِ جهنم آهي ۽ اتي اوهان کي ڇڏائڻ جي لاءِ ڪير به مددگار نه هوندا.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿيا.

ع ١ـ ”اَقْتُلُوهُ اَوْ حَرِّقُوهُ“ (ان کي قتل ڪيو يا ان کي ساڙيو) ان مان واضح ٿيو ته ظالمن جي هميشه عادت رهي آهي ته جڏهن حجت ۽ دليل جي اڳيان عاجز ٿيندا آهن ته طاقت استعمال ڪندا آهن.

ع ٢ـ ”فَآَنَجَّهُ اللهُ مِنَ النَّارِ“ (پوءِ الله ان کي باهه کان ڇڏايو) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي قدرت سندس قانون کان مٿي آهي قانون جي تقاضا هئي ته باهه حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي ساڙي پر قدرت ان کي بچايو ۽ ان قدرت جي ذريعي انبياء عليهم الصلوة والسلام جا معجزا ۽ اولياء ڪرام جون ڪرامتون ظاهر ٿينديون آهن جيئن نجدي عالم ابوبڪر بن جابر جزائري (جيڪو نبوي مسجد ۾ درس ڏيندو آهي) لکيو آهي ته: في عدم احراق النار دليل علي ان الله تعالى قادر علي ابطال السنن اذشاء ذالك ومن هنا تكون الڪرامات والمعجزات اذهي خوارق للعاتاد. (١)

ع ٣ـ ”مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ“ (دوستي پاڻ ۾) مان واضح ٿيو ته ڪافر انهن بتن وٽ هڪ ٻئي سان دوستي، محبت ملاقات جي لاءِ گڏ ٿيندا هئا ۽ هڪ ٻئي جي واسطي جي ڪري انهن جي عبادت ڪندا هئا ٻيو هنن وٽ ڪو دليل يا حجت نه هئي. (٢)

فَاَمَنْ لَهُ لَوْطُمْ وَقَالَ اِنِّى مُهَاجِرٌ اِلَى رَبِّىْ

پوءِ ايمان آندو ان تي لوط ۽ فرمايائين ته بلاشڪ مان هجرت ڪندڙ آهيان پنهنجي رب ڏانهن اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (٢٦) وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ

بيشڪ اهو ئي غالب، حڪمت وارو آهي ۽ عطا ڪيو اسان ان کي اسحاق ۽ يعقوب وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاتَيْنَاهُ اَجْرَهُ فِى الدُّنْيَا وَانَّاهُ ۽ ڪئي اسان ان جي اولاد ۾ نبوت ۽ ڪتاب ۽ ڏنوسون ان کي ان جو اجر دنيا ۾ ۽ بيشڪ اهو

(١) ايسرالتفاسير ص ٤٤٢ جلد ٣ (٢) ساڳيو حوالو

فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ (٢٧)

آخرت ۾ البت صالحن مان آهي.

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو ذڪر هو ۽ هتي حضرت لوط عليه الصلوة والسلام جي طرفان ان تي ايمان آڻڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”قَامَنَّ لَهُ لُوطٌ پوءِ ان تي لوط ايمان آندو جڏهن حضرت ابراهيم عليه الصلوة والسلام نمرود واري باهه کان صحيح سلامت ٻاهر نڪري آيو ته پاڻ وري دين جي دعوت جو ڪم شروع ڪيائين ۽ انهن ماڻهن کي الله جي توحيد تي ايمان آڻڻ جي لاءِ سڏيائين ايڏي عظيم الشان معجزي کي ڏسڻ جي باوجود به انهن کي حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي مٿان ايمان آڻڻ جي توفيق نصيب نه ٿي ۽ پهريان وانگر پنهنجي ڪفر ۽ شرڪ تي مضبوط رهيا انهن جي ساري قوم ۾ هڪ حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي اهڙي شخصيت هئي جنهن ايمان آڻي سندس صداقت کي تسليم ڪيو. پر ان مان اهو نه سمجهڻ گهرجي ته حضرت لوط (نعوذ بالله) پهريان مشرڪ هو ۽ هاڻي ان کان توبه ڪري مومن بڻيو ڇو ته پاڻ ٿوري وقت کان پوءِ نبوت جو اظهار ڪرڻ وارو هو ۽ هر نبي نبوت جي اظهار کان پهريان به ڪفر، شرڪ، قبيح ڪمن ۽ رزيل ڳالهين کان پاڪ، صاف هوندو آهي ان جي ڪري علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته: اي صدقه عليه السلام في جميع مقالاته او بنبوته حين ادعاها لانه صدقه فيما دعا اليه من التوحيد ولم يكن كذلك قبل الخ (١) يعني حضرت لوط عليه الصلوة والسلام جي ايمان آڻڻ جو مطلب آهي ته جيڪي حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جا فرمان هئا انهن جي تصديق ڪندو رهيو سندس نبوت جي دعويٰ کي تسليم ڪندو رهيو ان جو مطلب اهو ناهي ته جنهن توحيد ڏانهن حضرت ابراهيم عليه الصلوة

والسلام سڏيو هو ان ۾ کيس تصديق ڪيائين اڳ ۾ (معاذالله) توحيد جي عقيدي تي نه هو ”وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ ۽ چيائين ته: مان پنهنجي رب ڏانهن هجرت ڪندڙ آهيان بلاشڪ اهوئي غالب، حڪمت وارو آهي جڏهن پاڻ پنهنجي قوم کان مايوس ٿيو ۽ کيس انهن جي ايمان آڻڻ جي اميد نه رهي ته پاڻ پنهنجي وطن کان هجرت ڪرڻ جو ارادو ڪيائين ڇو ته انهن جي دلين واري زمين ايتري سخت پٿريلي هئي جو اتي ايمان جو وڻ ڄمي نه پيو سگهي ان جي ڪري اتي وڌيڪ وقت وڃائڻ مناسب نه سمجهيائين ۽ پاڻ کوٽي نالي پنهنجي شهر مان هجرت ڪري حران ۾ آيو ۽ اتي اهاين به سفر ڪري شام ۾ رهڻ اختيار فرمايائين ۽ ان سفر ۾ ان سان سندس اهليه حضرت بيبي ساره ۽ سندس ڀائٽيو حضرت لوط عليه السلام گڏ هئا ۽ اهو کوٽي عراق جي پسگرداين ۾ هڪ ڳوٺ بابل جي سر زمين تي هو ۽ ان وقت حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي عمر پنجهتر (٧٥) سال هئي ۽ اهو پهريون الله جو پيارو هو جنهن الله جي رضا لاءِ هجرت ڪئي هئي. ۽ مهاجر جي معنيٰ الفارغ عن الشيء (هر شيء کان آزاد) ۽ شرعي عرف ۾ مهاجر اهو آهي جيڪو الله جل شاناه جي رضا حاصل ڪرڻ جي لاءِ وطن ڇڏي ۽ ان نالي سان رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جا اهي اصحابي سڏيا ويا جن مڪه مڪرمه جي فتح کان اڳي هجرت ڪئي هئي ”إِلَىٰ رَبِّي“ (پنهنجي رب ڏانهن) جو مطلب ته مان ان طرف هجرت ڪري ٿو وڃان جيئن انهن مون کي الله جل شاناه امر ڪيو آهي يا اتي ٿو وڃان جتي مون کي ڪير منهنجي رب جي عبادت کان نه روڪي، يا جيڪي منهنجي مخالفت ڪن ٿا انهن کي ڇڏي الله جل شاناه جو قرب ٿو حاصل ڪيان (١) ”وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ“ اسان ان کي اسحاق ۽ يعقوب عطا فرمايا ۽ اسان ان جي اولاد ۾ نبوت ۽ ڪتاب ڏنا. اڳ ۾ حضرت ابراهيم جي شان بندگيءَ جو بيان هو ته پاڻ الله جل شاناه جي پاڪ نالي ۽ پيغام کي بلند ڪرڻ جي لاءِ ڪيترين مشڪلاتن کي مرڪندي منهن ڏنائين حڪومت ۽ پنهنجي ساري قوم جي دشمني قبول ڪيائين باهه ۾ وڌو ويو ۽ نيٺ پنهنجي وطن کي به الوداع ڪيائين ۽ هتي ان تي الهي انعامن جي بارش جو ذڪر ڪندي ٻڌايو ويو آهي ته اسان ان کي حضرت اسحاق

پت ۽ حضرت يعقوب علي نبينا وعليه الصلوة والسلام پوتو ڏنا ۽ ان جي اولاد ۾ نبوت جو سلسلو جاري رکيو ۽ انهن مان وڏا وڏا جليل القدر نبي تشریف فرما ٿيا حضرت يوسف، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سليمان علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام جي عظمت جو ڪنهن کي علم ناهي اهي سڀ حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي هار جا موتي آهن ۽ سڀ کان وڏي ڳالهه ته حضرت نبي مڪرم، محبوب معظم صلي الله عليه وسلم جن کي به حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي پاڪ اولاد سان آندو ويو ۽ انهن کي اهڙا عظيم الشان ڪتاب ۽ صحيفا ڏنا ويا جيڪي رحمت جا موجون هڻندڙ بحر هئا وَاتَيْنَاهُ آجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَآتَيْنَاهُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ ۽ اسان ان کي ان جو اجر دنيا ۾ ڏنو ۽ بلاشڪ اهو آخرت ۾ به صالحن مان آهي اجر مان مراد ۾ چار قول آهن ١: سهڻو ذڪر ٢: سندس سهڻي ثناء سان گڏ صالح اولاد ٣: عافيت، سهڻو عمل ٤: دنيا ۾ ئي کيس سندس بهشتي محل ڏيکاريو ويو هو (١) ۽ اهو مقام به کيس ئي عطا ٿيو جو هن زمين جي سطح تي جيتريون به قومون آباد آهن اهي پاڻ ۾ ڪٿي ڪيترا به اختلاف رکن پر اهي سڀ حضرت ابراهيم جو دل سان احترام ڪن ٿيون بلڪ ان ڏانهن پنهنجي نسبت کي فخر محسوس ڪن ٿيون ۽ پوءِ وري جڏهن ڪوئين جي بزم جي صدارت تي حضور پر نور صلي الله عليه وسلم جن تشریف فرما ٿيا ته حضرت ابراهيم جي عظمت کي وڌيڪ اجاگر ڪيو ويو حضور عليه الصلوة والسلام جي ذريعي ملت ابراهيمي زنده ٿي سندس ٺاهيل ڪعبه وري آباد ٿيو حرم جي اڃايل فضا الله جي توحيد جي ذڪر سان گونجي وئي. جتي به ڪو مسلمان موجود آهي ته ان جي زبان حضرت ابراهيم ۽ سندس اولاد تي نماز ۾ به درود موڪلي ٿي مطلب ته جيڪا عزت احترام حضرت ابراهيم کي حاصل ٿي اها دنيا جي ڪنهن بادشاهه ۽ شاهه اعظم کي به نه حاصل ٿي ۽ اهو آخرت ۾ صالحن مان هوندو جو مطلب ته اهو ٻين نبين عليهم الصلوة والسلام سان گڏ بهشت ۾ هوندو (٢) يا مطلب ته ان جو دنيا ۾ ته چار هزار ورهن کان نالو روشن آهي چاليهن صدين ۾ جنهن کي به ڪا هدايت جي روشني ملي اها ان يا ان جي پاڪ اولاد مان موڪليل نبين عليهم الصلوة والسلام جي وسيلي سان ملي پر آخرت ۾ ان کي وڏا درجا ملندا.

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدو حاصل ٿين ٿا.

(١) زادالمسير ص ٢٦٨ - جلد ٦ (٢) بحر العلوم ص ٥٣٦ - جلد ٢

ع ١ "قَامَنَ لَهُ لُوطٌ" (پوءِ ان تي لوط ايمان آندو) ۾ حضرت ابراهيم تي هڪ حضرت لوط جي طرفان سڄي چوڻ جي بيان مان واضح ٿيو ته دين جي دعوت ڏيڻ واري کي جيڪڏهن گهڻا نه مڃين صرف هڪ مڃي ته به مايوس نه ٿئي ۽ ان سان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي به تسلي ڏني وئي آهي ته في الحال ٿورن جي ايمان آڻڻ جي ڪري پاڻ به مايوس نه ٿين نيٺ فضل خداوندي سان هزارين ماڻهو مٿن ايمان آڻيندا.

ع ٢ "وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ الْآيَةَ" (۽ اسان ان کي اسحاق ۽ يعقوب (عليهما الصلوة والسلام) عطا فرمايا) مان واضح ٿيو ته جيڪو شخص الله جي لاءِ هجرت ڪندو الله جل شانہ ان کي عزت سان گڏ دنيوي نعمتون پڻ، پوٽا وغيره به عطا ڪندو.

ع ٣ "وَأَنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ" (۽ بلاشڪ اهو آخرت ۾ صالحن مان هوندو) مان واضح ٿيو ته جيڪو مالڪ مٿي کي راضي ڪندو اهو دنيوي مهربانين سان گڏ اخروي مهربانيون به ماڻيندو.

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ

۽ لوط کي (ياد ڪر) جڏهن فرمايائين پنهنجي قوم کي ته بلاشڪ اوهان البت آڻيو ٿا اهڙي بيحيائي جو

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ (٢٨) إِنَّكُمْ

نه اڳي ڪئي اوهان کان ڪنهن هڪڙي جهانن مان ڇا بلاشڪ اوهان البت اڇو ٿا مردن

لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ

وٽ (شهوت پوري ڪرڻ لاءِ) ۽ ڦريون ڪيوتوات ۾ ۽ ڪيو ٿا پنهنجي مجلس ۾ برائي پوءِ نه هو

جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اتُّنَّا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (٢٩)

ان جي قوم جو جواب مگر هي چوڻيائون ته آڻ اسان وٽ الله جو عذاب جيڪڏهن آهين سچن مان

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ (٣٠)

عرض ڪيائين ته اي منهنجا پالڻهار! مدد ڪر منهنجي فساد ڪندڙ قوم جي مٿان

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي قصي کي آندو ويو ۽ هتي سندس ڀائي ۽ سندس ئي وقت جي نبي حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو قصو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ“ ۽ لوط کي (ياد ڪر) جڏهن پنهنجي قوم کي فرمايائين ته بلاشڪ اوهان (اها) بيحيائي ڪيو ٿا جيڪا اوهان کان اڳي جهانن مان ڪنهن هڪ نه ڪئي هئي حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي جنهن قوم سان واسطو پيو هو اهي نه صرف بدڪار، فاسق ۽ فاجر هئا بلڪ فسق ۽ فجور جا اهڙا گندا ڪم انهن پاڻ شروع ڪيا هئا جيڪي انهن کان اڳين ماڻهن سوچيا به نه هئا اهي فطرت جي خلاف ڪم ڪندا هئا اهو به لک ۾ نه برسرعام ڏينهن ڏٺي ڪندا هئا مفسرن سڳورن لکيو آهي ته حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي دور کان اڳي ڪڏهن به ڪو مرد نه مرد جي مٿان چڙهيو ۽ نه ان سان بدفعلي ڪيائين (١) ”إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ“ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ الْمُنْكَرَ ۚ ڇا يقيناً اوهان مردن سان برائي ڪرڻ اچو ٿا ۽ رستن تي ڦرڪيو ٿا ۽ پنهنجي مجلس ۾ (کلي طرح) برائي ڪيو ٿا ”نادي“ جي معنيٰ مجلس (٢) مطلب ته جنهن جو نالو حياءُ ۽ شرم آهي اهو هنن وٽ ڪنهن عرصي کان گم هو بلڪ بري گفتگو، جوا رستن تي ڦريون ڪرڻ وٽ ويندڙن کي پتريون هڻي کلي کلي ڪري پوڻ الغرض ته هر برائيءَ ۽ بيحيائيءَ جو مرڪز هئا ”فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ“ پوءِ ان جي قوم جو (ٻيو ڪو) جواب نه هو مگر هي جو چيائون ته جيڪڏهن سچن مان آهين ته اسان وٽ الله جو عذاب آڻ. حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جڏهن کين سمجهائڻ سان گڏ الله جل شانہ جي عذاب کان ڊيچار ٻيو ته ڊڄڻ جي بجاءِ کيس چوڻ لڳا ته: جيڪڏهن تون واقعي سچو آهين ته اسان وٽ الله جو عذاب آڻ ته ڏسون. ”قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ“ عرض ڪيائين ته اي منهنجا الله! منهن جي فساد ڪندڙ قوم تي مدد ڪرڻ فرمائ جن برائي شروع ڪري سڄي ملڪ ۾ فساد پيدا ڪيو آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١ "مَاسَبَقَكُمْ بِهِمْ أَحَدٌ مِّنَ الْعَلَمِينَ" (اوهان کان اڳي سڀني جهانن مان ڪنهن به اها برائي نه ڪئي هئي) مان واضح ٿيو ته مرد جي مرد سان يا ننڍي چوڪري سان شهوت پوري ڪرڻ اهڙو گناهه آهي جيڪو اڳ ۾ ڪنهن به امت ۾ نه هو اهو گناهه اول حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جي قوم ڪيو هو.

ع ٢ مذڪوره واقعات کي بيان ڪرڻ مان اهو به ثابت ٿيو ته نبي پاڪ عليه الصلوٰة والسلام جي نبوت حق آهي ڇو ته اهي خبرون وحي جي ذريعي کان سواءِ ڪنهن کي معلوم ٿي نه ٿيون سگهن.

ع ٣ "لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ" (البت بيهيائي ٿا ڪيو) ۾ "الْفَاحِشَةُ" مان واضح ٿيو ته لونڊي بازي ڪندڙ ڪرائيندڙ ٻئي سزا جا حقدار ۽ حد هئڻ جا لائق آهن ۽ جيئن ان بري ڪم کي "الْفَاحِشَةُ" سڏيو ويو آهي تيئن زنا کي به "الْفَاحِشَةُ" سڏيو ويو آهي.

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ

۾ جڏهن آيا اسان جا قاصدا ابراهيم وٽ بشارت سان ته چيائون بيشڪ اسين هلاڪ ڪندڙ آهيون

هَذِهِ الْقَرْيَةُ ج. إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ (٣١) قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا

هن ڳوٺ جي رهندڙن کي بيشڪ ان جا رهاڪو هئا ظلم ڪندڙ فرمايائين ته بيشڪ ان ۾ لوط آهي

قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا وَقَعَةَ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ

چيائون ته اسين وڌيڪ ڄاڻندڙ آهيون جيڪو ان ۾ آهي البت ضرور ڇڏائينداسون ان کي ۽ ان جي اهل کي

الْأَمْرَ أَنَّهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (٣٢) وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ

مگر ان جي زال هوندي پوئتي رهندڙن مان ۽ جڏهن جو آيا قاصد اسان جا لوط وٽ ته ڏکيو انهن جي ڪري

وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ

۽ تنگ دل ٿيوانهن جي سببان ۽ چيائون ته نه ڊپ ڪريءِ نه غمگين ٿي

إِنَّا مُنَجِّوُكَ وَأَهْلَكَ الْأَمْرَ أَنَّكَ كَانَتْ

يقيناً اسين بچائيندڙ آهيون تنهنجا ۽ تنهنجي اهل جا تنهنجي گهرواريءَ کانسواءِ هوندي

مِنَ الْغَيْرِينَ (٣٣) إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ

پوئتي رهندڙن ۾ بيشڪ اسين لاهيندڙ آهيون هن ڳوٺ جي رهندڙن تي عذاب آسمان کان

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (٣٤) وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً مَّ بَيِّنَةً

ان سببان جو بي فرماني ڪندا هئا البت تحقيق ڇڏي اسان ان مان روشن نشاني

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (٣٥)

ان قوم جي لاءِ جيڪي عقل رکن ٿا.

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي دعا جو ذڪر هو ته (اي منهنجا پالڻهار! منهنجي فساد ڪندڙ قوم تي مدد ڪرڻ فرما) ۽ هتي ان مدد جو سندس قوم جي بد ڪردارن تي عذاب اچڻ جي صورت ۾ بيان ڪيو ويو آهي پر جڏهن ته اهي فرشتا پهريان حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي پٽ ۽ پوٽي جي بشارت ڏيڻ آيا هئا ان جي ڪري ان جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبَشْرٰى“ ۽ جڏهن ابراهيم وٽ اسان جا قاصد بشارت سان آيا. اهي قاصد حضرت جبريل ۽ ڪجهه ٻيا ملائڪ هئا جيڪي سندس خدمت ۾ حضرت اسحاق پٽ ۽ حضرت يعقوب پوٽي علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام پوٽي جي ڄمڻ جي بشارت ڪئي آيا هئا (١) ”قَالُوْا اِنَّا مُهْلِكُوْا اَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ“ چيائون ته يقيناً اسين هن ڳوٺ جي رهندڙن کي هلاڪ ڪندڙ آهيون بيشڪ ان جا رهاڪو هئا ظالم يعني جڏهن ملائڪ حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي مذڪوره بشارت ڏيڻ کان فارغ ٿيا ته کيس ٻڌايائون ته اسين حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي قوم کي به هلاڪ ڪرڻ آيا آهيون ان ڳوٺ جا رهاڪو ظالم آهن. مفسرن لکيو آهي ته ان ڳوٺ جو نالو سدوم هو (٢) حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ان وقت حبرون (موجوده الخليل) نالي شهر ۾ رهندو هو ان شهر جي جنوب مشرق ۾ ٻن ميلن جي فاصلي تي بحيرہ مردار جو اهو حصو واقع آهي جتي حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي قوم پهريان آباد هئي ۽ هاڻي اتي بحيرہ جو پاڻي پکڙيل آهي اهو علائقو هيٺاهين ۾ آهي ۽ حبرون جي بلند پهاڙن تان نظر ايندو آهي (٣) هي قصو سورة هود ۽ سورة الحجر ۾ به

(١) نور العرفان ص ٦٣٨ - (٢) خازن ص ٤٢٠ - جلد ٣ (٣) تفهيم القرآن ص ٦٩٦ - جلد ٣

بيان تي چڪو آهي اتي ڏسڻ گهرجي. "قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنَنْجِيَنَّهُ وَأَهْلَهُ الْأَمْرَاتُكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ" فرمايائين ته ان (ڳوٺ) ۾ ته لوط آهي چيائون ته اسين ان ۾ رهندڙن کي وڌيڪ ڄاڻندڙ آهيون ان جي گهرواريءَ کان سواءِ کيس ۽ سندس اهل کي ضرور ڇڏائينداسون (باقي سندس گهرواري) پٺ ۾ رهايلن مان هوندي يعني حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ملائڪن کي فرمايو ته: جنهن ڳوٺ کي اوهان هلاڪ ڪرڻ آيا آهيون ان ۾ ته (منهنجو ڀائٽيو ۽ الله جو نبي حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام به آهي پوءِ اتي رهندڙن کي ڪيئن تا هلاڪ ڪيو؟ انهن عرض ڪيو ته اسان کي اها سڀ خبر آهي ته ان شهر ۾ ڪير تو رهي اسين حضرت لوط (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) ۽ ان جي اهل کي عذاب ۽ هلاڪ ٿيڻ کان ڇڏائينداسون مگر سندس زال نه بچي سگهندي اها ڪافرن جي طرفان جاسوسي ڪندي هئي ان جي ڪري انهن سان رهندي. "وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سَيِّئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا" ۽ جڏهن اسان جا قاصد لوط وٽ آيا ته انهن جي (اچڻ جي) ڪري ڏکوئيو ۽ تنگ دل ٿيو يعني اهي ملائڪ جڏهن لوط جي درٻار ۾ پهتا ۽ اهي نهايت سهڻن نوجوانن چوڪرن جي شڪل ۾ هئا جن کي نه ڏاڙهي هئي نه مڃون ۽ حضرت لوط اهي پهريان نه سڃاتا هئا ان جي ڪري نهايت تنگ دل ٿي پيو ته هاڻي ڇا ڪيان؟ جيڪڏهن انهن کي پاڻ وٽ نه ٿو رهيا ان ته اخلاق، مروت ۽ مهمان نوازيءَ جي خلاف آهي ۽ جيڪڏهن رهيا ان ته پنهنجي بيحيا قوم کان هٽڻ جي عزت ۽ آبرو ڪيئن بچي؟ "وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ فَرَجُكَ يَأْتِي" چيائون ته نه ڊڄ ۽ نه غمگين ٿي يعني اسان جي متعلق پنهنجي قوم جي شرارت کان نه ڊڄ نه اسان جي بچاءَ غمگين ٿي. اهي اسان کي ڪجهه به ڪري نه سگهندا. "إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ الْأَمْرَاتُكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ" بلاشڪ اسين توکي ۽ تنهنجي اهل کي تنهنجي گهرواري کان سواءِ بچائيندڙ آهيون (اها) پوئتي رهندڙن مان هوندي، مطلب ته اسين الله جا ملائڪ آهيون تنهنجي گهرواريءَ کان سواءِ توکي ۽ تنهنجي اهل کي بچائينداسون باقي تنهنجي گهرواري جيڪا جاسوسي ڪندي، ڪافرن کي سمورو احوال پهچائيندي هئي اها بچي نه سگهندي اها ڪافرن سان هوندي "إِنَّا مُنَزِّلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجَازًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ" اسين هن ڳوٺ وارن تي ان سببان جو بي فرمان بڻيا هئا آسمان کان عذاب لاهيندڙ آهيون. ان عذاب کان نه بچي سگهندا ۽ نه بچي سگهندا "وَلَقَدْ تَرَكُنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" ۽ البت تحقيق اسان ان مان ان قوم جي لاءِ جيڪي عقلمند آهن روشن نشاني ڇڏي آهي. ان روشن نشاني مان مراد ڇا آهي؟ حضرت ابن

عباس رضي الله عنهما جو فرمان آهي ته اها نشاني انهن کي اوندو ڪري مٿان هيٺ ڪيرائين ڳوٺن جا نشان آهن (١) ۽ مڪه مڪرمه کان شام ملڪ ڏانهن ويڃڻ وارا اهي نشان ڏسندا هئا. يا ان مان مراد آهي ته انهن کي هلاڪ ڪرڻ الله جل شانہ جي قدرت جي ظاهر ۽ روشن نشاني آهي. (٢)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١ـ (”اسان جا قاصد ابراهيم وٽ بشارت سان آيا“) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي نبي جي ڄمڻ جي بشارت ڏيڻ ملائڪن جي سنت آهي ڇو ته اهي حضرت ابراهيم کي حضرت اسحاق ۽ حضرت يعقوب (علي نبينا وعليهم الصلوٰة والسلام) جي بشارت ڏيڻ آيا هئا جڏهن انهن هنن نبين جي ڄمڻ جو ذڪر ڪيو ثابت ٿيو ته اسان جيڪڏهن پنهنجي محبوب عليه الصلوٰة والسلام جي ڄمڻ جو بيان ڪيون ۽ ان جي ٻڌڻ لاءِ ڪا تاريخ مقرر ڪري ماڻهن کي گڏ ڪيون ته اهو به سهڻو عمل آهي برو ناهي.

ع ٢ـ ”إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ“ (اسين هن ڳوٺ وارن کي هلاڪ ڪندڙ آهيون) مان واضح ٿيو ته انسانن جي گناهن جي ڪري اتي رهندڙ جانور به هلاڪ ٿي ويندا آهن جيئن سنڌي ۾ چوڻي آهي ته سڪن سان گڏ ساوا به پري ويندا آهن.

ع ٣ـ ”إِنَّا مُنَجِّوْكَ وَأَهْلَكَ“ (بلاشڪ اسين توکي ۽ تنهنجي اهل کي بچائيندڙ آهيون) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي حڪم، امر ۽ عنايت سان ڪو ڪم ڪندڙ ٻانها جيڪڏهن ان ڪم کي پاڻ ڏانهن ظاهري نسبت ڏئي چون ته اسين ڪيون ٿا يا اسان ڪيو ته ناجائز يا شرڪ ناهي حضرت لوط ۽ سندس اهل کي بچائڻ وارو ته الله هو مگر ملائڪن فرمايو ته اسين توکي ۽ تنهنجي اهل کي بچائيندڙ آهيون اهل السنة والجماعة جي طرفان نبي پاڪ عليه الصلوٰة والسلام يا اولياءِ ڪرام ڏانهن ڪنهن ڪم جي نسبت ڪرڻ جو به اهو ئي حڪم آهي ته اهو به نه شرڪ آهي نه ناجائز ۽ منع آهي حڪم جو مدار نيت تي آهي.

وَالِى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ فَقَالَ يَقَوْمُ

۽ مدين ڏانهن انهن جي پيءُ شعيب کي (موڪليوسون) پوءِ فرمايائين ته اي منهنجي قوم!

اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مَفْسِدِينَ (٣٦)

عبادت ڪيو الله جي ۽ اميد رکيو قيامت جي ڏينهن جي ۽ نه ڦرو زمين ۾ فساد ڪندڙ

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَمِينَ (٣٧)

پوءِ ان کي ڪوڙو چيائون پوءِ ورتوانهن کي زلزلي پوءِ صبح ڪيائون گهرن پنهنجن ۾ گوڏن ڀر ڪرندڙ

وَعَادًا وَتَمُودًا ۖ وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّن مَّسْكِنِهِمُ الْفَخْرُ

۽ عاد ۽ تمود کي (هلاڪ ڪيائين) ۽ تحقيق ظاهر ٿيو اوهان لاءِ سندن جاين مان

وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ (٣٨)

۽ سينگاريا انهن لاءِ شيطان عمل انهن جا پوءِ روڪيائين انهن کي واٽ کان ۽ هئا سمجه رڪندڙ

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ قَدْ وَقَفَ جَاءَهُمْ مُّوسَىٰ

۽ قارون ۽ فرعون ۽ هامان کي (به هلاڪ ڪيوسون) ۽ البت تحقيق آيو انهن وٽ موسىٰ

بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ (٣٩) فَكُلًّا أَخَذْنَا

چئن دليلن سان پوءِ تڪبر ڪيائون زمين ۾ ۽ نه هئا اڳتي وڌندڙ پوءِ سڀني کي پڪڙيوسون

بِذُنُوبِهِمْ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ

سندن گناهه جي ڪري پوءِ انهن مان اهو آهي جو موڪلياسون ان تي پٿر ۽ انهن مان اهي آهن

أَخَذْنَاهُ الصَّيْحَةَ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ

جو پڪڙيو انهن کي ڪڙڪي ۽ انهن مان اهي آهن جو گهايوسين انهن کي زمين ۾ ۽ انهن مان اهي به هئا

مَّنْ آغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (٤٠)

جن کي غرق ڪيوسين ۽ نه ممڪن هو جو الله ظلم ڪري انهن تي ۽ پر نفسن پنهنجن تي ظلم ٿي ڪيائون

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ

مثال انهن جو جن ورتا الله کان سواءِ دوست ڪوريڙي وانگر آهي جنهن گهر ٺاهيو ۽ بلاشڪ

أَوْ هُنَّ الْبُيُوتُ لَبِيتُ الْعَنْكَبُوتُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۴۱) إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

گهڻو ڪمزور گهرن ۾ البت ڪوريٽري جو گهر آهي جيڪڏهن ڄاڻن ها بلاشڪ الله ڄاڻي ٿو

مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۴۲)

انهن کي جن کي پوڄيندا آهن ان کان سواءِ هر شيءِ کي ۽ اهو ئي غالب، حڪمت وراو آهي

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يُقْلَهُ إِلَّا الْعَالِمُونَ (۴۳) خَلَقَ اللَّهُ

۽ اهي مثال بيان ڪيون ٿا اهي ماڻهن جي لاءِ ۽ نه ٿا سمجهن انهن کي مگر علم وارا پيدا ڪيا الله

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ (۴۴)

آسمان ۽ زمين حق سان بلاشڪ ان ۾ البت نشاني آهي مومنن جي لاءِ

تفسير

جيئن اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام جي آمد جو ذڪر هو تيئن هنن آيتن ۾ به اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَالِی مَدَیْنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا“ مدين ڏانهن انهن جي پاءِ شعيب کي موڪليو سون. مدين ان قبيلي جو نالو آهي جنهن ڏانهن حضرت شعيب علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي موڪليو ويو هو. اصل مدين انهن جي وڏي بابي جو نالو هو پوءِ ان نالي سان قبيلي وارن کي سڏيو ويو. ۽ حضرت شعيب کي انهن جو پاءِ سڏڻ مان مراد آهي سندن نسب ۾ پاءِ (۱) ”فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ“ پوءِ فرمايائين ته: اي منهنجي قوم! الله جي عبادت ڪيو ۽ آخرت جي ڏينهن جي اميد رکيو ۽ زمين ۾ فساد ڪندڙ ٿي نه ڦرو يعني حضرت شعيب پنهنجي قوم کي فرمايو ته: اي منهنجي قوم! الله جي عبادت ڪيو ۽ آخرت جي ڏينهن ۽ ان ۾ پيش اچڻ وارين حالتن تي ايمان آڻي يقين رکيو ۽ ٿور، ماپ ۾ گهٽ وڌ ڪري زمين ۾ فساد ڪندڙ ٿي نه ڦرو ”فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَمِينَ“ پوءِ ان کي ڪوڙو چيائون پوءِ انهن کي زلزلي ورتو پوءِ صبح جو پنهنجن گهرن ۾ گوڏن ڀر ڪريا پيا هئا يعني جيڪو پيغام انهن وٽ سندن الله وٽان حضرت

شعيب آندو هو ان کي نه مڃيائون الله جل شانہ جي نبي کي ڪوڙو چيائون ۽ ان جي ڪري انهن کي قدرتي زلزلي اهڙو ورتو جو صبح جو سڀ هلاڪ ۽ تباھ ٿيل ڳوڏن ۾ ڪريا پيا هئا (۱) هي قصو اڳين سورتن، الاعراف، هود ۽ الشعراء ۾ به بيان ٿي چڪو آهي ”وَعَادًا وَنُصْرًا قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسْكِئَنِهِمْ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ“ ۽ عاد ۽ ثمود کي (به هلاڪ ڪيوسون) ۽ سندن رهڻ وارين جاين مان اوهان جي لاءِ (اها ڳالهه) ظاهر ٿي چڪي آهي ۽ انهن جي لاءِ شيطان سندن عمل سينگاريا پوءِ انهن کي وات کان روڪيائين (حالانڪ اهي) سمجهه رکندڙ هئا. يعني مذڪوره قومن کي به سندن ئي عقيدتي اعمال جي ڪري هلاڪ ڪيو ويو. سندن ويران ٿيل جاين مان اوهان جي لاءِ اهي ڳالهيون روشن آهن اهي دنيا جي ڪم ۾ سمجهه رکندڙ هئا، پاڻ کي عقل وارو سمجهندا هئا پر شيطان جي پلاڻ جي ڪري پلجي ويا ۽ ان کين سڌيءَ وات کان روڪي ڇڏيو ”وَقَارُونُ وَفِرْعَوْنُ وَهَامُنُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ“ قارون ۽ فرعون (کي هلاڪ ڪيوسون) ۽ البت تحقيق انهن وٽ موسيٰ روشن دليلن سان آيو پوءِ زمين ۾ تڪبر ڪيائون ۽ اڳتي وڌندڙ نه هئا يعني کليل نشانينون ڏسي به حق جي اڳيان نه جهڪيا حالانڪ انهن وٽ حضرت موسيٰ روشن دليل آندا هئا. انهن زمين ۾ پاڻ کي وڏو سمجهي غرور ڪيو پر ان جي ڪري اڳتي وڌندڙ نه ٿيا بلڪ الهي عذاب اچڻ جي ڪري هلاڪ ٿي ويا ”فَكَلا أَخَذْنَا بِنَاصِيَةِ الْيَمِينِ“ ۽ سڀني کي سندن گناهن جي ڪري پڪڙيوسون يعني انهن مان هر هڪ کي سندن گناهه جي موافق سزا ڏني سون ”فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا“ پوءِ انهن مان اهي به هئا جن تي اسان پٿر وسايا انهن مان مراد حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي قوم آهي. ”وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ“ انهن مان اهي به هئا جن کي ڪڙڪي پڪڙيو اهي ثمود ۽ اهل مدين هئا جبريل عليه السلام انهن وٽ اهڙو ڪڙڪي وارو آواز ڪيو جو ٻڌي سندن دليون ڦاٽي پيون ۽ روح پرواز ٿي ويا (۲) ”وَمِنْهُمْ مَّنْ حَسَفْنَا بِهٖ الْأَرْضَ“ ۽ انهن مان اهي هئا جن کي اسان زمين ۾ گهرائي ڇڏيو. جيئن قارون کي سندس خزانن سميت زمين گهري ڇڏيو ”وَمِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَفْنَا“ ۽ انهن مان اهي هئا جن کي اسان ٻوڙي ڇڏيو. جيئن حضرت نوح علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي قوم ۽ فرعون ۽ سندس ساٿي غرق ڪيا ويا ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ“ ۽ الله جو شان ناهي ته انهن تي ظلم ڪري کين هروڀرو

(۱) المراغي ص ۱۳۹ - جزء ۲۰ جلد ۷ (۲) حاشيه عثمانيه ص ۵۳۴ تنوير الازهار

ص ۱۲۸ - جلد ۳

دوہ کان سواءِ هلاڪ ۽ برباد ڪري ”وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ“ ۽ پر پاڻ پنهنجن سرن تي ظلم ڪيو هيائون جو اهڙن ڪمن تي هميشگي ڪندا رهيا جيڪي عذاب جو باعث هئا هنن آيتن سان الله جل شانہ مکہ مڪرمہ جي رهندڙن ۽ انهن کان پوءِ قيامت تائين اچڻ وارن کي نصيحت ڪئي آهي ته انهن واقعن مان عبرت وٺي ظلم، خلق خدا کي ايڏائڻ، تڪبر، فساد، كفر ۽ شرڪ کان پري رهن ”فَكَلَّا اخَذْنَا بِذُنُبِهِ“ پوءِ اسان سڀني کي سندن گناهن جي ڪري پڪڙيو يعني اسان انهن سڀني کي سندن ئي گناهن جي ڪري پڪڙيو پئي ڪنهن جي گناهہ جي ڪري هلاڪ نہ ٿيا هئا ”فَمِنْهُمْ مَنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا“ پوءِ انهن مان ڪي اهي هئا جن تي اسان وسندڙ پٿر موڪليا. اهي حضرت لوط علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي قوم وارا هئا ”وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهٖ الْاَرْضَ“ ۽ انهن مان اهي بہ هئا جن کي اسان زمين ۾ گهرائي ڇڏيو اهو قارون هو ”وَمِنْهُمْ مَنْ اَغْرَقْنَا“ ۽ انهن مان اهي بہ هئا جن کي اسان غرق ڪرائي ڇڏيو اهي فرعون ۽ سندس قوم وارا هئا ”وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ“ ۽ الله جو شان نہ هو تہ انهن تي ظلم ڪري ۽ پر پنهنجن نفسن تي پاڻ ظلم تي ڪيائون يعني انهن سڀني کي جرم کان سواءِ سزا نہ ملي هئي انهن اهڙا ڪم ڪيا هئا جن جي ڪري سزا جا مستحق بڻيا هئا (١) ”مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتٍ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا لِجن الله کان سواءِ پيا دوست ورتا آهن انهن جو مثال ڪوريٽري جي مثال وانگر آهي جنهن گهر ٺاهيو ”وَإِنْ اَوَّهْنَ الْبُيُوتِ لَبِيتُ الْعَنْكَبُوْتِ“ ۽ بلاشڪ سڀني گهرن ۾ نهايت ڪمزور گهر ڪوريٽري جو آهي يعني جيئن ڪوريٽري جو گهر ڪمزوريءَ جي بنا تي نہ هجڻ جي برابر آهي ڪافرن جا اهي باطل معبود بہ جن جي ڪارسازيءَ تي انهن کي ڀروسو آهي انهن لاءِ ڪجهہ بہ ثابت نہ ٿيندا ”لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ“ جيڪڏهن (اها ڳالھ) ڄاڻن ها (تہ ائين نہ ڪن ها) مطلب تہ جيڪڏهن شرڪ جو باطل هجڻ ڄاڻن ها تہ ڪنهن کي بہ الله جل شانہ سان شريڪ نہ بنائين ها ”اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُونِهٖ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ“ بلاشڪ الله ان کي ڄاڻي تو جنهن بہ شيءِ کي ان کان سواءِ پوڄيندا آهن ۽ اهو غالب حڪمت وراو آهي يعني الله جل شانہ کان سواءِ جنهن بہ شيءِ جي عبادت ڪن ٿا الله کان اها لڪل نہ آهي ڪيئن ان غير الله جي عبادت جي سزا ڏيندو (٢) ”وَتِلْكَ اَلَمْثَالُ لِنَصْرِهٖا لَلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ“ ۽ اهي مثال آهن جن کي ماڻهن جي لاءِ بيان ڪندا آهيون ۽ انهن کي علم وارن کان سواءِ ڪو بہ نہ سمجهندو آهي مشرڪ چوندا هئا تہ الله جل شانہ

ڪوريٽري ۽ مڪ جا مثال چو ٿو ڏي اهو سندس شان جي مناسب نه آهي چو ته اهي
 ڪي اهم شيون ناهن انهن جي جواب ۾ هي ارشاد ٿي رهيو آهي ته اهي مثال موقع جي
 لحاظ سان مناسب آهن پر انهن کي علم وارا سمجهندا بي علم جاهل ڇا ڄاڻي؟ ”خَلَقَ
 اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ“
 انهن جي پيدا ڪرڻ ۾ ڪيئن حڪمتون آهن اهي اجايا پيدا ڪيل ناهن ”إِنَّ فِي ذَلِكَ
 لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ“ بلاشڪ ان ۾ مومنن جي لاءِ البت نشاني آهي. يعني انهن کي ڏسي
 ايمان وارا يقينن ٿا رکن ته جيڪو الله ايڏا وڏا آسمان ۽ زمين پيدا ڪرڻ ۾ ڪنهن جي
 تعاون جو محتاج ناهي اڪيلو پاڻ انهن سڀني جو خالق آهي اهو ٻيون هلڪيون شيون
 پيدا ڪرڻ ۾ ٻين کي شريڪ ڪيئن بنائيندو. ان جو ڪو به شريڪ ناهي اهو وحده
 لاشريڪ له آهي.

فائدا

- مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا
- ۱- ”وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ“ (۽ سمجھ رکندڙ هئا) مان واضح ٿيو ته سمجھدار
 ماڻهو به گمراه ۽ بي دين ٿيندا آهن دنيا جي ڪمن ۾ عقل ۽ سمجھ رکڻ جي
 باوجود سخت ڪافر ۽ پڪا مشرڪ هوندا آهن.
 - ۲- ”وَإِزْجُوا الْيَوْمَ الْأَخْرَ“ (۽ آخرت واري ڏينهن جي اميد رکو) مان واضح ٿيو
 ته قيامت جو ڏينهن مومن جي اميد جو ڏينهن آهي جو ان ۾ کيس الله جل شانہ جي
 ذات پاڪ جو دیدار نصيب ٿيندو ۽ الله جل شانہ جي حبيب عليه الصلوة والسلام ۽
 ٻين پلارن جي زيارت جو شرف حاصل ڪندو ان جي برخلاف ڪافر الهي عذاب ۽
 پریشاني ۾ هوندو.
 - ۳- ”وَزَيِّنْ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ“ (۽ انهن لاءِ شيطان سندن اعمال سينگاري
 پيش ڪيا) مان واضح ٿيو ته ٻرن ڪمن کي سٺو ۽ سهڻو سمجھڻ ڪفر ۽ شيطان جو
 ڪم آهي جيڪو پاڻ مشرڪ نه هو پر ٻين کي مشرڪ بنائي ڇڏيائين.
 - ۴- ”وَقَارُورُونَ“ (۽ قارون (جو بيان ڪر) ۾ قارون کي ڪافرن مان ڳڻڻ مان
 واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي هڪ فرض جو منڪر به ڪافر آهي قارون صرف
 زڪوة جي فرضيت جو انڪار ڪيو هو. ان جي ڪري ئي حضرت ابوبڪر صديق
 رضي الله عنه زڪوة جي منڪرن سان جهاد جو اعلان ڪيو هو.

أَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى

پڙهه اهو جيڪو وحي ڪيو ويو تو ڏانهن ڪتاب مان ۽ قائم ڪر نماز بيشڪ نماز روڪي

عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (٤٥)

تي بيحيائيءَ ۽ برائيءَ کان ۽ البت الله جو ذڪر وڏو آهي ۽ الله ڄاڻي ٿو جيڪو اوهان ڪيو ٿا

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي ڪجهه نبين علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام جو ذڪر آئي حضور عليه الصلوة والسلام جن کي تسلي ڏني وئي ۽ هن آيت ۾ دعوت الی الله جو هڪ مختصر مگر جامع نسخو ٻڌايو ويو آهي جنهن تي عمل ڪرڻ سان پوري دين تي عمل ڪرڻ آسان ٿي وڃي ٿو ۽ ان جي وات ۾ اچڻ واريون رڪاوٽون دور ٿي وڃن ٿيون ارشاد الهي آهي ”أَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ“ جيڪو اوهان ڏانهن ڪتاب مان وحي ڪيو ٿو وڃي اهو تلاوت ڪر هي نسخي جو هڪ جز ۽ آهي يعني قرآن ڪريم جي تلاوت جيڪو سڀني ڪمن جو روح آهي الله جي تقرب لاءِ ۽ ان جي الفاظ جي تحفظ لاءِ تامل سان پڙهه ڇو ته گهڻي پڙهڻ سان گهڻا راز کلي پوندا آهن ۽ ان مان سنهڻا اخلاق ۽ آداب حاصل ٿيندا آهن (١) ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ“ نماز قائم ڪر هي ان نسخي جو ٻيو جز ۽ آهي جيڪو ٻين سڀني فرضن ۽ اعمال کان ممتاز آهي ”إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ“ بيشڪ نماز بيحيائيءَ ۽ برائيءَ کان روڪي ٿي هيءَ نماز ادا ڪرڻ ۾ هڪ حڪمت آهي مطلب ته نماز پاڻ به نهايت اهم عبادت آهي دين جو تنڀ آهي پر ان سان گڏ ان مان اهو به فائدو آهي ته اها نماز پڙهندڙ کي بيحيائيءَ ۽ برائيءَ کان روڪيندڙ آهي ”الْفَحْشَاءُ“ هران بري فعل يا قول کي چوندا آهن جنهن جو برو هجڻ پڌرو آهي ۽ هر عقل وارو مومن هجي يا ڪافر ان کي بچڙو سمجهندو آهي جيئن زنا، ناحق قتل، ڌاڙو، چوري وغيره منڪر اهو قول ۽ فعل آهي جنهن جي حرام ۽ ناجائز هجڻ تي شريعت جا صاحب متفق آهن ان جي ڪري فقہه جي امامن جي اجتهادي اختلافات ۾ ڪنهن به پاسي کي منڪر نه ٿو چئي سگهجي فحشاء ۽ منڪر جي ٻن لفظن ۾ سڀ جرم ۽ ظاهري ۽ باطني گناهه اچي ويا جيڪي پاڻ به فساد ٿي فساد آهن ۽ آهي ئي صالحن عملن ۾ وڏي رڪاوٽ آهن.

نماز سيني براين کان روکي ٿي ان جو مطلب

ان جو مطلب مستند حديثن جي لحاظ سان هي آهي ته نماز قائم ڪرڻ ۾ خاص تاثير آهي ته جيڪو اها ادا ڪري ٿو ان کان گناهن جون عادتون ڇڏايون وينديون آهن ان شرط سان جو نماز صرف پڙهي نه پر اها قائم ڪري ڏيکاري. مطلب ته نماز کي سيني ظاهري، باطني آداب سان اهڙي طرح ادا ڪري جيئن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن عملي طور ادا ڪري ٻڌائي ۽ پنهنجي سموري ظاهري زندگيءَ دوران ان جي تلقين به ڪندا رهيا ته بدن، ڪپڙا ۽ نماز ادا ڪرڻ واري جاءِ به مڪمل پاڪ هجي ۽ نماز باجماعت جي اهميت سان گڏ ان ۾ ادا ٿيڻ وارا احڪام سنت جي مطابق هجن. اهي ته ظاهري آداب ٿيا باطني هي آهن جو مڪمل خشوع، نياز ۽ نوڙت سان اهڙي نموني الله جل شانہ جي اڳيان بيهي جو ڄڻ ته الله جل شانہ کي ڏسي عرض ڪري رهيو آهي اهڙي طرح نماز قائم ڪرڻ واري کي الله جل شانہ جي طرفان خود بخود صالحن عملن جي توفيق ملڻ سان گڏ برن ۽ بچڙن عملن کان بچاءِ نصيب ٿيندو ۽ جيڪو شخص نماز پڙهڻ جي باوجود گناهن کان نه بچيو ته اهو سمجهي ته سندس نماز ۾ ئي ڪو تاهي آهي جيئن حضرت عمران بن حصين رضي الله عنه کان روايت آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کان عرض ڪري پڇيو ويو ته ”نماز بيهيائين ۽ برائين کان روڪي ٿي“ جو مطلب ڇا آهي؟ پاڻ فرمايائون ته ”جنهن کي سندس نماز بيهيائين ۽ برائين کان نه روڪيو ان جي نماز ئي نه آهي“ ۽ حضرت عبدالله بن مسعود رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”جنهن نماز جي اطاعت نه ڪئي ان جي نماز ئي ناهي“ ۽ نماز جي اطاعت اها آهي ته نماز پڙهندڙ بيهيائين ۽ برائين کان بچي (١) ۽ خطيب حضرت ابن عمر رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”جنهن اهڙي نماز پڙهي جنهن کيس نيڪيءَ جو امر نه ڪيو ۽ برائين کان نه روڪيو ته اها نماز ان کي الله کان پري ڪرڻ کان سواءِ ڪجهه به نه وڌائيندي“ (٢) يعني ان نماز سان کيس الله جل شانہ جو قرب نصيب نه ٿيندو. حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آهي ته: هڪ شخص نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾

(١) معارف القرآن ٦٩٦، ٦٩٧- جلد ٦ (٢) الدر المنثور ٤٦٥- جلد ٦

حاضر ٿي عرض ڪيو ته ”فلا ٿو ماڻهو رات جو تهجد پڙهي ٿو پر جڏهن صبح ٿيندي آهي ته چوري ڪندو آهي“ پاڻ فرمايائون ته ”اها نماز ان کي ان کان روڪيندي جيڪي تون چوين ٿو“ (١) بعضي روايتن ۾ اهو به آيو آهي ته ان نبوي ارشاد کان پوءِ اهو ان گناهن کان توبه ڪري ويو (٢) ”وَلَدِ كُرَّالِهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ“ ۽ البت الله جو ذڪر وڌو آهي ۽ الله ڄاڻي ٿو جيڪي اوهان ڪيو ٿا ابن جرير، ابن المنذر، ابن ابي حاتم حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته: ان مان مراد آهي ته پاڻهن جي طرفان الله جل شانہ جي ذڪر ڪرڻ کان پوءِ جيڪو الله پاڻهن جو ذڪر ڪندو آهي اهو سندن ذڪر کان وڌو آهي اهڙي طرح فريابيءَ، سعيد بن منصور، ابن جرير، ابن المنذر، ابن ابي حاتم، حاکم ۽ شعب الايمان ۾ بيهقيءَ عبدالله بن ربيعة رضي الله عنه کان به روايت آندي آهي (٣) مطلب الله پنهنجي ذاڪر پاڻهي جو ذڪر ڪري ٿو اهو تمام وڏو آهي ۽ هتي ان بيان ڪرڻ مان اهو اشارو به ملي ٿو ته نماز پڙهڻ جي ڪري گناهن کان نجات جو سبب اهو آهي جو الله جل شانہ پاڻ پنهنجي پاڻهي ڏانهن خصوصي توجهه فرمائي ٿو ۽ ان جو پنهنجن ملائڪن ۾ ذڪر ڪري ٿو ۽ ان جي برڪت سان ان کي گناهن کان نجات ملندي آهي.

فائدو

مذڪوره آيت جي جملہ ”وَلَدِ كُرَّالِهِ أَكْبَرُ“ (۽ البت الله جو ذڪر وڌو آهي) مان ثابت ٿيو ته الله جو ذڪر ڪرڻ نهايت اعلى عبادت آهي پوءِ اهو نماز ۾ هجي يا نماز کان ٻاهر نبي پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام جن فرمايو: الله (جل شانہ) جو فرمان آهي ”مان پنهنجي پاڻهي جي گمان وٽ آهيان جهڙو مون سان رڪندو جيڪڏهن مون کي پنهنجي دل ۾ ياد ڪندو ته مان به ان کي صرف پاڻ ياد ڪندس ۽ جيڪڏهن مون کي جماعت ۾ ياد ڪندو ته مان ان کي ان جي جماعت کان پلي جماعت ۾ ياد ڪندس.“ (٤)

(١) تفسير ابن ڪثير ص ٤١٥ - جلد ٣ (٢) معارف القرآن ص ٦٩٧ - جلد ٣

(٣) الدر المنثور ص ٤٦٦ - جلد ٦ (٤) تنوير الاذهان ص ١٧٠ - جلد ٣

الله جل شانہ

جي ذکر جافضائل نبوي احاديث مان

ع ١ امام احمد، ترمذي ۽ ابن ماجه حضرت ابودرداء رضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”ڇا مان اوهان کي اوهان جي عملن ۾ ڀلو عمل، ۽ اوهان جي مالڪ وٽ انهن ۾ وڌيڪ صاف ۽ اوهان جي درجن ۾ وڌيڪ مٿاهون ۽ اوهان جي لاءِ سون ۽ چانديءَ جي (خيرات في سبيل الله ۾) خرچ ڪرڻ کان ڀلو ۽ اوهان پنهنجي (ڪافر) دشمن سان جنگ ۾ مقابلو ڪيو پوءِ اوهان انهن جي ڪنڌن تي (تلوارون) هڻو ۽ اهي اوهان جي ڪنڌن تي هڻن ان کان به ڀلو؟“ عرض ڪيائون ته هاڻو (اي الله جا رسول! ٻڌايو) فرمايائون ته ”الله جو ذڪر“

ع ٢ امام احمد ۽ ترمذي حضرت ابو سعيد خدری رضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن کان عرض ڪري پڇيو ويو ته: الله وٽ درجي جي لحاظ سان ڪهڙو ٻانهو ڀلو ۽ بلند آهي؟ فرمايائون ”الله جو ذڪر ڪندڙ مرد ۽ ذڪر ڪندڙ عورتون“ عرض ڪيو ويو ته: في سبيل الله جهاد ڪندڙ کان به؟ پوءِ پاڻ فرمايائون ته ”جيڪڏهن ڪافرن ۾ تلوار ايتري هلائي جو ٿئي پوي ۽ رت سان پرڃي وڃي ته به الله جو گهڻو ذڪر ڪندڙ ان کان درجي جي لحاظ سان ڀلا آسن“

ع ٣ امام احمد ۽ ترمذي حضرت عبدالله بن بسر رضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته: هڪ اعرابي حضور عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ اچي عرض ڪيو ته ”ماڻهن ۾ ڀلو ڪير آهي؟“ پاڻ فرمايائون ته ”ان لاءِ خوشخبري آهي جنهن جي عمر ڊگهي ۽ عمل سهڻا هوندا“ عرض ڪيائين ته يارسول الله! عملن مان ڪهڙو عمل افضل آهي؟ پاڻ فرمايائون ته ”دنيا کان ان حال ۾ جدا ٿيڻ جو تنهنجي زبان الله جي ذڪر سان آلي هجي“ (١)

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۖ إِلَّا الَّذِينَ

۽ نه جهيڙو ڪيو اهل ڪتاب سان مگر ان طريقي سان جو اهو تمام سهڻو آهي مگر اهي

ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا

جن ظلم ڪيو انهن مان ۽ چئو ته ايمان آندوسون ان تي جيڪو نازل ڪيو ويو اسان ڏانهن

وَأَنْزَلَ إِلَيْكُمُ وَالْهَنَاءَ الْهِكْمَ وَوَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (٤٦)

۽ نازل ڪيو ويو اوهان ڏانهن معبود اسان جو معبود اوهان جو هڪ آهي ۽ اسين ان جا فرمانبردار آهيون

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ ۚ فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ

۽ اهڙي طرح نازل ڪيو اسان توڏانهن ڪتاب پوءِ اهي جو ڏٺوسون انهن کي ڪتاب

يَوْمَئِذٍ بِهِمْ وَمَنْ هُوَ إِلَّا يَوْمُئِذٍ مِّنْ يُّومٍ بِهِ ۖ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا

ايمان آئين ٿا ان تي ۽ هنن مان اهو آهي جيڪو ايمان آڻي ٿو ان تي ۽ نه ٿا انڪار ڪن اسان جي آيتن جو

إِلَّا الْكَافِرُونَ (٤٧) وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِّنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ

مگر ڪافري نه ٿي تلاوت ڪيو تو اڳي ان کان ڪو ڪتاب ۽ نه ٿي لکيو تو

بِإِمْرَانِكَ إِذَا لَأَرْتَابَ الْمُبْطِلُونَ (٤٨) بَلْ هُوَ آيَاتُ الْيَوْمِ

ان کي پنهنجي سڄي هٿ سان ان وقت البت شڪ ڪن ها باطل چونڌڙ بلڪ اهي آيتون پڌريون آهن

فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ (٤٩)

انهن جي سينن ۾ جيڪي ڏنا ويا علم ۽ نه ٿا انڪار ڪن اسان جي آيتن جو مگر ظالم

تفسير

اڳئين آيتن ۾ قرآن پاڪ جي تلاوت ڪرڻ جو حڪم هو ۽ هتي مومنين کي ان

قرآن ڪريم سان ئي سهڻي نموني بحث ڪرڻ جو ارشاد ٿي رهيو آهي فرمان عاليشان

آهي ”وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ ۽ جهيڙو ڪر اهل ڪتاب سان مگر

ان طريقي سان جيڪو تمام سهڻو آهي مطلب ته يهودين ۽ نصارن مان جيڪو دين

سمجهڻ لاءِ بحث ۽ تڪرار ڪندي ڪا ڪاوڙ اچڻ جهڙي ڳالهه ڪري ته به اوهان

ڪاوڙ کائي ان کي نهايت نرميءَ سان سمجهايو ”إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ“ مگر جن انهن

مان ظلم ڪيو مطلب ته جن ظلم ڪندي حق کان منهن موڙيو ۽ روشن حجت کان

انڌا ٿيا سرڪشي ۽ تڪبر ڪيائون ۽ انهن ۾ نرميءَ ڪو به اثر نه ڪيو ته پوءِ

جيستائين اهي اسلام قبول نه ڪن انهن سان تلوار سان جهيڙو ڪيو (١) ”وَقُولُوا آمَنَّا

بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَالْهَنَاءُ وَالْهَكْمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ ٢٩ ۝ چئو ته اسان ان تي ايمان آندو آهي جيڪو اسان ڏانهن نازل ڪيو ويو ۽ (ان تي به) جيڪو اوهان ڏانهن نازل ڪيو ويو آهي ۽ اسان جو ۽ اوهان جو معبود هڪ آهي ۽ اسين ان جا فرمانبردار آهيون يعني اهل ڪتاب کي سمجهايو ته: جڏهن اسان ۽ اوهان ۾ ايترو اشتراڪ آهي جو اسان وانگر اوهان به الله جل شانہ جا قائل آهيو ۽ اسان وانگر نبوت جي سلسلي کي مڃيو ٿا ۽ اسين اوهان جي الهامي ڪتاب کي به مڃيون ٿا ته باقي ڪهڙي ڳالھ رهي جو اوهان اسان جي نبي عليه الصلوة والسلام تي نازل ڪيل ڪتاب کان منهن موڙيو ٿا؟ اسين ته پنهنجي الله جل شانہ جا فرمانبردار آهيون ان ئي اسان جي نبي عليه الصلوة والسلام تي وحي نازل ڪري کين خاتم الانبياء بنايو آهي.

”وَكَذَلِكَ أُنْزِلَ إِلَيْكَ الْكِتَابُ فَلِلَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ هُوَ لَّا مِنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ“ ۝ اهڙي طرح اسان توڏانهن ڪتاب نازل ڪيو پوءِ جن کي اسان ڪتاب ڏنو آهي (اهي) ان تي ايمان آڻين ٿا ۽ هنن مان اهو به آهي جيڪو ان تي ايمان آڻي ٿو ۽ اسان جي آيتن جو انڪار صرف ڪافر ڪن ٿا. يعني جهڙي طرح اوهان کان اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام تي ڪتاب لاتا هئاسون اوهان تي به ڪتاب لاتو اٿئون جيڪو اڳين ڪتابن جي تصديق ڪندڙ آهي (پوءِ جن کي اسان ڪتاب ڏنو آهي ان تي ايمان آڻين ٿا) هن مان مراد اهل ڪتاب مان ايمان آڻڻ وارا حضرت عبدالله بن سلام رضي الله عنه وغيره آهن يامراد آهي ته اهل ڪتاب حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جي بعثت کان اڳي مٿن ايمان آڻيندا هئا ۽ هنن مان به ڪي آهن جيڪي ان تي ايمان آڻين ٿا يعني مڪه مڪرمه جي رهاڪن مان به ايمان آڻڻ وارا آهن مگر الله جي آيتن جو انڪار صرف ڪافر ڪن ٿا قتادة فرمايو آهي ته حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن ۽ قرآن پاڪ کي سڃاڻي حق سمجھي پوءِ به انڪار ڪري ويهي رهيا (١) ”وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُ بِيَمِينِكَ إِذْ أُرْتَابَ الْمُبْطِلُونَ“ ۝ ان کان اڳي نه تون ڪو ڪتاب پڙهندو هئين ۽ نه پنهنجي سڄي هٿ سان لکندو هئين. ان وقت باطل چونڌڙ شڪ ڪن ها ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته ”من قبله“ ۾ ”ه“ ضمير ڪتاب يعني قرآن ڪريم ڏانهن ٿو وري جيڪو نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن تي نازل ڪيل آهي مطلب هي ٿيندو ته اي حبيب! (عليه الصلوة والسلام) اوهان ان قرآن ڪريم کان اڳ ۾ نه ڪو ڪتاب پڙهندا هيو ۽ نه

اهل ڪتاب سان اچ وڃ رکندا هيئو پر اسان اهو ڪتاب نهايت معجز ۽ غيوب جو متضمن اوهان ڏانهن نازل فرمايو جيڪڏهن اوهان اڳ ۾ ڪجهه لکي پڙهو ها ته اوهان جي پيغام کي باطل چونڊڙن کي شڪ ڪرڻ جو موقعو ملي ها ۽ چون ها ته اسان جي ڪتابن (توراء، انجيل، زبور) ۾ لکيل آهي ته آخري پيغمبر عليه الصلوة والسلام اهي هوندو الله جل شانہ هيءَ آيت نازل ڪري انهن تي دليل قائم ڪيو ته هي اهوئي آخري نبي آهي جيڪو نه لکي ٿو نه پڙهيل آهي. (١)

سوال

جيڪڏهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن لکندا نه هئا ته پوءِ صلح حديبيه ۾ جڏهن حضرت علي رضي الله عنه صلح نامي ۾ ”محمد رسول الله“ ۾ رسول الله جي لفظن کي ڊاهي محمد بن عبدالله نه لکيو ته پاڻ ان کان قلم وٺي رسول الله جي جاءِ تي ابن عبدالله ڪيئن لکيو هيائون. (ڪما هو مذكور في كتب السيرة)

جواب

اها ڳالهه بلڪل سچي آهي پر اهو سندن لکڻ معجزِي طور هو جنهن مان سندن سچو ۽ صحيح رسول هجڻ ثابت ٿي رهيو هو ڇو ته پاڻ لکڻ جي تعليم کان خالي هجڻ جي باوجود لکي رهيا هئا ۽ اهو هيئن هو جو الله جل شانہ سندن هٿ مبارڪ ۽ قلم ۾ اهڙي تحريڪ پيدا ڪئي جنهن سان ڪجهه ليکڪا نڪتا ۽ ڏسندڙن ان کي ابن عبدالله سمجهيو ۽ اهو سندن ائين معجزو هو جيئن کين بغير ڪنهن وٽ پڙهڻ جي ”عَلَّمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ“ عطا ڪيو ويو هو. قاضي عياض حضرت معاويه رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته اهو نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي اڳيان لکندو هو ته پاڻ کيس ڏسيندا هئا ته مس چنڊ، قلم ڦيراءِ، سين کي جدا ڪر ۽ ميم کي ابتون ڪر ۽ الله جو لفظ سهڻو ڪري لک رحمن کي مد ڏي ۽ رحيم کي سٺو ڪري لک ۽ قاضي صاحب فرمايو ته هيءَ روايت جيتوڻيڪ صحيح درجي کي نه پهتل آهي پر اها ڳالهه پري ناهي ته کين اهو علم ڏنو ويو هو ۽ پڙهڻ ۽ لکڻ کان منع ڪيل هئي مفسر قرطبي لکيو ته: هذا هو الصحيح في الباب“ اهو ئي هن باري ۾ صحيح فيصلو آهي. ”بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ“ بلڪه اهي روشن آيتون آهن انهن جي سينن ۾ جيڪي علم ڏنا ويا آهن ۽ اسان جي آيتن جو انڪار صرف ظالم ڪن ٿا. يعني قرآن ڪريم روشن آيتون آهي جيڪو علم وارن جي

سينن ۾ هوندو آهي ۽ هتي علم وارن مان مراد نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جا اصحاب ۽ مومن آهن جيڪي ان کي ياد ڪن ٿا پڙهن ٿا ۽ علم جي ذريعي الله جي ڪلام ۽ انسانن جي ڪلام ۾ فرق محسوس ڪن ٿا ۽ قتادة ۽ ابن عباس فرمايو آهي ته ”هو“ جو ضمير حضور عليه الصلوة والسلام ڏانهن وري ٿو ۽ پاڻ روشن آيتون آهن جن جو ذڪر توراۃ ۽ انجيل ۾ آهي ۽ علم وارن اهل ڪتاب کي اها ڳالهه سينن ۾ موجود آهي پاڻ هڪڙي روشن گهڻيون آيتون آهن ڇو ته ديني امر جي گهڻين شين تي دلالت ڪندڙ آهن ۽ انهن آيتن جو ڪافر انڪار ڪن ٿا جو سندن نبوت ۽ آندل پيغام جا منڪر آهن. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١ ”الَّذِينَ أَحْسَنُوا“ (مگر ان سان جيڪو تمام سهڻو آهي) مان واضح ٿيو ته اهل ڪتاب سان بحث مباحثه جو موقعو ملي ته اهو بهتر طريقي سان ڪيو مثلاً سخت ڳالهه جو جواب نرم الفاظ سان، غصه جو جواب بردباريءَ سان جاهلانہ شور ۽ گوڙ جو جواب باوقار گفتگو سان ڏيو.

ع ٢ ”أَمَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ“ (اسان ان تي ايمان آندو جيڪو اسان ڏانهن نازل ڪيو ويو ۽ (ان تي به ايمان آندو آهي) جيڪو اوهان تي نازل ڪيو ويو آهي) مان واضح ٿيو ته اسان کي اڳين ڪتابن تي اجمالي ايمان رکڻو آهي ۽ هيئن چوڻو آهي ته جيڪي الله نازل ڪيو ان تي اسان جو ايمان آهي ان چوڻ سان تحريف ڪري آندل مضمون نڪري ويندا ۽ صحيح بخاريءَ ۾ حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آهي ته اهل ڪتاب توراۃ ۽ انجيل کي ان جي اصلي زبان عبرانيءَ ۾ پڙهندا هئا ۽ مسلمانن کي ان جو ترجمو عربي زبان ۾ ٻڌائيندا هئا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن ان جي متعلق مسلمانن کي هيءَ هدايت ڏني ته: اوهان اهل ڪتاب جي نه تصديق ڪيو نه تڪذيب بلڪ انهن کي چئو ته جيڪو الله نازل ڪيو آهي اسان جو ان تي ايمان آهي وڌيڪ تفصيل ۾ نه وڃو.

ع ٣ ”مَا كُنْتُمْ تَقُولُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكُمْ“ (ان کان اڳي نه تون ڪو ڪتاب پڙهندو هئين ۽ نه ان کي سڄي هٿ سان لکندو هئين) مان واضح ٿيو ته نبي

پاڪ عليه الصلوة والسلام جو امي هجڻ عيب يا نقص نه پر سندن فضيلت ۽ وڏو معجزو آهي (١) جو امي هجڻ جي باوجود ايترو اولين ۽ آخرين جو علم رکندا هئا شعر لقب امي مگر کون و مڪان کي عيب سے واقف

خداوند تعالیٰ کي پڙهائے ايسے ہوتے ہیں؟

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ

۽ چيائون ته ڇو نه نازل ڪيون ويون ان تي نشانين ان جي رب جي طرفان فرمائ ته نشانين ته

عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (٥٠) أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَا

الله وٽ آهن ۽ آءٌ ته صرف ڊيجاريندڙ ڀڏرو آهيان ڇا نه ڪافي ٿيو انهن جي لاءِ ته بلاشڪ اسان

أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِن فِي ذَٰلِكَ

نازل ڪيو اسان توتي ڪتاب جيڪو پڙهيو ٿو وڃي انهن تي بلاشڪ ان ۾ البت

لِرَحْمَةٍ وَذِكْرٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (٥١) قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي

۽ رحمت ۽ نصيحت آهي ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا فرمائ ته ڪافي آهي الله منهنجي

وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ

۽ اوهان جي وچ ۾ شاهد ڄاڻي ٿو جيڪو ڪجهه آسمانن ۽ زمين ۾ آهي ۽ جن ايمان آندو باطل تي

وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (٥٢)

۽ انڪار ڪيائون الله جو اهي ئي نقصان وارا آهن

تفسير

اڳين آيتن ۾ دليل ڏنو ويو ته قرآن ڪريم الله جو ڪلام آهي ۽ رسول الله صلي الله عليه وسلم جو پنهنجو ٺاهيل ڪلام ناهي ۽ هتي انهن جي ٻئي شبيهي جو ذڪر ڪيو ويو ته اوهان تي اوهان جي طلب موافق محسوس معجزو ڇو نه لائو ويو؟ ان جو جواب بيان ڪيو ويو آهي ارشاد باري آهي ”وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ“ ۽ (ڪافرن) چيو ته ان تي سندس رب جي طرفان نشانين ڇو نه لائون ويون؟ يعني

مڪه مڪرمه ۾ رهندڙن قريشي ڪافرن چيو ته (حضرت) محمد (عليه الصلوة والسلام) کي اهڙا ڏسڻ ۾ اچن ۽ وارا معجزا چو نه ڏنا ويا جيئن اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام کي ڏنا ويا هئا. مثلاً حضرت صالح جي ڏاڍي يا حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام) کي مليل لٺ. پوءِ اهي ڏلين ۾ وڌيڪ اثر ڪندڙ ۽ عقل تي ايترو اثر انداز ٿين ها جو اهي اسلام کي مڃڻ جي لاءِ مجبور ڪن ها. الله جل شانہ انهن کي جواب ڏيندي ارشاد فرمايو **”قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ“** فرماء ته نشانين (معجزا) ته صرف الله وٽ آهن يعني اوهان انهن ڪافرن کي جواب ڏيندي فرمايو ته: معجزا اظهار ڪرڻ ته الله جل شانہ جو شان آهي اهو جيڪڏهن معجزن ڏسڻ جي ڪري اوهان ۾ هدايت تي اچڻ چاڻي ها ته اهڙا معجزا ظاهر ڪري ها چو ته اها ڳالهه ان جي لاءِ آسان آهي پر ان کي خبر آهي ته اوهان جا اهي سوال صرف اوهان جي سرڪشيءَ ۽ عناد جي ڪري آهن اوهان جو ايمان آڻڻ جو ڪو ارادو ناهي تڏهن اهڙا معجزا ظاهر نه ٿو ڪري **”وَأَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ“** ۽ مان ته صرف پڌرو ڊيڄاريندڙ آهيان يعني منهنجو ڪم صرف اوهان کي الله جل شانہ کان ڊيڄارڻ آهي اوهان جا مطالبو پورا ڪرڻ ناهي منهنجي ذمي رسالت جو پيغام پهچائڻ آهي اوهان کي هدايت تي آڻڻ ناهي هدايت ڪرڻ الله جل شانہ جو ڪم آهي.

هڪ وضاحت

علامه مفتي احمد يار نعيمي عليه الرحمة هن آيت جي تفسير ۾ لکيو ته: حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جا معجزا ٽي قسم آهن ١: اهي جيڪي هميشه کانئن صادر ٿيندا رهندا هئا جيئن جسم پاڪ جو پاڇو نه هجڻ ۽ پگهر مبارڪ مان مشڪ ۽ عنبر جي خوشبوءِ ٢: اهي جن جي ظاهر ڪرڻ جو ڪين ربي اجازت کان سواءِ اختيار نه هو جيئن قرآن ڪريم جون آيتون ٣: بعضي اهي جن کي صادر ڪرڻ سندن اختيار ۾ هو. جيئن پٿرين کان ڪلمو پڙهائڻ چنڊ چيرڻ، لٺل سج واپس ڪرڻ وغيره. (١) **”أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ“** ڇا انهن لاءِ اهو ڪافي نه ٿيو ته بلاشڪ اسان اوهان تي (اهو) ڪتاب نازل فرمايو جيڪو انهن تي پڙهيو وڃي ٿو.

شان نزول

دارمي، مراسيل ۾ ابو داؤد، ابن جرير، ابن المنذر، ابن ابي حاتم، بحبي بن جعهه رضي الله عنه کان روايت آندي ته: ڪجهه مسلمان يهودين کان ٻڌل ڪجهه ڳالهيون

لڪي حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جي دربار ۾ آيا (۽ اچي اهي عرض ڪري
 ٻڌايائون) ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ”اها قوم بي وقوفي يا
 گمراهي ۾ ڪافي آهي جو جيڪو ڪجهه الله سندن نبي تي نازل فرمايو ان کان منهن
 موڙي ان ڏانهن رغبت رکن جيڪو سندن نبي کان سواءِ ٻين نبين عليهم الصلوة
 والسلام تي نازل ڪيو ويو آهي تڏهن الله جل شانہ اها آيت نازل فرمائي (۱) مطلب
 ته ڇا انهن جي لاءِ اهو ڪتاب (معجزتي طور) ڪافي ناهي جيڪو کين رات ڏينهن
 تلاوت ڪري ٻڌايو وڃي ٿو؟ ان کان وڌيڪ ڪهڙو معجزو هوندو؟ ”اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
 لَرَحْمَةً وَذِكْرًا لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ“ بلاشڪ ان ۾ ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا
 البت رحمت ۽ نصيحت آهي. يعني اهو به ته ڏسن ته ان تي ايمان آڻڻ وارا نصيحت ۽
 رحمت سان مالا مال ٿي رهيا آهن ۽ ان مان نفعو حاصل ڪري رهيا آهن (۲) ”قُلْ كَفَىٰ
 بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا“ فرماءِ ته منهنجي ۽ اوهان جي وچ ۾ الله ڪافي شاهد آهي
 يعني جيڪو پيغام ۽ اوهان کي الله جو خوف ڏيارڻ مون کان ۽ ان جو انڪار ۽
 تڪذيب سان مقابلو ڪرڻ اوهان کان ظاهر ٿي رهيو آهي ان جو الله شاهد آهي ۽ اهو
 ئي هر هڪ کي بدلو ڏيندو جيڪڏهن مان ڪوڙو هجان ها ته مون کي ان جي سزا ڏي
 ها پر مان جڏهن ته يقيناً سچو آهيان ان جي ڪري منهنجي مدد ڪري ٿو ۽ منهنجي
 هٿان عظيم معجزا ظاهر ڪري ٿو ”يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ جيڪو ڪجهه
 آسمانن ۽ زمين ۾ آهي ڄاڻي ٿو. مطلب ته ان کان ڪجهه به لڪل ناهي ”وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا
 بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ“ ۽ جن باطل تي ايمان آڻي ۽ الله جو انڪار
 ڪيو اهيئي نقصان وارا آهن يعني آفاقي ۽ انفسي دليلن جي هوندي جيڪي الله جا
 منڪر ٿي بتن جي عبادت ڪن ٿا اهي ئي خساري ۽ نقصان وارا آهن کين ڪو فائدو نه
 رسندو. (۳)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ۱- ”اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ“ الآية، (ڇا انهن لاءِ ڪافي نه ٿيو؟) مان واضح ٿيو ته قرآن
 ڪريم حضرت نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي نبوت جو قطعي دليل ۽ سندن
 کي عطا ڪيل دائر رهڻ وارو معجزو آهي.

(۱) الدر المنثور ص ۴۷۱- جلد ۶ (۲) فتح القدير ص ۲۰۹- جلد ۴ (۳) المراغي

ص ۱۱- جزء ۲۱ جلد ۷

ع ٢٠ "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرًا" (بلاشڪ ان ۾ رحمت ۽ نصيحت آهي) مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم الله جل شانہ جي رحمت ۽ مڃڻ وارن جي لاءِ نصيحت ۽ خير خواهي آهي.

ع ٢١ "أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ" (اهي ئي خساري وارا آهن) مان واضح ٿيو ته جن ماڻهن الله جي قرآن پاڪ کي نه مڃيو ان تي ايمان نه آندو آهي ظاهر ۾ کڻي ڪيترا به خوشحال هجن پر آخرت ۾ وڏي خساري ۽ نقصان ۾ هوندا.

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ

۽ تڪڙو گهرن ٿا توکان عذاب ۽ جيڪڏهن نه هجي ها مدو مقرر ته البت اچي ها انهن وٽ عذاب

وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (٥٣) يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ

۽ البت ضرور ايندو انهن وٽ اوچتو ۽ اهي نه ٿا سمجهن تڪڙو گهرن ٿا توکان عذاب

وَأَنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (٥٤) يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ

۽ بيڻشڪ جهنم البت گهڙو ڪندڙ آهي ڪافرن کي جنهن ڏينهن ڏيکي ويندو انهن کي عذاب

مَنْ فَوْقَهُمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (٥٥)

مٿان انهن جي ۽ هيٺان پيرن انهن جي ۽ فرمائيندو ته چکو اهو جيڪي ڪندا هئو

تفسير

اڳين آيتن ۾ ٻڌايو ويو ته ڪافر نقصان وارا آهن ۽ هنن آيتن ۾ انهن ئي ڪافرن جي طرفان تڪڙي عذاب اچڻ جي مطالبِي جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي "وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ" ۽ اوهان کان عذاب تڪڙو گهرن ٿا ۽ جيڪڏهن مقرر ڪيل مدو نه هجي ها ته انهن وٽ عذاب اچي ها يعني ڪافرن جو چوڻ هو ته "جيڪڏهن اسين باطل تي آهيون ته پوءِ اسان تي الهي عذاب ڇو نه ٿو اچي؟ الله جل شانہ فرمايو ته "ڪين سزا ڏيڻ جو مدو مقرر ڪيل نه هجي ها ته فوراً ڪين عذاب ٿئي ها" وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۽ البت انهن وٽ اوچتو (اهو عذاب) ضرور ايندو ۽ اهي نه ٿا سمجهن مطلب ته اهي غفلت ۾ پنهنجي مشغولين ۾ محو هوندا ۽ ڪين ڪا خبر ئي نه پوندي ته الهي عذاب اچي ڪٿڙو ڪندن "يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ" توکان تڪڙو عذاب گهرن ٿا يعني اوهان کان جلد اچڻ وارو

عذاب گهرن ٽا ۽ ان تي زور ٿا ڏين پر جيڪڏهن اهو علم هجين ها ته اهو ڪيترو سخت هوندو ته تمنا رکن ها ته ڪاش اسين پيدا ٿي نه ٿيون ها عذاب گهرڻ ته پري ٿيو. ”وَأَنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ“ ۽ بلاشڪ جهنم البت ڪافرن کي گهيرا ڪندڙ آهي يعني جيڪي ڪافر تڪڙو عذاب طلب ڪن ٿا اهي جهنم جي گهيري ۾ آهن. ان کان پوءِ بيان فرمائين ته اهو ڪين ڪهڙي نموني گهيري ۾ آئيندو ”يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ جنهن ڏينهن انهن کي عذاب سندن مٿان ۽ سندن پيرن جي هيٺان ڍڪي ڇڏيندو ۽ فرمائيندو ته جيڪي عمل ڪيا هيا اهي چڪو يعني انهن کي هيٺان مٿان عذاب جو گهيرو هوندو ۽ ڪين الله جل شاناهه يا سندس ملائڪ فرمائيندا ته هاڻي پنهنجن ڪيلن عملن جي سزا چڪو ۽ ان طلب ڪيل عذاب جو لطف حاصل ڪيو.

فائدا

مذڪوره آيتن مان واضح ٿيو ته الله جل شاناهه جي طرفان مليل مهلت تي خوش نه ٿجي ۽ نه مغرور ٿي الهي عذاب جي طلب ڪجي اهو ڪافرن جو ڪم آهي.

يُعِبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً فَإِيَّايَ

اي منهنجا اهي ٻانهن! جن ايمان آندو بلاشڪ منهنجي زمين ڪشادي آهي پوءِ خاص منهنجي

فَاعْبُدُون (٥٦) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (٥٧)

عبادت ڪيو هر نفس موت چڪندڙ آهي تنهن کان پوءِ اسان ڏانهن موٽايو ويندو

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ

۽ اهي شخص جن ايمان آندو ۽ ڪيائون صالح عمل البت ضرور رهائينداسون انهن کي بهشت مان

عُرْفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعَمَ أَجْرَ الْعَامِلِينَ (٥٨)

ماڙين ۾ جووهن پيون هيٺان انهن جي نهرون هميشه رهندڙ انهن ۾ چڱو آهي اجر عمل ڪندڙن جو

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (٥٩) وَكَأَيِّنْ مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ

جن صبر ڪيو ۽ پنهنجي رب تي توڪل ڪن ٿا ۽ ڪيترا چوپايا جانور نه ٿا کڻن پاڻ سان

رَزَقَهَا اللَّهُ بِرِزْقِهَا وَإِيَّاكُمْ ذَلِكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۶۰)

رزق پنهنجو الله رزق ڏي ٿو انهن کي ۽ اوهان کي ۽ اهو ئي ٻڌندڙ ڄاڻندڙ آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي ڪيفيت بيان ڪئي وئي ۽ هنن آيتن ۾ مومنن کي آزاديءَ سان عبادت ڪرڻ جي لاءِ هجرت جو حڪم ڏنو ويو آهي ارشاد باري آهي ”يَعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ“ اي منهنجا اهي ٻانهن! جن ايمان آندو آهي بلاشڪ منهنجي زمين ڪشادي آهي پوءِ خاص منهنجي ئي عبادت ڪيو. يعني جيڪڏهن مڪه مڪرمه جا رهاڪو ڪافر اوهان کي تنگ ڪن ٿا ته مايوس نه ٿيو الله جي زمين تنگ ناهي ڪشادي آهي ڪنهن ٻيءَ جاءِ تي وڃي منهنجي عبادت ڪيو وطن ڇڏي ڏيو ڇو ته هيءَ دنيوي زندگي جلد ختم ٿيڻ واري آهي اصلي وطن ته اڳتي آهي. اوهان کي جتي به آسانيءَ سان منهنجي عبادت جو موقعو ملي اتي وڃي رهو ۽ خاص منهنجي عبادت ڪيو ”كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ“ هر نفس موت چڪندڙ آهي تنهن کان پوءِ اسان ڏانهن موٽايو ويندو يعني جن شين کي ڇڏڻ مثلاً گهر ٻار، ڪاڌو آرام وغيره هاڻي ڏکيو ٿو لڳي نيٺ ته اهي ڇڏي مرڻو آهي ان کان پوءِ اوهان کي اسان ڏانهن موٽي اچڻو به آهي ان جي ڪري بهتر آهي ته انهن کان پنهنجي ارادي ۽ اختيار سان دوري قبول ڪري هڪ الله کي راضي بنايو هجرت ۾ اهي شيون حائل نه بنجن (۱) ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعَمَ أَجْرًا لِّلْعَمَلِينَ“ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا البت ضرور اسين انهن کي بهشت مان بلند ماڙين ۾ رهاينداسون جن جي هيٺان نهرون پيون وهن انهن ۾ هميشه رهندڙ هوندا عمل ڪندڙن جو اجورو ڀلو آهي ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته ”غرفا“ غرfe جو جمع آهي ان جي معنيٰ آهي منازل رفيعة، عالية (۲) مثالان، بلند گهر سيدنا علي المرتضيٰ رضي الله عنه کان روايت آهي ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ”ان في الجنة لغرفا يرى ظهورها من بطونها و بطونها من ظهورها“ بلاشڪ بهشت ۾ اهڙيون مٿاهيون ماڙيون آهن جن جو ٻاهريون حصو اندران پيو ڏسڻ ۾ ايندو ۽ اندريون حصو ٻاهران پيو ڏسڻ ۾ ايندو. هڪ اعرابيءَ

(۱) ڪمالين شرح اردو جلالين ص ۱۸ جلد ۵ (۲) تفسير وبيان كلمات القرآن الڪريم ص ۴۰۳

جڏهن سندن اهو ارشاد ٻڌو ته اتي بيهي عرض ڪرڻ لڳو ته يارسول الله! اهي ماڙيون ڪنهن کي ملنديون؟ ته پاڻ فرمايائون ”هي لمن اطاب الكلام، واطعم الطعام، وادام الصيام وصلى الله بالليل والناس نيام“ يعني اهي انهن ماڻهن کي ملنديون جيڪي گفتگو پاڪيزه ڪندا، (ماڻهن کي) کاڌو کارائيندا، هميشه روزا رکندا ۽ آڌي رات جو اتي جڏهن ماڻهو ستل هوندا نماز (تهجد جا نفل) پڙهندا (۱) ”الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ“ اهي جن صبر ڪيو ۽ پنهنجي رب تي توڪل ڪن ٿا مطلب ته جيڪي وطن کان جدا ٿيڻ، الله جي دين لاءِ هجرت ڪرڻ ۽ مشرڪن جي طرفان ملندڙ ايذا، محنتن ۽ تڪليفن تي صبر ڪندي الله جل شانہ جا متوڪل ٻانهن بنجندا آهن ته هجرت جي دوران به اهو ئي سندن سنڀاليندڙ آهي ”وَكَايْنِ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رَزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإَيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“ ۽ ڪيترا چوپايا جانور پاڻ سان رزق نه کڻندا آهن الله انهن کي ۽ اوهان کي رزق ڏيندو آهي ۽ اهوئي ٻڌندڙ، ڄاڻندڙ آهي يعني اوهان جو به اهوئي رزاق آهي ان جو رزق هڪ حصي سان خاص ناهي بلڪ ان جو خير عام ۽ فضل تام آهي جيڪو سندس ساري مخلوق کي شامل آهي ڪٿي به هجن جتي به ٿين ۽ الله جل شانہ جي ان ڪرمناواريءَ جو اظهار مهاجرن اصحابن لاءِ به ٿيو جو کين سڪون ۽ عزت سان معاشي آسانيون عطا ٿيون. (۲)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ۱ آيت ع ۵۶ مان واضح ٿيو ته ڪنهن به ماڻهوءَ کي الله جل شانہ جي عبادت ڇڏڻ لاءِ ڪو عذر ناهي جيڪڏهن ان کي هڪ شهر ۾ رکاوٽ آهي ته ٻئي ڏانهن هليو وڃي.

ع ۲ ”كُلُّ نَفْسٍ ذَاقَةُ الْمَوْتِ“ (هر نفس موت چڪندڙ آهي) مان واضح ٿيو ته جڏهن هجرت ۽ جهاد واجب ٿيا ته هاڻي موت کان ڊڄڻ ڪا معنيٰ نه ٿور کي چو ته اهو ته ڪٿي به ايندو نه ڇڏيندو.

ع ۳ ”لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا“ (البت اسين انهن کي ضرور بهشت جي بلند ماڙين ۾ رهائينداسون) مان واضح ٿيو صابر، متوڪل، هجرت ڪندڙن مومن جو بدلو نهايت ڀلو آهي جيئن آيت جي تفسير ۾ لکي آيا آهيون.

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

۽ البت جيڪڏهن پڇيندين انهن کان ته ڪنهن پيدا ڪيا آسمان ۽ زمين ۽ مطيع ڪيائين سج

وَالْقَمَرَ لَيَقُولَنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفِكُونَ (٦١) اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

۽ چنڊ ته البت ضرور چوندا الله پوءِ ڪيڏانهن ڦيرايا وڃن ٿا الله ڪشادو ٿو ڪري رزق

لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (٦٢)

ان جي لاءِ جنهن کي گهري پنهنجن ٻانهن مان ۽ تنگ ڪري ٿو ان جي لاءِ بلاشڪ الله هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مِّنْ نَّزْلِ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ

۽ البت جيڪڏهن پڇيندين انهن کان ته ڪنهن لاتو آسمان کان پاڻي پوءِ آباد ڪيائين

الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ

ان سان زمين ان جي برباد رهڻ کانپوءِ ته البت ضرور چوندا الله فرمائ ته سڀ ساراهه الله جي لاءِ ثابت آهي

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (٦٣) وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوَ وَلَعِبٌ

بلڪ گهڻا انهن مان عقل نه ٿا رکن ۽ ناهي هيءَ دنيا جي حياتي مگر تماشو ۽ راند

وَأَنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَاةُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (٦٤)

۽ بلاشڪ آخرت وارو گهر البت اهوئي (حقيقي) حياتيءَ وارو آهي جيڪڏهن ڄاڻن ها

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن کي سندن ڪفر وارن عقيدن ۽ برن عملن تي ملڻ واريءَ سزا جو بيان هو ۽ هنن آيتن ۾ انهن کان عقلي سوال ڪري کين اسلام جي واٽ تي اچڻ لاءِ آماده ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي وئي آهي فرمان عاليشان آهي ”وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولَنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفِكُونَ“ ۽ البت جيڪڏهن انهن کان تون پڇيندين ته آسمان ۽ زمين ڪنهن پيدا فرمايا ۽ سج ۽ چنڊ مطيع بنايا ته ضرور چوندا الله پوءِ ڪيڏانهن ڦيرايا وڃن ٿا. يعني مشرڪ به مڃيندا ته انهن سڀني جو خالق ۽ مطيع بنايندڙ (هڪ) الله آهي ۽ جڏهن اهو تسليم به ڪن ٿا ته پوءِ ان جي توحيد کان ڪيڏانهن ڦيرايا وڃن ٿا ۽ ان هڪ جي اخلاص سان عبادت

چونہ تا کن (۱) حالانکہ ان جي خالق هجڻ جو اقرار بہ ڪن ٿا. ”اللَّهُ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ أَنْ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ الله پنهنجن ٻانهن مان جنهن لاءِ گهري تو رزق ڪشادو ڪري ٿو ۽ جنهن لاءِ (گهري تو رزق) تنگ ڪري ٿو. بلاشڪ الله هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي. هي مشرڪن جي اعتراض جو جواب آهي جن مسلمانن کي چيو هو ته ”جيڪڏهن اوهان حق تي آهيو ته پوءِ غريب ۽ ڪمزور ڇو آهيو؟“ الله جل شانہ فرمايو ته ”رزق جي ڪشادگي ۽ تنگي الله جل شانہ جي قدرتي هٿ ۾ آهي اهو پنهنجي حڪمت ۽ مشيئتي جي مطابق جنهن کي گهري ٿو ته رزق وڌائي ٿو ڏي ۽ جنهن کي گهري ٿو تنگ روزي ڏي ٿو. ان جو تعلق سندس رضا مندي يا غضب سان ناهي (۲) ”وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ تَزَلَّ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ“ ۽ البت جيڪڏهن تون انهن کان پڇندين ته آسمان کان پاڻي ڪنهن لاءِ آهي پوءِ ان سان زمين جي برباد رهڻ کان پوءِ ان کي آباد ڪيو اٿس ته البت ضرور چوندا (ته سڀ ڪجهه ڪرڻ وارو) الله (آهي) فرماءِ ته سڀ ساراهه الله جي لاءِ ثابت آهي بلڪ انهن مان گهڻا عقل نه ٿا رکن. مطلب ته جيڪو الله جل شانہ آسمان کان مينهن وسائي ويران ۽ غير آباد زمين کي آباد ڪرڻ تي قادر آهي ۽ اي مشرڪو! ڏسو ۽ مڃيو ته اهو مسڪينن مومنن کي شاهوڪار بنائڻ تي به قادر آهي اي محبوب ڪريم! (عليه الصلوة والسلام) اوهان الحمد لله چئو جو الله پنهنجي قدرت ثابت ڪرڻ تي روشن دليل ۽ حجتون بيان ڪيون آهن (۳) ”وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لُحُوبٌ وَأَنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ“ ۽ هيءَ دنيا جي حياتي (ٻيو ڪجهه ناهي) مگر تماشو ۽ راند آهي ۽ بلاشڪ آخرت وارو گهر البت اهو (حقيقي) حياتي وارو آهي جيڪڏهن ڄاڻن ها يعني جيڪو مال، ملڪيت الله تعاليٰ شاهوڪارن کي ڏنو آهي اهو وڃڻ واري ۽ فاني شيءِ آهي جيئن تماشو ۽ راند هوندي آهي جنهن کي ڪو ثبات ۽ حقيقت نه هوندي آهي جيئن ڪنهن پلاري جو قول آهي ته ”دنيا کڻي ٿو لاءِ باقي رهي پر تون ته ڪو نه رهندين“ ۽ آخرت واري دار (حويلي يا گهر) بقا واري حياتيءَ جي جاءِ آهي جيڪا نه فنا ٿيندي نه اتي موت ايندو. مذڪوره آيت جي تفسير جي وضاحت ڪندي علامه قرطبي لکيو آهي ته ”دنيا جي لهُو، لعب هجڻ مان مراد اها دنيا، مال، مرتبو ۽ زياده لباس آهي جنهن جي

(۱) المراغي ص ۱۷ — جزء ۲۱ جلد ۸ (۲) حاشيه محمد جونا گڙهي ص ۱۱۲ —

(۳) القرطبي ص ۳۶۱ — جلد ۱۳

ضرورت ناهي ۽ نه اهو عبادت ڪرڻ ۾ قوت ڏيڻ وارو آهي پر جيڪو مال ۽ ملڪيت الله جل شانہ جي رضا حاصل ڪرڻ ۾ ڪم اچي ٿو اهو آخرت جي حياتي ۽ ۾ شمار آهي. (۱)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱- آيت ۶۱- ۽ ۶۲- مان ڪافرن جي حالت تي عجب جو اظهار ڪيو ويو آهي ته اهي الله جل شانہ جي خالقيت ۽ ربوبيت جو اقرار ڪندي سندس الوهيت جا منڪر ڇو آهن؟ ۽ اهو به فيصلو ڏنو ويو ته اهي بي عقل آهن.

۲- آيت ۶۲- مان واضح ٿيو ته شاھوڪار هجڻ الله جل شانہ جي رضامندي جو نشان ناهي ۽ غريب هجڻ ان جي غضب جي علامت ناهي پر اهي ٻئي سندس حڪمت تي دلالت ڪندڙ آهن ته اهو هر شيءِ جي حڪمت کي ڄاڻي ٿو ٻئي کي ڪا خبر ناهي.

۳- آيت ۶۴- مان واضح ٿيو ته دنيوي حياتي مستقل ناهي عارضي آهي ۽ اصل ۽ حقيقي حياتي آخرت جي آهي ۽ عقلمند ۽ داناءُ هميشه اصل ۽ حقيقت ڏانهن متوجه رهندو عقل جو ڪو تاه ۽ احمق صرف دنيوي حياتي لاءِ مست هوندو.

۴- آيت ۶۳- ۾ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کان الحمد لله چورائڻ جون ٻه مرادون آهن ۱: ته جڏهن مذڪور ڪم سمورا الله جل شانہ جا آهن ته پوءِ حمد جو مستحق به صرف اهوئي آهي ٻيا ڪير به حمد جا مستحق ناهن ۲: ته الله جل شانہ جو شڪر آهي جو اهي ڪافر به الله جل شانہ جي خالقيت ۽ ربوبيت ڄاڻن ٿا. (۲)

۵- آيت ۶۱- ۾ آسمانن ۽ زمين جي خلقت ۽ سج ۽ چنڊ جي مطيع ڪرڻ جي ذڪر ڪرڻ ۾ هڪ حڪمت جي وضاحت ڪئي وئي آهي ته سج ۽ چنڊ صرف پيدا ڪري نه ڇڏيائين پر انهن ۾ تحرڪ، چرپر جو سلسلو به رکيائين ته مخلوق کي ڏينهن ۽ رات مان حاصل ٿيندڙ فائدا ملن. (۳)

(۱) ساڳيو حوالو (۲) تفهيم القرآن ص ۷۱۹- جلد ۳ (۳) الفتوحات الالهية ص ۳۸۲-

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِّ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

پوءِ جڏهن سوار ٿين ٿا ٻيڙين ۾ ته دعا گهرن ٿا الله کان خالص ڪندڙ ان جي لاءِ دين

فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (٦٥) لِيَكْفُرُوا

پوءِ جڏهن انهن کي ڇڏائيندو آهي پٽ ڏانهن ته ان وقت اهي شرڪ ڪندا آهن ڀلي بي شڪري

بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَلَيَنْتَعِبُنَّ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (٦٦) أَوَلَمْ يَرَوْا

ڪن ان جي جيڪو اسان انهن کي ڏنو آهي ۽ ڀلي خوش رهن پوءِ سگهوئي ڄاڻندا ڇا نه ڏٺائون

إِنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

ته بيشڪ اسان بنايو حرم امن وارو حالانڪ جهڙپيا وڃن ٿا ماڻهو چوڌاري انهن جي

أَفِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ (٦٧) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن

ڇا پوءِ باطل تي ايمان آڻين ٿا ۽ الله جي نعمت جو انڪار ڪن ٿا ۽ وڌيڪ ظالم آهي ان کان جنهن

افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ

ٺاهيو الله تي ڪوڙ يا ڪوڙو چيائين حق کي جڏهن آيو ان وٽ ڇا ناهي جهنم ۾

مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ (٦٨) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ

جاءِ ڪافرن جي لاءِ ۽ جن ڪوشش ڪئي اسان جي واٽ ۾ البت ضرور ڏيکارينداسون انهن کي

سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (٦٩)

واٽون پنهنجون ۽ بيشڪ الله البت گڏ آهي نيڪن سان

تفسير

اڳين آيتن ۾ بيان ڪيو ويو ته ڪافر به الله جل شانہ جي خالق هجڻ جو اعتراف ڪن ٿا ۽ هتي به اهوئي بيان آندو ويو آهي ته ٻيڙين ۾ سوار ٿيڻ وقت به الله جل شانہ کي ياد ڪن ٿا فرمان مبارڪ آهي ”فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِّ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“ ۽ جڏهن ٻيڙين ۾ سوار ٿين ٿا ته الله کي ان جي لاءِ دين کي خالص بنائيندڙ ٿي سڏين ٿا يعني ٻيڙين ۾ ٻڌڻ کان بچڻ جي لاءِ هڪ الله وحده لاشريڪ لہ کي سڏي ان کان دعائون گهرندا آهن ۽ ان وقت انهن کان سندن باطل معبود وسري ويندا آهن ”فَلَمَّا

نَجَّهْمَ إِلَى الْبِرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ" پوءِ جڏهن انهن کي ڇڏائي پٽ (ميدان) ڏي آڻيندو آهي ته ان وقت اهي (وري) شرڪ ڪندا آهن يعني تڪليف ۽ ٻڌڻ جي ڊپ کان آزاد ٿي وري به انهن ئي باطل معبودن کي الله جل شانہ سان شريڪ بنائيندا آهن "لَيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ وَلَيَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ يَعلَمُونَ" جيڪو اسان انهن کي ڏنو آهي ان جي بي شڪري ڀلي. ڪن مزا وٺن پوءِ جلد ڄاڻندا "لَيَكْفُرُوا" امر غائب جو صيغو آهي ۽ ان مان مقصد انهن کي ڊيچارڻ ۽ ڌمڪي ڏيڻ آهي ته ڀلي ڪفر ڪيو مزا وٺو هن فاني زندگيءَ جون لذتون ماڻيو جلد اوهان کي انهن جي پڇاڙي معلوم ٿيندي (١) "أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيَنْتَخِطُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ لَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذُنُوبِهِمْ شَيْءٌ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِنْ هُنَا لَمَّا يَذْهَبُونَ وَيَتَذَكَّرُونَ فِي مَنَاجِزٍ مِمَّنْ لَبَّى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ يَبْعَثُ إِلَيْهِمْ إِبْرَاهِيمُ بَارِكُوا فِي هَذِهِ ۚ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ بِحَقِّ مَوَاقِعِهَا ۚ وَآتِ الزَّكَاةَ ۚ وَارْزُقِ الْفَقِيرَ ۚ وَاتَّقِ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ" (٢) "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ" ۽ ان کان وڌيڪ ڪير ظالم آهي جنهن الله تي ڪوڙ ٺاهيو يا جڏهن ان وٽ حق آيو ته ان کي ڪوڙو چيائين. الله جل شانہ تي ڪوڙ ٺاهڻ جو مطلب آهي ته: ڪنهن کي ان جو شريڪ بنايو وڃي يا ڪنهن کي ان جو اولاد تسليم ڪيو وڃي حالانڪ اهو وحده لاشريڪ لہ آهي ڪائنات جي هر شيءِ ان جي وحدانيت جي شاهدي ڏئي رهي آهي اهو هر قسم جي ضرورت ۽ محتاجيءَ کان پاڪ آهي ان کي اولاد جي ضرورت ڪهڙي آهي. ۽ حق مان مراد قرآن ڪريم به ٿي سگهي ٿو ته حبيب ڪريم عليه التحية والتسليم به مطلب ته جڏهن انهن جي اڳيان قرآن ڪريم جي تلاوت ڪئي ويندي آهي ته غور ۽ فڪر ڪرڻ کان سواءِ فوراً ان جو انڪار ڪري وهن ٿا يا جڏهن الله جل شانہ جو محبوب عليه الصلوة والسلام انهن کي پنهنجي رسالت جي دعوت ڏي ٿو ته ان کي به هڪدم ڪوڙو چون ٿا. "أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ" ڇا جهنم ۾ ڪافرن جي لاءِ جاءِ ناهي. مطلب ته جيڪي ماڻهو الله جل شانہ تي ڪوڙ هڻن قرآن پاڪ ۽ نبي ڪريم

عليه الصلوة والسلام کي ڪوڙو چون ۽ ڪو شرم نه اٿن ته انهن جي لاءِ جهنم کان سواءِ ٻي ڪهڙي جاءِ آهي؟ ”وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ“ ۽ جن اسان جي راضي ڪرڻ لاءِ ڪوشش ڪئي اسين ضرور انهن کي پنهنجون واٽون ڏيکارينداسون ۽ يقيناً الله نيڪو ڪارن سان گڏ آهي. هيءَ آيت الله جل شانہ جي وصال جي وات وٺڻ وارن لاءِ بشارت ڏيندڙ آهي. ”فيما“ اسان جي لاءِ هي لفظ به تمام غور طلب آهي ان جو مقصد آهي ته جيڪي اسان جي رضا لاءِ ڪوشاڻ آهن اسان جي وصال جا طالب آهن اسين انهن لاءِ رستا کولي کين ڪاميابيءَ سان همکنار ڪنداسون ۽ الله تعاليٰ پنهنجي نيڪوڪار ٻانهن سان گڏ آهي انهن کي پريشان ٿيڻ جي ڪا ضرورت ناهي (١) الحمد لله ثم الحمد لله جو مون عاجز عاصي اڄ پنهنجيءَ لائبريريءَ ۾ ٢٤ رمضان المبارڪ ١٤٢٣ هـ الموافق ٢٠٠٢، ١١، ٣٠ ع ڇنڇر جي ڏينهن صبح جو ٨ لڳي ٻاويهن منٽن تي سورة العنكبوت جو تفسير لکي پورو ڪيو دعا آهي ته رب العزة جل شانہ پنهنجي ڪرم ۽ احسان ۽ پنهنجي حبيب پاڪ عليه الصلوة والسلام جي صدقي ۽ وسيلي سان باقي رهيل تفسير به جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين يا الله العلمين بحرمۃ حبيبڪ سيد المرسلين عليه وعلي آله واصحابه وازواجه الصلوات والتسليمات الی يوم الدين.

دعا جو طالب

الفقيه محمد اديرس الداهري

النقشبندی عفي عنه

سورة الروم جو تعارف

هن ڀلاري سورة جي تعارف ۾ هي ست (٧) ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ گهرجن.

نالو مبارڪ

هن سورة جو نالو مبارڪ الروم آهي جيڪو هن جي آيت ٢ مان ورتل آهي.

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن ۾ ڇهه رڪوع، سٺ (٦٠) آيتون، اٺ سو اوڻيهه (٨١٩) ڪلما، پنج هزار پنج سو چوٿيهه (٥٥٣٤) حرف آهن. (١)

مڪيه آهي يا مدينه؟

هي سورة بالاجماع مڪيه آهي (٢) سورة الانشقاق کان پوءِ نازل ٿي هئي. (٣)

اڳيئن سورة سان ربط ۽ مناسبت

هن سورة جو سورة العنكبوت سان ربط ۽ مناسبت ٻن وجهن جي ڪري آهي ١: اڳين سورة جهاد جي ذڪر سان شروع ڪري ان ئي ذڪر سان پوري ڪئي وئي ته هن سورة ۾ به جهاد ۾ مومنين کي مدد ۽ دشمن تي غالب ڪرڻ جو بيان ڪيو ويو آهي ٢: اڳيئن سورة ۾ توحيد جا دليل ۽ حجتون مجمل طريقي هئا ۽ هن ۾ انهن جو ذڪر تفصيل سان ڪيو ويو آهي. (٤)

شان نزول

احمد، ترمذي، نسائي، ابن منذر، ابن ابي حاتم، طبراني كبير ۾، حاکم، ابن مردويه، دلائل ۾ بيهقي ۽ الضياء حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان ”الْمَرْغَلِبَتِ الرَّؤْمُ“ جي متعلق روايت آندي آهي ته (مڪه مڪرمه جا رهاڪو) مشرڪ ان ڳالهه

(١) تفسير خازن ص ٤٢٧ هـ (٢) زاد المسير ص ٢٨٦ هـ جلد ٢ (٣) المراغي ص ٢٦ هـ جزء

٢١ جلد ٧ (٤) ساڳيو حوالو

سان محبت رڪندا هئا ته فارس وارا روم وارن تي جنگ ۾ غالب ٿين ڇو ته اهي بت پرست هئا ۽ مسلمان چاهين پيا ته روم وارا فارس وارن تي غالب ٿين ڇو ته اهي اهل ڪتاب هئا پوءِ مسلمانن اها ڳالهه (حضرت) ابوبڪر سان ڪئي ان وري رسول الله صلى الله عليه وسلم جن سان ڪئي. حضور عليه الصلوة والسلام جن کيس فرمايو ته ”روم وارا جلد غالب ٿيندا“ جڏهن اها ڳالهه (حضرت) ابوبڪر مشرڪن کي ٻڌائي تڏهن انهن چيو ته: مدت مقرر ڪري ٻڌاءِ جيڪڏهن اسان وارا بت پرست غالب ٿيا ته اسان کي هيترو هيترو انعام ڏجان ۽ جيڪڏهن اوهان جا اهل ڪتاب غالب ٿيا ته اسين اوهان کي هيترو هيترو انعام ڏينداسون پوءِ ان جو پنج سال مدو رکيائون پر روم وارا اڃان غالب نه ٿيا ته حضرت ابوبڪر رضي الله عنه وري نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي خدمت ۾ عرض ڪيو پاڻ فرمايائونس ته تو مدو وڌيڪ ڇو نه رکيو. راويءَ جو قول آهي ته منهنجي خيال ۾ کيس ڏهن سالن جي اندر مدو رکڻ لاءِ فرمايائون. پوءِ نيٺ رومي غالب ٿيا. (۽ اهو به اهو ڏينهن هو جنهن ڏينهن بدر جي جنگ ۾ مسلمان ڪافرن تي غالب ٿيا هئا تڏهن هيءَ سورة نازل ٿي. (١)

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته فارس ۽ روم وارا ٻئي ڌريون ڪافر هئا انهن مان ڪنهن جي فتح يا شڪست سان مسلمانن کي ڪو ٻيو فائدو نه هو پر اهل ڪتاب مشرڪن جي به نسبت مسلمانن کي ڪيترين ڳالهين ۾ قريب آهن ڇو ته گهڻا دين جا اصول آخرت تي ايمان، رسالت ۽ وحي تي ايمان انهن ۽ مسلمانن جي وچ ۾ مشترڪ آهي ۽ ان ئي قدر مشترڪ کي ذهن مبارڪ ۾ رکندي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن رومي بادشاهه کي اسلام ۾ داخل ٿيڻ جي دعوت لاءِ جيڪو خط لکيو هو ان جا الفاظ هئا ته ”تَعَالَوْا اِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ“ اچو ان ڪلمه ڏانهن جيڪو اسان ۽ اوهان جي وچ ۾ برابر آهي. اهل ڪتاب سان مسلمانن جو هڪ قسم جو قرب ئي ان جو سبب بڻيو جو حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي مڪه مڪرمه ۾ رهڻ دوران فارس وارن رومين تي حملو ڪيو. حافظ الحديث ابن حجر ۽ ٻين جي قول مطابق انهن جي اها جنگ شام ملڪ جي آذرعات نالي مقام ۽ بصرى جي وچ واري علائقي ۾ لڳي هئي ۽ ان وقت فارس وارا رومين تي غالب ٿي ويا ايتري قدر جو قسطنطينيه به فتح ٿي ويو ۽ انهن اتي پنهنجي عبادت لاءِ هڪ آتشڪده ٺهرايو ۽ اها فتح ڪسري پرويز جي آخري فتح هئي ان کان پوءِ ان جو زوال شروع ٿيو ۽ پوءِ مسلمانن جي هٿان انهن جو خاتمو ٿيو. (٢)

مضمون

هن سورة ۾ مختلف مقامن تي الله جل شانہ جي قدرت ۽ حڪمت جا روشن دليل ذڪر ڪري ثابت ڪيو ويو آهي ته اهو ئي الله آهي جيڪو هنن ڪمال جي صفتن سان موصوف آهي ان کان سواءِ سڀ سندس ٻانها آهن ڪنهن کي به اهو نه ٿو جڳائي جو ان جي همسريءَ جي دعويٰ ڪري ۽ نه ڪنهن کي ڪو حق آهي جو ڪنهن کي ان سان شريڪ بنائي.

فضيلت

هيءَ سورة نهايت عظمت ۽ شان واري آهي. عبدالرزاق ۽ احمد سهڻي سند سان هڪ اصحابي سڳوري رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کين صبح جي نماز پڙهائي ۽ ان ۾ سورة الروم پڙهيائون اهڙي طرح بزار ۽ ابن ابي شيبه به روايتون آنديون آهن (١) عاملن بزرگن وٽ هن سورة جو دشمنن کي دفع ڪرڻ لاءِ ٢١ ڀيرا پڙهڻ نهايت مفيد آهي سندس دشمن سدائين مغلوب رهندا.



وَهِيَ سِتُّونَ آيَةً	سُورَةُ الرُّومِ مَكِّيَّةٌ	وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ
۽ اها ست آيتون	سورة روم مڪيه آهي	۽ ٻه رڪوع آهي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جو وڏو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي.

الْمَرْجَ (١) غَلَبَتِ الرُّومُ (٢) فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

الف. لام ميم مغلوب ڪيا ويا رومي ويجهي زمين ۾ ۽ اهي پنهنجي مغلوب هجڻ کان پوءِ

سَيَغْلِبُونَ (٣) فِي بَضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدِهِ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ

جلد غالب ٿيندا ٿورن سالن ۾ الله جوئي امر آهي اڳي ۽ پوءِ ۽ ان ڏينهن خوش ٿيندا

الْمُؤْمِنُونَ (٤) يَنْصُرُ اللَّهُ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (٥) وَعَدَ اللَّهُ

مومن الله جي مدد سان مدد ڪري ٿو جنهن جي گهري ۽ اهو ئي غالب، مهربان آهي الله جو وعدو آهي

لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (٦) يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا

نه ٿو خلاف ورزي ڪري الله پنهنجي وعدي جي ۽ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن ڄاڻن ٿا ظاهري

مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفُلُونَ (٧)

حياتي دنيا واري ۽ اهي آخرت کان غافل آهن

تفسير

سورة عنڪبوت ان آيت تي ختم ٿي جنهن ۾ الله جل شانہ پنهنجي رستي ۾ جهاڊ ۽ مجاهدا ڪرڻ وارن جي لاءِ پنهنجا رستا کولي ڏيڻ ۽ انهن کي سندن مقصدن ۾ ڪاميابي جي بشارت ڏني هئي ۽ هن سور جي ابتدا جنهن قصي سان ڪئي وئي آهي اهو ان ئي الهي مدد جو هڪ مظهر آهي ۽ ان جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”الْمَرْجَ هي مقطعات حروف آهن جن جي متعلق بحث اڳئي متعدد مقامن تي گذريو آهي هتي قرآن ڪريم جي مفسر، متصوف بزرگ علامه اسماعيل حقي عليه الرحمة جو هڪ تاويل پيش خدمت آهي. فرمايو اٿس ته عالم تي آهن ١: عالم امر ٢: عالم

ارواح ٣: عالم ملك ١: عالم امران عالم کي چوندا آهن جتي هر شيء کي ان جو تعين ۽ تشخص ڏنو ويندو آهي هوالمبداء يعني هر شيء کي ان جي موجوده صورت ۽ خصوصيتون مرحمت ڪيون وينديون آهن هوالمبداء لجمع التينيات الف سان ان ڏانهن اشارو آهي. عالم ارواح هڪ وچ واري ڪڙي آهي الٰهي الٰهي هو الوسط بين الوجوديات. لام سان ان ڏانهن اشارو آهي ۽ عالم ملك تنزلات ۽ ارسالات جو آخري درجو آهي ميم سان ان ڏانهن اشارو آهي ان کان پوءِ فرمايو اٿس ته: جڏهن ٻانهن الله جي قرب ۽ معرفت جي اعليٰ ترين منزل تي فائز ٿيندا آهن ته مقطعات حروف جا اسرار ۽ معارف انهن تي کلي پوندا آهن. (١)

”غَلَبَتِ الرُّومُ فَيَ أَدْنَى الْأَرْضِ“ ويجهي زمين ۾ رومي مغلوب ڪيا ويا ادنلى دنو کان ورتل آهي معنيٰ گهڻو ويجهو ”الْأَرْضِ“ مان مراد آهي علائقو ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته حجاز علائقي جي اوڀر طرف ايرانين جي تمام وڏي مملڪت هئي ۽ اهي مشرڪ ۽ باهم جا پوڄاري هئا ٻئي طرف مغرب ۾ رومي سلطنت هئي جيڪي اهل كتاب عيسائي هئا انهن جو جهنڊو يورپ، آفريقا، ايشيا جي مغربي ملڪن شام، اردن، فلسطين جي فضاءن ۾ ڦڙڪي رهيو هو. جڏهن مڪه مڪرمه ۾ حضور سرور ڪائنات عليه الصلوة والسلام جن توحيد جي تبليغ شروع ڪئي ته مڪه مڪرمه جا رهاڪو ٻن حصن ۾ ورهائجي ويا هڪ ٽولو مشرڪن جو هو جيڪي بت پرست هئا ۽ ٻيو ٽولو رسول الله صلى الله عليه وسلم جي سچن غلامن، مومنن جو هو جيڪي الله جل شاناه جي وحدانيت کي دل ۽ جان سان تسليم ڪري چڪا هئا هر قسم جي شرڪ جلي ۽ خفي کان سندن دليون پاڪ ٿي چڪيون هيون. ڪفر ۽ اسلام جي اها ڪشمڪش روز بروز شدت اختيار ڪندي ٿي وئي ۽ مڪه مڪرمه ۾ جڏهن هي اطلاع پهتو ته ايران ۽ روم هڪ ٻئي سان جنگ ڪري رهيا آهن ته طبعي طور مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن جون دليون ايراني باهم جي پوڄارين سان همدرد ٿي ويون ۽ مسلمانن جون همدرديون رومين سان ٿي ويون جو اهي اهل كتاب هئا انهن ئي ڏينهن ۾ ايران جي بادشاه خسرو ڪسروي جي لشڪرن جي رومي بادشاه قيصر جي لشڪرن سان شام جي پاسي وارن علائقن ۾ جنگ ٿي جنهن ۾ ايراني غالب رهيا ۽ پنهنجي هم خيالن مشرڪن جي ڪاميابي ٻڌي مڪه مڪرمه ۾ رهندڙ مشرڪن جي خوشيءَ جي انتها نه رهي ۽ ڊاڙون هڻڻ لڳا ته جيئن باهم جي پوڄارين مشرڪن شام جي علائقي ۾ اهل ڪتاب کي شڪست ڏئي آهي اهڙي طرح هتي به جلد لات ۽ هبل جا پوڄاري الله جي توحيد جي علمبردارن کي نيست ۽ نابود

ڪري ڇڏيندا مسلمانن جي دل به رومين جي شڪستن کائڻ جي ڪري گهڻي ڏڪويل رهي. ان وقت الله جل شانہ هي آيتون نازل ڪري ايرانين جي کلي شڪست کائڻ ۽ رومين کي فتح ملڻ جي پيشينگوئي ڪرڻ فرمائي ۽ پنهنجن ٻانهن کي تسلي ڏني ته ڪفر جي هيءَ ڪاميابي عارضي آهي ٻين سالن ۾ حالات جو رخ بدلي ويندو ۽ رومي فتح ماڻيندا ۽ ائين ئي ٿيو (١) اڳتي ارشاد آهي ”وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلِيهِمْ سَيَغْلِبُونَ“ ۽ اهي پنهنجي مغلوب هجڻ کان پوءِ جلد غالب ٿيندا. هتي س تاڪيد جي لاءِ آهي يعني روم وارا ضرور غالب ٿيندا ”فِي بَضْعِ سِنِينَ“ ٻين سالن ۾ ”بَضْع“ تن کان وٺي نون (٩) تائين عدد تي ڳالهايو ويندو آهي. جڏهن هي آيتون نازل ٿيون ته حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه ڪافرن وٽ ويو ۽ کين چيائين ته پنهنجي مشرڪن پائرن جي عارضي فتح تي خوش نه ٿيو ڇو ته اسان کي اسان جي نبي صلي الله عليه وسلم ٻڌايو آهي ته جلد روم وارا ايرانين کي شڪست ڏيندا. اهو ٻڌي ابي بن خلف حضرت ابوبڪر رضي الله عنه کي چيو ته اي ابوبڪر! تون ڪوڙ ٿو هڻين حضرت ابوبڪر جواب ۾ چيس اي الله جا دشمن تون وڏو ڪوڙو آهين مان ان تي شرط رکڻ لاءِ تيار آهيان جيڪڏهن تن سالن تائين ايراني غالب اچي ويا ته مان توکي ڏهه اٺ ڏيندس ۽ جيڪڏهن رومي غالب ٿيا ته تون مون کي ڏهه اٺ ڏجان. ابي اهو شرط منظور ڪيو ۽ حضرت ابوبڪر رضي الله عنه اٺاهين موٽي بارگاه رسالت ۾ آيو ۽ سڄي حقيقت عرض ڪيائين پاڻ کيس فرمايائون ته بضع تن کان نون سالن تائين ڳالهايو ويندو آهي تون واپس وڃ ۽ ابي بن خلف کان مدت ۾ توسيع ۽ شرط ۾ واڌاري جو مطالبو ڪر پوءِ مدت ٩ سال ۽ شرط ڏهن جي بجاءِ سو اٺ ڪيا ويا وقت گذرندو ويو ۽ جنهن ڏينهن الله جل شانہ رسول الله صلي الله عليه وسلم ۽ سندس سچن غلامن، اصحابن سڳورن رضي الله عنهم کي ميدان بدر ۾ فتح مبين عطا ڪري خوشي نصيب ڪئي ان ئي ڏينهن اها خبر به پهتي ته روم وارن ايرانين کي شڪست ڏني آهي ۽ مسلمانن کي هڪ ئي وقت ۾ ٻه خوشيون نصيب ٿيون ابي بن خلف ان واقعي کان اڳي مري چڪو هو ۽ حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه شرط وارا سو اٺ سندس وارثن کان وصول ڪري رسول الله صلي الله عليه وسلم جن جي خدمت ۾ حاضر ڪيا حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کيس فرمايو ته ”اهي صدقو ڪري ڇڏ“ ۽ سندن اهو ارشاد ٻڌڻ شرط حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه سڀ اٺ في سبيل الله صدقو ڪري محبت جي دعويٰ ڪندڙن جي اڳيان حڪم تي عمل ڪرڻ جو هڪ مثال قائم ڪري ڏيکاريو. (٢)

مسئلو

شريعة اسلاميه ۾ شرط ٻڌڻ حرام آهي جنهن وقت حضرت ابوبڪر اها شرط رکي هئي ان وقت تائين اڃان حرام نه ٿي هئي تڏهن ته حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کيس پهريان اجازت ڏني هئي ۽ جڏهن حرام ٿي ته پاڻ ان ۾ مليل مال کي رکڻ جي بجاءِ صدقو ڪرڻ جو حڪم ڏنائون جنهن تي حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه فوراً عمل ڪيو (١) ”لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ“ الله جو ئي امر اڳي ۽ پوءِ آهي يعني رومين جي غالب ٿيڻ کان اڳي ۽ پوءِ حڪم الله جو غالب آهي سڀ ان جي تقدير ۽ قضا جا فيصلو آهن ”وَيَوْمَئِذٍ يَقَرُّحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ“ ۽ ان ڏينهن مومن الله جي مدد سان خوش ٿيندا. جو اهل ڪتاب غالب ٿيندا. مشرڪ مغلوب ٿيندا ۽ مومن جيڪا ڳالهه ڪئي ان ۾ ڪامياب ٿيڻ تي زياده يقين رکي ثابت قدم رهندا ”يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ“ جنهن جي گهري تو مدد ڪري ٿو ۽ اهوئي غالب، مهربان آهي ڪڏهن ڪنهن کي ٿو غالب ڪري ته ڪڏهن ڪنهن کي ”وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ“ الله ”وَعْدَهُ“ الله جو وعدو آهي الله پنهنجي وعدي جي برخلافي نه ڪندو آهي. ڇو ته وعدو پورو نه ڪرڻ ڪوڙ آهي ۽ ڪوڙ الله جي لاءِ ممتنع بالذات آهي ممڪن ئي ناهي (٢) ”وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ ۽ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن يعني مڪه مڪرمه جا رهاڪو ڪافر جاهل هجڻ ۽ فڪر نه ڪرڻ جي ڪري الله جي وعدي ۽ ان جي پڪي هجڻ کي ڪو نه ٿا ڄاڻن (٣) ”يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفَلُونَ“ دنيا جي ظاهري حياتي ڄاڻن ٿا ۽ اهي ئي آخرت کان غافل آهن مطلب ته معاشي تدبيرون، جايون پليون بنائڻ، واپار وڌائڻ، پوکون ۽ باغ لڳائڻ ڄاڻن ٿا ۽ آخرت کان صفا غافل آهن اهو نه ٿا سوچين ته مرڻ کان پوءِ وري جيئرو ٿي اٿڻو آهي ۽ جيڪي پلا ۽ براڪم ڪيون ٿا انهن جي جزاءِ سزا ملڻي آهي (٤) ۽ هن آيت جي تفسير ۾ بعضي مفسرن لکيو آهي ته ظاهري حالات اهڙا هئا جو رومين جي ڪاميابيءَ جو قطعاً ڪو امڪان ئي نه هو ۽ صرف ظاهري احوال ۽ اطوار تي نظر رکڻ وارا ڪڏهن به هي اعتبار نه ٿي ڪري سگهيا ته هار کاڌل رومي قهر ۽ جبروت جي پيڪر خسرو پرويز کي ذليل ۽ رسوا ڪري شڪست ڏيندا ۽ خسرو جو سر سندس پٽ جي هٿان ڌڙ کان ڌار ٿيندو ان جي ڪري اهي قرآن ڪريم جي هن پيشينگوئي کي تسليم

(١) ضياء القرآن ص ٥٦١ جلد ٣ (٢) المظهر ص ٢٣٠ - جلد ٧ (٣) ساڳيو حوالو (٤)

ڪرڻ جي لاءِ قطعاً تيار نه هئا پر الله جل شانہ جنهن سبب ۽ مسبب، علت ۽ معلول ۾ مستحڪم رابطو قائم ڪيو آهي اهو ان رابطي کي به سبب به بنائي سگهي ٿو ۽ اسباب علت جي اثر انگيزيءَ کي موقوف به ڪري سگهي ٿو ۽ ان کي مٽائڻ جو به ان کي اختيار آهي ان جي ڪري جنهن ڳالهه کي مڪه مڪرمه جا داناءَ ۽ معاملو سمجهڻ وارا قريشي سردار سمجهي نه سگهيا ان کي سيدنا حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه جي فراست واري نور ڏسي ورتو ۽ ان جي دل ان کي تسليم به ڪري ورتو. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”وَهُمْ مِّنْ أَعْدٍ عَلَيْهِمْ سَيَّغِيْبُونَ“ (۽ اهي پنهنجي مغلوب هجڻ کان پوءِ جلد غالب ٿيندا.) مان واضح ٿيو ته الله تعاليٰ مستقبل ۾ ٿيڻ واري واقعي جو علم پنهنجي حبيب کي ڏنو هو ۽ اهو ئي عطائي علم غيب آهي. ۽ جيئن پاڻ ٻڌايائون پورن ستن سالن جي گذرڻ کان پوءِ اهو سچو ثابت ٿيو.

ع ٢- ”وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ (۽ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن) هن آيت جي تفسير ۾ بعضي مفسرن لکيو آهي ته شيعي عالم ڪلينيءَ پنهنجي مشهور ڪتاب الڪافي ۾ حضرت امام باقر عليه وعلى آباءه الكرام الصلوٰة والسلام کان روايت آندي آهي ته هڪ شخص ابو عبده حضرت امام جعفر صادق جي بابي حضرت امام باقر رضي الله عنهم کان هنن آيتن جو مطلب پڇيو پاڻ فرمايائين ته هنن آيتن جو هڪ اهڙو تاويل آهي جنهن کي صرف الله تعاليٰ ڄاڻي ٿو ۽ آل محمد صلى الله عليه وسلم مان جيڪي ماڻهو راسخون في العلم جي صفت سان موصوف آهن اهي ڄاڻن ٿا پوءِ فرمايائين ته جڏهن رسول الله صلى الله عليه وسلم جن هجرت ڪري مدينه طيبه ۾ تشریف فرما ٿيا ته پاڻ هڪ خط مبارڪ روم جي بادشاهه قيصر کي لکي ان کي اسلام قبول ڪرڻ جي دعوت ڏنائون جڏهن ان وٽ قاصد هي پيغام کڻي پهتو ته انهيءَ خط مبارڪ جي وڏي تعظيم ڪئي ۽ قاصد کي به وڏي عزت ۽ احترام سان پيش آيو ۽ جڏهن اهڙو خط مبارڪ ايران جي بادشاهه وٽ پهتو ته انهيءَ ان خط مبارڪ جي بي ادبي ڪري ان کي ٽڪرا ٽڪرا ڪيو ۽ خط مبارڪ پهچائڻ واري قاصد جي به توهين ڪئي انهن ڏينهن ۾ ايران ۽ روم جي جنگ شروع هئي مسلمانن جي

خواهش هئي ته رومي ڪامياب ٿين پر جنگ جو نتيجو سندن خواهش جي خلاف نڪتو ايراني ڪامياب ٿي ويا ۽ رومين کي شڪست ملي اها ڳالهه ٻڌي مسلمانن کي سخت صدمو پهتو ان وقت الله جل شانہ هي آيتون نازل فرمايون انهن جو مطلب هي آهي ته رومي قريبي علائقي شام ۽ اردن ۾ شڪست کائي ويا ۽ اهي ايراني پاڻ شڪست کائيندا يعني انهن تي مسلمان غالب ٿيندا..... جڏهن مسلمانن ايران تي حملو ڪري ان کي فتح ڪيو ته اهي الله جي مدد تي خوش ٿيا. ابوعبيده جو بيان آهي ته مون عرض ڪيو ته اي امام عالي مقام! قرآن ڪريم بضع سنين ٻئي سال مدت ٻڌائي آهي ۽ مسلمانن انهن آيتن جو نزول کان ڪافي سال پوءِ نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام سان گڏ گذاريا ان کان پوءِ حضرت ابوبڪر رضي الله عنه جي خلافت جو دور گذريو ان کان پوءِ حضرت عمر رضي الله عنه جي خلافت جي دور ۾ ايران فتح ٿيو. پاڻ فرمايائون ته ”مون توکي پهريان ئي نه ٻڌايو هو ته انهن آيتن جو اهڙو تفسير ۽ تاويل آهي جنهن کي الله تعاليٰ ۽ اهلبيت مان امام ئي ڄاڻن ٿا. ڪتاب الروضة جلد ٢ ص ١٢٩، ١٣٠. مطبوعه مڪتبه اسلاميه تهران ايران. حضرت امام باقر رضي الله عنه جي هن تفسير مان معلوم ٿيو ته هنن آيتن ۾ ايران جي فتح ٿيڻ جي خوشخبري ٻڌائي وئي هئي ۽ اها فتح خالص الله جل شانہ جي تائيد، نصرت ۽ مدد سان حاصل ٿي هئي ۽ ان فتح سان مسلمانن کي نهايت خوشي پهتي. قارئین ڪرام جي خدمت ۾ عرض آهي ته اوهان پاڻ ئي اندازو لڳايو ته جنهن خليفي (حضرت عمر) جي فوجن سان الله تعاليٰ جي امداد شامل هجي جنهن خليفي جي فتوحات جون بشارتون الله تعاليٰ پنهنجي مقدس ڪتاب ۾ ڏنيون، جنهن خليفي جي فتوحات سان ايمان وارن جي دل ۾ خوشيءَ ۽ فرحت جي بهار آئي هجي اسلام جي عزت ۽ اقبال جو سج نورافشان هجي ڇا ان خليفي جي برحق هجڻ ۾ ڪنهن قسم جي شڪ ۽ شڪي جي گنجائش آهي؟ جيڪي ماڻهو هن عظيم المرتبة خليفي جي روشن ڪارنامن جي باوجود ان تي طعني جي زبان کولين ٿا يا ان جي ايمان تي اعتراض ڪن ٿا انهن جي پڇاڙي ڇا ٿيندي؟ رباني آيتن جي هن شفاف آئيني ۾ ۽ حضرت امام باقر جي هن تفسير جي روشنيءَ ۾ ماڻهو حضرت فاروق اعظم جي سيرت کي ڇو نه ٿا پڙهن؟ الله تعاليٰ اسان سڀني کي حق جي واٽ تي هلڻ جي توفيق نصيب ڪري ۽ هٿ ڌرميءَ ۽ تعصب کان بچائي. آمين يا اله العالمين بحرمۃ طه ويس صلي الله عليه وسلم. (١)

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ قَدْ مَخْلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

ڇا نه غور ڪيائون پنهنجي وجودن ۾ ته نه پيدا ڪيو الله آسمانن ۽ زمين کي

وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ

۽ جيڪو انهن جي وچ ۾ آهي مگر حق ۽ مدي مقرر سان ۽ تحقيق گهڻا ماڻهو پنهنجي

رَبِّهِمْ لَكُفْرُونَ (٨) أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

رب جي ملاقات جا البت انڪار ڪندڙ آهن ڇا نه گهميا زمين ۾ پوءِ ڏسن ته ڪهڙي طرح هئي

عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ

پڇاڙي انهن جي جيڪي انهن کان اڳي هئا هئا وڌيڪ انهن کان طاقت ۾ ۽ ڪيڙيائون زمين

وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَمِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

۽ آباد ڪيائون ان کي وڌيڪ ان کان جو هنن ان کي آباد ڪيو آهي ۽ آيا انهن وٽ انهن جا رسول

بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

روشن دليلن سان پوءِ نه آهي الله جو شان تانت ظلم ڪري انهن تي ۽ پر نفسن پنهنجن تي تي

يَظْلِمُونَ (٩) ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

ظلم ڪيائون ان کان پوءِ هئي پڇاڙي انهن جي جن برائي ڪئي

أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ (١٠)

جو ڪوڙو چيائون الله جي آيتن کي ۽ انهن سان چٽرون ڪندا هئا

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي طرفان الله جي وعدي کي سڄو نه چوڻ ۽ قيامت جي لاءِ اٿڻ جو انڪار هو ۽ هتي انفسي ۽ آفاقي دليل ڏئي ثابت ڪيو ويو آهي ته اهو هر شيءِ جو خالق ۽ هر شيءِ تي قادر آهي فرمان مبارڪ آهي ”أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ“ ڇا پنهنجي وجودن ۾ غور نه ڪيائون يعني اوهان جي امت مان قيامت جي لاءِ اٿڻ جو انڪار ڪندڙن اهو نه سوچيو ته جڏهن پاڻ ڪا شيءِ نه هئا ته الله جل شانہ کين

کيئن پيدا ڪيو ۽ کين مختلف حالتن مان آڻي خلقت ۾ ڪامل ۽ عقل ۾ به ڪامل ڪيائين. جيڪو انهن جي ان خلقت تي قادر آهي اهو کين سندن فنا ٿيڻ کان پوءِ وري جيئرو ڪري اٿارڻ تي به قادر آهي (۱) ”مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى“ الله آسمان ۽ زمين ۽ جيڪو ڪجهه انهن جي وچ ۾ آهي حق ۽ مدي مقرر کان سواءِ پيدا نه ڪيا آهن. يعني الله جل شانہ آسمان ۽ زمين ۽ جيڪي ڪجهه انهن جي وچ ۾ آهي حڪمت کان سواءِ پيدا نه ڪيا آهن ۽ اهي هميشه رهڻ جي لاءِ به پيدا ڪيل ناهن انهن جي فنا ٿيڻ جو به وقت مقرر آهي ته انسان جيڪو اشرف المخلوق آهي اهو اجايو ڪيئن پيدا ٿيو هوندو؟ ان جي پيدائش ڪنهن مقصد لاءِ آهي ۽ ان کان پوءِ اهو به فنا ٿيندو ۽ وري جيئرو ڪري اٿاريو ويندو. ”وَلَا كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكِفَرُونَ“ ۽ بيشڪ ماڻهن مان گهڻا پنهنجي رب جي ملاقات جا انڪار ڪندڙ آهن. يعني انهن دليلن ٻڌڻ جي باوجود به گهڻا ماڻهو قيامت جي لاءِ اٿڻ جا منڪر آهن (۲) جيڪي ڪفر ۽ گمراهيءَ جي انڌيريءَ رات ۾ فڪر ۽ تدبر جو ڌيو روشن نه ٿا ڪن. ”أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ“ ڇا زمين ۾ نه گهميا آهن پوءِ ڏسن ها ته جيڪي انهن کان اڳي گذريا انهن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي هئي؟ هيءُ انهن ڪافرن کي مذمت ڪئي وئي آهي ته اهي اڳين جي حالتن کي ڏسي، نصيحت چو نه ٿا وٺن ڇا انهن جا ڦٽل ماڳ ۽ ويران مڌيون ايندي ويندي ڪاروباري قافلن ۾ اتاهين لنگهندي ڪو نه ڏٺائون؟ (۳) ”كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآتَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَمِمَّا عَمَرُوها“ هنن کان اهي قوت ۾ وڌيڪ هئا ۽ (انهن) زمين کي ڪيڙي ۽ ان کي هنن جي آباد ڪيل کان گهڻو آباد ڪيو هو. مطلب ته اهي اڳين امتن مان هلاڪ ڪيل هنن مڪه مڪرمه جي رهاڪن کان وڌيڪ قوت وارا هئا ۽ انهن جيڪا زمين ڪيڙي آباد ڪئي هئي اها به هنن جي آباد ڪيل کان گهڻي آهي ڇو ته مڪه مڪرمه ۾ آباد زمين ته ڪا نه آهي ”يُؤَادٍ غَيْرِ ذِي زُرْعَةٍ“ (غير آباد وادي) نه انهن ڪا زمين ڪيڙي پوک پوکي آهي (۴) ”وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ“ ۽ انهن وٽ سندن (طرف موڪليل) رسول روشن دليلن سان آيا هئا. پوءِ به ايمان نه آندائون ته الله تعاليٰ انهن کي هلاڪ ڪري ڇڏيو (۵) ”فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ“ پوءِ الله جو (شان) نه هو ته انهن تي ظلم ڪري ۽ پر پنهنجن نفسن تي (پاڻ) ظلم ڪيو هيائون. يعني الله جل شانہ جو شان ناهي ته انهن کي جرم ۽ قصور

(۱) نورالعرفان ص ۶۴۶- (۲) الفتوحات الالهيه ص ۳۸۶- جلد ۳ (۳) الكشف

ص ۲۱۶- جلد ۳ (۴) خازن ص ۴۲۹- جلد ۳

کان سواء هلاک کري پر انهن پنهنجي اختيار سان گناه کيا جن جي کري هلاک ٿيا. علام آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته الله هرو پرو کنهن کي هلاک نه ڪندو آهي پر جيڪڏهن کري ته به اهو ظلم نه چئبو ڇو ته اهو مالڪ آهي ۽ مالڪ پنهنجي ملڪيت ۾ جيئن گهري تيئن تصرف کري سگهي ٿو. اهو اهل السنة جو قول آهي (١) ”ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا السَّوْأَىٰ اَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُونَ“ تنهن کان پوءِ انهن جي پڇاڙي جن برائي ڪئي پڇڙي هئي ان جي کري جو الله جي آيتن کي ڪوڙو چيائون ۽ انهن سان چٿرون ڪندا هئا. سمجهڻ گهرجي ته ”سوائِي حَسَنِي“ جي وزن تي اسوا جي تائيث آهي ۽ ”عَاقِبَةُ“ جو لفظ ”كَانَ“ جي خبر مقدم ۽ ”السَّوْأَىٰ“ ان جو اسم مؤخر آهي (٢) مطلب ته جن برائي ڪئي انهن جي سزا به نهايت بري ۽ پڇڙي يعني جهنم جي پڙ ڪندڙ باهه هوندي (٣) ڇو ته انهن الله جي آيتن کي ڪوڙو به چيو ۽ انهن سان چٿرون به ڪندا هئا.

فائدة

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١- ”أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ“ (ڇا پنهنجن وجودن ۾ غور نه ڪيائون) مان واضح ٿيو ته دنيا ۾ ڪنهن شيءِ تي غور نه ڪرڻ بي توجهه رهڻ ڪافرن جو ڪم آهي مومن پنهنجي وجودن تي غور کري الله جل شاناه جي خالق ۽ مالڪ هجڻ جو يقين حاصل ڪندا آهن ۽ آسمانن ۽ زمين کي ڏسي به سوچيندا آهن ته اهي اجايا پيدا ڪيل ناهن جيڪو انهن کي وجود ڏئي سهڻي نموني بيهاري ٿو اهو مئلن کي به جيئرو کري اٿاري سگهي ٿو آيت ۾ عقلي استدلال پيش ڪيو ويو آهي.

ع ٢- ”أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ الْآيَةِ“ (ڇا زمين ۾ گهمي نه ڏٺائون) مان معلوم ٿيو ته انسان زمين ۾ گهمي ڦري ته مردودن جي ويران بستين کي ڏسي پاڻ ۾ الله جل شاناه جو خوف پيدا ڪري ۽ الله جي پيارن جي مرڪزن کي ڏسي پاڻ به الله جل شاناه کي راضي ڪرڻ جي ڪوشش ڪري ۽ اهي رستا وٺي جن سان الله جل شاناه راضي ٿئي.

ع ٣- ”ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا السَّوْأَىٰ“ (تنهن کان پوءِ انهن جي پڇاڙي جن برائي ڪئي پڇڙي هئي) مان واضح ٿيو ته بري عمل جو نتيجو برو آهي ته چڱي عمل

(١) روح المعاني ص ٢٤ - جزء ٢١ جلد ٧ (٢) ضياء القرآن ص ٦٥ هـ جلد ٣ (٣)

محاسن التاويل ص ١٦٨ - جلد ٨

جو نتيجو چڱو هوندو. برائي ڪندڙ جو بدلو جهنم آهي ته پلاڪم ڪندڙ جو بدلو بهشت آهي.

اللَّهُ يَبْدُوَ الْخَلْقَ ثَمَّ يُعِيدُهُ ثَمَّ إِلَيْهِ تَرْجَعُونَ (١١)

الله نئين نموني ٺاهي ٿو مخلوق ان کان پوءِ وري پيدا ڪندو ان کي ان کان پوءِ ان ڏانهن موٽايو ويندو
وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ (١٢) وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَاءِهِمْ

جنهن ڏينهن قائم ٿيندي قيامت نا اميد ٿيندا مجرم نه هوندو انهن جي لاءِ شريڪ بنايلن انهن جي

شَفَعُوا وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَفِيرِينَ (١٣) وَيَوْمَ

مان سفارش ڪندڙ هوندا پنهنجن شريڪ بنايلن جا انڪار ڪندڙ ۽ جنهن ڏينهن

تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ (١٤) فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

قائم ٿيندي قيامت ان ڏينهن جدا ٿيندا پوءِ پر جن ايمان آندو ۽ ڪيائون پلاڪم

فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (١٥) وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

پوءِ اهي باغ (بهشت) ۾ خوش ڪيا ويندا ۽ پر جن كفر ڪيو ۽ ڪوڙو چيائون اسان جي آيتن

وَلِقَائِ الْأَخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ (١٦) فَسُبْحَنَ اللَّهُ

۽ آخرت جي ملڻ کي پوءِ اهي عذاب ۾ حاضر ڪيل هوندا پوءِ الله جي پاڪائي بيان ڪيو

حِينَ تَمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ (١٧) وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

جنهن وقت سانجهي ڪيو ٿا ۽ جنهن وقت صبح ڪيو ٿا ۽ ان جو ئي حمد آسمانن ۽ زمين ۾ آهي

وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ (١٨) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

۽ پوئين ٻهر ۽ جنهن وقت منجهند ڪيو ٿا ڪڍي ٿو جيئري کي مئل مان ۽ ڪڍي ٿو مئل کي

مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ (١٩)

جيئري مان آباد ڪري ٿو زمين کي ان جي غير آبادهجن کان پوءِ ٻاهري طرح اوهان به ڪڍيا ويندو

تفسير

اڳين آيتن ۾ بيان ٿيو ته مجرمن جي عاقبت جهنم جي باهه آهي ۽ اهو تڏهن ٿيندو جڏهن انهن کي وري جيئرو ڪري اٿاريو ويندو ته ان جي لاءِ دليل ڏيندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”اللّٰهُ يَبْدُو الْخَلْقَ ثُمَّ يَعِيْدُهُ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ“ (الله مخلوق کي نئين نموني ٺاهي ٿو ان کان پوءِ ان کي ورائي پيدا ڪندو ان کان پوءِ اوهان ان ڏانهن اٿاريو ويندو) هن آيت ۾ ذڪر ڪيل ڳالهه جيتوڻيڪ دعويٰ جي انداز ۾ بيان ٿيل آهي پر ان ۾ دعويٰ جو دليل به موجود آهي ۽ اهو هي آهي ته صريح عقل ان ڳالهه جي شاهدي ڏي ٿو ته جنهن جي لاءِ مخلوق کي پيدا ڪرڻ جي ابتداء ممڪن آهي ته ان جي لاءِ ان کي وري وجود ڏئي ميدان ۾ آڻڻ بدرجه اوليٰ ممڪن آهي خلق جو ابتدائي وجود ته واقع ٿيل امر، سڀني جي اڳيان موجود آهي جو ڪافر ۽ مشرڪ به مڃين ٿا اهو سڀ الله جو ڪم آهي. ان هوندي انهن جو خيال ته مثل جيئرا نه ٿيندا نهايت نامعقول آهي. ان جي ڪري اي قرآن ڪريم جا ٻڌندڙو! يقين ڪيو ته اوهان کي مرڻ کان پوءِ زنده ٿي الله جل شاناهه جي بارگاهه ۾ پيش ٿيڻو آهي جتي عدل ۽ انصاف سان هر ڳالهه هلندي. ”وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ“ ۽ جنهن ڏينهن قيامت قائم ٿيندي ته مجرم نا اميد ٿيندا يعني انهن وٽ ڪو جواب نه هوندو نه پنهنجي دعويٰ کي ثابت ڪري سگهندا بلڪ حيرت جي حالت ۾ رهندي نااميد هوندا. ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شَرَكَاۗءَ هُمْ شَفَعَاۗءُ وَكَانُوۡا بِشَرَ كَاۡتِبِهِمْ كٰفِرِيۡنَ“ ۽ انهن جي لاءِ سندن (الله سان ٺاهيلن) شريڪن مان ڪي سفارش ڪندڙ نه هوندا ۽ پاڻ پنهنجن (ٺاهيلن) شريڪن جا انڪاري هوندا. مقصد ته دنيا ۾ جن بتن جي پوڄا ڪري انهن کي الله جل شاناهه جو شريڪ بنايو هيائون اهي قيامت جي ڏينهن پنهنجن پوڄارين جي ڪا سفارش نه ڪندا نه ڪري سگهندا ۽ جڏهن قبرن مان اٿاريو ويندا ته اهي اتي جي حالات ڏسي انهن باطل مڃوڻ جا صفا منڪر ٿي بيهندا پر پوءِ ڪهڙو فائدو؟ ”وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُوْنَ“ ۽ جنهن ڏينهن قيامت قائم ٿيندي ته ان ڏينهن (هڪ ٻئي کان) جدا جدا ٿي ويندا. مطلب ته محشر جي ميدان ۾ مومن ڪافرن کان جدا ڪيا ويندا مومن جنت ڏانهن ويندا ۽ ڪافر جهنم ڏانهن (١) ”فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيۡ رَوْضَةٍ يُحْبَرُوْنَ“ پوءِ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا اهي (جنت جي) باغ ۾ خوش ڪيا ويندا. مفسر

زمخشري لکيو آهي ته ڇا سان خوش ڪيا ويندا؟ ان ۾ مختلف اقوال آهن ابن ڪيسان جو قول آهي ته زيور پارايا ويندا ابوبڪرن عياش جو قول آهي ته انهن جي مٿي تي تاج ڍڪيا ويندا وڪيع جو قول آهي ته انهن کي بهشت ۾ اهڙا منا آواز ٻڌايا ويندا جن سان کين سرور نصيب ٿيندو (١) وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۽ پر جن ڪفر ڪيو ۽ اسان جي آيتن ۽ آخرت جي ملڻ کي ڪوڙو چيو اهي عذاب ۾ حاضر ڪيل هوندا. مطلب ته ڪافر، اسان جي آيتن کي ڪوڙو چونڌڙ، آخرت جي ملڻ کي نه مڃيندڙ هميشه واري جهنم جي عذاب ۾ حاضر ڪيل هوندا نه ڇڏندا نه سندن عذاب ڪٽندو. فَسُبْحَنَّ اللَّهَ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ پوءِ الله جي ان وقت پاڪائي آهي جنهن وقت شام ٿا ڪيو ۽ جنهن وقت صبح ٿا ڪيو. سبحان مصدر جو لفظ آهي فعل محذوف جو مفعول مطلق آهي اصل ۾ هيئن آهي فَسُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ يعني الله جل شانہ جي پاڪائي بيان ڪيو. وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ۽ ان جي لاءِ ئي آسمانن ۽ زمين ۾ حمد آهي ۽ پوئين پهر ۾ ۽ جنهن وقت منجهند ڪيو ٿا. هي نعمت جي نئين ٿيڻ ۽ قدرتي آثار جي زياده ظاهر ٿيڻ جا وقت آهن ان جي ڪري انهن ۾ تسبيح ۽ حمد جو حڪم ڪيو ويو آهي خاص ڪري نماز جا اهي وقت مقرر آهن تُمْسُونَ ۾ مغرب ۽ عشا تُصْبِحُونَ ۾ فجر عَشِيًّا ۾ عصر (وچين) ۽ تُظْهِرُونَ ۾ ظهر (پهري) نمازون اچي ويون (٢) اهو حضرت ابن عباس رضي الله عنهما ۽ ٻين مفسرن جو قول آهي (٣) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تَخْرُجُونَ جيئري کي مئل مان ڪڍي ٿو ۽ مئل کي جيئري مان ڪڍي ٿو ۽ زمين کي ويران هجڻ کان پوءِ آباد ڪري ٿو ۽ (قبرن مان) اوهان به اهڙي طرح ڪڍيا ويندو مطلب ته الله جل شانہ جي هن عظيم قدرت جو اوهان روز مشاهدو ڪيو ٿا ته انسان کي مئيءَ جي ڦڙي مان ۽ مئيءَ جي ڦڙي کي انسان مان پکيءَ کي اني مان اني کي پکيءَ مان، مومن کي ڪافر مان ڪافر کي مومن مان پيدا ڪري رهيو آهي ۽ زمين جڏهن خشڪ ۽ ويران ٿيندي آهي ته ان کي پنهنجي رحمت جي پاڻي سان آباد ڪندو آهي الغرض ته موت ۽ حياتي حقيقي هجن يا مجازي حسي هجن يا معنوي سڀ جي واڳ ان جي هٿ ۾ آهي. پوءِ اوهان کي زنده ڪري پنهنجي درٻار ۾ پيش ڪرڻ ان جي اڳيان ڪهڙو مشڪل آهي؟ يقين ڪيو ته اهو هر شيءِ تي قادر آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”اللَّهُ يُبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ“ الآية (الله نئين طرح خلق ڪي پيدا فرمائي ٿو ان کان پوءِ ان کي وري ٺاهيندو) مان واضح ٿيو ته عقلمند انسان قيامت جو انڪار نه ڪندو ڇو ته اهو سوچيندو ته جيڪو الله جل شانہ مخلوق کي بالڪل نئين نموني ٺاهڻ تي قادر آهي اهو ان ٺهيل کي وري تازو ٺاهي ميدان ۾ آڻڻ تي به يقيناً قادر آهي.

ع ٢- ”يُبَلِّسُ الْمَجْرُمُونَ“ (مجرم نااميد ٿيندا) مان واضح ٿيو ته قيامت جي ڏينهن مخلص مومن نااميد نه هوندا. انهن کي الله جل شانہ جي رحمت ۽ نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي شفاعت ۾ اميد هوندي ڪافرن جا باطل معبود ڪنهن جي ڪم نه ايندا پر حضور عليه الصلوة والسلام جن ساري جهان تي رحمت ڪندا. (١)

ع ٣- ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ هُمْ شَفَعُوا“ (۽ انهن جي لاءِ سندن هٿ سان الله جي لاءِ بنايل) شريڪن مان سفارش ڪندڙ نه هوندا) مان واضح ٿيو ته قيامت ۾ ڪافر ۽ مشرڪ جي لاءِ شفاعت نه هوندي (٢) پر مومن جي لاءِ انبياءِ عظام عليهم الصلوة والسلام، اولياءِ ڪرام ۽ علماءِ ربانين وغيرهم شفاعت ڪندڙ هوندا. (٣)

ع ٤- ”فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ“ (اهي) بهشت جي باغ ۾ خوش ڪيا ويندا) ”يُحْبَرُونَ“ حبور کان ورتل آهي ان جي معنيٰ آهي سرور ۽ خوشي هن مان واضح ٿيو ته جنتين کي هر قسم جي انهن نعمتن سان نوازيو ويندو جيڪي کين خوش رکنديون بعض مفسرن جيڪي خاص خاص شيون هن آيت ۾ بيان ڪيون آهن سي سڀ هن جي عموم ۾ داخل آهن. (٤)

ع ٥- ”فَسَبِّحْ لِلَّهِ...“ کان --- ”وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ“ تائين ٻه آيتون نهايت اعلى وظيفو آهن حضرت معاذ بن انس کان صحيح سند سان روايت آهي ته حضرت ابراهيم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي قرآن پاڪ ۾ ”وَابْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى“ (٥) وعدي وفا ڪرڻ وارو سڏيو ويو آهي ابوداؤد طبراني ۽ ابن سني حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته ”جنهن شخص صبح جو هي ٻه آيتون پڙهيون ته ان سڄي ڏينهن ۾ ان کان جيڪا به ڪوتاهي ٿيندي اها هنن جي برڪت سان پوري ڪئي ويندي ۽ جنهن هي ٻئي آيتون رات جو تلاوت ڪيون ته انهن جي برڪت سان ان کان رات جو ٿيل ڪوتاهي پوري ڪئي ويندي.“ (٦)

(١) نورالعرفان ص ٦٤٧- (٢) ايسرالتفسير ص ٤٧٧- جلد ٣ (٣) نورالعرفان ص ٦٤٦- (٤) معارف القرآن ص ٧٦- جلد ٦ (٥) سورة النجم آيت ع ٣٧- (٦) معارف القرآن ص ٧٣- جلد ٦

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ

۽ ان جي نشانين مان هي آهي ته پيدا ڪيائين اوهان کي مٽيءَ مان ان کان پوءِ انهيءَ مهل اوهان

بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ (٢٠) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

ماڻهو تي گهموڦرو ٿاين جي نشانين مان هي به آهي ته پيدا ڪيائين اوهان لاءِ اوهان (جي جنس) مان

أَزْوَاجًا لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ

زالون تانت سڪون وٺو انهن سان ۽ ڪيائين اوهان ۾ پيار ۽ باجهه بلاشڪ ان ۾ البت

لَايَتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (٢١) وَمِنْ آيَاتِهِ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

نشانين آهن ان قوم جي لاءِ جيڪي سوچين ٿاين جي نشانين مان آسمانن ۽ زمين جو پيدا ڪرڻ

وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَالِدَاتُ أَنْكِرْنَ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالَمِينَ (٢٢)

۽ اوهان جي زبانن ۽ رنگن جو مختلف هجڻ آهي بيشڪ ان ۾ البت نشانين آهن ڄاڻندڙن جي لاءِ

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَبْتَغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ ط

۽ ان جي نشانين مان اوهان جي ننڊ آهي رات جو ۽ ڏينهن جو ۽ اوهان جي طلب ڪرڻ آهي ان جي فضل مان

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُسْمِعُونَ (٢٣) وَمِنْ آيَاتِهِ

بلاشڪ ان ۾ البت نشانين آهن ان قوم جي لاءِ جيڪي ٻڌن ٿا ۽ ان جي نشانين مان آهي جو

يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي

ڏيکاري ٿو اوهان کي وڃ ڊيچارڻ ۽ اميد رکڻ لاءِ ۽ ڏيکاري ٿو آسمان مان پاڻي پوءِ آباد ڪري ٿو ان سان

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (٢٤)

زمين ان جي ويران هجڻ کانپوءِ بلاشڪ ان ۾ البت نشانين آهن ان قوم جي لاءِ جيڪي عقل رکن ٿا

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ط ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ

۽ ان جي نشانين مان آهن هي جو ٻيڻو آسمان ۽ زمين ان جي امر سان ان کان پوءِ جڏهن سڏيندو اوهان کي

دَعْوَةً مِنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ (٢٥) وَلَهُمْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

هڪ ڀيرو سڏڻ زمين مان ته ان مهل اوهان نڪرندؤ ۽ ان جو آهي جيڪو آسمانن ۾ ۽ زمين ۾ آهي

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَأَنِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
 لِلْعَالَمِينَ ۝ ان جي نشانين مان آسمانن ۽ زمين جو پيدا ڪرڻ ۽ اوهان جي ٻولين ۽
 اوهان جي رنگن جو مختلف هجڻ آهي بلاشڪ ان ۾ علم وارن جي لاءِ نشانين آهن.
 يعني آسمانن ۽ زمين جي پيدا ٿيڻ تي جيڪو غور ڪندو ان کي به الله جل شانہ جي
 قدرت جا ڪمال نظر ايندا ۽ هڪ حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوٰۃ والسلام جي
 اولاد جا مختلف رنگ ۽ مختلف ٻوليون ڏسي علم وارا نتيجو اهو وٺندا ته اهو سڀ
 ڪجهه ان ڪريم جي ڪارسازي جو نظارو آهي جيڪو وحده لاشريڪ له آهي نه ان
 جو ڪو شريڪ آهي نه برابر. ”وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ“ ۽ ان جي نشانين مان آهي اوهان جي رات جو ۽
 ڏينهن جو نند ڪرڻ ۽ اوهان جي ان جي فضل مان طلب ڪرڻ، بلاشڪ ان ۾ ان قوم
 جي لاءِ جيڪي ٻڌن ٿا البت نشانين آهن مطلب ته نصيحت ٻڌڻ وارا. ان کي سوچڻ
 وارا اهي الهي نعمتون ڏسي جو کين رات ته رات آهي پر ڏينهن جو به آرام ۽ نند
 نصيب ڪري ٿو ۽ اوهان جي طرفان انهن وقتن ۾ الله جو فضل، رزق روزي طلب ڪرڻ
 ۽ سک جو ساهه کڻڻ ۾ به قدرتي نشانين آهن. ”وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمْ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا
 وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ“ ۽ ان
 جي نشانين مان هي به آهي جو اوهان کي وچ ڊپ ڏيارڻ ۽ اميد رکڻ جي لاءِ ڏيکاري
 ٿو ۽ آسمان کان (مينهن جو) پاڻي لاهي ان سان زمين کي ويران ٿيڻ کان بعد آباد ٿو
 ڪري يقيناً ان ۾ عقلمند قوم جي لاءِ نشانين آهن. جيڪڏهن الله جا علم وارا ٻانهي
 ڪوشش ڪن ته انهن اشارن مان فائدا وٺندي بارش، زمين ۽ فضائي ڪائنات جي
 متعلق ڪيترا علوم مرتب ڪري سگهن ٿا ”خَوْفًا وَطَمَعًا“ جو مطلب آهي ته هڪ طرف
 گهڻي بارش وسڻ سان وڏيون اميدون قائم ڪجن ٿيون ۽ ٻئي طرف طوفاني بارش مان
 خوف به ٿيندو آهي. آيت جي مفهوم ۾ جيڪڏهن وسعت کان ڪم ورتو وڃي ته
 سموري برقي ترقي ان ۾ اچي ٿي وڃي برقي آلات سان انسان زندگيءَ جي هر شعبي ۾
 ترقيون ڪري سگهي ٿو ۽ ڪڏهن ڪڏهن وري اهيئي مشينون ان جي هلاڪت ۽
 تباهيءَ جو سبب به بنجنديون آهن ”خَوْفًا وَطَمَعًا“ ۾ ٻنهي شانن جو ظهور آهي ”وَمِنْ
 آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ“ ۽ ان جي نشانين مان هي به آهي ته آسمان ۽
 زمين ان جي امر سان بيٺا آهن. يعني اهي پاڻهي پاڻ نه پر الاهي ارادي سان ان حال تي
 آهن. هن کان اڳي ڪائنات جي پيدائش جو ذڪر هو ۽ هتي جهان جي نظام جو. هي
 سڀ الله جي ارادي ۽ مشيت سان بيٺا آهن نه ڪنهن اوزار جا ۽ نه ڪنهن سھاري جا

محتاج آهن "تَمَرًا إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُم تَخْرُجُونَ" ان کان پوءِ جڏهن اوهان کي هڪ سڏ سان زمين مان سڏيندو ته ان مهل اوهان نڪري ايندو مٿي آيل لفظ "بِأَمْرِهِ" جي وضاحت ڪندي مفسر بيضاوي لکيو آهي ته "أَمْرٌ" جو لفظ قدرتي ڪمال ۾ مبالغو لاءِ آيل آهي ۽ ٻڌايو ويو ته الله جل شانہ ڪنهن اوزار جو محتاج ناهي (١) "وَلَهُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهِ قَانِتُونَ" ۽ جيڪو ڪجهه آسمانن ۽ زمين ۾ آهي ان جي ملڪيت آهي سڀئي ان جا فرمانبردار آهن يعني ملائڪ، جن، انسان جيڪا به حياتي ۽ ارادي واري مخلوق آهي سڀ ان جي ملڪيت ۽ اضطراري طور الهي قانون جا پابند آهن ڪنهن کي به مجال ناهي جو ان جي حڪم کان روگرداني ڪري سگهي ۽ ڪنهن ۾ به طاقت ناهي جو ان جي تڪويني قانون کي توڙي ٻاهر نڪري. "وَهُوَ الَّذِي يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ" ۽ اهو (الله) اهو آهي جيڪو خلق کي نئين نموني ناهي ٿو ان کان پوءِ ان کي موٽائيندو ۽ اهو موٽائڻ ان لاءِ گهڻو آسان آهي قيامت جي لاءِ قبرن مان اٿڻ محشر جي ميدان ۾ پيش ٿيڻ تي جيڪو شهبو پيدا ٿيو ٿي ان جو ازالو ڪرڻ جي لاءِ باريبار هي حقيقتون ذهن ۾ آنديون وڃن ٿيون ته جنهن الله کي پهريون پيدا ڪندڙ ۽ ڪائنات جو خالق اوهان پاڻ به مڃيو ٿا ان جو ئي اهو بيان ڪيو وڃي ٿو ته مٿن کي زنده ڪندو ته پوءِ اوهان ان کي ناممڪن ۽ مستبعد ڪيئن ٿا سمجهو؟ اهو ته ان جي لاءِ وڌيڪ آسان آهي.

تنبيه

"وڌيڪ آسان" اسان جي نسبت سان اسان کي سمجهائڻ لاءِ بيان ٿيو آهي ته ته الله جل شانہ جي اڳيان گهٽ آسان يا وڌ آسان جو سوال ئي نه ٿو پيدا ٿئي ان لاءِ هر ڪم آسان آهي. "وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ" ۽ ان جو آسمانن ۽ زمين ۾ (سڀني کان مٿي) اعلىٰ شان آهي جو نه اهڙو وڏو آسمانن ۾ آهي نه زمين ۾. الله جل شانہ جو علو اضافي نه آهي مطلق آهي ان جو اعلىٰ هجڻ ان وقت کان آهي جڏهن ادنلي جو تصور به نه هو "وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" ۽ اهوئي غالب حڪمت وارو آهي. جڏهن به گهري پنهنجي قدرت سان "الْعَزِيزُ" اسم جي تقاضا مطابق قيامت قائم ڪري سگهي ٿو پر "الْحَكِيمُ" به آهي ان جي ڪري قيامت تڏهن قائم ڪندو جڏهن سندس حڪمت جي تقاضا هوندي ۽ اها ئي عين مصلحت آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١ آيت ع ٢٠ مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي قدرت ڪيتري نرالي آهي جو انسان کي چئن عنصرن (١. باهه ٢. پاڻي ٣. هوا ٤. مٽي) مان گهٽ ۾ گهٽ عنصر مان پيدا ڪيائين ڇو ته ٻين ٽن عنصرن ۾ ڪجهه نه ڪجهه چرپر آهي پر هن ۾ ته ڪا به ناهي.

ع ٢ آيت ع ٢١ مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي قدرت جو هي به ڪمال آهي جو انسان جي ئي جنس مان عورتون پيدا ڪيائين جيڪي مڙسن جون زالون بڻيون هڪ ئي مادي مان، هڪ ئي جاءِ مان هڪ ئي غذا مان پيدا ٿين ٿا وارن ٻارن ۾ هڪ به مختلف قسم پيدا ڪيائين جن جي اعضاء و جوارح، صورت ۽ سيرت، عادات ۽ اخلاق ۾ نمايان تفاوت ۽ امتياز آهي الله جل شانہ جي ڪمال قدرت ۽ حڪمت جي لاءِ اها تخليق ئي ڪافي نشاني آهي.

ع ٣ ”لَتَسْكُنُوا إِلَيْهَا“ (تانت انهن سان سڪون حاصل ڪيو) مان واضح ٿيو ته زالون مڙسن جي انهن سڀني ضرورتن لاءِ جن جي کيس ضرورت آهي سڪون جو سبب آهن ۽ ان مان اهو به واضح ٿيو ته ازدواجي زندگي جي سموري ڪاروبار جو خلاصو سڪون ۽ قلب جي راحت آهي جنهن گهر ۾ اهو آهي اهو پنهنجي تخليق جي مقصد ۾ ڪامياب آهي ۽ اهو تڏهن ٿيندو جڏهن ٻئي ڌريون هڪ ٻئي جا حق سڃاڻن ۽ ادا ڪن.

ع ٤ ”وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً“ (۽ اوهان جي وچ ۾ محبت ۽ رحمت پيدا فرمايائين) هتي ٻه لفظ ١. مودة ۽ ٢. رحمة اختيار ڪرڻ سان ممڪن آهي ته ان طرف اشارو هجي ته مودت (محبت) جو تعلق جوانيءَ سان هجي جنهن ۾ طرفين جي خواهشات کين هڪ ٻئي سان محبت ۽ الفت تي مجبور ڪندي هجي ۽ وڏيءَ عمر ۾ جڏهن هي جذبات ختم ٿي ويندا آهن ته هڪ ٻئي سان طبعي رحمت ۽ احساس پيدا ٿيندا آهن.

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ هَلْ لَّكُم مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

هنياين اوهان جي لاءِ مثال اوهان مان ڇا اوهان جي لاءِ آهن انهن مان جو مالڪ ٿيا سڃاڻت اوهان جا

مِّنْ شُرَكَاءَ فِيمَا رَزَقْنَكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ

شريڪ ان ۾ جو رزق ڏنسون اوهان کي پوءِ اوهان ان ۾ برابر آهيو ڊڄندا آهيو انهن کان

كَحَيْفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ ط

كَذَلِكَ

نُفُصِّلُ الْآيَاتِ

مثل ڊڄڻ اوهان جي پاڻ کان

اهڙي طرح سان تفصيل سان بيان ڪيون ٿا نشانين

لِقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ (٢٨)

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا

أَهْوَاءَهُمْ

ن قوم جي لاءِ جيڪي عقلمند آهن بلڪ تابع ٿيا آهي شخص جو ظلم ڪيائون پنهنجين سڌن جا

بَغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَالَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ (٢٩)

علم کان سواءِ پوءِ ڪير هدايت ڪندو ان کي جنهن کي گمراه ڪيو الله ۽ ناهن انهن جا ڪي مددگار

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ مخلوق کي مرڻ کان پوءِ جيئري ڪرڻ تي دليل بيان ڪيا ۽ هتي پنهنجي وحدانيت تي دليل بيان ڪندي فرمايو اٿس ”ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ“ اوهان جي لاءِ اوهان مان هڪ مثال بيان ڪيو اٿس جنهن مان توحيد جي مسئلي تي وڌيڪ روشني پوي ٿي. ”هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِيمَا رَزَقْنَكُمْ فَانْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَحَيْفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ“ ڇا اوهان لاءِ (اوهان جي خريد ڪيل ٻانهن مان) جن جا اوهان (مجازاً) مالڪ آهيو اسان جي طرفان اوهان کي ڏنل رزق ۾ اوهان جا شريڪ آهن؟ جو اوهان ان ۾ برابر هجو اوهان انهن کان ائين ڊڄو پيا جيئن پنهنجن جو ڊپ رکو پيا؟ مقصد ته اي الله جل شانہ سان مختلف شين کي شريڪ بنائڻ وارو! اوهان ٻڌايو ته جيڪو رزق اسان اوهان کي ڏنو آهي ڇا اوهان جا خريد ڪيل غلام اوهان سان ان ۾ اهڙي طرح شريڪ ٿي سگهن ٿا جو ملڪيت جا سڀئي حقوق تصرف ڪرڻ جا سڀئي اختيار انهن کي پنهنجي ۽ مرضيءَ سان استعمال ڪرڻ جي مڪمل آزاديءَ ۾ اوهان ۽ اهي برابر هجو ۽ جيڪڏهن اوهان پنهنجي ۽ مرضيءَ سان انهن جي مرضيءَ کان سواءِ ڪجهه خرچ ڪرڻ لڳو ته اوهان کي انهن جي طرفان مزاحمت ڪرڻ اعتراض ڪرڻ بلڪ فساد ڪرڻ جو خطرو هجي جيڪڏهن ائين ناهي ۽ يقيناً ناهي ته اوهان پاڻ انصاف ڪيو ته جيڪڏهن اوهان پنهنجن خريد ڪيل غلامن کي اهڙي طرح شريڪ هجڻ پسند نه ٿا ڪيو ته الله جل شانہ جيڪو ڪائنات جي هر شيءِ جو خالق، مالڪ آهي اوهان ان سان بي ساه شين يا فنا ٿيندڙ انسانن کي شريڪ بنايو ٿا اها ڪيڏي نه بي انصافي آهي جيڪا اوهان کي ڪڏهن به زيب نه ٿي ڏئي ”كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ“ اهڙي طرح ان قوم جي لاءِ جيڪي

عقلمند آهن نشانين ڪولي ڪولي بيان ڪيون ٿا. صلاحيت ۽ عقل وارا انسان نه سوچيندا ته بشري فطرت سان، اهڙي طرح جي استدلال سان علم ڪلام پورو پورو ترتيب ڏئي سگهندا.

ذهن نشين فرمايو

هن آيت جي لفظن کي سمجهڻ ۽ ان مان مراد ذهن نشين ڪرڻ لاءِ ڄاڻڻ گهرجي ته ”مَنْ أَنْفُسِكُمْ“ مان مراد آهي من احوال ”أَنْفُسِكُمْ“ يعني هي مثال اوهان جي حالات مان ورتل آهي جنهن جو تجربو اوهان رات ڏينهن ڪيو پيا ”هَلْ لَكُمْ“ هي استفهام انڪاري آهي يعني ائين نه ٿيندو آهي ”لَكُمْ“ خبرمقدم آهي ۽ ”مَنْ شُرَكَاءُ“ مبتدا مؤخر آهي من زائده آهي ۽ استفهام انڪاريءَ مان نفی جي جيڪا مفهوم سمجهي وڃي ٿي ان ۾ وڌيڪ تاڪيد پيدا ڪرڻ جي لاءِ استعمال ٿي آهي ۽ ”مَنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ“ حال آهي ۽ ”مَنْ شُرَكَاءُ“ ذوالحال جڏهن ته ذوالحال نڪره آهي ان جي ڪري ان جو حال اڳ ۾ بيان ٿيو آهي ۽ ”فَأَنْتُمْ“ سان يا ”وَهُمْ“ مقدر آهي يعني اوهان ۽ اهي يا ”أَنْتُمْ“ تغليب طور مخاطبين ۽ انهن جي غلامن کي شامل آهي. ”سَوَاءٌ“ يعني اوهان ۽ اهي ان رزق ۾ برابر آهيو اوهان ۽ انهن ۾ تصرف ڪرڻ جي لحاظ سان ڪو فرق ناهي. ”بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ“ بلڪ ظالم علم کان سواءِ پنهنجين خواهشن جا تابع بڻيا آهن. مطلب ته اهي ظالم نه عقل ٿا رکن نه علم نه ڪنهن خير خواه جي نصيحت قبول ڪن ٿا جهالت جي انديري ۾ ڌڪا کائي رهيا آهن ”فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ“ الله پوءِ جنهن کي الله گمراه ڪري ان کي ڪير هدايت ڪندو؟ مقصد ته اهي شخص قطعاً ان جا مستحق ناهن جو انهن جي لاءِ هدايت جا دروازا کوليا وڃن مسلسل بي فرمانين جي ڪري انهن هدايت قبول ڪرڻ جي صلاحيت ئي ختم ڪري ڇڏي آهي اهي الهي توفيق کان محروم ڪيل آهن هاڻي سڌي واٽ نه وٺندا. ”وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ“ ۽ انهن جا ڪي به مددگار ناهن جو انهن کي الهي عذاب کان ڇڏائي آزاد ڪن.

فائدو

مذڪوه آيتن مان هي فائدو ذهن نشين ٿيڻ ٿا:
 ۱- ”ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ“ (اوهان لاءِ (اوهان جي احوال) مان ئي مثال بيان ڪيائين) مان واضح ٿيو ته ڪا ڳالهه يا عقيدو سمجهائڻ جي لاءِ مثال ڏيڻ منع ناهي بلڪ اهو قرآن ڪريم جو طريقو آهي.

ع ٢٠ ”بَلِ الْإِنِّعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَ هُمْ بِعِيْرِ عِلْمِيَّةٍ (بلڪ ظالم علم کان سواءِ پنهنجن خواهشن جا تابع ٿيا) مان واضح ٿيو ته علم کان سواءِ نفسياني خيالن جي پويان هلڻ تحقيق کان سواءِ ڪو فيصلو ڏيڻ ظالمن جو ڪم آهي نه انهن کي هدايت نصيب ٿيندي ۽ نه انهن جي شفاعت ڪرڻ وارا ڪي مددگار هوندا.

فَاقْرَ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي

پوءِ سامهون رک منهن (مبارڪ) پنهنجو دين لاءِ پورو هڪ طرف هوندڙ الله جي دين تي جو فطر الناس عليها لا تبدل خلق الله ط ذالك الدين القيم ولا كن

پيدا ڪيائين ماڻهن کي ان تي ناهي تبديلي الله جي خلق کي اهو ئي دين سڌو آهي ۽ پرگهڻا اڪثر الناس لا يعلمون (٣٠) منيبين اليه واتقوه واقيموا الصلوة ولا تكونوا

ماڻهو نه ٿا ڄاڻن موندڙ تي ان ڏانهن ۽ ڊڄوان کان ۽ نماز قائم ڪيو ۽ نه ٿيو من المشرڪين (٣١) من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاء

مشرڪن مان انهن مان جن ٽڪرا ٽڪرا ڪيو پنهنجي دين کي ۽ ٿيا ٽولا ٽولا

كل حزب بما لديهم فرحون (٣٢)

هرڪا ٽولي ان تي جيڪو انهن وٽ آهي خوش ٿيندڙ آهي.

تفسير

الله تعالى اڳين آيتن ۾ پنهنجي وحدانيت تي دليل بيان فرمايا ۽ حشر جي ڏينهن کي ثابت ڪري ان جي لاءِ مثال به ٻڌايا ۽ پنهنجي رسول عليه الصلوة والسلام کي تسلي ڏنائين ۽ هتي وري سندن ذات پاڪ سان خطاب ڪندي کين مڪمل طور پنهنجي دين ڏانهن متوجه رهڻ جو حڪم ڪيائين. ارشاد مبارڪ آهي. ”فَاقْرَ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا“ پنهنجي منهن (مبارڪ) کي دين لاءِ سڌو رک پورو حق تي هلندڙ باطل کان منهن موڙيندڙ ٿي. هن آيت جي شروعات ۾ آيل ”ف“ لفظ تاڪيد جي لاءِ آهي يعني الله جل شانہ جي وحدانيت ۽ ان جي ڪامل قدرت دلائل ۽ شواهد سان ثابت آهي قيامت قائم ٿيڻ جي متعلق جيڪي شڪوڪ ۽ شبهات هئا انهن جو ازالو ٿي ويو هاڻي هر طرف

کان منهن موڙي، توجهه هٽائي ان سڄي دين تي مضبوط ٿي ره منهن کي سڌو رکڻ مان مراد آهي مڪمل طرح ان ڏانهن متوجهه رهڻ ۽ دين جو پورو پائبنڊ هجڻ. فَطَرَتْ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الله جو دين جنهن تي ماڻهن کي پيدا فرمائين. مطلب ته هي دين سليم عقل سان کلي طرح مطابق آهي ان جي ڪري فطري طور به انسان نه ان کان منهن موڙي سگهي ٿو ۽ نه ان جو انڪار ڪري سگهي ٿو انساني فطرت جون جيڪي به تقاضائون جنسي، معاشي، اخلاقي، عقلي يا روحاني آهن هي دين انهن هر قسم جي تقاضائن کي پورو ڪري ٿو جنهن جي ڪري زندگي نهايت مسرت سان گذري ٿي ۽ عمل ڪندڙ جي مٿي تي ابدی سعادت جو تاج رکيو وڃي ٿو. حضرت انس رضی اللہ عنہ کان روايت آهي ته رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جن فرمايو فَطَرَتْ اللّٰهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا دين الله تعالیٰ يعني هتي فطرت مان مراد الله جو دين آهي ٻي روايت آهي ته ”رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم“ جن فرمايو ”ما من مولود الا على الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه“ (الحديث) يعني هر ٻار دين فطرت تي پيدا ٿيندو آهي پوءِ ان کي ان جا پيءُ ماءُ يهودي يا نصارو يا مجوسي بنائين ٿا. (١) ”لَا تَبْدِيلَ لِمَ خَلَقَ اللّٰهُ“ الله جي خلق ۾ ڪا به تبديلي ناهي. مطلب ته هي دين قديم ۽ ازلي آهي ان کي قبول ڪرڻ جي صلاحيت به بشر ۾ رکيل آهي اهو تبديل نه ٿيندو. ”ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ“ اهوئي سڌو دين آهي. جنهن ۾ ڪنهن به قسم جي ڏنگائي ناهي. ”وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن يعني پنهنجي ٻئي توجهي ۽ منهن موڙڻ جي ڪري اها حقيقت نه ٿا سمجهن. ”مُتَّبِعِينَ الْاِلٰهَ وَاتَّقُوهُ وَاَقِمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“ ان ڏانهن موٽندڙ ٿي ۽ ان کان ڊڄو ۽ نماز قائم ڪيو ۽ مشرڪن مان نه ٿيو يعني اصلي دين کي ان ڏانهن رجوع ڪندي مضبوطيءَ سان وٺو جيڪڏهن صرف دنيوي مصلحت جي لاءِ اهو ڪم ڪندو ته دين درست نه رهندو اڳيان فطر تي دين جا ڪجهه اهم اصول بيان ٿيا ته الله کان ڊڄندا رهو نماز قائم ڪيو، جلي ۽ خفي شرڪ کان بيزار ٿيندي مشرڪن سان گڏ نه هجو انهن کان پري رهو. ”مَنْ الذِّينَ قَرَفُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعَاءَ“ انهن مان (نه ٿيو) جن پنهنجي دين کي ٽڪرا ٽڪرا ڪيو ۽ ٽولا ٽولا ٿي ويا. يعني جن مشرڪن پنهنجو دين بدلايو ۽ مختلف ٽولن ۾ ورهائجي ويا جيئن يهودي، نصاري، مجوسي، بتن جا پوڄاري هندو وغيره. ”كُلٌّ حِزْبٌ بِمَا لَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ“ هر ٽولي وارا ان تي خوش آهن جيڪو انهن

وت آهي. مطلب ته جنهن غلط رستي تي آهن ان تي خوش رهندي ان کي مضبوطيءَ سان جھليو بيٺا آهن. (١)

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١. ”فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا“ (پنهنجي منهن (مبارڪ) کي دين لاءِ باطل کان منهن موڙيندڙ ۽ حق ڏانهن پورو متوجھه ٿيندڙ تي سامهون رک) مان واضح ٿيو ته جڏهن حق جا دليل ملن ۽ سچ صاف ٿي سامهون اچي ته باطل کان کلي طرح منهن موڙي حق تي مضبوط ۽ مستحڪم ٿي رهجي.

ع ٢. ”فَطَرَتِ اللَّهُ التِّي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا“ (الله جو دين جنهن تي ماڻهن کي پيدا فرمايو اٿس) هتي فطرت مان مراد چا آهي ان ۾ مفسرن جا مختلف اقوال آهن پر انهن مان وڌيڪ مشهور ٻه قول آهن ١. جيڪو بيان ڪري آياسين ته ان مان مراد الله جو دين آهي ٢. ته ان مان مراد استعداد آهي. يعني انسان جي تخليق ۾ الله جل شانہ هيءَ خاصيت رکي آهي ته اهو پنهنجي خالق ۽ مالڪ کي سچائي جنهن جو نتيجو اسلام قبول ڪرڻ آهي پر شرط آهي ته انسان ان مان فائدو وٺي. (٢)

ع ٣. ”لَا تَبْدِيلَ لِمَ خَلَقَ اللَّهُ“ (الله جي خلق ۾ ڪا به تبديلي ناهي) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي طرفان ڏنل فطرت يعني حق کي سچائڻ جي اهليت، صلاحيت ۽ استعداد ۾ ڪا تبديلي نه ٿيندي. ان کي غلط ماحول ڪافر ته بنائي سگهي ٿو پر ان جي حق کي قبول ڪرڻ واري استعداد کي بالڪل فنا نه ٿو ڪري سگهي.

ع ٤. مٿيون جملو جتوئيڪ خبر جي صورت ۾ آهي پر ان ۾ هڪ معنيٰ امر جي به آهي جنهن مان واضح ٿئي ٿو ته انسان کي اهڙن اسبابن کان گهڻي پرهيز ڪرڻ گهرجي جيڪي ان حق جي قبول ڪرڻ واري استعداد کي بيڪار يا ڪمزور ڪن. اهي اسباب غلط ماحول، بري صحبت، ۽ ان ماڻهو لاءِ باطل مذهب جا ڪتاب پڙهڻ آهن جيڪو پاڻ پورو عالم، مبصر ۽ انهن کي جواب ڏيڻ جو لائق ناهي.

سوال

”جن پنهنجي دين کي تڪرا تڪرا ڪيو ۽ ٽولا ٽولا ٿي ويا“ ڇا ان مان مراد مسلمانن جا موجود فرقا ٿي سگهن ٿا؟

جواب

مفسرن پلارن لکيو آهي ته هن آيت ۾ بيان ڪيل فرقن مان مراد اهي فرقا آهن جيڪي ڪفر جي حد تي پهتا آهن باقي فروعِي اختلاف جيئن انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام جا اصول هڪ هئا پر سندن آندل شريعتن ۾ ڪن فروعِي مسئلن جو معاملو جدا هو يا فقهن جي تحقيقات جو اختلاف اهو هن ۾ داخل ناهي ڇو ته اصول سڀني جا هڪ آهن. (١)

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ

۽ جڏهن پھچي ٿي ماڻھن کي ڪا تڪليف ته سڏين ٿا پنهنجي رب کي رجوع ڪندڙ ٿي ان ڏانھن
ثُمَّ إِذَا أَذَاهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ

ان کان پوءِ جڏهن چڪائيندو آهي انهن کي پاڻ وٽان مهرباني ته ان وقت هڪ ٽولي انهن مان
بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ (٣٣) لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ

پنهنجي رب سان شرڪ ڪن ٿا تانت بي شڪري ڪن ان جي جيڪو اسان انهن کي ڏنو آهي
فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (٣٤) أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ

پوءِ (اي بي شڪري ڪرڻ وارو!) مزا وٺو پوءِ جلد ڄاڻندو ڇا لاٿو اسان انهن تي ڪو دليل پوءِ اهو
يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ (٣٥) وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ

بيان ڪري ٿو ان جي باري ۾ جنهن کي شريڪ ڪندا هئا ۽ جڏهن چڪايون ٿا ماڻهن کي
رَحْمَةً فَرَحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبَّهُمْ سَيِّئَةٌ

مهرباني ته خوش ٿين ٿا ان تي ۽ جيڪڏهن پھچي ٿي انهن کي ڪا تڪليف

بِمَا قَدَّمْتِ أَيْدِيَهُمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ (٣٦) أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ

ان جي ڪري جواڳي موڪليو سندن هٿن تہ ان وقت اهي مايوس ٿين ٿا ڇا نہ ڏٺو اٿن؟ تہ بلاشڪ الله

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

ڪشادو ڪري ٿو رزق جنهن جي لاءِ گهري ۽ تنگ ڪري ٿو بلاشڪ ان ۾ البت نشانين آهن

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ (٣٧)

ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله سبحانه توحيد جو بيان ڪندي ان تي دليل ارشاد فرمايا ۽ هنن آيتن ۾ مشرڪن جو حال بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ“ ۽ جڏهن ماڻهن کي ڪا تڪليف پهچي ٿي تہ پنهنجي رب ڏي رجوع ڪندڙ ٿي ان کي سڏين ٿا يعني هي مشرڪ جن الله سان گڏ ٻيا معبود بنايا آهن انهن کي به جڏهن ڪا تڪليف اچي ٿي تہ اهي باطل معبود انهن کان وسري وڃن ٿا ۽ هڪ الله کي سڄي دل سان سڏين ٿا ”ثُمَّ إِذَا أَذَاهُمْ وَتَنَّهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ“ ان کان بعد جڏهن انهن کي پاڻ وٽان رحمت چڪائي ٿو تہ ان وقت انهن مان هڪڙي وارا پنهنجي رب سان ٻين کي شريڪ بنائين ٿا. يعني تڪليف لهڻ کان پوءِ وري ساڳي بت پرستي ڪرڻ ۾ شروع ٿي وڃن ٿا ”لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ“ ٻلي جيڪي اسان انهن کي ڏنو آهي ان جي بي شڪري ڪن، مطلب تہ جيئن گهرن تيئن بي شڪري ڪندا رهن اهڙو ڏينهن اچي رهيو آهي جو کين پيشانيءَ کان وٺي گهلي جهنم ۾ پهچايو ويندو. ”فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ“ پوءِ (اي شڪر نہ ڪرڻ وارو!) فائدا وٺي وٺو جلد ڄاڻندو (تہ ان جي سزا ڇا آهي؟) ”لِيَكْفُرُوا“ ۾ لام امر جو آهي جنهن مان مقصد تهديد ۽ ڌمڪي ڏيڻ آهي مطلب اهو آهي تہ ٻلي ڪفر ڪري دنياوي عيش ۽ آرام مان مزا وٺو الله جل شانہ کي ڪا پرواه ناهي جلد ان ڪردار جي سزا ماڻيندو. (١) ”أَمْ أُنْزِلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ“ ڇا اسان انهن تي ڪو دليل لاٿو آهي جيڪو ڳالهائي انهن جي شرڪ جي شاهدي ڏي ٿو. اڳيئن آيت ۾ خطاب جو صيغو هو ۽ هتي وري غائب جي صيغن کي آڻي اهو اشارو ڪيو ويو

آهي ته اهي ڪافر مخاطب ٿي ڳالهائڻ جا اهل ئي ناهن، مطلب هي آهي ته اهي ڪفر ۽ شرڪ ٿي اهڙا ڄمي بيٺل آهن جو ڄڻ ته ڪنهن نبي سڳوري يا ملائڪ ڪين اچي چيو آهي ته ڪفر جي وات سڌي وات آهي يا ڪو ٻيو محڪم دليل اٿن جنهن تي مضبوط ٿيو بيٺا آهن ڪا به اهڙي ڳالهه ناهي صرف سندن ناداني ۽ بيوقوفي آهي جو ان ڪفر ۽ شرڪ کي چئبڙي پيا آهن ”وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا“ ۽ جڏهن ماڻهن کي مهرباني ٿا چڪايون ته ان تي خوش ٿين ٿا. يعني الله تعاليٰ ڪافرن تي جيڪڏهن ڪا مهرباني ڪري ٿو ته خوشيءَ ۾ نه ٿا ماين، ”وَأَنْ تَصْبَهُمْ سَيِّئَةً بِمَا قَدَّمْتَ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ“ ۽ جيڪڏهن انهن کي سندن ئي هٿن جي ڪمائيءَ ڳڻتي موڪليل ڪمن جي ڪري ڪا تڪليف پهچي ٿي ته ان وقت اهي نااميد ٿين ٿا. يعني مايوس ٿي وڃن ٿا ۽ انهن ۾ ڪو حوصلو نه ٿو رهي. ”أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ“ ڇا نه ڏٺائون ته الله جنهن کي گهري ٿو ان لاءِ رزق ڪشادو ڪري ٿو ۽ تنگ ڪري ٿو مطلب ته ڇا هي ڪو نه ٿا ڏسن ته رزق ڪشادو ڪرڻ يا تنگ ڪرڻ سڀ ڪجهه الله جل شانہ جي قدرتي هٿ ۾ آهي؟ جڏهن ڏسن ٿا ته پوءِ خوشحاليءَ ۾ شڪر ۽ تنگدستيءَ ۾ صبر ڇو نه ٿا ڪن؟ جيئن پڪا مومن ڪن ٿا جنهن الله جل شانہ هي جهان پيدا ڪيو آهي ۽ وڏو مهربان آهي ان جي هر ڪم ۾ حڪمت هوندي آهي جيڪو ان کي راضي ڪندو اهو ڪامياب رهندو ”أَنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ“ بلاشڪ ان ۾ ان قوم جي لاءِ نشانيون آهن جيڪي ايمان آڻين ٿا. يعني ڪنهن لاءِ رزق ڪشادو ڪرڻ ۽ ڪنهن لاءِ تنگ ڪرڻ ۾ به ان جي قادر هجڻ جون نشانيون ۽ دليل آهن.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ۱- ”وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُتَّبِعِينَ إِلَيْهِ“ (۽ جڏهن ماڻهن کي تڪليف پهچندي آهي ته پنهنجي رب کي ان ڏانهن رجوع ڪندڙ ٿي سڏيندا آهن) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي ذات جو وجود ۽ قوت هر انسان جي فطرت ۾ اهڙي طرح ويٺل آ جو غير مسلمان به ڏکڻ ۽ تڪليف ۾ ان کي ئي ياد ڪندا ۽ ان کي ئي سڏيندا آهن جيئن مڪه منوره جا رهاڪو ڪافر مصيبتن ۾ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام کان دعا گهرائيندا هئا (ڪماهو مذڪور في ڪتب السيرة) يافرعون ۽ ان جي پوئلڳن حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کان دعائون گهرايون هيون.

ایا تائین به وذا وذا مشرک به مسلمانن بزرگن کان دعائون گهرائیندا آهن اهو سپ کجه الله جل شانہ ڏانهن رجوع ڪرڻ آهي.

ع۲۔ ”ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ قُوَّتَهُ رَحْمَةً“ (ان کان پوءِ جڏهن انهن کي پاڻ وٽان رحمت چکايائين) مان واضح ٿيو ته دنيا ۾ ڪڏهن ڪڏهن ڪافرن تي ڪريم جي ڪرمنازي ٿيندي آهي خواه انهن جي سڌي سنئين دعا قبول ڪئي وڃي يا بنا دعا جي به انهن تي مهرباني ٿئي يا ڪنهن ڪامل کان دعا گهرائڻ جي صدقي ٿئي. (۱)

ع۳۔ ”فَتَمَتُّوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ“ (پوءِ نفعو وٺو جلد ڄاڻندؤ) مان واضح ٿيو ته ڪافرن کي ڍر ملندي آهي ۽ دنيوي نعمتن ۾ الله جل شانہ کي وسارڻ ۽ تڪليفن ۾ ياد ڪرڻ ڪافرن جو ڪم آهي مومن اهو آهي جيڪو هر حال ۾ الله جل شانہ کي ياد ڪري.

ع۴۔ ”أَمْ أُنْزِلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا“ (ڇا اسان انهن تي ڪو دليل لاتو آهي؟) مان معلوم ٿي رهيو آهي ته ڪوڙي ماڻهو ۽ ڪافرن ۽ بدمذهب ماڻهن کان انهن کي رسوا ڪرڻ جي لاءِ دليل گهرڻ ۽ ان جو رد ڪرڻ ڀلو ڪم بلڪه ثواب آهي ها اهو ذهن رکي سوال ڪرڻ ته شايد هي حق تي هجي ڪفر آهي ان جي ڪري فقيهن جي فتويٰ هن آيت جي خلاف ناهي.

ع۵۔ ”فَرَحُّوْا بِهَا“ (ان تي خوش ٿيا) مان ثابت ٿيو ته فخر ۽ تڪبر طور دنيوي نعمتن تي خوش ٿيڻ ڪافرن جو طريقو آهي پر الله جل شانہ جي نعمتن جو اظهار ڪندي شڪر طور خوش ٿيڻ عبادت ۽ ثواب آهي الله جل شانہ نعمتن تي خوش ٿيڻ جو پاڻ حڪم ڏنو آهي ”قُلْ يَفْضِلُ اللهُ وَبَرَ حَمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا“ (۲) فرمائ ته الله جي فضل ۽ ان جي رحمت تي جڳائي ته خوش ٿين. ۽ ٻيءَ جاءِ تي ارشاد آهي ”وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ“ (۳) ۽ پنهنجي رب جي نعمت کي بيان ڪندو ره.

ع۶۔ ”فَإِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ“ (ان وقت اهي نا اميد ٿين ٿا) مان واضح ٿيو ته ڪافر الله جل شانہ جي رحمت کان مايوس هوندو آهي ۽ مومن مايوس نه ٿيندو آهي. مومنن لاءِ حڪم آهي ”لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ“ (۴) الله جي رحمت کان نااميد نه ٿيو.

ع۷۔ ”يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ“ (جنهن جو گهري ٿو رزق ڪشادو ڪري ٿو ۽ تنگ ڪري ٿو) مان واضح ٿيو ته رزق الله جل شانہ جي قدرتي هٿ ۾ آهي گهڻا ماڻهو علم ۽ هنر جي باوجود غريب هوندا آهن ۽ ڪيترا بي علم، بي هنر نهايت دولتمند ۽ مالدار هوندا آهن ۽ انهن ڳالهين تي مومن غور ڪري الله جل شانہ کان ئي هر شيءِ رزق وغيره گهرندا آهن.

(۱) نورالعرفان ص ۶۵۰۔ (۲) سورة يونس آيت ۵۸۔ (۳) سورة الضحىٰ آيت ۱۱۔ (۴) سورة الزمر آيت ۵۳۔

قَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ

پوء ڏي قرابت دار کي ان جو حق ۽ مسڪين کي ۽ مسافر کي اهو ڀلو آهي انهن جي لاءِ
يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (٣٨) وَمَا آتَيْتُم مِّن رَّبِّ

جيڪي الله جي رضا جو ارادو رکن ٿا، اهي ئي ڪامياب آهن ۽ جيڪو اوهان ڏنو زياده حاصل ڪرڻ
لِيَرَبُّوْا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرَبُّوْا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ

لاءِ تانت وڌي ماڻهن جي مالن ۾ پيو نه ٿو وڌي الله وٽ ۽ جيڪي ڏنو اوهان زڪواة مان الله جي رضا جو
وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ (٣٩) اللَّهُ الَّذِي

ارادو رکي ٿو ته پوءِ اهيئي ٻيڻو ڪندڙ آهن الله اهو آهي جنهن پيدا ڪيو اوهان کي ان کان پوءِ اوهان کي
رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتْكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ط هَلْ مِّن

رزق ڏنائين ان کان بعد اوهان کي ماري ڏنو ان کان بعد اوهان کي جيئرو ڪندو ڇا اوهان جي
شُرَكَائِكُمْ مَّن يَفْعَلُ مِثْلَ ذَٰلِكُمْ مِّن شَيْءٍ ط سُبْحٰنَہٗ

شريڪ (ناهيلن) مان ڪو آهي جو ڪري انهن (ڪمن) مان ڪجهه پاڪائي آهي ان جي
وَتَعْلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (٤٠) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَحْرِ

۽ تمام مٿاهون آهي ان کان جيڪي شريڪ بنائين ٿا ظاهر ٿيو فساد ڀر
وَالْبَحْرِ مِمَّا كَسَبَتْ أَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ

۽ سمنڊ ۾ ان سببان جيڪي (برا ڪم) ڪيا ماڻهن جي هٿن تانت چڪائي انهن کي ڪجهه
الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (٤١) قُلْ سِيرُوا فِى الْأَرْضِ فَانظُرُوا

ان (جي سزا) مان جيڪي ڪيائون ته مان اهي موٽن فرمائ ته گهمو زمين ۾ پوءِ ڏسو ته
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِينَ (٤٢)

ڪيئن هئي پڇاڙي انهن جي جيڪي اڳي (گذريا) هئا گهڻا انهن مان مشرڪ

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ بيان فرمايو ته رزق ان جي قدرتي هت ۾ آهي جنهن کي به گهري ته ان لاءِ رزق ڪشادو بنائي ٿو ۽ هتي اهو ارشاد ٿي رهيو آهي ته الله جي عطا ڪيل ڪشادي رزق مان ان جي ٻانهن کي به ڏيندا ڪيو فرمان عاليشان آهي قَاتِ ذَالْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ پوءِ قرابت دار کي ان جو حق ڏي ۽ مسڪين ۽ مسافر کي به ڏي. يعني مسڪين مائٽن کي صلہ رحمي ۽ احسان ڪندي پنهنجي مال مان ڪجهه ڏيندو ڪر ان جي ڪري امام اعظم ابو حنيفه عليه الرحمة فرمايو آهي ته جيڪڏهن ڪو اهڙو مائٽ جنهن سان نڪاح ممڪن ناهي جيئن پيڻ، پيءُ، ماسي، مامون، پٽي، چاچو وغيره ڪمائي کان عاجز مسڪين نادار آهن ته مالدار کي انهن جو خرچ ڏيڻ واجب آهي، اهڙي طرح مسڪين به مجبور ۽ محتاج آهي يا مسافر جنهن وٽ مال ته آهي پر سفر ۾ هجڻ جي ڪري ڪجهه ڪري نه ٿو سگهي ان جي به مدد ڪرڻ مسلمانن جي اخلاقي ذميداري آهي (١) ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اهو انهن جي لاءِ پلو آهي جيڪي الله جي ذات (کي راضي ڪرڻ) جو اردو ڪن ٿا ۽ اهيئي ڪامياب آهن يعني قرابتدار کي حق ڏيڻ ۽ مسڪين ۽ مسافر کي ڏيڻ ان ارادي سان ته الله راضي ٿئي ڏيندڙن جي لاءِ پلو آهي الله اهو قبول ڪري راضي ٿئي ٿو. ۽ انهن کي وڏو ثواب ٿو عطا ڪري يقيناً اهي معاشيات جي نظام کي الهي ضوابط جي ماتحت هلائڻ جي ڪري انفرادي توڙي اجتماعي طور دنيا ۽ آخرت ۾ ڪامياب آهن يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ واري قيد حقيقت کولي ڇڏي ته قبوليت جي خلعت سان سرفراز ٿيڻ لاءِ لازمي شرط هي آهي ته جيڪو به خرچ ڪن ٿا الله جل شانہ جي راضي ڪرڻ لاءِ ڪن ٿا محض مجبوريءَ يا نمائش لاءِ ڪيل خرچ ان ۾ داخل ناهن. وَمَا أُنْتَبِهُمُ مِّن رَّبِّكَ لِيَرْبُؤَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ ۽ جيڪي اوهان وڌيڪ حاصل ڪرڻ جي لاءِ ڏنو تانت اهو ماڻهن جي مالن ۾ وڌي پوءِ (اهو) الله وٽ نه ٿو وڌي. مفسر بغوي فرمايو ته هن آيت مان مراد ڇا آهي؟ ان ۾ مفسرن جو اختلاف آهي سعيد بن جبير، مجاهد، طاووس، قتادة ۽ اڪثر مفسرن جو قول آهي ته ان مان مراد اهو شخص آهي جو ڪنهن کي ڪا شيءِ هديبي طور ڏي ٿو تانت اهو کيس ان کان وڌيڪ ڏي اهو حلال ۽ جائز آهي پر ان کي ان تي قيامت جي ڏينهن ڪو ثواب

نه ملندو ۽ اها ئي "فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللَّهِ" (پوءِ الله وٽ نه ٿو وڌي) مان مراد آهي ۽ ضحاک جو قول آهي ته ان مان مراد اهو شخص آهي جيڪو الله جل شانہ جي رضا حاصل ڪرڻ جي نيت کان سواءِ ڪنهن دوست يا مٿ مائٽ کي ان ارادي سان مال ٿو ڏي ته هو مالي ترقي ڪري ۽ شعبيءَ جو قول آهي ته ان مان مراد اهو شخص آهي جيڪو ماڻهن کي چنبڙي پوي ٿو، سفر يا حضر ۾ سندس خدمت ڪري ٿو هي به ان تي راضي ٿي پنهنجي مال جي بچت مان کيس ان لحاظ سان ڪجهه ڏئي ٿو ڇڏي رب العزة جل شانہ کي راضي ڪرڻ جي نيت نه ٿو ڪري (١) "وَمَا أَتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تَرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْطَعُونَ" ۽ اوهان جيڪي زڪواة ڏيو ٿا ان سان الله جي ذات کي (راضي ڪرڻ جو) ارادو ڪيو ٿا پوءِ اهيئي (پنهنجو ثواب) ٻيڻو ڪندڙ آهن. هتي زڪواة مان مراد يا عام خير خيرات آهي يا فرضي زڪواة مطلب ته جيڪو نفلي يا فرضي خير، خيرات الله جي ذات کي راضي ڪرڻ لاءِ ڪيو ٿا ان کان ئي ان جي ثواب ملڻ جي اميد رکو ٿا ته اهڙا ماڻهو پنهنجو ثواب ٻيڻو بنائيندڙ آهن هڪ نيڪيءَ جي بدلي ڏهن کان وٺي ستن سَوَن (٧٠٠) تائين بلڪ ان کان مٿي نهايت کان سواءِ ثواب حاصل ڪندڙ آهن ۽ زڪواة ڏيڻ جي برڪت سان انهن کي رزق ۾ به ايتري برڪت پوندي (٢) نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن فرمايو آهي "ان الصدقة تقع في يد الرحمن فتربوا حتى تصير مثل الجبل" (في سبيل الله) خير ڪرڻ الله جي (قدرتي) هٿ ۾ پوندو آهي پوءِ وڏي جبل جيڏو ٿيندو آهي ان جي ڪري ٻانهي کي مناسب آهي ته ان طرف متوجه رهي (٣) ۽ شروعات ۾ "اتيتم" ۾ خطاب جو صيغو آئي پوءِ وري "هُمُ الْمُضْطَعُونَ" غائب آئي اهو اشارو ڏنو ويو آهي ته اهو حڪم صرف مخاطبن سان ناهي پر اهو قيامت تائين اچڻ وارن سڀني لاءِ آهي ۽ تاويلات نجميه واري فرمايو آهي ته في سبيل الله مال خرچ ڪرڻ ۾ نفس کي دنيا جي محبت کان خالي ڪرڻ ۽ صاف ڪرڻ آهي جيئن حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه پنهنجو سمورو مال في سبيل الله خيرات ۾ آڻي دربار حبيب عليه الصلوة والسلام ۾ پيش ڪيو هو (٤) "اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ" الله اهو آهي جنهن اوهان کي پيدا ڪيو ان کان پوءِ اوهان کي رزق ڏي ٿو ان کان پوءِ اوهان کي ماري ڇڏي ٿو ان کان پوءِ اوهان کي جيئرو ڪندو. هتي الله جل شانہ پنهنجي شان ۾ اهي ڳالهيون بيان ڪيون آهن جيڪي سڄي معبود هجڻ جي لاءِ لازم آهن يعني پيدا ڪرڻ، رزق ڏيڻ، مارڻ ۽ جيارڻ وغيره ۽ انهن ڳالهين جي غير ۾ ڪو

(١) المظهر ص ٢٤٦ جلد ٧ (٢) ساڳيو حوالو (٣) التفسير الكبير ص ١٢٧ ج ٢٥

(٤) روح البيان ص ٤٢٦ جلد ٧

نشان ئي ناهي. ته اهي معبود به ناهن "هَلْ مِنْ شَرِكَاكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَالِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ" ڇا اوهان جي شريڪ بنايلن مان به (ڪو اهڙو آهي جو) انهن ڪمن مان ڪجهه ڪري ٿو؟ ۽ يقيناً ڪير به ان کان سواءِ اهي ڪم نه ٿو ڪري ته اهو ئي الوهيت جو حقدار آهي "سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ" ان جي پاڪائي آهي ۽ اهوئي مٿاهون آهي ان کان جيڪي شريڪ بنائين ٿا يعني الله جل شانہ هر قسم جي شرڪ کان پاڪ آهي ان جو ڪو به شريڪ ناهي. "ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ" ان سببان جيڪي ماڻهن جي هٿن ڪيو آهي پٽ ۽ سمنڊ ۾ فساد ظاهر ٿيو آهي. فساد مان مراد ڏڪار، وبائي بيماريون، باهه لڳڻ ۽ دريائن ۾ ٻيڙين جي ٻڏڻ جا واقعا هر شيءِ مان برڪت ڪجي وڃڻ، نفعي ڏيندڙ شين مان نقصان پوڻ ۽ ٻيون آفتون آهن مطلب ته انهن دنياوي آفتن جو سبب انسان جا گناهه ۽ برا اعمال آهن جن ۾ شرڪ ۽ ڪفر سڀني کان سخت آهن ۽ اهو ئي مضمون ٻيءَ آيت ۾ به آهي "وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ" (١) ۽ اوهان کي جيڪا به مصيبت پهتي آهي اها اوهان جي هٿن جي ڪمائيءَ جي ڪري آهي ۽ گهڻا (گناهه) ته الله تعاليٰ معاف ڪري ٿو پر ڪجهه گناهه جي ڪري اوهان کي ڪجهه سزا ڏيندو آهي. "لِيَذِقَ هُمُ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" تانت انهن کي سندن ڪيلن ڪجهه عملن جي ڪجهه سزا چڪائي. مطلب ته جيڪا ڪين بعضي ڪيلن عملن جي سزا ڏيندو آهي ان ۾ به اها حڪمت آهي ته اهي گناهه کان مڙن ۽ الله جل شانہ ڏانهن رجوع ڪن "قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِينَ" فرماءِ ته: زمين ۾ گهمو پوءِ ڏسو ته جيڪي اڳي هئا انهن جي پڇاڙي ڪيئن هئي انهن مان گهڻا مشرڪ هئا. مطلب اڳين تباهه ڪيل قومن جا ويران ماڳ ۽ مڪان ڏسو ۽ عبرت حاصل ڪيو ته انهن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي انهن مان گهڻا مشرڪ هئا پر انهن جي برائيءَ ۽ ڪين ان شرڪ کان نه روڪڻ جي ڪري ٻيا گنهگار جيڪي مشرڪ نه هئا سڀئي تباهه ٿي ويا. (٢)

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١- "قَاتِ ذَالْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ" (پوءِ قرابت دار کي ان جو حق ڏي ۽ مسڪين ۽ مسافر کي) مان واضح ٿيو ته جنهن به انسان کي الله جل شانہ مال ۽ ملڪيت ڏنو آهي اهو ان ۾ بخيلي نه ڪري بلڪه ان کي الله جل شانہ جي ڏنل هدايت

موافق استعمال ڪري. هتي ٽي ڌريون بيان ٿيون آهن ۱: قربت دار ۲: مسكين ۳: مسافر انهن کي مال ملڪيت مان ڏيڻ جو حڪم ٿيو آهي پر ”حَقَّه“ جي لفظ سان متنبه ڪيو ويو آهي ته اهو انهن جو حق آهي ان ۾ انهن تي ڪو احسان نه سمجهيو وڃي. قربت دارن مان مراد به عام آهن پوءِ اهي تمام ويجهه هجن جيئن والدين، پيڻ پيءُ، ماما، ماسيون، چاچا، پقيون وغيره يا گهڻا ويجهه نه هجن ۽ حق مان مراد به يا واجب آهي جيئن والدين وغيره يا احسان ۽ مهرباني طور چو ته مائٽ تي احسان ڪرڻ ٻين تي احسان ڪرڻ کان وڌيڪ پلو ۽ وڌيڪ ثواب آهي. (۱)

عالمہ ”وَمَا آتَيْنَا مِنْ رَبِّا“ کان ”هُمُ الْمُضْعِفُونَ“ تائین هتي ”رَبِّا“ مان مراد جمهور مفسرن جي قول مطابق شرعي (ربوا وياج) ناهي بلڪ لغوي معنیٰ مراد آهي هن مان معلوم ٿيو ته دنياوي دوستيءَ يا واسطي جي بناء تي ڪنهن کي مال ملڪيت ڏيڻ گناهه ناهي پر ان جو ثواب به نه ملندو ثواب ان ۾ آهي جيڪو الله جل شانہ جي راضي ڪرڻ لاءِ ڏنو ويندو آهي ۽ زڪوات (خيرات) ڏيڻ ۾ جڏهن ته مقصود الله جل شانہ جي رضا حاصل ڪرڻ آهي ان جي ڪري اهو ثواب آهي ۽ ان ۾ برڪت پوڻ به يقيني آهي.

۳۔ ”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ“ (الله اهو آهي جنهن اوهان کي پيدا ڪيو ان کان پوءِ اوهان کي رزق ڏنو) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ انسان جي بقا لاءِ رزق جو انتظام بہ فرمايو جسماني بقا جي لاءِ ظاهري رزق ۽ روحاني بقا جي لاءِ ايمان ۽ تقوىٰ جو باطني رزق عطا فرمايائين جسماني رزق پوکڻ ۽ باغن جي ذريعي ۽ ايماني روزي مدينه منوره جي ساکن عليه الصلوة والسلام جي ذريعي عطا ڪيائين.

۴۷. ”ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ“ (ان کان بعد اوهان کي ماري ٻڌو وري اوهان کي جيئرو ڪندو) مان واضح ٿيو ته مرڻ کان پوءِ وري زندگي ملڻ حق آهي هيءَ زندگي عمل جي آهي اها جزا يا سزائون آهي هيءَ زندگي فاني آهي اها جا ودائي آهي ان جي ڪري ان کان پوءِ موت جو ذڪر نه ڪيو ويو.

عنه "هَلْ مِنْ شُرَكَاءِ كُمْ" الآية (ڇا اوهان جي ٺاهيلن شريڪن مان به ڪو ائين ڪري سگهي ٿو؟) مان واضح ٿيو ته ڪافر به اها ڳالهه سمجهندا ۽ مڃيندا هئا ته سندن بت انهن ڪمن مان ڪجهه به ڪري نه ٿا سگهن رزق، حياتي، موت سڀ الله جل شانہ جي قدرتي هٿ ۾ آهن. پراڻي بدبخت ايمان آڻڻ جي لاءِ تيار نه ٿيندا هئا.

عـ ٦ "ظُهِرَ الْفَسَادُ" کان "يُرْجَعُونَ" تائين مان واضح ٿيو ته انسانن جي گناهن جو

نتيجو نهايت خطرناڪ نڪرندو آهي ميدانن ۽ بيابانن ۾ ته خشڪي ۽ بي برڪتي پيدا ٿيندي آهي پر بارش بند ٿيڻ جي ڪري دريائن ۾ رهندڙ جانور به انڌا ٿي پوندا آهن سڀ ۾ موتي پيدا نه ٿيندا آهن ساري مخلوق پريشان رهندي آهي. (۱)

فَاقْرَ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مَنْ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ

پوءِ سڌو رک منهن پنهنجو مضبوط دين جي لاءِ اڳي هن کان جو اچي اهو ڏينهن جو ناهي رد ٿيڻ

مَنْ اللَّهُ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ (۴۳) مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ

ان جو الله وٽان ان ڏينهن جدا جدا ٿيندا جنهن ڪفر ڪيو پوءِ ان تي ان جي ڪفر جو بار آهي ۽ جنهن ڪيا

صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ (۴۴) لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَمَنُوا

صالح عمل پوءِ پنهنجي لاءِ ٿا تياري ڪن تانت بدلو ڏي انهن کي جن ايمان آندو ۽ ڪيائون

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مَنْ فَضَّلَهُ إِنَّا لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (۴۵) وَمِنْ آيَاتِهِ

صالح عمل پنهنجي فضل سان بلاشڪ اهو نه ٿو محبت رکي ڪافرن سان ۽ انجي نشانين مان آهي

أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ

هي جو موڪلي ٿو هوائون بشارت ڏيندڙ ڪري ۽ تانت چڪائي اوهان کي پنهنجي رحمت مان

وَلِتَجْزِيَ الْفُلُكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۴۶)

۽ تانت هلن ٻيڙيون ان جي امر سان ۽ تانت طلب ڪيو ان جي فضل مان ۽ من اوهان شڪر ڪيو

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

۽ البت تحقيق ٿو ڪلياسون توکان اڳي پيغمبر سندن قوم ڏانهن پوءِ آيا انهن وٽ روشن دليلن سان

فَاتَّقِمْنَا مِنْ الَّذِينَ آجَرُوا مَا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ (۴۷)

پوءِ بدلو ورتوسون انهن کان جيڪي بي فرمان ٿيا ۽ آهي حق اسان تي مومنن جي مدد ڪرڻ

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ فَتَنِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ

الله اهو آهي جيڪو موڪلي ٿو هوائون پوءِ کڻن ٿيون ڪڪر کي پوءِ پکيڙي ٿو ان (ڪڪر) کي آسمان ۾

كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ

جيئن گهري ۽ ڪري ٿو ان کي ته ته پوءِ ڏسندين ڦڙين کي نڪرن ٿيون وڃ ان جي مان

فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (٤٨)

پوءِ جڏهن پهچائي ٿو اهو جنهن کي گهري پنهنجن ٻانهن مان ته ان وقت اهي خوش ٿيندا آهن

وَأَنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ (٤٩) فَانْظُرْ إِلَى

جيتوڻيڪ هئا ان کان اڳي جو وسايو وڃي انهن تي ان کان اڳي البت نا اميد ٿيندڙ پوءِ ڏس

أَثَرِ رَحْمَةِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

الله جي رحمت جي نشانين ڏانهن ته ڪيئن آباد ڪري ٿو زمين کي ان جي ويران ٿيڻ کان پوءِ

إِنَّ ذَلِكَ لَمَحْيِ الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٥٠) وَلَكِنْ

بلاشڪ اهو البت جيئرو ڪندڙ آهي مٿن کي ۽ اهو هر شيءِ تي قادر آهي ۽ البت جيڪڏهن

أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ (٥١)

موڪليون اسين واءِ پوءِ ڏسن ان (پوک) کي ڦڪو ٿيندڙ ته البت لڳارهن ان کان پوءِ ڪفر ڪندا رهن

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن کي ڪفر کان روڪيو ويو ۽ هتي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام ۽ سندن پوئلڳن کي دين ڏانهن مڪمل طور متوجهه رهڻ جي لاءِ حڪم ڏيندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلُ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصَدَّقُونَ“ پوءِ پنهنجي منهن کي مضبوط دين لاءِ ان ڏينهن جي اچڻ کان اڳي متوجهه ڪر جنهن جي لاءِ الله وٽان موٽڻ جو (فيصلو) ناهي ان ڏينهن جدا جدا ٿيندا. ”الدِّينِ الْقَيِّمِ“ مان مراد اسلام آهي مطلب هي آهي ته دين جي اتباع ۾ پنهنجو قصد قائم دائر رک ان ڏينهن جي اچڻ کان اڳي جنهن جي لاءِ الله وٽان موٽڻ جو حڪم ناهي ان مان مراد قيامت جو ڏينهن آهي. ان ڏينهن هڪ ٻئي کان جدا ٿي ويندا مومن بهشت ڏانهن ويندا ته ڪافر جهنم ڏانهن (١) ”مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُ يَمْهَدُونَ“ جنهن ڪفر ڪيو ته ان تي ان جو ڪفر هوندو ۽ جنهن صالح عمل

ڪيا اهي پنهنجي لاءِ تياري ڪن ٿا. مطلب ته ڪفر جي سزا ڪافر کي ئي ملندي ان ڪفر جي ڪري ٻيو عذاب ۾ مبتلا نه ٿيندو ۽ جيڪي صالح عمل ڪن ٿا اهي پنهنجي عمل سان پنهنجي لاءِ ڀلائي ڪري رهيا آهن ڪين ئي ان جو سهڻو بدلو ملندو. جيڪڏهن اهي نيڪ عمل جو ثواب ڪنهن کي ايسال ثواب طور ڏيندا ته به ڪين اجر ملندو (١) لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ تانت جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا انهن کي پنهنجي فضل سان انهن جو (ڀلو) بدلو عطا فرمائي يعني اهو بدلو ملڻ عدل نه پر الله جل شانہ جو فضل هوندو ان جي ڪري ان ۾ وڏي اميد رکجي. إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ بلاشڪ اهو ڪافرن سان محبت نه ٿو رکي. هي به هڪ قسم جي عذاب جو بيان آهي. الله جل شانہ جي طرفان ٻانهي سان محبت نه رکڻ به وڏو عذاب آهي (٢) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيَذِّقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ ۽ ان جي نشانين مان هي به آهي جو هوائن کي بشارت ڏيندڙ ڪري موڪلي ٿو ۽ تانت اوهان کي پنهنجي مهربانيءَ مان چڪائي. مطلب ته الله جي قدرت جي نشانين مان هي به آهي جو مينهن جي خوشخبري آڻيندڙ هوائون موڪلي ٿو ۽ مينهن وسائي اوهان کي ان پنهنجي رحمت مان چڪائي ٿو. وَلِيَجْزِيَ الْفُلُكَ بِأَمْرِهِ ۽ تانت ان جي امر سان ٻيڙيون به هلن. مطلب ته ان هوائن سان سمند ۽ درياءَ ۾ الهي امر جي تحت ٻيڙيون به هلنديون آهن وَلِيَتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۽ تانت ان جي فضل مان طلب ڪيو ۽ من اوهان شڪر ڪيو. يعني ٻيڙين، لاڄن ۽ بحري جهازن جي ذريعي تجارتي مال هڪ هنڌان ڪٿائي ٻئي هنڌ پهچايو الله جل شانہ جي فضل سان نفعو ڪمايو ۽ انهن نعمتن تي الله جو شڪر ادا ڪندا رهو.

تنبيه

پهريان پت ۽ سمند ۾ فساد ظاهر ٿيڻ جو بيان هو ۽ هتي ان جي مقابلي ۾ بشارت ۽ الهي نعمت جو ذڪر ٿيو ان ۾ شايد هي اشارو آهي ته آنديءَ ۽ غبار پڪڙجڻ کان بعد اميد رکو ته رحمت جو مينهن اچي رهيو آهي تڏيون هوائون لڳي رهيون آهن اهي رحمت ۽ فضل جي خوشخبري ڏين ٿيون. ڪافرن کي گهرجي ته شرارت ۽ بي شڪريءَ کان باز اچن ۽ الله جون مهربانيون ڏسي ان جا شڪر گذار ٻانهن بنجن. وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۽ البت تحقيق اسان توکان اڳي رسول سندن قوم ڏانهن موڪليا پوءِ اهي انهن وٽ روشن دليلن سان آيا. مطلب

ته جيئن اوهان پنهنجي قوم وٽ چمڪندڙن دليلن سان آيا آهيو تيئن اسان اوهان
 کان اڳين ڏانهن به روشن دليلن سان پيغمبر علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام
 موڪليا هئا فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرُمُوْا پوءِ اسان مجرمين کان بدلو ورتو. يعني انهن
 قومن مان به جن نبين عليهم الصلوة والسلام کي نه مڃڻ جو جرم ڪيو هو اسان
 انهن کي عذاب سان هلاڪ ڪري انهن کان اهو بدلو ورتو وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ
 ۽ مومنن جي مدد ڪرڻ اسان تي حق آهي يعني جيڪي اسان جو تقرب حاصل ڪرڻ
 جي ڪوشش ڪن ٿا اسان تي حق آهي ته انهن کي پنهنجو مقرب بنايون (١) پهريان
 بيان ٿيو ته مقبول ۽ مردود جدا ٿيندا ۽ هتي ٻڌايو ويو ته ان جو اظهار دنيا ۾ ئي
 ٿيندو مجرمين کان انتقام ورتو ويندو مومنن جي مدد ڪئي ويندي. اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ
الرِّيْحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيُبْسِطُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ
مِّنْ خِلَالِهِ الله اهو آهي جيڪو هوائون موڪلي ٿو پوءِ اهي ڪڪر کي کڻن ٿيون پوءِ
 جيئن گهري ان کي آسمان ۾ پکيڙي ٿو ان جي وچ مان ڦڙيون نڪرندي ڏسجن ٿو هي
 به الله جي قدرت جي مظهرن جو ذڪر آهي مطلب ته الله جل شانہ جي قدرت جو ئي
 ڪم آهي جو ڪڪر پيدا ڪري ٿو ۽ ان کي کڻڻ جي لاءِ هوائون موڪلي ٿو جيئن
 گهري ٿو تيئن ان ڪڪر کي آسمان ۾ پکيڙي ٿو ان کي ته ته بنائي ٿو تون ان مان
 مينهن جا ڦڙا وسندي ڏسندين. اهو سڀ ڪجهه ان جو قائم ڪيل نظام آهي فَإِذَا
أَصَابَ بِهِ مَن يَّشَاءُ مِّنْ عِبَادَةٍ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ پوءِ جڏهن اهو (مينهن) پنهنجن
 ٻانهن مان جنهن کي گهري ٿو ان کي پهچائي ٿو ته ان وقت اهي خوش ٿين ٿا. يعني ان
 مينهن سان سندن زمين آباد ٿيندي آهي ان جي ڪري گهڻو خوش ٿيندا آهن. وَأَن
كَانُوا مِّن قَبْلَ أَن يُّنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِّن قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ جيتوڻيڪ ان کان اڳي جو انهن تي
 لاتو وڃي اڳ ۾ نااميد هئا. مطلب ته اهي اڳ ۾ نااميد هئا تان جو مينهن وسڻ کان
 تورو اڳ ۾ به انهن کي اها اميد نه هئي ته اهڙا مينهن وسندا ۽ اهڙي پيدائش ٿيندي
فَانظُرْ إِلَىٰ أَثَرِ رَحْمَةِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا پوءِ الله جي رحمت جي نشانين
 ڏانهن نهار ته زمين جي برباد هجڻ کان پوءِ ان کي ڪيئن ٿو آباد ڪري؟ يعني ڪجهه
 ڪلاڪ اڳ ۾ هر طرف مٽي اڏامي رهي رهي زمين خشڪ، بي رونق ۽ برباد پئي هئي
 اوچتو الله جل شانہ جي مهربانيءَ سان آباد ٿي رونق دار بنجي وئي. اهو ئي حال
 روحاني بارش جو سمجهو ته ان سان به مئل دليون زنده ٿينديون ۽ قلبن

جي ڪٽ لهي ويندي. ”اِنَّ ذَالِكَ لَمَحْيِ الْمَوْتِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ بلاشڪ اهو ملن کي جيئرو ڪندڙ آهي ۽ اهوئي هر شيءِ تي قادر آهي مطلب ته ويران زمين کي مينهن وسائي آباد ڪندڙ الله ئي ملن کي جيئرو ڪندو اهو هر شيءِ تي قادر آهي جيئن گهري تيئن ڪري سگهي ٿو. ”وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ“ ۽ البت جيڪڏهن اسين هوا موڪليون پوءِ ان کي ڦڪو ٿيندڙ ڏسن ته ان کان پوءِ هميشه بي شڪري ڪندا رهن. يعني پهريان نااميد هئا مينهن وسيو زمينون سرسبز ٿيون ته خوش ٿيا هاڻي جيڪڏهن ان کان پوءِ اسين هڪ تيز جهولو هلايون جنهن سان پوکون سڪي ڦڪيون ٿي وڃن ته اهي ماڻهو فوراً متجي ويندا ۽ الله جل شانہ جا سڀ احسان وساري بي شڪر بنجندا.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱- ”فَاقْرَ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ“ (پوءِ پنهنجو منهن سڌي دين ڏانهن متوجه رک) ۾ خطاب يا مومنن سان آهي پوءِ مطلب هي ٿيندو ته اي ايمان وارو! ايمان آڻڻ کان پوءِ الله جل شانہ جي ڪامل دين ڏانهن مڪمل طرح متوجه رهندي ان جي عبادت گهڻي ڪيو ڪو به مسلمان عبادت جي فرض کان خالي ناهي نه ڪو بي نياز آهي يا ان ۾ خطاب حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن سان آهي مطلب ته اي محبوب! (عليه الصلوة والسلام) اوهان پنهنجو منهن مبارڪ دين جي طرف قائم رکو تانت اوهان جي اتباع ڪندي سڀني جا منهن اوڏانهن متوجه ٿي ويندا ڇو ته جنهن ڏانهن اوهان نگاه ڪرم ڪيو ٿا الله جل شانہ جي فضل واحسان جي نظر به اوڏانهن ٿيندي آهي ۽ ساري خدائي ان طرف متوجه رهندي آهي. (۱)

۲- ”يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ“ (ان ڏينهن جدا جدا ٿيندا) مان واضح ٿيو ته قيامت جي ڏينهن عربي، عجمي، رومي، حبشي، امير، فقير، بادشاهه ۽ گدا جي لحاظ سان تقسيم ۽ تفريق نه هوندي پر مومن ۽ ڪافر، نيڪوڪار ۽ بدڪار جي لحاظ سان هڪ ٻئي کان جدا ڪيا ويندا.

۳- ”مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ“ (جنهن ڪفر ڪيو پوءِ ان تي ئي ان جو ڪفر آهي) مان واضح ٿيو ته ڪافر الله جل شانہ کي ڪو نقصان ڏئي نه سگهندا ڪفر جو وبال انهن تي پوندو پنهنجي ستيا پاڻ ناس ڪري رهيا آهن آيت جي اڳئين حصي مان اهو به

واضح ٿيو ته نيڪ عمل ڪرڻ وارا به ڪو الله جل شانہ تي احسان نه ٿا ڪن بلڪ پنهنجا ٻئي جهان سينگاري رهيا آهن.

ع ٤٦ ”وَمَنْ آيْتُهُ“ کان ”وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ تائين آيت مان واضح ٿيو ته انصاف واري اک رکندڙن جي لاءِ الله جل شانہ جي قدرت جا قاهر ۽ باهر دليل موجود آهن ڪڪرن کي هوائون کڻي هلن، ته ته تيل ڪڪرن مان مينهن جون ڦڙيون نڪري وسن، انهن سان برباد ۽ ويران زمين آباد ۽ گل و گلزار بنجي هي سڀ الله جل شانہ جي قدرت جا نظارا آهن.

ع ٤٧ ”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ“ (۽ اسان تي مومنن جي مدد ڪرڻ حق آهي) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ پنهنجي رحم ۽ ڪرم سان مومنن جي ظاهري توڙي باطني مدد ڪرڻ جو احسان فرمايو آهي وعدو ڪيو آهي ۽ ان جي وعدي برخلافي ناممڪن آهي بلڪ جيڪو مومن پنهنجي ٻئي مومن پيءُ جي مدد ڪري ٿو الله ان جي به مدد ڪري ٿو حضرت ابودرداءِ رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو:

”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدُّبُ عَنْ عَرْضِ أَخِيهِ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ تَعَالَى أَنْ يَرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تَلَا“ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ. (١)

ڪو به مسلمان پنهنجي (مومن) پيءُ جي عزت جو دفاع ڪري ٿو ته الله جل شانہ تي حق آهي ته ان کان قيامت جي ڏينهن جهنم جي باهه دفع ڪري.

ع ٤٨ ”فَانظُرْ إِلَىٰ آثَرِ رَحْمَةِ اللَّهِ“ کان ”وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ تائين هن آيت مان معلوم ٿيو ته انسان الله جل شانہ جي مخلوق ڏي نهاري خالق جي وجود، وحدانيت ۽ مردن کي زندهه ڪرڻ واري قدرت تي دليل وٺي يقين ڪري ته جيڪو الله جل شانہ ويران زمين کي آباد ڪري ٿو اهو ئي مثلن کي جيئرو ڪندو. يقيناً ڪندو.

فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (٥٢)

پوءِ بلاشڪ تون نه ٿو ٻڌائين مئلن کي ۽ نه ٿو ٻڌائين ٻوڙن کي سڌ جڏهن ڦريا ٻئي ڏيندڙ

وَمَا أَنْتَ بِهِدِ الْعُمَىٰ عَنْ ضَلَّتِهِمْ إِنَّ تَسْمِعُ إِلَّا

۽ ناهين تون هدايت ڪندڙ انڌن کي انهن جي گمراهي کان نه ٿو ٻڌائين تون مگر ان کي

مَنْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ع (٥٣)

جيڪو ايمان آڻي ٿو اسان جي آيتن تي پوءِ اهي مڃڻ وارا آهن.

تفسير

اڳين آيتن ۾ مٿن کي زنده ڪرڻ تي دليل ڏنا ويا پر ان هوندي به جڏهن ڪافر انهن کي ڳالهه نه مڃي ته الله جل شانہ هتي ارشاد فرمايو ته: اهي مٿن وانگر آهن اوهان انهن کي ڪيئن ٻڌائيندؤ؟ ۽ اهي ٻوڙا آهن ٻڌن ئي نه ٿا ته اوهان انهن کي ڇا ٻڌائيندؤ؟ ارشاد الاهي آهي ”فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَىٰ“ پوءِ بلاشڪ تون مٿن کي نه ٿو ٻڌائين. يعني اوهان هنن مشرڪن کي جن جي ڪنن تي الله جل شانہ مَهر هڻين آهي ۽ انهن کان اوهان جي هدايتن ٻڌڻ جي توفيق ڪسي ڇڏي آهي نه ٿا ٻڌائي سگهو. هتي ”الْمَوْتَىٰ“ مان مراد دليين جا مٿل آهن (١) علامه نسفي لکيو آهي ته مٿن مان مراد جيئرا، حواس رکندڙ ڪافر آهن مٿن سان انهن کي تشبيهه ڏني وئي آهي (٢) علامه پاني پتي عليه الرحمة سورة النمل ۾ ”الْمَوْتَىٰ“ جي مراد متعلق لکيو آهي اي الكفار (٣) يعني موتي مان مراد ڪافر آهن مطلب ته ڪافر دليين جا مٿل آهن اوهان جي هدايت واري پيغام کي ٻڌن ئي ڪونه ٿا.

سوال

ڇا مٿل ٻڌن ٿا؟

هن آيت مبارڪ مان ڪي ماڻهو دليل وٺن ٿا ته وفات ڪري ويل مومن، مسلمان بلڪ انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام، شهداء عظام، اولياء ۽ رباني علماء ڀلارا به دنيا تان رحلت ڪرڻ کان پوءِ ڪونه ٿا ٻڌن ڇا اهو عقيدو ۽ نظريو صحيح آهي؟

جواب

اسان اهل السنة والجماعة جو قرآن ڪريم ۽ نبوي حديثن علي قائلها الصلوة والسلام جي روشن دليلن سان عقيدو آهي ته الله جل شانہ جا نبي (عليهم الصلوة والسلام) شهيد، ولي، رباني علماء ته رحلت ڪرڻ کان پوءِ ٻڌن ٿا پر هر مومن، مسلمان به وفات ڪرڻ ۽ دفن ٿيڻ کان پوءِ ٻڌي ٿو زيارت ڪندڙ کي ڏسي سڃاڻي ٿو ان متعلق سورة النمل جي آيت مبارڪ ع ٨٠ جي تفسير ۾ ڪافي دليل لکي آيا آهيون ۽

(١) تفسير خازن سورة النمل ص ٣٩٢ جلد ٣ (٢) مدارڪ التنزيل بهامش الخازن ص ٣٩٢ جلد ٣ (٣) المظهر ص ١٣٠ جلد ٧

هتي ڪجهه لکون ٿا تانت پڙهندڙ پنهنجو عقيدو پڪو رکن سڀ کان اول هي سمجهڻ گهرجي ته موت ڪهڙي شيءِ آهي؟ ان جو مفهوم ڇا آهي؟ علامه ابن القيم لکيو آهي ته موت خالص عدم ۽ مطلق فنا جو نالو ناهي جو انسان مري ته بلڪل نيسٽ ۽ نابود ٿي رهجي وڃي بلڪ هڪ حالت کان ٻي حالت ۾ منتقل ٿيڻ جو نالو موت آهي. ”ان الموت ليس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الي حال (١) الله جل شانہ شهيدن جي متعلق فرمايو آهي ”أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ“ (٢) پنهنجي رب وٽ جيئرا آهن رزق ڏنا ويندا آهن جڏهن ظاهري طور مٿن موت جي حالت طاري ٿي وئي ان کان پوءِ به اهي زندهه آهن تڏهن انهن کان مٿي مرتبي وارا انبياءَ عليهم الصلوة والسلام ۽ صديقين بدرجه اولي زندهه آهن علامه ابن القيم انبياءَ ڪرام عليهم الصلوة والسلام جي زندهه هجڻ تي ڪيترا دليل ڏنا آهن جن مان ڪجهه هي آهن ١: معراج واري رات نبي اڪرم جي ٻين نبين عليهم الصلوة والسلام سان ملاقات ٿي ٢: انهي معراج واري سير دوران سندن مختلف آسمانن تي مختلف نبين عليهم الصلوة والسلام سان ملاقات ٿي ٣: حضرت موسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام سان ٽه بار بار ملاقات ٿي ۽ ان جي مشوري سان نمازن جو تعداد پنجاه مان گهٽجي پنج ٿيو اهو واقعو ته هر خاص ۽ عام کي ذهن ۾ آهي اهڙا ڪافي دلائل بيان ڪرڻ کان پوءِ علامه مذڪوره لکيو آهي ته يحصل من جملته القطع بان موت الانبياء انما هو راجع الى ان غيوعنا بحيث لاندركهم وان كانوا موجودين احياء (٣) مذڪوره ۽ ٻين دليلن سان اها ڳالهه قطعي طرح ثابت ٿي رهي آهي ته انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام جي لاءِ وارد ٿيل موت جي لفظ مان فقط هي مطلب آهي ته اهي اسان جي نظرن کان غائب ڪيل آهن جيتوڻيڪ جيئرا، موجود آهن. موت جي مفهوم ذهن نشين ڪرڻ کان پوءِ اوهان هيءَ ڳالهه سمجهڻ جي ڪوشش ڪيو ته موت کان بعد روح ۽ جسم جو هڪ ٻئي سان تعلق ڪهڙو ٿو رهي؟ علامه مذڪوره ان جي متعلق لکيو آهي ته انهن ٻنهي جي هڪ ٻئي سان تعلق جون پنج حالتون آهن ۽ هر حالت جا احڪام مختلف آهن ١: ماءُ جي پيٽ ۾ جسم جي اندر روح ڦوڪڻ جي حالت ٢: ڄمڻ کان پوءِ هن جهان ۾ قدم رکڻ جي حالت ٣: خواب جي حالت ٤: برزخ جي جهان ۾ پهچڻ جي حالت، ان وقت جيتوڻيڪ روح جسم کان جدا ٿئي ٿو پر مڪمل طرح کلي جدائي ناهي پر ان حالت ۾ به ڪنهن نه ڪنهن طرح روح جو جسم سان تعلق رهي ٿو ”تعلقها به في البرزخ

فانها وان فارقتنه وتجردت عنه فانها لم تفارقه فراقا كلياً بحيث لا يبقى لها النفثات اليه البتة (١) ۽ ان ئي تعلق جي ڪري اهو پنهنجي زيارت ڪندڙ جو سلام ٻڌي ان جو جواب ڏي ٿو ۽ ان جو ان کي علم به ٿئي ٿو (جيئن اڳتي تفصيل اچي رهيو آهي) ٥: قبرن مان اٿڻ کان پوءِ روح جو جسم سان تعلق ۽ اهو نهايت ڪامل اڪمل تعلق آهي جو ان کان پوءِ اهو موت، نند ۽ خراب ٿيڻ کي قبول نه ٿو ڪري. مرڻ کان پوءِ حشر تائين روح جو مقام ڪٿي آهي؟ ان ۾ مختلف قول آهن. پر راجح قول هي آهي ته مومنن جا ارواح جيڪڏهن انهن ڪبيره گناهه نه ڪيا آهن يا انهن تي ڪنهن جو قرض ناهي جيڪو سندن جي لاءِ جنت ۾ وڃڻ کان رڪاوٽ بڻجي ته اهي بهشت ۾ هوندا آهن پر پنهنجي خاڪي جسم تي انهن جو اهڙي طرح توجهه هوندو آهي جو جيڪڏهن ڪو شخص انهن جي مزارن تي حاضر ٿيندو آهي ته اهي انهن کي ڏسن ٿا ۽ جيڪڏهن ڪو انهن تي سلام چوي ته اهو ٻڌي ان کي جواب ڏين ٿا پر ان شڪلي جي ازالو ڪرڻ لاءِ ته ارواح جيڪڏهن جنت يا اعليٰ عليين ۾ آهن ته ايترو پري رهندي اهي قبرن تي اچڻ واري کي ڪهڙي طرح سڃاڻن ٿا ۽ ان جو سلام ڪيئن ٻڌن ٿا ڪيئن جواب ڏين ٿا؟ علامه ابن القيم لکيو آهي ته لا يضيّق عن كون الروح في الملا الاعلى تسرح في الجنة حيث شاءت وتسمع سلام المسلم عليها عند قبرها وتدنوا حتى ترد عليه السلام وللروح شان آخر غير شان الابدان (٢) يعني هن ڳالهه کان تنگ نه ٿجي ته ملا اعلى ۾ رهندي جنت ۾ جتي به گهري سير ڪندي روح ان تي سلام ڪندڙ جو سلام ٻڌي ٿو ۽ ويجهو ٿي ان کي سلام جو جواب ڏي ٿو. ڇو ته روح جو معاملو ٻيو آهي ته بدن جو ٻيو علامه صاحب وڏي شرح ۽ بسط سان هي شيءِ ثابت ڪئي آهي ته مڪان جو بعيد هجڻ ۽ پنڌ جو پري هجڻ ارواح جي لاءِ ڪا معنيٰ نه ٿا رکن ۽ هڪ لمحي ۾ ملا اعلى کان زمين تي ۽ زمين کان ملا اعلى تي اچي وڃي سگهن ٿا اهي ماڻهو نهايت ڌوڪي ۾ آهن جيڪي روح کي جسم وانگر انهن مفاصلن کي طي ڪرڻ ۾ قاصر سمجهندا آهن. علامه صاحب لکيو آهي ته ڇا اوهان نه ٿا ڄاڻو ته: معراج واري رات نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن (حضرت) موسيٰ (علي نبينا و عليه الصلوة والسلام) جي مزار کان لنگهيا ته ان کي سندس قبر (مبارڪ) ۾ نماز پڙهندي ڏٺائون ۽ جڏهن پاڻ ڇهين آسمان تي تشريف فرما ٿيا ته ان کي اتي ڏٺائون. جبريل امين هڪ لمحي ۾ آسمان جي بلندين جي مٿان پر کولي پيو ته ٻئي لمحي ۾ بارگاه رسالت مآب صلي الله عليه وسلم ۾ دست بستہ موجود هوندو آهي. پر انهن

ڳالهين کي هر ماڻهو تسليم نه ٿو ڪري صرف ۽ صرف انهن سعيد روحن کي هيءَ استعداد ملندي آهي جيڪي انهن حقيقتن کي سمجهندا تسليم ڪندا ۽ انهن تي يقين به رکندا آهن. علامه صاحب ان کان بعد هڪ مستقل فصل لکيو آهي جنهن ۾ ان هن حقيقت کان پردو کنيو آهي ته سڀني روحن جي حقيقت برابر ناهي بلڪ قوت ۽ ڪمزوريءَ، وڏي ۽ ننڍي هجڻ جي اعتبار سان هر هڪ جو رتبو جدا جدا هوندو آهي عظيم ۽ وڏن روحن جو مقام ايترو بلند هوندو آهي جنهن کي گهٽ درجي وارا ارواح حاصل ڪري نه ٿا سگهن ۽ روحن جي وچ ۾ اهو تفاوت هن مادي دنيا ۾ به محسوس ٿئي ٿو ۽ جڏهن روح جسماني تعلق ۽ مادي پائبندين کان چوٽڪارو حاصل ڪندو آهي ته ان کي تصرف، قوت، همت ۽ الله جل شانہ سان تعلق ۾ جيڪو مقام نصيب ٿيندو آهي اهو انهن روحن کي حاصل نه ٿو ٿئي جيڪي هن جسم جي پيچري ۾ بند آهن ۽ انهن کي مادي دنيا جي زنجيرن جڪڙي رکيو آهي عظيم ارواح جنهن جسماني پيچري کان آزاد ٿيندا آهن ته انهن جي شان ۽ همت جي بلنديءَ جو اندازو ئي لڳائي نه ٿو سگهجي ۽ انهن کان اهڙا عظيم ڪارناما سرانجام ٿيندا آهن جن جو تصور ڪرڻ به اسان جي وس جي ڳالهه ناهي وري علامه موصوف لکيو آهي ته ”وڪم رسول النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ومعه ابوبكر وعمر في النوم وقد هزمت ارواحهم عساكر الكفر والظلم فاذا بجيوشهم مغلوبة مكسورة مع كثرة عددهم وعدوهم وضعف المسلمين وقتلهم (١) يعني ڪئين ڀيرا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي خواب ۾ زيارت ڪئي وئي ۽ ساڻن گڏ حضرت ابوبڪر ۽ حضرت عمر رضي الله عنهما به هئا ته سندن پاڪ روحن ڪفر ۽ ظلم جي لشڪرن کي کلي شڪست ڏني ۽ انهن کي مغلوب ۽ مقهور بنايو حالانڪ مسلمان ٿورا ۽ ڪمزور هئا. ملخصاً. اڳتي علامه موصوف لکيو آهي ته هر روح جو پنهنجو پنهنجو مقام ۽ مرتبو آهي ۽ مختلف حدithن ۾ ارواح جي مختلف مقام جو جيڪو ذڪر آيو آهي اهو به ان لحاظ سان آهي انهن ۾ ڪو تضاد ناهي بلڪ مختلف ارواح جا مختلف مقام بيان ڪيل آهن روح ۽ بدن جا احڪام ۽ حالات به مختلف آهن روح جنت ۾ هجڻ جي باوجود قبر ۾ پنهنجي دفن ٿيل جسم سان تعلق رکي ٿو. روح جو مٿي وڃڻ، هيٺ اچڻ، هڪ جاءِ کان ٻي جاءِ تي پهچڻ ۾ ان جي جلد رفتار جو اندازو نه ٿو ڪري سگهجي. ارواح جا چار قسم آهن. ١: آزاد ارواح ٢: مقيد ارواح ٣: علوي ارواح ٤: سفلي ارواح علامه صاحب جي

لكيل عبارت ملاحظو فرمايو. "وانها مع كونها في الجنة فهي في السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه وهي اسرع شيء حركة وانتقا لا وعودا وهبوطا وانها تنقسم الي مرسله ومحبوسة وعلوية وسفلية (١) كيترين صحيح حديثن مان به مري ويلن جو قبرن ۾ رهندي ٻڌڻ ثابت آهي انهن مان ڪجهه حديثون هتي لکجن ٿيون.

ع ١ بخاري، مسلم ۽ ٻين محدثن حضرت انس رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو "ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه اصحابه انه يسمع قرع نعالهم (٢) بلاشڪ جڏهن ٻانهو پنهنجيءَ قبر ۾ رکيو وڃي ٿو ۽ (ان کي دفن ڪندڙ) سندس ساٿي واپس ٿين ٿا ته اهو انهن جي جُتين جي آواز کي ٻڌي ٿو.

ع ٢ ابن ابي شيبيہ، الاوسط ۾ طبرانيءَ، ابن حبان، حاکم ۽ بيهقيءَ حضرت ابو هريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو "والذي نفسي بيده ان الميت اذا وضع في قبره انه يسمع خفق نعالهم حين يولون عنه" (٣) ان پاڪ ذات جو قسم آهي جنهن جي قدرتي هٿ ۾ منهنجو ساه آهي ته بلاشڪ ميت جڏهن پنهنجيءَ قبر ۾ رکيو وڃي ٿو ته جڏهن رکڻ وارا واپس ورن ٿا ته اهو سندن جتين جا آواز ٻڌي ٿو.

ع ٣ ابن ابي الدنيا ڪتاب المفتون ۾ ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو "ما من رجل يزور اخاه ويجلس عنده الا استانس به ورد عليه حتى يقوم" ڪو به مرد پنهنجي (مسلمان) ڀاءُ جي (قبر جي) زيارت ڪري ٿو ۽ ان وٽ ويهي ٿو ته اهو ان سان دل وندرائي ٿو ۽ ان کي (سلام جو) جواب ڏي ٿو. جيستائين اٿي وڃي.

ع ٤ بيهقيءَ شعب الايمان ۾ حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: جڏهن ڪو مرد اهڙي ماڻهوءَ جي قبر کان لنگهي ٿو جنهن کي (دنيا) ۾ سڃاڻندو هو ان تي سلام ورائي ٿو ته اهو ان کي سلام جي موت ڏي ٿو اهڙي طرح الاستذڪار والتمهيد ۾ ابن عبدالبربه آندو آهي. (٤)

مذڪوره حديثن کان سواءِ به علامه ابن القيم ٻيون حديثون آئي وفات ڪري ويلن جي ٻڌڻ جي متعلق پنهنجي تحقيق جو خلاصو هنن لفظن ۾ بيان ڪيو آهي "والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان الميت يعرف زيارة الحي له

(٣) بشرى الكئيب مع شرح الصدور

(٢) ڪتاب الروح ص ١٤٤ (٢)

ص ٣٢٧ (٤) ساڳيو حوالو

ويستبشر به يعني وفات ڪري ويلن جي متعلق سلف صالحن جو اجماع آهي ۽ انهن کي متواتر آثار آهن ته ميت ان تي جيئري جي اچڻ کي سڃاڻي ٿو ۽ ان سان خوش ٿئي ٿو شير احمد عثماني ديوبندي صاحب به مسلم شريف جي شرح فتح الملهم ۾ هن مسئلي جي تحقيق ڪندي لکيو آهي ته والذي يحصل لنا من مجموع النصوص والله اعلم ان سماع الموتى ثابت في الجملة بالاخبار الكثيرة الصحيحة يعني گڏ ڪيل نصن ۽ گهڻين صحيح حديثن مان اسان کي جيڪو حاصل ٿيو آهي (والله اعلم) اهو هي آهي ته وفات ڪري ويلن جو ٻڌڻ ثابت آهي اهو ثابت ڪرڻ کان پوءِ علامه مذڪور انهن آيتن جي مفهوم واضح ڪئي آهي جن مان نه ٻڌڻ جا دليل ورتا وڃن ٿا ان علامه محمد قاسم صاحب جي حوالي سان لکيو آهي ته افعال جا ٻه قسم آهن ١: عادي جن جو وقوع عادت جي مطابق اسباب ۽ علتن سان ٿيندو آهي مثلاً ڪنهن ماڻهو ڪنهن تي بندوق سان فائر ڪيو ۽ اهو مري پيو ته ان ڪم جي نسبت ان بندوق هڻڻ واري ڏانهن ڪئي ويندي آهي ٢: غير عادي جيڪي ظاهري علتن ۽ اسباب جي حاصل ٿيڻ کان سواءِ وقوع پذير ٿيندا آهن جيئن ڪنهن پٿرين جي پريل مٿان اڇلائي ۽ هڪ وڏي لشڪر کي شڪست ڏني انهن ڪمن جي نسبت براه راست الله جل شاناه ڏانهن ڪئي ويندي آهي جيئن قرآن ڪريم ۾ الله جل شاناه جو پنهنجي محبوب عليه الصلوة والسلام سان خطاب آهي ”وَمَارَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ“ (١) ۽ اوهان پٿريون نه اڇلايون جڏهن اوهان اڇلايون ۽ پر الله اڇلايون. وفات ڪري ويل به زمين جي اندر دفن ڪيل آهي ان تي مٽيءَ جا ڪئين مٿ ورايل آهن ٦، ٧ فت زمين جي اندر آهي نه اتي هوا جو گذر آهي نه روشنيءَ جو نه اتي آواز پهچائڻ جو ڪو ظاهري سبب آهي ان جي ڪري ميت تائين آواز پهچائڻ پئي ڪنهن جو وس ناهي جيئن ارشاد آهي ”مَا أَنْتَ بِمُسْمِعٌ مَنْ فِي الْقُبُورِ“ (اوهان انهن کي ٻڌائيندڙ ناهيو جيڪي قبرن ۾ آهن) پر ان جو اهو مطلب ناهي ته انهن کي الله جل شاناه به ٻڌائي نه ٿو سگهي (٢) ديوبندي علماء مان مشهور عالم سيد انور شاهه ڪشميري لکيو آهي ته ان المنفي في الآية هوا لاسماع دون السماع (٣) آيت ۾ ٻڌائڻ جي نفی آهي ٻڌڻ جي نفی ناهي علامه موصوف انهيءَ ئي ڪتاب جي ان ئي جلد جي ص ٦٧ تي لکيو آهي ”الاقوال والاحاديث في سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر“ مان (سيد انور شاهه ڪشمير) چوان ٿو ته وفات ڪري ويلن جي ٻڌڻ جي متعلق روايت ڪيل حديثون تواتر جي درجي کي پهتل آهن ۽

(١) سورة الانفال آيت ١٧ (٢) فتح الملهم ص ٤٤٨، ٤٤٩ جلد ٢ (٣) فيض الباري

شرح صحيح بخاري ص ٤٧ جلد ٢

ديوبندي علماء جي اڪابر جو ته اهو عقيدو رهيو آهي خبر نه ٿي پوي ته هاڻي انهن جا شاگرد ۽ پوئلڳ سڏائڻ وارا ان جو انڪار ڇو ٿا ڪن ۽ اولياءِ ڪرام جي مزارن تي حاضري ڏيندڙ تي ڪفر ۽ شرڪ جي فتويٰ ڇو ٿا لڳائڻ؟؟ بدر جي جنگ ۾ جڏهن وڏا وڏا مشرڪ ابو جهل، عتبہ وغيرهما قتل ڪيا ويا ۽ سندن لاش هڪ ڪڏي ۾ اڇلايا ويا ته حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جن انهيءَ ڪڏي جي مٿان اچي هڪ هڪ ڪافر جو نالو وٺي فرمايو ”اي فلاڻي جا پٽ فلاڻا“ ”اي فلاڻي جا پٽ فلاڻا“ ڇا جيڪو الله اوهان جي متعلق وعدو فرمايو هو ان کي حق لڌو اٿو؟ يقيناً جيڪو وعدو مون سان منهنجي رب ڪيو مون ان کي حق لڌو آهي اهو ٻڌي حضرت عمر رضي الله عنه عرض ڪيو ته: يارسول الله! اوهان انهن بي ساهه لاشن سان پيا ڳالهايو؟ پاڻ فرمايائون ته: ”مون کي ان الله جو قسم آهي جنهن مون کي حق سان موڪليو آهي ته جيڪي مان فرمايان پيو اوهانن کان وڌيڪ اوهان (مون سان گڏ بيٺل) نه ٿا ٻڌو پر اهي جواب ڏئي نه ٿا سگهن“ (١) هن حديث مان صاف ثابت ۽ واضح آهي ته مسلمان ته مسلمان آهن پر ڪافر به مٿان بيهي ڳالهائڻ وارن جو ڳالهائڻ ٻڌڻ نا. مذڪور خطاب کي بيان ڪرڻ کان پوءِ حضرت علامه شيخ عبدالحق محدث دهلوي عليه الرحمة لکيو آهي ته: هيءَ حديث صحيح ۽ متفق عليه آهي وفات ڪري ويلن جي ٻڌڻ ۽ انهن جي علم ۽ شعور جو صريح ثبوت آهي ڇو ته جو ڪجهه حضور عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ان جو انهن کي علم حاصل ٿيو ان کان پوءِ محدث مذڪور منڪرن جا اعتراض آڻي انهن جا جواب ڏيندي فرمايو ته وفات ڪري ويلن جي ٻڌڻ شعور ۽ ادراڪ جي متعلق حديثون ۽ آثار گهڻا آهن ۽ انهن جي خلاف ڪو به قطعي دليل ثبوت جي مرتبي کي نه پهتو آهي.

سوال

ام المومنين سيده عائشه صديقہ رضي الله عنها کان ان حديث جو تاويل روايت ڪيل آهي ان اها ڳالهه تسليم نه ڪئي آهي ان جي ڪري اهو دليل قوي ناهي؟

جواب

ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها وعن ابوها فهم وذكاء واري گهڻين حديثن جي روايت ڪندڙ ۽ علوم دين ۾ تمام گهڻي ڄاڻ رکندڙ هيءُ پر ڪنهن مستند صحيح روايت کي رد ڪرڻ جي لاءِ ڪنهن صريح نص کان سواءِ ڪو رستو ناهي ۽

امان سائڻ جو آيت مبارڪ ”اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰى“ سان دليل وٺڻ به قطعي دليل ناهي ڇو ته ان مان مراد وفات ڪري ويلن جو نه ٻڌڻ ناهي پر انهن کي ٻڌائڻ جي نفي آهي. پر الله جل شانہ ته انهن کي ٻڌائي سگهي ٿو ۽ آيت ۾ نه ٻڌائي سگهڻ جو مطلب آهي ته ڪافر دلين جا مثل آهن انهن کي اوهان اهڙو پيغام نه ٿا ٻڌائي سگهو جنهن کي اهي قبول ڪري ايمان آڻي مومن بنجن علماء اعلام فرمايو آهي ته: هتي موتي مان مراد دليون ۽ قبرن مان مراد انهن جا جسم آهن. مواهب لدينيہ ۾ آهي ته محمد بن اسحاق جي مغازي ۾ جيد اسناد سان ۽ مسند امام احمد بن حنبل ۾ حسن اسناد سان ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها کان خود حضرت عمر رضي الله عنه جي مذڪور روايت جهڙي روايت آيل آهي. لھذا ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها کان ڄڻ ته پنهنجي ان قول کان رجوع ثابت ٿي چڪو آهي ۽ ان جو وجه اهو آهي ته اها پاڻ ان واقعي ۾ موجود نه هئي جڏهن پين وڏن اصحابن رضي الله عنهم کان اها ڳالهه ثابت ٿي ته ام المومنين به ان ڳالهه کي تسليم ڪيو (١) علامه شبير احمد عثمانی دیوبندي لکيو آهي ته: قال العلامة اللوسي البغدادی والحق ان الموتى يسمعون في الجملة (٢) علامه ابن ڪثير به لکيو آهي ته ”والصحيح عند العلماء رواية عبدالله بن عمر لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة (٣) يعني آيت مذڪوره جي تفسير ۾ وفات ڪري ويلن جي نه ٻڌڻ مراد ناهي ڇو ته ٻڌڻ واري جيڪا حضرت ابن عمر رضي الله عنهما جي روايت آهي ان جي صحيح هجڻ لاءِ گهڻن وجهن سان ٻيون روايتون شاهد آهن علماء وٽ اها صحيح آهي ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها جو معمول هو ته اها حضرت عمر رضي الله عنه جي دفن ٿيڻ کان اڳي حجره مقدسه ۾ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام ۽ حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه جي زيارت لاءِ جڏهن ايندي هئي ته اندر ڪپڙي سان منهن مبارڪ نه ڍڪيندي هئي فرمائيندي هئي ته هتي هڪڙو منهنجو گهوٽ ۽ ٻيو منهنجو والد ڪريم آهي مون کي پردي جي ضرورت ناهي ۽ پر حضرت عمر رضي الله عنه جي دفن ڪرڻ کان پوءِ نهايت اهتمام سان پردو ڪري پوءِ ايندي هئي مشڪواه شريف جي حاشيه واري لکيو آهي ته: هي روايت ميت جي زنده هجڻ تي واضح ترين دليل آهي ۽ ان مان اهو به ثابت ٿيو ته ميت جو احترام ڪرڻ ضروري آهي خاص ڪري صالحن پانهن جو نهايت ادب ڪرڻ، انهن جو حياءِ رکڻ ظاهرًا و باطنا اهم آهي يقينًا صالح برزگ

(١) مدارج النبوة ص ١٦٤، ١٦٥ - جلد ٦ (٢) فتح الملهم شرح صحيح مسلم ص ٤٧٩، ٤٨٠ - جلد ٦

(٣) تفسير ابن ڪثير ص ٤٣٨ - جلد ٣

پنهجن زيارت ڪندڙن جي مدد ڪن ٿا جيڪو جيترو ادب، احترام ڪندو اوترو مقبول ٿيندو. علامه شيخ عبدالحق محدث دهلوي عليه الرحمة لمعات ۾ اهڙي طرح ذڪر فرمايو آهي (١) علامه علي قاري هن حديث جي شرح ۾ حضرت عقبه بن عامر صحابي رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ان فرمايو ته ”مان جيڪڏهن باهه جي ٽانڊي تي پير رکان يا تلوار جي ڌار تي تانجو منهنجو پير ٽڪجي ٽڪرا ٿي وڃي اهو مون کي ان کان وڌيڪ پيارو آهي جو ڪنهن جي قبر تي پير رکان قبرن ۾ پيشاب يا پاڻخانو ڪرڻ ۽ کليءَ طرح بازار ۾ ماڻهن جي اڳيان ڪرڻ ۾ ڪو فرق محسوس نه ٿو ڪيان“ يعني جيئن بازار وارا ڏسن ٿا ائين قبرن وارا به ڏسن ٿا. اهڙي طرح سليم بن غفرانه کان به روايت آهي (٢) علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته: مطرف تابعي هڪ پيري ميتن مدفونن کي پنهنجين قبرن جي مٿان ويٺل ڏٺو ۽ حضرت سفيان بن عيينه فرمايو ته: جڏهن منهنجي پيءُ وفات ڪئي ته مون کي سخت صدمو پهتو ۽ هر روز سندس قبر جي زيارت ڪرڻ ويندو هوس پوءِ آهستي آهستي سستي ڪيم ۽ ڪجهه وقت نه ويس ۽ هڪ ڏينهن ويس اتي زيارت ڪري وڃي ويٺس ته مون تي ننڊ غلبو ڪيو ننڊ ۾ ڏٺم ته منهنجي والد جي قبر کلي پئي ۽ پاڻ ان ۾ ڪفن جي ڪپڙن سان ويڙهيو ويٺو هو مون کيس ڏسي روئي ڏٺو ته پاڻ فرمايائين اي منهنجا پٽ ڪهڙي ڪم دير ڪرايئي؟ مون پڇيو مانس ته: تون منهنجو اچڻ ڄاڻندو آهين؟ چيائين تنهنجو هر پيري اچڻ مان ڄاڻان ٿو ۽ تو واري دعا سان مان ته خوش ٿيان تو پر منهنجي پروارا به خوش ٿين ٿا. حضرت سفيان بن عيينه فرمايو ته: پوءِ مون سندس مزار تي گهڻو وڃڻ شروع ڪيو علامه مذڪور ٻيا به ڪجهه واقعا ذڪر ڪري لکيو آهي ته ”وهذا باب فيه آثار كثيرة عن الصحابة“ ۽ هي اهڙو باب آهي جنهن ۾ اصحابن سڳورن رضي الله عنهم کان گهڻا آثار آيل آهن تورو اڳتي لکيو اٿس ته: وقد شرع السلام على الموتى والسلام على من لم يشعروا يعلم بالمسلم محال. يعني وفات ڪري ويلن تي شريعت سلام ڪرڻ جو رستو لکيو آهي ۽ جيڪو نه سمجهي نه ڄاڻي سلام ڪنهن وريو آهي ان تي سلام ڪرڻ اهو محال آهي، نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن امت کي وفات ڪري ويلن تي سلام چوڻ سيکاريو آهي. آخر ۾ لکيو اٿس فهذا السلام والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويردوان لم يسمع المسلم الراد الله اعلم (٣) يعني قبر وارن تي خطاب ۽ نداء (السلام عليكم يا اهل

(١) مشكوة المصابيح ص ١٥٤ هـ وحاشيته ع ٧٤ (٢) مرقاة ص ٤٠٩ هـ جلد ٦ (٣)

القبور) سان سلام موجود مخاطب ڄاڻڻ واري ۽ جواب ڏيڻ واري تي آهي جيتوڻيڪ سلام ڪندڙ ان جو جواب نه ٿو ٻڌي. هڪ جاءِ تي لکيو اٿس ”والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان الميت يعرف بزيارة الحي له ويستبشر (١) سلف صالحن جو ان ڳالهه تي اجماع آهي ۽ انهن کان متواتر طريقي سان آثار آيل آهن ته ميت زيارت ڪندڙ جيئري جي اچڻ کي ڄاڻي ٿو. ان کي سڃاڻي ٿو ۽ خوش ٿئي ٿو. وَلَا تَسْمَعُ الصَّوْتَ الدَّعَاءِ إِذَا وَلَوْ مَدْبَرِينَ ۽ نه ٻوڙن کي ٻڌائي سگهين ٿو جڏهن اهي پئي ڏيندڙ تي منهن ڦيرائين ٿا. يعني ٻوڙا جيڪي اڳي ٻڌن نه ٿا منهن ڦيرائي پئي ڏئي هليا ته انهن کي نه ٻڌائي سگهندين اهي ڪافر مردن ۽ ٻوڙن وانگر آهن انهن جي ايمان آڻڻ جي توقع نه رکو ۽ نه انهن جي انڪار ۽ تڪذيب جي ڪري غمگين ٿيو (٢) وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعَمِيِّ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ الْأَمَنُ يَوْمَئِذٍ بَايَتَنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۽ تون انڌن کي انهن جي گمراهيءَ کان هدايت ڪندڙ ناهين تون ته صرف انهن کي ٻڌائين جيڪي اسان جي آيتن تي ايمان آڻين ٿا پوءِ اهي مسلمان آهن. مطلب ته دل جي انڌن ڪافرن کي روشني ڏئي اونداهين مان الله جل شانہ ٻاهر ڪڍندو اوهان انهن کي گمراهيءَ جي انڌيرن مان ڪڍي هدايت ڪرڻ وارا ناهيو. اوهان حق ۽ سچ وارو پيغام صرف انهن کي ٻڌايو ٿا جيڪي اسان جي آيتن تي ايمان آڻي مسلمان بنجن ٿا ٻيا اوهان جو پيغام نه مڃڻ جي ڪري ڄڻ ته ٻڌن ئي ڪو نه ٿا.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ٿين ٿا.

ع ۱- لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى (مئلن کي نه ٿو ٻڌائين) مان واضح ٿيو ته مئل ٻڌن ٿا پر اوهان انهن کي ٻڌائي نه ٿا سگهو. هتي ٻڌائڻ جي نفِي آهي ٻڌڻ جي نفِي ناهي علامه شبير احمد عثمانِي ديوينديءَ لکيو آهي ته ”بهرحال آيت مين اسماع (ٻڌائڻ) کي نفِي سے مطلقاً سماع کي نفِي ٿيڻ ٻوڙ (٣)

ع ۲- فَهُمْ مُسْلِمُونَ (پوءِ اهي مسلمان آهن) آيت جي هن آخري حصه مان معلوم ٿيو ته هنن آيتن ۾ ذڪر ڪيلن مئلن ۽ انڌن مان مراد ڪافرا آهن جو انهن جي مقابلي ۾ مسلمان بيان ڪيا ويا آهن جيڪڏهن ”الموتي“ مان مراد مئل هجن ها ته انهن جي مقابلي ۾ جيئرن جو ذڪر ٿئي ها ڇو ته مومن ڪافر جو مقابل آهي مري ويل جو ناهي وفات ڪري ويلن جو ٻڌڻ ته قرآن ڪريم سان ثابت آهي جيئن فرمان الهي آهي وَأَسْأَلُ مَنْ

(١) ساڳيو حوالو ص ۴۳۸- (٢) حاشيه دريابادي ص ۸۲۵- (٣) حاشيه عثمانيه ص ۵۴۵

أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا (۱) انهن کان پڇو جيڪي اوهان کان اڳي پنهنجن رسولن (عليهم الصلوة والسلام) مان موڪليا هئاسون. حالانڪ اهي پيغمبر عليهم الصلوة والسلام ڪئين سال اڳي دنيا تان رحلت ڪري ويا آهن ۽ حضرت شعيب ۽ حضرت صالح علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام پنهنجن مري ويلن امتين سان خطاب فرمايو ۽ ”الْعَمَى“ مان به ظاهري اکين جا معذور مراد ناهن ڇو ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جو اصحابي حضرت عبدالله بن امر مکتوم رضي الله عنه ظاهري طرح نابينا هو مگر ايمان ۾ نهايت ڪامل بلڪ اڪمل هو ٻيا به هزارين ظاهري اکين کان معذور سندن سڃا، ڪامل ۽ پڪا مومن امتي هيا، آهن ۽ رهندا هر مسلمان کي چڱيءَ طرح ڄاڻڻ ۽ يقين ڪرڻ گهرجي ته هنن آيتن ۾ ”الْمَوْتَى“ ۽ ”الْعَمَى“ مان مراد ڪافر آهن جيڪي دلين جا مئل ۽ انڌا آهن (۲) سعودي حڪومت جي وزارة الشؤون الاسلاميه والاقواف والدعوة والارشاد وارن بادشاهه فهد جي خرچ تي مولوي محمد جونا گڙهيءَ جو لکيل ترجمو صلاح الدين يوسف جي حاشيه سان ڇپايو آهي ان ۾ هنن آيتن جي مراد بيان ڪندي لکيل آهي.

1: جس طرح مردے فہم و شعور سے عاری ہوتے ہیں اسی طرح یہ آپ ﷺ کی دعوت کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے سے قاصر ہیں 2: یعنی آپ ﷺ کا وعظ و نصیحت ان کیلئے بے اثر ہے جس طرح بہرا ہوا سے تم اپنی بات نہین سمجھا سکتے 3: اِذَا وَلَوْ مَدَّ يَدَيْنِي اَن كُنتَ اَعْرَاضٌ وَاخْرَافٌ كِي مَزِيد وُضَاحَتِ هِيَ كہ مردہ اور بہرہ ہونے كے ساتھ وہ پیٹھ پھیر كر جانے والے ہیں حق كی بات ان كے کانوں میں كس طرح پڑ سكتی اور كیوں كہ ان كے دل و دماغ میں سما سكتی ہے (3)

هنن حوالن لکڻ مان مقصد انهن ماڻهن جا ذهن مطمئن ڪرڻا آهن جيڪي غير مقلدن جي سعودي علماء کي اهميت ڏيندي انهن جي حوالي سان پراڻن سچن سنين جي اولاد کي وفات ڪري ويلن جي ٻڌڻ جو منڪر بنائيندا آهن. انهن کي به سمجهڻ گهرجي ته کين مرڻ کان پوءِ الله کي جواب ڏيڻو آهي قرآن پاڪ جي صحيح مراد ۽ مفهوم بيان ڪن قرآن ڪريم کي پنهنجي نظريه ۽ ذهن جو تابع ڪرڻ جي بجاءِ قرآن ڪريم جي سلف صالحن جي طرفان بيان ڪيل مفهوم جا پاڻ به قائل رهن ٻين کي به ذهن ۾ وهارين.

(۱) نورالعرفان ص ۶۵۴ - (۲) نورالعرفان ص ۶۵۴ - (۳) اردو ترجمو محمد جونا گڙهي

وحاشيه صلاح الدين يوسف ص ۱۱۳۹

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ

الله اهو آهي جنهن پيدا ڪيو اوهان کي ڪمزوريءَ (واري حالت) ۾ ان کان پوءِ ڪيائين
مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ

ڪمزوريءَ کان پوءِ طاقت ان کان پوءِ ڪيائين قوت کان پوءِ ڪمزوري ۽ پڌڙائپ پيدا ڪري ٿو
مَا يَشَاءُ ج. وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (٥٤) وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

جيڪي گهري ۽ اهوئي گهڻو ڄاڻندڙ قدرت رکندڙ آهي ۽ جنهن ڏينهن قائم ٿيندي قيامت ته
يُقَسِّمُ الْمَجْرُمُونَ مَالَهُمْ غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَلِكَ كَانُوا يُوفَّكُونَ (٥٥)

قسم ڪئي چوندا مجرم ته نه رهيا (دنيا ۾) هڪ گهڙيءَ کان سواءِ اهڙي طرح اونڌا ڦيرايا ويا هئا
وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ

۽ چيو انهن جيڪي ڏنا ويا علم ۽ ايمان ته البت تحقيق رهيو اوهان الله جي ڪتاب ۾ (لکيل موافق)
إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ز. فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (٥٦)

اتن جي ڏينهن تائين پوءِ هي آهي اتن جو ڏينهن ۽ پراوهان نه ڄاڻندا هيو
فِيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعذِرَتُهُمْ

پوءِ ان ڏينهن نه نفعو ڏيندو انهن کي جن ظلم ڪيو عذر پيش ڪرڻ انهن جو
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ (٥٧)

۽ نه آهي توبه ڪرڻ جي طلب ڪيا ويندا.

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي وحدانيت تي آفاقي دليل پيش ڪيا ويا ۽ هتي
انفسي دليل پيش ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ
بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۽ سڄو معبود اهو آهي جنهن اوهان
کي ڪمزور حالت ۾ پيدا ڪري ان کان پوءِ اوهان ۾ قوت پيدا ڪيائين وري قوت کان
بعد (اوهان ۾) ڪمزوري ۽ پڌڙائپ پيدا فرمايائين. هتي انسان جي زندگيءَ جا ٽي

دور بيان ڪيا ويا آهن ١: نَنْدِرَائِب (خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ) ٢: جواني (ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً) ٣: پڌڙائپ ”ضَعْفًا وَشَيْبَةً“ مطلب ته سڄو معبود، برحق الله اهو آهي جنهن انسان کي انهن ٽنهي حالتن ۾ آندو آهي ان جي مشيت تي ئي موقوف آهي جنهن کي جهڙي حال ۾ گهري رکي ۽ جيڪڏهن ڪنهن کي انهن حالتن مان ڪنهن هڪ حالت ۾ وفات ڪرائي ته به ڪري سگهي ٿو تنهي حالتن ۾ اٿڻ ضروري ناهي جنهن کي گهري وڏي عمر عطا ڪرڻ جي باوجود تندرست رکي ۽ جنهن کي گهري ته شاندار جواني ڏيڻ کان پوءِ پڌڙائپ ۾ اهڙو ڪمزور ۽ جڏو ڪري جو ريڙهيون ڏئي هلي ۽ ماڻهو انکي ڏسي عبرت حاصل ڪن انسان دنيوي نشي ۾ غرور ۽ تڪبر سان کڻي پريل رهي پر اهو هر حال ۾ الله جل شانہ جي قدرتي قبضي کان قطعاً ٻاهر ناهي ”يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ“ جيڪي گهري پيدا ڪري ٿو ۽ اهو ئي گهڻو ڄاڻندڙ، قدرت رکندڙ آهي مطلب ته مذڪوره ٽئي حالتون يا ٻيو ڪجهه جيڪي به گهري ٿو پيدا ڪري ٿو اهو پنهنجي مخلوق جي تدبير کي گهڻو ڄاڻندڙ ۽ جيڪي گهري ان کي پيدا ڪرڻ تي قدرت رکندڙ آهي (١) ”وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ لَا جِنَّهَن قِيَامَتٍ قَائِمٍ تَيْدِي مُجْرِمٍ قَسَمٌ كَثِيرٌ چُونڊا ته ”مَالِئُوا عَيْرَ سَاعَةٍ“ ته هڪ گهڙيءَ کان سواءِ (دنيا ۾) نه رهيا هئا ”السَّاعَةُ“ مان مراد قيامت آهي ان کي الساعة سڏڻ جا مختلف سبب آهن ١: ته اها دنيا جي آخري گهڙيءَ ۾ واقع ٿيندي ٢: اها اوچتو ايندي جيئن چئبو آهي هڪ گهڙيءَ ۾ ڪيئن پهتئين يا هڪ گهڙيءَ ۾ ٿو اڃان ان رهڻ مان مراد يا دنيا ۾ رهڻ آهي يا قبرن ۾ يا دنيا جي فنا ٿيڻ کان وٺي قبرن مان اٿڻ وارو عرصو جيئن حديث پاڪ ۾ آيو آهي ته ”دنيا جي فنا ۽ (قبرن مان) اٿڻ وارو وقت چاليهه آهي“ خبر ناهي ته انهن چاليهن مان مراد چاليهه (٤٠) سال آهي يا چاليهه هزار (٤٠٠٠) سال؟ سندن مذڪور قول ٻڌي چيو ويندو ته ”كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ“ اهڙي طرح اونڌا ڦيرايا ويندا هئا. يعني اتي ڪي چوندڙ چوندڙ ته اهي ڪافر جيئن هتي عقل وڃائي ويٺا آهن جو چون پيا ته هڪ گهڙي کان وڌيڪ نه رهيا آهيون. دنيا ۾ به ائين ڦيريون کائيندا هئا ڪنهن وقت ڇا ته ڪڏهن ڇا پيا سوچيندا هئا. انهن کي اهو چوندڙ انبياءِ، ملائڪ عليهم السلام ۽ مومن هوندا (٢) ”وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ذُءٌ جيڪي علم ۽ ايمان ڏنا ويا انهن چيو ته البت تحقيق اوهان الله جي لکت مطابق (قبرن مان) اٿڻ جي ڏينهن تائين رهيو. اڳ ۾ بيان ٿيو ته مجرم قسم ڪئي چوندڙ ته هڪ گهڙي کان مٿي نه رهيا هئا ۽ هتي

ٻڌايو ٿو وڃي آخرت ۾ انهن کي علم وارا مومن جواب ڏيندا جيئن دنيا ۾ انهن تي
حجت قائم ڪندا هئا ته اوهان الله جي لکت مطابق پيدا ٿيڻ کان وٺي قبرن مان اٿڻ
تائين رهيل هيئو (١) ”وَلَكُمْ كُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ ۽ پر اوهان نه ڄاڻندا هيئو ته ڪو
هيئن به ٿيندو (٢) ”فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذَرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ“ پوءِ ان
ڏينهن جن ظلم ڪيو انهن کي سندن عذر پيش ڪرڻ نفعو نه ڏيندو ۽ نه انهن کان
توبه ڪرڻ طلب ڪئي ويندي مطلب ته جنهن ڏينهن ڪافر ڪوڙا قسم ڪندا ۽
سندن ڳالهه کي ملائڪه ۽ مومن (علماء) ڪوڙو ثابت ڪندا اتي انهن ظالمن کي
سندن عذر پيش ڪرڻ به نفعو نه ڏيندو ۽ نه کين توبه ۽ نيڪ صالحن اعمالن جي
لاءِ چيو ويندو جنهن جي ذريعي الله جل شانہ کي راضي ڪن. (٣)

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ“ (۽ اهو ئي ڄاڻندڙ قدرت وارو آهي) مان واضح ٿيو ته
ٻانهي جو هر عمل الله جل شانہ جي علم ۾ آهي اهو ڪنهن به ڳالهه کان بي خبر ناهي
جيڪو نيڪي ڪندو ان کي ثواب ڏيڻ تي قادر آهي ۽ جيڪو گناهه ڪندو انکي سزا
ڏيڻ تي به قادر آهي. (٤)

ع ٢- ”وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ“ (۽ جيڪي علم ۽ ايمان ڏنا ويا چوندا)
مان معلوم ٿيو ته علم ۽ ايمان جي فضيلت تمام گهڻي آهي. جو قيامت جي ڏينهن به
علم وارا مومن ڪافرن کي جواب ڏئي خاموش ڪرائيندا ان جي ڪري علم سان
محبت رکي علم گهڻو پڙهجي ۽ علم جي ذريعي غير مسلمانن کي دليل ڏئي مڃرائجي
پلا جيڪڏهن مڃين ته خاموش ته رهن.

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ

۽ البت تحقيق بيان ڪيوسون ماڻهن جي لاءِ هن قرآن ۾ هر مثال ۽ البت جيڪڏهن

جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا

آڻيندين تون انهن وٽ ڪا نشاني ته البت ضرور چوندا آهي جن ڪفر ڪيو ته ناهيو اوهان مگر

(٣) تفسير ابن ڪثير ص ٤٤٠ جلد ٣ (٤) زاد المسير ص ٣١٢ جلد ٦ (٥) الفتوحات

الالهية ص ٣٩٩ جلد ٣ (١) التفسير الكبير ص ١٣٦ جلد ٢٥

مُبْطَلُونَ (٥٨) كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (٥٩)

باطل جا پوڄاري اهڙي طرح مهر هڻي ٿو الله انهن جي دلين تي جيڪي نه ٿا ڄاڻن
فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ

پوءِ صبر ڪر بيشڪ الله جو وعدو سچو آهي ۽ نه هلڪڙو بنائين توکي اهي شخص جيڪي

لَا يُوقِنُونَ (٦٠)

نه ٿا يقين رکن

تفسير

اڳين آيتن ۾ آفاقي ۽ انفسي دليل ڏئي الله جل شانہ جي قدرت ۽ هيڪڙائي بيان ڪئي وئي ۽ هنن آيتن ۾ ٻڌايو ٿو وڃي ته اسان هر مثال ڏئي سمجهايو آهي پر نه ٿا مڃين فرمان الهي آهي ”وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ“ ۽ البت تحقيق اسان هن قرآن ۾ هر مثال بيان ڪري ٻڌايو آهي. يعني اسان انهن جي لاءِ حق واضح ڪري بيان ڪيو آهي جنهن کان پوءِ انهن جي لاءِ ڪو به عذر يا بهانو نه رهيو آهي ”وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ أَنْتُمْ الْأُمْبِلُونَ“ ۽ البت جيڪڏهن انهن وٽ ڪا آيت آئيندين ته جن ڪفر ڪيو آهي اهي ضرور چوندا ته اوهان ته صرف باطل جا پوڄاري آهيو مطلب ته عناد ۽ سرڪشيءَ جي ڪري چوندا ته اوهان باطل جا پوڄاري جادوگرن جي پويان هلڻ وارا آهيو اوهان ڪهڙا حق تي آهيو؟

سوال

”وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ“ ۾ واحد مذڪر مخاطب جو صيغو آيو ”إِنْ أَنْتُمْ“ ۾ جمع چو آندو ويو؟

جواب

ان جي متعلق ٻه قول آهن. ١: ته ”بِآيَةٍ“ مان مراد آهي ”جَاءَتْ بِه الرُّسُلُ“ يعني هر اها نشاني جيڪا رسولن عليهم الصلوة والسلام آندي هئي. پوءِ ان لحاظ سان ”أَنْتُمْ“ جمع جو ضمير آندو ويو آهي يا معنيٰ آهي انڪم ڪلڪم اياها الرسل مبطلون (١) اوهان اي پيغمبرو! سڀئي باطل وارا آهيو ”كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ الله اهڙي طرح انهن جي دلين تي مهر هڻي ٿو جيڪي نه ٿا ڄاڻن يعني جيئن الله جل شانہ انهن جي دلين تي مهر هڻي هئي جن الله جل شانہ جون نشانين نه سمجهيون الله توحيد جي دليلن کي نه ڄاڻندڙن ۽ نه مڃيندڙن جي دلين تي به ائين مهر هڻي ڇڏي آهي. ”فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ“ پوءِ صبر ڪر يقيناً الله جو وعدو حق آهي يعني ڪافرن

جي ايڏائن تي صبر ڪيو الله جو وعدو سچو آهي اهو اوهان جي ضرور مدد ڪندو.
 "وَلَا يَسْتَحْفِظُكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ بِعِصِيكَ يَقِينٌ نَهْ تَارُكُنْ اِهِي اوهان کي هلڪڙو نه بنائين.
 هتي خطاب نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام سان آهي ۽ مراد سندن امت آهي (٢)
 مطلب ته اهي الله جل شانہ جي وعدي تي يقين نه رکڻ وارا اوهان کي هلڪڙو سمجھي
 گمراهيءَ ۾ پنهنجو پوئلڳ نه بنائي وجهن. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١ "وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ" (۽ البت تحقيق اسان هن
 قرآن ۾ هر مثال بيان ڪيو آهي) مان واضح ٿيو ته ماڻهن کي گمراهيءَ مان ڪيڏن جي
 لاءِ قرآن ڪريم ۾ طرحين طرحين جا دلنشين دلائل پيش ڪيل آهن جن سان توحيد
 جي عقيدہ جي حقانيت ۽ رسولن سڳورن عليهم الصلوة والسلام جي صداقت روشن
 ڏينهن وانگر واضح آهي جيڪڏهن اهي ذره برابر به تدبر کان ڪم وٺن ها ته ائين
 گمراهيءَ جي ڪن ۾ نه ڪرڻ ها پر انهن عقل جي انڌن جو هميشه اهو طريقو رهيو
 آهي ته جڏهن به نبين عليهم السلام انهن جي اڳيان توحيد جي عقيدہ لاءِ ڪو دليل
 ڏنو يا معجزو ڏيکاريو ته انهن مڃڻ نه چا سوچڻ کان به انڪار ڪري ڇڏيو رهندو
 انهن کي ۽ انهن جي پوئلڳن کي باطل پرست سڏڻ لڳا.

ع ٢ "فَاصْبِرْ" (صبر ڪر) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي پيارن کي الله جي
 طرفان مدد ملڻ واري وعدي تي اعتماد ۽ يقين ڪري تڪليفن تي صبر ڪرڻ گهرجي.
 نيٺ حق ۽ سچ وارن جي فتح ٿيندي. الحمد لله جو اڄ سومر جي رات ساڍي ڏهين بجي
 بمؤرخه ٨ ذوالحج سن ١٤٢٣ هجري الموافق ٢٠٩، ٢٠٣ ع تي پنهنجي ڳوٺ واري
 لائبريريءَ ۾ ويٺي سورة الروم جو تفسير لکي پورو ڪيم مالڪ جل شانہ جي دربار
 ۾ دلي دعا آهي ته پنهنجي خصوصي ڪرم ۽ رحم سان مون نا اهل نالائق کي باقي
 رهيل تفسير به جلدي لکي پورو ڪرڻ جي سعادت نصيب ڪري. آمين يار رحم
 الراحمين بجاء النبي الامين سيدنا محمد عليه وعلي آله واصحابه الصلوة والسلام
 الي يوم الدين.

دعا جو طالب

الفقيه محمد اديس الداهري

النقشبندي عفي عنه

(١) المظهر ص ٢٥٦ جلد ٧

سورة لقمان جوتعارف

هن سورة مبارڪه جي تعارف ۾ هي اٺ (٨) ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالومبارڪ

هن سورة پاڪ جو نالو لقمان آهي جيڪو هن جي آيت ١٣- مان ورتل آهي.

نالي رکڻ جو وجه

هن ۾ اهي نصيحتون بيان ڪيل آهن جيڪي حضرت لقمان سائين پنهنجي فرزند کي ڪيون هيون ان جي ڪري ان نالي سان سڏي وئي.

مڪيه آهي يا مدنيه؟

ابن الضريس، ابن مردويه ۽ دلائل النبوة ۾ بيهقيءَ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته سورة لقمان مڪه (مڪرمه) ۾ نازل ٿي هئي ۽ ان جي ڪري قرآن ڪريم ۾ هن سورة جي شروعات ۾ لکيل آهي ته ”سورة لقمان مڪيه“ ۽ نحاس پنهنجي لکيل تاريخ ۾ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته هن سورة جون ٽي آيتون ”وَلَوْ أَنَّ مَافِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ“ کان پڇاڙي تائين مدنيه آهن باقي سڄي سورة مڪيه آهي. (١)

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن سورة مبارڪه ۾ چار رڪوع، چوٿيه آيتون، پنج سو اٺاٺاٺيه ڪلما ۽ هزار هڪ سو ڏهه حرف (٢١١٠) آهن. (٢)

اڳيئن سورة سان ربط ۽ مناسبت

اڳيئن سورة ۾ ٻڌايو ويو ته قرآن ڪريم ۾ هر مثال ڏئي ماڻهن کي سمجهايو ويو آهي ۽ هن سورة مبارڪه جي شروعات ۾ به قرآن ڪريم جي عظمت، هدايت ۽ رحمت هجڻ جو ذڪر آهي. اڳيئن سورة ۾ بيان ٿيو ته ”الله اهو آهي جنهن مخلوق کي پيدا ڪيو آهي ۽ اهوئي انهن کي (قيامت جي ڏينهن) وري پيدا ڪندو ۽ اهو ان لاءِ گهڻو آسان آهي“ ۽ هن سورة پاڪ ۾ به اهڙي ڳالهه بيان ڪندي ارشاد ٿيو آهي ته ”اوهان جو پيدا ڪرڻ ۽ قبرن مان اٿڻ هڪ پساهه کڻڻ وانگر آهي ڪو مشڪل ڪم ناهي.“ (٣)

(١) الدر المنثور ص ٥٠٣ جلد ٦ (٢) تفسير خازن ص ٤٣٧ جلد ٣ (٣) روح المعاني

ص ٦٥ جلد ٢١ جلد ٧

شان نزول

مفسرن پلارن لکيو آهي ته: منڪه مڪرمه جي رهاڪو قريشين حضور پر نور عليه الصلوٰۃ والسلام جن کان سوال ڪيو هو ته اسان کي (حضرت) لقمان ۽ ان جي پٽ جو قصو ٻڌايو تڏهن هيءَ سورة نازل ٿي هئي. (١)

مضمون

هن سورة مبارڪه جي شروعات ۾ قرآن ڪريم جي حڪمت سان پيرل ان تعليمات جو ذڪر آهي جيڪي انساني زندگيءَ کي بي پايان برڪتن سان مالا مال ڪن ٿيون ۽ پنهنجي مڃڻ وارن جي عقيدتي، عمل ۽ سيرت ۾ روح پرور انقلاب برپا ڪن ٿيون. ان کان بعد ٻڌايو ويو آهي ته جيڪي ماڻهن قرآن ڪريم جي حق ۽ سچ واري تعليم کي قبول نه ٿا ڪن انهن جو زندگيون هر قسم جي معنويت ۽ مقصديت کان محروم هونديون آهن انهن جي سامهون سفلي جذبات جي تسڪين ۽ دولت ڳڏ ڪرڻ کان سواءِ ڪا منزل ئي نه هوندي آهي ان جي ڪري اهي هر قسم جي لغو لهو شين کي خريد ڪرڻ کان پاسو نه ڪندا آهن انهن کي ان ڳالهه جو ذره برابر به احساس ناهي ته سندن طريقي ڪار سان سندن قوم اخلاقي طور تباهه ٿي ويندي ۽ اڳتي هلي انهن جي زندگي بربادي ۽ ويرانيءَ کان سواءِ ڪجهه به نه ماڻيندي انهن بدبختن جي دلين ۾ حق قبول ڪرڻ جي لياقت ختم ٿي ويندي. اهي انڌيرن جا اهڙا عادي آهن جو روشنيءَ جي هڪ چمڪ به انهن جي لاءِ ناقابل برداشت آهي جنهن طرف کان به حق جو آواز اچي ٿو ته هي ان طرف پئي ڏئي بيهن ٿا هن سورة جي هڪ خصوصيت اها به آهي ته ان ۾ اسلامي تعليمات جو اعلان هڪ دانءَ مرد حضرت لقمان کان ڪرايل آهي جيڪو ”توبه“ نالي هڪ گمنام ۽ پسمانده علائقي جو رهاڪو هو جنهن جو رنگ حبشين جهڙو ڪارو هو ۽ سورة مبارڪ تي نالو ئي ان جو رکيو ويو آهي ان نهايت پياري انداز ۾ پنهنجي فرزند ارجمند کي نصيحتون ڪيون هيون ۽ ان جي بيان ڪرڻ ۾ اها حڪمت آهي ته جيڪو شخص به پاڻ کي انهن بيان ڪيل خوبين سان مُزَيَّنُ فرمائيندو اهو انسانيت جي پياري نظر ۾ محترم هوندو. سڀ قومون نهايت عزت سان ان جو ذڪر ڪن ٿيون ۽ ان جي حڪمت آموز ڳالهين کي پنهنجي دل ۾ جاءِ ڏين ٿيون صحيح عقيدت جو نور، صالحن عملن جي سونهن ۽ دلڪش سيرت هڪ ڪاري رنگ واري مرد کي به سڀني جو محبوب بنائي ٿي ڇڏي

جسماني حسن کان به سیرت جي سونهن ۽ جمال گهڻو دلڪش رهي ٿو. ان جي برڪت سان ڪاري رنگ تي به اهڙو روپ اچي ٿو وڃي جو دنيا جا وڏا حسين به بي اختيار تي حيرت ۾ پئجي وڃن ٿا انسان کي ڪامل انسان بنائڻ جي لاءِ جنهن تعليمات جي ضرورت هئي حضرت لقمان کان اهي نهايت دلنشين اسلوب ۽ انداز ۾ بيان ڪرايون ويون آهن ۽ ”مَنْ عَزَمَ الْأُمُورَ“ چئي انهن جي اهميت جو اظهار ڪيو ويو آهي ان کان علاوه انهن ظاهري ۽ باطني نعمتن جو به ذڪر ڪيل آهي جيڪي انسان کي وڏي فياضيءَ سان عطا ڪيل آهن پر ان هوندي به ڪي ماڻهو جهيڙي، وڏائيءَ ۽ ناشڪري جي روش کان باز نه ٿا اچن ڪي وري ضد ۽ جهالت جي ڪري حق وارن سان جهيڙو ڪندا رهندا آهن ڇڻ ته اهي ساڪ ۽ قسم ڪيو ويٺا آهن ته ڪنهن به قيمت ۾ شيطان جي دامن نه ڇڏيندا ڀلي اهو ڪين جهنم جي پڙڪندڙ باهه ۾ چو نه اڇلائي پرسپ انسان هڪ جهڙا ناهن انهن مان ڪي اهڙا سليم الطبع فرد به نڪرن ٿا جيڪي دل جي سچائيءَ سان الله تعاليٰ جي رسول عليه الصلوة والسلام جي دعوت دين کي قبول ڪن ٿا ۽ پنهنجي پاڻ کي پنهنجن سڀني معاملن ۾ کلي طور پنهنجي پروردگار جي حوالي ڪن ٿا انهن جي لاءِ ٻڌايو ويو آهي ته اهيئي ماڻهو آهن جن اهڙي مضبوط ڪڙي کي ورتو آهي جيڪو تڻ وارو ناهي. هن سورة پاڪ ۾ متعدد تڪويني دلائل ذڪر ڪري الله تعاليٰ جي وحدانيت، قدرت ڪامله، حڪمت، بالغه ۽ علم محيط ثابت ڪيو ويو آهي پڇاڙيءَ ۾ ٻڌايو ويو آهي ته ظاهري علوم ڇا ان جي همه دائيءَ جو هي حال آهي جو لڪل کان لڪل شيءِ به ان کان مخفي ناهي اهي امور جن جي ڄاڻ کان انسان جون ظاهري باطني قوتون ۽ ان جا سائنسي آلات عاجز آهن جن اسرارن ۽ رازن تي آگاهي حاصل ڪرڻ انسان جي ممڪن احاطي کان ٻاهر آهي، اهي واقعات جيڪي اڃان ظهور پذير ئي نه ٿيا آهن غيبي پردي ۾ مستور آهن الله جل شانہ اهي سڀ ڄاڻي ٿو ان جو علم ايترو ڪامل، اڪمل محيط آهي جو هر شيءِ هر طرح ان جي لاءِ لکيل آهي.

ڀلايون

هيءَ سورة به نهايت شاندار آهي اوراد وظائف جي پڙهندڙن بزرگن فرمايو آهي ته جيڪڏهن ڪنهن بيمار جي شفا حاصل ڪرڻ جي نيتن سان هيءَ سورة ٽي ڀيرا پڙهي وڃي ته انشاءِ الله تعاليٰ شفاياب ٿيندو جيڪڏهن ڪو شخص هيءَ سورة پڙهي ٻيڙيءَ ۾ چڙهندو ته الله جي فضل سان اها ٻيڙي غرق نه ٿيندي. والله اعلم وعلمه اتم واحڪم.

وَهِيَ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ آيَةً	سُورَةُ لُقْمَانَ مَكِّيَّةٌ	وَأَرْبَعٌ رُّكُوعَاتٍ
۽ اها چوٽيه آيتون	سورة لقمان مكيه آهي	۽ چار ركوع آهي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جو وڏو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي.

الْمَرْجُ (١) تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ (٢) هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ (٣)

الف، لام، ميم هي آيتون ڪتاب حڪمت واري جون آهن هدايت ۽ رحمت آهن نيڪو ڪارن جي لاءِ

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (٤)

جيڪي قائم ڪن ٿا نماز ۽ ڏين ٿا زڪوة ۽ اهي ئي آخرت تي يقين رکن ٿا

أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (٥)

اهي هدايت تي آهن پنهنجي رب وٽان ۽ اهي ئي ڪامياب آهن

تفسير

اڳيئن آيتن ۾ قرآن ڪريم جي عظمت ۽ شان بيان ٿيو ته هن سورة جي هنن شروعات وارين آيتن ۾ به قرآن پاڪ جي حڪمت ۽ هدايت جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿئي رهيو آهي. ”الْمَرْجُ هي مقطعات حروف آهن انهن سان قرآن ڪريم جو معجزو هجڻ ثابت ڪيو ويو آهي ۽ ان طرف اشارو ڏنو ويو آهي ته هي معجز ڪتاب جنهن وڏن عربن عالمن، اديبن، فصيحن ۽ بليغن جا منهن بند ڪري ڇڏيا آهن انهن ئي حرفن الف، لام، ميم مان ٺهيل آهي جيڪي اهي عرب روز ڳالهائيندا آهن ۽ اهي هن ڪتاب ۾ آيل مقابلي جي چئلينج ملڻ کان پوءِ به عاجز آهن. ۽ اهو هن ڳالهه جي لاءِ اظهر دليل ۽ روشن برهان آهي ته هي ڪتاب الله جل شاناهه ڪريم، علیم جو ڪلام ۽ ان جي طرفان نازل ڪيل آهي ۽ جنهن تي نازل ٿيو آهي اهو سچو رسول ۽ برحق نبي آهي (عليه الصلوة والسلام) (١) سنڌ سونهاريءَ جي نامياري ولي حضرت مخدوم نوح هالائي عليه الرحمة لکيو آهي ”منم خدائي ڪم ميدانم“ (٢) مان ئي الله آهيان

(١) صفوة التفاسير ص ٤٨٧ جلد ٢ (٢) فارسي ترجمه حضرت مخدوم نوح وارو ص ١٢٤

جيڪو (هرشيء) ڄاڻان ٿو ”تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمَةِ“ هي حڪمت واري ڪتاب جون آيتون آهن يعني هي ان عجيب ڪتاب جون آيتون آهن جيڪو پنهنجي بيان، تشريح ۽ احڪام ۾ هر ڪتاب کان بلند آهي، حڪمت فائده، عجائب رائقه ۽ حڪمت ۽ راز وارو سڀ ڪجهه بيان ڪندڙ آهي ۽ ”تِلْكَ“ جو لفظ جنهن سان پري هوندڙ شيءِ ڏانهن اشارو ڪيو ويندو آهي هتي قرآن ڪريم ۾ ويجهي ڏانهن اشارو ڪرڻ جي لاءِ ان جي ڪري آندو ويو آهي ته ان جو فضل، شرف ۽ شان ظاهر ٿئي (١) هتي ”الْكِتَابِ“ جي ”الْحَكِيمِ“ صفت ڪري آندو ويو آهي علامه ابن منظور ان جي وضاحت ڪندي لکيو آهي ته: جڏهن هي لفظ قرآن ڪريم جي صفت ٿي اچي ته ان جي معنيٰ ”الحاكم لکم“ وعلیکم“ هوندي آهي يعني قرآن ڪريم هڪ حاڪم قوت آهي جنهن جو فيصلو اوهان جي حق ۾ هوندو ۽ جيڪڏهن اوهان حق جي رستي کان منهن ڦيرائڻ لڳندؤ ته اهو اوهان کي اوهان جي غلطيءَ کان آگاه ڪندي ان جي برن نتيجن کان اوهان کي متنبه ڪندو (٢) ”هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ“ ٽنڪوڪارن جي لاءِ هدايت ڪندڙ ۽ رحمت آهي ”هُدًى“ ۽ ”رَحْمَةً“ ٻئي لفظ ”آيَةُ“ کان حال آهن ۽ انهن ۾ عمل ڪندڙ ”تِلْكَ“ اشاري جي معنيٰ بيان آهن (٣) مطلب ته هي ڪتاب سڄو هدايت ۽ رحمت آهي هتي هدايت ۽ رحمت جو گڏ بيان ٿيڻ نهايت خوبصورت آهي يعني اسلامي شريعت، ان جا امر ۽ نهی، ان جا مالي ۽ بدني نظام، عبادات، ان جا منفرد ڪيل حقوق ۽ فرائض سراپا رشد ۽ هدايت آهن ۽ ان سان گڏو گڏ هي خداوندي رحمت جا مظهر به آهن ۽ اهڙي نظام کان غفلت ۽ لاپرواهي ڪرڻ دانشمندی ناهي. ۽ اهو جيتوڻيڪ مذڪوره خوبين سان مَزِين آهي پر ان مان فائدو صرف نيڪو ڪار وٺندا ”الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ“ جيڪي نماز قائم ڪن ٿا ۽ زڪوة ڏين ٿا اهي ئي آخرت تي يقين رکن ٿا. هتان کان ”محسنين“ جون صفتون بيان ڪيون وڃن ٿيون. مطلب ته اهي نماز کي ان جا ارڪان آداب ادا ڪندي نهايت نياز ۽ نوڙت سان ٺاهي پڙهن ٿا ۽ الله جي رضا حاصل ڪرڻ لاءِ مستحقين کي زڪوة ڏين ٿا ۽ آخرت جي اچڻ تي پڪو يقين رکن ٿا ان ۾ کين ڪو ۽ ڪنهن به قسم جو شڪ ناهي ۽ ”هُمْ“ ضمير ٻيو ٻيرو تاڪيد لاءِ آندو ويو آهي ”أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ اهي پنهنجي رب جي طرفان هدايت تي آهن ۽ اهي ئي ڪامياب آهن. يعني مذڪوره صفات جا صاحب پنهنجي الله جي طرفان ڪيل نور، بصيرت، روشن ۽ سڌي واٽ تي آهن ۽ اهي ئي نيڪ بخت دنيا ۽ آخرت ۾ ڪامياب آهن (٤) ۽ ”أُولَئِكَ“ جي لفظ کي وري آڻڻ مان مقصد انهن جي فضيلت ۽ قدر جي عظمت بيان ڪرڻ آهي.

(١) صفوة التفاسير ص ٤٨٧ جلد ٢ (٢) ضياء القرآن ص ٩٧ جلد ٣ (٣) بيضاوي

ڪامل ص ٤٢٢ (٤) صفوة التفاسير ص ٤٨٧ جلد ٢

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱- ”الْمَرْ“ مقطعات حروف آڻڻ مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم سهڻي حبيب عليه الصلوة والسلام جو شاندار ۽ قيامت تائين قائم رهڻ وارو معجزو آهي جو عام استعمال ٿيڻ وارن حرفن مان هجڻ جي باوجود ڪو به فصيح، بليغ عرب ان جي هڪ ننڍي کان ننڍي سورة جهڙي سورة به ٺاهي پيش ڪري نه سگهيو ۽ نه ڪري سگهندو.

۲- ”هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ“ (نيڪو ڪارن جي لاءِ هدايت ۽ رحمت آهي) مان به قرآن ڪريم جي عظمت واضح ٿي رهي آهي ته قرآن ڪريم ئي هڪ اهڙي پياري شيءِ آهي جنهن تي عمل ڪرڻ وارا، اخلاق جي مرتبي ۾ اعلى مقام تي فائز ٿي محسنين جي صفتن سان موصوف ٿيندا آهن.

۳- ”وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ“ (۽ زڪوة ڏين ٿا) هن حڪم جو مڪيه سورة ۾ بيان ڪرڻ (حالانڪ زڪوة جي نظام جو نفاذ ته مدينه منوره ۾ ٿيو هو) مان واضح ٿيو ته زڪوة جو اصلي حڪم مڪه معظمه ۾ هجرت کان پهريان اچي چڪو هو ۽ هيءُ ڳالهه جيڪا مشهور آهي ته زڪوة جو حڪم هجرت جي ٻئي سال ۾ نافذ ٿيو ان مان مراد نصابن جو تقرر ۽ واجب مقدار جو تفصيل ۽ اسلامي حڪومت جي طرفان وصول يا بي ۽ مصرفن تي خرچ ڪرڻ جو انتظام آهي اهو هجرت جي ٻئي سال ۾ هو. ۽ قرآن ڪريم ۾ اڪثر جاين تي نماز ۽ زڪوة جي گڏ ذڪر ڪرڻ مان به واضح ٿئي ٿو ته انهن ٻنهي حڪمن جي فرضيت به گڏ ٿي آهي. (۱)

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

۽ ماڻهن مان ڪو اهڙو آهي جيڪو خريد ڪري توبيهودي ڳالهه تانت گمراه ڪري اللهجي واٽ کان

بَعِيرٍ عِلْمٍ مِّنْهُ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (۶)

علم کان سواءِ ۽ وٺي ان کي ٽٽول ڪري اهي انهن جي لاءِ خوار ڪندڙ عذاب آهي

وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَرَأَىٰ مَسْـَٔتِرًا

۽ جڏهن پڙهيو ويو ۽ ان تي اسان جون آيتون ته پئي ڦيرائي هليو ٽڪر ڪندڙ تي

كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا كَانَ فِي أُذُنِيهِ وَقَرَلْ

جڻ ته نه ٻڌائين انهن کي جڻ ته ان جي ڪنن ۾ ڳرائي آهي
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (٧) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

پوءِ ان کي دردناڪ عذاب جي بشارت ڏي بلاشڪ آهي شخص جن ايمان آندو ۽ ڪيائون صالح عمل
لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ (٨) خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ

انهن جي لاءِ نعمتن وارا بهشت آهن هميشه رهندڙ انهن ۾ الله جو وعدو حق آهي ۽ اهوئي غالب
الْحَكِيمُ (٩) خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَالْقَلَى فِي الْأَرْضِ

حڪمت وارو آهي پيدا ڪيائين آسمانن کي تنپ کان سواءِ ڏسو پيا انهن کي ۽ رکيائين زمين ۾
رَوَاسِي أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

جبل متان ڌٻي اوهان سان ۽ پکيڙيائين ان ۾ هر (قسم جا) جانور ۽ نازل ڪيوسون آسمان کان پاڻي
فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ (١٠) هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي

پوءِ ڄمايوسون ان ۾ هر قسم جو سٺو جوڙو هيءُ الله جي مخلوق آهي پوءِ ڏيکاريو مون کي ته
مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (١١)

ڪهڙي شيءِ آهي جيڪا پيدا ڪئي انهن جيڪي ان کان سواءِ آهن بلڪ ظالم کليل گمراهي ۾ آهن

تفسير

اڳين آيتن ۾ انهن نيڪن، صالحن، سعادتمندن جو ذڪر هو جيڪي قرآن ڪريم سان هدايت حاصل ڪري رهيا آهن ۽ هنن آيتن ۾ انهن بدبختن جو ذڪر ٿي رهيو آهي جن الله جل شانہ جي ڪلام مان فائدو وٺڻ جي بجاءِ شرنائين، راڳ روپ ۽ اجاين قصن ڏانهن توجهه ڪيو. فرمان الهي آهي ”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ“ ۽ ماڻهن مان ڪو اهڙو آهي جيڪو ان لاءِ بيهودي ڳالهه خريد ڪري ٿو ته ماڻهن کي علم کان سواءِ گمراهه ڪري ۽ ان کي ٺٽول بنائي انهن جي لاءِ ئي خوار ڪندڙ عذاب آهي.

شان نزول

نضر بن حارث ڪافر ايران ڏانهن تجارت جي سلسلي ۾ ويندو هو ۽ اٿاهين عجمي بادشاهن وغيره جي قصن وارو مواد اُتي قريشين کي چونڊو هو ته (حضرت) محمد (عليه الصلوٰۃ والسلام) اوهان کي عاد ۽ ثمود جون خبرون ٿو ٻڌائي ۽ مان اوهان کي رستم، اسفند يار ۽ ايراني بادشاهن جون ڳالهيون ٻڌايان ٿو. پوءِ اهي قريشي قرآن ڪريم کي ڇڏي ان جو ڳالهيون ٻڌي محظوظ ٿيندا هئا انهن جي متعلق هيءَ آيت نازل ٿي (١) بيهقي شعب الايمان ۾ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان به اهڙي روايت آندي آهي ۽ مجاهد جو قول آهي ته انهيءَ نضر بن حارث ڪافر ڳائيندڙ فنڪار حسين عورتون به خريد ڪري وهاريون هيون جيڪي پنهنجي نچڻ ۽ ڳائڻ جي فن سان ماڻهن کي موهي وجهنديون هيون (٢) جڏهن ان کي خبر پوندي هئي ته فلاڻي ماڻهو اسلام ڏانهن لاڙو ڪيو آهي ته اهو انهن کي ان اسلام ڏانهن لاڙو ڪندڙ لاءِ پڇيندو هو ته ڪنهن به طريقي سان ان کي اسلام کان هٽايو ۽ اهي هر ممڪن حرڪت ڪري ان کي اسلام کان روڪينديون هيون ۽ اهڙن جي متعلق هيءَ آيت نازل ٿي جنهن ۾ انهن جي لاءِ عذاب جو ذڪر آيو. آيت ۾ آيل لفظ لَهُوَ الْحَدِيثُ مان مراد جي وضاحت ڪندي حضرت امام حسن بصري عليه الرحمة فرمايو ته ”كل ما شغلك عن عبادة الله وذكره من السمر والاضاحيك والخرافات والغناء ونحوها“ (٣) يعني هر اها ڳالهه لهو الحديث آهي جيڪا توکي الله تعاليٰ جي عبادت ۽ ان جي ذڪر کان غافل ڪري رات جو ويهي ڳالهيون ڪرڻ، ڪلاڻ لاءِ چرچي بازي ڪرڻ، هر طرح جي خرافات، راڳ ۽ اهڙيون ٻيون شيون علامه ڊاڪٽر محمد عبدالرحيم حضرت امام حسن بصري عليه الرحمة جي روايتن کي گڏ ڪري سندس نسبت سان لکيل تفسير ۾ آندو آهي ته: پاڻ فرمايائين ته آواز لعنت ڪيل آهن ١: نعمت جي وقت شرنائي وڃائڻ ٢: مصيبت جي وقت دانهون ڪرڻ (٤) حضرت ابن عباس ”عكرمه“ ۽ سعيد بن جبير رضي الله عنهما ان مان مراد راڳ ورتو آهي (٥) آيت جو مطلب هي آهي ته ڪي ماڻهو اهڙا آهن جيڪي علم کان سواءِ غافل بنايئندڙ ڳالهيون ۽ شيون خريد ڪري الله جي وات کان گمراه ڪن ٿا ۽ ان کي ٺٺول بنائين ٿا انهن جي لاءِ آخرت ۾ خوار ڪندڙ عذاب آهي ”وَإِذَا تَتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَن فِىٰ أذْنَيْهِ وَقُرْآنٌ“

(١) اسباب النزول للواحدي ص ٢٥٩هـ (٢) المظهر ص ٢٥٩هـ جلد ٧ (٣) روح المعاني ص ٦٧هـ

جزء ٢١ جلد ٧ (٤) تفسير الحسن البصري ص ١٩٩هـ جلد ٢ (٥) المظهر ص ٢٥٩هـ جلد ٧

جڏهن ان جي اڳيان اسان جون آيتون پڙهيون وڃن ٿيون ته تڪبر ڪندي پئي ڦيرائي هليو وڃي ٿو ڇڻ ته ٻڌائين ڪو نه ڇڻ ته سندس ڪنن ۾ ڳرائي آهي يعني الله جل شانہ جي آيتن جو بي قدر ۽ ايتري لاپرواهي ڏيکاريندڙ آهي جو جڏهن ان جي اڳيان الهي ڪلام پڙهيو ٿو وڃي ته ڇڻ ته ٻڌائين ڪو نه گويا ڪه سندس ڪنن ۾ ڳرائي پريل آهي ”فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ“ پوءِ ان کي درد ناڪ عذاب جي خوشخبري ڏي. يعني اي حبيب ڪريم! (عليه الصلوٰه والسلام) اهڙي گمراهه ڪندڙ بي دين کي اهڙي دردناڪ عذاب جي خوشخبري ڏي جنهن ۾ ايذاء جي شدت هوندي ۽ اهو ان کي ٽوڪڻ جي لاءِ حڪم آهي (١) ”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ“ بلاشڪ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيائون انهن جي لاءِ نعمتن وارا بهشت آهن. ڪافرن جي عذاب کي بيان ڪرڻ کان پوءِ صالحن مومنن جي لاءِ بهشتي. بهارين جو ذڪر ڪيو ويو آهي (٢) ”خَالِدِينَ فِيهَا وَعَذَابُ اللَّهِ حَقًّا“ ان ۾ هميشه رهندڙ هوندا (اهو) الله جو سچو وعدو آهي جيڪو ڪڏهن به غلط نه ٿيندو ”وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ ۽ اهوئي غالب، حڪمت وارو آهي يعني ان کي پنهنجي وعدي پوري ڪرڻ ۾ ڪنهن به قسم جي تڪليف يا عاجزي ناهي ڇو ته اهو زبردست، غالب ۽ حڪمت وارو آهي (٣) ”خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا“ آسمانن کي تنپ کان سواءِ پيدا فرمايائين اوهان انهن کي ڏسو پيا. يعني ست آسمان، نهايت عظيم، وسيع، ڪثيف ۽ گهڻا بلند ڪنهن تنپ کان سواءِ پيدا فرمايائين جو پاڻ ڏسو پيا ته انهن کي ڪا به ٿيڪ ناهي صرف الله جل شانہ جي ڪامل قدرت سان قائم آهن ”وَالْقُلُوبُ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ“ ۽ زمين ۾ جبل رکيائين. جيڪي نهايت وڏا به آهن ته ننڍا به آهن ۽ زمين جي پاسن ۽ ڪنڊن ۾ کڙا ڪيل آهن ”أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ“ متان اوهان سان ڌٻي يعني اهي جبل ان جي ڪري رکيل آهن ته متان زمين ڌٻي ۽ چري ته ان تي قائم ڪيل نظام درهم برهم نه ٿي وڃي ”وَبَتَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ“ ان ۾ هر جانور پکيڙيائين. يعني جانورن جا ڪيترا قسم زمين جي ڪنڊ ڪڙڇ ۾ پکيڙيائين جيڪي انسان جا مطيع، مسخر ۽ سندس سواريءَ يا غذا ۾ ڪم اچن ٿا ”وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ“ ۽ اسان آسمان کان پاڻي لاٿو پوءِ (ان سان) ان زمين ۾ هر قسم جا سهڻا جوڙا ڄماياسون يعني الله جل شانہ جانورن جي گذر ۽ غذا لاءِ آسمان کان مينهن لاهي ان سان هر قسم جا سهڻا سلا سهڻن جوڙن جي صورت ۾ ڄمايا جيڪي سندن کاڌو خوراڪ بنجن

(١) صفوة التفاسير ص ٤٨٨ جلد ٢ (٢) القرطبي ص ٥٦ جلد ١٤ (٣) تنوير الايمان

٢٠١. "هَذَا خَلَقَ اللَّهُ" هيء الله جي مخلوق آهي يعني عالم علوي ۽ عالم سفلي، جمادات، حيوانات، نباتات سڀ الله جي مخلوق آهي "فَارَوْنِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ" پوء مون کي ڏيکاريو ته اها مخلوق ڪهڙي آهي جيڪا ان کان سواءِ ٻين پيدا ڪئي آهي؟ مطلب ته انهن شين جي لاءِ الله جو خالق هجڻ ته اي مشرڪو! اوهان به مڃيو ته پر اوهان وارن باطل معبودن ڇا پيدا ڪيو آهي اهو ته ڏيکاريو؟ جڏهن انهن ڪجهه پيدا ڪيوني ناهي ته انهن جي عبادت ڇو ٿا ڪيو؟ "بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" بلڪ ظالم کليل گمراهي ۾ آهن يعني اهي باطل معبود عبادت جا لائق ناهن پر انهن جا پوڄاري ظالم کليل گمراهي ۾ آهن جو بيڪارن بتن جي عبادت ڪري جهنم جا حقدار بنجي رهيا آهن. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ" (۽ ماڻهن مان ڪو اهو آهي جيڪو بيهودي ڳالهه خريد ڪري ٿو) مان واضح ٿيو ته هر اها شيءِ يا لٽريچر خريد ڪرڻ جيڪو الله جل شانها کان ۽ ان جي دين کان غافل ڪري خريد ڪرڻ ان جو ڪاروبار ڪرڻ ڪافرن جو طريقو آهي. مسلمان اهڙين شين کان پاسو ڪري.

ع ٢- "أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ" (انهن جي لاءِ خوار ڪندڙ عذاب آهي) مان واضح ٿيو ته جيڪو شخص ٻين کي گمراه ڪري ٿو ان لاءِ گمراه ٿيندڙ کان به عذاب گهڻو آهي سڀني گمراه ٿيندڙن جي سزا ان کي به ايندي.

ع ٣- "كَانَ فِي أُنْثَىٰ وَفَرَّجٍ" (جن ۾ سندس ڪنن ۾ ڳرائي آهي) مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم ذوق ۽ شوق سان نه ٻڌڻ ڪافرن جو ڪم آهي مسلمانن کي قرآن پاڪ انتهائي محبت ۽ شوق سان ٻڌڻ گهرجي.

مسئلو

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته قرآن ڪريم ٻڌڻ فرض ڪفايه آهي جيڪڏهن ڪجهه ماڻهن ٻڌو ته ٻين تان ذمولهي ويو ۽ جتي ماڻهو مجبور يا ڪاروبار ۾ مشغول آهن اتي وڏي آواز سان نه پڙهجي. خيال ۾ رکڻ گهرجي قرآن پاڪ جي تلاوت جا احڪام جدا آهن ته پڙهائڻ جا جدا. (٢)

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَنْ يَشْكُرْ

۽ البت تحقيق ڏني اسان لقمان کي حڪمت تہ شڪر ڪر الله جو ۽ جيڪو بہ شڪري ڪري ٿو

فَانَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ

پوءِ رڳو پنهنجي جيءَ لاءِ شڪر ٿو ڪري ۽ جيڪو بي شڪري ٿو ڪري پوءِ بيشڪ الله

عَنْ حَمِيدٍ (١٢) وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ

شاهو ڪار، ساراهيل آهي ۽ (ياد ڪر) جڏهن چيو لقمان پنهنجي پٽ کي ۽ اهو نصيحت ڀيو ڪري ان کي

يُنِينِي لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (١٣)

تہ اي پٽڙا منهنجا! نہ شريڪ ڪر الله سان (ڪا شيءِ) بلاشڪ شرڪ البت وڏو ظلم آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ ظالمن جي گمراهيءَ ۾ هجڻ جو بيان ٿيو ۽ هتي هڪ حڪمت واري ٻانهي جي شان ۽ ان کي حڪمت ملڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ“ ۽ البت تحقيق اسان لقمان کي حڪمت ڏني تہ الله جو شڪر ڪر.

لقمان کير هو؟

علامه مراغي لکيو آهي تہ (حضرت) لقمان (عليه الرحمة) واڍو هو مصر جي ڪاري رنگ وارن مان هڪ ڪارو انسان هو (١) وهب بن منبه جي روايت مطابق حضرت ايوب علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي زماني کي پهتو ۽ اها ڳالهه ٻين روايتن سان بہ ثابت آهي. جمهور مفسرن جي قول مطابق نبي نہ هو ولي ۽ حڪيم هو ابن ڪثير فرمايو آهي تہ جمهور سلف جو ان تي اتفاق آهي امام بغوي بہ ائين فرمايو آهي. ۽ نبي نہ هجڻ جي صورت ۾ کيس اهو حڪم تہ ”أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ“ (الله جو شڪر ڪر) الهام جي ذريعي ٿي سگهي ٿو. حضرت لقمان عليه الرحمة حضرت داؤد عليه السلام کان اول ماڻهن کي شرعي مسئلن ۾ فتويٰ ڏيندو هو جڏهن داؤد عليه السلام نبوت جو اظهار فرمايو تہ پوءِ فتويٰ ڏيڻ ڇڏي ڏنائين. سندس حڪمت وارا الفاظ تمام گهڻا آهن وهب بن منبه فرمايو آهي تہ مون (حضرت) لقمان (عليه الرحمة) جي حڪمت جا ڏهن هزارن کان زياده باب پڙهيا آهن.

حکمت مان ڇا مراد آهي؟

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته قرآن ڪريم ۾ حڪمت جو لفظ مختلف معنائن ۾ استعمال ٿيل آهي علم، عقل، حلم، بردباري، نبوت ۽ راءِ جو درست هجڻ. ابوحيان فرمايو ته حڪمت مان مراد اهو ڪلام آهي جيڪو دلين ۾ اثر پيدا ڪري ۽ ماڻهو ان مان نصيحت حاصل ڪندي پاڻ ته يادڪن پر ٻين تائين به پهچائين. سيدنا ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته حڪمت مان مراد عقل، فهم ۽ ذهانت آهي ۽ بعض بزرگن فرمايو ته علم جي مطابق عمل ڪرڻ حڪمت آهي ۽ درحقيقت انهن ۾ ڪو به اختلاف ناهي هي سڀئي شيون حڪمت ۾ داخل آهن (۱) حضرت لقمان عليه الرحمة جي شخصيت عرب ۾ هڪ داناءُ ۽ حڪيم جي حيثيت سان گهڻو مشهور هئي جاهليت جي دور جي شاعرن مثلاً امرؤ القيس، لبید، اعشي، طرفه وغيره جي شعرن ۾ ان جو ذڪر آيل آهي اهل عرب جي لکيل ۽ پڙهيل ماڻهن وٽ صحيفه لقمان جي نالي سان ان جي حڪمت وارن قولن جو هڪ مجموعو به موجود هو روايتن ۾ آهي ته هجرت کان ٽي سال پهريان مدينه منوره جو پهريون شخص جيڪو نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام کان متاثر ٿيو هو اهو سويد بن صامت هو اهو حج ڪرڻ جي لاءِ مڪه مڪرمه پهتو ته کيس حضور عليه الصلوة والسلام جي ديني دعوت ڏيڻ لاءِ تقرير ٻڌڻ جو موقعو مليو ٻڌي کين عرض ڪيائين ته: اوهان جيڪي ڳالهيون ڪيو ٿا اهڙي هڪ شيءِ مون وٽ به آهي پاڻ فرمايائون ته ”اهو ڇا آهي؟ عرض ڪيائين ته ”لقمان جي نصيحت جو مجموعو“ پوءِ سندن فرمائش تي سويد بن صامت ان جو ڪجهه حصو کين ٻڌايو ته پاڻ فرمايائونس ته ”هي سٺو ڪلام آهي مگر مون وٽ ان کان به بهتر ڪلام آهي“ ان کان بعد پاڻ ان کي قرآن ڪريم پڙهي ٻڌايائون ته ان اعتراف ڪيو ته بلاشبه هي ڪلام لقمان جي مجموعي کان ڀلو آهي (۲) تاريخدانن جو بيان آهي ته اهو سويد بن صامت مدينه منوره ۾ پنهنجي لياقت، بهادري، شعر، سخن ۽ شرف جي ڪري ”ڪامل“ جي لقب سان سڏيو ويندو هو پر نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام سان ملاقات کان پوءِ اهو جڏهن مدينه منوره ۾ پهتو ته ڪجهه وقت کان پوءِ ”بُعَاث“ نالي جنگ ۾ اهو مخالفن جي تلوار سان عالم آخرت ڏانهن راهي ٿيو ان جي قبيلي جي عام ماڻهن جو خيال هو ته حضور صلي الله عليه وسلم سان ملاقات کان پوءِ اهو مسلمان ٿيو هو. تاريخي روايتون جيڪي جاهليت جي دور ۾ لکڻ جي بجاءِ زباني هلنديون آيون انهن

(۱) معارف القرآن ص ۳۶، ۳۵- جلد ۷ (۲) سيرت ابن هشام ص ۶۷، ۶۹- جلد ۲

اسد الغابه ص ۳۷۸- ۲

جي مطابق بعضي ماڻهو حضرت لقمان کي عاد جي قوم جو هڪ فرد ۽ يمن جو بادشاهه سڏين ٿا ۽ عاد قوم تي عذاب اچڻ کان پوءِ ان قوم مان جيڪي ايمان وارا حضرت هود علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام سان بچي ويا هئا حضرت لقمان انهن جي اولاد مان هو پر بعضي اڪابر اصحابن ۽ تابعي رضي الله عنهم کان آيل روايتون ان جي خلاف آهن جيئن اڳ ۾ لکي آيا آهيون حضرت جابر بن عبدالله انصاري جو قول آهي ته اهو ”نوبه“ علائقي جو رهاڪو هو ۽ هي مصر جي جنوب ۽ سوڊان جي شمال ۾ واقع سرزمين جو نالو آهي ۽ عرب وارا ڪاري رنگ جي ماڻهن کي عموماً حبشي سڏيندا هئا ان جي ڪري ڪن جو اهو چوڻ ته مصري هو ڪن جو چوڻ ته نوبي هو، ڪن جو چوڻ ته حبشي هو محض لفظي اختلاف آهي معنيٰ ۾ ڪو فرق ناهي ”الروض الانف“ ۾ سهيليءَ ۽ ”مروج الذهب“ ۾ مسعوديءَ جي بيانن سان ان سوال تي به روشني پوي ٿي ته ان سوڊاني شخص جون ڳالهيون عرب ۾ ڪيئن پکڙيون ان ٻنهي جو بيان آهي ته لقمان اصل ته ”نوبه“ جو هو پر ”مدين“ ۽ ”ايله“ موجوده عقبه علائقي ۾ رهندڙ هو ان جي ڪري ان جي زبان عربي هئي ۽ ان جي حڪمت عرب ۾ مشهور ٿي. سهيليءَ اها به وڌيڪ وضاحت ڪئي آهي ته لقمان حڪيم ۽ لقمان بن عاد به الڳ الڳ شخص هئا انهن کي هڪ شخصيت قرار ڏيڻ صحيح ناهي. (١)

هڪ ضروري وضاحت

Deen

مستشرق دير بنورگ (Banorugh) پيرس جي ڪتب خانو کان هڪ عربي مخطوط ”امثال لقمان الحڪيم“ جي نالي سان شايع ڪيو آهي اهو حقيقت ۾ موضوع (غير صحيح) شيءِ آهي ان جو حضرت لقمان حڪيم سان ڪنهن به قسم جو واسطو ناهي اهو مخطوط تيرهينءَ صدي عيسوي ۾ ڪنهن شخص ترتيب ڏنو هو ان جي عربي گهڻي ناقص آهي ۽ ان کي پڙهڻ سان صاف محسوس ٿيندو آهي ته اهو اصل ۾ ڪنهن ٻئي ڪتاب جو ترجمو آهي جنهن کي مصنف يا مترجم پنهنجي طرفان حضرت لقمان حڪيم عليه الرحمة ڏانهن منسوب ڪيو آهي مستشرق ان قسم جون جعلي شيون ڪڍي ان مقصد لاءِ ميدان ۾ آڻيندا آهن ته ڪنهن به طرح قرآن ڪريم جي بيان ڪيل قصن کي غير تاريخي افسانا ثابت ڪري نه اعتبار ڪرڻ جو ڳو قرار ڏين جيڪو به شخص انسائيڪلو پيڊيا آف اسلام ۾ ”لقمان“ جي تي هيلر (A. T. Hellar) جو مضمون پڙهندو ته ان کان انهن جي بدنيتي جو حال مخفي نه رهندو (٢)

نبوي ارشاد

حضرت عبدالله بن عمر رضي الله عنه کان روایت آهي ته مون (سيدنا) رسول الله صلى الله عليه وسلم جن کان ٻڌو پاڻ فرمايائون ته ”لم يكن لقمان نبيا ولكن كان عبدا كثيرا التفكرا حسن اليقين احب الله تعالى واحبه ومن عليه بالحكمة وخيره في ان يجعله خليفة يحكم بالحق وقال رب ان خيرتني قبلت العافية وتركت البلاء وان عزمت علي فسمعا وطاعة فانك ستعصمني“ (١) يعني (حضرت) لقمان (عليه الرحمة) نبي نه هو بلڪ اهو گهڻو فڪر ڪندڙ، سهڻو يقين رکندڙ ٻانهو هو ان الله سان محبت رکي ۽ (الله ان سان محبت رکي ۽ ان تي حڪمت (ڏيڻ) سان احسان ڪيائين ۽ ان کي ان جو اختيار ڏنائين ته کيس حق وارو خليفو (حاکم) بنائي ان عرض ڪيو ته ياالله! جيڪڏهن مون کي اختيار تو ڏين ته عافيت تو قبول ڪيان ۽ آزمائش کي ڇڏيان تو ۽ جيڪڏهن خلافت جو حڪم قطعي تو فرمائين ته ٻڌي اطاعت تو ڪيان يقيناً تون مون کي (غلطي کان) بچائيندين ”وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ“ ۽ جيڪو شڪر ڪري تو اهو صرف پنهنجي جيءَ لاءِ تو شڪر ڪري، شڪر ڪرڻ جو حڪم کان پوءِ ان غلط فهميءَ جو ازالو ڪيو ويو آهي ته ٻانهي جي شڪر ڪرڻ سان نه الله جل شانہ جي شان کيرائي ۾ اضافو ٿيندو ۽ نه ناشڪريءَ جي ڪري ان جي شان عظمت ۾ ڪا گهٽتائي ٿيندي جيڪڏهن ڪو شڪر ڪري تو ته ان جي پنهنجي ڀلائي ۽ فائدو آهي ”وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ“ ۽ جنهن بي شڪري ڪئي پوءِ يقيناً الله شاهوڪار، ساراهيل آهي يعني اهو ڪنهن جي شڪر جو محتاج ناهي اهو هميشه ساراھ ڪيل آهي هر شيءِ ان جو حمد ڪري رهي آهي (٢) ”وَأَذْ قَالَ لَقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعْطَلُهُ يُبْنِي لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ“ ۽ (ياد فرماء) جڏهن لقمَن پنهنجي پٽ کي نصيحت ڪندي فرمايو ته: الله سان شرڪ نه ڪر بلاشڪ شرڪ نهايت وڏو ظلم آهي. هتان کان حضرت لقمَن عليه الرحمة جي حڪمت واري ڪجهه نقطن جو بيان ٿي رهيو آهي جن مان سڀ کان اول عقائد جي درستي آهي ۽ انهن مان به سڀ کان اول هيءَ آهي ته الله جل شانہ سان ڪنهن کي شريڪ نه بناء. هي نصيحت حضرت لقمَن عليه الرحمة پنهنجي پٽ کي ڪرڻ فرمائي بلاشڪ سڀني ظلمن کان وڏو ظلم شرڪ ڪرڻ آهي جنهن جي ڪا معافي ناهي. حضرت لقمان جو پٽ مشرڪ هو ان کي هدايت ڪري نيٺ مسلمان بنايائين ۽ هڪ قول آهي ته سندس پٽ مسلمان هو پر ان هوندي به ان کي شرڪ کان متنبه ڪيائين. (٣)

(١) القرطبي ص ٦٠، ٥٩ - جلد ١٤ (٢) تاج التفاسير ص ٨٢ - جزء ٢ (٣) روح المعاني

ص ٨٥ - جزء ٢١ جلد ٧

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١. ”وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ“ (۽ البت تحقيق اسان لقمان کي حڪمت عطا ڪئي) مان واضح ٿيو ته حڪمت جو عطا ٿيڻ وڏو الهي انعام آهي جنهن جو خصوصي طور بيان ڪيو ويو ۽ اهو به معلوم ٿيو ته حضرت لقمان تي اهو وهبي انعام ۽ لدني مهرباني هئي.

ع ٢. ”إِنْ أَشْكُرْ لَهُ“ (الله جو شڪر ڪر) مان ثابت ٿيو ته الله جل شانہ جو شڪر ڪرڻ نهايت پسنديدہ عمل آهي جنهن جو پاڻ پنهنجن پيارن کي ارشاد فرمايو اٿس.

ع ٣. ”وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ“ (۽ جيڪو شڪر ٿو ڪري پوءِ بلاشڪ اهو پنهنجي جيءَ لاءِ ٿو ڪري) مان واضح ٿيو ته شڪر ڪرڻ سان نعمتون وڌن ٿيون ان ۾ هر انسان جو پنهنجو فائدو آهي.

ع ٤. ”إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ“ (بلاشڪ شرڪ تمام وڏو ظلم آهي) مان واضح ٿئي ٿو ته مشرڪ وڏا ظالمن آهن جيڪي الله جل شانہ سان ٻين مورتن کي شريڪ بنايو ويٺا آهن. پيءُ ماءُ به جيڪڏهن شرڪ لاءِ چون ته انهن جو چوڻ نه مڃبو الله جل شانہ جي توحيد جو عقيدو مضبوط ۽ مستحڪم رکبو.

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۖ

حَمَلَتْهُ

أُمُّهُ

۽ حڪم ڪيو سون انسان کي ان جي پيءُ ۽ ماءُ جي متعلق پيٽ ۾ کنيو ان کي ان جي ماءُ

وَهَنَّا عَلَى وَهْنٍ وَفِصْلُهُ رَفِئُ عَامِينَ

إِنْ أَشْكُرْ لِي

ڪمزوري تي ڪمزوريءَ جي باوجود ۽ کير ڇڏائڻ ان جو ٻن سالن ۾ آهي شڪر ڪر مون لاءِ

وَلَوْلَا دَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (١٤) وَإِنْ جَاهِدَاكَ

۽ پنهنجي والدين جي لاءِ مون ڏانهن ئي موٽڻ آهي ۽ جيڪڏهن ڪوشش ڪن توکي

عَلَى أَنْ تُشْرِكَ رَبِّي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

هن تي جو شريڪ ڪرين مون سان اها شيءِ جو ناهي توکي ان جو علم پوءِ نه فرمان مڃ انهن ٻنهي جو

وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبَعَ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

۽ صحبت ۾ رهرم انهن سان دنيا ۾ چڱائي سان ۽ تابعداري ڪر ان جي وات جي جيڪو موٽيو مون ڏانهن

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (١٥)

ن کان پوءِ مون ڏانهن موٽڻ اوهاڻ جو آهي پوءِ خبر ڏيندس اوهاڻ کي ان جي جيڪي ڪندا هيئو

لِيُنَبِّئَنِي إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ

اي پٿر ۾ منهنجا! بيشڪ اها جيڪڏهن هوندي وزن دائي سرهنه جو پوءِ هوندي ڪنهن پٿر ۾

أَوْفَى السَّمَوَاتِ أَوْفَى الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (١٦)

يا آسمانن ۾ يا زمين ۾ ته آئيندو ان کي الله بيشڪ الله باريڪ بين خبر رکندڙ آهي

لِيُنَبِّئَنِي أَقِمِ الصَّلَاةَ وَامْرُءٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ

اي پٿر ۾ منهنجا! قائم رک نماز ۽ امر ڪر چڱي ڪم جو ۽ روڪ ٻري ڪم کان ۽ صبر ڪر

عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (١٧) وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

ان تي جيڪا پهتي توکي بيشڪ اها ڳالهه همت وارن ڪمن مان آهي ۽ نه ٿيڙو ڪر تون پنهنجو ڳل

لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (١٨)

ماڻهن لاءِ ۽ نه هل زمين ۾ وڌائي ڪندڙ بيشڪ الله نه تو محبت رکي هر هنيلي فخر ڪندڙ سان

وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ ۖ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ

۽ وچولو ٿي پنهنجي هلڻ ۾ ۽ هيٺاهون ٿي پنهنجي آواز ۾ بيشڪ آوازن مان گهڻو برو

لصَوْتِ الْحَمِيرِ (١٩)

البت گڏه جو آواز آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت لقمان عليه الرحمة کي حڪمت عطا ٿيڻ جو ذڪر هو ۽

هتي ان جي طرفان پٽ کي نصيحتن ڪرڻ جي ذڪر کان اڳ ۾ اولاد کي والدين جي

خدمت ڏانهن متوجه ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ

أُمُّهُ وَهَنَا عَلَىٰ وَهْنٍ“ ۽ اسان انسان کي ان جي والدين جي متعلق حڪم فرمايو ان کي

سندس ماء ڪمزوريءَ تي ڪمزوريءَ جي باوجود (پنهنجي پيٽ ۾) ڪنيو. يعني اسان انسان کي سندس پيءُ ۽ ماءُ سان نيڪي ڪرڻ، انهن جي اطاعت ڪرڻ، انهن جي حقوق کي قائم رکڻ جو امر ڪيو آهي. ان جي ماءُ ڪمزور ۽ جذبي هجڻ جي باوجود ان کي پنهنجي پيٽ ۾ ڪيترا مهينا ڪنيو. هيءُ خاص ۽ وڏي تڪليف صرف ماءُ ڪندي آهي ان جي ڪري الله تعاليٰ ان کي جدا ذڪر ڪيو (١) ماءُ ۽ پيءُ ٻنهي جا اولاد تي حق آهن پر ماءُ جو حق پيءُ کان به زياده آهي اها ڪئين مهينا ٻچي کي پيٽ ۾ ڪنيو هلي پئي مرد کان ته هونئن به اها ڪمزور هوندي آهي ۽ وري پيٽ ۾ ٻار جو بار کڻڻ ان کي وڌيڪ ڪمزور ۽ ضعيف بنائي ٿو ان عرصي ۾ جيئن پوءِ ٿيڻ ان کي طرحين طرحين جون تڪليفون سامهون اينديون رهنديون آهن وري ٻار کي ڄڻ جو مرحلو ته نهايت ڏکيو ۽ صبر آزما هوندو آهي جڏهن ماءُ ان مرحلي کان لنگهي ويندي آهي ته وري ڪيترو عرصو اها ان کي کير پياريندي رهندي آهي ان کان علاوه به ماءُ رات ڏينهن پنهنجي ان ٻچي جي خدمت ۾ گذاريندي آهي ۽ اهي سڀ محنتون نه ڪنهن لالچ جي ڪري ۽ نه ڪنهن تي احسان ۽ مهرباني ڪرڻ جي لاءِ بلڪ خاص محبت ۽ پيار جي جذبي سان سرشار ٿي ڪري سرانجام ڪندي آهي ان جي ڪري رحمت عالم صلي الله عليه وسلم جن ٻار ٻار ماءُ جي خدمت ڪرڻ جي لاءِ تاڪيد فرمايو آهي.

ماءُ جي خدمت لاءِ خصوصي نبوي ارشاد

صحيح حديث پاڪ ۾ آهي ته ڪنهن اصحابي سڳوري حضور ڀر نور عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ عرض ڪيو ته: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ "أُمُّكَ" قَالَ "ثُمَّ مَنْ؟" قَالَ "أُمُّكَ" قَالَ "ثُمَّ مَنْ؟" قَالَ "أُمُّكَ" قَالَ "ثُمَّ مَنْ؟" قَالَ "أَبُوكَ" (٢) يعني منهنجي طرفان سهڻي صحبت (خدمت) جو ماڻهن مان وڌيڪ حقدار ڪير آهي؟ پاڻ فرمايائون "تنهنجي ماءُ" پيو پيرو عرض ڪيائين ته ان کان پوءِ؟ پاڻ فرمايائون ته "تنهنجي ماءُ" وري ٽيون پيرو عرض ڪيائين ته "ان کان پوءِ؟ پاڻ فرمايائون ته "تنهنجي ماءُ" چوٿون پيرو عرض ڪيائين ته "ان کان پوءِ؟ فرمايائون ته "تنهنجو پيءُ" شال الله جل شانہ اسان ملسمانن کي والدين جي محبت ۽ ادب سان خدمت نصيب ڪرڻ فرمائي "وَفَصَّالَةٌ فَيُ عَامِّينَ" ۽ ان جو کير ڇڏائڻ ٻن سالن ۾ آهي يعني ماءُ پنهنجي اولاد کي ٻن سالن تائين کير پياري وڌيڪ وقت نه پياري جتي "ثَلَاثُونَ شَهْرًا" تيه مهينا (اڍائي

سال) آيو آهي اتي ماء جي پيٽ ۾ رهڻ وارا گهٽ ۾ گهٽ ٦ مهينا به شمار ڪيل آهن (١) "أَنْ أَشْكُرَ لِيْ وَلَوْ اَلْدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ" منهنجو ۽ پنهنجي والدين جو شڪر ڪر مون ڏانهن ئي موٽڻ آهي هي "وَصَيَّنَّا" جو تفسير يا "وَالْدِيْهِ" کان بدل احتمال آهي. يعني والدين جي باري ۾ هي حڪم ڪيو هو سين ته منهنجي شڪر سان گڏ انهن جو به شڪر ڪر حضرت سفيان بن عيينه هن آيت جو تفسير ڪندي فرمايو ته "جنهن پنج نمازون پڙهيون ان الله جو شڪر ڪيو ۽ جنهن پنجن نمازن کان پوءِ والدين جي لاءِ دعا گهري ان انهن جو شڪر ادا ڪيو. ۽ مون ڏانهن ئي موٽڻ آهي جملہ ۾ اهو ارشاد آهي ته جيڪڏهن شڪر ڪندين ته جزا ڏيندو سانءِ ۽ جيڪڏهن بي شڪري ڪندي ته سزا ڏيندو سانءِ (٢) "وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا" ۽ جيڪڏهن توکي هن ڳالهه تي ڪوشش ڪن جو مون سان ان کي شريڪ ڪرين جنهن جو توکي ڪو علم ناهي ته پوءِ انهن جي فرمانبرداري نه ڪر. يعني قرآن ڪريم ۾ والدين جي اطاعت جو جيڪو ڪيترا ڀيرا حڪم ٿيو آهي ان جو مطلب اهو ناهي ته جيڪڏهن اهي توکي مشرڪ رهڻ لاءِ ڪوشش ڪن ته تون شرڪ ڪر ڪڏهن به ان ڳالهه ۾ انهن جو چوڻ ڪرڻو ناهي الله جي حق کان پوءِ والدين جا حق آهن.

شان نزول

ابوبعلی، طبرانی، ابن مردويه ۽ ابن عساکر ابي عثمان نهدیءَ کان روایت آندي آهي ته حضرت سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه فرمايو ته: هيءَ (مذڪوره) آيت منهنجي متعلق نازل ٿي. مان پنهنجي امان سان گهڻي ڀلائي ڪندڙ (خدمت گذار) هوس جڏهن مان مسلمان ٿيس ته مون کي امان چيو "اي سعد! هي نئين واٽ ڪهڙي ورتي اٿئي جيڪا مان ڏسان پئي" پنهنجو دين ڇڏي ڏي نه ته مان کاتو پيتو بند ڪري ڇڏينديس ۽ ان حال ۾ مري وينديس ته ماڻهو توکي سڻو نه چوندا. مون عرض ڪيو مانس ته: امان ائين نه ڪر مان پنهنجو هي دين ڪڏهن به نه ڇڏيندس پوءِ به ڏينهن ۽ ٻه راتيون نه کاڌائين ۽ تمام گهڻي تڪليف ۾ اچي وئي مون کيس ان حال ۾ ڏسي چيو ته: جيڪڏهن توکي سو (١٠٠) ساههجن ۽ هڪ هڪ ٿي نڪرندو وڃي ته به مان پنهنجو دين ڪڏهن به نه ڇڏيندس تنهنجي مرضي آهي کائين ته ڪا به کائين

تہ نہ کاءِ جڏهن اها حالت ڏٺائين ته پوءِ کائڻ شروع ڪيائين ۽ مذڪوره آيت نازل ٿي. (١) ”وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا“ ۽ انهن سان دنيا ۾ چڱائيءَ سان وقت گذار هجڻ ته ائين ڪپي ها ته مشرڪن والدين کي بالڪل ڇڏي ڏجي ها پر اسلام جي تعليمات تان قربان ويڃي جو انهن جي مشرڪ بنجڻ واري قول کي نه مڃيندي انهن سان باقي هر طرح سهڻو سلوڪ رکڻ جو ارشاد ٿي رهيو آهي بيمار هجن ته انهن جو علاج ڪرايو، مسڪين محتاج هجن ته انهن کي مالي مدد سان سات ڏيو هر حالت ۾ انهن جو ادب ۽ احترام ملحوظ رکيو انهن جي طرفان زيادتين جي باوجود اوهان جي طرفان ڪنهن به قسم جي ڪوتاهي نه هجڻ گهرجي. ”وَاتَّبَعَ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ“ ۽ ان جي واٽ جي اتباع ڪر جيڪو مون ڏانهن موٽيو. سيدنا ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته ”مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ“ (جيڪو مون ڏانهن موٽيو) مان مراد حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه آهي جڏهن اهو مسلمان ٿيو ته ان وٽ حضرت عثمان، حضرت طلحة، حضرت زبير، حضرت سعد بن ابى وقاص ۽ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضي الله عنهم آيا ۽ پڇيائونس ته ”ڇا توهن مرد (حضور عليه الصلوة والسلام) تي ايمان آڻي ان جي تصديق ڪئي آهي؟“ فرمايائين ته ”هائو اوهان به ان تي ايمان آڻيو“ ان کان پوءِ انهن کي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ وٺي آيو ۽ انهن به حضرت ابوبڪر جي ارشاد سان ايمان آندو الله تعاليٰ فرمايو ”ان جي رستي جي اتباع ڪر جنهن مون ڏانهن رجوع فرمايو.“ يعني ابوبڪر صديق رضي الله عنه جي. (٢)

مسئلو

جيڪڏهن ماءُ پيءُ الله جل شانہ جي فرض ڇڏڻ يا مڪروه تحريمي ڪم ڪرڻ جو حڪم ڪن ته انهن جو چوڻ نه مڃبو ڇو ته غير جو چوڻ ڪري الله جل شانہ جو فرمان ڇڏڻ به معنوي شرڪ آهي. نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جو فرمان آهي ته ”لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ“ الله جي بي فرماني ڪري مخلوق جي اطاعت ڪرڻي ناهي اهڙي طرح جيڪڏهن اهي گهڻي ذڪر ڪرڻ، نوافل، ضرورت کان وڌيڪ روزي ڪمائڻ وغيره کان جهلين ته به انهن جي اطاعت واجب ناهي ڇو ته الله تعاليٰ ان جي اتباع جو حڪم ڪيو آهي جنهن الله ڏانهن رجوع ڪيو آهي ۽ مٿيون مذڪور ڳالهيون الله ڏانهن رجوع ڪندڙن جون آهن ۽ ان ۾ ڪو به شڪ ناهي ته اصحاب ڪرام

رضوان الله تعالى عليهم اجمعين والدين جي مرضيء جي خلاف وطن ڇڏي هجرت ڪئي ۽ پنهنجا سر ۽ مال الله جل شانہ جي واٽ ۾ خرچ ڪيا پوءِ والدين جي راضي ڪرڻ لاءِ نفس ۽ شيطان سان جهاد ڪيئن بند ڪبو؟ حاکم عامر بن عبدالله بن زبير رضي الله عنه کان روايت آندي ته حضرت ابوبڪر جي پيءُ حضرت ابو قحافه حضرت ابوبڪر رضي الله عنهما کي چيو ته ”مان ڏسان ٿو ته تون ضعيف ۽ ڪمزور غلامن کي آزاد ڪرين ٿو جيڪڏهن همت پرين غلامن کي آزاد ڪرين ته تنهنجو بچاءُ به ڪن ۽ توکي ڪم ۾ به اچن“ حضرت ابوبڪر عرض ڪيس ته اي منهنجا پيءُ! مان ان ثواب جو ارادو ڪيان ٿو جيڪو مون کي الله تعالى وٽان ملندو (پيو ڪو ارادو ناهي) پوءِ الله جل شانہ سندس شان ۾ ”وَسَيُجَنَّبُهَا“ الآية نازل فرمائي ۽ حضرت ابوبڪر پنهنجي پيءُ جي مرضيءَ جي خلاف پنهنجي اهل و عيال لاءِ ڪجهه به نه رکندڙي چار هزار درهم کڻي سيدنا رسول الله صلي الله عليه وسلم جن سان گڏ هجرت ڪئي هئي. (١) ”ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ“ ان کان بعد مون ڏانهن اوهان جو موٽڻ آهي پوءِ مان اوهان کي ان جي خبر ڏيندس جيڪي اوهان ڪندا هئو. يعني اوهان کي قبرن مان اتي منهنجي دربار ۾ پيش ٿيڻو آهي اوهان جي هر عمل جي مان اوهان کي خبر ڏيندس ڇو ته مون کان ڪجهه به لڪل ناهي ان جي ڪري منهنجي ڪنهن به فرمان جي خلاف ورزي نه ڪيو (٢) ”يُنَبِّئُ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يٰٓاَيُّهَا اللّٰهُ“ اي منهنجا پٽڙا! اها جيڪڏهن هن سرنهن جي داڻي جيتري به هوندي پوءِ پٿر ۾ يا آسمانن يا زمين ۾ هوندي ته به ان کي الله آڻيندو ”اِنَّهَا“ (بيشڪ اها) مان مراد يا نيڪي آهي يا رزق روزي (٢) هتان کان وري حضرت لقمان عليه الرحمة جي نصيحت جو سلسلو شروع ٿئي ٿو. سڀ کان پهريان پاڻ پنهنجي پٽ کي شرڪ کان باز رهڻ جو حڪم ڏنائين ۽ هتي اهو ان کي الله جل شانہ جي محيط علم ۽ ڪامل قدرت جو درس ڏئي رهيو آهي سرنهن يا واريءَ جي ذري جي ڪهڙي وڏي حقيقت آهي؟ اهي ته ويجهي پنڌ تي مس نظر ايندا آهن پر ايتري سٺي شيءِ ڪنهن پٿر جي هيٺان هجي يا ڪو ذرو زمين جي وسعتن ۽ آسمان جي اونهائين ۾ گم ٿئي ڪهڙو انسان آهي جو ان کي هٿ ڪري مخلوق جي لاءِ اهو بالڪل مشڪل ڪم آهي اها يا ان کان به سٺي ڪا به شيءِ ڪٿي به هجي ته الله جل شانہ ان کي پنهنجي دربار ۾ حاضر ڪري سگهي ٿو ”اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ“ بلاشڪ الله نهايت باريڪ بين،

خبر رکندڙ آهي ان کي ٻاهر ڪڍي به سگهي ٿو ان جي هجن واري جاءِ جي خبر رکندڙ به آهي (١) يٰٓيُنَيَّ اَقِمِ الصَّلَاةَ وَامْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ اي منهنجا پٽڙا! نماز قائم ڪر ۽ نيڪيءَ جو امر ڪر ۽ برائيءَ کان روڪ ۽ جيڪا تڪليف توکي پهچي ان تي صبر ڪر بلاشڪ اهو پڪن امرن مان آهي. هتي مومن جي مٿان عائد ٿيندڙ ذميوارين مان ٽي ذميواريون بيان ڪيون ويون آهن. ١: نماز قائم ڪرڻ ان سان انسان پنهنجي ذات جي اوصاف حسنہ کي ڪامل بنائي ٿو. ٢: ٻين جي تربيت ۽ تڪميل اها نيڪيءَ جي لاءِ امر ڪرڻ، براين کان روڪڻ آهي. ٣: پيش ايندڙ تڪليفن جي مٿان صبر ڪرڻ هي به انسان لاءِ اهم ڳالهه آهي پنهنجي نفس تي قابو رکي ان جي اصلاح ڪرڻ ڪو آسان ڪم ڪونهي صبح ۽ شام پنهنجين خواهشن تي ڪنٽرول ڪرڻ ڪو آسان ڪم ناهي نفس جي سرڪشيءَ ۽ غفلت تي ان کي هر وقت تنبيهه ڪرڻ وڏي ڳالهه آهي. اهو پڪن امرن مان آهي عَزَمَ جي تشريح ڪندي علامه راغب اصفهانيءَ لکيو آهي ته العزم والعزيمة عقد القلب على امضاء الامر (٢) يعني ڪنهن ڪم ڪرڻ جي لاءِ دل کي پڪو رکڻ، کي عزم ۽ عزيمة چئبو آهي آيت ۾ ان جملي جو مطلب هي آهي ته مذڪوره احڪام انهن اهم امرن مان آهن جن کي سرانجام ڏيڻ جي لاءِ انسان کي همت ۽ مردانگيءَ جو مظاهرو ڪرڻ گهرجي يا مراد آهي ته هي اهي احڪام آهن جن کي بجا آڻڻ جي لاءِ الله جل شانہ قطعي حڪم ڏنو آهي. وَلَا تَصْعَقْ حَذَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْسِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۽ پنهنجو ڳل ماڻهن جي لاءِ ٿيڙو نه رک ۽ نه زمين ۾ آڪڙ ڪري هل. مَرَحًا جي معنيٰ خوشيءَ مان وڌائي ڪندي هٿ ڪندڙ (٣) يعني تڪبر ڪندي ماڻهن کان منهن نه موڙ تو وٽ غني ۽ فقير ٻئي عزت وارا هجن (٤) ۽ نه زمين ۾ آڪڙ ڪري هل اِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ بلاشڪ الله هر هٿ ڪندڙ، فخر ڪندڙ کي پسند نه ٿو ڪري. آيت جو مقصد تڪبر ۽ غرور کان پاسو ڪرڻ آهي پر غرور جي هڪ شڪل ناهي ان جا متعدد روپ آهن ڪئين لڪل آهن قرآن ڪريم هڪ جملي ۾ سڀني جي نشاندهي ڪري ڇڏي آهي ۽ انهن کان پري رهڻ جو حڪم به ڏنو آهي قرآن پاڪ جي ان جا معيت ۽ اعجاز کي ڏسي وڏا فصيح ۽ بليغ عرب جيڪي ٻوليءَ جي لطافتن کي ڄاڻندا هئا دنگ رهجي ويا ۽ اسلام جا ڪيترا دشمن قرآن ڪريم کي ٻڌي مسلمان ٿيا هئا وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْظُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۽ پنهنجي هلڻ ۾ وڇترو ره ۽ پنهنجو آواز هيٺاهون رک. رفتار ۽

(١) تنوير المقياس ص ٣٤٥- (٢) روح المعاني ص ٨٩- جزء ٢١ جلد ٧ (٣) المفردات

ص ٣٣٧- (٤) تفسير وبيان كلمات القرآن الڪريم ص ٤١٢- (٥) زاد المسير ص ٢٢٢- جلد ٣

گفتار جا آداب بيان ٿي رهيا آهن هلڻ ۾ مناسبت رفتار رکو ۽ ڳالهائڻ ۾ ضرورت کان سواءِ آواز بلند نه ڪيو جو سليم طبع رکندڙن تي ڳرو رهي ”إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصَوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرَةِ“ بلاشڪ گھڻو ناپسند ڪيل آواز گڏھ جي (هينگ جو) آواز آهي. ۽ جهنم وارن جو آواز به اهو ئي هوندو جيڪو گڏھ جو آهي. وهب بن منبه فرمايو آهي ته حضرت لقمان عليه الرحمة حڪمت جا ٻارهن هزار (١٢٠٠٠) باب ڳالهايا هئا جيڪي ماڻهن پنهنجين ڳالهين ۽ فيصلن ۾ داخل ڪري ڇڏيا.

حڪمت جو هڪ واقعو

حضرت لقمان عليه الرحمة کي هڪ ڀيري سندس سردار هڪ ٻڪري ڏني ته اها ڪهي ان مان جيڪي به ڀلا ٽڪرا آهن اهي مون کي آڻي ڏي حضرت لقمان اها ڪهي ان جي زبان ۽ دل کڻي اچي سردار کي ڏنا وري ٻي ٻڪري ڏئي چيائينس ته هيءُ ڪهي هن جا جيڪي به ٻچڙا ٽڪرا آهن اهي کڻي آ. ان اها به ڪهي ان جي به دل ۽ زبان کڻي آيو سردار ان جو سبب پڇيس ته فرمايائين ”جيڪڏهن اهي پليون آهن ته اهڙي ٻي ڪا شيءِ ڀلي ناهي ۽ جيڪڏهن اهي ٻچڙيون آهن ته اهڙي ڪا به شيءِ ٻچڙي ناهي سندس فرمان آهي ته صحت جهڙو مال ناهي ۽ خوشيءَ جهڙي ڪا نعمت ناهي پڇيائونس ته ”برو شخص ڪير آهي؟ فرمايائين ته جنهن کي پرواهه ناهي ته ماڻهو ان کي برو ٿا سمجهن. (١)

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ۱- ”وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ“ (۽ اسان انسان کي سندس والدين جي متعلق حڪم فرمايو آهي) مان واضح ٿيو ته والدين جي خدمت ڪرڻ الهي حڪم جي اطاعت آهي انهن سان نيڪي ڪرڻ انهن جا حق سنڀالي ادا ڪرڻ واجب آهن.

ع ۲- ”فَلَا تَطْغَبْهُمَا“ (پوءِ انهن جي فرمانبرداري نه ڪر. الآية) مان معلوم ٿيو ته والدين جي شڪر گذاري ۽ اطاعت جي فرض هجڻ جي باوجود الهي حڪم جي خلاف انهن جي ڪا به اطاعت ڪرڻي ناهي.

ع ۳- ”وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا“ (۽ انهن ٻنهي سان دنيا ۾ سٺو وقت گذار)

مان واضح ٿيو ته دين جي خلاف انهن جو چوڻ نه مڃڻ جي باوجود دنياوي ڪمن ۾ مثلاً انهن جي جسماني خدمت يا مالي اخراجات وغيره ۾ ڪوتاهي ٿيڻ نه ڏيو بلڪه دنياوي معاملات ۾ انهن سان عام دستور جي مطابق پيش اچو. انهن جي بي ادبي نه ڪيو انهن جي ڳالهه جو اهڙو جواب نه ڏيو جو انهن جي دل آزاري ٿئي.

ع ٤. ”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ“ (پاڻ جي وات جي اتباع ڪر جيڪو مون ڏانهن موٽيو) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي صالحن ٻانهن جي رستي جي اتباع جو الله جل شانہ پاڻ حڪم فرمايو آهي. ان ۾ حضور عليه الصلوة والسلام ۽ سندن اصحاب خصوصاً حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنهم سڀ داخل آهن. (١)

ع ٥. ”يُنَيِّ اِقِمِ الصَّلَاةَ“ (اي منهنجا پٽڙا! نماز قائم ڪر) مان واضح ٿيو ته نماز صرف پڙهڻ جو حڪم ناهي پر قائم ڪرڻ جو حڪم آهي ۽ اهو تڏهن ٿيندو جڏهن ان جا سڀئي احڪام ۽ آداب پوري طرح ادا ڪيا ويندا وقت جي اندر نماز پائبندي سان پڙهڻ سڀ ڪجهه ان ۾ داخل آهي.

ع ٦. ”وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ“ (۽ پنهنجي هلڻ ۾ وچٿرائي رک) مان واضح ٿيو ته گهڻو تڪڙو هلڻ به صحيح ناهي. حديث پاڪ ۾ آهي ته ”هلڻ ۾ گهڻي جلدي ڪرڻ مومن جي رونق کي ضايع ڪندڙ آهي.“ (جامع صغير عن ابي هريره) (٢)

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ

۽ اوهان نه ڏٺو ته بيشڪ الله مطيع ڪيائين اوهان جي لاءِ اهي جو آسمانن ۾ آهن

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً

۽ جيڪي زمين ۾ آهن ۽ ڀرپور ڪيائين اوهان تي پنهنجون نعمتون ظاهري ۽ باطني

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى

۽ ماڻهن مان اهڙا به آهن جيڪي جهڳڙو ٿا ڪن الله (جي باري) ۾ علم کان ۽ هدايت

وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ (٢٠) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا

۽ روشن ڪتاب کان سواءِ ۽ جڏهن چيو وڃي ٿو انهن کي ته تابعداري ڪيو

مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

ان جي جيڪو نازل ڪيو الله ته چيائون بلڪ تابعداري ڪنداسون ان جي جو لتوسون ان تي

اَبَاءُ نَادَاوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ رَالِي عَذَابِ السَّعِيْر (٢١)

پنهجن پيئرن کي جيتوڻيڪ هجي شيطان جو سڏي انهن کي دوزخ جي عذاب ڏانهن

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضرت لقمان عليه الرحمة جي حڪمت ڀرين ٻولين کي بيان ڪندي شروع ۾ ئي ٻڌايو ويو ته ان شرڪ کان منع ڪئي هئي ۽ هتي وري به توحيد جا دلائل ڏئي مشرڪن کي تنبيهه ڪئي وئي آهي. الهي فرمان آهي ”اَلَمْ تَرَ اَنَ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ“ ڇا اوهان نه ڏٺو آهي ته بيشڪ الله اوهان جي لاءِ جيڪي شيون آسمانن ۽ جيڪي شيون زمين ۾ آهن مسخر بنايون آهن؟ يعني الله تعالى آسمان ۾ نظر ايندڙ سج، چنڊ ۽ تارا اوهان جي فائدي لاءِ مسخر ۽ مطيع ڪري ڇڏيا انهن جي روشنيءَ مان رات ڏينهن فائدو وٺو پيا انهن سان ئي سمنڊ ۽ پٽ جي انڌيرن مان رستن جي رهنمائي حاصل ڪيو ته ۽ آسمان کان ڪڪر اچي اوهان تي مينهن وسائين ته جنهن مان اوهان انسان ۽ ٻيا حيوان، اوهان جي غذا بنجن واريون پوکون ۽ زمين ۾ رهندڙ جيت وڻ پاڻي پين ته ان پاڻيءَ مان ئي حوض ۽ تلاءُ ڀرجن ته بلڪ زمين ۾ اندر هوندڙ پاڻي به ان جي ڪري گڏ ٿئي ته ۽ زمين ۾ جيڪي شيون آهن غور ۽ فڪر ڪرڻ سان اهي به انسانن جي فائدي لاءِ پيدا ڪيل آهن. ”وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً“ ۽ اوهان تي ظاهري ۽ باطني نعمتون ڀريور انداز ۾ ڪرڻ فرمايائين. مطلب ته ظاهري مذڪور نعمتون ته ڪيائين پر باطني نعمتون به ڪيائين جو انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام موڪليائين، ڪتاب نازل فرمايائين ۽ انهن جي ذريعي شڪوڪ ۽ شبهات دور ڪيائين روايت آهي ته سيدنا عبدالله بن عباس رضي الله عنهما نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کان هن آيت جي وضاحت طلب ڪئي ته پاڻ فرمايائون ”ظاهري نعمتون اسلام ۽ سهڻا اخلاق آهن ۽ باطني نعمتون هي آهن جو برا عمل ڏيکي ڇڏيائين“ ۽ بعض بزرگن فرمايو ته ”ظاهري نعمتون صحت ۽ ڪامل اخلاق آهن ۽ باطني نعمتون معرفت ۽ عقل آهن“ (١) مطلب ته ڪائنات جي هر شيءِ بلاواسطي يا بالواسطه انسان جي خدمت ۾ لڳل آهي جيڪو سندس اشرف الخلق هجڻ جو دليل آهي (٢) ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ“ ۽ ماڻهن مان ڪي اهڙا آهن جيڪي علم، هدايت ۽ روشن ڪتاب کان سواءِ الله جي باري ۾ جهيڙو ڪن ٿا.

شان نزول

مفسرن پيارن عليهم الرحمة لڪيو آهي ته: هيءَ آيت نضر بن حارث ۽ امية بن خلف جي متعلق نازل ٿي جيڪي نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام سان الله جل شانہ جي ذات ۽ صفات جي متعلق هر ويرو بحث ڪندا ۽ دليل ٻڌڻ جي باوجود نہ مڃڻ تي ضد ڪري بيھندا هئا (۱) مطلب ته انھن ڪافرن وٽ نہ ڪو روشن ڪتاب آھي نہ ڪو عقلي يا نقلي دليل آھي هر ويرو الله جل شانہ جي ذات ۽ صفات جي متعلق بحث ڪن ٿا. ”وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۖ وَجَدْنَاهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ ۚ وَمَا نَجِدُكَ بِنَبِيٍّ ۖ وَمَا نَجِدُكَ بِمُتَّبِعٍ ۚ وَلَوْ أَنَّا رَأَيْنَا أَكْثَرَ آيَاتِكَ لَبُذِّقْنَا ۖ أَفَلَا تُحْشَدُونَ“ (۲) انھن کي چيو ٿو وڃي ته ان جي اتباع ڪيو جيڪو الله نازل ڪيو آھي ته چون ٿا اسين ته ان جي اتباع ڪنداسون جنھن تي اسان پنھنجن پيڙن کي لڌو آھي. مطلب ته انھن بحث ۽ اجايو جھيڙو ڪندڙن کي چئجي ٿو ته جيڪو قرآن واضح ۽ نور مبين الله جل شانہ پنھنجي نبي عليه الصلوة والسلام تي نازل فرمايو آھي ان جي اتباع ڪيو ته انڪار ڪندي چون ٿا اسين ته ان واٽ تي هلنداسون جنھن تي اسان پنھنجن ابن ڏاڏن کي ڏٺو آھي اھي بتن جي عبادت ڪندا هئا اسين به انھن جي عبادت ڪيون پيا ۽ ڪندار هنداسون. ”أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ“ جيتوڻيڪ شيطان انھن کي جھنم جي باھ ڏانھن سڏي رھيو هجي. هي استفهام انڪار ۽ تعجب جو آھي مطلب ته ڇا جيڪو ڪم عقل کان نہايت پري هجي ان کي نہ ڇڏيندا ڀلي شيطان کين جھنم جي عذاب ڏانھن ڇڪيندو هجي ته به اوڏانھن ويندا؟ (۲)

جواب

تسخير جي اصل معنيٰ ڪنهن شيءِ کي زبردستي ڪنهن خاص ڪم ۾ لڳائڻ ۽ ان تي مجبور ڪرڻ آهي. آسمان ۽ زمين جي سڀني شين کي انسان لاءِ مسخر ڪرڻ جو مطلب هي آهي ته انهن سڀني شين کي انسان جي خدمت ۽ ان کي نفعي پهچائڻ جي ديوتيءَ ۾ لڳايو ويو آهي انهن مان ڪيتريون شيون ته اهڙيون آهن جيڪي انسان جي زير حڪم هلن ٿيون ۽ ڪي اهڙيون شيون آهن جيڪي انسان جي خدمت ۾ مشغول هجڻ جي باوجود ان جي زير حڪم ناهن پر ان ۾ به رباني حڪمت رکيل آهي جيئن آسماني مخلوق، سيارات، برق ۽ برسات وغيره ڇو ته جيڪڏهن انهن کي انسان جي حڪم هيٺان رکيو وڃي ها ته انسانن جي مختلف طبيعتن ۽ حالات جي ڪري انهن تي اثر پوي ها هڪ انسان چوي ها ته سج جلد اڀري پئي جي ضرورت ان جي دير سان اڀرڻ جي ڪري پوري ٿئي ها هڪڙو برسات گهري ها ته ٻيو کليل ميدان ۾ هجڻ جي ڪري چوي ها ته برسات نه وسي اهي متضاد تقاضا آهن آسماني ڪائنات جي عمل ۾ تضاد ۽ خلل پيدا ڪن ها ان جي ڪري الله جل شانہ انهن سڀني شين کي انسان جي خدمت ۾ نه رکيو پر انهن سڀني تي کيس آرڊر هلائڻ جو پاور نه ڏنائين.

ع ٢. وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (۽ اوهان تي پنهنجون ظاهري ۽ باطني نعمتون ڀرپور ڪيائين) مان واضح ٿيو ته انسان جيڪي پنهنجي حواس خمسہ سان ظاهري نعمتون محسوس ڪري ٿو مثلاً صورت جو حسن، عضون جو اعتدال ۽ تناسب جيڪو ان جي عضون لاءِ زياده کان زياده مددگار هجڻ سان گڏ ان جي شڪل ۽ صورت کي خراب ٿيڻ کان بچائي، رزق، دولت، معاشي اسباب تندرستي، دين اسلام کي آسان ڪرڻ، الله جل شانہ ۽ ان جي حبيب عليه الصلوٰة والسلام جي اطاعت جي توفيق ملڻ، اسلام جو ٻين دينن تي غالب ٿيڻ، دشمنن جي مقابلي ۾ مسلمانن جي مدد ڪرڻ وغيره ۽ باطني نعمتون جن جو تعلق قلب سان آهي مثلاً ايمان، الله جي معرفت، علم، عقل سهڻا اخلاق، گناهن جي پرده پوشي ۽ انهن تي فورا سزا نه ڏيڻ وغيره.

ع ٣. وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا آلَايَةَ (۽ جڏهن انهن کي الله جي نازل ڪيل ڪتاب جي اتباع لاءِ چئجي ٿو ته انڪار ڪندي چون ٿا ته اسين پنهنجن ابن ڏاڏن جي وات جي اتباع ڪيون پيا ۽ ڪنداسين) مان واضح ٿيو ته ڪافرن والدين جي ڪفر جي اتباع ڪرڻ به ڪفر آهي ان مان مسلمانن والدين جي يا مجتهدن امانن جي قرآن ۽ حديث مان تحقيق ڪيل مسئلن جي اتباع مراد ناهي.

وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ

۽ جيڪو جهڪائي ٿو پنهنجو منهن الله ڏانهن ۽ اهو نڪو ڪار آهي پوءِ تحقيق چنڊيو

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۖ وَإِلَى اللَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (٢٢) وَمَنْ كَفَرَ

مضبوط ڪڙي سان ۽ الله ڏانهن ئي سڀني ڪمن جي انتها آهي ۽ جنهن ڪفر ڪيو

فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ ۖ إِنَّا مَرْجِعُهُمْ

پوءِ نه ڏکڻي توکي ان جو ڪفر اسان ڏانهن انهن جو موٽڻ آهي پوءِ خبر ڏينداسون انهن کي

بِمَا عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (٢٣) نُمَتِّعُهُمْ

انهن ڪمن جي جيڪي ڪيائون بيشڪ الله ڄاڻندڙ آهي سڀني واريون ڳالهيون نفعو ڏيون ٿا

فَقَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ (٢٤) وَلَئِنْ

انهن کي ٿورو ان کان پوءِ مجبور ڪري آڻينداسون انهن کي سخت عذاب ڏانهن ۽ البت جيڪڏهن

سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ قُلْ

پڇيندين انهن کان ته ڪنهن پيدا ڪيا آسمان ۽ زمين ته البت ضرور چوندا الله فرمائي ته سڀ

الْحَمْدُ لِلَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٢٥) لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ

ساراهه الله جي لاءِ ثابت آهي بلڪ گهڻا انهن مان نه ٿا ڄاڻن الله جو ئي آهي جيڪو آسمان ۾

وَالْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (٢٦)

۽ زمين ۾ آهي بيشڪ الله ئي شاهوڪار، ساراهه ڪيل آهي.

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي شان ۾ جھيڙي ڪندڙ ڪافر جو حال بيان ٿيو ۽

هتي الله جي فرمانبردار ٻانهي جي حال کي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَمَنْ

يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ“ ۽ جيڪو پنهنجو منهن

الله ڏانهن جهڪائي ٿو ۽ اهو نڪو ڪار آهي ته پوءِ نهايت مضبوط ڪڙي سان

چنڊيو، يعني جنهن اخلاص سان نيڪيءَ جو رستو اختيار ڪيو ۽ پنهنجي پاڻ کي الله

جل شانہ جي حوالي ڪري ڇڏيو ته يقيناً ان هڪ مضبوط ڪڙي کي هٿ ۾ ورتو

جيستائين ان کي مضبوطيءَ سان وٺيو ويٺو هوندو ته ان کي ڪرڻ جو ڪو انديشو نه هوندو. ”الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى“ مضبوط ڪڙي مان ڇا مراد آهي؟ مفسر ابن جرير لکيو آهي ته ان مان مراد ”لا اله الا الله“ آهي (١) ۽ صوفياءَ ڪرام فرمايو آهي ته حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جن مضبوط ڪڙو آهن جنهن سندن دامن کي مضبوطيءَ سان ورتو اهو بلنديءَ تي پهچندو. (٢) ”وَاللّٰهُ عَاقِبَةُ الْأُمُور“ ۽ الله ڏانهن ئي سڀني ڪمن جي نهايت آهي. يعني سڀني ڪمن جي انتها ان جي قدرتي هٿ ۾ آهي ۽ ڪن مانهن ڦيرائي ٻين کي ان جو شريڪ بنائڻ ڪهڙي عقلمندي آهي؟ ”وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنكَ كُفْرُكَ“ ۽ جنهن ڪفر ڪيو پوءِ اوهان کي ان جو ڪفر غمگين نه بنائي. هن جملي ۾ الله جل شانہ پنهنجي پياري حبيب عليه الصلوة والسلام کي تسلي ڏيندي فرمايو ته: ڪافرن جي ڪفر کي ڏسي اوهان غمگين نه ٿيو. ”إِنَّا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا“ اسان ڏانهن ئي انهن جو موٽڻ آهي اسين انهن کي سندن ڪيلن عملن جي خبر ڏينداسون. يعني قيامت جي ڏينهن اهي اسان وٽ پيش ٿيندا اسين سندن ٻرن عملن جي کين اهڙي خبر ڏينداسون جو انڪار ڪرڻ جي گنجائش نه رهندي. ”إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ“ بلاشڪ الله سڀني واريون ڳالهيون ڄاڻندڙ آهي. انهن کي سندن ٻرن عملن جي سزا ڏيندو ڇو ته ان کان ڪا به ڳالهه لڪل ناهي. (٣) ”نُتَبِّئُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ“ انهن کي ٿورو نفعو وٺڻ ڏينداسون ان کان بعد انهن کي مجبور ڪري سخت عذاب ڏانهن آڻينداسون. يعني انهن کي دنيا ۾ ٿوري مهلت ڏينداسون ان جي سينگار سان نفعو وٺندا ان کان بعد کين مجبور ڪري سخت ۽ دردناڪ عذاب جي اندر هڻي ڇڏينداسون. ”وَلَّيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ“ ۽ البت جيڪڏهن اوهان انهن کان پڇندو ته آسمان ۽ زمين ڪنهن پيدا ڪيا آهن ته البت ضرور چوندا الله (پيدا ڪيا آهن) يعني اي پيارا حبيب (عليڪ الصلوة والسلام) جيڪڏهن اوهان انهن ڪافرن کان پڇندو ته آسمان ۽ زمين ڪنهن پيدا ڪيا آهن ته چوندا الله پيدا ڪيا آهن. ڇو ته الله جل شانہ جو خالق هجڻ اهڙو واضح امر آهي جنهن جو اهي مشرڪ به انڪار ڪري نه ٿا سگهن. ”قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ“ فرماءِ ته سڀ ساراهه الله جي لاءِ ثابت آهي جنهن جي ڪرم سان ڪافرن جو ڪوڙو هجڻ ۽ اوهان جو سچو هجڻ واضح ۽ روشن آهي. ”بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“ بلڪ انهن مان گهڻا نه ٿا ڄاڻن يعني انهن مان گهڻن کي خبر ئي ناهي ته حمد جو لائق ڪير آهي ۽ ڪنهن جو

(١) جامع البيان ص ٥٠ - جزء ٢١ جلد ١٠ (٢) نورالعرفان ص ٦٥٩ - (٣) المراغي

ص ٩١ - جزء ٢١ جلد ٧

شڪر ڪجي؟ ”لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ“ الله جو ئي آهي جيڪو به آسمانن ۽ زمين ۾ آهي بلاشڪ الله ئي شاهوڪار، ساراهيل آهي يعني جيڪا به شيءِ آسمانن ۽ زمين ۾ آهي اها خلقت، ملڪيت ۽ تصرف جي لحاظ سان الله جي آهي ان کان سواءِ ڪير به ان جو حقيقي مالڪ، خالق ۽ ان ۾ تصرف ڪندڙ ناهي ۽ جڏهن سڀ ڪجهه ان جو آهي ته عبادت جو حقدار به اهو ئي آهي ۽ اهو غني آهي ان کي ڪنهن جي عبادت جي پرواهه ناهي ۽ اهو پنهنجن پانهن تي نعمتن ڪرڻ جي ڪري حمد ڪيل ۽ ساراهيل آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع۱- ”وَمَنْ يُسَلِّمْ وَجْهَهُ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ“ (۽ جيڪو پنهنجي جيءَ کي الله ڏانهن ان حال ۾ جهڪائي ٿو جو اهو محسن آهي) مان واضح ٿيو ته مومن مسلمان کي پنهنجو جسم ۽ روح، قلب ۽ قالب الله جل شانہ جي حوالي ڪرڻ ضروري آهي علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته جيئن تسليم مان مراد تفويض آهي تيئن اسلام مان به هتي مراد تفويض (حوالي ڪري ڇڏڻ) آهي پر ان جي لاءِ صرف زبان سان چوڻ ڪافي ناهي ته سچي ۽ ڪوڙي جي خبر نه پوندي ان جي ڪري هتي ”وَهُوَ مُحْسِنٌ“ به ارشاد ٿيو آهي مطلب ته زبان سان چوڻ ته منهن جا سڀ اعمال الله جل شانہ جي لاءِ آهن سان گڏ سهڻن عملن سان ان قول جي صداقت به ثابت ڪري جنهن ۾ ٻئي ڳالهيون موجود هونديون ته انهيءَ اهڙي ڪڙي کي مضبوطيءَ سان ورتو جيڪو ٿڌڻ وارو ناهي. (۱)

ع۲- ”تَمَتَّعْتُمْ قَلِيلاً“ (اسين انهن کي ٿورو نفعو ڏيون ٿا) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ دشمن کي به ٿوري دير، مهلت ۽ دنيوي نفعو وٺڻ جي فرصت ڏيندو آهي ان ۾ هڪ حڪمت هيءَ به هوندي آهي ته: ممڪن آهي اهو سمجهي ۽ الله جل شانہ ڏانهن رجوع ڪري. ۽ ان مان اهو به ظاهر ٿيو ته دنيوي زندگي ڪيتري به وڏي هجي ٿوري آهي جيئن هڪ جاءِ تي فرمان مبارڪ آهي ”قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ“ (فرمائ ته دنيا جو سامان ٿورڙو آهي).

ع۳- ”قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ“ (فرمائ ته سڀ ساراهه الله جي لاءِ ثابت آهي) مان واضح ٿيو ته مخالف کي دليل ۽ حجت ڏئي خاموش ڪرائڻ به الله جل شانہ جي نعمت ۽

مهرباني آهي ان تي ائين الله جو حمد ڪرڻ ۽ شڪر ڪرڻ گهرجي جيئن ٻين نعمتن تي ڪبو آهي.

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ

۽ جيڪڏهن تحقيق جيڪي زمين ۾ وڻ آهن قلم هجن ۽ سمنڊ ان جي مس هجن ها ان کان بعد ست

أَبْحُرٍ مَا نَفَذْتُ كَلِمَتُ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (٢٧) مَا خَلَقَكُمْ

سمنڊ ته نه کتن ها الله جا فرمان بلاشڪ الله غالب، حڪمت وارو آهي اوهان جو پيدا ڪرڻ

وَلَا بَعَثَكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةً ط إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (٢٨) أَلَمْ تَرَ

۽ اوهان جو اٿڻ مگر هڪ نفس وانگر بلاشڪ الله ٻڌندڙ ڏسندڙ آهي ڇا اوهان نه ڏٺو ته

أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ

بلاشڪ الله داخل ڪري ٿو رات کي ڏينهن ۾ ۽ داخل ڪري ٿو ڏينهن کي رات ۾

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ

۽ مطيع ڪيائين سج ۽ چنڊ کي سڀ هلن ٿا مقرر ڪيل مدت تائين ۽ بلاشڪ الله جيڪي ڪيو ٿا

بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرٌ (٢٩) ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

ان جي خبر رکندڙ آهي اهو ان جي ڪري جو يقيناً الله ئي حق آهي ۽ بلاشڪ جن کي ان کان سواءِ

الْبَاطِلُ لَا وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (٣٠)

پوڄين ٿا باطل آهي ۽ بلاشڪ الله ئي مٿاهون، وڏو آهي

تفسير

مذڪوره آيتن ۾ بيان ڪيو ويو ته جيڪو ڪجهه آسمانن ۽ زمين ۾ آهي سڀ الله جل شانہ جي ملڪيت آهي ۽ اهو هر شيءِ کان غني ۽ ساراهه ڪيل آهي ۽ هتي ان جي ڪلمات ۽ فرمانن جو اڻ ڪٽ هجڻ بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفَذْتُ كَلِمَتُ اللَّهِ“ ۽ جيڪڏهن زمين ۾ موجود سڀئي وڻ قلم هجن ۽ سمنڊ ان جي مس هجي ان سان ستن ٻين سمنڊن کي مس بنائي ملايو وڃي ۽ انهن سان الله جا ڪلمات لکيا وڃن ته به اهي نه ڪٽندا.

شان نزول

ابن اسحاق عطاء بن يسار کان ۽ ابن اسحاق، ابن جرير ۽ ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضي الله عنهم کان روایت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن تي مکه (مکرمه) ۾ آيت ”وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا“ (۱) اوهان علم مان ٿورو عطا ڪيا ويا آهيو.) نازل ٿي ۽ جڏهن پاڻ هجرت ڪري مدينه منوره ۾ تشریف فرما ٿيا ته سندن خدمت ۾ يهودين جا مذهبي اڳواڻ حاضر ٿيا ۽ پڇيائون ته اسان وٽ اوهان جي طرفان هي آيت ”مَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا“ پهتي آهي. ان مان مراد ڪير آهي؟ ڇا اها اسان لاءِ آهي يا اوهان جي قوم لاءِ به؟ پاڻ فرمايائون ته سڀ ان ۾ داخل آهن. انهن پڇيو ته ڇا اوهان تي نازل ڪيل قرآن ڪريم ۾ اهو ناهي ته توراۃ ۾ هر شيءِ جو بيان آهي؟ پاڻ فرمايائون ته اهو به الله جي علم ۾ ٿورو آهي انهيءَ موضوع تي هيءَ آيت نازل ٿي. (۱) مطلب هي آهي ته الله جل شانہ جا ڪلمات ايترا آهن جو جيڪڏهن زمين ۾ موجود وڻن کي قلم بنائي سمنڊ کي مس بنائي ان سان گڏ ست سمنڊ پيا به مس بنائي لکيا وڃن ته اهي مس جا سمنڊ کڻي ويندا الله جا ڪلمات نه ڪندا.

ڪلمات الله مان مراد ڇا آهي؟

علامه مظهري لکيو آهي ته ان مان مراد الله جل شانہ جي معلومات آهي جيڪا غير متناهي هجڻ جي ڪري ڪٿڻ واري ناهي ان جي ڪري جمع قلت جو صيغو آندو ويو آهي ڪثرت جو جمع نه آندو ويو. ڇو ته جڏهن اهي مس جا سمنڊ قليل کي نه ٿا پورا پون ته ڪثير کي ڪٿان پورا پوندا (۲) ۽ ان ۾ قدرتي شان ۽ الهي نعمتون به داخل آهن ۽ ستن سمنڊن جو مطلب اهو ناهي ته ست سمنڊ ڪٿي موجود آهن بلڪ مطلب هي آهي ته جيڪڏهن بالفرض ست سمنڊ ملي وڃن ته به انهن سڀني سان ڪلمات الله لکي پورا نه ڪيا ويندا. ۽ ستن جو تعداد به حصر لاءِ ناهي (۳) ”إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ“ بلاشڪ الله غالب، حڪمت وارو آهي حڪيم علم جي ڪمال وارو آهي جنهن جي معلومات جي نهايت ناهي (۴) ”مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْصِيكُمْ إِلَّا كَفْئِسٌ وَاحِدَةٌ“ اوهان جو پيدا ڪرڻ ۽ اوهان جو (قبرن مان) اٿڻ صرف هڪ نفس وانگر آهي ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته قيامت جي انڪار ڪندڙن کي هيءَ ڳالهه سمجه ۾ نه ٿي آئي ته تعداد

(۱) الدر المنثور ص ۵۲۶هـ جلد ۶ المظهري ص ۲۷۵هـ جلد ۷ (۲) ساڳيو حوالو (۳)

معارف القرآن ص ۴۸هـ جلد ۷ (۴) البحر المحیط ص ۱۹۲هـ جلد ۷

کان مٿي انسان هزارين لکين سالن گذرڻ کان پوءِ هڪدم جيئرا تي قبرن مان کيئن
 اٿندا؟ انهن جي ان غلط فهميءَ جو هتي ازالو ڪيو ويو آهي ته انهن وفات ڪري ويلن
 کي اٿارڻ وارو اسان ۽ اوهان جهڙو انسان ناهي جنهن جو علم به ناقص ۽ قدرت به اڻ
 پوري هجي بلڪ وفات ڪري ويلن کي زنده ڪرڻ وارو الله جل شانہ آهي جنهن جو
 علم هر ننڍي ۽ وڏي شيءِ کي محيط آهي ۽ جنهن جي قدرت جي اڳيان ڪا به شيءِ
 محال ناهي ان جي لاءِ سڀني کي پيدا ڪرڻ ۽ قبرن مان اٿارڻ ائين آسان آهي جيئن
 هڪ وجود کي پيدا ڪرڻ ۽ قبرن مان اٿارڻ ”اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ“ بلاشڪ الله ٻڌندڙ،
 ڏسندڙ آهي پوءِ جيئن سڀني سائن جا آواز ۽ مختلف ٻوليون ٻڌي ٿو ۽ اهي ان کي
 منجهائي نه ٿا سگهن ۽ ساري ڪائنات کي ڏسندڙ آهي ڪا به شيءِ ان کان مخفي
 ناهي تيئن قبرن مان اٿارڻ به ان لاءِ نه ٿيڻ جهڙي ڳالهه ناهي ”اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُولِجُ اللَّيْلَ
 فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ“ ڇا تون نه ڏٺو ته بلاشڪ الله رات کي ڏينهن ۾ ۽
 ڏينهن کي رات ۾ داخل ٿو ڪري يعني اي ڏسندڙ! ڇا تون پنهنجين اکين سان نه ڏٺو
 آهي الله جل شانہ موسمن جي نظام کي برقرار رکڻ جي لاءِ رات جون گهڙيون
 گهٽائي ڏينهن وڌائي ٿو ۽ ڪڏهن ڏينهن جون گهڙيون گهٽائي رات وڌائي ٿو جيئن
 هر ڪو سياري ۽ اونھاري ۾ ڏسي رهيو آهي ”وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي اِلَىٰ اَجَلٍ
 مُّسَمًّى“ ۽ سج ۽ چنڊ مطيع ڪيائين سڀئي مقرر مدت تائين هلن ٿا. يعني ماڻهن جي
 نفعي ۽ مصلحت جي لاءِ سج ۽ چنڊ کي مقرر مدت تي هلايو اٿس جڏهن قيامت ايندي
 ته اهي بي نور ڪيا ويندا ”وَاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ“ ۽ بلاشڪ الله ان جي خبر رکندڙ
 آهي جيڪي ڪيو ٿا. يعني اوهان جا ڀلا توڙي برا اعمال سڀ ڄاڻي ٿو سڀني جي ان
 کي خبر آهي ”ذَٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ“ اهو ان جي ڪري
 جو بلاشڪ الله ئي حق آهي ۽ بلاشڪ جن جي ان کان سواءِ پوڄا ڪن ٿا اهو باطل
 آهي. يعني ان جي علم جي ڪشادگي ۽ هر شيءِ کي ان جي قدرت جو شامل هجڻ
 سندس صنعت جا عجائب ان جي ڪري آهن جو اهو ئي حق، واجب الوجود آهي ان
 جي لاءِ سڀئي ڪمالات ۽ الوهيت ثابت آهي ۽ ان کان سواءِ جن بتن ۽ ٻين شين جي
 عبادت ڪن ٿا اهي باطل معدوم آهن انهن جي الوهيت جي دعويٰ باطل آهي ”وَاَنَّ اللّٰهَ
 هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ“ ۽ بلاشڪ الله ئي مٿاهون، وڏو آهي شان ۾ مٿاهون، هر شيءِ تي
 تسلط رکندڙ آهي ان جي لاءِ ئي وڌائي ۽ ڪريائي آهي ۽ جنهن جو اهو شان آهي ان
 جو علم ۽ قدرت سڀني شين کي شامل آهي. (۱)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ۱- ”وَلَوْ أَنَّ مَافِي الْأَرْضِ“ کان ”عَزِيزٌ حَكِيمٌ“ تائين آيت مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جا ڪلمات ان ڪت آهن دنيا جي وٽن کي قلم بنائي سمنڊ سان ٻيا سمنڊ گڏي مس بنائي لکڻ سان به نه ڪٽندا ڇو ته اهي سڀ شيون متناهي آهن الله جا ڪلمات غير متناهي آهن.

ع ۲- ”الْمَرْءُ لِرَأْسِ اللَّهِ“ کان ”خَبِيرٌ“ تائين آيت ۾ غور ڪرڻ سان واضح ٿيو ته الله جي قدرت جا مظاهر، ان جو علم، رحمت ۽ حڪمت سندس توحيد جا ثابت ڪندڙ ۽ شرڪ کي رد ڪندڙ آهن.

الْمَرْءُ تَرَأَى أَنْ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللَّهِ لِيُرِيَكُمْ

ڇا تون نه ڏٺو ته بيشڪ پيڙيون هلن ٿيون سمنڊ ۾ الله جي فضل سان تانت اوھان کي ڏيکاري

مِّنْ آيَاتِهِ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (۳۱)

پنھنجن نشانين مان بيشڪ ان ۾ البت نشانين آهن هر صبر ڪندڙ، شڪر ڪندڙ لاءِ

وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

۽ جڏهن ڍڪيو انهن کي چوليءَ جبلن وانگر ته سڏين ٿا الله کي سڄو ڪندڙ ان لاءِ دين کي

فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ

پوءِ جڏهن ڇڏائي آندائين انهن کي سڪيءَ ڏانهن پوءِ انهن مان ڪو وڃڻو آهي

وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ (۳۲)

۽ نه ٿو انڪار ڪري اسان جي آيتن جو مگر هر ڪوڙ هٿندڙ بي شڪر

تفسير

جيئن اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي قدرت جا دليل ڏنا ويا ٿيئن هتي به دليل

پيش ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”الْمَرْءُ تَرَأَى أَنْ الْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللَّهِ لِيُرِيَكُمْ

مِّنْ آيَاتِهِ“ ڇا تون نه ڏٺو ته بيشڪ پيڙيون هلن ٿيون سمنڊ سان تانت اوھان کي

پنهنجين آيتن مان ڏيکاري، مطلب ته اوهان ڏسو نه ٿا ته سمنڊ ۾ الله جل شانہ جي فضل سان پيڙيون ڪيئن هلي رهيون آهن ۽ بحري جهاز ڪيڏو سامان کڻي هڪ بندرگاهه کان ٻئي بندرگاهه تي پچائين پيا اهو سڀ ڪجهه ان جو ڪرم آهي ۽ اهي ان جي ڪامل قدرت جون نشانيون آهن ”ان في ذلک لآيت لکّل صبار شکور“ بلاشڪ ان ۾ هر صبر ڪندڙ، شڪر ڪندڙ جي لاءِ (قدرتي) نشانيون آهن يعني اهي سمنڊ جون وسعتون، ان جون اونهايون، ان ۾ جبلن وانگر اتندڙ ڇوليون، وڪ وڪ تي ويرون ۽ ان ۾ هڪ ٻيڙي پنهنجي مٿان ڪيئن سوار انسان کنيو پئي هلي، بحري جهاز ۽ ٻيڙا هزارين فن سامان جا کنيو هلن پيا اهو سڀ ڪجهه الله جل شانہ جي قدرت جو ڪمال ناهي؟ سمنڊ ۾ قدرت خداوندي جي نشانين جي بازار لڳل آهي ۽ ان جي هڪ هڪ ڦڙي ۾ لاءِ ڇا راز رکيل آهن برا نهن قدرتي جلون ڪي صرف انهن همت وارن ماڻهن جون اکيون ملاحظو ڪن ٿيون جيڪي صبر جي صفت سان متصف غور و فکر جا عادي آهن انهن جي مزاج ۾ انهن الهي نعمتن ملڻ تي شڪر جو جذبو به گهڻو آهي. ”وَاذْغِشْهُمْ مَوْجٌ كَاطْلَلٍ دَعَاَ اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“ جڏهن انهن کي جبلن وانگر ڇوليون ڏيکين ٿيون ته الله کي ان جي لاءِ دين خالص ڪندڙ ٿي سڏين ٿا. اڳ ۾ بيان ٿيو ته دلائل ۽ شواهد جي روشنيءَ ۾ هڪ الله جل شانہ ئي سچو معبود آهي هتي ٻڌايو ٿو وڃي ته جڏهن سمنڊ جون ڇوليون ماڻهن کي گهيري ۾ رکن ٿيون ته ڪتر ڪافر ۽ مشرڪ به الله کي نهايت عقيدت ۽ عاجزيءَ سان سڏيندا آهن جنهن مان ثابت ٿيو ته اهوئي انسان جي ضمير فطرت جو آواز آهي باقي سڀ افتراءِ ۽ ڪوڙ آهي ”فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمَنْهُمْ مَّقْتَصِدٌ“ پوءِ جڏهن انهن کي ڇڏائي سڪيءَ تي آڻي ٿو ته انهن مان ڪو وڃندو آهي. مقتصد جي معنيٰ مومن، موحد بعضي مفسرن لکيو آهي ته: سيدنا رسوالله صلي الله عليه وسلم جن مڪه مڪرمه کي فتح ڪرڻ واري ڏينهن چئن چئن کان سواءِ باقي سڀني جي لاءِ امن ڏيڻ جو اعلان ڪرايو ۽ ۱: عڪرمه بن ابي جهل ۲: عبدالله بن خطل ۳: مقيس بن سبابه ۴: عبدالله بن سعد بن ابي سرح چئن چئن لاءِ فرمايائون ته انهن کي ڪٿي بيت الله شريف جي غلاف مبارڪ ۾ چنبڙيل ڏسو ته به قتل ڪيو عڪرمه بن ابي جهل اهو اعلان ٻڌي ڀڄي سمنڊ جي هڪ ٻيڙيءَ ۾ اچي چڙهيو ۽ ٻيڙي هلي ته هڪ سخت طوفان سندن ٻيڙيءَ کي گهيري ۾ ڪري ورتو ٻيڙي وارن کين چيو ته هڪ الله جل شانہ کي اخلاص سان سڏيو نه ته ٻڌي ويندو باطل معبود هينئر ڪم نه ايندا. عڪرمه چيو ته جيڪڏهن مون کي هن سامونڊي طوفان مان الله

ڀڄايو ته سڪيءَ تي به ان کان

سواء مون کي ڪو بچائي نه سگهندو ۽ دعا گهريائين ته ”اللَّهُمَّ إِنَّ لَكَ عَلَيَّ عَهْدًا إِنَّ
 أَنْتَ عَافَيْتَنِي وَمَا أَنَا فِيهِ أَنَا آتِي مُحَمَّدًا. (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) حَتَّى أَضَعَ يَدِي فِي يَدِهِ
 فَلَا جِدَّةَ عَقْوًا كَرِيمًا“ (اي منهنجا الله! توهان منهنجو هي پڪو عهد آهي ته جيڪڏهن
 مون کي مصيبت کان جنهن ۾ مان آهيان ڇڏايئي ته مان (حضرت) محمد (صلى الله
 عليه وسلم) جي خدمت ۾ وڃي سندن هٿ (مبارڪ) ۾ هٿ ڏئي بيعت ڪندس مان
 يقين سان توڻو چوان ته ان کي معاف ڪندڙ، ڪريم لهندس) ان الفاظ چوڻ کان پوءِ
 طوفان ٿري ويو موٽي مڪه مڪرمه ۾ اچي اسلام قبول ڪري پڪو مسلمان بڻيو.
 (١) (رضي الله عنه) قرآن ڪريم جي مذڪوره الفاظ جو مطلب هي آهي ته الله جل
 شانہ جڏهن ٻانهن کي طوفانن جي لهرين مان ڪڍي سڪيءَ تي آڻيندو آهي ته تورڙا
 ماڻهو آهن جيڪي اعتدال ۽ وچتريءَ وات تي قائم آهن نه ته گهڻا شخص درياءَ مان
 نڪرندي ئي شرارتون شروع ڪري ڏيندا آهن ”وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ“ ۽
 اسان جي آيتن جو انڪار نه ٿو ڪري مگر هر ڪوڙو، بي شڪر يعني ڪوڙو ۽ بي
 شڪر توري دير پهريان طوفان ۾ ڦاسڻ وقت ڪيل ڳالهين جو ۽ اسان جي قدرتي
 نشانين کان انڪار ڪري وهندو باقي جنهن وٽ ذرو به احسان شناسي هوندي اهو
 ائين نه ڪندو.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱- آيت ۳۱- مان معلوم ٿيو ته سمنڊ ۾ هزارين آفتن جي هوندي پيڙين ۽
 انهن ۾ سوارن کي هڪ جاءِ يا بندر کان ٻئي جاءِ يا بندر تائين پهچائڻ الله جل شانہ
 جي نعمت ۽ فضل آهي.

۲- آيت ۳۲- مان واضح ٿيو ته اسلام فطرتي دين آهي جنهن جو اصل الله
 جل شانہ کي اخلاص سان سڏڻ ڪافرن، مشرڪن جي دلين ۾ به موجود آهي جو
 مشڪل ۾ ڦاسڻ وقت اهي به هڪ الله جل شانہ کي سڏيندا آهن.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي
 وَالِدُ عَنْ وَلَدِهِ

اي انسانو! پنهنجي رب کان ڊڄو ۽ ڊڄو ان ڏينهن کان جو نه بدلو ڏيندو ڪو پيءُ پنهنجي اولاد جي پاران

وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازِعُنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

۽ نه ڪواولاد اهو بدلو ڏيندڙ آهي پنهنجي پيءَ جي طرفان ڪجهه به بلاشڪ الله جو وعدو سچو آهي

فَلَا تَعْرَضْكُمْ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا وَقَعَةً وَلَا يَغُرَّتْكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ (۳۳)

پوءِ هرگز نه ٺڳي اوهان کي حياتي دنيا واري ۽ هرگز نه ڌوڪو ڏي اوهان کي الله سان ڌوڪو ڏيندڙ

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ

بیشڪ الله ان وٽ ئي آهي قيامت جو علم ۽ وسائي تو مينهن ۽ ڄاڻي تو جيڪو کپيڙ ۾ آهي

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ

۽ نه تو ڄاڻي ڪو نفس ته ڇا ڪندو صبحاڻي ۽ نه تو ڄاڻي ڪو نفس ته ڪهڙي زمين تي وفات ڪندو

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (۳۴)

بیشڪ الله ڄاڻندڙ، خبر رکندڙ آهي

تفسير

مذڪوره آيتن ۾ توحيد جا مختلف قسمن جا دليل بيان ڪرڻ کان پوءِ هڪ الله کان ڊڄڻ جو امر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَأَحْسُوا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازِعُنْ وَالِدِهِ شَيْئًا“ اي انسانو! پنهنجي رب کان ڊڄو ۽ ان ڏينهن جو خوف رکو جنهن ۾ نه پيءُ اولاد جي طرفان ڪو بدلو ڏيندو ۽ نه اولاد پيءُ جي طرفان ڪجهه بدلو ڏيندو. يعني دنيا ۾ پيءُ پنهنجي اولاد تي ڪيڏو شفيق ۽ مهربان هوندو آهي ۽ ادب وارو اولاد ڪيترو پيءُ جو ادب ڪندو آهي پر قيامت جو ڏينهن اهڙو پريشان ڪندڙ هوندو جو ڪير ڪنهن کي بدلو ڏئي ڇڏائي نه سگهندو هر ڪو پنهنجن سورن ۾ حيران هوندو ۽ جڏهن پيءُ پٽ جو هي حال رهندو ته پيا مت مائت ڪئي هوندا. ”إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ“ بلاشڪ الله جو وعدو حق آهي. يعني الله جي طرفان جزا ۽ سزا وارو ڪيل وعدو سچو آهي ضرور پورو ٿيندو. ”فَلَا تَعْرَضْكُمْ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا وَقَعَةً وَلَا يَغُرَّتْكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ“ پوءِ اوهان کي دنيا جي حياتي هرگز ڌوڪو نه ڏي ۽ اوهان کي الله سان ڌوڪو ڏيندڙ هرگز ڌوڪو نه ڏي يعني دنيا جون لذتون، سينگار ۽ وڏي حياتيءَ تي ڪڏهن به مغرور نه ٿيو ۽ نه اوهان کي جنن يا انسانن مان ڪو شيطان يا شيطاني مزاج وارو ڌوڪي ۾ رکي ته في الحال ته مزا وٺو پوءِ اڳتي ڏٺو ويندو.

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ **بِلاشڪ الله وٽ ئي قيامت جو علم آهي ۽ مينهن وسائي ٿو ۽ جيڪي ڳيڙين ۾ آهي اهو ڄاڻي ٿو ۽ ڪنهن نفس کي خبر ناهي ته صبحاڻي ڇا ڪندو ۽ ڪو نفس نه ٿو ڄاڻي ته ڪهڙي سرزمين تي وفات ڪندو بيشڪ الله ڄاڻندڙ، خبر رکندڙ آهي.**

يعني هن آيت ۾ بيان ڪيل پنج ڳالهيون الله تعاليٰ ئي بالذات ۽ مستقل طرح ڄاڻي ٿو ١: قيامت ڪهڙي سال، ڪهڙي مهيني، ڪهڙي تاريخ ڪهڙي رات يا ڪهڙي ڏينهن ۾ ٿيندي. ٢: مينهن ڪڏهن، ڪهڙي ڏينهن يا ڪهڙي رات وسندو؟ ٣: حامله عورت جي پيٽ ۾ ڇا آهي؟ پٽ يا ڌيءُ ڳاڙهو يا ڪارو ڪدڙو يا مڙس؟ ٤: ڪنهن کي به اها خبر ناهي ته مان صبحاڻي ڇا ڪندس؟ ٥: ڪنهن کي خبر ناهي ته ڪٿي مړندو؟ جهنگ ۾ يا جبل ۾، سڪيءَ تي يا پاڻيءَ تي؟

مختصر مگر ضروري وضاحت

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته انهن پنجن ڳالھين جو بالذات ۽ مستقل طرح ڪنهن جي عطا ڪان سواءِ علم صرف الله جل شانہ وٽ آهي ان ۾ ڪو به اختلاف ناهي پر الله جل شانہ جي طرفان عطا ڪرڻ، ٻڌائڻ ۽ ڄاڻائڻ سان الله جل شانہ جي پيارن کي به اهو علم مليل آهي. مولوي محمد عثمان نورنگ زده صاحب لکيو آهي ته ”باقي ايترو آهي ته جيڪڏهن الله جل شانہ ڪنهن پنهنجي ٻانهي نبي مرسل (عليه الصلوٰة والسلام) يا اولياءِ ڪامل کي انهن ڳالھين مان ڪنهن به ڳالھ جي ڪنهن وقت ڪٿي خبر ڏي ته بيشڪ ئي سگهي ٿو“ (١) علامه احمد جيون عليه الرحمة لکيو آهي ته ”ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان كان لا يملكه الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه واولياءه الخ.“ (٢) يعني تون چئي سگهين ٿو ته هنن پنجن ڳالھين جي علم جو مالڪ ته صرف الله جل شانہ آهي پر اهو جائز آهي ته اهو جنهن کي به پنهنجن محبت وارن ۽ اوليائن مان گهري ان کي ڄاڻائي ٿو. علامه صابوني لکيو آهي. نسلم ان الغيب مختص بالله تعالى وماروي عن الانبياء والاولياء من الاخبار عن الغيوب فبتعليم الله تعالى اما بطريق الوحي وبطريق الالهام والكشف فلا ينافي ذلك اختصاص علم الغيب الخ.“ (٣) يعني غيب جو علم الله جل شانہ سان خاص آهي ۽ جيڪو ڪجهه نبيين عليهم الصلوٰة والسلام ۽ اوليائن کان غيبي خبرون ڏيڻ جون روايتون

(١) تنوير الايمان ص ٥٧٥ پ ٢١ (٢) التفسيرات الاحمدية ص ٦٠٨ پ (١) تنوير

الاذهان ص ٢١٣ جلد ٣

آيون آهن اهي الله جي تعليم سان آهن پوءِ وحي جي ذريعي يا الهام ۽ كشف جي طريقي سان اهي الله جل شانہ جي لاءِ علم غيب جي خاص هجڻ جي خلاف ناهن. اهڙي طرح علامه اسماعيل حقي عليه الرحمة به لکيو آهي (١) علامه مفتي احمد يار خان نعيمی عليه الرحمة هن آيت جي تفسير ۾ لکيو آهي ته ”آيت ۾ آيل لفظ تدري درایت کان ورتل آهي درایت عقل ۽ اندازي سان ڄاڻڻ کي چئبو آهي مطلب هي آهي ته اهي ڳالهيون عقل ۽ اندازي سان معلوم نه ٿينديون آهن صرف الله جل شانہ جي طرفان وحي سان معلوم ٿينديون آهن. ٿورو اڳتي لکيو اٿس ته حضرت ”ابراهيم، بيبي ساره ۽ بيبي مريم کي جبريل پٽ ملڻ جي بشارت ڏني انهن کي ما فی الارحام جو علم مليو حضرت زکريا کي بشارت ملي ته ان جي گهرواريءَ کي پيٽ ۾ پٽ آهي اهي ڳالهيون قرآن ڪريم ۾ بيان ٿيل آهن انهن مان واضح ٿيو ته الله جي عطا سان انهن ڳالهين جو به علم انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام ۽ اولياء عظام کي ملندو آهي بدر واري جنگ ۾ هڪ ڏينهن پهريان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام ٻڌايو ته فلاڻو ڪافر هتي، فلاڻو هتي ڪٺل هوندو. هي ”بَايَ اَرْضٍ تَمُوتُ“ جو علم عطا ٿيل هو تقدير لکڻ وارو ملائڪ انسان جي پيٽ ۾ پيدا ٿيڻ وقت ئي ان جا سڀ مستقبل جا احوال لکي ٿو اهو ان فرشتي کي الله جل شانہ ئي علم عطا ڪري ٿو (٢) علامه شبير احمد عثمانی ۽ مفتي شفيع ديوبندي صاحب به هن آيت جي تفسير ۾ اها ئي ڳالهه واضح ڪئي آهي (٣) علامه آلوسي ۽ علامه صاوي عليهما الرحمة جي تحقيق جو خلاصو به اهو آهي (٤) مصر جي يونيورسٽي جا معهه جي فاضل ۽ مشهور بزرگ پير ڪرم شاهه ازهري لکيو آهي ته:

مذڪوره تصريحات سان هيءَ حقيقت روشن ٿينهن وانگر واضح آهي ته غيبيه امور جي متعلق هي خيال ته ڪير ڪيترو به مرتبي ۾ بلند هجي خود بخود غيب ڄاڻي ٿو نجوڪوڙ، خالص بهتان آهي بلڪ قرآن ڪريم جي ڪيترين آيتن جو انڪار آهي (۽ ان جي ڪري صريح ڪفر آهي) اهڙي طرح هي گمان ڪرڻ ته انهن امرن کي الله تعالیٰ جي ڄاڻائڻ سان به ڪير نه ٿو ڄاڻي يا سرور کون و مڪان فخر زمين و زمان صلی الله تعالیٰ عليه وسلم جي علوم جو انڪار ڪرڻ صريح جهالت، بدنصبي، قرآن ڪريم جي آيتن جو ۽ نبوي احاديث جو صاف انڪار (۽ ان جي ڪري ڪفر) آهي (٥) علامه

- (١) روح البيان ص ١٠٥ جلد ٧ (٢) نورالعرفان ص ٦٦١ (٣) حاشيه عثمانیہ ص ٥٥٢ (٤) روح المعاني ص ١١٢ جزء ٢١ جلد ٧ صاوي ص ٢٤٤ جزء ٣ جلد ٢ معارف القرآن ص ٤٤٥ جلد ٧ (٥) ضياء القرآن ص ٢١١ جلد ٣

نعيم الدين مراد آبادي عليه الرحمة مذكوره تشریح ڪندي آخر ۾ لکيو آهي ته:
آيت جي قطعي معنیٰ هيءَ آهي ته الله تعاليٰ جي ڄاڻائڻ کان سواءِ ڪير نه ٿو ڄاڻي ۽ ان
جي اها معنیٰ وٺڻ ته الله تعاليٰ جي ڄاڻائڻ سان به ڪير نه ٿو ڄاڻي محض باطل ۽ سوين آيتن
۽ احاديث جي خلاف آهي. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿيا.

ع ١- آيت ع ٣٢- مان واضح ٿيو ته پيءُ يا پٽ جي آسري تي لڳي گناهه نه
ڪجن ڇو ته قيامت جي ڏينهن اهي پنهنجين پريشانين ۾ هوندا ۽ ”رَبَّكُمْ“ (پنهنجي
رب کان ڊڄو) ۾ رب لفظ اٿڻ مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ اوهان جو پالڻهار آهي
ان جي هيبت ۽ عظمت دل ۾ رکي ان کان ڊڄ به ڪيو. اهو ڊڄ نه جيڪو ڪنهن
درندي جانور کان ڪبو آهي ۽ پيءُ ۽ پٽ مان مراد آهي آهن جو پٽ مومن هجي ته پيءُ
ڪافر يا پيءُ مومن هجي ته پٽ ڪافر. ۽ اها تخصيص ان جي ڪري ڪئي وئي آهي
جو ٻين آيتن ۽ ڪيترين حديثن مان مومن پيءُ ۽ پٽ جي هڪ ٻئي لاءِ شفاعت ثابت
آهي اهڙي طرح مومن مڙس ۽ زال به هڪ ٻئي کي نفعو ڏيندا. (٢)

ع ٢- ان ئي آيت ۾ والد کي اڳي ۽ مولود کي پوءِ بيان ڪرڻ مان واضح ٿيو ته
پيءُ گهڻو مهربان هجڻ جي باوجود جيڪڏهن پاڻ مومن ناهي يا پٽ مومن ناهي ته
هڪ ٻئي جي لاءِ قيامت جي ڏينهن ڪجهه به ڪري نه سگهندا.

الحمد لله جو مون گنهگار مالڪ مٺي جي فضل ۽ سهڻي حبيب ڪريم عليه الصلوة
والسلام جي نگاه ڪرم سان اڄ اڱاري جي ڏينهن بوقت ڏهه لڳي انيتاليهن منٽن تي
مؤرخه ٢٢ ذوالحج ١٤٢٣ هـ الموافق ٢٥ فيبروري ٢٠٠٣ ع پنهنجي گهر پنهنجي
لائبريريءَ ۾ ويٺي سورة لقمان سڳوري جو تفسير لکي پورو ڪيو. ان ئي مهربان الله
جل مجده جي درٻار ۾ دلي دعا آهي ته باقي رهيل تفسير لکي پورو ڪرڻ جي سعادت
به جلد نصيب ڪري. آمين يا رب العالمين بحرمۃ نبيڪ الڪريم عليه وعلى آله
واصحابه وازواجه الصلوات والتسليمات الى يوم الدين.

دعا جو طالب

الفقيه محمد اديس الداهري

النقشبندی عفی عنه

(١) خزائن العرفان مترجم سنڌي طبع ١٩٩٦ (٢) معارف القرآن ص ٥٠، ٥١ جلد ٧

سورة السجدة جو تعارف

هن سورة مبارڪ جي تعارف ۾ هي ڇهه (٦) ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ

هن پياري سورة پاڪ جو نالو مبارڪ ”السجدة“ آهي جيڪو هن جي آيت ١٥هـ کان ورتل آهي.

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن ۾ ٽي رڪوع، ٽيهه آيتون، ٽي سؤ اسي (٣٨٠) ڪلما ۽ هڪ هزار پنج سؤ ارڙهن (١٥١٨) حرف آهن. (١)

مڪيه آهي يا مدنيه؟

ابن الضريس، ابن مردويه ۽ دلائل النبوة ۾ بيهقيءَ حضرت ابن عباس کان ۽ ابن مردويه حضرت عبدالله بن زبير رضي الله عنهم کان روايت آندي آهي ته سورة ”السجدة“ مڪه مڪرمه ۾ نازل ٿي هئي. (٢)

اڳيئن سورة سان ربط

هن سورة مبارڪ جو سورة لقمان سان ربط هي آهي ته جيئن ان ۾ الله جل شانہ جي الوهيت ۾ هڪ هجڻ جا دلائل بيان ٿيا تيئن هن ۾ به بيان ڪيل آهن ۽ جيئن انهيءَ ۾ معاد (قيامت) جي اچڻ جا دلائل بيان ٿيا تيئن هن ۾ به اهي بيان ڪيل آهن. (٣)

بيان ڪيل مضمون

هن سورة جو موضوع الله جل شانہ جي توحيد، نبين عليهم الصلوة والسلام جي رسالت ۽ آخرت جي متعلق ماڻهن جا شڪ ۽ شبها دور ڪري تنهي حقيقتن تي ايمان آڻڻ جي دعوت ڏيڻ آهي مڪه مڪرمه ۾ رهندڙ ڪافر حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جي متعلق پاڻ ۾ ويهي ڳالهيون ڪندا هئا ته هي شخص عجيب ڳالهيون ٺاهي

(١) خازن ص ٤٤٤ جلد ٣ (٢) الدر المنثور ص ٥٣٤ جلد ٦ (٣) روح المعاني

ص ١١٥ جز ٢١ جلد ٧

محمد (صلى الله عليه وسلم) جي ڳالهه ڇند نوجوانن، غلامن ۽ مسڪينن کان سواءِ
 ڪير به ٻڌڻ جي لاءِ تيار ناهي ۽ چوڻ طرف کان ان تي طعنن ۽ ملامتن جي برسات وسي
 رهي آهي اوهان ان مان اهو سمجهيو ويٺا آهيو ته هيءُ ڳالهه هلي نه سگهندي ڪجهه
 ڏينهن هلي ختم ٿي ويندي پر اهو اوهان جي نظر جو ڌوڪو آهي ڇا اوهان رات ۽
 ڏينهن ڪو نه ٿا ڏسو ته اڄ هڪ زمين اهڙي صفا ويران پئي آهي جو ان کي ڏسي
 گمان به ڪو نه ٿو ڪري سگهجي ته ان ۾ اندر ستن ڄمائن جا خزانن پيا آهن پر
 ٻئي ڏينهن هڪ سئي بارش پوڻ جي ڪري ان مان عجيب قسم جا ساوا سلا، گل ۽
 ٻوٽا اڀري نڪرن ٿا جيڪو الله ان زمين مان اهي سلا وغيره ڪڍي سگهي ٿو اهو وفات
 ڪري ويلن کي به قبرن مان جيئرو ڪري ڪڍي سگهي ٿو. آخر ۾ نبي ڪريم عليه
 الصلوٰه والسلام جن کي خطاب ڪندي ارشاد ٿيو آهي ته هي ماڻهو اوهان جون
 ڳالهيون ٻڌي مذاق ڪن ٿا ۽ پڇن ٿا ته اوهان کي هي فيصلو ڪندڙ فتح ڪڏهن نصيب
 ٿيندي؟ تاريخ ته ٻڌايو؟ انهن کي فرمايو ته جڏهن اسان ۽ اوهان جي وچ ۾ فيصلي
 ڪرڻ جو وقت ايندو ان وقت اوهان جو مڃڻ اوهان کي فائدو نه ڏيندو مڃڻو اٿو ته
 هاڻي مڃيو ۽ جيڪڏهن صرف فيصلي جو انتظار ڪرڻو آهي ته انتظار ڪيو اسين به
 انتظار ڪيون ٿا.

فضائل

هيءُ سورة نهايت عظمت ۽ فضيلت واري آهي ابو عبید ۽ ابن الضريس مسيب بن
 رافع کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”قيامت جي
 ڏينهن ”الْمُتَنَزِّلُ“ ۽ هڪ روايت موجب ”الْمُتَنَزِّلُ“ سورة ان حال ۾ ايندي جو ان
 کي ٻه پر هوندا پنهنجي پڙهندڙ تي ڇانو ڪري چوندي ته ”لَا سَبِيلَ عَلَيْهِ، لَا سَبِيلَ
 عَلَيْهِ“ (هن تي عذاب لاءِ) ڪو به رستو ناهي، ڪو به رستو ناهي.

دارمي، ترمذي ۽ ابن مردويه طاووس کان روايت آندي آهي ته سورة ”الْمُتَنَزِّلُ“
 ”السَّجْدَةُ“ ۽ ”تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ“ قرآن ڪريم جي ٻين سورتن کان سٺ درجا
 ٻليون آهن.

ابو عبید، احمد، عبد بن حميد، دارمي، ترمذي، نسائي، حاکم ۽ ابن مردويه
 حضرت جابر رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم
 جن ”الْمُتَنَزِّلُ السَّجْدَةُ“ ۽ ”تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ“ سورة تلاوت ڪرڻ کان سواءِ نند
 نه ڪندا هئا.

ابن مردويه حضرت ابن عمر رضي الله عنهما كان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”جنهن سانجهي ۽ سومهائيءَ جي وچ ۾ سورة ”تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ“ ۽ ”سورة الْمُرْتَضِيْلُ السَّجْدَةُ“ پڙهيون جن ته ليلة القدر ۾ بيهي عبادت ڪيائين“ (١) والله اعلم.

ابن ابي شيبه، بخاري، مسلم، نسائي، ابن ماجه حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جمعه جي ڏينهن فجر جي نماز ۾ ”الْمُرْتَضِيْلُ السَّجْدَةُ“ ۽ ”هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ“ سورتون پڙهندا هئا. بيهقيءَ سنن ۾ حضرت ابن مسعود رضي الله عنه کان به اهڙي روايت آندي آهي. (٢)



وَكَلَّاتُ رُكُوعَاتٍ	سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ	وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً
۽ ٽي رڪوع آهي	سورة السجدة مڪيه آهي	۽ اها ٽيه آيتون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جو وڏو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي.

الْمَرْءُ (۱) تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَأَرِيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۲)

الف، لام، ميم (هن) ڪتاب جو نازل ڪرڻ جنهن ۾ ڪو به شڪ ناهي جهانن جي پالڻهارو ٿان آهي

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لَتَنْذِرَنَّهُمْ

ڇا چون ٿا ته پاڻ ٺاهيو اٿس ان کي بلڪ اهو حق آهي تنهنجي رب وٽان تانت ڏيڃارين ان قوم کي

مَّا أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ (۳)

جو نه آيو انهن وٽ ڪو ڏيڃاريندڙ اوهان کان اڳي من آهي هدايت وارا ٿين

تفسير

اڳيئن سورة ۾ اسلامي عقائد جي بنيادي پهرئين عقيدتي توحيد ۽ ٻئي عقيدتي قيامت جا دلائل بيان ڪيا ويا ۽ هتي ٽئين بنيادي عقيدتي نبوة جو حق هجڻ بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”الْمَرْءُ“ هي الفاظ اڳي آيا آهن ۽ انهن جي وضاحت اتي ڪري آيا آهيون ”تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَأَرِيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ هن ڪتاب جو لاهڻ جنهن ۾ ڪو به شڪ ناهي رب العالمين وٽان آهي. يعني هي ڪتاب نه شعر آهي نه جادو آهي نه ڪنهن پويي جو ٿڪ بندي ٿيل آهي نه نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن پنهنجي طرفان ٺاهيو آهي هي الله رب العالمين جي طرفان نازل ڪيل آهي ان ۾ ڪو ۽ ڪنهن به قسم جو شڪ ناهي ”أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ“ ڇا چون ٿا پاڻ ٺاهيو اٿس؟ يعني ڪافر چون ٿا قرآن ڪريم الله جل شاناه جو ڪلام ناهي نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام پاڻ ٺاهي ٻڌائي ٿو ۽ چوي ٿا ته هي الله جل شاناه جو فرمان آهي. ”بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ“ بلڪ اهو حق آهي تنهنجي رب وٽان آيو آهي. ان پنهنجي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام ڏانهن وحي ذريعي موڪليو آهي ”لَتَنْذِرَنَّهُمْ مَّا أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ“ تانت ان قوم

کي ڊيچارين جن وٽ توکان اڳي ڪو به ڊيچاريندڙ نه آيو آهي. يعني عرب جا مشرڪ جن وٽ ڪو به اڳي نبي نه آيو آهي اوهان انهن کي الله جل شانہ جي عذاب کان ڊيچارو. ته ڪفر ۽ شرڪ نه ڪن جيڪڏهن ڪندا ته عذاب ۾ وڌا ويندا. ”لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ“ من اهي هدايت وارا ٿين يعني اوهان کي انهن جي فائدي لاءِ قرآن پاڪ ڏئي ان اميد تي موڪليو ويو آهي ته اهي هدايت حاصل ڪري گمراهيءَ مان نڪري هدايت وارا بنجن.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

عـ ۱ ”الْمَرْءُ“ مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم حضور عليه الصلوة والسلام جو تاقيامت قائم رهڻ وارو معجزو آهي ڇو ته الف، لام، ميم حرفن مان اهو اشارو ڏنو ويو آهي ته قرآن ڪريم ۾ به اهي الفاظ آهن جيڪي عام طور ڳالهايا وڃن ٿا ان هوندي به ٻئي ڪنهن جو اهڙي ڪلام پيش ڪرڻ تي قادر نه هجڻ هن جي اعجاز جو دليل آهي ۽ جڏهن اهو نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن تي نازل ٿيو آهي ته يقيناً پاڻ الله جل شانہ جا سچا نبي آهن.

عـ ۲ ”لَتَنْذِرُ“ (تانت تون ڊيچارين) مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم جي نازل ڪرڻ جي هڪ حڪمت اها به آهي ته ماڻهن کي الله جل شانہ کان ڊيچارو وڃي.

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

الله ئي آهي جنهن پيدا ڪيا آسمان ۽ زمين ۽ جيڪو انهن جي وچ ۾ آهي ڇهن ڏينهن ۾

ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ ۚ مِّنْ وَلِيٍّ

ان کان پوءِ استوا فرمايائين عرش تي ناهي اوهان جي لاءِ ان کان سواءِ ڪو حمايتي

وَلَا شَفِيعٌ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (۴) يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ

۽ نه ڪو سفارشي ڇا پوءِ نصيحت نه ٿا وٺو؟ تدبير فرمائي ٿو امر آسمان کان زمين ڏانهن

ثُمَّ يَعْرِجُ إِلَيْهِ ۚ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (۵)

ان کان بعد ان ڏانهن ئي چڙهندو ان ڏينهن جو هوندو ان جو مقدار هزار سال ان مان جيڪي ڳڻيو ٿا

ذَٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (٦) الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ

اهوئي گجه ۽ ظاهر جائد تر غالب مهربان آهي اهو جنهن سهڻي بناي هر شيء پيدا ڪيائين ان کي

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ (٧) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ

۽ شروع فرمايائين انسان جي پيدائش مٽيءَ مان ان کان بعد جاري رکيائين ان جي نسل کي

مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ (٨) ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ

هڪ بي قدر پاڻيءَ جي نچوڙ مان ان کان پوءِ ان کي نيڪ ڪيائين ۽ فوڪيائين ان ۾ پنهنجو روح

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (٩)

۽ ٺاهيائين اوهان ۾ ڪن ۽ اکيون ۽ دليون ۽ تورو ٿا شڪر ڪيو

تفسير

اڳين آيتن ۾ رسالت کي ثابت ڪري هتي نبي ڪريم عيله الصلوة والسلام جن کي سندن نبوت جون ذميداريون ٻڌائيندي الله جل شانہ جي توحيد ۽ ان تي دلائل پيش ڪرڻ جي لاءِ ارشاد ٿي رهيو آهي ”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ“ الله ئي آهي جنهن آسمان ۽ زمين ۽ جيڪو ڪجهه انهن جي وچ ۾ آهي ڇهن ڏينهن ۾ پيدا فرمايا يعني الله تعاليٰ آسمان، زمين ۽ انهن ۾ رهڻ ۽ موجود هجڻ وارين شين کي ڇهن دورن ۾ پيدا فرمايو. هتي ”ايام“ مان مراد عام ڏينهن ناهن ڇو ته آسمانن ۽ زمين کان اڳي نه ڏينهن هو نه رات هئي. (١) ”ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ“ ان کان بعد عرش تي استواء فرمايائين. هتي استواء جي لغوي معنيٰ برابر ٿيڻ يا سڌو ٿي ويهڻ مراد ناهي ڇو ته اهو الله جل شانہ جي شان جي شايان ناهي هتي ان مان مراد آهي تجلي فرمايائين. (٢) ۽ هن لفظ جو بيان سورة الاعراف، سورة يونس وغيره جي تفسير ۾ لکجي ويو آهي وڌيڪ اتي ڏسي سگهجي ٿو. ”مَّا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ“ مَن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ“ اوهان جي لاءِ ان کان سواءِ نه ڪو حمايتي آهي نه ڪو سفارشي مطلب ته ان جي اذن کان سواءِ ڪو به اوهان جي حمايت ۽ شفاعت نه ڪندو. (٣) پر شفاعت جو اذن جنهن کي مليو آهي اهو شفاعت ڪندو يقيناً ڪندو. ”أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ“

(١) المراغي ص ١٠٤ - جزء ٢١ جلد ٧ (٢) نورالعرفان ص ٦٦٢ - (٣) صفوة التفاسير

ص ٥٠٢ - جلد ٢

چا پوء نصيحت نه ٿا وٺو؟ يعني انهن ڳالهين تي غور ڪري نصيحت حاصل نه ٿا ڪيو جو ايمان آڻيو؟ ”يَذَرُ الْأَرْضَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ“ امر جي آسمان کان زمين ڏانهن تدبير فرمائي ٿو. هن جو مطلب بيان ڪندي حضرت ابن عباس، مجاهد، قتادة، عكرمة ۽ ضحاک فرمايو ته انهن ۾ پنهنجي قضا جاري ٿو فرمائي جيئن گهري ٿو تيئن ڪري ٿو (١) سڀ حسي ۽ معنوي ظاهري ۽ باطني اسباب زمين ۽ آسمان ۾ گڏ ٿي ان جي ڪم ۾ لڳي وڃن ٿا ان جي ئي مشيت ۽ حڪمت سان ڪيتريون مدتون هلن ٿا ساري مخلوق جا ڪم علوي توڙي سفلي جهانن ۾ اهو ٿو تدبير فرمائي ڪنهن جي ڪم کان بي خبر ناهي. ”ثُمَّ يَعْرِجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ“ ان کان بعد ان ڏانهن ان ڏينهن ۾ مٿي چڙهي ٿو جنهن جو مقدار اوهان جي ڳڻيلن مان هزار سال آهي. جڏهن هي جهان فنا ٿيندو ۽ ٻيو قيامت جو نئون جهان پيدا ٿيندو ته اتي هڪڙو ڏينهن دنياوي هزار ورهن جهڙو محسوس ٿيندو ۽ اتي سڄي جهان جي انتظام ۽ ڪمن وغيره جو نتيجو الله جل شانہ جي حضور ۾ پيش ٿيندو سڀ ڪجهه ان جي قدرتي هٿ ۾ رهندو.

سوال

هتي الله جل شانہ قيامت جي ڏينهن لاءِ فرمايو ته هزار سال جيئو هوندو ۽ سورة المعارج ۾ آيو ته ”پنجاه هزار سال جو“ اهو ڇا چاڻي ڪري؟

جواب

قيامت جي ڏينهن هر ڪنهن کي ان جي اعمال آهر تڪليف ملڻ جي ڪري ڪافر هڪ ڏينهن کي پنجاه هزار سال جي برابر ۽ گنهگار هڪ ڏينهن کي هزار سال جي برابر ۽ مومن متقي ٻانها نماز جي چئن رڪعتن ۾ لڳڻ واري وقت جي برابر سمجهندا. هر ڪنهن جي حال آهر ڏينهن جو بيان ٿيو آهي (٢) ”ذَلِكَ عَالَمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ“ اهو ئي غيب ۽ ظاهر جو ڄاڻندڙ، غالب، مهربان آهي هتي الغيب مان مراد آخرت ۽ الشهادة مان مراد دنيا آهي يا غيب مان مراد مخلوق کان غائب شيون ۽ شهادة مان مراد ڏسڻ ۾ اچڻ واريون شيون آهن. (٣)

مطلب ته امر کي تدبير فرمائيندڙ الله لڪل ۽ ظاهر شيون ڄاڻندڙ، هر شيءِ کان غالب ۽ نهايت مهربان آهي ”الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ“ جنهن جيڪا به شيءِ پيدا فرمائي سهي ڪري پيدا فرمائي آهي. يعني پنهنجي حڪمت سان هر شيءِ کي ان جي

(١) البحر المحيط ص ١٩٨ جلد ٧ (٢) تنوير الايمان ص ٦٠ پ ٢١ (٣) البحر المحيط

ص ١٩٩ جلد ٧

استعداد ۽ لياقت آهر سونهن ڏنائين. ”وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ“ ۽ انسان جي خلقت جي شروعات مٽيءَ مان ڪيائين. هتي ”الانسان“ مان مراد حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام آهي (١) ”ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ“ ان کان بعد ان جو نسل هڪ بي قدري پاڻيءَ جي نچوڙ مان جاري رکيائين ”سُلَالَةٍ“ ڪنهن شيءِ جي نچوڙ ۽ خلاصه کي چئبو آهي. انسان مان نڪرندڙ مٺي به سڄي جسم جو نچوڙ ۽ خلاصو هوندي آهي ان جي ڪري ان کي ”سُلَالَةٍ“ سڏيو ويو آهي. مطلب ته الله جل شاناه حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي مٽيءَ مان پيدا ڪري ان جي نسل کي وڌائڻ جو سلسلو مٺيءَ مان جاري رکيو جيڪا هڪ بي قدري بدبودار پاڻيءَ جو نچوڙ آهي ۽ اهو سلسلو به اهڙي نموني رکيائين جو ان لاءِ انسان صحت، دولت ۽ وقت جهڙيون گهري قيمت واريون شيون به قربان ڪرڻ جي لاءِ تيار آهي بلڪ ان نچوڙ کي ٻاهر ڪڍڻ لاءِ وڏي محنت ۽ جفا قبول ڪندڙ آهي.

”ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ“ ان کان پوءِ ان کي برابر ڪيائين ۽ ان ۾ پنهنجو روح ڦوڪيائين. يعني ان نسل کي ماءُ جي گپيرڻ ۾ رهندي ڪامل عضوا ڏئي مناسب صورت سان نوازي برابر بنائي ان ۾ پنهنجو روح ڦوڪيائين. هتي روح جي اضافت پاڻ ڏي ڪرڻ مان مقصد ان کي شرف ڏيڻ ۽ اهو ظاهر ڪرڻ هو ته روح هڪ عجيب ۽ شريف شيءِ آهي ۽ اهو شاندار هجڻ سان ربوبيت جي حضور ۾ مناسبت وارو آهي ان جي ڪري ئي چيو ويو آهي ته ”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ“ جنهن پنهنجي پاڻ کي سڃاتو ان يقيناً پنهنجي رب کي سڃاتو. ”وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ“ ۽ اوهان جي (فائدي) لاءِ اوهان ۾ ڪن پيدا ڪيائين. تانت الله جل شاناه جي طرفان نازل ڪيل آيتون ٻڌو جيڪي توحيد ۽ قيامت جي لاءِ اثڻ کي بيان ڪري رهيون آهن ”وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ“ اڪيون ۽ دليون (به پيدا ڪيائين) تانت اڪين سان آيات تڪوينيه مشاهدو ڪيو ۽ دليين سان عقل کي استعمال ڪري حقيقت حاصل ڪيو افئدة فؤاد جو جمع آهي. معنی دل. ”قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ“ تورو شڪر ڪيو ٿا. يعني جنهن الله جل شاناه اوهان کي انهن نعمتن سان نوازيو آهي ان جو شڪر تورو ٿا ڪيو. پر هتي قلت مان مراد نفی آهي معنی شڪر نه ٿا ڪيو. (٢)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”مَالَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ“ (اوهان جي لاءِ (ان جي اذن) کان سواءِ نه ڪو حمايتي آهي نه ڪو سفارشي) مان واضح ٿيو ته ڪافرن جو ڪو حمايتي ۽ سفارش ڪرڻ وارو نه هوندو ڇو ته مومنن جي لاءِ شفاعت حق آهي جنهن جو ثبوت قرآن ڪريم جي ڪيترين آيتن ۽ نبوي احاديث عليٰ قائلها الصلوة والسلام مان متواتر طرح ثابت آهي ڪي ماڻهو مذڪوره آيت جهڙين آيتن مان شفاعت جو انڪار ثابت ڪري غلط تفسير ڪندا آهن شفاعت جو انڪار صريح ڪفر آهي ۽ منڪر ڪافر آهي.

ع ٢- ”الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ“ (جنهن جيڪا شيءِ پيدا ڪئي آهي ان کي سهڻو بنايو آهي) مان واضح ٿيو ته هر شيءِ پنهنجي اصل جي لحاظ سان سهڻي آهي ڇو ته ان کي الله جل شانہ حڪمت ۽ عالمي مصلحت لاءِ پيدا فرمايو آهي ۽ انهن سڀني مان انسان نهايت حسين ۽ بهتر آهي باقي ٻي مخلوق مان جيڪڏهن بظاهر ڪا شيءِ ڪيتري به قبيح ۽ برائي سمجهي وڃي ٿي پر اها اصل ۾ بري ناهي ان جي برائي صحيح استعمال نه ڪرڻ جي ڪري هوندي آهي ۽ ”كُلَّ شَيْءٍ“ ۾ جواهر ۽ اعراض سڀ داخل آهن هر شيءِ جا ٻه پاسا آهن ١: تخليق ۽ تڪوين. هي خير ئي خير ۽ پلو ئي پلو آهي ٢: انسان جو ڪسب ۽ اڪتساب يعني ڪنهن ڪم ڪرڻ ۾ پنهنجو ڏنل اختيار هلائڻ. ان حيثيت سان ڪنهن ڪنهن شيءِ جو حسن برقرار نه ٿو رهي. بلڪ ان ۾ تفصيل آهي ته جن جي استعمال ڪرڻ جي الله تعاليٰ اجازت نه ڏني آهي انهن کي استعمال ڪرڻ قبيح آهي.

ع ٣- ”وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِن طِينٍ“ (۽ انسان جي خلقت جي شروعات مٽيءَ مان ڪيائين) مان واضح ٿيو ته انسان جو اشرف المخلوق هجڻ ان جي تخليق واري مادہ جي لحاظ سان ناهي ڇو ته اهو اصل مٽيءَ مان، ان کان بعد ان جي نسل جو سلسلو مٽيءَ مان هليو جيڪا بدبودار ۽ پليد آهي ان جي نڪرڻ کان پوءِ انسان وهنجڻ کان سواءِ نه مسجد ۾ اچي سگهي نه قرآن ڪريم کي هٿ لڳائي سگهي. پر ان جو شاندار هجڻ خالص الهي انعام آهي ۽ ان جي ڪرم سان ان مقام تي پهتو آهي.

ع ٤- ”وَجَعَلْ لَّكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ“ (۽ اوهان جي لاءِ ڪن، اکيون ۽ دليون ٺاهيائين) مان واضح ٿيو ته الله تعاليٰ سندس امر سان ڪيل پنهنجن ڪم پاڻ

ڏانهن نسبت ڪري ٿو انسان جي ماءُ جي پيٽ ۾ رهڻ دوران سندس ڪن، اکيون وغيره ملائڪ ٺاهيندا آهن پر انهن اهي الله جل شانہ جي امر سان ٺاهيا ته ڄڻ الله جل شانہ پاڻ ٺاهيا آهن.

وَقَالُوا ءِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ ءِإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

۽ چيائون ته ڇا جڏهن زمين ۾ گم ٿي وينداسون (تڏهن به) ڇا اسين البت نئين خلقت ۾ اڻنداسون

بَلْ هُمْ بِلِقَائِ رَبِّهِمْ كَفِرُونَ (١٠) قُلْ يَتُوفَكُمُ

بلڪ اهي پنهنجي رب سان ملڻ جا انڪار ڪندڙ آهن فرمائي ته روح ڪيندو اوهان جو

مَلِكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (١١)

موت وارو ملائڪ جيڪو مقرر ڪيو ويو اوهان لاءِ ان کان بعد پنهنجي رب ڏانهن موٽايو ويندو

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُرْمُوءَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۝

۽ جيڪڏهن ڏسندين جنهن مهل مجرم اونڌا ڪندڙ هوندا ڪنڌ پنهنجا پنهنجي رب وٽ

رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا

اي اسان جا رب ڏٺوسون ۽ ٻڌوسون پوءِ اسان کي موٽاءِ ته ڪنداسون پيلا ڪم

إِنَّا مُوقِنُونَ (١٢) وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى

بيشڪ اسين يقين ڪندڙ آهيون ۽ جيڪڏهن گهرون ها ته البت ڏيون هاهر نفس کي سندس هدايت

وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (١٣)

۽ پرڀڳي تي چڱي آهي ڳالھ منهنجي طرفان ته البت ضرور ڀريندس جهنم جنن ۽ ماڻهن سمورن مان

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَكُمُ

پوءِ چڪو ان سببان جو وساري اوهان هن ڏينهن جي حاضري بلاشڪ اسان به اوهان کي وساريو

وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (١٤)

۽ چڪو هميشه وارو عذاب ان سببان جيڪي ڪندا هيئو

تفسير

جيئن مذڪوره آيتن ۾ بنيادي عقيدن، توحيد، رسالت کان پوءِ قيامت جو بيان هليو تيئن هتي به قيامت جي منڪرن لاءِ هدايتون ڏيندي ارشاد ٿي رهيو آهي. ”وَقَالُوا إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ“ ۽ چيائون ته ڇا جڏهن اسين (مرڻ کان پوءِ) زمين ۾ گم ٿي وينداسون ته ڇا پڪي طرح وري نئين طرح خلقت ۾ اينداسون؟

هن حصي ۾ انهن جي باطل عقيدي جو بيان آهي ته اهي نئين طرح پيدا ٿي قبرن مان اٿڻ جا منڪر آهن. (١) ”بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَفِرُونَ“ بلڪ اهي پنهنجي رب جي دربار ۾ حاضريءَ جا انڪار ڪندڙ آهن. مطلب ته اهي الله جل شانہ جي دربار ۾ پيش ٿيڻ ۽ حساب ڪتاب کي به ڪو نه ٿا مڃين. ”قُلْ يَتُوفَكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ“ فرمائي ته اوهان کي اهو موت وارو ملائڪ وفات ڪرائيندو جيڪو اوهان لاءِ مقرر ڪيل آهي ان کان پوءِ اوهان پنهنجي رب ڏانهن موٽايو ويندو. مطلب ته اوهان پاڻ کي صرف جسم سمجهو ٿا جيڪو مٽي ۾ ملڻ کان پوءِ ختم ٿي ويندو ائين ناهي اوهان حقيقت ۾ هڪ جان آهيو جنهن کي ملائڪ ڪڍي ٿو وڃي بلڪل فنا نه ٿيندا آهيو. وقت مقرر ٿي اوهان مان نڪتل جان اوهان ۾ وجهي اوهان کي الله جل شانہ ڏانهن حساب ڪتاب جي لاءِ موٽايو ويندو. ”وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسَ رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ“ ۽ جيڪڏهن ڏسندو جڏهن مجرم پنهنجا مٿا پنهنجي رب جي اڳيان اونڌا ڪيو بيٺا هوندا. يعني ذلت ۽ پشيمانيءَ کان ڪنڌ مٽي ڪڍي نه سگهندا. ”رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ“ اي اسان جا رب! اسان (اکين سان) ڏٺو ۽ (ڪنن سان) ٻڌو پوءِ اسان کي موتيءَ ته صالح عمل ڪيون بيشڪ اسان يقين ڪندڙ آهيون. يعني اسان جا ڪن ۽ اکيون کلي ويون جيڪي ڪجهه تنهنجي نبي عليه الصلوة والسلام فرمايو هاڻي ان تي اسان کي ڪامل يقين آهي ته ايمان ۽ صالح اعمال ئي ڪارائي شيءَ آهن هاڻي هڪ ڀيرو اسان کي دنيا تي وري موڪلي ڏس ته ڪيئن ٿا سهڻا عمل ڪيون. ”وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ ۽ جيڪڏهن اسين گهرون ها ته هر نفس کي ان جي هدايت ڏيون ها ۽ پر منهنجي طرفان ڳالهه پڪي ٿي چڪي آهي ته جنن ۽ ماڻهن سمورن مان ضرور جهنم کي ڀريندس. يعني اسين

جيڪڏهن زوري زبردستي هر نفس کي هدايت ڏيون ها ته ڏئي سگهون ٿا پر اسان ان کي اختيار ڏنو پئي رستا ڏيکاريا ته پاڻ پلائي تو ڪري يا برائي؟ ۽ منهنجي طرفان اهو فيصلو ٿي چڪو هو ته ڪافرن ۽ مجرمين سمورن سان جهنم کي پرڀندس ۽ اها ڳالهه پوري ڪندس جيڪا شيطان کي جواب ۾ فرمائي هيم ته ”تو کي ۽ تنهنجي تابعن کي جهنم ۾ وجهندس“ ان جي ڪري زوري مومن بنائڻ جو سلسلو نه رکيو اٿم. ماڻهو پاڻ سوچي سمجهي حق قبول ڪري مسلمان ٿي دارين جي سعادت حاصل ڪن.

”قَدْ وَقُوءَٓ بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا“ پوءِ اوهان ان جي ڪري جو هن ڏينهن جي حاضري وساري هيو (عذاب) چڪو. يعني الله جل شانہ مشرڪن کي جهنم ۾ داخل ڪري فرمائيندو ته اوهان کي هي ڏينهن ياد نه هيو نه اوهان کي هن ڏينهن جي حاضري ذهن ۾ هئي ان جي ڪري عذاب چڪو. ”اَنَّا نَسِينَكُمْ“ بيشڪ اسان اوهان کي وساري ڇڏيو آهي سيدنا ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته: هتي وسارڻ مان مراد ڇڏي ڏيڻ آهي. (١) ڇو ته الله جل شانہ وسارڻ کان پاڪ آهي. ”وَدَّوْقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ“ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ ۽ پنهنجن ڪيلن عملن جي ڪري هميشه وارو عذاب چڪو. يعني جيڪو شرڪ ۽ ان سان گڏ براڪم ڪندا هيو انهن جي سزا هميشه چڪندا رهو اهو به انهن کي چنپ ۽ توبيخ لاءِ جهنم ۾ داخل ڪرڻ کان پوءِ چيو ويندو. (٢)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا سمجهه ۾ اچن ٿا.

ع ١- آيت ع ١٢- مان مجرمين جو اخروي بروجال واضح ٿي رهيو آهي ته اهي قيامت جي ڏينهن ڪنڌ ڪٽڻ جهڙا نه هوندا ۽ اتي وري دنيا تي اچي صالحن عملن ڪرڻ جي خواهش ڏيکاريندا پر اها پوري نه ڪئي ويندي.

ع ٢- ”وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هَدًى“ (۽ جيڪڏهن اسين گهرون ها ته هر نفس کي ان جي هدايت عطا ڪيون ها) مان واضح ٿيو ته انسان مجبور مقهور ناهي ان کي سمجهه شعور ڏئي سندس اڳيان پلا ۽ برا اعمال واضح ڪيا ويا آهن هاڻي پنهنجي اختيار سان جهنم جو رستو وٺي يا جنت جو. جنت واري رستي سان الله راضي آهي جهنم واري سان ناراض آهي.

ع ٣- ”وَدَّوْقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ“ (۽ هميشه وارو عذاب چڪو) مان واضح ٿيو ته مشرڪن ۽ ڪافرن جو جهنم مان نڪرڻ ممڪن ئي ناهي ڇو ته ان سان الله جل شانہ جي وعدي خلاف ٿيندي ۽ اها ٻيڪل ناممڪن آهي.

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا

إيمان آئين ٽا اسان جي آيتن تي رڳو اهي شخص جو جڏهن نصيحت ڪيا وڃن ٿا انهن سان
خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (١٥)

ٽه ڪرن ٿا سجدو ڪندڙ تي ۽ تسبيح پڙهن ٿا پنهنجي رب جو حمد ڪندي ۽ اهي نه ٿا وڌائي ڪن

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا

پري رهن ٿا پاسا انهن جا سمهڻ جي هنڌن کان پڪارين ٿا پنهنجي رب کي خوف ۽ اميد سان

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (١٦) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ

۽ ان مان جيڪو رزق ڏنسون انهن کي خرچ ڪن ٿا پوءِ نٿو ڄاڻي ڪو نفس

مَّا خَفِي لَّهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٧)

جيڪو لڪائي رکيو ويو آهي انهن جي لاءِ اکين جو ٺار بدلو هوندو ان جو جيڪو ڪيو هيائين

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي ڪفر ۽ انهن کي ملندڙ سزا جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ مومنن جي ڪردار ۽ کين ملندڙ جزا جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي. **إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ** اسان جي آيتن تي ايمان صرف اهي شخص آئين ٿا جو جڏهن انهن سان کين نصيحت ڪجي ٿي ته سجدو ڪري پنهنجي رب جو حمد ڪندي ان جي تسبيح پڙهن ٿا ۽ اهي وڌائي نه ٿا ڪن.

شان نزول

بيهقيءَ شعب الايمان ۾ سيدنا حضرت عبدالله بن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته هيءَ آيت پنجن فرضي نمازن جي باري ۾ نازل ٿي آهي (١) مطلب ته اسان جي نازل ڪيل آيتن کي صرف اهي سچو چون ٿا جو جڏهن انهن کي انهن آيتن سان نصيحت ڪجي ٿي ته عاجزي ظاهر ڪندي، الله جل شانہ جي لاءِ عبوديت جو اقرار ۽ ان جي عظمت کي تسليم ڪندي سجدن ۾ ڪرن ٿا ۽ ڪافرن جي طرفان

ان جي لاءِ بنايل شريڪن ۽ ان ڏانهن پتن ۽ ڌيئرن جي نسبت ڪرڻ کان ان جو حمد ڪندي پاڪائي بيان ڪن ٿا ته ان جو نه ڪو شريڪ آهي نه اولاد ۽ ان جي عبادت ڪرڻ ۾ نه عيب سمجهن ٿا نه ان جي اڳيان وڌائي يا غرور ڪن ٿا. (١)

مسئلو

آيت ع ١٥- پوري پڙهڻ کان پوءِ تلاوت جو سجدو ڪرڻ واجب آهي ”تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا“ انهن جا پاسا سمهڻ جي هنڌن کان پري رهن ٿا پنهنجي رب کي خوف ۽ اميد سان سڏين ٿا. مطلب ته جيڪي هنڌ سندن آرام ۽ ننڊ ڪرڻ جي لاءِ تيار هوندا آهن انهن تي پاسوئي نه ٿا رکن ۽ نه ننڊ ٿا ڪن پنهنجي رب کان دعائون گهرندي ڊڄن به ٿا ته ان جي رحمت ۾ اميد وار به آهن حضرت عبدالله بن رواحه اصحابي سڳوري رضي الله عنه سيد المرسلين حضور رحمة للعالمين صلى الله عليه وسلم جي عبادت ۽ تلاوت واري شان کي بيان ڪندي فرمايو آهي.

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُوا كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِّنَ الصُّبْحِ سَاطِعٌ

اسان ۾ رسول الله صلى الله عليه وسلم جن موجود آهن جيڪي جڏهن صبح جا انوار ظاهر ٿيندا آهن ته ان جي ڪتاب (قرآن ڪريم) جي تلاوت ڪندا آهن.

يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنِ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَقَلَّتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ (٢)

مشرڪن کي سندن سمهڻ جا هنڌ سست ۽ گرو ڪري (سمهاريندا) آهن ۽ رسول الله صلى الله عليه وسلم جن (پنهنجي پاسي) مبارڪ کي پنهنجي سمهڻ جي هنڌ (پاڪ) کان پري رکندي جاڳندي الله جي عبادت ۾ رات گذاريندا آهن.

شان نزول

حضرت امام حسن بصري، مجاهد، عطاء، ابوالعاليه، قتادة ۽ ابن زيد رضي الله عنهم فرمايو ته هي آيت رات جو سجاڳ ٿي عبادت ڪرڻ جي باري ۾ نازل ٿي آهي ۽ عوفي ۽ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته ”انهن ٻانهن جا

پاسا سندن سمهڻ جي هنڌن کان الله جل شانہ جي ذڪر لاءِ پري رهن ٿا. اهي هر حال ۾ الله جل شانہ جي ذڪر ۾ مصروف آهن. حضرت انس بن مالڪ رضي الله عنه فرمايو ته هيءَ آيت رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي انهن اصحابن سڳورن رضي الله عنهم جي شان ۾ لکي آهي جيڪي مغرب کان عشاء تائين نفل پڙهندا رهندا هئا (١) ۽ محمد بن نصر ۽ ابن جرير ضحاڪ رضي الله عنه کان هن آيت جي تفسير ۾ آندو آهي ته: ان مان مراد اهي شخص آهن جيڪي نماز دوران، بيٺي، ويٺي جاڳندي ۽ ننڊ مان اٿندي الله جل شانہ جو ذڪر ڪندا آهن ۽ اهڙي مراد حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان ابن جرير به روايت ڪئي آهي (٢) ”وَمَا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ“ ۽ ان مان جيڪو اسان انهن کي رزق ڏنو آهي خرچ ڪن ٿا. يعني اسان جي ڏنل رزق مان نيڪن ۽ سهڻن عملن ۾ خرچ ڪن ٿا ”فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ“ ۽ پوءِ ڪو به نفس اهي نعمتون نه ٿو ڄاڻي جيڪي اکين جون ٿا انهن لاءِ لڪايون ويون آهن يعني ڪو به شخص انهن نوازشن ۽ انعامن جو تصور ڪري نه ٿو سگهي جيڪي اسان پنهنجن ٻانهن لاءِ تيار ڪري رکيون آهن. بخاري، مسلم ۽ ٻين ڪيترن محدثن حضرت ابو هريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”أَعَدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَأَعِيْنُ رَأَتْ وَلَا أَدْنُ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَي قَلْبِ بَشَرٍ“ (٣) مون پنهنجي صالحن ٻانهن جي لاءِ اهو ڪجهه تيار ڪيو آهي جيڪو نه ڪنهن اک ڏٺو آهي ۽ نه ڪنهن ڪن ٻڌو آهي ۽ نه ڪنهن انسان جي دل تي چيڪيو آهي. ”جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ بدلو ان جو جيڪي ڪندا هئا. يعني سندن اڳتي موڪليل نيڪ عملن جو ثواب هوندو.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.
 ١- آيت ١٥- مان واضح ٿيو ته سڄي ڪندي تسبيح پڙهڻ رب العالمين جي پاڪ ذات وٽ نهايت پسند ڪيل عمل آهي ۽ اهو به ثابت ٿيو ته تڪبر کان بچڻ، تواضع ۽ انڪساري ڪرڻ نهايت پيارو ۽ اهل الله جو ڪم آهي.
 ٢- آيت ١٦- مان واضح ٿيو ته رات جي عبادت، تهجد، تلاوت ۽ ذڪر ڪرڻ نهايت ڀلو شغل آهي ۽ مومن جو مقام آهي ته الله جل شانہ جي رحمت ۾ اميد رکڻ سان گڏ ان کان خوف به رکي.

(١) زاد المسير ص ٣٣٨، ٣٣٩- جلد ٦ (٢) الدر المنثور ص ٥٤٨، جلد ٦ (٣) ساڳيو

ع ٣ آيت ١٧ هـ مان واضح ٿيو ته مذڪوره سهڻين صفتن جي صاحبن مومنن جي لاءِ اهڙيون نعمتون تيار ٿيل آهن جيڪي عقل علم کان مٿي آهن.

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ (١٨) أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا
چا پوءِ جيڪو مومن آهي ان جهڙو آهي جيڪو فاسق آهي نه ٿا برابر ٿين پر جن ايمان آندو
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ ذَاتُ نَزْلٍ لِّبِمَا

۽ ڪيائون صالح عمل پوءِ انهن جي لاءِ رهن جا بهشت آهن مهماني ٿي ان سببان جيڪي
كَانُوا يَعْمَلُونَ (١٩) وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا
چڱا ڪم ڪندا هئا ۽ پر جيڪي فاسق بڻيا پوءِ انهن جي جاءِ جهنم آهي جڏهن به ارادو ڪندا آهي

أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أَعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ
ته نڪرن ان مان ته ورايا ويندا ان ۾ ۽ چيو ويندو انهن کي ته چڪو اهو باهه جو عذاب
الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ (٢٠) وَلَنَذِيقَنَّ هُنَّ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ

جنهن کي ڪوڙو چوندا هيئو ۽ البت ضرور چڪائينداسون انهن کي عذاب ويجهڙائيءَ وارو
دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (٢١) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن

وڏي عذاب کان سواءِ ۽ ڪير آهي وڌيڪ ظالم ان کان جو
ذِكْرَ بَايَتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا

نصيححت ڪيو ويو پنهنجي رب جي آيتن سان ان کان پوءِ منهن موڙيائين

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ (٢٢)

بيشڪ اسين ڏوهارين کان بدلو وٺندڙ آهيون

تفسير

اڳين آيتن ۾ مجرمين ۽ مومنن جو حال بيان ٿيو ته عقلمندن جي ذهن ۾ سوال اٿيو ته ڇا اهي ٻئي برابر آهن؟ انهن جي سوال ۽ جواب کي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ“ ڇا جيڪو مومن آهي اهو فاسق سان برابر آهي؟ برابر ناهن.

شان نزول

سعيد بن جبیر حضرت عبدالله بن عباس رضي الله عنهما کان روایت آندي آهي ته وليد بن عقیبه بن ابي معیط کافر حضرت علي رضي الله عنه کي چيو ته ”مان توکان تیر هڻڻ ۾ تیز، زبان سان ڳالهائڻ ۾ ڪشادو ۽ جسم ۾ وڌيڪ پریل آهيان“ حضرت علي رضي الله عنه کيس جواب ۾ فرمایو ته ”چپ ڪر تون فاسق آهين. تڏهن حضرت علي رضي الله عنه جي شان ۾ هيءَ آيت نازل ٿي (۱) اهڙي طرح ابوالفرج اصبهاني، ابن عدي، ابن مردويه، خطیب، ابن عساکر ۽ ابن الجوزي به آندو آهي. (۲) ۽ ابن الجوزي شریک کان روایت آندي آهي ته هيءَ آيت حضرت عمر ۽ ابوجهل جي متعلق نازل ٿي (۳) مطلب ته مومن ۽ کافر جي زندگي، عمل ۽ انجام ۾ واضح تضاد آهي ان جي ڪري اهي برابر ڪيئن ٿيندا؟ نه حضرت علي ۽ وليد برابر آهن ۽ نه حضرت عمر ۽ ابوجهل برابر آهن حضرت علي ۽ حضرت عمر رضي الله عنهما مومن ۽ بلند مرتبي ۽ مٿاهين مقام وارا آهن. ”أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ پر جن ایمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا انهن جي لاءِ رهن جا بهشت آهن جيڪي کين سندن ڪيلن نيڪن عملن جي ڪري مهماني طور ملندا. يعني الله جل شانہ ۽ ان جي پياري رسول عليه الصلوة والسلام جي هر فرمان جي تصديق ڪرڻ سان گڏ صالح عمل ڪندڙن کي رهن جي لاءِ اهڙا بهشت عطا ڪيا ويندا جيڪي عقل جي ادراڪ کان نرالا آهن. ”وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ“ جيڪي بي فرمان بڻيا انهن جي جاءِ جهنم جي باهه آهي يعني جن ایمان ۽ اطاعت کان نڪري ڪفر ۽ گناهه اختيار ڪيا اهي جهنم جي پڙ ڪندڙ باهه ۾ سڙندا اها ئي سندن رهن جي جاءِ هوندي. (۴) ”كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ“ جڏهن به ان مان نڪرڻ جو ارادو ڪندا ته ورائي ان ۾ وڌا ويندا ۽ انهن کي چيو ويندو ته ان باهه جو عذاب چڪو جنهن کي اوهان ڪوڙو چوندا هيو. مطلب ته اوهان چوندا هيو ته اسان کي صرف دڙڪا ڏنا وڃن ٿا. نه عذاب آهي نه ثواب. ”وَلَنَذِقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ“ ۽ البت ضرور انهن کي وڏي عذاب کان سواءِ ويجهڙو عذاب چڪائينداسون من انهن مان رهيل ۽ بچيل ڪفر ۽ گناهه کان توبه ڪري رجوع ڪن. مفسرن سڳورن لکيو آهي ته اهو عذاب

(۱) لباب النقول ص ۲۶۳ - (۲) الدر المنثور ص ۵۵۳ - جلد ۶ (۳) زاد المسير ص ۴۴۱ -

جلد ۶ (۴) تنوير الازهان ص ۲۲۰ - جلد ۳

هيئن ٿيو جو جڏهن نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام کي گهڻو ايذا يائون ته پاڻ انهن جي مٿان خداوندي بارگاهه ۾ دانهن ڏنائون ۽ انهن تي اهڙو ڏڪار آيو جو ڏيونڊ، ڪلون، سڙيل هڏا کاڌائون ۽ مٽي نهاريندا هئا ته آسمان جي بجاءِ کين صرف دونهون نظر ايندو هو اهڙي طرح ٻين بلائن ۽ مصيبتن ۾ به مبتلا رهيا. (١) ابن مردويه پنهنجي سند سان حضرت عباد بن صامت رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته مون ان آيت ۾ بيان ٿيل عذاب جي باري ۾ رسول الله صلى الله عليه وسلم جن کان پڇيو پاڻ فرمايائون ته ”دنيوي زندگيءَ ۾ اجايا ڪم ۽ خرچ ڪندڙ جي لاءِ مصيبتون، بيماريون ۽ تڪليفون آخرت جي عذاب کان اڳي عذاب آهن“ مون عرض ڪيو ته يارسول الله! اهي اسان جي لاءِ ڇا آهن؟ فرمايائون ته (گناهن کان) صاف ۽ پاڪ ڪندڙ آهن. (٢) ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا“ ۽ ان کان وڌيڪ ڪير ظالم آهي جيڪو پنهنجي رب جي آيتن سان نصيحت ڪيو ويو ان کان پوءِ انهن کان منهن موڙيائين. يعني جنهن کي رحمان جي قرآن پاڪ جي آيتن سان نصيحت ۽ وعظ ڪيو وڃي ۽ اهي ٻڌي ڪري به انهن بتن کان منهن موڙي ايمان نه آڻي ته اهڙو ٻيو ڪير به ظالم ناهي. ”اتَّامَنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ“ بلاشڪ اسين مجرمين کان بدلو وٺندڙ آهيون يعني جن اسان جي آيتن کي ڪوڙو چيو انهن کان سخت حساب وٺنداسون (٣) ابن منيع، ابن جرير، ابن ابی حاتم، طبراني ۽ ابن مردويه حضرت معاذ بن جبل رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته مون رسول الله صلى الله عليه وسلم جن کان ٻڌو پاڻ فرمايائون ته ”ثَلَاثٌ مِّنْ فَعَلُهُنَّ فَقَدْ جُرِمَ مَنْ عَقَدِلُوا فِي غَيْرِ حَقٍّ، أَوْ عَقَّ وَالِدَيْهِ أَوْ مَشَىٰ مَعَ ظَالِمٍ لِّيَنْصُرَهُ فَقَدْ أَجْرَمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ“ ”اتَّامَنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ“ (٤) تي ڪم اهڙا آهن جنهن به اهي ڪيا اهو پڪي طرح مجرم بڻيو جنهن حق کان سواءِ (بغاوت ڪندي) جهنڊو ٻڌو، يا والدين جو بي فرمان ٿيو يا ظالم سان مدد ڪرڻ جي لاءِ گڏ جي هليو. الله عزوجل فرمايو آهي ته ”پڪ اسين مجرمين کان بدلو وٺندڙ آهيون.“

فائدو

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

عـ ١ آيت ١٨ مان واضح ٿيو ته مومن ۽ ڪافر، نيڪو ڪار ۽ بدڪار فرمانبردار ۽

(١) تنوير الاذهان ص ٢٢٠ جلد ٣ (٢) الدر المنثور ص ٥٥٤ جلد ٦ (٣) صفوة

التفاسير ص ٥٠٦ جلد ٢ (٤) الدر المنثور ص ٥٥٥ جلد ٦

بي فرمان برابر ناهن ۽ انهن کي برابر سمجھندڙ خطا ڪار آهي. (١) پر جيڪو الله جل شانہ جي پياري نبي عليه الصلوٰۃ والسلام کي پاڻ جهڙو ۽ پاڻ کي ان سان برابر يا ٻين جهڙو سمجھي اهو ڪافر آهي. (٢)

ع ٢١ آيت ع ٢١۔ جي مفهوم تي غور ڪرڻ مان واضح ٿيو ته گنهگارن جي لاءِ دنيا ۾ مصيبتون، آفتون، مرض ۽ تڪليفون هڪ قسم جي رحمت آهن جو کيس غفلت مان ڪڍي بيدار ڪري آخرت جي عذاب کان بچائين ٿيون پر جيڪي انهن هوندي به الله جل شانہ ڏانهن رجوع نه ٿا ڪن انهن جي لاءِ ٻيٽو دنيا ۾ ۽ آخرت ۾ ان کان به وڏو عذاب آهي انبياء عليهم الصلوٰۃ والسلام ۽ اولياءِ ڪرام تي جيڪي تڪليفون اچن ٿيون انهن جو معاملو جدا آهي اهي انهن کي آزمائي درجن بلند ڪرڻ جي لاءِ اينديون آهن ۽ ان جي سڃاڻپ اها آهي ته انهن کي ان وقت به قلبي سکون ۽ اطمینان حاصل ٿيندو آهي ۽ الله جل شانہ تي سندس اعتماد وڌندو آهي. (٣)

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَاتُكُنْ فِي مَرْيَةِ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ

۽ البت تحقيق ڏنو اسان موسيٰ کي ڪتاب پوءِ نه هج شڪ ۾ ان جي ملڻ ۾ ۽ ڪيوسون ان کي هُدى لَبَنِي إِسْرَآئِيلَ (٢٣) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَّهْدُونَ بِأَمْرِنَا

هدايت بني اسرائيل جي لاءِ ۽ ڪيوسون انهن مان اڳواڻ جيڪي اسان جي امر سان هدايت ڪن ٿا

لَمَّا صَبَرُوا قَدْ وَكَانُوا بِأَيْتِنَا يُوقِنُونَ (٢٤) إِنْ رَبَّكَ

جڏهن صبر ڪيائون ۽ اسان جي آيتن تي يقين ڪندا هئا بلاشڪ تنهنجو رب

هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (٢٥)

اهو فيصلو ڪندو انهن ۾ قيامت جي ڏينهن ان متعلق جو ان ۾ اختلاف ڪندا هئا

تفسير

الله جل شانہ جيئن سورة جي شروعات ۾ اسلام جا اصولي عقائد، توحيد، رسالت ۽ قيامت بيان فرمايا هئا تيئن هتي وري انهن جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَاتُكُنْ فِي مَرْيَةِ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَا هُدى لَبَنِي إِسْرَآئِيلَ

(١) ايسرالتفسير ص ٥٣٣ جلد ٣ (٢) نورالعرفان ص ٦٦٤ (٣) معارف القرآن

۽ يقيناً اسان موسیٰ کي ڪتاب ڏنو پوءِ تون ان (قرآن پاڪ) جي ملڻ ۾ شڪ ۾ نه هج ۽ اسان ان (توراة) کي بني اسرائيل جي لاءِ هدايت بنايو. مطلب ته اسان ئي موسیٰ کي ڪتاب ڏنو هو جيئن اوهان کي قرآن ڪريم ڏنو اٿئون (علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) ۽ اسان جيئن ان ڏانهن وحي موڪليو هو تيئن اوهان ڏانهن به موڪليو اٿئون ان جي ڪري اوهان عطا ڪيل ڪتاب جي متعلق ڪنهن به شڪ ۽ شبهي ۾ (نه آهيو ۽) نه رهجو. اوهان نوان رسول نه آهيو رسالت جو سلسلو اوهان کان اڳي شروع آهي.

سوال

هتي صرف حضرت موسیٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو ذڪر ڇو ڪيو ويو آهي حالانڪ ٻيا به ڪيترا نبي سڳورا عليهم الصلوة والسلام دنيا ۾ جلوه افروز ٿيا هئا؟

جواب

حضرت موسیٰ جو دور حضور عليهما الصلوة والسلام جن جي دور کي ويجهو هو ۽ ان کي مڃڻ جي دعويٰ ڪرڻ وارا به مدينه منوره ۾ گهڻا رهندا هئا ۽ مڪه مڪرمه ۾ ايندا ويندا هئا حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو دور ته اڃان به ويجهو هو پر ان کي يهودي نه مڃيندا هئا ۽ عيسائي حضرت موسیٰ کي به مڃيندا هئا ان جي ڪري حضرت موسیٰ جو ذڪر ڪيو ويو ۽ ان جي ذڪر سان نبي اڪرم عليه الصلوة والسلام جن کي تسلي ڏني وئي ته ڪافرن جي منهن موڙڻ ۽ ايڏائڻ ڏيڻ جي ڪري غمگين نه ٿيو اوهان حضرت موسیٰ جي حال کي ياد ڪيو ته ان کي ڪيترو ايڏايو ويو هو؟ پر نيٺ اهو ڪامياب رهيو ۽ اوهان به نيٺ ڪامياب ٿيندو. (۱)

”وَجَعَلْنَاهُمْ اُمَّةً يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوا بِاٰيٰتِنَا يُّوقِنُوْنَ“ ۽ اسان انهن مان اهڙا اڳواڻ بنايا جيڪي اسان جي امر سان هدايت ڪن پيا جڏهن صبر ڪيائون ۽ اسان جي آيتن تي يقين ڪندا هئا. يعني اسان بني اسرائيل مان ڪي اهڙا اڳواڻ بنايا جيڪي اسان جي امر سان هدايت ڪن پيا جڏهن صبر ڪيائون ۽ اسان جي آيتن تي يقين ڪندا هئا. يعني اسان بني اسرائيل مان ڪي اهڙا اڳواڻ ۽ پيشوا بنايا جو اهي اسان جي فرمان مطابق ماڻهن جي اڳواڻي ۽ رهنمائي ڪندا رهيا. حق واري دين جي لاءِ انهن تي مصيبتن جا جبل ٽوڙيا ويا پر اهي گهٻرائڻ جي بجاءِ صبر ڪندا رهيا

جيڪي ماڻهو عبادت ۽ اطاعت کان تڪجي پون ٿا مصيبتون ۽ درد ڏسي گهٻرائين ٿا انهن کي اهڙو منصب ۽ مرتبو نه ملندو آهي. ”اَنَّمَا“ مان مراد بني اسرائيل مان اچڻ وارا انبياءَ عليهم الصلوة والسلام آهن يا انهن جا سڃا تابعدار علماء جيڪي سندس نائب جي حيثيت سان سندن پيغام جي مشين کي تڪميل تي پهچائڻ جي لاءِ ڪوششون ڪندي عمر گذاري ويا. (١) ”اَنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ“ بيشڪ تنهنجو رب ئي انهن جي اختلافن ۾ قيامت جي ڏينهن فيصلو ڪرڻ فرمائيندو. يعني ديني، دنياوي اختلافن ۽ ثواب ۽ گناهه جا سڀ فيصلا قيامت جي ڏينهن الله جل شانہ ئي ڪندو حق وارن کي بهشت ۾ باطل جي پوڄارين کي جهنم ۾ داخل ڪرڻ فرمائيندو.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ“ (پوءِ ان جي لقاء جي متعلق شڪ ۾ نه هج) ۾ مفسرن جا ٻه قول آهن هڪ جو تفسير ۾ ذڪر ڪيو ويو پيو قتادة حضرت ابن عباس، کان ان جي تفسير ۾ هن طرح نقل ڪيو آهي ته ”لِّقَائِهِ“ ۾ ضمير حضرت موسىٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ڏانهن ٿو وري ۽ هن آيت ۾ حضور عليه الصلوة والسلام جن کي خطاب ڪيو ويو آهي ته ”اوهان حضرت موسىٰ سان ملڻ ۾ شڪ نه ڪيو اوهان جي ان سان ملاقات ٿيندي جيئن سندن هڪ ملاقات معراج واري رات ٿي جيڪا صحيح حديثن سان ثابت آهي ۽ وري قيامت ۾ به ٿيندي. (٢)

ع ٢- آيت ع ٢٤- مان ثابت ٿيو ته ڪنهن قوم جي مقتدا ۽ اڳواڻ ٿيڻ لاءِ ٻه گالهيون ضروري آهن ١: صبر ٢: الهي آيتن تي يقين ڪرڻ. هتي صبر مان مراد الهي احڪام جي پابندي تي ثابت قدم رهڻ ۽ جن شين کي الله جل شانہ حرام يا مڪروه فرمايو آهي انهن کان پنهنجي نفسي روڪڻ آهي جنهن ۾ سڀني شرعي حڪمن جي پابندي اچي ٿي وڃي ۽ هي وڏو عملي ڪمال آهي ۽ الهي آيتن تي يقين رکڻ ۾ انهن جو سمجهڻ به داخل آهي ڇو ته سمجهڻ کان سواءِ يقين نه ٿي سگهندو ۽ اهو هڪ وڏو علمي ڪمال آهي.

أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُونِ

ڇا نه روشن ٿي انهن لاءِ هيءَ ڳالهه ته ڪيتريون هلاڪ ڪيون اسان انهن کان اڳي جماعتون

يَمْشُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ أَفَلَا يَسْمَعُونَ (٢٦) أَوَلَمْ يَرَوْا

جو هلن پيا انهن جي گهرن ۾ بلاشڪ ان ۾ البت نشانيون آهن ڇا پوءِ نه ٿا ٻڌن ڇا نه ڏٺائون

أَنَا نُسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرْزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا

ته بيشڪ اسين هلايون ٿا پاڻي سڪل زمين ڏانهن پوءِ ڪڍون ٿا ان سان پوک ڪائين ٿا

تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ (٢٧)

ان مان انهن جا چوپايا ۽ پاڻ ڇا پوءِ نه ٿا ڏسن؟

تفسير

اڳين آيتن حضرت موسىٰ علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي ڪتاب ڏيڻ جي ذڪر سان رسالت جو بيان ٿيو ۽ هتي وري توحيد جو ذڪر ڪري ان تي مشاهداتي دلائل بيان ڪيا ويا آهن. فرمان الهي آهي ”أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْكِنِهِمْ“ ڇا انهن جي لاءِ اها ڳالهه روشن نه ٿي آهي ته اسان انهن کان اڳي ڪيتريون جماعتون هلاڪ ڪري ڇڏيون جن جي گهرن ۾ هي هلن پيا. مڪه مڪرمه ۾ رهڻ وارا تجارت لاءِ مشرق ۽ مغرب جو سفر ڪندي اتي ڪيترن ويران ڳوٺن کان لنگهندا هئا جن جون ٽٽل ۽ پڳل ديوارون پنهنجي رهندڙن جي برن عملن جا داستان ورائي ورائي ٻڌائي رهيون هيون. هتي انهن کان پڇيو ٿو وڃي ته ڇا اوهان لاءِ اڃان هدايت جو رستو روشن نه ٿيو آهي؟ ”إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ“ بلاشڪ ان ۾ ڪيتريون نشانيون آهن. مطلب ته اهي سڀ الله جل شانہ جي وحدانيت ۽ قدرت جا روشن دليل آهن ”أَفَلَا يَسْمَعُونَ“ ڇا پوءِ ٻڌن نه ٿا؟ يعني انهن ڪڏهن انهن عبرت آموز داستانن جي ٻڌڻ جي ڪوشش ڪئي؟ جيڪڏهن ٻڌن ها ته ضرور پنهنجي هٿ تان هتي مسلمان ٿين ها.

”أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نُسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرْزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ“ ڇا اهو نه ڏٺائون ته اسين سڪل زمين ڏانهن پاڻي هلائي ان سان پوک پيدا ڪيون ٿا جنهن مان سندن چوپايا ۽ پاڻ ڪائين ٿا ڇا پوءِ نه ٿا ڏسن؟

هن آيت ۾ الهي قدرت جو هڪ ٻيو ثبوت پيش ڪيو ويو آهي. ”الجرز“ ان زمين کي چوندا آهن جيڪا هونئن ته زرخيز آهي پر پاڻي نه هجڻ جي ڪري بنجر هوندي آهي ان ۾ ڪو سائو تيلو به نظر نه ايندو آهي. اهڙي زمين تي الله جل شانہ رحمت جو مينهن وسائي ان کي سرسبز شاداب بنائي ان مان اهڙي پوک ڪڍي ٿو جيڪا ماڻهن ۽ مال جي لاءِ ڪار آمد غذا بنجي ٿي ڇا پوءِ اهي ڪو نه ٿا ڏسن جو ڏسي ان سان الله جل شانہ جي قدرت جي ڪمال تي دليل وٺن ۽ ڄاڻن ته جنهن ويران ۽ برباد زمين کي آباد ڪيو آهي اهو مٿن کي به زنده ڪري سگهي ٿو.

فائدو

آيت ۱۰۰ ۾ زمين جي آبپاشيءَ جو هڪ خاص حڪمت ڀريو نظام بيان ڪيو ويو آهي يعني بارش جي بجاءِ پاڻيءَ کي زمين تي هلائي خشڪ زمين ڏانهن پهچائي ان سان وڻ ۽ پوکون ڄمائڻ جو ذڪر فرمايو آهي بارش ڪنهن ٻئي زمين تي پوندي آهي ۽ اهاين ندين ۽ نالين جي واسطي سان خشڪ زمين ڏانهن پاڻي پهچايو ويندو آهي ان ۾ اهو به اشارو آهي ته ڪي ڪي زمينون گهڻو نرم هونديون آهن جيڪي بارش کي برداشت ڪري نه سگهنديون آهن جو جيڪڏهن انهن تي پوري برسات وسائي وڃي ته عمارتون منهدم ٿي وينديون وڻ پاڙون پئجي ويندا ان جي ڪري الله جل شانہ اهڙين زمينن لاءِ اهو انتظام فرمايو. (۱)

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ ۚ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۲۸) قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ

۽ چون ٿا ته ڪڏهن آهي هيءُ فيصلو جيڪڏهن آهيو سچا؟ فرما ۽ ته فيصلي جي ڏينهن

لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ (۲۹)

نه نفعو ڏيندو انهن کي جن ڪفر ڪيو سندن ايمان آڻڻ ۽ نه اهي مهلت ڏنا ويندا

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَضِرُونَ (۳۰)

پوءِ انهن کان منهن موڙ ۽ انتظار ڪر بيشڪ اهي انتظار ڪندڙ آهن

تفسير

توحيد ۽ رسالت جي ثابت ڪرڻ کان پوءِ وري قيامت جو ذڪر آندو ويو آهي جنهن سان سورة جو آخر ان جي اول سان مناسب رهيو. فرمان مبارڪ آهي ”وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ ۖ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ ۽ چون ٿا ته جيڪڏهن سچا آهيو ته ٻڌايو هي فيصلو ڪڏهن آهي؟ مومن ڪافرن کي چوندا هئا ته اسان جو هڪ ڏينهن اچي ٿو ان ڏينهن اوهان سان فيصلو ٿيندو ته ڪافر انهن کي ٽوڪيندي پڇا ڪندا هئا ته اهو فيصلي وارو ڏينهن ڪڏهن ايندو؟ ”قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ“ فرماءَ ته فيصلي واري ڏينهن ڪافرن کي سندن ايمان نفعو نه ڏيندو ۽ نه اهي مهلت ڏٺاويندا. يعني قيامت جي ڏينهن ڪافر ايمان آڻيندا ته به نفعو نه ملندڙ ۽ نه عذاب کان بچڻ جي لاءِ مهلت ملندي. ”فَاعْرِضْ عَنْهُمْ“ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَضِرُونَ“ پوءِ انهن کان منهن موڙي ۽ انتظار ڪر بلاشڪ اهي به انتظار ڪندڙ آهن. يعني اوهان انهن جي مٿان غالب ٿيڻ ۽ مدد ملڻ جو انتظار فرمايو انهن کان پنهنجو منهن مبارڪ موڙيو آهي به اوهان جي مٿان غالب ٿيڻ ۽ اوهان جي شهادت يا دنيا تان رحلت جا منتظر آهن پوءِ الله جل شانہ پنهنجو وعدو پورو فرمائيندي پنهنجي حبيب عليه الصلوة والسلام جي مدد ڪئي.

فائدو

آيت ع ۲۹ مان معلوم ٿيو ته جڏهن قيامت جي ڏينهن ڪافر الهي عذاب ڏسندا ته اتي کين ايمان آڻڻ ڪم نه ڏيندو ڇو ته وقت گذري چڪو هوندو. الحمد لله جو اڄ بموئرخه ۷ محرم الحرام ص ۱۴۲۴ هـ الموافق ۲۰۰۳، ۲، ۱۰ ع عيسوي اڱاري جي رات پوئين ڏهين بجي پنهنجي گهر واري لائبريري ۾ ويٺي سورة السجده جو تفسير لکي پورو ڪيم. دلي دعا آهي ته الله جل شانہ باقي رهيل تفسير به جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين ثم آمين برحمتك و بحرمة حبيبك سيدنا محمد عليه وعلى آله واصحابه الصلوات والتسليمات الى يوم الدين.

دعا جو طالب

الفقيه محمد ادريس الداهري

النقشبندي عفي عنه

سورة الاحزاب جوتعارف

هن سورة مبارڪ جي تعارف ۾ هي ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ

هن بابرڪت سورة جو نالو ”الاحزاب“ آهي جيڪو آيت ع ٢٠ جي جملہ ”يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا“ مان ورتل آهي ۽ هن ۾ غزوه احزاب جو تفصيلي بيان آهي هيءَ جنگ نتائج جي اعتبار سان هڪ فيصله ڪن جنگ هئي.

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن ۾ نو رڪوع، ٽيهتر آيتون، هڪ هزار ٻه سو اسي ڪلما ۽ پنج هزار ست سو نوي (٥٤٩٠) حرف آهن. (١)

مڪيه آهي يا مدينه؟

ابن الضريس، نحاس، ابن مردويه ۽ دلائل النبوة ۾ بيهقيءَ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته ”سورة الاحزاب“ مدينه منوره ۾ نازل ٿي (ان جي ڪري مدينه آهي) ابن مردويه حضرت ابن الزبير رضي الله عنه کان به اها روايت آندي آهي. (٢)

اڳيئن سورة سان تعلق ۽ ربط

هن سورة جي آخر ۾ ڪافرن کان منهن موڙڻ جو امر هو ۽ هن جي شروعات ۾ ڪافرن جي اطاعت نه ڪرڻ جو بيان آهي.

نزول جو زمانو ۽ مضمون

هن سورة ۾ جن واقعن جو ذڪر آهي يعني غزوه احزاب، غزوه بني قريظہ ۽ حضرت زينب رضي الله عنها جو نڪاح اهي شاهدي ڏئي رهيا آهن ته ان جو نزول سن ٥ هجريءَ ۾ ٿيو هو (٣) هن سورة مبارڪه ۾ اسلامي تاريخ جا اهم واقعا بيان ڪيل آهن عرب جي جاهلانہ رسم و رواج جي دور رس ۽ انقلابي نوعيت جي اصلاح ڪئي وئي آهي سرورِ ڪونين حضور پر نور عليه الصلوٰة والسلام جن جي خانگي زندگيءَ جا ڪئين شعبا واضح ڪيا ويا آهن ازواجِ مطهرات ۽ خاندان رسالت کي خصوصي

هدايتون ۽ ارشادات فرمايل آهن مسلم معاشره ۾ مرد ۽ عورت جي آزادانه اختلاط ميل جول کان روڪيو ويو آهي پردي جي انتظام کي ڪارائتو بنائڻ لاءِ ابتدائي هدايتون ڏنيون ويون آهن سرور ڪائنات سيد المرسلين صلي الله عليه وسلم جن جي خاتم النبيين هجڻ جو اعلان ڪيو ويو آهي انهن سڀني امرن هن سورة کي وڏي اهميت بخشي آهي هر شيءِ جو تفصيلي بيان ته پنهنجي مقام تي ايندو هتي صرف اجمالي اشارا ڏنا ويا آهن مقصد هي آهي ته پڙهڻ وارا سورة جو مطالعو ڪرڻ کان پهريان انهن ڳالهين کي پنهنجي ذهن ۾ محفوظ رکن ۽ جڏهن ان جي تفصيلي ذڪر جي مقام کي پڙهن ته بي خبريءَ سان نه پڙهن پر اتي توقف ڪن، غور ۽ تدبر ڪن ۽ قرآن ڪريم جي روشنيءَ مان تجليات ۽ انوار حاصل ڪن. هن سورة جي آغاز ۾ جاهليت جي رسمن ۽ عادتن تي ضرب لڳائي وئي آهي ان کان پوءِ هي فرمان ٿيو ته مومن مسلمان ٻانهي تي لازم آهي ته پنهنجي الله جل جلاله جي هر حڪم کي چون وچرا کان سواءِ تسليم ڪري ۽ جيڪڏهن ائين ڪندي ماڻهو مٿس ملامتون ڪن يا انهن جي ڪاوڙ ۽ مخالفت جو مقابلو ڪرڻو پوي ته بالڪل نه گهٻرائي بلڪ پنهنجي رب ڪريم تي توڪل ڪري ۽ پنهنجا سمورا ڪم ان جي حوالي ڪري ان کان وڌيڪ ڪارساز ڪير آهي؟ ان سان گڏ هي نڪتو به بيان ٿيو ته دل هڪ هوندي آهي ان ۾ يا دنيا ۽ دنيا وارن جي محبت هوندي يا الله جل شاناهه جي محبت جو انتخاب ڪرڻو پوندو جيڪڏهن انسان جي اندر ٻه دليون هجن ها ته هڪ دل ۾ الله جل شاناهه جي محبت ۽ ٻيءَ ۾ دنيا جي محبت کي جاءِ ڏجي ها پر جڏهن ته دل هڪ آهي هاڻي اوهان جي مرضي آهي ان کي الله جل شاناهه جي محبت جو مرڪز بنايو يا دنيا جي حوالي ڪري ڇڏيو ان اثرائتي ۽ دل ۾ وهندڙ تمهيد کان پوءِ جاهليت جي دور وارين ٻن رسمن جو به خاتمو ڪيو ويو آهي ان وقت جو رواج هو ته جيڪڏهن ڪنهن جي زبان مان پنهنجي زال جي باري ۾ هي لفظ نڪري ويندا هئا ته ”تون منهنجي لاءِ ماءُ وانگر آهين“ ته اها ان لاءِ هميشه حرام ٿي ويندي هئي اها هڪ اجائي ۽ بلڪل بيهوده ڳالهه هئي صرف زبان سان ائين چوڻ جي ڪري زال ماءُ ڪيئن بنجندي ان جي ڪري ان رسم کي به باطل قرار ڏنو ويو پر زال کي ماءُ قرار ڏيڻ به هڪ ڪريل درجي جي حرڪت هئي ان ڪري ائين چوڻ کان به روڪيو ويو ۽ اهڙي غير ذميدارانه گفتگو ڪرڻ واري تي ڪفار ادا ڪرڻ لازم ڪئي وئي جنهن جو تفصيل پنهنجي مقام تي ايندو. ٻيو رواج اهو هو ته جيڪڏهن ڪو شخص ڪنهن جي پٽ کي پنهنجو پٽ سڏيندو هو ته اهو هر لحاظ سان ان جو حقيقي پٽ تصور ڪيو ويندو هو

ان کي حقيقي پٽ وارا سڀئي حقوق ۽ رعايتون حاصل هونديون هيون اهو ورثي ۾
 حصيدار ٿيندو هو ان جي زال پٽ سڏڻ واري تي حرام سمجهندا هئا گهر ۾ رهندڙ
 عورتن سان ان جو ميل جول حقيقي پيءُ وانگر هوندو هو ۽ اها رسم طرح طرح جي
 حق تلفين ۽ اخلاقي قباحتن جو سبب بنجندي هئي. وفات ڪندڙ جا حقيقي وارث ورثي
 کان محروم هوندا هئا هڪ پرائونسي پٽ سڀ ڪجهه هڙپ ڪري ويندو هو ۽ هڪ
 ڌاريون نوجوان صرف زباني پٽ سڏڻ جي ڪري بي حجاب ٿي اچڻ جي ڪري
 ڪيترين قباحتن جو سبب بنجندي هو لڙها هن قبيح ڪم جي پاڙ پئي ان کي هميشه
 ختم ڪرڻ جي لاءِ ضروري هو ته سرورِ ڪونين صلي الله تعالى عليه وسلم جن پاڻ
 عملي طور ان ظالمانه رسم کي پاڙ کان پئي اڇلائي ڇڏين ان جي ڪري حضرت زيد
 رضي الله عنه جيڪو حضور عليه الصلوة والسلام جن جو پٽيلو هو ان جي طرفان
 پنهنجيءَ گهرواري زينب کي طلاق ڏيڻ کان پوءِ ان سان حضور عليه الصلوة والسلام
 جن پاڻ نڪاح فرمائي ان قبيح رسم جو خاتمه ڪري ڇڏيو ان وقت جيتوڻيڪ
 بدفطرت ماڻهن بدتميزيءَ جو طوفان ٻريا ڪيو پر محبوب ڪريم عليه الصلوة
 والسلام جن جي سچ کان وڌيڪ چمڪندڙ زندگي ۽ سيرت جي اڳيان اهي فتنا
 خودبخود ختم ٿي ويا. اُحد جي جنگ ۾ گهٽ تي بيٺل جوانن کان بي توجهيءَ جي
 ڪري مسلمانن کي سخت جاني نقصان برداشت ڪرڻو پيو ۽ جڏهن مڪه مڪرمه
 جي رهاڪو ڪافرن جي دٻين ۾ پنهنجي بالادستيءَ جو خيال ڄمي ويو تڏهن انهن
 مسلمانن جي خلاف پنهنجون سرگرميون تيز ڪري ڇڏيون بهراڙين ۾ رهندڙن بدوي
 قبيلن به شرارتون شروع ڪيون مدينه طيبه ۾ رهندڙن يهودين جا قبيلو بني نضير ۽
 بني قريظہ دوستيءَ جي معاهدن جي باوجود مسلمانن سان ٿيڏا، ڏيڍا هلڻ لڳا
 مسلمانن جي هڪ فوجي دستي کان بي خبري ۾ بني عامر قبيلي جا ٻه ماڻهو مري پيا
 ان جي ديت (جان بها) ۾ معاهدي جي موافق يهودين جي قبيلي بني نضير کي به حصو
 ادا ڪرڻو هو حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن انهن جي محله ۾ تشریف فرما
 ٿيا ۽ انهن کي سندن حصي ادا ڪرڻ جي لاءِ فرمايو ته اهي بظاهر ته وڏي احترام سان
 پيش آيا پر انهن کين هڪ جاءِ جي پٽ جي ڀر ۾ ويهاري ڪنهن طرح سان اها پٽ
 سندن وجود مسعود تي ڪيرائڻ جو پروگرام بنايو ۽ ان طريقي سان کين شهيد
 ڪرڻ ٿي گهريو الله جل شانسه جي فرمان سان جبريل سڳوري کين اهو عرض ڪري
 ٻڌايو پاڻ اتاهين اتي آيا ۽ ان غداريءَ جي ڪري انهن کي ڏهن ڏينهن جي اندر مدينه
 منوره کي ڇڏڻ جو حڪم صادر فرمايائون. عبدالله بن ابي جي ڀڙڪائڻ تي پهريان ته

اهي آڪڙ جي ويا ۽ مدينه منوره کي ڇڏڻ کان صفا انڪار ڪيائون پر جڏهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن سندن محله جو محاصرو ڪيو ۽ منافقن مان ڪير به سندن مدد لاءِ نه آيو تڏهن انهن جان جي بچائڻ جي لاءِ درخواست ڏني جيڪا قبول ڪئي وئي ۽ کين اجازت ملي ته هڪ هڪ اٺ تي جيڪو گهر جو سامان کڻي سگهن هر هڪ گهر جو مالڪ کڻي نڪري وڃي. اهي اتاهين نڪري خير ۽ وادي القرئي ۾ وڃي رهيا ۽ عرب جي مشرڪن کي مدينه منوره تي حملي ڪرڻ جي لاءِ پڙڪائڻ لڳا ۽ وفدن جي صورت ۾ بدوي ڪافرن جي قبيلن سان به وڃي مليا ۽ انهن کي پاڻ سان ملايائون ۽ ڏهن ٻارهن هزارن جي لشڪر هڪ ڳوٺ تي حملو ڪيو پر الله جل شانہ کين ذليل ڪري واپس ڪيو ۽ پنهنجي محبوب عليه الصلوة والسلام جي محبت وارن کي فتح مبين عطا فرمائي تفصيلي حالات آيتن جي تفسير دوران بيان ٿيندا ان مان هڪ ته هي فائدو ٿيو جو ڪافرن جو تڪبر ۽ غرور ٽٽي پيو ۽ اهي صرف پنهنجي دفاع تي سو به بي دليءَ سان منحصر رهيا ۽ مسلمان انهن تي وڏي حملي ڪرڻ جي پوزيشن ۾ اچي ويا نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن ان ڏينهن اعلان فرمايو ته ”اڄ کان پوءِ قريشي ڪافر اوهان تي حملو نه ڪندا اوهان ئي انهن تي حملا ڪري سگهو ٿا“

ٻيو فائدو هي ٿيو ته منافق بي نقاب ٿي کلي سامهون آيا ان نازڪ مرحلي ۾ انهن جنهن بزدليءَ ۽ لاتعلقيءَ جو ثبوت ڏنو ان انهن کي بي نقاب ڪري ڇڏيو ۽ مسلمان انهن کي چڱي طرح سڃاڻڻ لڳا ۽ انهن جي سازشن کان بچاءُ جون تدبيرون اختيار ڪيائون.

ٽيون هي فائدو ٿيو ته مشرڪن ۽ يهودين جون ڪوششون ناڪام ٿيون اهڙي طرح الله تعاليٰ حق جي دشمنن جي دلين تي اسلام جو رعب وهاريو ۽ عرب جا سڀ قبيلن خاموش ٿي ويا ۽ انهن جي دلين ۾ جيڪي مدينه منوره تي حملي ڪرڻ لاءِ سوچيندا هئا سندن اهي خيال هميشه لاءِ ختم ٿي ويا دنيا جي عام سياستدانن ۽ ليڊرن جي برعڪس هن سورة ۾ انسانيت جي رهبر صلي الله عليه وسلم جن جي اهلبيت کي دنيوي آسائش ۽ آرام کان دور رهڻ جو حڪم ڏنو ويو آهي ساري نبوي خاندان جي لاءِ اخلاق، عبادات، باطن جي تزڪيه ۽ نفس جي پاڪائيءَ جو مخصوص منشور پيش ڪيو ويو آهي ۽ کين سندن بلند مقام جو احساس ڏياريندي عظيم ذميداريون نڀاڻ جي تاڪيد سان تلقين ڪيل آهي قرآن ڪريم ساري مسلم معاشري ۾ جيڪو پردي جو حڪمت ڀريو نظام جاري ڪرڻ گهري ٿو ان جا ابتدائي احڪام به هتي ذڪر ڪيل آهن پر ڪردار جي بلنديءَ اخلاق جي پاڪيزگيءَ عبادات الهي ۾

ذوق ۽ شوق صرف نبوت جي خاندان تائين ئي محدود ناهي بلڪ مسلمان امت جي هر مرد ۽ عورت کي جن خوبين سان موصوف هجڻ گهرجي آيت ع ٣٥ ۾ ان کي وڏي تفصيل سان بيان ڪيو ويو آهي انهن سڀني امرن کان علاوه الله تعاليٰ پنهنجي محبوب عليه الصلوة والسلام کي جن خصوصي انعامات، عظيم احسانات ۽ بي نهايت كمالات سان سر افراز فرمايو آهي انهن کي هن سورت ۾ وڏي عجب انداز سان بيان ڪيو ويو آهي تانت جنن ۽ انسانن بلڪ ساري ڪائنات کي خبر پوي ته جيڪو نبي قرآن ڪريم کي کڻي تشریف فرما ٿيو آهي جيڪو اسلام جهڙي دين جو داعي آهي جنهن انساني نوع کي قيامت اچڻ تائين شريعت مطهره جي صورت ۾ هڪ جامع ضابطه حيات عنايت فرمايو ان جي الله جل شانہ جي دربار ۾ عزت ڇا آهي تانت ڪو ذهن جو ردي ڪنهن تاويل سان الله جل شانہ جي محبوب مڪرم جي شان جو انڪار نه ڪري سگهي ارشاد ٿيو ته: محبوب عليه الصلوة والسلام جن الله جا موڪليل ۽ خاتم النبيين آهن هن سراج منير جي وجود واري افق تي اڀرڻ کان بعد ڇنڊ، تارن ۽ ٻين شين جي روشنيءَ جي ضرورت ناهي. هاڻي ڪو به نئون نبي نه موڪيلو ويندو پڻ اهو به فرمايائين ته پاڻ سڀني صداقتن جي سچائيءَ جا شاهد آهن سندن وجود، سندن صفات، سندن اقوال، سندن اعمال سندن سمورا احوال الله تعاليٰ ڏانهن سڏيندڙ آهن پاڻ سراج منير بنجي تشریف فرما ٿيا آهن الله جل شانہ اهو به ارشاد فرمايو آهي ته ”مان ۽ منهنجا ملائڪ سڀ ان جي تعريف ڪيون ٿا اي مومنو! اوهان به منهنجي محبوب رسول عليه الصلوة والسلام تي درود موڪليو. ان کان سواءِ به ڪيتريون حقيقتون آهن جيڪي پنهنجي پنهنجي جاءِ تي نهايت اعلى نموني روشن آهن الله جل شانہ کان دعا آهي ته اهو اسان کي هنن مان استفادو نصيب فرمائي. آمين يارب العالمين بجاه طه ويس صلى الله تعاليٰ عليه وآله وسلم.



وَهِيَ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ آيَةً	سُورَةُ الْأَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ	وَتِسْعُ رُكُوعَاتٍ
۽ اها (٧٢) ٽيهتر آيتون	سورة الاحزاب مدنيه آهي	۽ نوَ (٩) رڪوع آهي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي ڄاڻي سان شروع ڪيان ٿو جيڪو گهڻو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ

اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙ! الله کان ڊڄ ۽ نه چوڻ مڃ ڪافرن جو ۽ منافقن جو

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (١) وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ

بيشڪ الله آهي ڄاڻندڙ، حڪمت وارو ۽ تابعداري ڪر ان جي جيڪو وحي ڪيو وڃي ٿو تودانهن

مِّن رَّبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

تنهنجي رب کان بيشڪ الله جيڪي اوهان ڪيو ٿا ان جي خبر رکندڙ آهي ۽ توڪل ڪر الله تي

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا (٣)

۽ ڪافي آهي الله ڪارساز

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن کان منهن موڙڻ جو بيان هو ۽ هتي به انهن جي چوڻ کي نه مڃڻ جو فرمان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ“ اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙ! الله کان ڊڄ ۽ ڪافرن ۽ منافقن جو چوڻ نه مڃ.

شان نزول

ابن جرير حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن وليد بن مغيرة، شيبة بن ربيعة وغيرهما نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جي خدمت ۾ عرض ڪيو ته اسين پنهنجي هر مال، ملڪيت مان سراسر اڌ اوهان کي ڏيون ٿا اوهان اسلام جي دعوت ڏيڻ کان دست بردار ٿيو ۽ مدينه منوره ۾ رهندڙن منافقن ۽ يهودين وري کين ڌمڪيون ۽ دڙڪا ڏنا ته اوهان اسلام تان دستبردار نه ٿيندؤ ته (معاذالله) قتل ڪيا ويندؤ انهن جي رد ۾ هي آيتون

نازل ٿيون (١) مطلب ته: اي منهنجا محبوب! تقوىٰ اوهان جو شعار آهي اوهان جي تقدس جي دامن تي ڪنهن ناپسنديده ڪم جو غبار نه پهتو آهي جنهن کان بچڻ لاءِ هي حڪم ڪيو ٿو وڃي پر هن ارشاد جو مقصد آهي ته اوهان جيئن اڄ تائين تقوىٰ جي اعلىٰ مقام تي فائز آهيو اهڙي طرح هميشه ان تي استقامت سان رهو. علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته المقصود الدوام والثبات عليها. (٢) هتي مقصود تقوىٰ تي دائمي طور ثابت رهڻ آهي. ”إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا“ بلاشڪ الله ڄاڻندڙ حڪمت وارو آهي. يعني ڪافر ۽ منافق جيڪو دل ۾ رکيو ويٺا آهن الله جل شانہ انهن سڀني سوچن کي ڄاڻندڙ آهي ۽ اوهان ۽ اوهان جي اصحابن ۽ ساري مخلوق جي معاملن جي تدبير کي پنهنجي حڪمت سان هلائيندڙ آهي ”وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ“ ۽ جيڪو اوهان ڏانهن اوهان جي رب جي طرفان وحي ڪيو ويو آهي ان جي اتباع ڪريو. يعني اوهان الله جل شانہ جا نبي آهيو ان جي ئي وحي (نازل ڪيل) فرمان تي هلو ”إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا“ بلاشڪ اوهان جيڪي ڪم ڪيو تا الله جل شانہ ان جي خبر رکندڙ آهي. يعني الله کي اوهان ۽ اوهان جي اصحابن جي سهڻن عملن جي پوري پوري خبر آهي اهو اوهان کي انهن جو سهڻو بدلو ڏيندو. ”وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا“ ۽ الله تي توڪل ڪر ۽ الله ڪارساز هجڻ ۾ ڪافي آهي. يعني اوهان پنهنجا سمورا ڪم ان جي حوالي ڪيو اهو اوهان جي لاءِ هر ڪم ۾ ڪافي آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

عـ ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ“ (اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙ!) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي بارگاه ۾ حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جن جو مرتبو ۽ شان نهايت بلند ۽ بالا آهي ان جي ڪري ڪين القاب سان سڏ ڪيو ويو آهي علامه ثناء الله پاني پتي عليه الرحمة لکيو آهي. ناداهه بالنبي ولم يقل يا محمد وامره بالتقوىٰ تغطيمًا وتفخيماً لشان التقوىٰ (٣) الله جل شانہ هتي حضرت حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام کي نبي سان سڏيو ۽ اسم مبارڪ سان نه سڏيو ۽ ڪين تقوىٰ جو امر ڪيو ان مان مقصود سندن عزت ۽ تقوىٰ جو مقام بيان ڪرڻ آهي. نبي جي معنيٰ آهي غيب جون خبرون ڏيندڙ اها معنيٰ ديويندي محقق علامه بدرعالم به بيان ڪئي آهي. (٤)

(١) المراغي ص ١٢٤ - جزء ٢١ جلد ٧ (٢) روح المعاني ص ١٤٣ - جزء ٢١ جلد ٧

(٣) المظهر ص ٣٠٢ - جلد ٧ (٤) ترجمان السنة ص ٤٤١ - جلد ٣

ع ٢- ”اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْكُفْرَيْنَ وَالْمُنَافِقِينَ“ (الله کان ڊڄ ۽ ڪافرن ۽ منافقن جو چوڻ نه مڃ) ۾ خطاب نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن سان آهي پر ان مان مراد سندن امت آهي پاڻ معصوم هئا الهي احڪام جي بي فرماني سندن ذات کان ممڪن نه هئي کين خطاب ڪري سندن امت کي متنبه ڪيو ويو آهي.

ع ٣- مذڪوره آيتن مان واضح ٿيو ته ديني ڪمن ۾ ڪافرن سان مشورو ڪرڻ به جائز ناهي ها دنياوي ڪمن ۾ ڪنهن تجربيڪار غير مسلمان کان صلاح مشورو وٺڻ منع ناهي والله اعلم (١)

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ج وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ

نہ پيدا ڪيون الله ڪنهن مڙس جي لاءِ ٻہ دليون ان جي اندر ۾ ۽ نہ ڪيائين زالن اوهان جن کي النِّسَاءُ تَظْهَرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ج وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَ كُمْ ج جن کان ظاهر ڪيو ٿا اوهان جو مائرون ۽ نہ بنائين پٽيلن اوهان جي کي

أَبْنَاءَ كُمْ ج ذَالِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ط وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ

اوهان جا (حقيقي) پٽ اهو اوهان جو چوڻ آهي اوهان جي واتن سان ۽ الله فرمائي ٿو حق وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ (٤) اُدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَّمْ يَهِدُوا لَكُمْ سَبِيلَ تَوَسَّطُوا بَيْنَهُمْ لَعَلَّكُمْ تُفْقَهُونَ (٥) اوهان جي لاءِ اهو عدل وارو آهي الله وٽ پوءِ جيڪڏهن تَعْلَمُوا أَبَاءَهُمْ فَأَخْوََانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ

نہ ٿا ڄاڻو انهن جا پيئر پوءِ اوهان جا پيئر آهن دين ۾ ۽ اوهان جا دوست آهن وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ

۽ ناهي اوهان تي ڪو گناهه ان ۾ جيڪا خطا ڪئي اوهان ان سان ۽ پـ

مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (٥)

جيڪي ڄاڻي وائي ڪيو دليٰن اوهان جي ۽ الله بخششگر، مهربان آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي اطاعت نه ڪرڻ جو بيان هو ۽ هتان کان سمجهايو ويو آهي ته الله جل شانہ جو خوف ۽ ٻين جو خوف هڪ جاءِ ۾ نه رهندا ڇو ته ڪنهن جي اندر ۾ به ٻه دليون ناهن جو هڪ سان الله جل شانہ کان ڊڄي ۽ ٻي سان ڪنهن ٻئي کان ڊڄي ارشاد الهي آهي ”مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ“ الله ڪنهن به مرد جي اندر ۾ ٻه دليون نه ڪيون آهن.

شان نزول

فريابي، ابن ابي شيبه، ابن جرير، ابن المنذر ۽ ابن ابي حاتم مجاهد کان روايت آندي آهي ته بني فهر قبيلي مان هڪ شخص چوندو هو ته ”مون ۾ ٻه دليون آهن مان انهن مان هر هڪ سان (حضرت) محمد (صلى الله عليه وسلم) کان وڌيڪ عقلمندي رکان ٿو. ان جي باري ۾ هي ارشاد نازل ٿيو. (١) ان شخص جو نالو جميل بن معمر هو عقلمند هجڻ سان گڏ ان جو حافظه به قوي هو (٢) مطلب ته هڪ ماڻهو هڪ وقت مومن ۽ منافق، سچو ۽ ڪوڙو بدڪار ۽ نيڪوڪار نه ٿو ٿي سگهي ان جي سيني ۾ ٻه دليون ناهن جو هڪ دل ۾ اخلاص ۽ ٻي دل ۾ الله جل شانہ کان بي خوفي هجي ان جي ڪري هڪ ئي وقت ۾ انسان جي هڪ ئي حيثيت ٿي سگهي ٿي يا هو مومن هوندو يا منافق يا ڪافر هوندو يا مسلمان. ”وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّيِّ تُظَاهَرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ“ ۽ نه ان اوهان جي انهن زالن کي جن کان ظاهر ڪيو ٿا اوهان جون مائرون بنيائين. ظاهر عرب جو هڪ خاص اصطلاح آهي قديم زماني ۾ عرب پنهنجي زال سان لڙندي ڪڏهن ائين چئي وهندا هئا ته ”تنهنجي پٺي منهنجي لاءِ ماءُ جي پٺيءَ جهڙي آهي“ ۽ اها ڳالهه جڏهن ڪنهن جي منهن مان نڪري ويندي هئي ته ائين سمجهيو ويندو هو ته هاڻي هيءَ عورت ان مرد تي حرام ٿي وئي ڇو ته اهو ان کي ماءُ سان تشبيهه ڏئي ويٺو آهي ان جي متعلق الله جل شانہ فرمايو ته ”زال کي ماءُ چوڻ يا ماءُ سان تشبيهه ڏيڻ جي ڪري اها ماءُ نه بنجندي ماءُ ته اها آهي جنهن کيس چڻيو هتي ظاهر جي متعلق قانون بيان ڪرڻ مقصود ناهي اهو قانون سورة مجادله جي آيتن ع ٢٤ کان ع ٢٥ ۾ بيان ڪيل آهي. ”وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَ كُمْ أَبْنَاءَكُمْ“ ۽ نه اوهان جي پٽيلن کي

اوهان جو حقيقي پٽ بنايائين. ”اَدْعِيَاءَ“ دعي جو جمع مفعول جي معنيٰ ۾ آيل آهي پٽيلي کي سڏيندا آهن ۽ دعي ادعياءَ جو غير قياسي جمع آهي (۱) مطلب ته جن پراون پٽن کي اوهان پنهنجو پٽ سڏيو تا الله جل شانہ انهن کي اوهان جو حقيقي پٽ نه فرمايو آهي اهو جاهليت ۽ اسلام جي شروعات وارو ذهن هاڻي ختم ڪرڻ گهرجي.

”ذَالِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ“ اهو اوهان جو منهن مان نڪرڻ وارو قول آهي. ان جي ٻاهر ڪا به حقيقت ڪا نه آهي. ”وَاللهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ“ ۽ الله حق ٿو چوي ۽ اهو ئي رستو ڏيکاري ٿو. ان جي ڪري پراڻو پٽ پنهنجو پٽ نه ٿيندو ۽ نه زال کي ماءُ وانگر سڏڻ سان اها ماءُ ٿيندي. ”اَدْعُوهُمْ لِأَبَاءِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ“ انهن کي سندن پيڙن جو سڏيو اهو اللهوت وڌيڪ عدل وارو آهي مطلب ته جيڪو جنهن جو اولاد آهي ان جو ئي سڏيو وڃي. ”فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاُخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ“ پوءِ جيڪڏهن انهن جا پيڙ نه ٿا ڄاڻو ته پوءِ (اهي) اوهان جا دين ۾ ڀائر ۽ ساٿي آهن يعني جيڪڏهن اوهان کي خبر نه آهي ته انهن جا پيڙ ڪير آهن؟ ته انهن کي پنهنجو مسلمان ڀاءُ سڏيو ۽ سمجهو ۽ جيڪڏهن اوهان جا آزاد ڪيل غلام آهن ته انهن کي پنهنجو آزاد ڪيل غلام ۽ ساٿي سمجهو. ”وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ“ وَلَٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۽ اوهان تي ان ۾ جيڪي اوهان خطا سان ڪيو ڪو گناهه ناهي ۽ پر جيڪي اوهان جي دلين عمدًا ڪيو آهي يعني شرعي حڪم ٻڌڻ کان پوءِ جيڪڏهن اوهان جي زبان تي ڪنهن کي پٽ سڏڻ جو لفظ اچي ويو اوهان دل سان ان کي پٽ سمجهي نه سڏيو نه ان کي حقيقي پٽ تصور ڪيو ته ان ۾ ڪو گناهه ناهي ”وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا“ ۽ الله بخششوار، مهربان آهي. جيڪو ٻانهن کي سندن گناهن تي جلد سزا نه ڏيندو آهي کين توبه ڪرڻ جو موقعه عطا فرمائيندو آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع۱- آيت ع۴- مان واضح ٿيو ته ماڻهن جو اهو چوڻ ته فلاڻي کي ٻه دليون يا ٻه هنياءُ آهن اهو غلط آهي قرآن ڪريم ان قول جو رد ڪيو آهي. اهو به واضح ٿيو ته زال هر حال ۾ زال آهي ماءُ چوڻ يا ماءُ وانگر سڏڻ سان اها ماءُ نه ٿيندي ۽ نه ڪنهن کي پٽيلو بنائڻ سان اهو پٽ ٿيندو ۽ ملڪيت جو وارث بنجندي.

۲۷ آيت ۵۵ مان واضح ٿيو ته جيڪو جنهن جو پٽ آهي ان جو ئي سڏيو وڃي. ڪيترا ماڻهو ذات مٿائي آل رسول عليه السلام سڏائيندا آهن حالانڪ هوندا ڪنهن ٻئي جو اولاد آهن اهو به نڄو ڪوڙ آهي ۽ ان ڪوڙ هٽندڙ تي الله جل شانہ جي لعنت آهي. پر شفقت ۽ محبت مان ڪنهن کي پنهنجو پٽ سڏڻ حقيقي پٽ يا وارث نه بنائڻ شرعاً جائز آهي. (۱)

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ

نبي اولیٰ آهي مومنن کي سندن جئدن کان ۽ ان جون گھر واريون

أَمَّهُمْ ط وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ

سندن مائرون آهن ۽ مائئيءَ وارا هڪ ٻئي جا پاڻ وڌيڪ ويجهن آهن الله جي ڪتاب ۾

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَى أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا

مومنن ۽ مهاجرن مان مگر هي ته ڪيو پنهنجن دوستن سان احسان

كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا (٦)

اهو ڪتاب ۾ لکيل آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي طرفان رسول الله صلى الله عليه وسلم جن کي ايڏائيندڙ ڳالهين جي حرام هجڻ ۽ ڪافرن جي طرفان ڪيل اعتراض جو رد هو ۽ هتي سندن تعظيم جو ۽ سڀني کان وڌيڪ اطاعت مڃڻ جي فرضيت جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي. "النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ" نبي مومنن کي سندن سرن کان وڌيڪ (ويجهو) آهي مطلب ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جو حڪم مومنن لاءِ سندن پيءُ، ماءُ ۽ سندن سرن جي خواهشات کان وڌيڪ اهم آهي ڇو ته پاڻ سندن مصلحتن، پلاين ۽ فائدين کي وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي کين جيڪو به حڪم ڪندو سو مفيد هوندو. حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو. "مَا مِنْ مُّوْمِنٍ إِلَّا وَآنَا أَوْلَىٰ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَقْرَأُونَ شِئْمَ

”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“ فايما مومن مات وترك مالا فليرثه عصبته من كانوا ومن ترك ديناً او ضياءً عافلياً تني فانا مولاه“ رواه البخاري (١) يعني ڪو به مومن اهڙو ناهي جنهن جو مان دنيا ۽ آخرت ۾ والي نه هجان جيڪڏهن اوهان گهرو ته هيءَ آيت پڙهو. ”النَّبِيُّ“ الآية ۽ جيڪو مومن وفات ڪري ۽ پويان مال ڇڏي وڃي ته سندس قريبي مائٽ سندس وارث ٿين ۽ جيڪو قرض وغيره ڇڏي وڃي ته ان جو وارث مون وٽ اچي مان ان جو والي (قرض ادا ڪندڙ) آهيان انسان حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جي شان ڪريميءَ تان قربان وڃي پاڻ پنهنجي امت تي ڪيڏا مهربان آهن سندن ايتري شفقت هوندي به جيڪڏهن اسين سندن حڪم تي نه هلون سندن شريعت کي ڇڏي پنهنجن نفسن جي خواهشات جي پيروي ڪيون دوستن ۽ اعليٰ حاڪمن کي خوش ڪرڻ جي لاءِ سندن اطاعت نه ڪيون ته اسان کي حيف هجي. ان جي ڪري حضرت سهل بن عبدالله تستري عليه الرحمة فرمايو آهي ته ”من لم ير نفسه في ملك الرسول ولم يرو لايته عليه في جميع احواله لم يذق حلاوة سنته“ (٢) جنهن پاڻ کي رسول الله صلى الله عليه وسلم جي ملڪيت نه سمجهيو ۽ جميع احوال ۾ پنهنجي مٿان سندن والي هجڻ تسليم نه ڪيو ته سندن سنت جو مٿان نه چڪندو. ”وَأَزْوَاجَهُمْ أَهْتَهُمْ“ ۽ سندن گهروايون انهن (مومنن) جون مائرون آهن. حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جي گهروارين کي مومنن جون مائرون سڏڻ مان مراد تعظيم ۽ تڪريم جي لحاظ سان آهي ٻيا احڪام مراد ناهن مثلاً وارث هجڻ وغيره باقي مومنن جو انهن سان نڪاح ڪرڻ جو حرام هجڻ اهو ٻيءَ آيت ۾ صاف بيان ٿيل آهي. ”وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ“ ۽ الله جي ڪتاب ۾ مائٽيءَ وارا هڪ ٻئي جا پاڻ ۾ وڌيڪ ويجهڻا آهن. ”أُولُوا الْأَرْحَامِ“ ۾ سڀ مائٽ شامل آهن پوءِ اهي هجن جن کي فقهاء ڪرام ”عصبات“ جي لفظ سان بيان ڪيو آهي يا اهي جن کي خاص اصطلاح جي اعتبار سان عصبات جي مقابلي ۾ ”أُولُوا الْأَرْحَامِ“ چوندا آهن. قرآن ڪريم ۾ هي بعد ۾ اختيار ڪيل اصطلاح مراد ناهي مطلب هي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم ۽ سندن گهروارين جو مومنن سان تعلق جيتوڻيڪ نسبي پيءُ ۽ ماءُ کان وڌيڪ مقدم آهي پر ان جو ميراث سان ڪو به تعلق ناهي. ”مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ“ مؤمنن ۽ مهاجرن مان. هتي مومنن ۽ مهاجرن کي جدا ذڪر ڪرڻ مان مهاجرن جو خصوصي امتياز ٻڌائڻ مقصود آهي. ۽ بعض مفسرن لکيو آهي ته مؤمنين مان مراد مدينه منوره جا انصار آهن ۽ مهاجرين مان مراد مڪه مڪرمه مان هجرت

ڪري اچڻ وارا آهن ان صورت ۾ هجرت جي ڪري وارث هجڻ منسوخ ڪيو ويو ڇو ته هجرت جي شروعات ۾ رسول الله صلى الله عليه وسلم جن مهاجرن ۽ انصارن کي هڪ ٻئي جو پيءُ بنائي انهن ۾ ورثي جاري هجڻ جو حڪم ڏنو هو هن آيت ان ورثي کي منسوخ ڪري ڇڏيو. (١) ”إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا“ مگر هي جو پنهنجن دوستن سان احسان ڪيو. مطلب ته ورثو ته صرف رشتيداريءَ جي بنا تي هلندو مگر ايماني اخوت جي بناء تي جن ماڻهن سان تعلق اٿو جيڪڏهن انهن کي ڪجهه ڏيڻ گهرو ته ڏئي سگهو ٿا دنيوي زندگيءَ ۾ هديءَ ۽ تحفي طور ۽ وفات وقت وصيت ذريعي ڏئي سگهو ٿا. ”كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا“ اهو ڪتاب ۾ لکيل آهي. ڪتاب مان مراد لوح محفوظ آهي. (٢) ۽ ٻيو قول آهي ته ان مان مراد قرآن ڪريم يا توراۃ شريف آهي (٣) مطلب ته ورثي جا احڪام انهن ۾ لکيل آهن.

فائدا

مذڪوره آيت مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- ”الْأَنْبِيَاءُ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ“ (نبي مومنين کي سندن جنڊن (سرن) کان وڌيڪ آهي) مان واضح ٿيو ته مومن پنهنجي نفس جي خواهش کي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي اطاعت تان قربان ڪندو.

ع ٢- ”وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ“ (۽ سندس گهر واريون انهن جون مائرون آهن) مان واضح ٿيو ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي گهروارين جي عزت ۽ احترام ڪرڻ مومنين تي فرض آهي جيڪو انهن جي توهين ڪندو اهو قرآن ڪريم جي هن فرمان جو منڪر هجڻ جي ڪري گمراهه بي دين ڪافر آهي ۽ جڏهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جون گهرواريون مومنين جون مائرون آهن ته پاڻ امت جي لاءِ پيءُ وانگر آهن. (٤)

ع ٣- ”وَأُولُوا الْأَرْحَامِ الْخ“ ۽ قرابت وارا هڪ ٻئي جا وڌيڪ ويجهه آهن) مان واضح ٿيو ته ڪنهن کي صرف پٽ سڏڻ سان اهو پٽ سڏيندڙ جو وارث نه ٿي سگهندو. ورثي جو معاملو جدا آهي.

(١) القرطبي ص ١٢٤- جلد ١٤ (٢) حاشيه ماجديه ص ٧٤١- (٣) المظهر ص ٣١٠

جلد ٧ (٤) ايسر التفاسير ص ٥٤٣- جلد ٣

هڪ اهم نڪتہ

هن آيت ۾ آيل لفظ ”اوليٰ“ جي معنيٰ علامه قاسم نانوتوي صاحب اقرب لکي آهي سندس عبارت پڙهو ”النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ“

کون ڏيکھي ٿو ته بات ثابت هون ٿي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم کي اپني امت کي ساڻه وڌيڪ اقرب حاصل ٿي ٿو ته ان کي جانن کي به ان کي ساڻه حاصل نٿي ٿو ته اوليٰ بمعنيٰ اقرب هو ۽ اڳ ۾ ڪم ۾ آيل يا اوليٰ بالتصرف موجب بهي ٻي بات لازم آئي ٿي ۽ اوليت بالتصرف ڪيڏي اقرب توجهه هون ٿي ته پر بالعڪس نٿي هون ٿي.

(۱) هن مان واضح ٿيو ته حضور پر نور صلي الله عليه وسلم جن اسان کي اسان جي ساڻه کان وڌيڪ قريب آهن ۽ ان کي ئي حاضر ۽ ناظر سڏيو ويندو آهي. انشاء الله العزيز هن جو وڌيڪ تفصيل اڳتي ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا“ جي تفسير ۾ ايندو.

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ

۽ جڏهن ورتوسون نبين کان سندن وعدو ۽ اوهان کان ۽ نوح ۽ ابراهيم ۽ موسيٰ

وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ وَآخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا (۷) لِيَسْأَلَ الصّٰدِقِينَ عَنْ

۽ عيسيٰ مريم جي پٽ کان ۽ ورتوسون انهن کان وعدو پڪو تانت پڇي سچن کان سندن

صَدَقَهُمْ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا (۸)

سچ جو ۽ تيار ڪيائين ڪافرن جي لاءِ عذاب درد ناک

تفسير

اڳين آيتن ۾ اهي ڳالهيون بيان ٿيون جن مان ڪجهه جاهليت جي دور ۾ هيون ۽ ڪجهه اسلام جي شروعات ۾ پوءِ اهي منسوخ ۽ ختم ڪيون ويون ۽ هتي دين جي تبليغ تي حرص ڏيارڻ جي لاءِ اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام کان تبليغ دين جي لاءِ عهد وٺڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ“ ۽ (ياد ڪريو) جڏهن اسان نبين (عليهم الصلوة والسلام) کان سندن پڪو وعدو ورتو. يعني اسان انهن کان پڪو عهد ورتو هو ته الله جل شانہ جي دين کي قائم رکندي رسالت

(۱) تحذير الناس ص ۱۰

جي تبليغ ۽ مدد ڪندا. (١) هڪ ٻئي جي تائيد ۽ تصديق ڪندا ۽ جڏهن ته سڀني نبين عليهم الصلوة والسلام جو مقصد ۽ مشين هڪ هئي ان جي ڪري هڪ کي سڄو چوڻ سڀني کي سڄو چوڻ آهي ۽ هڪ کي ڪوڙو چوڻ سڀني کي ڪوڙو چوڻ آهي ۽ جڏهن اهي ساه کان وڌيڪ آهن ان جي ڪري انهن جي ذميداري به وڌيڪ آهي ”وَمِنْكَ وَمَنْ نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ“ ۽ اوهان کان ۽ نوح ۽ ابراهيم ۽ موسيٰ ۽ مريم جي پٽ عيسيٰ کان (علي نبينا و عليهم الصلوة والسلام) هي پنج ئي پيغمبر عليهم الصلوة والسلام اولوا العزم آهن جن جا اثر هزارين سالن تائين دنيا ۾ پکڙيل رهيا ۽ دنيا جي رهڻ تائين رهندا خصوصاً حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جن جو ظهور جيتوڻيڪ آخر ۾ ٿيو مگر عالم بالا ۾ نبوت جي عطا سان ۽ عالم دنيا ۾ شرف ۽ مجد جي اعتبار سان پاڻ سڀ کان مقدم آهن. (٢) هن آيت ۾ چئن نبين عليهم الصلوة والسلام جو سندن پاڪ نالن سان ذڪر ڪرڻ جي وضاحت ڪندي علامه رازي لکيو آهي ته حضرت موسيٰ ۽ حضرت عيسيٰ (علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام) جو ذڪر ان جي ڪري ٿيو جو انهن جا امتي سڏائڻ وارا نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي دور ۾ موجود هئا ۽ حضرت ابراهيم عليه الصلوة والسلام وري سڀني عربن جو ابو هو ۽ اهي ڪيترين ڳالهين ۾ سندس اتباع ڪندا هئا. ۽ حضرت نوح عليه الصلوة والسلام جو ذڪر ان جي ڪري ٿيو جو اهو طوفان کان بعد سڀني انسانن جو ابو آهي (٣) ”وَمِنْكَ“ (۽ اوهان کان) ۾ خطاب حضور عليه الصلوة والسلام جن سان آهي ۽ سندن ذڪر اڳ ۾ سندن شرف ۽ تعظيم جي ڪري آندو ويو آهي (٤) ۽ ابن ابي حاتم حضرت ابو هريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته هن آيت جي متعلق حضور عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ”كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَأَخْرَجُهُمْ فِي الْبَعَثِ فَبَدَأَ بِي قَبْلَهُمْ“ (٥) مان نبين کان پيدا ٿيڻ ۾ اول آهيان ۽ بعثت ۾ آخر آهيان. ان جي ڪري هن آيت ۾ انهن کان اڳي منهنجي ذڪر سان شروعات ڪئي وئي آهي طبراني معجم كبير ۾ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”كُنْتُ نَبِيًّا وَأَدْرَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ“ ”آدم روح ۽ جسم جي وچ واري حالت ۾ هو ته مان نبي هوس“ هيءَ روايت ابن سعد

(١) المراغي ص ١٣٢- جزء ٢ جلد ٧ (٢) ڪمالين شرح اردو جلالين ص ١١٨- جلد ٥

(٣) التفسير الكبير ص ١٩٧- جزء ٢٥ (٤) الصاوي ص ٢٥٢- جزء ٣ (٥) تفسير ابن

ڪثير ص ٤٦٩- جلد ٣ جامع البيان ص ٧٩- جزء ٢١ جلد ١٠

۽ حلیۃ الاولیا ۾ ابو نعیم ۾ بہ آندي آهي (۱) شبیر احمد عثمانی صاحب لکيو آهي.

ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے کما ثبت فی الحدیث (۲) ”وَآخِذْ نَامُتْهُمْ مِّثَاقًا غَلِیْظًا“ اسان انهن کان پڪو وعدو ورتو. یعنی اسان نبین علیہم الصلوٰۃ والسلام کان تمام پڪو وعدو ورتو تہ رسالت جي تبلیغ اهڙي ڪندا جيئن ان جو حق آهي (۳) ”لَيْسَ لَ الصِّدِّقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ“ تانت سچن کان سندن سچ جي باري ۾ پڇي. مطلب تہ اللہ تعالیٰ نبین علیہم الصلوٰۃ والسلام ۽ سندن تابعن کان ان عہد جي باري ۾ پڇا ڪندو تہ پورو ڪري ڏيکارين ٿون یا نہ؟ ۽ یقیناً انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تہ اهو پورو ڪيو هوندو ان جي ڪري اهي جنت جا مالڪ بنجي ويا (۴) ”وَاعْذَ لِلْكَافِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا“ ۽ ڪافرن جي لاءِ درد ناک عذاب تیار ڪيائين. یعنی نبین علیہم الصلوٰۃ والسلام جي پیغام جو جيڪي انڪار ڪندا الله جل شانہ انهن جي لاءِ درد ناک عذاب تیار ڪيو آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

۱- آيت ۷- ۾ ذڪر ڪيل انبياء علیہم الصلوٰۃ والسلام الو العزم پیغمبر آهن ۽ ٻين کان شان ۽ فضيلت ۾ بلند آهن اهي ئي مشهور شريعتن جا صاحب آهن. (۶)
۲- انهيءَ آيت ۾ ”وَمِنْكَ“ (۾ اوهان کان) ۾ حضور ڀر نور عليه الصلوٰۃ والسلام کي اڳ ۾ خطاب ڪرڻ مان واضح ٿيو تہ پاڻ الله جل شانہ جي سڀني نبين علیہم الصلوٰۃ والسلام کان پيدا ٿيڻ ۾ اول آهن ۽ نبوت بہ سڀني کان پهريان کين عطا ٿي هئي. جيئن ڪجهہ تفسيرن جا حوالا لکي آيا آهيون ۽ ابن مردويه حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي تہ حضور ڀر نور عليه الصلوٰۃ والسلام جن کان عرض ڪري پڇيو ويو تہ يارسول الله! اوهان کان ڪڏهن وعدو ورتو ويو؟ تہ پاڻ

(۱) المظهر ص ۳۱۰ جلد ۷ (۲) حاشيه عثمانيه ص ۵۵۷ (۳) صفوة التفاسير

ص ۵۱۳ جلد ۲ (۴) تفسير الڪريم الرحمن ص ۱۳۳ جلد ۴ (۵) موضح القرآن

ص ۶۹۳ (۶) محسان التاويل ص ۲۳۰ جلد ۵

فرمايائون ”جڏهن مون کان عهد ورتو ويو هو ته آدم روح ۽ جسم جي وچ واري حالت ۾ هو.“ اهڙي طرح بزار، الاوسط ۾ طبراني، امام احمد، تاريخ ۾ امام بخاري، حاکم، الدلائل ۾ بيهقي، ابن ابي شييه، ابن جرير به روايتون آنديون آهن. (١) مفسر قرطبي، علامه اسماعيل حقي ۽ الامام حسن بصري به اها ئي مراد بيان ڪئي آهي.

ع ٣- ”لَيْسَ لَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ“ (تانت سچن کان سندن سچ جي باري ۾ پڇي) مان واضح ٿيو ته هر انسان الله جل شانہ جي پڇا کان ڊڄندو رهي ڪو به بي فکر نه رهي.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا

اي ايمان وارو! ياد ڪيو الله جو احسان اوهان تي جڏهن آيا اوهان وٽ لشڪر پوءِ موڪليو اسان **عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا** ۽ **وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا** (٩)

انهن تي واءِ ۽ لشڪر جو نه ڏٺو اوهان انهن کي ۽ الله ان کي جو اوهان ڪيو ته ڏسندڙ آهي **إِذْ جَاءَكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ** جڏهن آيا اوهان وٽ اوهان جي مٿان ۽ اوهان جي هيٺان ۽ جڏهن تڙيون اڪيون ۽ پهتيون دليون

الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا (١٠) **هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا**

نرگهن کي ۽ ڪيو پيا الله جي باري ۾ ڪئين گمان اتي آزمايا ويا مومن ۽ لوڏيا ويا **زُلْزَلَا لَاشَدِيدًا** (١١) **وَإِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ**

سخت زلزلي سان ۽ جڏهن چون پيا منافق ۽ اهي شخص جن جي دلين ۾ بيماري آهي ته **مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا** (١٢) **وَإِذْ قَالَتِ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ**

نه وعدو ڏنو اسان کي الله ۽ ان جي رسول مگر ڌوڪو ۽ جڏهن چيو جماعت هڪڙي انهن مان **يَا هَلْ يَشْرِبُ لَأَقَامَ لَكُمْ فَارِجًا** **وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ**

اي يثرب وارو! ناهي ڪا ٽڪڻ جي جاءِ اوهان لاءِ پوءِ موٽو ۽ موڪلائي پيو هڪ ٽولو انهن مان

مخ

النَّبِيِّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ

نبي کان چون پيا ته يقيناً اسان جا گهر کليل (اکیلا) آهن ۽ ناهن اهي کليل (اکیلا)

إِنْ يَرِيدُونَ الْإِفْرَارَ (١٣) وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا

نه ٿا ارادو ڪن مگر ڀڄڻ جو ۽ جيڪڏهن داخل ڪئي وڃي ها انهن تي ان جي پاسن کان

ثُمَّ سِئِلُوا الْفِتْنَةَ لَا تَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا (١٤)

ان کان پوءِ طلب ڪيا وڃن ها جنگ ته البت اچن ها ان لاءِ ۽ نه ترسن ها اتي مگر ٿوري دير

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤَلُّونَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا (١٥)

۽ البت تحقيق عهد ڪيو هيائون الله سان اڳ پر ته نه ڦيرائيندا پٺيون ۽ اهي الله جو عهد پڇا ڪيل

قُلْ لَّنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذَا لَا

فرماء ته هرگز نفعو نه ڏيندو اوهان کي ڀڄڻ جيڪڏهن ڀڄندؤ موت کان يا قتل کان ۽ ان وقت نه

تُمْتَعُونَ إِلَّا قَلِيلًا (١٦) قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُم مِّنَ اللَّهِ

نفعو ڏنا ويندؤ اوهان مگر ٿورو فرماء ته ڪير آهي جيڪو بچائيندو اوهان کي الله کان

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَلَا يَجِدُونَ

جيڪڏهن ارادو ڪري اوهان کي تڪليف ڏيڻ جو يا ارادو ڪري اوهان سان مهربانيءَ جو ۽ نه لهندا

لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (١٧) قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ

پنهنجي لاءِ الله کان سواءِ ڪو درست ۽ نه ڪو مددگار تحقيق ڄاڻي تواله روڪيندڙن کي اوهان مان

وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا (١٨)

۽ چوندڙن کي پنهنجن ڀائرن لاءِ ته اچو اسان ڏانهن ۽ نه ٿا اچن جنگ ۾ مگر ٿورا

أَشْحَاةٌ عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدْوَرُّ

بخيلي ڪندڙ اوهان تي پوءِ جڏهن ايندو خوف ته ڏسندؤ اوهان انهن کي نهاريندا پيا اوهان ڏانهن ڦرنديون

أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ

اکين انهن جون ان وانگر جو بيهوشي ڪئي وئي ان تي موت جي ڪري پوءِ جڏهن ويندو خوف ته

سَلَقُوا كُمْ بِالسِّنَةِ حِدَادٍ اَشْحَةً عَلَى الْخَيْرِ اُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَاحْبَطَ

جلد ملندا اوهان سان تڪينن زبانن سان لالچ ڪندڙ ڀلائي جي انهن ايمان نه آندو پوءِ ڇٽ ڪيا
اللَّهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (١٩) يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا

الله عمل انهن جا ۽ آهي اهو الله لاءِ آسان سمجهن ٿا لشڪرن کي ته نه ويا

وَأَنْ يَّاتِ الْأَحْزَابَ يَوَدُّوا لَوَأَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ

۽ جيڪڏهن اچن ها لشڪر ته پسند ڪن ها ته جيڪڏهن اهي ويٺل هجن ها بهراڙين ۾

يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِ كُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا (٢٠)

پڇندا رهن ها اوهان جون خبرون ۽ جيڪڏهن هجن ها اوهان ۾ ته نه جنگ ڪن ها مگر ٿورو

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ

البت تحقيق آهي اوهان جي لاءِ رسول الله (جي طريقي) ۾ نمونو سهڻو ان جي لاءِ جيڪو

يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (٢١) وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ

اميد رکي ٿو الله ۾ ۽ قيامت جي ڏينهن ۾ ۽ ياد ڪري ٿو الله کي گهڻو ۽ جڏهن ڏٺو مومنين

الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ

لشڪرن کي ته چيائون هي اهو آهي جيڪو وعدو ڏنو اسان کي الله ۽ ان جي رسول ۽ سچ فرمايو الله

وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا (٢٢) مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ

پاڻ جي رسول ۽ نه وڌايائين انهن کي مگر ايمان ۽ فرمانبرداري مومنين مان کي اهڙا مرد آهن جو

صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ

سچو ڪري ڏيکاريائون اهو جو وعدو ڪيائون الله سان ان تي پوءِ انهن مان ڪو اهو آهي جنهن پورو ڪيو

نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (٢٣)

ڏمو پنهنجو ۽ انهن مان اهو آهي جيڪو انتظار ڪري ٿو ۽ نه مٽيائون (ڳالهه کي ڪنهن طرح) مٽائڻ

لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ

ٿانئ بدلوڏي الله سچن کي سندن سچي هجڻ جي سبب ۽ عذاب ڪري منافقن کي جيڪڏهن گهري

أَوْ تَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (٢٤) وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا

يا (توبه قبول ڪرڻ سان) موٽي انهن تي بيشڪ الله بخشتار، مهربان آهي ۽ موٽايو الله ڪافرن کي

بَغِضَتَهُمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا

سندن ڪاوڙ سان گڏ نه پهتا ڀلائيءَ کي ۽ ڪافي ٿيو الله مومنن لاءِ جنگ ۾ ۽ الله قوت وارو،

عَزِيزًا (٢٥) وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ

غالب آهي ۽ لاتائين انهن کي جن سندن مدد ڪئي اهل ڪتاب مان سندن ڪوٽن مان

وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا (٢٦)

۽ وڌائين انهن جي دلين ۾ ڊپ هڪ ٽولي کي ڪَئو ٿي ۽ قيد بنايو ٻيا ٻئي ٽولي کي

وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ آرَضَهُمْ وَدَيَّارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

۽ وارث بنايائين اوهان کي سندن زمين جو ۽ سندن گهرن جو ۽ سندن مالن جو

وَأَرْضًا لَّمْ تَطُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (٢٧)

۽ زمين جو جنهن تي اوهان پير به نه گهمايا هئا ۽ الله هر شيء تي قادر آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله سبحانه پنهنجن ٻانهن کي پنهنجي خوف ۽ ٻئي کان نه ڊڄڻ جو امر فرمايو ۽ هتي پنهنجن مومنن، غير کان نه ڊڄندڙن تي انعام ۽ مهرباني ڪري کين دشمنن کان بچائڻ ۽ حضور ڀرپور عليه الصلوة والسلام جي پٽن معجزن جو بيان ڪيو آهي ۽ ان جي ضمن ۾ زندگيءَ جي مختلف شعبن سان متعلق گهڻيون هدايتون ۽ احڪام به آندا ويا آهن انهن ئي بي بها هدايتن جي سببان وڏن مفسرن احزاب جي واقعي جو تفصيل سان ذڪر ڪيو آهي ۽ هتي به ڪجهه لکجي ٿو.

غزوه احزاب جو واقعو

احزاب حزب جو جمع آهي جنهن جي معنيٰ آهي ٽولو يا جماعت هن جنگ ۾ ڪافرن جي مختلف جماعتن متحد ٿي مسلمانن کي ختم ڪرڻ جو معاهدو ڪري المدينة المنورة تي چڙهائي ڪئي هئي ان جي ڪري هن جو اهو نالو رکيو ويو آهي ۽ جڏهن ته هن جنگ ۾ دشمن جي اچڻ واري رستي تي نبي ڪريم عليه الصلوة

والسلام جن جي امر سان خندق ڪوٽي وئي هئي ان جي ڪري هن کي خندق واري جنگ به چوندا آهن. غزوه بنو قريظہ جيڪا غزوه احزاب کان فوراً بعد ۾ ٿي هئي ۽ مذڪوره آيتن ۾ ان جو ذڪر به آهي حقيقت ۾ اها به غزوه احزاب جو هڪ جزء آهي جيئن واقعي جي تفصيل مان معلوم ٿيندو جنهن سال رسول الله صلى الله عليه وسلم جن مڪه مڪرمه کان هجرت ڪري مدينه منوره ۾ تشریف فرما ٿيا ان جي ٻئي سال ۾ غزوه بدر جو واقعو پيش آيو ٽئين سال ۾ غزوه احد ته چوٿين سال ۾ هي غزوه احزاب ٿي ۽ بعضي روايتن ۾ ان کي پنجين سال جو واقعو قرار ڏنو ويو آهي بهر صورت هجرت جي ابتداء کان وٺي هن وقت تائين مسلمانن تي ڪافرن جا مسلسل حملا ٿيندا رهيا ۽ غزوه احزاب جو حملو وڏي پرپور طاقت، قوت، پڪي عزم، عهد ۽ ميثاق سان ڪيو ويو هو ان ڪري حضور عليه الصلوة والسلام ۽ اصحاب ڪرام رضي الله عنهم تي هيءَ جنگ ٻين سڀني جنگين کان زياده شديد هئي ڇو ته ان ۾ حملو ڪندڙن ڪافرن جي لشڪر جو تعداد ٻارهن هزارن (١٢٠٠٠) کان پندرهن هزارن (١٥٠٠٠) تائين بيان ڪيو ويو آهي ۽ مسلمانن جو تعداد ٽي هزار (٣٠٠٠) هو سو به هٿيارن ۽ سامان سان ڀريل نه هو سخت سرديءَ جو زمانو هو. قرآن ڪريم هن واقعي جي صورت هيئن بيان فرمائي آهي. ”زَاغَتِ الْأَبْصَارُ” (اڪيون ٽڙي بيٺيون) ”بَلَّغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ” (دليون نرگهڻن کي پهتيون) ۽ ”زُلْزِلُوا زَلْزَلًا شَدِيدًا” (سخت زلزلي ۾ وڌا ويا) پر جيئن جو هي وقت مسلمانن تي سڀ کان زياده سخت هو تيئن الله جل شانہ جي خصوصي عنايت ۽ امداد سان ان جو انجام مسلمانن جي حق ۾ اهڙي عظيم فتح ۽ ڪاميابيءَ جي صورت ۾ سامهون آيو جو ان سڀني مخالفن ٽولن مشرڪن، يهودين ۽ منافقن جون چيلهون ٽوڙي وڌيون ۽ اڳتي لاءِ انهن کي ان جي لائق نه ڇڏيو جو اهي مسلمانن تي ڪنهن حملي جو ارادو ڪري سگهن ان لحاظ سان هيءَ جنگ ڪفر ۽ اسلام جو آخري معرڪو هو جيڪو مدينه منوره جي سرزمين تي هجرت جي چوٿين يا پنجين سال وڙهيو ويو. هن واقعي جي ابتداء هتان ٿي ته يهودين جي قبيلي بني نضير ۽ قبيلي ابو وائل جا تقريباً ويهه (٢٠) ماڻهو جيڪي رسول الله صلى الله عليه وسلم ۽ مسلمانن سان سخت عداوت رکندا هئا مڪه مڪرمه ۾ پهتا ۽ قريشي سردارن سان ملاقات ڪري انهن کي مسلمانن سان جنگ جي لاءِ تيار ڪيائون. قريشي سردار سمجھندا هئا ته جيئن مسلمان اسان جي بت پرستيءَ کي ڪفر سمجھن ٿا تيئن يهودين جو به اهو خيال هوندو انهن ان اتحاد ۽ اتفاق مان ڪهڙي اميد رکي وڃي ان جي ڪري انهن يهودين کان سوال ڪيو ته اوهان ڇاڻو ٿا

ته اسان ۾ ۽ (حضرت) محمد (صلى الله عليه وسلم) ۾ دين ۽ مذهب جو اختلاف آهي ۽ اوهان اهل ڪتاب ۽ اهل علم آهيو اول ته اسان کي اهو ٻڌايو ته اوهان وٽ اسان جو دين بهتر آهي يا ان جو؟ انهن يهودين پنهنجي علم ۽ ضمير جي بالڪل خلاف انهن کي هي جواب ڏنو ته اوهان جو دين ان جي دين کان ڀلو آهي. اهو ٻڌي قريشي سردار ڪجهه مطمئن ٿيا مگر ان هوندي به معاملو هيئن طي ٿيو ته ويهه ماڻهو يهودين مان ۽ پنجاهه ماڻهو قريشي سردارن جا مسجد حرام ۾ وڃي بيت الله جي ڀتين سان سينو لڳائي الله جل شانہ جي بيت ۾ هي عهد ڪن ته اسان مان جيستائين هڪ ماڻهو به جيئرو رهندو ته (حضرت) محمد (صلى الله عليه وسلم) جي خلاف جنگ ڪندو رهندو. مڪه مڪرمه جي قريشي سردارن سان اهو عهد ڪرڻ کان پوءِ اهي يهودي عرب جي هڪ وڏي ۽ جنگجو قبيلي غطفان وٽ آيا ۽ انهن کي ٻڌايائون ته اسين ۽ مڪه مڪرمه جا رهاڪو قريشي سردار ان تي متفق ٿي ويا آهيون ته سڀئي هڪ ڀيرو ملي هن نئين دين جي پڪڙجڻ کي ختم ڪنداسون اوهان به ان تي اسان سان معاهدو ڪيو ۽ انهن کي خبر ۾ پيدا ٿيندڙ هڪ سال جي پوري ڪجور ۽ هڪ روايت موجب ان جو اڌ انعام ۾ ڏيندا قبيلي غطفان جي سردار عيينه بن حصن ان شرط سان ساڻن شريڪ ٿيڻ قبول ڪيو پروگرام جي مطابق مڪه مڪرمه مان چئن هزارن جوانن جو لشڪر سو گهوڙن ۽ هڪ هزار اٺن جي سامان سان ابوسفیان جي قيادت ۾ نڪتو ۽ مَرَّ الظَّهْرَان نالي جاءِ تي منزل انداز ٿيو ۽ اتي انهن سان اسلم، اشجع، نيومره، بنو ڪنانه، فزاره ۽ غطفان قبيلن جا ماڻهو به شامل ٿي ويا جن جو مجموعي تعداد بعضي روايتن ۾ ڏهه ۽ بعض ۾ ٻارهن ۽ بعض ۾ پندرهن هزار بيان ڪيو ويو آهي.

مدينه منوره تي سڀ کان وڏو حملو

غزوه بدر ۾ مسلمانن جي مقابلي ۾ اچڻ وارو لشڪر هڪ هزار هو ۽ غزوه احد ۾ حملي ڪرڻ وارو لشڪر ٽن هزارن جو هو ۽ غزوه احزاب ۾ آيل لشڪر جو تعداد ۽ سندن سامان به وڌيڪ هو ۽ سمورن عرب قبيلن ۽ يهودين جو اتحاد طاقت به هئي. سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي خدمت ۾ جڏهن اهي سڀ ڳالهيون عرض ڪيون ويون ته سندن زبان مبارڪ تي سڀ کان پهريون جيڪو جملو آيو سو هو ”حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ يعني اسان جي لاءِ الله ڪافي آهي ۽ (اهو ئي) ڀلو ڪارساز آهي، ان کان پوءِ پاڻ مهاجرن ۽ انصارن اصحابن کي گڏ ڪري انهن سان

مشورو ڪيائون جيتوڻيڪ وحي جي صاحب عليه الصلوة والسلام کي مشوري جي ضرورت ناهي جو پاڻ سڌو الله تعالىٰ جي اذن ۽ اجازت سان ڪم ڪندا آهن پر مشوره ڪرڻ ۾ به فائدا هوندا آهن ۱: امت جي لاءِ مشوري ڪرڻ جي سنت جاري ڪرڻ. ۲: مومنن جي دلين ۾ هڪ ٻئي سان ربط ۽ اتحاد جي تجديد، تعاون ۽ مدد ڪرڻ جو جذبو پيدا ڪرڻ ان کان بعد دفاع ۽ جنگ جي مادي وسائل تي غور ڪيو ويو ان مشوره جي مجلس ۾ حضرت سلمان فارسي رضي الله عنه به شامل هو جيڪو ان ويجهي وقت ۾ هڪ يهوديءَ جي مصنوعي غلاميءَ کان نجات حاصل ڪري اسلامي خدمتن جي لاءِ تيار ٿيو هو. ان اتي اهو مشوره عرض ڪيو ته اسان جي فارس ملڪ جا بادشاه اهڙين حالتن ۾ دشمنن جي حملي کي روڪڻ جي لاءِ خندق کوٽي انهن جو رستو روڪيندا آهن سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن ان جو اهو مشورو قبول ڪري خندق کوٽڻ جو حڪم ڏنو ۽ پاڻ بنفس نفيس به ان ڪم ۾ شريڪ رهيا.

خندق جي کوٽائي

هيءَ خندق سلع جبل جي پويان سڄي رستي جي ڊيگهه تي کوٽڻ جو پروگرام ٿي ڪيو ويو هو جتان مدينه منوره جي شمال واري پاسي کان دشمن اچي سگهيا تي ان خندق جي ڊيگهه ۽ ويڪر وارو ليڪو رسول الله صلى الله عليه وسلم جن پاڻ ڪڍيو هو هيءَ خندق شيخين کان شروع ٿي سلع جبل جي اولهه واري ڪنڊ تائين آئي ۽ بعد ۾ ان کي وڌائي بطحان ۽ راتونا وادين جي اتصال تائين پهچايو ويو ان خندق جي سموري ڊيگهه تقريباً ساڍا ٽي ميل هئي ويڪر ۽ اونھائي جو صحيح مقدار ڪنهن روايت سان معلوم نه ٿيو آهي پر اهو ظاهر آهي ته ويڪر ۽ اونھائي به چڱي خاصي هوندي جنهن کي عبور ڪرڻ دشمنن جي لاءِ آسان نه هوندو حضرت سلمان فارسي رضي الله عنه جي باري ۾ آيو آهي ته پاڻ هر روز پنج گز ڊيگهه ۾ ۽ پنج گز ويڪر ۾ خندق کوٽيندو هو جنهن مان معلوم ٿئي ٿو ته خندق پنج گز اونھي هئي.

مسلمانن جي لشڪر جو تعداد

ان وقت مسلمانن جي لشڪر جو تعداد ڪل ۳ هزار هو ۽ انهن وٽ صرف چٽيهه گهوڙا هئا.

بلوغت جي عمر پندرهن سال قرار ڏني وئي

اسلامي لشڪر ۾ ڪجهه نابالغ ڇوڪرا به پنهنجي ايماني جوش سان نڪري آيا هئا پر رسول الله صلى الله عليه وسلم جن انهن ڇوڪرن کي واپس ڪري ڇڏيو جن

جي عمر پندرهن سالن کان گهٽ هئي پر پندرهن سالن جي عمر وارا نوجوان شامل ڪيائون جن ۾ حضرت عبدالله بن عمر، حضرت زيد بن ثابت، حضرت ابوسعيد خدری، حضرت براء بن عازب رضي الله عنهم شامل آهن جنهن وقت هي اسلامي لشڪر مقابلي ڪرڻ جي لاءِ روانو ٿيڻ لڳو ته جيڪي منافق مسلمانن سان مليل جليل هئا اهي سرڪڻ لڳا ڪي لڪي هليا ويا ته ڪي رسول الله صلى الله عليه وسلم جن سان ڪوڙا عذر پيش ڪرڻ لڳا ۽ ڪانئن اجازت گهريائون ۽ اها مسلمانن جي لاءِ هڪ نئين آفت ظاهر ٿي مذڪور الصدر آيتن ۾ انهن ئي منافقن جي متعلق ٻئي آيتون نازل ٿيون.

قبائلي ۽ نسبي قوميتن جو انتظامي

معاشرتي امتياز اسلامي وحدت ۽

قوميت جي منافي ناهي

رسول الله صلى الله عليه وسلم جن ان جهاد جي لاءِ مهاجرن جو جهنڊو حضرت زيد بن حارثه رضي الله عنه جي سپرد فرمايو ۽ انصارن جو جهنڊو حضرت سعد بن عبادہ رضي الله عنه جي حوالي ڪيو ان وقت مهاجرن ۽ انصارن جي وچ ۾ مواخات (هڪ ٻئي جو پاءُ هجڻ) وارو تعلق نهايت مضبوط ۽ مستحڪم بنيادن تي قائم هو ۽ سڀني پائر هئا مگر انتظامي سهوليت جي لاءِ مهاجرن جي قيادت جدا ۽ انصارن جي جدا ڪئي وئي. ان مان معلوم ٿيو ته اسلامي قوميت ۽ اسلامي وحدت انتظامي ۽ معاشرتي تقسيم جي منافي ناهي بلڪ هر جماعت تي ذميداريءَ جو بار وجهڻ سان هڪ ٻئي جي اعتماد، تعاون ۽ مدد ڪرڻ کي تقويت پهچي ٿي ۽ هن جنگ جي سڀ کان پهرئين ڪم يعني خندق کوٽڻ ۾ ان مدد ۽ تعاون جو هن طرح اظهار ڪيو ويو ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن وري لشڪر جي مهاجرن ۽ انصارن کي ڏهن ڏهن جي ٽولين ۾ تقسيم ڪري هر ڏهن ماڻهن کي چاليهه گز خندق کوٽڻ جو ذميدار بنايو حضرت سلمان فارسي جڏهن ته خندق کوٽڻ جو مشوره ڏيندڙ ۽ ڪم کان واقف ۽ مضبوط ماڻهو هو ۽ نه انصارن مان هو ۽ نه مهاجرن مان ته ان جي متعلق انصارن ۽ مهاجرن ۾ هڪ ٻئي کان اڳتي وڌڻ جي فضا پيدا ٿي وئي انصارن ان کي پاڻ سان شامل ڪرڻ تي گهريو ته مهاجرن پاڻ سان تان جو رسول الله صلى الله عليه وسلم جن مداخلت ڪندي فرمايو ”سَلَمَانٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ“ سلمان اسان اهل بيت مان آهي.

ڪم جي صلاحيت ۾ ملڪي ۽ غير ملڪي

مقامي ۽ بيروني جوامع تيار

هلندڙ دور ۾ دنيا جا ماڻهو غير ملڪي ۽ غير مقامي ماڻهو کي پنهنجي برابر جو درجو ڏيڻ پسند نه ٿا ڪن پر غزوه احزاب جي دوران هر فريقي مهاجر توڙي انصار صلاحيت واري غير ملڪي کي به پاڻ سان شامل ڪرڻ ۾ فخر محسوس ڪري رهيا هئا ان جي ڪري رسول الله صلى الله عليه وسلم جن حضرت سلمان فارسيءَ رضي الله عنه کي پنهنجي اهل بيت ۾ داخل ڪري چڪتاڻ کي ختم ڪرايو ۽ عملي طور تي ڪجهه انصار ۽ ڪجهه مهاجر شامل ڪري ڏهن ڏهن جي ٽولي ٺاهي جنهن ۾ حضرت عمرو بن عوف ۽ حذيفه وغيره مهاجرن مان هئا.

هڪ عظيم معجزو

اتفاق سان جيڪو خندق جو حصو حضرت سلمان فارسي وغيره رضي الله عنه جي حوالي هو ان ۾ هڪ سخت قسم جو وڏو پٿر اچي ويو حضرت سلمان فارسيءَ جو ساٿي حضرت عمرو بن عوف رضي الله عنه جو فرمان آهي ته ان وڏي پٿر اسان جا اوزار پڇي وڌا ۽ اسين ان کي پڇڻ کان عاجز ٿي پياسين ۽ مون حضرت سلمان فارسيءَ کي چيو ته ”جيتوڻيڪ هيئن به ٿي سگهي ٿو جو اسين ان وڏي ۽ سخت پٿر کان هٽي خندق کوٽي ۽ تورو وڪڙ ڏياري ان کي اصل خندق سان ملائي ڇڏيون مگر رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي ڪڍيل ليکي کان پنهنجي راءِ سان انحراف ڪرڻ نه گهرجي تون حضور عليه الصلوة والسلام جن سان رابطو ڪري هن جي متعلق سندن حڪم حاصل ڪري وٺ ته هاڻي ڇا ڪيون؟

حضرت سلمان فارسي رضي الله عنه حضور صلى الله عليه وسلم جي خدمت ۾ حاضر ٿي سمورو واقعو عرض ڪيو ان وقت حضور عليه الصلوة والسلام جن بذات خود پنهنجي حصي ۾ ڪم ڪري رهيا هئا ۽ خندق جي مٽيءَ کي پري ڪرڻ ۾ مصروف هئا حضرت براء بن عازب رضي الله عنه جو فرمان آهي ته مون کين ڏٺو ته سندن پاڪ جسم مڪمل مٽيءَ سان ڍڪيل هو ۽ سندن جسم اقدس مان پٺيءَ يا پيٽ مبارڪ جي ڪل به نظر نه ٿي آئي حضرت سلمان فارسي رضي الله عنه جو عرض ٻڌي ڪنهن مشوره ڏيڻ يا حڪم ڪرڻ جي بجاءِ پاڻ ان سان گڏجي ان وڏي سخت پٿر وٽ تشریف فرما ٿيا ۽ انهن ڏهن اصحابن کان ڪوڏر وٺي پنهنجي هٿ مبارڪ سان ان پٿر کي ڌڪ هڻي هيءَ آيت مبارڪه ”وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا“ (۽ تنهنجي

رب جي نعمت سچائيءَ سان پوري ٿي) پڙهيائون ته ان جو هڪ حصو ٿي پيو ۽ ان مان ان وقت هڪ نور جي تجلي نڪتي ان کان پوءِ پاڻ ٻيو ڏک هنيائون ۽ آيت مذڪوره سان آخري لفظ ”وَعَدًا“ به ملائي پڙهيائون ته ٻيو حصو به ٿي ڪري پيو ۽ اهڙي طرح وري به روشني نڪتي ٿيون پيرو به ساڳي آيت پڙهي ڏک هنيائونس ته رهيل پٿر به ذرا ذرا ٿي ويو ۽ پاڻ خندق کان ٻاهر تشریف فرما ٿيا ۽ پنهنجي چادر مبارڪ جيڪا خندق جي ڪناري تي رکي اندر گهڙيا هئا اها کڻي پاسي تي ٿي وينا ان وقت حضرت سلمان فارسي رضي الله عنه کين عرض ڪيو ته اوهان جي هر هڪ ڏک سان مون روشني نڪرندي ڏني پاڻ تاڪيد طور پڇيائونس ته تو واقعي ڏني؟ ان عرض ڪيو ته: يارسول الله صلى الله عليه وسلم مون اکين سان ڏني هئي. پاڻ فرمايائون ته ”مون پهرين روشنيءَ سان يمن ۽ ڪسري جي شهرن جا محلات ڏٺا ۽ جبريل امين مون کي عرض ڪيو ته ”اوهان جي امت انهن شهرن کي فتح ڪندي ۽ ٻئي ڏک سان نڪرندڙ روشنيءَ ۾ مون رومين جا ڳاڙها محل ڏٺا ۽ جبريل امين اها خوشخبري ڏني ته اوهان جي امت انهن شهرن کي به فتح ڪندي“ اهو سندن مبارڪ ارشاد ٻڌي سڀ مسلمان مطمئن ٿيا ۽ کين آينده جي لاءِ عظيم الشان فتوحات حاصل ٿيڻ جو يقين ٿيو.

منافقن جي طعنه زنيءَ

مسلمانن جو بي مثال يقين ۽ ايمان

ان وقت جيڪي منافق بادل نخواستہ خندق جي کوٽ ۾ شامل هئا اهي سچن ۽ پڪن مسلمانن کي چوڻ لڳا ته ”اوهان کي (حضرت) محمد (صلى الله عليه وسلم) جي ڳالهين تي حيرت ۽ عجب نه ٿو لڳي اهو اوهان کي ڪيئن باطل ۽ بي بنياد ڳالهيون ٻڌائي رهيو آهي ته مدينه منوره ۾ اونهي خندق جي گهرائيءَ اندر ان کي حيرة نالي شهر ۽ مدائن ڪسري جا محلات نظر اچي رهيا آهن ۽ اهو به بيان ڪري رهيو آهي ته اوهان انهن کي فتح ڪندؤ ذرا پنهنجي حال کي ته ڏسو ته اوهان کي پنهنجي جسم جو حال به معلوم ناهي پيشاب ۽ پاڻخاني ڪرڻ جيتري به مهلت ناهي ان حال ۾ اوهان ڪسري وغيره جي ملڪ کي فتح ڪندؤ. منافقن جو اهو احوال به مذڪوره آيتن ۾ آيل آهي پر اصحاب ڪرام رضي الله عنهم پنهنجي همت ڪامل يقين سان محنت ڪري ساڍا ٣١ ميل ڊگهي خندق ڇهن ڏينهن ۾ تيار ڪري ويا.

حضرت جابر رضي الله عنه جي دعوت وارو معجزو

انهيءَ خندق جي کوٽڻ دوران هي مشهور معجزو ظاهر ٿيو جو هڪ ڏينهن حضرت جابر رضي الله عنه حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جن تي بڪ جا آثار ڏسي پنهنجيءَ گهرواريءَ کي وڃي چيائين ته جيڪڏهن تُو وٽ ڪجهه آهي ته رڌي تيار ڪر مان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي بڪ ۾ ڏسي سهي نه ٿو سگهان. سندس اهليه عرض ڪيو ته گهر ۾ ڪجهه جو پيل آهن اهي پيهين ٿي وٺان. اها جو پيهڻ لڳي ۽ حضرت جابر رضي الله عنه گهر ۾ بيٺل هڪ چيلو ڪهي ان جو گوشت تيار ڪري حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جن کي وٺي اچڻ لاءِ گهر مان نڪرڻ لڳو ته گهرواريءَ سڏي چيس خيال ڪجان حضور عليه الصلوة والسلام جن سان اصحاب سڳورا گهڻا گڏ هوندا ڪو طريقو اختيار ڪري صرف حضور عليه الصلوة والسلام اڪيلي کي وٺي اچجان نه ته خواري ٿيندي. حضرت جابر رضي الله عنه سموري حقيقت حضور عليه الصلوة والسلام جن کي ٻڌائي ته کاتو صرف ايترو آهي پر پاڻ پوري لشڪر ۾ اعلان ڪرايائون ته سڀ هلو اچ جابر جي گهر دعوت آهي حضرت جابر خاموش مگر حيران رهيو گهر پهتو ته سندس اهليه سخت پریشانيءَ جو اظهار ڪيو ۽ حضرت جابر کان پڇيائين ته تُو حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام کي سموري حقيقت ٻڌائي هئي؟ حضرت جابر فرمايو ته: ”هاڻو بلڪل مون کين سڀ ڪجهه عرض ڪيو آهي“ اهو ٻڌي بيبي صاحبه مطمئن ٿي ته هاڻي اسان کي ڪو فڪر ناهي حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن مرضيءَ جا مالڪ آهن جيئن گهرن تيئن ڪن پوءِ حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن آيا ۽ پاڇي پنهنجي پاڪن هٿن سان سڀني کي ڏئي کارائڻ جو انتظام ڪيائون ۽ سڀني ڍو ڪري کاتو ۽ حضرت جابر رضي الله عنه فرمايو ته سڀني جي کائڻ کان پوءِ به نه اسان جي هنديءَ مان گوشت کٽو ۽ نه گوڙيل اتي ۾ ڪا کوٽ محسوس ٿي اسان سڀني گهروارن به ڀيٽ پري کاتو ۽ باقي بچيل کاتو پاڙي وارن ۾ ورهايو. علامه يوسف نبهاني عليه الرحمة حضرت ڪعب بن مالڪ رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن ان دعوت ۾ شريڪ ٿيندڙن کي فرمايو هو ته: گوشت کائي هڏا هڪ جاءِ تي رکندا وڃو جڏهن دعوت کائي سڀ فارغ ٿيا ته پاڻ ان هڏن تي هٿ رکي ڪجهه الفاظ چيائون جيڪي ٻڌڻ ۾ نه آيا ۽ اهو چيلو جيئرو ٿي پيو پاڻ حضرت جابر کي فرمايائون ته ”هي ڪاهي وڃ“ حضرت جابر ڪاهي آيو ته سندس گهرواريءَ ڏسي پڇيو

هي ڇا آهي؟ حضرت جابر ٻڌايس ته: اسان وارو ڪٿل ڇيلو حضور عليه الصلوة والسلام جي دعا سان زنده ٿيو آهي ان هڪدم چيو ته ”أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ“ مان شاهدي ٿي ڏيان ته بلاشڪ اهو الله جو رسول آهي (١) جڏهن جهن ڏينهن ۾ خندق جي کوٽائي ختم ٿي ته ڪافرن جو لشڪر اچي پهتو ۽ حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن ۽ اصحاب ڪرام سلع جبل ڏانهن پئي ڪري پنهنجي لشڪر جي صف بندي ڪرائي.

بنو قريظه جي يهودين عهد توڙي ڪافرن

جي آيل لشڪر سان ساڌڻو

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته انهيءَ وقت ڏهن ٻارهن هزارن جي باسامان لشڪر سان ٽن هزارن جي بي سروسامان لشڪر جو مقابلو ڪرڻ به عقل ۽ قياس ۾ اچڻ کان مٿي هو پر ان ۾ نئون اضافو اهو ٿيو جو ان ڪافر لشڪر ۾ شامل بنونضير قبيلي جي سردار حبي بن اخطب جنهن سڀني کي رسول الله صلى الله عليه وسلم ۽ مسلمانن جي دشمنيءَ ۾ جمع ڪيو هو ان مدينه منوره ۾ پهچي يهودين جي قبيلي بني قريظه کي به پاڻ سان ملائڻ جو منصوبو ٺاهيو. حالانڪ بني قريظه ۽ حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جي وچ ۾ هڪ صلحنامه تي دستخط ٿي چڪا هئا ۽ معاهدي مڪمل هجڻ جي ڪري هڪ ٻئي کان بي فڪر هئا حبي بن اخطب بني قريظه جي سردار ڪعب بن اسد وٽ پهتو جڏهن ڪعب کي ان جي اچڻ جي خبر پئي ته پنهنجي قلعي جو دوازو بند ڪرائي ڇڏيائين تانت حبي بن اخطب ان تائين نه پهچي پر حبي بن اخطب ٻاهران سڏيندو رهيو ۽ دروازي کولڻ جي لاءِ چونڊو رهيو ڪعب بن اسد چيس ته اسين (حضرت) محمد (صلى الله عليه وسلم) سان صلح ڪري چڪا آهيون ۽ اڄ تائين اسان ان جي طرفان معاهدي جي پابندي، صدق ۽ سچائيءَ کان سواءِ ڪجهه نه ڏٺو آهي ان جي ڪري اسين ان معاهدي جا پابند آهيون اوهان سان نه ٿا هلي سگهون اهو دير تائين دروازي کولڻ ۽ ڳالهين ڪرڻ جي لاءِ چونڊو رهيو ۽ هو جواب ڏيندو رهيو مگر نيٺ ان کي مجبور ڪري دروازو کولايائين ۽ حبي بن اخطب ان کي ملي کيس اهڙا سرسبز باغ ڏيکاريا جو نيٺ اهو سندس ڳالهين ۾ اچي ويو ۽ ڪافرن جي لشڪر سان گڏ ٿيڻ جو وعدو ڪيائين ۽ جڏهن ڪعب بن اسد اها ڳالهه پنهنجي قبيلي جي ٻين سردارن کي ٻڌائي ته سڀني چيس ته تو ته غضب ڪري ڇڏيو جو هروڀرو مسلمانن سان عهد شڪني ڪئي ۽ پاڻ کي خطري ۾ وجهي ڇڏيئي ڪعب به

انهن جي ڳالهين کان متاثر ٿيو ۽ پنهنجيءَ غلطيءَ تي پشيمان رهيو پر هاڻي ڳالهه ان جي قبضي کان نڪري چڪي هئي ۽ نيٺ اهو ئي وعدو توڙڻ سندس قبيلي جي هلاڪت ۽ برباديءَ جو سبب بڻيو جنهن جو ذڪر اڳتي ايندو ۽ اها خبر جڏهن حضور عليه الصلوة والسلام ۽ اصحابن سڳورن ٻڌي ته کين ڏاڍو ڏک ٿيو ۽ ان فڪر ۾ پئجي ويا ته ٻاهرين کي روڪڻ جي لاءِ ته خندق کوٽي وئي آهي پر هي ته اندر شهر ۾ آهن انهن جو مقابلو ڪيئن ڪجي. ان حقيقت کي معلوم ڪرڻ لاءِ حضور عليه الصلوة والسلام جن اوس قبيلي جي سردار حضرت سعد بن معاذ ۽ خزرج قبيلي جي سردار حضرت سعد بن عبادہ کي وفد جي صورت ۾ ڪعب ڏانهن ڳالهين ڪرڻ جي لاءِ موڪليو ۽ کين هيءَ هدايت ڪئي ته جيڪڏهن عهد توڙڻ جي ڳالهه ڪوڙي هجي ته سڀني اصحابن جي اڳيان کولي بيان ڪجو ۽ جيڪڏهن سچي هجي ته اهڙي نموني ڳالهائڻ جو صرف اسين سمجهون عام مسلمانن ۾ پريشاني پيدا نه ٿئي هي ٻئي سعد نالي بزرگ اتي پهتا ڳالهه صحيح نڪتي ڪعب سان سخت ڪلامي به ٿي موٽي اچي سمورو احوال حضور عليه الصلوة والسلام جن کي لڪل نموني ٻڌايائون بنو قريظہ قبيلي وارن مخالفت ۾ ڳالهائڻ شروع ڪيو ته ڪي وري بهانا بنائي پڄڻ لڳا. ۽ جنگ جي اها حالت هئي جو خندق جي ڪري ڪافرن جو گڏيل لشڪر اندر اچي نه پيو سگهي ۽ ان جي ٻئي پاسي مسلمانن جو لشڪر هو ۽ ٻنهي ۾ هڪ ئي وقت تيرن هڻڻ جو سلسلو شروع هو ۽ ان حال ۾ تقريباً هڪ مهينو گذري ويو ته ڪا ڪلي فيصلو ڪندڙ جنگ ٿي ۽ نه ڪنهن وقت بي فڪر رهيا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن ۽ اصحاب سڳورا رات ڏينهن ان جي حفاظت ۾ رهيا جيتوڻيڪ پاڻ به تڪليف ۾ هئا پر اصحابن سڳورن جو تڪليف ۾ هجڻ کين سڀني کان ڏکيو ٿي لڳو.

رسول الله صلى الله عليه وسلم جن

جي هڪ جنگي تدبير

حضرت نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن کي اها خبر هئي ته غطفان قبيلي جي رئيس يهودين سان اتحاد خيبر جي ڪجور ۽ ميون ملڻ جي دلاسي تي ڪيو آهي ان جي ڪري پاڻ غطفان قبيلي جي ٻين ٻن سردارن عيينه بن حصن ۽ ابوالحارث بن عمرو ڏانهن قاصد موڪليائون ته اسين اوهان کي مدينه منوره جي ميون جو ٽيون حصو ڏينداسون جيڪڏهن اوهان پنهنجن ساٿين کي وٺي ميدان مان نڪري هليا وڃو گفتگو هلائيندي اهي ٻئي سردار راضي ٿي چڪا هئا ۽ عنقريب ان صلح جي معاهدي

تي دستخط ٿيڻ وارا هئا ته پاڻ ڪريمن عليه الصلوة والسلام جن پنهنجي دستور مطابق ارادو فرمايو ته اصحابن سڳورن سان ان معاملي ۾ صلاح مشورو ڪن ۽ آوس ۽ خزرج قبيلن جي ٻن بزرگن سعد بن عبادہ ۽ سعد بن معاذ کي سڏي انهن سان به مشورو ڪرڻ فرمايائون ٻنهي سندن خدمت ۾ عرض ڪيو ته يارسول الله! جيڪڏهن اوهان کي ان ڪم جي لاءِ الله جل شانہ جي طرفان حڪم ٿيو آهي ته اسان جي ڪچڻ جي جاءِ ناهي اسين قبول ڪنداسون يا اوهان اسان جي تڪليف ۽ مشقت کا بجاءِ لاءِ هيءَ تدبير اختيار فرمائي آهي پاڻ فرمايائون ته ”اوهان چئني طرفن کان انهن جي گهيري ۾ آهيو ان جي ڪري مون ارادو ڪيو ته ان طريقي سان انهن جي طاقت کي ٽوڙيو وڃي“ حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه عرض ڪيو ته يارسول الله! اسين جنهن وقت بت پرست هئاسون نه الله جل شانہ کي سڃاڻندا هئاسون ۽ نه ان جي عبادت ڪندا هئاسون ان وقت به انهن يهودين کي اسان جي شهر جي ميون ۾ هڪ داڻي جي طمع رکڻ جي همت نه هئي ان کان سواءِ جو اهي اسان جا مهمان ٿي اچن ۽ ان لحاظ سان اسين انهن کي ڪجهه ڪاريون يا اهي اسان کان خريد ڪري وڃن هاڻي جڏهن الله تعاليٰ اسان کي پنهنجي معرفت عطا ڪئي آهي ۽ اسلام جي اعزاز سان نوازيو آهي ڇا اسين پنهنجا مال ۽ ميوا انهن کي ڏئي ڇڏينداسون؟ اسان کي انهن سان صلح جي ڪا ضرورت ناهي اسين انهن کي تلوار کان سواءِ ڪجهه نه ڏينداسون تان جو الله جل شانہ اسان ۽ انهن ۾ فيصلو فرمائي. نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن حضرت سعد رضي الله عنه جي مضبوطي ۽ ايماني غيرت کي ڏسي اهو پروگرام ملتوي ڪري ڇڏيو ۽ فرمايائون ته ”اوهان کي اختيار آهي جيئن وڻيو ٿيئن ڪيو“ حضرت سعد اهو صلحنامي وارو ڪاغذ انهن کان وٺي لکت مڻي ڇڏي ڇو ته اڃان ان تي دستخط نه ٿيا هئا غطفان قبيلي جي سردارن عيينه ۽ حارث جيڪي صلح جي لاءِ تيار ٿي آيا هئا ۽ ان مجلس ۾ موجود هئا اصحاب ڪرام جي هيءَ قوت ۽ شدت ڏسي پنهنجي دلين ۾ پاڻ ئي پريشان ٿي ويا.

حضرت سعد بن معاذ جو ان جنگ ۾

زخمي ٿيڻ ۽ ان جي دعا

هوڏانهن خندق جي ٻنهي طرفن کان تير اندازي ۽ پٿراءِ جو سلسلو جاري هو حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه بني حارثه جي قلعي ۾ جتي عورتن کي محفوظ ڪيو ويو هو پنهنجي ماءُ ڏانهن ويو هو ته سندس والده کيس جلد واپس وڃي حضور

پر نور عليه الصلوة والسلام جي لشڪر ۾ شريڪ ٿيڻ جو تاڪيد ڪيو سیده عائشہ رضي الله عنها کان روايت آهي ته ان وقت ان قلعي ۾ مان به هيس ۽ اڃان پردي جو حڪم نازل نه ٿيو هو مون ڏٺو ته حضرت سعد کي هڪ ننڍي زرہ پاتل هئي جنهن مان ان جا هٿ ٻاهر نڪتل هئا. مون سندس والده کي چيو ته سعد کي وڏي زرہ هجي ها ته بهتر هو مون کي ان جي هٿن ۽ پيرن تي ڌڪن لڳڻ جو خطرو محسوس ٿي رهيو آهي ته سندس والده فرمايو خطري جي ڪا ڳالهه ناهي جيڪو ڪجهه الله تعاليٰ کي منظور هوندو اهو ئي ٿيندو حضرت سعد جڏهن اتاهين نڪري پنهنجي لشڪر وٽ پهتو ته ان کي اهڙو تير لڳو جنهن سندس رڳون ڪٽي وڌيون ۽ پاڻ ان وقت هيءَ دعا گهريائين ته ياالله! جيڪڏهن آينده به قريشين جي طرفان رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي مٿان ڪو حملو مقدر آهي ته مون کي ان لاءِ زنده رک ڇو ته ان کان وڌيڪ منهنجي ڪا تمنا ناهي ته مان ان قوم سان جنگ ڪيان جن رسول الله صلى الله عليه عليه وسلم کي ايڏا ٻهچائي ڪين وطن کان ڪڍيو، ڪين ڪوڙو چيو ۽ جيڪڏهن تنهنجي علم ۾ اهو جنگ جو سلسلو آينده جي لاءِ ختم آهي ته پوءِ مون کي شهادت جو موت نصيب ڪر مگر اهو به تيستائين نه اچي جيستائين بني قريظه جي يهودين کان سندن غداريءَ جو انتقام وٺي اڪيون نه ٺاريان. الله جل شانہ سندس اهي ٻئي دعائون قبول فرمايون. ان احزاب جي واقعي کي ڪافرن جو آخري حملو بنايو ۽ ان کان بعد مسلمانن جي فتوحات جو دور شروع ٿيو پهريان خير، پوءِ مڪه مڪرمه ۽ پوءِ ٻيا شهر فتح ٿيا ۽ بنو قريظه جو واقعو اڳتي اچي ٿو ته اهي گرفتار ڪري آندا ويا ۽ سندن فيصلي جو معاملو حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه جي حوالي ڪيو ويو جنهن جي فيصلي مطابق انهن جا نوجوان قتل ڪيا ويا ۽ عورتون ۽ ٻار قيدي بنايا ويا. ان واقعي ۾ رسول الله صلى الله عليه وسلم جن ۽ اصحاب ڪرام رضي الله عنهم کي رات ڏينهن خندق جي نظرداري ڪرڻي ٿي پئي ۽ هڪ رات ۾ ٻه ٽي ٻه ٽي پيرا اٿي ويا ٿي. هن جنگ ۾ گهڻا مسلمان زخمي ٿيا ۽ کين سرديءَ جي ڪري ڪافي تڪليف پهتي ڪاڌي پيتي جي ضرورتن جي به گهڻي تنگي پيش آئي. ۽ ان حالات کي ڏسي سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن ڪافرن جي شڪست لاءِ ٽي ڏينهن مسلسل سومر، اڱارو، ۽ اربعاءَ مسجد فتح ۾ دعائون گهرندا رهيا ۽ اربعاءَ جي ڏينهن ظهر ۽ عصر جي وچ واري وقت ۾ کين فتح جي بشارت ملي ۽ پاڻ اچي اصحاب ڪرام کي ٻڌايائون اصحابن سڳورن جو فرمان آهي ته ان کان پوءِ ڪنهن مسلمان کي ڪا به تڪليف نه پهتي.

فتح جي اسباب جو آغاز

دشمنن جي صفن ۾ غطفان قبيلي وارا هڪ وڏي طاقت هئا الله جل شانہ جي
 ڪامل قدرت سان انهن مان ئي هڪ شخص نعيم بن مسعود جي دل ۾ ايمان جو
 شوق پيدا ٿيو ۽ انهيءَ نبي پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام جي خدمت عاليه ۾ حاضر ٿي
 پنهنجي اسلام جو اظهار ڪيو ۽ ٻڌايو ته اڃان تائين منهنجي قوم ۾ ڪنهن کي به
 خبر ناهي ته مان مسلمان ٿيو آهيان هاڻي مون کي حڪم ڪيو ته مان اسلام جي
 ڪهڙي خدمت ڪيان؟ حضرت نبي پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام جن کيس فرمايو ته
 ”تون اڪيلو هتي ڇا ڪري سگهندين؟ پنهنجيءَ قوم ۾ وڃين انهن سان ملي
 جيڪڏهن اسلام جو دفاع ڪري سگهين ته وڃي ڪر. نعيم بن مسعود ذهين ۽
 سمجهدار ماڻهو دل ۾ هڪ منصوبو رتي حضور پر نور عليه الصلوٰۃ والسلام جن کان
 اجازت ورتائين ته مان انهن ماڻهن ۾ وڃي جيڪا مصلحت ڏسان اها انهن کي چوان.
 پاڻ کيس اجازت ڏنائون. نعيم بن مسعود اٿاهين اتي بنو قريظہ وٽ ويو جن سان
 سندس جاهليت جي زماني کان قديم تعلقات هئا انهن کي چيائين ته اي بنو قريظہ!
 اوهان ڄاڻو ٿا ته مان اوهان جو پراڻو دوست آهيان انهن اقرار ڪندي چيو ته اسان کي
 تنهنجي دوستيءَ ۾ ڪو به شڪ ناهي ان کان بعد حضرت نعيم بن مسعود رضي الله
 عنه بنو قريظہ قبيلي جي سردارن کان نصيحت طور سوال ڪيو ته اوهان کي خبر
 آهي ته مڪه مڪرمه جا قريشي هجن يا اسان جي قبيلي غطفان جا يا ٻين قبيلن جي
 يهودين وغيره جا ماڻهو انهن جو وطن هتي ناهي اهي جيڪڏهن شڪست کائي پڇي
 ويندا ته انهن جو ڪو نقصان ناهي اوهان جو معاملو انهن سڀني کان مختلف آهي
 مدينه منوره اوهان جو وطن آهي اوهان جون عورتون ۽ مرد سڀ هتي آهن جيڪڏهن
 اوهان ٻين سان گڏ جنگ ۾ حضور ورتو ۽ اهي شڪست کائي پڇي ويا ته اوهان جو
 ڪهڙو حال ٿيندو؟ ڇا مسلمانن سان اوهان اڪيلا جنگ ڪري سگهندؤ؟ ان جي لاءِ
 مان اوهان جي خير خواهي ڪندي اوهان کي مشورو ٿو ڏيان ته اوهان ٻين سان گڏجي
 مسلمانن سان جنگ نه ڪيو جيستائين اهي پنهنجن سردارن جو خاص تعداد اوهان
 وٽ گهڻو طور نه رکن متان اهي اوهان کي مسلمانن سان ويڙهائي پڇي وڃن بنو
 قريظہ وارن کي سندس اهو مشورو ڏاڍو سٺو لڳو ۽ سندس ان ڳالهه جو قدر ڪندي
 چيائونس ته تو ڏاڍو سٺو مشورو ڏنو. ان کان پوءِ حضرت نعيم بن مسعود رضي الله
 عنه قريشي سردارن وٽ ويو ۽ کين فرمايائين ته: اوهان کي خبر آهي ته مان اوهان

جو دوست آهيان ۽ (حضرت) محمد (صلى الله عليه وسلم) سان منهنجو اڳي ڪو واسطو به نه رهيو آهي پر مون کي هڪ خبر ملي آهي جيڪڏهن اوهان منهنجي نالي کي ظاهر نه ڪرڻ جو عهد ڪيو ته مان اوهان کي ٻڌايان انهن اهو عهد ڪيو ته پاڻ کين چيائين ”بنو قريظہ قبيلي جا يهودي اوهان سان وعدو ڪرڻ کان پوءِ ان تي سخت پشيمان ٿيا آهن ۽ انهن (حضرت) محمد (عليه الصلوٰة والسلام) جي خدمت ۾ هي عرض ڪري موڪليو آهي ته ”اوهان اسان سان هن شرط تي راضي ٿي سگهو ٿا ته اسين ڪجهه قريشي ۽ غطفان قبيلي جا سردار اوهان کي وٺي ڏيون ۽ اوهان انهن کي قتل ڪرائي ڇڏيو پوءِ اسين به اوهان سان ملي انهن سان جنگ ڪيون. (حضرت) محمد (عليه الصلوٰة والسلام) انهن جي اها پيشڪش قبول فرمائي آهي. هاڻي بنو قريظہ قبيلي وارا اوهان کان ڪجهه سردار گهٽ طور رکڻ جي لاءِ گهرندا. اوهان پنهنجي معاملي کي پاڻ سوچي فيصلو ڪجو. ان کان بعد حضرت نعيم بن مسعود رضي الله عنه پنهنجي غطفان قبيلي وارن کي به اها ڳالهه ٻڌائي. ان سان گڏ ابوسفيان قريشين جي طرفان عڪرمه بن ابي جهل کي ۽ غطفان جي طرفان ورقه بن غطفان کي ان ڪم جي لاءِ مقرر ڪيو ته اهي بنو قريظہ وارن کي وڃي چون ته هاڻي اسان جو سامان به ختم ٿي رهيو آهي ۽ اسان جا ماڻهو به ٽڪجي پيا آهن اسين اوهان سان ڪيل معاهدي تحت اوهان جي امداد ۽ شرڪت جا منتظر آهيون بنو قريظہ وارن انهن کي پنهنجيءَ قرار داد مطابق هي جواب ڏنو ته اسين اوهان سان تيستائين جنگ ۾ شريڪ نه ٿينداسون جيستائين اوهان ٻنهي قبيلن مان پنهنجا ڪجهه سردار اسان وٽ گهٽ طور رکڻ لاءِ نه پڄايندو عڪرمه ۽ ورقه جڏهن اها خبر ابو سفيان تائين پهچائي ته انهن کي حضرت نعيم بن مسعود رضي الله عنه واري خبر جو يقين ٿيو ۽ بنو قريظہ کي چورائي موڪليائون ته اسين پنهنجو هڪ ماڻهو به اوهان کي نه ڏينداسون اوهان جي دل گهري ته اسان سان گڏ جنگ ۾ شرڪت ڪيو ۽ نه گهري ته نه ڪيو بنو قريظہ قبيلي وارن کي ان ڳالهه ٻڌڻ کان پوءِ حضرت نعيم بن مسعود رضي الله عنه جي ڳالهه جو وڌيڪ يقين ٿيو الله جل شانہ اهڙي طرح هڪ شخص جي ذريعي دشمنن جي ٽولي ۾ قوت وڌي ۽ انهن جا پير اڪڙي ويا ان کان علاوه انهن تي ٻي مصيبت هيءَ آئي جو الله تعاليٰ هڪ سخت ۽ برف وانگر تڏي هوا انهن تي مسلط ڪئي جنهن انهن جا تنبو اڪيڙي ڦٽا ڪيا ۽ باهه تي رکيل کاڌي پچائڻ جي لاءِ هنديون ۽ ديگڙا اڏائي ڇڏيا. اهي ته ظاهري اسباب الله جل شانہ انهن جي پيرن اڪيڙڻ جي لاءِ پيدا فرمايا ۽ ان کان وڌيڪ الله جل شانہ پنهنجا ملائڪ موڪليا

جيڪي باطني طور انهن جي دلين ۾ رعب وجهن انهن ٻنهي ڳالهين جو ذڪر مذڪوره آيتن جي شروع ۾ به ڪيو ويو آهي. نتيجو اهو نڪتو جو انهن ماڻهن جي لاءِ هاڻي ڀڄي نڪرڻ کان سواءِ ڪو به رستو نه رهيو.

حضرت حذيفه جو دشمن جي لشڪر ۾

ويجڻ ۽ خبر وٺي اچڻ جو واقعو

جڏهن نعيم بن مسعود رضي الله عنه جي محنت ۽ ڪافرن جي لشڪرن ۾ قوت پوڻ جي خبر پئي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن ارادو فرمايو ته حقيقت معلوم ڪرڻ جي لاءِ ڪو ماڻهو دشمنن جي لشڪر ۾ وڃي خبر وٺي اچي پاڻ اصحابن جي مجمع کي خطاب ڪندي فرمايائون ته ”اوهان مان ڪير آهي جيڪو دشمنن جي لشڪر ۾ وڃي حال احوال معلوم ڪري اچي ۽ ان جي بدلي ۾ جنت وٺي“ اهو ٻڌي پوري مجمع ۾ سناتو ڇانئجي ويو ۽ سڀ خاموش رهيا حضور صلى الله عليه وسلم جن نماز ۾ مشغول ٿيا ٻيو ۽ ٽيون ڀيرو به اهو ارشاد فرمايائون ۽ نماز ۾ مشغول رهيا پر ٽئين ڀيري ائين به فرمايائون ته ”اهو مون سان گڏ جنت ۾ هوندو“ ۽ حضرت حذيفه جو نالو وٺي ان کي حڪم ڪيائون ته ”تون وڃ“ حضرت حذيفه فرمايو ته مون کي تڪاوت ڏاڍي هئي مگر نالو وٺي حڪم ڪرڻ جي ڪري ويڃڻ کان سواءِ چارو نه رهيو مان اتي بيهڻ ۽ سرديءَ جي ڪري منهنجو بدن ڏکي رهيو هو حضور عليه الصلوة والسلام جن پنهنجو هٿ مبارڪ منهنجي مٿي ۽ منهن تي گهمائي فرمايو ته دشمن جي لشڪر ۾ وڃ مون کي صرف خبر اچي ٻڌاءِ ۽ واپس اچڻ کان اڳ ٻيو ڪو به ڪم نه ڪر ۽ ان کان پوءِ پاڻ منهنجي حفاظت جي لاءِ دعا فرمايائون ۽ مان پنهنجو تير ڪمان کڻي پنهنجا ڪپڙا مٿان ٻڌي انهن ڏانهن روانو ٿيس ۽ جڏهن روانو ٿيس ته عجيب ڳالهه هيءَ لڳي جو خيمي ۾ اندر ويٺي جيڪا سردي لڳي رهي هئي اها بالڪل ختم ٿي وئي ۽ مان اهڙي نموني وڃي رهيو هوس ڄڻ ڪنهن گرم حمام ۾ آهيان تان جو مان انهن جي لشڪر ۾ پهتس ۽ مون ڏٺو ته تيز هوا جي طوفان انهن جا تنبو پٽي ڇڏيا هئا ۽ کاڌي پڇاڻڻ جا تانوا اونڌا ڪريا پيا هئا ابو سفيان باهه تي سيءُ لاهي رهيو هو مون اهو ڏسي پنهنجيءَ ڪمان ۾ تير وجهي سڌو ڪيو ۽ ان تي تير وسائڻ وارو هوس ته مون کي حضور عليه الصلوة والسلام جو فرمان ياد اچي ويو ته ”اتاهين کان واپس اچڻ تائين ڪو به ڪم نه ڪجان“ ابو سفيان بالڪل منهنجي نشان

۾ هو پر مذڪور فرمان جي ڪري مون ڪمان مان تير ڪڍي ڇڏيو. ابو سفيان حالات کان پريشان ٿي واپسيءَ جو اعلان ڪرڻ تي گهريو پر ان جي لاءِ ضروري هو ته قوم جي ذميدار ڌرين سان ڳالهه ڪري پر رات جي انڌيري ۾ خطرو هو ته ڪو جاسوس نه ٻڌي وئي ان جي ڪري ابو سفيان هيءَ هوشيار ڪئي جو ڳالهه ڪرڻ کان پهريان ساري مجمع کي فرمايائين ته هر شخص پنهنجي پر واري ماڻهو کي سڃاڻي تانت ڪو پراڻو ماڻهو اسان جي ڳالهه نه ٻڌي حضرت حذيفه رضي الله عنه فرمايو ته ان وقت مون کي خطرو محسوس ٿيو ته مون کان منهنجي پر ۾ ويٺل پڇي ته تون ڪير آهين ته منهنجو راز کلي پوندو ۽ حضرت حذيفه رضي الله عنه هوشيار ۽ سان پنهنجي پر ۾ ويٺل کان پاڻ پڇيو ته تون ڪير آهين؟ ته ان چيو عجب آهي تون مون کي ڪو نه تو سڃاڻين مان فلاڻي جو پٽ فلاڻو آهيان اهو هوازن قبيلي جو ماڻهو هو. اهڙي طرح الله جل شاناه حضرت حذيفه رضي الله عنه کي گرفتاريءَ کان بچايو. ابو سفيان جڏهن اهو اطمينان حاصل ڪيو ته سڄو مجمع پنهنجو آهي ڪير به پراڻو ناهي ته ان پريشان ڪندڙ حالات بنوقريظه جي وعدي برخلافي ۽ جنگ جي سامان ختم ٿيڻ جا واقعا ٻڌائي چيو ته منهنجو رايو هي آهي ته اوهان سڀ واپس هليا وڃو ۽ مان به واپس وڃي رهيو آهيان. اهو ٻڌڻ شرط سڄي لشڪر ۾ وڳوڙ پئجي ويو ۽ سڀئي واپس وڃڻ لڳا حضرت حذيفه رضي الله عنه فرمايو ته: مان اتاهين واپس وريس ته وري به مون ائين محسوس ڪيو ڄڻ هاڻي به هڪ گرم حمام ۾ هلي رهيو آهيان واپس پهتس ته حضور صلي الله عليه وسلم جن کي نماز ۾ مشغول ڏٺم جڏهن پاڻ سلام ورايائون ته مون سندن خدمت ۾ سڄو واقعو عرض ڪيو ته پاڻ خوشيءَ مان ايترو مَرڪيا جو انڌيري رات ۾ سندن ڏندن مبارڪن جي چمڪ نظر آئي ان کان پوءِ رسول الله صلي الله عليه وسلم جن مون کي پنهنجن پيرن مبارڪن ۾ وهڻ جي جاءِ ڏني ۽ جيڪا چادر مبارڪ سندن مٿان ڍڪيل هئي ان جو هڪ حصو مون تي وڌو. تان جو مان سمهي رهيس ۽ جڏهن صبح ٿي ته پاڻ مون کي هي لفظ چوندي ”قَمَرٌ يَأْتُوْا مَّانُ!“ (اي ننڊ ڪندڙ اتي) فرمائي سجاڳ ڪيائون ۽ احزاب کان واپس ٿيندي پاڻ فرمايائون ته ”هاڻي ڪافر اسان تي حملو نه ڪندا اسين انهن تي چڙهائي ڪنداسين“ اهو ارشاد ڪرڻ کان پوءِ حضور عليه الصلوة والسلام ۽ اصحاب سڳورا مدينه منوره ۾ داخل ٿيا ۽ هڪ مهيني گذرڻ کان پوءِ هٿيار کولي رکيائون.

تنبيه

حضرت حذيفه رضي الله عنه وارو واقعو صحيح مسلم ۾ آهي ۽ مستقلاً عبرت حاصل ڪرڻ لاءِ هڪ درس آهي جيڪو گهڻين هدايتن ۽ حضور عليه الصلوة والسلام جي معجزن تي مشتمل آهي غور ڪرڻ وارا پاڻ ئي سمجهي ويندا.

غزوه بنو قريظه

جڏهن حضور ڀر نور عليه الصلوة والسلام ۽ اصحاب سڳورا رضي الله عنهم مدينه منوره ۾ هٿيار رکي فارغ ٿي ويٺا تڏهن اوچتو حضرت جبريل امين حضرت دحية ڪلبي رضي الله عنه جي صورت ۾ سندن خدمت ۾ حاضر ٿيو ۽ کين عرض ڪيائين ته جيتوڻيڪ اوهان هٿيار رکي ڇڏيا آهن پر ملائڪن پنهنجا هٿيار نه رکيا آهن الله جل شانہ جو اوهان لاءِ حڪم آهي ته اوهان بنو قريظه تي حملو ڪيو ۽ اوهان کان اڳئي مان وڃي رهيو آهيان. حضور عليه الصلوة والسلام جن مدينه منوره ۾ اهو اعلان ڪرايو ته ”اوهان وچين نماز بنو قريظه ۾ پڙهو“ اصحاب سڳورا اهو اعلان ٻڌڻ شرط بنو قريظه ڏانهن روانا ٿي ويا. انهن مان ڪن ڀلارن نبوي حڪم جي ظاهر موافق وچين نماز رستي ۾ نه پڙهي بلڪ بنو قريظه ۾ وڃي ادا ڪئي ۽ بعض اصحابن اهو سمجهيو ته ان حڪم مان مراد وچينءَ جي وقت بنو قريظه ۾ پهچڻو آهي اسين جيڪڏهن وچين نماز رستي ۾ پڙهي عصر جي وقت اتي پهتاسين ته به صحيح آهي اهو سندن ارشاد جي منافي ناهي انهن رستي ۾ ئي نماز ادا ڪئي.

مجتهدن جي اختلاف ۾ ڪوبه

پاسو ڪناهه ناهي جنهن تي

ملامت ڪئي وڃي

جڏهن رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي خدمت ۾ اصحابن سڳورن رضي الله عنهم جو اهو معاملو پيش ڪيو ويو ته پاڻ ڪنهن کي به ملامت نه ڪيائون بلڪ پنهني کي صحيح فرمايائون. ان مان امت جي علماء اهو اصول ڪڍيو آهي ته مجتهد علماء جيڪي حقيقت ۾ اجتهاد جي صلاحيت رکن ٿا انهن جي مختلف قولن مان ڪنهن کي به گناهه نه چئجي پنهني ڌرين جي لاءِ پنهنجي پنهنجي اجتهاد تي عمل ڪرڻ ۾ ثواب آهي. بنو قريظه ڏانهن نڪرڻ وقت رسول الله صلى الله عليه وسلم جن

اسلام جو جهنڊو حضرت علي رضي الله عنه کي عطا فرمايو هو. بنو قريظہ قبيلي جي يهودين جڏهن رسول الله صلي الله عليه وسلم ۽ اصحابن سڳورن جي لشڪر جي اچڻ جي خبر ٻڌي ته سڀني قلعه ۾ اندر اچي قلعو بند ڪري ڇڏيو ۽ اسلامي لشڪر قلعي کي گهيرو ڪري ويهي رهيو ۽ بنو قريظہ جي سردار ڪعب بن جهم بن قريظہ رسول الله صلي الله عليه وسلم سان ڪيل عهد توڙي ڪافرن سان معاهدو ڪيو هو ان پنهنجي قوم وارن کي خطاب ڪندي ۳ تجويزون پيش ڪيون ۱: ته اوهان سڀئي اسلام قبول ڪري (حضرت) محمد (صلي الله عليه وسلم) جا تابع ٿيو ڇو ته مان قسم کائي چوان ٿو ته اوهان سڀئي سمجهو ٿا ته اهو حق تي آهي اوهان جي ڪتاب توراۃ ۾ ان جي تصديق موجود آهي جيڪو اوهان پڙهو ٿا جيڪڏهن اوهان ائين ڪيو ته اوهان پنهنجي مال جان ۽ اولاد کي محفوظ ڪري ڇڏيندؤ ۽ اوهان جي آخرت به درست ٿي ويندي. ۲: ته اوهان پنهنجي اولاد ۽ عورتن کي پنهنجن هٿن سان پاڻ ڪهي پوءِ پوري طاقت سان حملو ڪيو تن جو اوهان به سڀ قتل ٿي وڃو. ۳: ته اوهان ڇنڇر جي ڏينهن مسلمانن تي حملو ڪيو ڇو ته مسلمانن کي اها خبر آهي ته اوهان جي مذهب ۾ ڇنڇر جي ڏينهن جنگ ڪرڻ حرام آهي ان جي ڪري اهي ان ڏينهن اوهان کان بي فڪر هوندا ممڪن آهي ته اسين اوچتو حملي ڪرڻ جي ڪري ڪامياب وڃون. مگر سندس قوم اهي ٽئي ڳالهيون قبول نه ڪيون ان کان پوءِ انهن اتفاق سان اهو فيصلو ڪيو ته اهي سڀ هٿيار ڇڏي حضور عليه الصلوة والسلام جي اڳيان پيش پوندا ۽ پاڻ سندن متعلق جيڪو به فيصلو ڪندا اهي ان تي راضي ٿيندا. پوءِ انهن جو فيصلو حضور عليه الصلوة والسلام جن اوس قبيلي جي سردار سعد بن معاذ جي حوالي ڪيو ۽ اهي سڀ ان تي راضي ٿيا. حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه کي خندق جي واقعي ۾ تير لڳڻ جي ڪري سخت زخم پهتو هو رسول الله صلي الله عليه وسلم جن ان جي سنڀال ۽ علاج لاءِ مسجد جي احاطي ۾ هڪ تنبو لڳرائي کيس اتي رهايو هو جڏهن ان کان فيصلو ورتو ويو ته ان هي فيصلو ڏنو ته بنو قريظہ جي قيدين مان احزاب جنگ ۾ شريڪ ٿيندڙن جوانن کي قتل ڪيو وڃي باقي عورتن، ٻارن ۽ پوڙهن سان اهو جنگي قيدين وارو سلوڪ ڪيو وڃي جيڪو اسلام ۾ معروف آهي. پوءِ اهو ئي فيصلو نافذ ڪيو ويو جيڪو اسلام ۾ معروف هو ان کان پوءِ حضرت سعد بن معاذ جي ان زخم ۾ تڪليف وڌي ۽ ان ۾ ئي سندس هن جهان مان رحلت ٿي الله جل شانہ ان جون ٻئي دعائون قبول فرمايون ۱: ته آينده ڪو به قريشي رسول الله صلي الله تعالىٰ عليه وسلم جن تي حملو نه ڪندو ۲: ته بنو قريظہ جي غداريءَ جي سزا انهن کي ملي ۽

اها سزا انهن کي سندس هٿان ئي ڏياري وئي ۽ جن جي لاءِ قتل ڪرڻ جي تجويز رٿي وئي هئي انهن مان ڪيترن جي مسلمانن ٿيڻ جي ڪري سندن سزا معاف ڪئي وئي ۽ اهي آزاد ڪيا ويا عطيه قرظي جيڪو اصحاب ڪرام ۾ معروف آهي اهو به انهن مان هو. (١)

تنبيه

غزوہ احزاب ۽ بنو قريظہ کي تفصيل سان بيان ڪرڻ جو سبب هڪ هي آهي جو قرآن ڪريم به انهن کي ٻن رکوعن ۾ تفصيل سان بيان ڪيو آهي ٻيو وجهه هي آهي ته انهن واقعن ۾ زندگيءَ جي مختلف شعبن جي متعلق گهڻيون هدايتون مليل آهيون ۽ رسول الله صلي الله عليه وسلم جا معجزا به بيان ٿيل آهن. ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ أَيِ إِيمَانٍ وَارُوا! پَنَهْنَجِي مَثَانِ اللَّهُ جِي نَعْمَتِ يَادِ ڪِيُو جڏهن اوهان وٽ (ڪافرن جا) لشڪر آيا پوءِ اسان انهن تي هوا ۽ (اهڙا) لشڪر موڪليا جيڪي اوهان نه ڏٺا هئا. مطلب ته الله جل شانہ جو اهو احسان ياد ڪيو جو جڏهن اوهان تي دشمنن جا لشڪر حملو ڪري رهيا هئا ته ان هڪ ته اهڙي تيز هوا موڪلي جنهن دشمنن جون ڪيمپون پٽي اڇلايون ۽ ٻيو ته اوهان جي مدد لاءِ ملائڪن جا لشڪر موڪليائين جن کي اوهان ڏٺو ئي ڪونه هو. ”وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا“ ۽ اوهان جيڪو ڪجهه ڪيو تا الله اهو ڏسندڙ آهي يعني اوهان بک ۽ سرديءَ جي شدت ۾ پيٽ تي پٿر ٻڌي خندق ڪوتي جان نثاريءَ جو ثبوت ڏيندي جهڙي طرح ڪفر جي لشڪرن جي اڳيان سڀنيو سپر تي بيٺا هيو الله جل شانہ اهي سڀ حالتون ڏسندڙ آهي جڏهن اوهان پنهنجي طرفان بندگيءَ جو حق ادا ڪيو ته ان جي بنده نوازيءَ واري شان اوهان کي فتح عطا ڪئي ”إِذْ جَاءَكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا“ جڏهن اوهان وٽ اوهان جي مٿان ۽ اوهان جي هيٺان آيا ۽ اڪيون ٽڙي بيٺيون ۽ دليون نرگهڻن کي پهتيون ۽ اوهان الله جي باري ۾ طرح طرح جا گمان ڪيو پيا. يعني دشمن اوهان کي هر طرف کان گهيري ۾ رکيو ۽ صورت حال ايتري ڏکي هئي جو ڊپ کان اڪيون پئجي ويون خوف ۽ هيبت کان دليون وات کان نڪري رهيون هيون ۽ الله جي متعلق طرحين طرحين گمان ڪري رهيا هيو. هنن ڪلمات مان پتو پوي ٿو ته سڀني ماڻهن جي سوچ هڪ نه هئي منافق اهو خيال ڪري رهيا هئا

ته هاڻي اسلام جو وڻ پاڙان پئجي ويندو اها آندي هن ڏيئي ڪي وسائي ڇڏيندي بزدل
 شخص جنگ جي ميدان کان ڀڄڻ جو سوچي رهيا هئا ۽ طرحين طرحين بهانا ٺاهي
 واپس موٽڻ جي اجازت طلب ڪري رهيا هئا پر پاڪ نيت مجاهد جن کي الله جل
 شانہ ۽ ان جي رسول عليه الصلوة والسلام جي وعدي تي پڪو يقين هو انهن وفادارن
 جي عزم ۽ ثبات ۾ ذره برابر به فرق نه آيو سندن يقين جي روشني اهڙي انڌيري ۾
 ديدار ڪرڻ جي لائق هئي. هٰذَا لِكِ ابْتَلَى الْمُؤْمِنُونَ وَزَلْزَلُوا زَلْزَلًا شَدِيدًا اتي مومن
 آزمايا ويا سخت نموني ۽ زلزلي ۾ وڌا ويا يعني مومن جي لاءِ آزمائش نهايت سخت
 هئي هر شخص ڏکي رهيو هو امتحان جي ان مرحلي مان سڄا مومن ڪامياب ٿي
 نڪري رهيا هئا ۽ منافق کلي سامهون اچي ويا وَإِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۽ جڏهن منافق ۽ جن جي دليين ۾ مرض هو چون
 پيا ته اسان کي الله ۽ ان جي رسول (عليه الصلوة والسلام) ڏوڪو نه ڪو نه ڏنو.
 منافق دل ۾ ته خوش هئا ته سٺو ٿيو جو مسلمانن جي برباديءَ جو وقت اچي ويو
 جنهن جو اهي سختيءَ سان انتظار ڪري رهيا هئا پر انهن پهريان پاڻ ۾ آهستي
 آهستي صلاحون مشورا ڪيا ۽ پوءِ ماڻهن جي سامهون کلي چوڻ لڳا ته اهو فتح ۽
 ڪاميابيءَ وارو وعدو ڪيڏي ويو اڳ ۾ ته اهي خوشخبريون ٻڌايون ٿي ويون ته
 اوهان قيصر ۽ ڪسري جا ملڪ فتح ڪندؤ اڄ ڏسو ته مدينه منوره ۾ پنهنجي جان
 بچائڻ جي فڪر ۾ آهيو اوهان جون اهي ڳالهيون صرف ڏوڪو ۽ ماڻهن کي پاڻ سان
 شامل ڪرڻ جي لاءِ تجويزون هيون. ان طرح چوڻ وارن جو اڳواڻ معتب بن قشير هو
 (١) وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۽ جڏهن انهن مان هڪ
 جماعت چيو ته اي يثرب وارو! اوهان جي لاءِ (هاڻي هتي) رهڻ (ممڪن) ناهي پوءِ
 واپس وڃو. يعني انهن منافقن جون سرگرميون صرف خوف ڊپ پڪيڙڻ تائين محدود
 نه هيون پر اهي مسلمانن کي هيئن به چوڻ لڳا ته جان بچائي اٿو ته ميدان ڇڏي ڀڄو
 وڃي پنهنجا گهر وسايو اهو انهن جا خير خواهه بنجي چئي رهيا هئا. وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ
مِّنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۽ انهن مان هڪ ٽولو نبي کان هي
 چوندي موڪل پيو گهري ته اسان جا گهر غير محفوظ (ڪليل) آهن حالانڪ اهي غير
 محفوظ نه هئا. مطلب ته انهن منافقن جي پرو پيگندا جو اثر اهو ٿيو جو منافقن مان
 ڪجهه ماڻهو ۽ ڪجهه بزدل شخص واپس وڃڻ جي لاءِ بهانا ٺاهڻ لڳا ڪنهن اچي
 چيو ته يارسول الله! اسان جا گهر بالڪل غير محفوظ آهن ٿي سگهي ٿو ته دشمن
 ڪنهن مهل به حملو ڪري اسان جا ٻار ڀڄا ڪهي ڇڏي اسان جا گهر لٽي وڃي اسان

کي موڪل ڏيو ته اسين پنهنجا گهر ته سنڀاليون حالانڪ انهن جا گهر محفوظ هئا انهن کي ڪو خطرو درپيش نه هو ”اَنْ يَّرِيدُوْنَ الْاِفْرَارَ“ صرف ڀڄڻ جو ارادو ڪن پيا مطلب ته اهي سڀ ڀڄڻ جا بهانا آهن ”وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سِئَلُوا الْفِتْنَةَ لَا تُوْهَىٰ وَمَا تَلَبَّتُوْا بِهَا اِلَّا يَسِيْرًا“ ۽ جيڪڏهن (ڪافرن جا لشڪر) انهن تي ان (مدينه منوره) جي پاسن کان داخل ڪيا وڃن ها ان کان بعد فتنه جي گهر ڪيا وڃن ها ته هليا اچن ها ۽ تورڙي وقت کان سواءِ ان ۾ توقف نه ڪن ها. يعني خدا نخواستہ جيڪڏهن دشمنن جا لشڪر شهر ۾ داخل ٿي انهن کي مسلمانن جي خلاف جنگ ڪرڻ جي دعوت ڏين ها ته اهي ماڻهو ان اسلام دشمنيءَ جي ڪري جيڪا سندن دلين ۾ آهي هڪدم هٿيار کڻي دشمنن جي جهنڊي هيٺ گڏ ٿي وڃن ها ۽ پوءِ انهن کي نه گهر غير محفوظ نظر اچن ها نه کين ٻارن ڀڄڻ جو خيال ذهن ۾ هجي ها. هنن آيتن ۾ ڪافرن ۽ منافقن جي ذهني جو ڪيترو حقيقت پسندانہ تجزيو ڪيو ويو آهي ۽ انهن جي اندازِ فڪر ۽ طريق ڪار جي ڪهڙي سهڻي تصوير ڇڪي وئي آهي ته ڪافرن جي سڏ کي جيءُ چوڻ ۾ صرف ايتري مهلت گهرندا ته گهرن ۾ رکيل هٿيار کڻي وڻن ۽ اسلام جي مٿاڻ لاءِ انهن جي لشڪر ۾ شامل ٿين ”وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ“ ۽ الله سان اڳي عهد ڪيا هيا تون ته پئي ڏئي نه ڀڄندا. مطلب ته هينئر ته انهن جو هي حال آهي جو ڀڄڻ جون تدبيرون سوچي رهيا آهن پر هن کان اڳي ته وڏيون وڏيون دعوائون ڪندا هئا ۽ الله جا قسم کڻندا هئا ته اسين اسلام جي لاءِ ساهه صدقي ڪنداسون پوئتي نه پونداسون ”وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا“ ۽ الله سان ڪيل عهد جي ڀڄا ڪئي ويندي. مطلب ته اهي اهو خيال نه ڪن ته انهن الله تعاليٰ سان جيڪي وعدا ڪيا هئا اهي ائين عبث هئا انهن جي متعلق ڪانئن ڀڄا نه ڪئي ويندي. اهو خيال غلط آهي ڪانئن ضرور سوال ڪيو ويندو ۽ هر وعدي نباهڻ جي لاءِ ڀڄائو ٿيندو ”قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذَا لَا تُمْتَعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا“ فرماءِ ته جيڪڏهن اوهان موت يا قتل کان ڀڄندؤ ته اهو ڀڄڻ اوهان کي هرگز نفعو نه ڏيندو ۽ ان وقت اوهان صرف تورو وقت نفعو ڏنا ويندؤ يعني ڀڄي وڃڻ سان موت کان يا مقدر ۾ آيل قتل کان بچي نه سگهندؤ. ڇو ته اسباب ان وقت ڪم اچن ٿا جنهن وقت سامهون تقدير نه هجي جڏهن قضا ۽ تقدير سامهون ٿيون ته اسباب نفعو نه ڏيندا ۽ هر ذريعو ڪم نه ڪندو (١) ”قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوًّٰى اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً“ فرماءِ ته: اوهان کي الله کان ڪير بچائي سگهندو

جيڪڏهن اهو اوهان کي عذاب ڏيڻ جو يا اوهان تي مهربانيءَ ڪرڻ جو ارادو ڪري ته اوهان کي (ان جي اذن کان سواءِ) ڪير بچائي نه سگهندو ۽ جيڪڏهن اوهان کي رحمت سان نوازڻ جو ارادو فرمائي ته (ان کي ڪير روڪي نه سگهندو) اهو مرضيءَ جو مختار ۽ مالڪ آهي. ”وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا“ ۽ پنهنجي لاءِ الله کان سواءِ نه ڪو دوست ۽ نه ڪو مددگار لهندا. يعني الله جل شانہ جي امر جي مخالفت ڪندڙ، ان جي پياري رسول عليه الصلوة والسلام جا بي فرمان جڏهن الله انهن کي خوار، خراب ڪرڻ ۽ عذاب ڏيڻ جو فيصلو ڪندو ته پنهنجي لاءِ نڪو دوست لهندا نه ڪو مددگار ملند. (١) ”قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِأَخْوَانِهِمْ هَلْهُمْ إِلَيْنَا“ بلاشڪ الله اوهان مان روڪيندڙن ۽ پنهنجي ڀائرن کي چونڊڻ ته اسان ڏانهن اچو ڄاڻي ٿو ”الْمُؤْمِنِينَ“ تعويق کان ورتل جمع اسم فاعل جو صيغو آهي معنيٰ ڦيرائيندڙ، روڪيندڙ، موڙيندڙ هتي منافقن کي ٻڌايو ٿو وڃي ته اوهان ماڻهن جي دليين ۾ هراس ۽ ڊپ پيدا ڪري انهن کي اسلام جي روشن مستقبل جي لاءِ بدظن بنايو ٿا ۽ جهاد ۾ شريڪ ٿيڻ کان روڪيو ٿا ڇا اوهان سمجهو ٿا ته اوهان جي انهن حرڪتن جو الله جل شانہ کي علم ناهي يقيناً اهو اوهان جي سڀني سازشن کان باخبر آهي ۽ اوهان کي اها سزا ملندي جنهن جا اوهان مستحق آهيو ”وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا“ ۽ جنگ ۾ شريڪ نه ٿا ٿين مگر تورو وقت مطلب ته اهي ميدان جنگ ۾ صرف پاڻ ڏيکارڻ جي لاءِ هڪ ٻه چڪر هڻن ٿا ۽ سندن اهي سڀ حقيقتون الله جل شانہ کان مخفي ناهن ”أَشْحَٰةٌ عَلَيْكُمْ“ ڪنجوسي ڪندڙ اوهان تي اشحة شحيح جو جمع آهي ان جون ٻه معنائون آهين ١: بخيل ٢: حريص هتي پهرين معنيٰ مراد آهي (٢) مطلب ته جيڪڏهن انهن کي غريب ۽ مسڪين مسلمان جي مدد لاءِ ياجهاد جي تياريءَ ۾ خرچ ڪرڻ جي دعوت ڏجي ٿي ته انهن کي هڪ دمڙي خرچ ڪرڻ به ڏکي ٿي لڳي نهايت ڪريل درجي جا ڪنجوس آهن ”فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ“ پوءِ جڏهن ڊپ ٿو اچي ته انهن کي ڏسندو اوهان ڏانهن ائين پيا نهاريندا جيئن موت جي وقت غشي ڪيل نهاريندو آهي مطلب ته جڏهن انهن جي اڳيان ڊپ جي حالت ايندي آهي ته ائين دودا پيا ڦيرائيندا ڄڻ ته مٿان موت اچي بيٺو اٿن سندن حالت ائين ٿيندي آهي جيئن موت واري جي بي هوشيءَ واري حالت هوندي آهي ”فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالْأَسَنَةِ حِدَادِ أَشْحَٰةٌ عَلَى الْخَيْرِ“ پوءِ جڏهن خوف لهي ويندو آهي ته اوهان سان تيز ۽ خير تي حرص ڏياريندڙين زبائن سان ملندا آهن

مطلب ته جڏهن جان قربان ڪندڙن مجاهدن جي ڪوششن سان دشمن پوئتي ٽيندو آهي ته پوءِ هٿياري ڪندي غنيمت جو مال وڌ ۾ وڌ حاصل ڪرڻ جي لاءِ اوهان سان زباني چالاڪي ڪندي ملندا چڻ ته جنگ ۾ ڪاميابي هنن مڙسن حاصل ڪئي آهي ۽ سچن مجاهدن، سر صدقي ڪندڙن ڪجهه به نه ڪيو آهي ”أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا“ انهن ايمان نه آندو پوءِ الله انهن جا اعمال برباد ڪري ڇڏيا ۽ اهو الله (تعالیٰ) جي لاءِ آسان آهي. مطلب ته اهڙي قسم جون حرڪتون انهن کان ان جي ڪري صادر ٿين ٿيون جو انهن سچو ايمان نه آندو آهي ۽ ان جي ڪري سندن تورا ڪيل عمل به الله جل شانہ قبول نه فرمايا اهي برباد ٿي ويا ۽ الله جل شانہ جي لاءِ اهو ڏکيو ناهي آسان آهي ”يَحْسِبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا“ سمجهن ٿا ته اڃان (ڪافرن جا) لشڪر نه ويا آهن يعني ايترا بزدل آهن جو دشمن واپس هليا ويا پر هي سمجهن ٿا ته اڃان نه ويا آهن ”وَأَنَّ يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوْنَ لَوْ أَنَّهُمْ بَادَوْنَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ ۽ جيڪڏهن (ڪافرن جا) لشڪر (خدا انخواستہ) واپس اچن ته هي پسند ڪندا ته ڪاش اهي بهراڙين ۾ رهيل هجن ها اوهان جون خبرون پڇندا رهن ها. مطلب ته (الله نه ڪري) جيڪڏهن وري ڪافرن جا ڪجهه قبيلا گڏجي حملو ڪن ها ته هي منهن مٿو پٽيندي چون ها ته ڀلو هيئن هو ته اسين هنن مضبوط ۽ سينگاريلن محلاتن کان بهراڙين ۾ هجون ها جتي ڪنهن حملي جو ڊپ نه هو رڳي خبرون وينا پڇون ها ۽ ٻڌون ها ته ڇا ٿي رهيو آهي ”وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا“ ۽ جيڪڏهن اوهان ۾ هجن ها ته (دشمن سان) جنگ نه ڪن ها مگر تورو وقت مطلب ته مجبوراً شريڪ ٿين ها ۽ ڳالهين ۾ اوهان سان هجن ها پر گهڻو وقت ويڙهه نه ڪن ها (١) ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ البت تحقيق اوهان جي لاءِ الله جي رسول (جي پاڪ زندگيءَ) ۾ سهڻو نمونو آهي. يعني الله جل شانہ جي پاڪ ۽ پياري رسول عليه الصلوة والسلام جي پاڪ زندگي اوهان جي لاءِ هڪ سهڻو نمونو آهي ان ڏانهن ڏسو ته وڏين سختين ۽ مشڪلات ۾ به ڪيترو مستقل مزاج آهي حالانڪ سڀ کان زياده انديشو ۽ خطرو انهن کي آهي مگر مجال آهي جو سندن استقامت جو پير ڪيڏانهن جنبش کائي يا لڏي. ”لَمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا“ ان جي لاءِ جيڪو الله ۽ (قيامت جي ڏينهن جي اچڻ جي) اميد رکي ٿو ۽ الله کي گهڻو ياد ڪري ٿو. مطلب ته جيڪي الله جل شانہ سان ملڻ ۽ آخرت جي ثواب حاصل ڪرڻ جي اميد رکن ٿا ۽ الله جل شانہ جو ذڪر گهڻو

ڪن ٿا انهن جي لاءِ محبوب ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جي ذات منبع البرڪات ۾ بهترين نمونو آهي هر معاملي، هر چرپر ۽ اثر ۽ ويهڻ ۾ ان جي نقش قدم تي هلڻ گهرجي ۽ همت ۽ استقلال ۾ ان جي ذات بابرڪات کي پنهنجو پيشو سمجهي ان جي اطاعت ڪرڻ گهرجي جنگين ۾ سندن منهن مبارڪ زخمي ٿيو، سندن سامهون وارا ڏند مبارڪ شهيد ڪيا ويا سندن چاچي حضرت حمزه رضي الله عنه کي شهيد ڪيو ويو. پاڻ بڪ جي حالت کي قبول فرمائي صبر ڪندڙ، الله جل شانہ کان ثواب حاصل ڪندڙ، شڪر ڪندڙ، ان جي رضا تي راضي رهندڙ هئا. انس بن مالڪ ابو طلحة کان روايت آهي تہ: اسان رسول الله صلى الله عليه وسلم جن سان بڪ جي شڪايت ڪئي ۽ پنهنجي پيٽ تان قميصون مٽي ڪري کين پيٽ تي ٻڌل پٿر ڏيکارياسون تہ پاڻ پنهنجي قميص مبارڪ مٽي ڪيائون تہ سندن پيٽ مبارڪ تي بہ پٿر ٻڌل هئا جڏهن سندن منهن مبارڪ تي پٿر لڳا هئا تہ پاڻ دعا گهري هيائون ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“ اي الله! منهنجي قوم کي مغفرت نصيب فرماءِ بلاشڪ اهي ڄاڻن نہ ٿا. (١)

”وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ“ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ۚ جڏهن مومنن لشڪر ڏٺا تہ چوڻ لڳا هي اهو آهي جنهن جو اسان سان الله ۽ ان جي رسول وعدو ڪيو هو ۽ الله ۽ ان جي رسول سچ فرمايو ۽ اسان کي ايمان ۽ تسليم ڪرڻ کان سواءِ ڪجهہ بہ نہ وڌايائين. هتان کان اهل ايمان جي ايمان افروز حالات ۽ جذبات جي بيان جي شروعات ٿي رهي آهي جن پنهنجي جان ۽ مال حضور پر نور عليہ الصلوة والسلام جي قدمن مبارڪن ۾ قربان ڪري ڏيکاريا ارشاد ٿي رهيو آهي تہ ڪافرن جي وڏي لشڪر کي ۽ پنهنجن سرن کي خطرن ۾ گهيريل ڏسي مسلمانن جي يقين ۽ ايمان ۾ ڪو فرق نہ آيو بلڪ سندن ايمان ۾ قوت ۽ روشنيءَ ۾ واڌارو آيو تقدير الهيءَ جي سامهون انهن کي جيڪو تسليم ۽ رضا جو درس ڏنو ويو هو اهو وري تازو ٿيو ۽ چوڻ لڳا تہ هيءَ بعينه اها شيءِ آهي جنهن جو اسان سان الله ۽ ان جي پياري رسول عليه الصلوة والسلام وعدو فرمايو آهي جيئن هن حمليه جو وعدو پورو ٿيو تيئن اسلام جي غالب ٿيڻ جو وعدو بہ پورو ٿيندو. (٢) ”مَنْ الْمُؤْمِنِينَ رَجُلٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ“ مومنن مان اهڙا مڙس آهن جن جيڪو الله سان وعدو ڪيو هو اهو سچو ڪري ڏيڪاريو.

شان نزول

ابن سعد، احمد، مسلم، ترمذي، نسائي، معجم ۾ بغوي، ابن جرير، ابن ابي حاتم، ابن مردويه، الحلية ۾ ابو نعيم، دلائل ۾ بيهقيء حضرت انس رضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته: منهنجو چا چوانس بن نصر بدر جي جنگ ۾ شريڪ نه ٿيڻ جي ڪري سخت پشيمان ٿيو ۽ چوندو هو ته: پهرين جنگ جنهن ۾ رسول الله صلي الله عليه وسلم جن تشریف فرما ٿيا مان ان ۾ شريڪ ٿي نه سگهيس جيڪڏهن الله جل شانہ وري ڪا اهڙي جنگ نصيب ڪئي جنهن ۾ رسول الله صلي الله عليه وسلم جن به شريڪ ٿيا ته (الله جل شانہ جي توفيق سان) دنيا ڏسندي ته مان ڇا ٿو ڪيان؟ پوءِ اُحد جي جنگ لڳي ته ان ۾ شريڪ ٿيو ۽ سندس سامهون حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه آيو ان پڇيس ته: اي ابا عمرو! ڪيڏانهن پيو وڃين؟ فرمايائين ته ”اُحد جي پوئين پاسي کان بهشت جي خوشبوءِ محسوس ڪري رهيو آهيان“ پوءِ ان جنگ ۾ لڙندي شهيد ٿي ويو ۽ جڏهن ڏٺو ويو ته سندس جسم مبارڪ تي اسيءَ (٨٠) کان مٿي تلوارن جي ڌڪن جا نشان هئا ۽ تيرن ۽ نیزن جا ان کان سواءِ ڌڪ لڳل هئا ان سلسلي ۾ هيءَ آيت نازل ٿي (١) مطلب ته مومنن مان اهڙا مرد آهن جو جيڪو الله سان عهد ڪن ٿا اهو پورو ڪري ڏيکارين ٿا دشمنن سان جنگ ۾ ثابت قدم ٿي رهن ٿا ”فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ“ پوءِ انهن مان اهو به آهي جنهن پنهنجو ڏمو پورو ڪيو. يعني صبر ۽ جهاد ڪندي الله جل شانہ جي رضا لاءِ شهيد ٿي ويو ”وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ“ ۽ انهن مان اهو آهي جيڪو انتظار ڪري ٿو. يعني منتظر آهي ته ڪڏهن اهو عهد پورو ٿيندو. مفسرن پلارن لکيو آهي ته اهو انتظار ڪندڙ حضرت عثمان، حضرت طلحة وغيرهما هئا جيڪي بعد ۾ شهيد ڪيا ويا (٢) ”وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا“ ۽ ڪنهن به قسم جي تبديلي نه ڪيائون. يعني خطرناڪ جنگين هوندي الله جل شانہ سان ڪيل عهد ۾ ڪنهن به قسم جي تبديلي نه آندائون ”لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ“ تانت الله سچن کي سندن سچ ڳالهائڻ جي ڪري سهڻو بدلو ڏي. يعني الله جل شانہ انهن جي قربانين کي ضايع نه ڪندو پنهنجي شان ڪريميءَ جي مطابق انهن کي جزاءِ خير عطا ڪندو. ”وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ“ ۽ جيڪڏهن گهري ته منافقن کي عذاب ڪري يا انهن جي توبه قبول ڪري مطلب ته منافقن جي لاءِ به ان جي مرضي آهي جيئن گهرندو تيئن ڪندو يا عذاب ڪندو يا توبه جي

توفيق عطا ڪري سندن توبه قبول ڪندو. ”وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعِظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَلَئِنْ أَفْتَلْنَا فِي اللَّهِ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ“ ۽ الله ڪافرن کي (ناڪام ڪري) ان حال ۾ موٽايو (جو) پنهنجي ڪاوڙ ۾ ٻڌا پيا هئا. (ان لشڪر کيڻ ۾) ڪنهن به فائدي کي نه پهتا ۽ الله مومنن کي جنگ کان (ڪافي ٿي) بچايو. هن آيت ۾ الله جل شانہ مومنن تي ڪيل خصوصي لطف ۽ ڪرم جو ذڪر فرمايو آهي ته: دشمنن جي وڏي تعداد سان مسلح هجڻ جي باوجود مسلمان محفوظ رهيا ۽ اهي ناڪام ٿي ڪاوڙ ۾ ٻڌل واپس ويا. ”وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا“ ۽ الله قوت وارو، غالب آهي جنهن پنهنجي غالب قوت سان جنگ جو نظارو تبديل ڪري ڇڏيو ”وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا“ ۽ اهل ڪتاب مان جن انهن جي مدد ڪئي هئي انهن کي سندن قلعن مان هيٺ لائين ۽ سندن دلين ۾ (مسلمانن جو اهڙو) رعب پيدا فرمايائين جو انهن مان هڪ ٽولي کي قتل پيا ڪيو ۽ هڪ ٽولي کي قيدي پيا بنايو. هتي بنو قريظہ قبيلي جي يهودين جو بيان آهي جن حضور عليه الصلوة والسلام سان ڪيل عهد توڙيو هو ۽ پوءِ ذليل ۽ خوار ٿيا ڪي قتل ڪيا ويا ته ڪي قيدي ٿي ويا. تفصيل اڳ ۾ لکي آيا آهيون اهو پڙهي ڏسو. ”وَأَرْكَمُوا أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطْنُوها وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا“ ۽ اوهان کي انهن جي زمين ۽ انهن جي گهرن ۽ انهن جي مالن جو ۽ ان زمين جو وارث بنايائين جنهن کي اوهان (ان کان اڳي) پنهنجن پيرن سان گهميا به نه هئا ۽ الله هر شيء تي قادر آهي مطلب ته انهن جون سڀ مذڪوره شيون اوهان کي مليون الله جل شانہ اوهان کي انهن جو وارث بنايو.

فائدا

مذڪوره آيتن تي غور ڪرڻ سان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

عـ ١ آيت عـ ٩ جي منيٰ تي غور ڪرڻ سان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي نعمت کي ياد ڪرڻ ايمان وارن لاءِ ضروري آهي. هتي جنگ ۾ فتح ملڻ واري نعمت کي ياد ڪري ذڪر ڪرڻ جو حڪم آهي پر ان کان به وڌيڪ نعمت نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جو ملڻ آهي ان جي ذڪر لاءِ محفل ميلاد مقرر ڪرڻ به سهڻو عمل آهي.

عـ ٢ آيت عـ ١٢ مان واضح ٿئي ٿو ته الله جل شانہ ۽ ان جي رسول پاڪ عليه الصلوة والسلام جي وعدي تي اعتبار نه ڪرڻ ۽ ان ۾ شڪ ڪرڻ منافقن جو ڪم

آهي پوءِ مسلمان غور ڪري فيصلو ڏيو ته جيڪي ماڻهو اهو لکن ٿا ته الله جل شانہ (معاذ الله) کان ڪوڙ هئڻ ممڪن آهي انهن جو چال حال ٿيندو؟
 ع ٣هـ آيت ١٣هـ ۾ ”يَتَرَبَّ“ جو لفظ مذڪور آهي اول مدينه منوره جو نالو اهو هو پر ان نالي کي حضور عليه الصلوٰه والسلام جن پسند نه ڪيو ان جي ڪري ان کي ”المدينة المنورة“ سڏيو ويو ۽ منافقن ۽ يهودين به ان نالي کي صرف ان جي ڪري ذڪر ڪيو هو جو کين خبر هئي ته اهو نبي پاڪ عليه الصلوٰه والسلام جن کي پسند ناهي. (١)

حضرت براء رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”مَنْ سَمِيَ الْمَدِينَةَ يَتَرَبَّ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللَّهَ تَعَالَى إِنَّمَا هِيَ طَابَةٌ“ (٢)
 جنهن مدينه (منوره) کي يثرب سڏيو اهو الله کان مغفرت طلب ڪري اهو خوشي بخشيندڙ آهي اهو خوشي بخشيندڙ آهي.

ع ٤هـ آيت ٢٢هـ جي شان نزول مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي پيارن ان جي دين ۽ رضا جي لاءِ وڙهندڙن، شهيد ٿيندڙن کي دنيا ۾ ئي بهشتي خوشبوءِ حاصل ٿيندي آهي. جيئن اڳ ۾ حضرت انس بن نضر رضي الله عنه جو بيان لکي آيا آهيون.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ

اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙا! فرما ۽ پنهنجين گهروارين کي جيڪڏهن ارادو ٿيون ڪيو
 الْحَيَوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ

دنيوي حياتيءَ جو ۽ ان جي سينگار جو پوءِ اچو ته مال متاع ڏيان اوهان کي ۽ ڇڏيان اوهان کي
 سَرًا حَاجِمِيًّا (٢٨) وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ

ڇڏڻ سهڻي نموني ۽ جيڪڏهن ارادو ڪيو ٿيون الله ۽ ان جي رسول جو ۽ آخرت واري گهر جو
 فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (٢٩) يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ

پوءِ بلاشڪ الله تيار ڪيو نيڪ بختن لاءِ اوهان مان اجر وڏو اي نبي جون گهرواريون!

مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

جيڪا آڻيندي اوهان مان بي حياتي پڌري ته ٻيڻو ڪيو ويندو ان لاءِ عذاب ٻه ڀيڻا حصا

وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (٣٠)

تفسير

۽ اهو الله جي لاءِ آسان آهي

اڳين آيتن ۾ حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام کي احزاب ۽ بنو قريظہ تي فتح ملڻ جو ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ کيس خطاب ڪري سندن گهر وارين کي دنيا ۽ ان جي عيش آرام وارين سوچن کان روڪڻ جو طريقو ٻڌايو ويو آهي. فرمان عاليشان آهي ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا“ اي نبي! پنهنجين گهروارين کي فرمائ ته: جيڪڏهن اوهان دنيوي حياتيءَ ۽ ان جي سينگار جو ارادو ڪيو ٿيون ته پوءِ اچو ته مان اوهان کي (مال) متاع ڏيان ۽ سهڻي نموني ڇڏي ڏيان.

شان نزول

مفسرن پلارن لکيو آهي ته جڏهن مسلمانن جي لاءِ فتوحات جو سلسلو شروع ٿيو ۽ غنيمت جا مال ڪثرت سان تقسيم ٿيڻ لڳا عام مسلمانن جي غريبيءَ واري حالت تيزيءَ سان بدلجڻ لڳي خاص ڪري مدينه منوره جي رهاڪو يهودين جا مال متاع، زرعي زمينون، باغ ۽ رهائشي جا يون غنيمت طور مسلمانن ۾ تقسيم ڪيون ويون ته مسلمانن عورتن جي کاڌي، لباس وغيره ۾ تبديلي ڏسي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ سندن گهروارين ادب سان عرض ڪيو ته: ڪسريءَ ۽ قيصر جون نياڻيون زيورن ۽ طرح طرح جي لباسن ۾ ڍڪيل آهن انهن وٽ نوڪر ۽ نوڪرياڻيون آهن ۽ اسان بڪ ۽ تنگدستيءَ جي حال ۾ آهيون. اسان جي لاءِ به اهڙو انتظام ڪيو وڃي ۽ انصاف جي نظر سان ڏسجي ته ان ۾ ڪا بي ادبي يا ناجائز ڳالهه نه هئي پر محبوب ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جنهن محبوبيت جي مقام تي فائز هئا ان جي لحاظ سان کين ايترو عرض به ناگوارا گذريو هڪ ڏينهن حضرت ابوبڪر ۽ حضرت عمر رضي الله عنهما سندن خدمت ۾ حاضر ٿيا ڏٺائون ته سندن گهرواريون سندن خدمت ۾ موجود هيون ۽ پاڻ فڪرمند حالت ۾ تشریف فرما هئا. حضرت عمر رضي الله عنه دل ۾ سوچيو ته: اڄ ڪا اهڙي ڳالهه ڪيان جو محبوب عليه الصلوة والسلام جن مرڪي ڏين ۽ خوش ٿين عرض ڪيائين ته ”يارسول الله! جيڪڏهن منهنجي گهرواري خارجي جي ڌيءَ مون کان گهڻو خرچ گهري ها ته مان سندس ڪنڌ پڇي ڇڏيان ها“ اهو ٻڌي حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کلي ڏنو

۽ فرمايائون ته ”هي منهنجون گهرواريون منهنجي چوڌاري گهڻو خرچ گهرڻ جي لاءِ ويٺيون آهن“ حضرت ابوبڪر ۽ حضرت عمر رضي الله عنهما اهو ٻڌي هر هڪ پنهنجي نياڻيءَ عائشه ۽ حفصه رضي الله عنهما کي سخت تنبيه ڪندي ڏٺو ته هنيا انهن ٻنهي عرض ڪيو ته اسين ٻيهر اهڙي ڪا به خواهش نه ڪنديوسين ان کان پوءِ حضرت حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام جن اوڻيها يا ٽيه ڏينهن گوشه نشين رهيا بعد ۾ مذڪوره آيت نازل ٿي (۱) مطلب ته جيڪڏهن اوهان دنيا ۽ ان جي زينت کي پسند ڪيو ٿيون ته پوءِ نبوي گهر ۾ نه رهو اچو ته اوهان کي سهڻي نموني ڪپڙا، سامان وغيره ڏئي ڇڏي ڏيان ”وَأَنْ كُنْتُمْ تَرْضَوْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنِينَ مُمْكِنًا أَجْرًا عَظِيمًا“ ۽ جيڪڏهن اوهان الله ۽ ان جي رسول ۽ آخرت واري گهر جو ارادو ٿيون ڪيو ته پوءِ بلاشڪ الله (تعالیٰ) اوهان مان نيڪو ڪارين جي لاءِ وڏو اجر تيار ڪيو آهي هن آيت جي نزول کان پوءِ حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جي سڀني پاڪ گهروارين دنيوي سازو سامان کان بيزاري ۽ الله جل شانہ ۽ ان جي پياري رسول مقبول عليه الصلوة والسلام کي ۽ آخرت جي گهر بهشت کي اختيار فرمائڻ جو اعلان ڪيو ۽ هن بشارت جون مستحق بڻيون (۲) ”يُنِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنْكُم بِفَا حِشَّةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَّفَ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا“ اي نبي جون گهرواريون! اوهان مان جيڪا به ڪلي بيحيائي ڪندي ته ان جي لاءِ ٻه ٻيڻا حصا عذاب ٻيڻو ڪيو ويندو ۽ اهو الله جي لاءِ آسان آهي. يعني اوهان نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جون گهرواريون هجڻ جي لحاظ سان امت جي سڀني عورتن جون اڳواڻ ۽ انهن جي لاءِ سهڻو نمونو آهيو ان جي تقاضا کي پورو ڪرڻ به اوهان تي لازم آهي ان جي ڪري اوهان جي روشن دامن تي ڪو داغ نه لڳي پر خدا نه خواسته جيڪڏهن اوهان مان ڪا غلط حرڪت سرزد ٿي ته ان جي اوهان کي ٻين کان ٻيڻي سزا ملندي ڇو ته وڏي جي غلطي به وڏي هوندي آهي.

تنبيه

هن ۾ حضور عليه الصلوة والسلام جن جي گهروارين کي صرف تنبيه ۽ تاڪيد ڪرڻ جي لاءِ اهي الفاظ آيا آهن نه ته انهن کي الله جل شانہ پاڪ ۽ صاف رکيو هو جيئن حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن جي لاءِ حڪم آهي ته ”لَنْ أَشْرَكَتَ لِيَحِطُنَّ عَمَلُكَ“ (جيڪڏهن اوهان به شرڪ ڪيو ته اوهان جو عمل به ڇٽ ٿي ويندو)

ڏسو هن ۾ ڪين سخت الفاظن سان شرڪ کان پري رهڻ جي لاءِ فرمايو ويو آهي
حالانڪ پاڻ شرڪ کان قطعي طرح پاڪ آهن ته سندن گهروارين کي به سندن پاڪ
هجن جي باوجود هر گناهه کان پري رهڻ جي لاءِ تاڪيد ڪيل آهي. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

١- آيت ٢٨- مان واضح ٿيو ته جيڪڏهن مڙس ۽ زال جي طبيعتن ۾
مناسبت نه هجي ته مستحب هي آهي ته زال کي اختيار ڏنو وڃي جيڪڏهن مڙس جي
موجوده حالت تي قناعت ڪري ان سان گڏ رهڻ گهري ته رهي نه ته مڙس ان کي
سنت جي مطابق طلاق ڏئي ڪپڙن جو وڳو ڏئي سهڻي نموني ڇڏي ڏي.

٢- گهڻن فقيهن ان طريقي کي مستحب لکيو آهي ان جي وجوب تي ڪو دليل
ناهي ۽ بعضي فقيهن هن طريقي جي واجب هجڻ تي هن آيت کي دليل بنايو آهي.

٣- آيت ٢٩- مان واضح ٿيو ته جيئن ازواج مطهرات جي لاءِ گناهه جي سزا
پيشي آهي تيئن انهن جي نيڪ اعمال جو ثواب به پيشو آهي.

٤- حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جي گهروارين کان سواءِ به ڪي اهڙا
ٻانها آهن جن کي نيڪ عمل جو درجو پيشو ملي ٿو. جيڪڏهن اهل ڪتاب مان ڪو
شخص اسلام قبول ڪري ته ان جي لاءِ ارشاد الهي آهي ”أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ“
(٣) اهي ٻه ڀيرا پنهنجو اڃورو ڏنا ويندا. نبي پاڪ جن روم جي بادشاهه قيصر کي
جيڪو خط لکيو هو ان ۾ به سندن ارشاد هو ”يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ“ الله تعاليٰ توکي
تنهنجو اڃورو ٻه ڀيرا ڏيندو. (٤)

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَمَلْ صَالِحًا

۽ جيڪا تابعداري ڪندي اوهان مان الله ۽ ان جي رسول جي ۽ ڪندي چڱا ڪم

تُؤْتِيَهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۝ وَاعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا (٣١)

ته ڏينداسون ان کي ان جو ثواب ٻه ڀيرا ۽ تيار ڪنداسون ان جي لاءِ روزي عزت واري

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ

اي نبي جون گهرواريون! ناهيو اوهان ڪنهن هڪ جهڙيون عورتن مان جيڪڏهن اوهان

(١) تنوير الايمان ص ٨٧ پ ٢١ (٢) معارف القرآن ص ١٢٨ ١٢٩- جلد ٧ (٣) سورة

القصص آيت ع ٥٤ (٤) معارف القرآن ص ١٢٩- جلد ٧

اتَّقِيتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيْطَمَعُ الَّذِي فِي قَلْبِهِ

(الله کان) ڊڄنديون پوءِ نه هيناهين ڪيو ڳالهائڻ ۾ پوءِ طمع رکي اهو جو ان جي دل ۾

مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (٣٢) وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ

بیماري آهي ۽ ڳالهايو ڳالهائڻ چڱو ۽ رهو پنهنجن گهرن ۾ ۽ نه سينگار ظاهر ڪيو

تَبَرَّجِ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ

پهرين جاهليت جي سينگار ظاهر ڪرڻ وانگر ۽ قائم ڪيونماز ۽ ادا ڪيون زڪوة ۽ اطاعت ڪيون الله جي

وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ

۽ ان جي رسول جي بلاشڪ الله اهو ئي ارادو تو ڪري تانت پري رکي اوهان کان پليدي

أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (٣٣) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي

اي اهليبتو! ۽ پاڪ رکي اوهان کي پوري طرح پاڪ ۽ ياد ڪيو اهو جيڪو پڙهيو تو وڃي اوهان

بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا (٣٤)

جي گهرن ۾ الله جي آيتن ۽ حڪمت مان بيشڪ الله لطف ڪندڙ خبر رکندڙ آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ ازواج مطهرات کي گناهن کان پري رهڻ جي لاءِ تاڪيدي ارشاد هئا

۽ هتان کان انهن کي ملڻ واري اجر ۽ ثواب جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَمَنْ

يَقْنُتْ مِنْكُمْ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا ثَوْتَهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا“ ۽

اوهان مان جيڪا به الله ۽ ان جي رسول جي فرمانبردار ٿيندي ۽ صالح عمل ڪندي

اسين ان کي ان جو اجر ٻه ڀيرا ڏينداسون ۽ اسين ان جي لاءِ عزت واري روزي تيار

ڪنداسون اهي يقيناً جنت ۾ رسول الله صلى الله عليه وسلم سان اعلى عليين ۾ سڀني

جي مقامن کان مٿاهين مقام ۾ گڏ هونديون ۽ اهو وسيله وارو مقام آهي جيڪو جنت

جي منزلن مان عرش کي گهڻو ويجهو آهي. (١) ”يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ

إِنَّ اتَّقِيتُنَّ“ اي نبي جون گهرواريون! اوهان جيڪڏهن تقوىٰ ڪئي ته عورتن مان ڪنهن

به هڪ عورت جهڙيون ناهيو. مطلب ته اوهان جو حال ٻين عورتن جهڙو ناهي انهن کان

جيڪڏهن ڪا غلطي سرزد ٿيندي ته انهن تي طعن ٿيندو پر جيڪڏهن اوهان کان ڪا غلطي ٿي ته منهنجي محبوب عليه الصلوة والسلام تي طعنه زني ٿيندي. ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته هن آيت ۾ حضور عليه الصلوة والسلام جي گهر وارين مومنن جي مائرن جو ڀلو هجڻ هڪ خاص حيثيت سان آهي يعني نبي جي گهرواري هجڻ جي نسبت سان (١) علامه ثناء الله پاني پتي لکيو آهي ته يعني ليست احد من النساء شريكة لكن في هذا الفضل والجمهور على ان افضل نساء العالمين فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ (٢) مطلب ته حضور عليه الصلوة والسلام جي گهروارين هجڻ واري فضيلت ۾ اوهان جو ڪير به شريڪ ناهي ۽ جمهور ان ڳالهه تي آهن ته سڀني جهانن جي عورتن مان افضل فاطمه بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم آهي. ”قَلَّا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقَلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا“ پوءِ ڳالهائڻ ۾ نرمي نه ڪيو پوءِ جنهن جي دل ۾ بيماري آهي اهو طمع رکندو ۽ اوهان سهڻو قول ڳالهايو. يعني جڏهن اوهان سان ڪو ڳالهائي ته اوهان جي ڳالهائڻ ۾ ايتري نرمي نه هجي جو اندر جو مريض فاجر ۽ فاسق اوهان ۾ غلط طمع رکي ويهي رهي پر جيڪڏهن ڪو مسئلو يا ڪا ڳالهه پيچي ته ان سان نرميءَ کان سواءِ سهڻي نموني ڳالهايو. ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى“ ۽ پنهنجن گهرن ۾ رهو ۽ پهرئين جاهليت جي ڪليل سينگار وانگر سينگار ڪري نه نڪرو. يعني ضرورت کان سواءِ گهرن مان ٻاهر نه نڪرو ۽ جيئن جاهليت اوليٰ جي دور ۾ عورتون ٺهي ٺڪي سينگار ڪري ڪليل نموني بازارن جا چڪر هڻنديون هيون تيئن اوهان نه نڪرو. محدث بزار حضرت انس رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: حضرت نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ عورتن حاضر ٿي عرض ڪيو ته: يا رسول الله! مرد سڀ ڀلايون کڻي ويا جهاد ۾ شريڪ ٿيڻ جو شرف به انهن کي نصيب ٿئي ٿو ڇا ڪو اهڙو عمل آهي جيڪو اسين ڪيون ته اسان کي به مجاهدن وارو درجو حاصل ٿئي؟ ته پاڻ انهن کي فرمايائون ”مَنْ قَعَدَتْ مِنْكُنَّ فِي بَيْتِهَا فَإِنَّهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ اوهان مان جيڪا گهر ۾ ويٺي اها الله جي واٽ ۾ جهاد ڪندڙن جو درجو حاصل ڪندي. ترمذي ۽ بزار حضرت ابن مسعود رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”عورت عورت آهي جڏهن اها گهر کان نڪري ٿي ته شيطان ان کي تڙي ٿو ۽ اها پنهنجي رب جي رحمت کي وڌ ۾ وڌ ان وقت ويجهي هوندي آهي جڏهن پنهنجي گهر ۾ اندر هوندي آهي.“ (٣)

سوال

جڏهن الله جل شانہ حضور عليه الصلوة والسلام جي گهروارين کي گهرن ۾ وهڻ جو حڪم ڪيو ته پوءِ ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها ان جي خلاف ورزي ڪري مدينه منوره مان نڪري مڪه مڪرمه پهتي ۽ اتي هين کان وري بصره جو رخ رکي نڪتي ۽ خليفه المسلمين امير المومنين حضرت علي رضي الله عنه سان جنگ به ڪيائين. اهو ايڏو گناه چو ڪيائين؟

جواب

مومنن جي ماءُ سيده عائشه مدينه منوره کان مڪه مڪرمه ڏانهن حج جي نيت سان نڪتي هئي ۽ حج جي ارادي سان نڪرڻ ۾ ڪا به شرعي ممانعت يا قباحت نه آهي هن آيت جي نزول کان پوءِ به ازواج مطهرات حضور عليه الصلوة والسلام جن سان گڏ حج ۽ عمره ڪيا هئا بلڪ جنگين ۾ به قرعه اندازي ڪري پاڻ ڪنهن نه ڪنهن گهرواريءَ کي پاڻ سان گڏ وٺي ويندا هئا. جنهن مان معلوم ٿيو ته هن آيت ۾ مطلقاً گهرن مان نه نڪرڻ مراد ناهي بلڪ ضرورت کان سواءِ سينگار ڪري ٻاهر نڪرڻ منع آهي ۽ ان حج جي سفر ۾ سيده عائشه سان گڏ سيده ام سلمه ۽ سيده صفيه به هيون ۽ سيده عائشه پنهنجي ڀيڻ اسماء جي پٽ حضرت عبدالله بن زبير ۽ ڀيءَ ڀيڻ ام ڪلثوم طلحة جي گهرواريءَ جي پٽ سان گڏ سفر ڪيو هو اڪيلي محرم ڪا سواءِ نه نڪتي هئي ۽ جڏهن حج جي احڪام کان فارغ ٿي واپسيءَ جي تياري ڪري رهي هئي ته کيس اطلاع مليو ته باغي ٽولي حضرت عثمان رضي الله عنه کي شهيد ڪري ڇڏيو آهي ۽ المدينه المنوره ۾ فتنن ۽ فساد جي باهم ڀڙڪي رهي آهي ۽ اهي باغي حضرت علي رضي الله عنه جي لشڪر ۾ داخل ٿي ويا آهن اهي خبرون ٻڌي سيده عائشه کي ڏاڍو ڏک پهتو اڃان ان ڏک ۾ ئي هئي ته باغي ٽولي کان ڊڄي حضرت طلحة، حضرت زبير، حضرت نعمان بن بشير، حضرت ڪعب بن عجره ڪيترن ٻين اصحابن رضي الله عنهم سان گڏجي مدينه منوره کان نڪري مڪه مڪرمه ۾ پهتا ۽ سيده کي ٻڌايائون ته اهو باغي ٽولو شهيد خليفه حضرت عثمان کي اڃان به گاريون ڏئي رهيو آهي ۽ جيڪو انهن کي روڪي ٿو ته ان کي به قتل ڪرڻ جي لاءِ تيار رهن ٿا ۽ کين ڪير به جهلڻ وارو ناهي. سيده عائشه رضي الله عنها انهن کي فرمايو ته جيستائين حضرت علي انهن کي پاڻ وٽان نه ڪڍي تيستائين اوهان اتي رهي ڳالهه ڪي سوچيو ته ڇا ٿو ٿئي ۽ ڇا ڪرڻ گهرجي. اهي وجهه هيا جن

جي ڪري سیده نڪتي هئي ۽ ان تي ڪو به پڪو مسلمان اعتراض نه ڪندو ۽ نه ڪرڻ گهرجي. وڌيڪ تفصيل تاريخي ڪتابن ۾ لکيل آهي قرآن ڪريم ۽ نبوي احاديث جي روشنيءَ ۾ ان کي پڙهڻ وارو ڪڏهن به نبی پاڪ عليه الصلوة والسلام جي اهليه تي ڪاوڙ نه ڪندو. ”وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ“ ۽ نماز قائم ڪيو ۽ زڪوة ڏيو ۽ الله ۽ ان جي رسول جي اطاعت ڪيو. پردي جي احڪام کي ذڪر ڪرڻ کان پوءِ عبادت ۽ صالح اعمال جو حڪم ڏنو ويو آهي تانت ڪا غلط فهمي پيدا نه ٿئي ته نبی ڪريم عليه الصلوة والسلام جي قربت جي باعث جيڪڏهن ڪو نماز ۽ زڪوة ڇڏي ڏيندو ته ان کان ڪنهن قسم جي پڇا نه ٿيندي اول پردي جي احڪام کي ذڪر ڪري پويان الله ۽ ان جي رسول عليه الصلوة والسلام جي اطاعت ذڪر ڪرڻ سان ان احڪام جي اهميت واضح ٿي. ”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمُ تَطْهِيرًا“ اي اهليبتو! الله ته رڳي هي ارادو تو ڪري ته اوهان کان پليدي پري رکي ۽ اوهان کي چڱي طرح پاڪ صاف رکي.

اهل بيت مان مراد ڪير آهي؟

ان ۾ مختلف قول آهن ۱: ته ان مان مراد حضور عليه الصلوة والسلام جون گهرواريون آهن ڇو ته هن کان اڳيان ۽ پويان انهن سان ئي خطاب آهي ۲: ته ان مان مراد صرف حضرت علي، حضرت حسن، حضرت حسين، حضرت سیده فاطمه رضی الله عنها وعنهم آهن (هي شيعن جو قول آهي) پر محقق علماء اهل السنة والجماعة وٽ ازواج مطهرات ۽ چار مذڪور هستيون سڀئي اهل بيت آهن جنهن جا دليل وڌن عالمن جي تصنيفات ۾ ڏسڻ گهرجن. خصوصاً علامه آلوسي بغدادي عليه الرحمة جي تفسير روح المعانيءَ جو هي مقام پڙهڻ جهڙو آهي ”وَأَذْكُرَنَّ مَا يَنْتَلِي فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَةِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا“ ۽ اوهان جي گهرن ۾ جيڪي الله جون آيتون ۽ حڪمت (جون ڳالهيون) پڙهيون وڃن ٿيون اهي ياد ڪيو بلاشڪ الله لطف ڪندڙ، خبر رکندڙ آهي يعني اي اهليبتو! الله جل شانہ اوهان سان خاص لطف ڪندڙ ۽ اوهان جي احوال جي پوري خبر رکندڙ آهي پنهنجا سڀ ڪم ان جي حوالي ڪري ڇڏيو. (۱)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ٣١ آيت ٣١ ۾ آيل لفظ ”مَنْكُنَّ“ ۾ من بيان جي لاءِ آهي تبويض جي ناهي جنهن مان ثابت ٿيو ته حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جون سڀ گهرواريون فرمانبردار آهن.

ع ٣٢ آيت ٣٢ مان معلوم ٿيو ته دنيا جون عورتون حضور عليه الصلوة والسلام جي گهروارين جهڙيون سندس گهرواريون هجڻ جي حيثيت سان ناهن ۽ جڏهن ان جي گهروارين جهڙي ڪا عورت ناهي ته حضور عليه الصلوة والسلام جهڙو به ڪير ناهي.

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَاتِ

بيشڪ مسلمان مرد ۽ مسلمان عورتون ۽ مومن مرد ۽ مومن عورتون ۽ فرمانبردار مرد

وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ

۽ فرمان بردار عورتون ۽ سچ ڳالهائيندڙ مرد ۽ سچ ڳالهائيندڙ عورتون ۽ صبر ڪندڙ مرد ۽

وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ

صبر ڪندڙ عورتون ۽ عاجزي ڪندڙ مرد ۽ عاجزي ڪندڙ عورتون ۽ خيرات ڪندڙ مرد ۽

الْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ

خيرات ڪندڙ عورتون ۽ روزو رکندڙ مرد ۽ روزو رکندڙ عورتون ۽ پنهنجن اڳڙن جي حفاظت ڪندڙ مرد

وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ

۽ حفاظت ڪندڙ عورتون ۽ الله جو گهڻو ذڪر ڪندڙ مرد ۽ (گهڻو) ذڪر ڪندڙ عورتون

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (٣٥)

تيار ڪيو الله انهن جي لاءِ مغفرت ۽ اجر وڏو

تفسير

اڳين آيتن ۾ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي پاڪ گهروارين جو خصوصي ذڪر هو ۽ هنن آيتن ۾ مردن سان گڏ عورتن جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي.
 ”إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ“

مجاهد جو قول آهي ته جيستائين ڪو ماڻهو بيٺي، ويٺي ۽ ستي الله جل شانہ جو ذڪر نه ڪندو تيستائين اهو گهڻو ذڪر ڪندڙن ۾ شامل نه ٿيندو. نسائي، ابن ماجه، ابو داؤد ۽ ٻين محدثن حضرت ابوسعيد خدري رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”اِذَا اَبْقَطَ الرَّجُلُ اَمْرَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا رَكَعَتَيْنِ كَانَتْ لَكَ اللَّيْلَةُ مِنَ الذَّاكِرِينَ اَللهُ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ“ (١) جڏهن رات جو مڙس پنهنجيءَ زال کي سجاڳ ٿو ڪري پوءِ اهي ٻئي ٻه رڪعتون (نفل) نماز پڙهن ٿا ته اهي اها رات گهڻو ذڪر ڪندڙن مردن ۽ ذڪر ڪندڙ عورتن مان هوندا.

فائدا

مذڪوره آيت مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ۱- جيڪي مسلمان مرد ۽ عورتون انهن صفتن سان موصوف هوندا اهي بهشتي هوندا.

ع ۲- مذڪوره صفتون نهايت ئي پياريون آهن جو انهن جو وجود بهشت ۾ داخلا جو سبب آهي.

ع ۳- مذڪوره صفتون اهڙيون آهن جو انهن ۾ مرد ۽ عورتون برابر ٿي سگهن ٿا.

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللهُ وَرَسُولُهُ

۽ نه ٿو مناسب هجي مومن مرد ۽ مومن عورت جي لاءِ جڏهن فيصلو ڪري الله ۽ ان جو رسول

أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ

ڪنهن امر جو ته هجي انهن جي لاءِ اختيار پنهنجي معاملي ۾ ۽ جيڪو به بي فرماني ڪندو الله

وَرَسُولُهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (٣٦) وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي

۽ ان جي رسول جي پوءِ تحقيق گمراه ٿيو کليل گمراهي ۽ جڏهن فرمايو اوهان ان کي جو

أَنعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَنعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

نعمت ڪئي الله ان تي ۽ نعمت ڪئي اوهان ان تي ته روڪي جهل پاڻ وٽ پنهنجيءَ زال کي

وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ

۽ الله کان ڊڄ ۽ مخفي رکيو پيا پنهنجي جيءَ ۾ اها ڳالهه جو الله ان کي ظاهر ڪندڙ آهي

وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ

۽ انديشو پيا ڪيو ماڻهن جو ۽ الله وڌيڪ حقدار آهي هن جو ته اوهان ان کان انديشو ڪيو

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لَكَ لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ

پوءِ جڏهن پوري ڪئي زيد ان مان خواهر ته پرتائي اسان اوهان کي اها تانت نه هجي مومن تي

فِي أَزْوَاجٍ أَدْعَايَهُمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

پنهنجن پٽيلين جي زالن ۾ پرڻجڻ ۾ ڪا اوڪائي نه رهي جڏهن (آهي) انهن کان پنهنجي حاجت پوري ڪن

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (٣٧) مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ

ڪا ڏيائين ۽ الله جو امر ٿيڻو آهي ناهي نبي تي ڪا ڏڪيائين ان ۾ جيڪو حلال فرمايو الله ان جي

لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا (٣٨)

لاءِ دستور هو الله جو انهن ۾ جيڪي گذريا اڳي ۽ آهي الله جو امر تقدير مقرر

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا

اهي بانها جيڪي پهچائين ٿا الله جا پيغام ۽ ڊڄن ٿا ان کان ۽ نه ٿا ڊڄن ڪنهن هڪ کان

إِلَّا اللَّهَ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا (٣٩)

الله کان سواءِ ۽ ڪافي آهي الله حساب ڪندڙ

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله جلشانه پنهنجي پياري نبي عليه الصلوة والسلام کي فرمايو ته پنهنجين گهر وارين کي اختيار ڏيو ته يا دين ڪئن يا دنيا جا سينگار پر انهن دين اختيار ڪيو ۽ هتي اهو ٻڌايو ويو آهي ته هر ڳالهه ۾ انسان کي اختيار مليل ناهي ان لاءِ ڪي اهڙا امر به آهن جن جي ادائگي نهايت ضروري آهي. ارشاد الاهي آهي ”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ“ ۽ مومن ۽ مومنيائيءَ لاءِ مناسب ناهي جو جڏهن الله ۽ ان جو رسول ڪنهن امر جو فيصلو ڪن ته انهن کي سندن امر ۾ اختيار هجي مطلب ته ايمان وارو مرد ۽ ايمان واري عورت الله ۽ ان جي رسول عليه الصلوة والسلام جي طرفان سندن مٿس علق ڪيل

فيصلي ۾ پنهنجو اختيار نه هلائيندا. ”وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَاً لَّامِيْنًا“ ۽ جيڪو الله ۽ ان جي رسول جي بي فرماني ڪندو ته بيشڪ اهو ڪليل گمراه ٿي ويو. مطلب ته اهو سڌي حق جي واٽ کان پٽڪيل بڻجي، رشد ۽ هدايت جي روشنيءَ مان نڪري، گمراهيءَ جي اونڌاهين وارين واٽن ۾ اچي ويو.

شان نزول

قتاده، مجاهد ۽ حضرت ابن عباس رضي الله عنهم کان روايت آهي ته حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن پنهنجي پٽيءَ جي ڌيءَ زينب بنت جحش کي پنهنجي آزاد ڪيل غلام زيد بن حارثه سان شادي ڪرڻ جو حڪم فرمايو پر حضرت زيد جي غلام هجڻ جي ڪري حضرت زينب ۽ ان جي ڀاءُ حضرت عبدالله ان رشتي کان انڪار ڪيو تڏهن هيءَ آيت نازل ٿي ۽ اها ٻڌي پنهني پيءُ ۽ ڀاءُ اهو رشتو قبول فرمايو. (١) ”وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ“ ۽ (ياد فرمايو) جڏهن اوهان ان کي پيا فرمايو جنهن تي الله نعمت ڪئي آهي ۽ اوهان به ان تي نعمت ڪئي آهي ته پنهنجي لاءِ پنهنجيءَ گهرواريءَ کي روڪي جهل ۽ الله کان ڊڄ. جڏهن مذڪوره آيت جي نزول کان پوءِ حضرت زينب بنت جحش ۽ سندس ڀاءُ عبدالله راضي ٿيا ته حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن بيبي صاحبه جو نڪاح ڏهن دينارن ۽ سٺ درهمن جي مهر تي حضرت زيد سان ڪرايو ۽ پاڻ بيبي صاحبه کي ڪجهه ڪپڙن جا ٽڪرا، کاڌي جو اناج ڪارڪون وغيره به ڏياريائون ان نڪاح جي سال کان پوءِ انهن ۾ اختلاف پيدا ٿيو ۽ حضرت زيد رضي الله عنه پنهنجي گهرواريءَ جي حضور عليه الصلوة والسلام جن کي دانهن ڏني ۽ طلاق ڏيڻ جو فيصلو فرمايو تڏهن حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کيس مذڪوره هدايت ڪئي حضرت بيبي زينب بنت جحش جي ماءُ حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جي ان پٽيءَ جو نالو اميمه هو. (٢) ”وَتَخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ“ ۽ پنهنجي جيءَ ۾ اها ڳالهه مخفي پيا رکو جنهن کي الله ظاهر ڪندڙ آهي ۽ ماڻهن جو انديشو پيا ڪيو حالانڪ انديشي ڪرڻ جو وڌيڪ حقدار ته الله آهي.

جڏهن حضرت زيد ۽ حضرت بيبي زينب بنت جحش رضي الله عنهما جو اختلاف ٿيو ۽ حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي سمجھائڻ جي باوجود حضرت زيد طلاق ڏيڻ جو فيصلو ڪيو ته کين اهو فڪر ٿيو ته آينده جي لاءِ انتظام ڇا هجي؟ هڪ ته حضرت بيبي

زينب جي اڳئي دل شڪني ٿي هئي جو ان جي عالي نسب هجڻ جي باوجود سندس
 نڪاح هڪ آزاد ڪيل غلام سان ڪيو ويو هو ٻيو ان جي عرفي عزت ۽ نيڪ ناميءَ
 تي اهو به داغ لڳي رهيو هو ته اها هڪ غلام جي طلاق ڏنل بڻجي رهي هئي اها سوچ
 ان تي نهايت گري گذري هوندي ۽ ان موقعي تي ان جي عزت ۽ وقار لاءِ اهو ٿي سگهيو
 ٿي جو ان جو نڪاح هڪ سردار هستيءَ سان ڪيو وڃي ۽ ان سان گڏ اهو فڪر به
 هو ته عرب قوم وارا پنهنجي پٽيلي سڏيل جي گهرواريءَ (طلاق ڏنل) سان نڪاح کي
 الاءِ ڇا سمجهندا پاڻ ان سوچ ۾ هيا ته مٿيون فرمان نازل ٿيو جنهن جو مقصد هو ته
 اوهان ماڻهن جو فڪر نه ڪيو دل ۾ جيڪا ڳالهه سوچي اٿو اها مخفي نه رکو اوهان
 زينب سڳوريءَ سان نڪاح ڪيو ان ۾ نه عيب آهي نه گناهه اهو هڪ جائز امر آهي
 ”فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا“ پوءِ جڏهن زيد ان مان خواهش پوري ڪئي ته اها
 اسان اوهان کي پرڻائي يعني زيد ان مان حاجت پوري ڪري ان کي طلاق ڏني ته اسان
 ان سان اوهان جو نڪاح ڪرايو. تانت اها غلط سوچ ختم ٿئي ته پٽيلي جي طلاق
 ڏنل زال سان نڪاح ڪرڻ صحيح ناهي. ”لَكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي زَوَاجِ
 أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا“ تانت مومنن تي سندن پٽيلن جي (طلاق ڏنل) زالن
 جي باري ۾ جڏهن انهن مان خواهش پوري ڪيائون ڪا ڏکيائي نه هجي مطلب ته
 جڏهن اوهان پنهنجي پٽيلي جي طلاق ڏنل زال سان پاڻ نڪاح ڪيو ته ٻين لاءِ به
 رڪاوٽ نه رهي. ”وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا“ ۽ الله جو امر ٿيڻو آهي. يعني اهو الله جو فيصلو
 هو جيڪو ضرور پورو ٿيڻو هو ۽ ٿيو ”مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سَاءَ
 تِي ان ۾ ڪا به ڏکيائي ناهي جيڪا (شيءُ) الله ان جي لاءِ حلال ڪئي آهي. يعني الله
 جل شانہ پنهنجي نبي جي لاءِ پٽيلي جي زال سان نڪاح ڪرڻ حلال ڪيو آهي ته ان
 تي ان ۾ ڪا به ڏکيائي نه هجڻ ڪي ۽ نه آهي. ضحاک جو قول آهي ته حضرت بيبي
 زينب سان نڪاح ڪرڻ جي ڪري يهودين نبي پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام تي طعن
 هنيا ته پاڻ گهڻن نڪاحن جو شوق ٿا رکن انهن جي رد ۾ اهو فرمان نازل ٿيو (۱)
 ”سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ“ (هيءُ) الله جو طريقو انهن ۾ به هو جيڪي اڳ ۾
 گذري ويا. مطلب ته گهڻا نڪاح ڪرڻ اڳين نبين عليهم الصلوٰۃ والسلام جو به
 طريقو هو جيئن حضرت داؤد وٽ هڪ سو گهرواريون هيون ۽ حضرت سليمان (علي
 نبينا وعليهما الصلوٰۃ والسلام) وٽ ست سو (۷۰۰) گهرواريون ۽ ٽي سو (۳۰۰) ٻانهيون
 هيون ۽ انهن تي يهودين کي اعتراض ناهي ته حضور عليه الصلوٰۃ والسلام تي اعتراض

چو آهي؟ (١) ”وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا“ ۽ الله جو امر مقرر تقدير آهي. جنهن جو ازل کان حکم قطع ٿيل آهي ان ۾ ڪو به تغير ۽ تبديل نه آهي. ان کان پوءِ الله جل شانہ سڀني نبين عليهم الصلوة والسلام جي ثناء ڪندي ارشاد فرمايو ”الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ“ جيڪي الله جا پيغام پهچائين ٿا يعني گهڻين زالن رکڻ جو سلسلو انهن الله جل شانہ جي پيارن ۾ هلندو آيو آهي جيڪي الله جل شانہ جا پيغام ان جي پانهن ٿاڻين پهچائيندا رهيا. ”وَيَخْشَوْنَ اللَّهَ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ“ ۽ ان کان ڊڄن ٿا ۽ الله کان سواءِ ٻئي ڪنهن کان به نه ٿا ڊڄن مطلب ته غير جي پرواهه نه ٿا رکن صرف هڪ الله کان ڊڄندي ان جي حڪمن تي هلن ٿا. ”وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا“ ۽ الله حساب ڪندڙ ڪافي آهي. جيڪو پنهنجن پانهن جي اعمال ۽ افعال جو محاسب آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

ع ١- آيت ٣٦- مان معلوم ٿيو ته مومن ۽ مومنيائيون الله ۽ ان جي رسول عليه الصلوة والسلام جي حڪم جي اڳيان قربان هوندا ان ۾ ڪنهن قسم جي ٽال مٽول نه ڪندا ۽ اهو به معلوم ٿيو ته نبي اڪرم عليه الصلوة والسلام جن جو امر وجوب لاءِ هوندو مگر ڪنهن قريني جي ڪري ٻي صورت وٺي سگهي ٿو ۽ اهو به معلوم ٿيو ته سندن حڪم مڃڻ ۾ تردد، چو ۽ چالاڪي نه ڪجي.

ع ٢- ”أَنعَمْتَ عَلَيْهِ“ (اوهان ان تي نعمت ڪئي) مان واضح ٿيو ته ائين چوڻ ته ”مون تي الله ۽ ان جي رسول (عليه الصلوة والسلام) مهرباني ڪئي، احسان ڪيو يا الله ۽ ان جي رسول عليه الصلوة والسلام مون کي غني بنايو جائز آهي جيئن ٻيءَ آيت ۾ آهي. ”أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِّنْ فَضْلِهِ“ (٢) انهن کي الله ۽ ان جي رسول (عليه الصلوة والسلام) پنهنجي فضل سان غني بنايو.

ع ٣- ”وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ“ (۽ الله هن ڳالهه جو وڌيڪ حقدار آهي ته ان کان ڊڄو) مان واضح ٿيو ته هر معاملي ۾ ماڻهن جي چون چراڪي ڇڏي الله جل شانہ جو خوف رکڻ گهرجي ۽ ديني مصلحتن تان دنياوي مصلحتون قربان ڪرڻ گهرجن.

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ

ناهي محمد پيءُ ڪنهن هڪ جو اوهان جي مردن مان ۽ پر الله جو رسول

وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (٤٠)

۽ نبين مان آخري نبي آهي ۽ الله هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضور عليه الصلوة والسلام جن جي بيبي زينب سان نڪاح ڪرڻ کي هڪ صالح عمل جي تبليغ جو ذريعو بڻايو ويو ۽ اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام ۾ به گهڻين شادين جو هجڻ بيان ڪيو ويو ۽ هتي انهن اعتراض ڪندڙن کي جواب ڏيندي ٻڌايو ويو آهي ته اهو اعتراض تڏهن ٺهي ها جڏهن حضور عليه الصلوة والسلام جن پنهنجي نسبي پٽ جي اهليه سان نڪاح ڪن ها پر سندن ڪو به نسبي وڏو پٽ ناهي ۽ نه پاڻ ڪنهن مرد جا نسبي سڳا پيءُ آهن. فرمان ايزدي آهي ”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ“ محمد اوهان جي مردن مان ڪنهن جو پيءُ ناهي ۽ جڏهن پيءُ ناهي ته زيد جيڪو نسب ۾ حارثه جو پٽ هو سندن پٽ نه ٿيندو ۽ ان جي ڇڏيل گهرواريءَ سان سندن نڪاح ڪرڻ ۾ ڪا به قباحت ناهي ”وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ“ ۽ پر الله جو رسول آهي. حضور عليه الصلوة والسلام جن جي مردن مان ڪنهن جي پيءُ هجڻ جي نفی ڪرڻ کان پوءِ سندن رسول هجڻ جو اعلان ڪري ٻڌايو ويو ته بيشڪ پيءُ پنهنجي اولاد تي وڏو شفيق هوندو آهي پر جيڪو قلبي تعلق رسول عليه الصلوة والسلام کي پنهنجيءَ امت جي هر هڪ فرد سان هوندو آهي ۽ جيڪو لطف ۽ ڪرم اهو ڪندو آهي ان جي مقابلي ۾ پيءُ جون سڀ شفقتون ڪجهه به ناهن پيءُ جون مهربانيون اولاد جي جسماني ۽ مادي دنيا تائين محدود هونديون آهن پر رسول پاڪ عليه الصلوة والسلام جي نگاهه ڪرم سان امتيءَ جو جسم ۽ روح، ظاهر ۽ باطن، دل ۽ عقل سڀ فيضياب ٿيندا آهن قيامت جي ڏينهن به رسول پاڪ عليه الصلوة والسلام جي لطف ۽ ڪرم سان سندن شفاعت جي صدقي سڀ سچا امتي نجات حاصل ڪندا ”وَحَاتَمَ النَّبِيِّينَ“ نبين مان پويون (نبي) آهي مطلب ته سندن وجود مسعود تي نبوت ختم آهي ۽ پاڻ ئي انهيءَ سلسلي جي آخري ڪڙي آهن سندن محبت ۽ الفت جي تقاضا هيءُ آهي ته سندن دور ۾ ڪا به شيءِ اڌوري نه رهجي سڀني برين

رسمن جي پاڙ پتي وڃي ڇو ته جيڪڏهن ڪا ڳالهه رهجي وئي ته ان جي اصلاح ڪير ڪندو ٻيو ڪو نبي ته اچڻو ئي ناهي انهي جي ڪري جو پاڻ نبين سڳورن علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام ۾ آخري نبي آهن.

ختم نبوت جو عقيدو

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته نبوت جو حضور عليه الصلوة والسلام جن تي ختم هجڻ جو عقيدو اسلام جي انهن بنيادي عقيدن مان آهي جيڪو قرآن ڪريم، نبوي متواتر حديثن ۽ امت جي اجماع سان ثابت آهي. اسلامي امت جي سڀني فرقن جو پاڻ ۾ سخت اختلافن جي باوجود اهو متفق عقيدو آهي ته حضور عليه الصلوة والسلام جن آخري نبي آهن ڪانئن بعد ڪو به ۽ ڪنهن قسم جو به نبي نه ايندو اهو ئي وجه آهي جو گذريل تيرهن صدين ۾ جنهن به نبي هجڻ جي دعويٰ ڪئي ان کي مرتد قرار ڏنو ويو ۽ ان جي خلاف جهاد جو جهنڊو بلند ڪيو ويو. مسيلمه ڪذاب جڏهن نبوت جي دعويٰ ڪئي ته حضرت ابوبڪر صديق ڪنهن به نتيجي جي پرواهه ڪرڻ کان سواءِ ان جي خلاف لشڪر موڪليو ۽ تڏهن سک جو ساهه کنيو جڏهن ان ڪوڙي، نبوت جي مدعيءَ کي موت جي حوالي ڪرايو. ان سان مقابلو ڪندي ان جهاد ۾ هزارين مسلمان شهيد ٿيا جن ۾ سون جي تعداد ۾ قرآن ڪريم جا حافظ، جليل القدر اصحابي هئا پر حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه ايڏي وڏي قرباني ڏني به ان فتني کي ڪچلڻ ضروري سمجهيو پاڻ صديقيت جي نور سان ڏسي رهيو هو ته جيڪڏهن ان معاملي ۾ مون تورڙي به سستي ڪئي ته ڪيترا نبوت جامدعي اتندا ۽ هيءُ امت ڪيترين امتن ۾ ورهائجي ويندي هر امت جو پنهنجو نبي هوندو ۽ اهي ان جي اتباع ڪندا ۽ ان طرح رحمة للعالمين صلي الله عليه وسلم جي زير سايه اسلامي پليٽ فارم تي انسانيت جي اتحاد جون سڀ اميدون ختم ٿي وينديون ۽ اتي رَسُولُ اللَّهِ اَيْكُمْ جَمِيعًا (۱) (بلاشڪ مان اوهان سڀني ڏانهن الله جو رسول آهيان) وارو سهڻو منظر اکين جي اڳيان غائب ٿي ويندو.

تنبيه

ناظرين کي اها ڳالهه به ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته ان وقت نبوت جي دعويٰ ڪندڙ ”مسيلمه ڪذاب“ به موجوده دور جي دجال قاديانيءَ وانگر حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جي نبوت جو منڪر نه هو پنهنجي نبوت جي دعويٰ سان گڏ حضور عليه الصلوة والسلام جي رسالت کي به تسليم ڪندو هو. ان جي دور ۾

سندس مڃڻ وارن ۾ جيڪا بانگ ڏني ويندي هئي ان ۾ به ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ چيو ويندو هو. انهن سڀني ڳالهين جي هوندي به حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه ان کي مرتد ۽ واجب القتل يقين ڪري ان تي لشڪر موڪلي قتل ڪرائي ان کي جهنم ۾ پهچايو. مطلب ته اسلام جي تيره سو (١٣٠٠) سال جي تاريخ ۾ جڏهن به ڪنهن مٿي ڦريل پاڻ کي نبي سڏايو ته ان کي قتل ڪيو ويو جنهن مان ثابت ٿيو ته روء زمين تي آباد رهندڙن مسلمانن جو اهو پڪو عقيدو هو ته حضرت حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام کان بعد ڪنهن به قسم جو ڪو به نبي ٿيڻ ممڪن ئي ناهي. ”افسوس صد افسوس“ پر نهايت افسوس جي ڳالهه آهي ته انگريزن جي اشاري تي مسلمانن ۾ وري اهو فتنو پيدا ٿيو جو مرزا قادياني نبوت جي دعويٰ ڪئي ۽ ان سان مسلمانن ۾ انتشار وجود ۾ آيو قادياني ملعون بظاهر ته عيسائين جو رد ڪندو هو عيسائي پادريين سان مناظرا ڪندو هو پر درپردہ انهن جو چيلو، چمچو هو انگريز راڻيءَ جي تعريف ۾ ان کيترا پمفلٽ ڇپاريا هئا ۽ ان جي ڪري قادياني ڪافرن کي وڏيون نوڪريون ۽ وڏا اعزاز ملندا هئا. مگر عالم اسلام جي سڀني عالمن اتفاق سان قاديانيءَ کي نبوت جي دعويٰ ڪرڻ جي ڪري مرتد، اسلام کان خارج، ڪافر قرار ڏنو. انهن وضاحتن ڪرڻ مان مقصد صرف هي هيو ته هر مسلمان سمجهي ته ختم نبوت جو عقيدو اهو اسلامي بنيادي عقيدو آهي جنهن تي مسلمانن جو پاڻ ۾ شديد اختلافن جي باوجود تيرهن صدين کان ڪلي اتفاق ۽ قطعي اجماع رهيو آهي جيئن هڪ مسلمان جي لاءِ الله تعاليٰ جي توحيد، قيامت ۽ حضور عليه الصلوة والسلام جي رسالت يقيني ۽ ڪنهن دليل جي محتاج ناهي تيئن ختم نبوت جو عقيدو به قطعي ۽ يقيني آهي پر مرزا قاديانيءَ اهو ڪم ڪري ڏيکاريو جنهن جي جرات اڄ تائين شيطان کي به نه ٿي جيڪي ماڻهو پيٽ جا پوڄاري، لالچي مال ۽ دولت جي لاءِ پنهنجو دين مٽائڻ ۾ قباحت محسوس نه پيا ڪن اهي ان جا پوئلڳ بڻيا. پر اسان سچن مومنن جو هي عقيدو آهي ته پاڻ ڪريم عليه الصلوة والسلام جن سڀني کان آخري نبي آهن سندن تشريف آوريءَ کان پوءِ نبوت جو سلسلو ختم ٿي ويو ڪانئن بعد ڪنهن به قسم جو ڪو نبي اچڻ ناممڪن ۽ محال آهي ۽ جيڪو شخص پنهنجي نبي هجڻ جي دعويٰ ڪري ٿو ۽ جيڪو بدبخت ان کي سچو مڃي ٿو اهي اسلام جي دائره کان خارج ۽ مرتد آهن ۽ مرتد واري اسلامي سزا جا مستحق آهن اسان جي ان عقيدو جا قرآن پاڪ ۽ نبوي حديثن ۾ قطعي ۽ يقيني ڪيترا دليل موجود آهن جن مان ڪجهه هتي لکجن ٿا.

قرآن کریم مان دلیل

حضور عليه الصلوة والسلام جي ختم نبوت لاءِ مذڪوره آيت دليل آهي هتي ”خاتم النبيين“ ۾ خاتم جي معنيٰ پويون، يا آخري آهي. علم لغت جي ماهر علامه جوهرى جيڪو چوٿين صديءَ هجريءَ جو عالم آهي پنهنجي ڪتاب الصحاح ۾ ۽ ڇهينءَ صدي هجريءَ جي عالم، لغت جي ماهر علامه ابن منظور پنهنجي ڪتاب لسان العرب ۾ خاتم جي معنيٰ پويون لکي آهي. پوءِ خاتم جي تاءَ کي زير هجي يا زير معنيٰ اها آهي ۽ قادياني ٽولي جو چوڻ آهي ته خاتم جي معنيٰ مهر به آيل آهي هتي اها مراد آهي مگر ائين چوڻ سان به سندن دعوى غلط ثابت ٿئي ٿي جيڪڏهن خاتم جي معنيٰ مهر وٺندا ته پوءِ مطلب هي ٿيندو ته ان تي مهر لڳي وئي ته متان ٻيو ڪو ان ۾ داخل ٿئي. لغت جي ڪتابن کي به قرآن پاڪ جي سمجهڻ ۾ اهميت آهي پر سڀ کان وڌيڪ اها معنيٰ ۽ مراد صحيح ۽ قابل قبول آهي جيڪا حضور عليه الصلوة والسلام جن بيان فرمائي ڪجهه سندن ارشاد مبارڪ لکجن ٿا جن مان اهو ئي ختم نبوت وارو عقيدو واضح آهي.

ارشاد عالم بخاري، مسلم، ترمذي، ابن ابي حاتم ۽ ابن مردويه حضرت جابر رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَنَىٰ دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا الْأَمْوَاعَ لِبْنَةٍ فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا فَنظَرَ إِلَيْهَا قَالَ مَا أَحْسَنَهَا إِلَّا مَوْضِعَ اللَّبَنَةِ فَإِنَّا مَوْضِعَ اللَّبَنَةِ فَخَتَمَ بِي الْأَنْبِيَاءِ“ يعني منهنجو ۽ مون کان اڳين نبين جو مثال هڪ مرد وانگر آهي جنهن گهر ٺاهي پورو ڪيو ۽ سهڻو بنايو مگر هڪ سر جي جاءِ رهائي ڇڏيائين پوءِ جيڪو به ان ۾ داخل ٿيو ان ڏسي چيو ته گهر ڪهڙو نه سهڻو ٺهيل آهي مگر هڪ سر جي جاءِ رهي پئي آهي اها سر جي جاءِ مان آهيان مون سان نبي ختم ڪيا ويا.

ع ۲۰ ابن مردويه حضرت ثوبان رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ، ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ (۱) جلد منهنجي امت ۾ ٽيهه ڪوڙا وجود ۾ ايندا. هر هڪ سمجهندو ته اهو نبي آهي ۽ مان آخري نبي آهيان مون کان بعد ڪو به نبي ناهي.

ع ۳۰ حضرت انس بن مالڪ رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله

عليه وسلم جن فرمايو ” اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالتَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٍّ “ رسالت ۽ نبوت جو سلسلو ختم ٿي ويو مون کان بعد نه ڪو رسول ٿيندو ۽ نه ڪو نبي. (١)

اهڙي طرح قرآن پاڪ جون ڪيتريون آيتون ۽ نبوي حديثون آهن جن مان قطعي طرح ثابت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن آخري رسول آهن آخري پيغمبر آهن ڪانئن بعد ڪنهن به قسم جو اصلي يا ظلي يا بروزي پيغمبر نه ٿي سگهندو. اها ئي ڳالهه وڌن مفسرن ۽ محدثن جيڪي قادياني ملعون کان اڳي گذريا انهن به لکي آهي. ڏسو تفسير ابن ڪثير ص ٤٩٤ جلد ٣ تفسير البحر المحيط ص ٢٣٦ جلد ٧ ختم نبوت جو اعلان به اسلام جي امتيازي خصوصيات مان آهي اڳ ۾ به نبي ۽ رسول ڪيترا آيا ۽ ڪيترا ڪتاب ۽ صحيفا نازل ٿيا پر ڪنهن به ختم نبوت جو اعلان نه ڪيو ته مان آخري نبي آهيان مون کان پوءِ ڪو به نبي نه ايندو. اها حقيقت صرف حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن بيان فرمائي. ڇو ته پاڻ ئي خاتم النبيين بنجي تشریف فرما ٿيا هئا ” وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا “ ۽ الله هر شيءِ چڱي طرح ڄاڻندڙ آهي ان ڪنهن مصلحت خاطر ان پنهنجي پياري رسول عليه الصلوة والسلام کي سيده زينب سان نڪاح ڪرڻ جو حڪم فرمايو هو. (٢)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (٤١) وَسَبِّحُوهُ

اي ايمان وارو! ياد ڪيو الله کي گهڻو ياد ڪرڻ ۽ ان جي پاڪائي بيان ڪيو

بُكْرَةً وَأَصِيلًا (٤٢) هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ

صبح جو ۽ شام جو اهو ئي آهي جيڪو رحمت موڪلي ٿو اوهان تي ۽ ان جا ملائڪ

لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (٤٣)

ٽانت ڪڍي اوهان کي انڌيرن مان روشنيءَ ڏانهن ۽ آهي مومنن تي مهربان

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۖ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا (٤٤)

مرحبا انهن جي ان ڏينهن جو ان کي ملندا سلام آهي ۽ تيار ڪيائين انهن جي لاءِ اجر ڀلو

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا

اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙ! بلاشڪ اسان موڪليو توکي شاهدي ڏيندڙ ۽ خوشخبري ڏيندڙ
وَنَذِيرًا^١ (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرًا جَآمِئِيرًا (٤٦)

۽ ڊيچاريندڙ ۽ الله ڏانهن سڏيندڙ ان جي اذن سان ۽ چمڪائيندڙ سچ

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا (٤٧)

۽ خوشخبري ڏي تون مومنن کي هن ڳالهه جي ته تحقيق انهن جي لاءِ الله جي طرفان ڀلائي وڏي آهي

وَلَا تَطْعَمُ الْكُفْرَيْنِ وَالْمُنْفِقِينَ وَدَعْ أَزْوَاجَهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

۽ چوڻ مڃ ڪافرن جو ۽ منافقن جو ۽ ڇڏ انهن جي ايڏائڻ کي ۽ ڀروسو رک الله تي

وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (٤٨)

۽ ڪافي آهي الله ڪار ساز

تفسير

اڳين آيتن ۾ سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي تعظيم ۽ تڪريم ۽ سندن دل آزاريءَ کان بچڻ لاءِ هدايتن جي ضمن ۾ حضرت زيد ۽ سيده زينب رضي الله عنهما جو قصو ۽ ان جي مناسبت سان رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جو خاتم النبيين هجڻ بيان ڪيو ويو ۽ اڳتي به سندن ڪمال جي صفتن جو بيان اچڻ وارو آهي ۽ سندن ذات ۽ صفات جڏهن ته سڀني مسلمانن جي لاءِ سڀ کان وڏي نعمت آهي ان جو شڪر ادا ڪرڻ جي لاءِ هتي الله جل شانہ جي گهڻي ذڪر ڪرڻ جو حڪم ٿيو آهي فرمان ايزدي آهي ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“ اي ايمان وارو! الله جو ذڪر گهڻو ڪيو ۽ صبح ۽ شام ان جي پاڪائي بيان ڪندا رهو. مطلب ته هر وقت ۾ هر حال ۾ سفر هجي يا حضر تندرستي هجي يا بيماري سڪي ۽ تي هجي يا درياءَ ۾ رات هجي يا ڏينهن ٻانهو الله جل شانہ جو ذڪر گهڻو ڪري ۽ صبح ۽ شام ان جي تسبيح پڙهي. صبح ۽ شام کي خصوصي طور ان جي ڪري بيان ڪيو ويو آهي جو انهن وقتن ۾ ذڪر الله جو تاڪيد به زياده آهي ۽ برڪت به گهڻي آهي. ”هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا“ اهو ئي اهو آهي جيڪو پاڻ ۽ ان جا ملائڪ اوهان تي

رحمت موڪلين ٿا تانت اوهان کي انتڀرن مان ڪڍي روشنيءَ ۾ آڻي ۽ مومنن سان گهڻو مهربان آهي. مطلب ته جڏهن اوهان الله جو ذڪر گهڻو ڪندا ان جي صبح ۽ شام پاڪائي بيان ڪندا ته ان جو الله جل شانہ جي طرفان بدلو اهو هوندو جو الله تعاليٰ اوهان تي رحمت موڪليندو ۽ ان جا ملائڪ اوهان جي لاءِ دعائون ڪندا رهندا **اهو مومنن تي خصوصي طور مهربان آهي. "تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ" وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا** سندن مرحبا جنهن ڏينهن اهي الله سان ملندا سلام آهي ۽ (الله) انهن جي لاءِ ڀلو ثواب تيار ڪيو آهي. يعني جنهن ڏينهن هي پاڻها الله تعاليٰ سان ملندا ته ان جي طرفان سندن اعزازي خطاب سان سلام ڪيو ويندو يعني السلام عليڪم چيو ويندو. الله سان ملڻ واري ڏينهن مان مراد قيامت جو ڏينهن آهي بعض مفسرن ان مان مراد جنت ۾ داخل ٿيڻ وارو وقت ۽ بعض مفسرن موت جو ڏينهن مراد ورتو آهي. (١)

مسئله

هن مان معلوم ٿيو ته مسلمانن جي هڪ ٻئي سان مرحبا السلام عليڪم جي جملہ سان هجي پوءِ اها وڏي جي طرفان ننڍي لاءِ هجي يا ننڍي جي طرفان وڏي لاءِ هجي. **"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا" وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ** وَسِرَاجًا مُنِيرًا" اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙ! بلاشڪ اسان توکي شاهد، مبشر، نذير ۽ الله ڏانهن ان جي اذن سان داعي ۽ چمڪائيندڙ سج بنائي موڪليو آهي. هن آيت ۾ حضور ڀرپور عليه الصلوٰه والسلام جون خصوصي سهڻيون صفتون بيان ڪيون ويون آهن. ١: شاهد معنيٰ گواه ۽ گواه جي لاءِ ضروري آهي ته جنهن واقعي جي اهو گواهي ڏئي رهيو آهي اتي موجود به هجي ۽ ان واقعي کي پنهنجين اکين سان ڏسي مفردات ۾ علامه راغب اصفهاني لکيو آهي الشهادة والشهود الحضور مع المشاهدة اما بالبصر اوالبصيرة (٢) يعني شاهدي ۽ گواهي اها آهي جو انسان اتي موجود به هجي ۽ ان کي ڏسي به پوءِ اکين سان يا بصيرت جي نور سان. هتي هيءَ ڳالھ به غور طلب آهي ته الله تعاليٰ هي ته فرمايو "اسان توکي شاهد بنائي موڪليو آهي" پر جنهن تي شاهد بنايو آهي ان جو ذڪر نه ڪيو ويو آهي ان جو وجهه هي آهي ته جيڪڏهن ڪا هڪ شيءِ ذڪر ڪئي وڃي ها ته شاهدي ان تي محصور رهي ها هتي هن شاهديءَ جو هڪ شيءِ سان بند ڪرڻ مقصود ناهي پر ان جي وسعت جو اظهار مقصود آهي مطلب هي آهي ته حضور عليه الصلوٰه والسلام جي توحيد جاشاهد، اسلام، ان جي عقائد، ان

جي عبادات ۽ اخلاقي نظام جا، ان جي سڀني قانونن جي حقانيت جا به شاهد، اڳين پيغمبرن جي پيغام پهچائڻ جا بارگاه الٰهي ۾ شاهد ۽ پنهنجي امت جي اعمال جا به شاهد آهن. ابن المبارڪ سعيد بن مسيب کان روايت آندي آهي ته ”ڪو به اهڙو ڏينهن ناهي جنهن ۾ حضور عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ صبح ۽ شام سندن امت پيش نه ٿي ڪئي وڃي پاڻ انهن کي انهن جي نشانيءَ سان سڃاڻن ٿا پاڻ انهن تي قيامت جي ڏينهن شاهدي ڏيندا. (١) علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته ”شاهدا على الله بالوحدانية وانه لا اله غيره وعلى الناس باعمالهم يوم القيامة“ (٢) يعني پاڻ الله جي وحدانيت جا ۽ هن جا شاهد آهن ته ان کان سواءِ ڪو به عبادت جو لائق ناهي ۽ ماڻهن تي سندن عملن جا قيامت ۾ شاهد آهن. علامه صاوي عليه الرحمة لکيو آهي اي لتتقرب احوالهم وتكون مشاهد الما صدر منهم من الاعمال الحسنة والقبيحة الخ (٣) يعني اوهان جن ڏانهن موڪليا ويا آهيو انهن تي شاهد آهيو انهن جا احوال چيڪ پيا فرمايو ۽ جيڪي چڱا يا برا اعمال انهن کان صادر ٿين ٿا انهن کي مشاهدو ڪندڙ آهيو. علامه اسماعيل حقي عليه الرحمة لکيو آهي الشهادة قول صادر عن علم حصل بمشاهدة بصر او بصيرة (٤) شاهدي اهڙو قول آهي جيڪو اک سان ڏسڻ يا بصيرة جي نور سان مشاهدي ڪرڻ سان حاصل ٿيندو آهي. علامه آلوسي عليه الرحمة هن آيت جو تفسير ڪندي لکيو آهي ته ”شاهد اعلى من بعثت اليهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم“ يعني اوهان شاهد آهيو جو امت جي احوال کي چيڪ ڪيو پيا ۽ سندن اعمال کي مشاهدو فرمايو پيا. (٥) عبدا لماجد دريا بادي لکيو آهي.

مولائے روم نے تویہ پہلو لیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے مختلف مراتب و منازل سے مطلع کر رکھا ہے

در نظر بودش مقامات العباد زان سبب نامش خدا شاهد نهاد (٦)

يعني سندن نگاه ۾ ٻانهن جا مقام هئا ان جي ڪري الله تعالىٰ ان جو نالو شاهد رکيو آهي. مذڪوره حوالن مان ثابت ٿيو ته حضور عليه الصلوة والسلام جن امت جي حالات کي ڏسي رهيا آهن. ان جي ڪري شاهدي ڏيندا. ڏسڻ کان سواءِ شاهدي دنيا جي ڪورٽ ۾ به نه هلندي آهي فقہ حنفي جي مشهور ڪتاب البحر الرائق ۾ آهي

(١) المظهري ص ٣٨٦ جلد ٧ (٢) تفسير ابن ڪثير ص ٤٩٧ جلد ٣ (٣) الصاوي ص ٢٦٣-٢٦٤ جزء ٣ (٤) روح البيان ص ١٩٦ جلد ٧ (٥) ضياء القرآن ص ٨١ جلد ٤ (٦) حاشيه دريابادي ص ٥١٥

تہ ”شہادت شاہدي کان ورتل آهي ۽ مشاہدہ کنهن شيء کي اک سان ڏسي باخبر هجڻ جو نالو آهي ان جي ڪري شاہدي ڏيڻ ۾ مشاہدي سان خبر ڏيڻ جو شرط لڳايل آهي. (١) علامہ ابن الاثير لکيو آهي واصل الشهادة الاخبار بماشاهدہ وشہدہ (٢) اصل شاہدي آهي جيڪي مشاهد وڪيو اٿس ۽ اتي حاضر ٿيو آهي ان جي خبر ڏيڻ افاضات يوميه ص ٢٨١۔ جلد ٢ تي اشرف علي ٿانوي جو قول آهي تہ مشاہدہ ڪرے پغير شرعاً شہادت جائز نہيں۔ صبح نوري شرح قدوري ص ٢٨٦۔ ۾ مولوي محمد حنيف گنگوھي ديوبندي لکيو آهي تہ شہادت، گواهي ڏيڻ شريعت ۾ کنهن حال جي خبر ڏيڻ کي چوندا آهن جيڪا اٽڪل ۽ گمان سان نہ هوندي آهي بلڪ اکين سان ڏسڻ سان هوندي آهي. انهن حوالن مان بہ ثابت ٿيو تہ حضور عليه الصلوة والسلام سڀ ڪجهہ ڏسن تا تڏهن شاهد آهن.

٢: ”وَمُبَشِّرًا“ بشارت ڏيندڙ يعني جيڪو سندن دين تي ايمان آڻي، سندن ارشادات تي عمل ڪندو پاڻ ان کي ٻنهي جهانن ۾ ڪاميابيءَ جي ۽ اهل محبت کي محبوب جي ديدار جي بشارت ڏيندڙ آهن.

٣: ”وَنَذِيرًا“ يعني بي فرمانن کي جهنم جي باهه ۽ دنيا ۾ ٻرن نتيجن ملڻ کان ڊيچاريندڙ آهن.

٤: ”وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ“ ۽ الله ڏانهن ان جي اذن سان سڏيندڙ. پاڻ الله جل شانہ کي نہ مڃيندڙن کي دين حق، اسلام ڏانهن سڏيائون تہ اهو ڄڻ الله ڏانهن سڏڻ آهي.

٥: ”سِرَاجًا مُنِيرًا“ چمڪائيندڙ سج هن جملہ جي تفسير ۾ علامہ ثناء الله پاني پتي لکيو آهي تہ ”پاڻ پنهنجي پاڪ زبان سان الله تعاليٰ ڏانهن سڏيندڙ هئا ۽ قلب ۽ قالب (جسم) سان سج آهن جو مومن سندن رنگن سان رنگجن ٿا ۽ سندن انوار سان روشن ٿين ٿا“ (٣) ”وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا“ ۽ مومن کي بشارت ڏي تہ بلاشڪ انهن جي لاءِ الله جي طرفان وڏو فضل آهي وڏي فضل مان مراد بهشت آهي.

شان نزول

حضرت جابر بن عبدالله رضي الله عنه کان روايت آهي تہ جڏهن ”إِنَّا فَتَحْنَاكَ فَتْحًا مُّبِينًا“ آيتون نازل ٿيون تہ اصحابن سڳورن عرض ڪيو تہ يارسول الله ! اوهان کي تہ

(١) البحر الرائق ص ٥٥ جلد ٧ مطبوعه ايج، ايم، سعيد ڪمپني ڪراچي (٢)

النهايه ص ١٤٥ جلد ٦ (٣) المظھري ص ٣٨٧۔ جلد ٧

مباركون آهن پر اسان جي لاءِ ڇا آهي؟ پوءِ هيءَ آيت نازل ٿي. ته ”مومنن جي لاءِ بهشت آهي“ اهڙي طرح ابن جرير طبري حضرت عڪرمه ۽ حسن بصري رضي الله عنها کان به روايت آندي آهي. (١) ”وَلَا تُطِيعُ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعُ اٰذِلَّهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلٰى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا“ ۽ ڪافرن ۽ منافقن جي ڳالهه نه مڃ ۽ انهن جي اڏاڻڻ جو خيال ڇڏ ۽ الله تي توڪل ڪر ۽ الله ڪارساز ڪافي آهي مطلب ته ڪافر ۽ منافق اوهان کان دين ۾ تڏائي طلب ڪن ٿا پر اوهان انهن جو چوڻ نه مڃيو جيڪو الله جل شانہ جو امر ٿئي اهو ڪندا رهو ۽ اهي جيڪو اوهان کي گهڻو اڏاڻين ٿا ۽ ماڻهن کي اوهان کان روڪين ٿا اهو خيال دل ۾ نه رکو ۽ پنهنجن سڀني امرن ۽ احوال ۾ الله جل شانہ تي توڪل ۽ ڀروسو ڪيو ۽ جيڪو به ان تي ڀروسو ڪري ٿو ۽ دنيا ۽ آخرت ۾ ان تي توڪل ڪري ٿو الله ان جي ڪمن ٺاهڻ جي لاءِ ڪافي آهي. (٢)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ١- آيت ع ٤١- ۽ ع ٤٢- مان معلوم ٿيو ته مومنن کي الله جو ذڪر گهڻو ڪرڻ ۽ صبح ۽ شام تسبيح پڙهڻ ضروري آهي.

ع ٢- آيت ع ٤٣- مان معلوم ٿيو ته الله جل شانہ مومنن تي نهايت گهڻو مهربان آهي جو پاڻ انهن تي رحمت موڪلي ٿو ۽ ان جا ملائڪ انهن جي لاءِ رحمت جون دعائون گهرندا رهن ٿا.

ع ٣- آيت ع ٤٥- ۽ ع ٤٦- ۾ محمدي ڪمالات جو ذڪر ڪيو ويو آهي ”شَاهِدًا“ مان معلوم ٿيو ته پاڻ سڀني کي مشاهدو فرمائي رهيا آهن ۽ ”دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ“ مان واضح ٿيو ته پاڻ نه صرف الٰهي صفات ڏانهن پر ذات ڏانهن به سڏيندڙ آهن.

ع ٤- آيت ع ٧٧- مان واضح ٿيو ته سڀني ايمان وارن مان حضور عليه الصلوة والسلام تي ايمان آڻيندڙ بلند درجي وارا آهن جو انهن جي لاءِ الله جل شانہ جي طرفان خصوصي فضل ۽ مهرباني آهي.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ

اي ايمان وارا! جڏهن نڪاح ڪيو مومنياڻين سان ان کان پوءِ اوهان انهن کي طلاق ڏئي

مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ

اڳي ان کان جو هت لڳايو انهن کي پوءِ ناهي اوهان جي لاءِ انهن تي ڪا عدت جو
تَعْتَدُونَهَا فَمَتَّعُوهُنَّ وَسِرَّ حُوهُنَّ سَرَا حًا جَمِيلًا (٤٩)

ڳڻيو اوهان ان کي پوءِ انهن کي ڪجهه سامان ڏيو ۽ انهن کي سهڻي نموني ڇڏي ڏيو

تفسير

اڳين آيتن ۾ رسول الله صلي الله عليه وسلم جي ڪجهه ڪمال وارين صفتن ۽ سندن مخصوص شان جو ذڪر هو ۽ اڳتي به سندن ئي انهن خصوصيتن جو ذڪر آهي جيڪي نڪاح ۽ طلاق جي معاملات ۾ ساڻن هڪ قسم جي خصوصيت رکن ٿا ۽ عام امت جي بنسبت کين ان ۾ هڪ امتياز حاصل آهي ان کان اول تمهيد طور طلاق جي متعلق هڪ عام حڪم ذڪر ڪيو ويو آهي جيڪو سڀني مسلمانن جي لاءِ عام آهي. فرمان مبارڪ آهي. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا اي ايمان وارا! جڏهن مومنيائين سان نڪاح ڪيو ان کان بعد انهن کي هت لڳائڻ کان اڳي طلاق ڏيو ٿا ته اوهان جي لاءِ انهن تي ڪا عدت ناهي جيڪا اوهان ڳڻيو يعني نڪاح ڪرڻ کان پوءِ صحيح خلوت ۾ وهڻ کان اڳي جيڪڏهن ڪنهن وجهه جي ڪري طلاق جي نوبت اچي ته طلاق ڏنل عورت تي ڪا به عدت ناهي اها فوراً ٻيو نڪاح ڪري سگهي ٿي. آيت ۾ هت لڳائڻ مان مراد ان سان صحبت ڪرڻ آهي پوءِ اها حقيقي هجي يا حڪمي. فَمَتَّعُوهُنَّ وَسِرَّ حُوهُنَّ سَرَا حًا جَمِيلًا پوءِ انهن کي ڪجهه سامان ڏيو ۽ انهن کي سهڻي نموني ڇڏي ڏيو. ”مَتَّعُوا“ مان مراد آهي ٿورو گهڻو سامان ڏيو ۽ سهڻي نموني ڇڏڻ مان مراد آهي ته انهن کي شرافت ۽ سهڻي اخلاق سان ڇڏي ڏيو. هر مطلقه کي ڪجهه سامان ڏئي رخصت ڪرڻ مستحب ۽ مسنون آهي ۽ بعضي صورتن ۾ واجب آهي جيئن فقهه جي ڪتابن ۾ مفصل بيان ٿيل آهي.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ

اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙا! بيشڪ اسان حلال فرمايون ٿو لاءِ تنهنجون گهر واريون

الَّتِي اتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ

جيڪي ڏنو تو مهر انهن جو ۽ اهي ٻانهيون جو مالڪ ٿيو هت تنهنجو (انهن تي)

مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ

انهن مان جيڪي عنايت ڪئي الله توتي ۽ تنهنجون سوٽيون ۽ تنهنجون پٽائون

وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً

۽ تنهنجون ماروتيون ۽ تنهنجون ماسائون جن هجرت ڪئي توسان گڏ ۽ عورت مومنياڻي

إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ

جيڪڏهن بخشش ڪري ڏنائين سر پنهنجو نبي کي جيڪڏهن ارادو ڪيو نبي

أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا

هي ته نڪاح ۾ رکي ان کي اهو خاص تولاء آهي مومنن کان سواءِ تحقيق معلوم ڪيو

مَافَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

اسان اهو جيڪو فرض ڪيوسون انهن تي سندن زالن جي باري ۾ ۽ انهن ٻانهين جي باري ۾

لَكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (٥٠)

جن جا مالڪ ٿيا سڃاڻا انهن جا تانت نه هجي تولاء ڪا ڏڪيائي ۽ آهي الله بخششوار، مهربان

تُرْجَى مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤَيَّ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمِنْ ابْتِغَيْتَ

پوئتي رکين جنهن کي گهرين انهن مان ۽ جاءِ ڏين پاڻ وٽ ان کي جو گهرين ۽ جنهن کي طلب

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ

ڪيو تو انهن مان جن کان پاسو ڪيو پوءِ ناهي ڪو گناهه توتي اهو ويجهو آهي

تَقَرَّرَ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْنَهُنَّ كُلُّهُنَّ

هيءُ جو ٽرن اڪيون انهن جون ۽ نه غمگين ٿين ۽ راضي ٿين ان تي جو ڏنو تو انهن کي سڀ جو سڀ

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا (٥١) لَا يَجِلُّ لَكَ

۽ الله ڄاڻي ٿو اهو جو اوهان جي دلين ۾ آهي ۽ آهي الله ڄاڻندڙ، بردبار نه ٿيون حلال ٿين تولاءِ

النِّسَاءِ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ

عورتون بعد ۾ نه هي جو مٿئين انهن جي عوض زالون جيتوڻيڪ وڻيو توکي انهن جو حسن

إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا (٥٢)

مگر جنهن جو مالڪ ٿئين ۽ آهي الله هر شيء تي نگهبان

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضور عليه الصلوة والسلام جي خصوصيات جو ذڪر هو هتي به ان خصوصيات مان ڪجهه بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ“ اي نبي! اسان ٽولا ۽ تنهنجون اهي گهرواريون حلال ڪيون آهن جن جا تو مهر ادا ڪيا آهن. هي حڪم ظاهر ۾ ته سڀني مسلمانن جي لاءِ عام آهي پر ان ۾ حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جي لاءِ خصوصيت جو وجهه هي آهي ته هن آيت جي نزول وقت سندن نڪاح ۾ چئن کان وڌيڪ گهرواريون موجود هيون ۽ عام مسلمانن جي لاءِ هڪ وقت ۾ چئن کان وڌيڪ عورتون نڪاح ۾ رکڻ حلال نه آهن هيءَ سندن خصوصيت هئي جو سندن لاءِ هڪ وقت ۾ چئن کان مٿي زالون رکڻ حلال آهن ”الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ“ (جن جا مهر اوهان ڏنا آهن) مان مراد اها ناهي ته اهو چئن کان مٿي زالن رکڻ جي حلال هجڻ لاءِ شرط يا ڪو احترازي قيد هو بلڪ اهو واقعه جو اظهار آهي ته جيتريون به گهرواريون رسول الله صلى الله عليه وسلم جي نڪاح ۾ هيون پاڻ انهن سڀني جو مهر نقد ادا ڪيو هيائون ڪنهن جو به مهر رهيل نه هو سندن دستور هوندو هو ته جنهن به شيءِ جو ڏيڻ سندن ذمي عائد هو پاڻ اهو فوراً ادا ڪندا هئا بلا ضرورت تاخير نه ڪندا هئا هن واقعي جي اظهار سان عام مومنن کي به اها ترغيب ڏني وئي آهي. نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن پنهنجين گهروارين مان هر هڪ کي پنج پنج سو درهم مهر ڏيڻ فرمايو هو مگر حضرت بيبي ام حبيسه بنت ابي سفيان رضي الله عنها کي سندن طرفان چار سو (٤٠٠) دينار مهر نجاشي بادشاهه ڏنو هو. (١)

طلاق جي وقت متاع يعني

سامان (لباس) جو تفصيل

بدائع ۾ آهي ته طلاق جي متاع (سامان) مان مراد اهو لباس آهي جيڪو عورت گهر مان نڪرڻ وقت ضرور ڏيکيندي آهي. ان ۾ سلوار، قميص، رٿو ۽ هڪ وڏي چادر جيڪا مٿي کان پيرن تائين مٿي کي ڏيکي رکي شامل آهي ۽ اهو جڏهن ته قيمت جي لحاظ سان مختلف هوندو آهي اعلى، اوسط ۽ ادنىٰ ان جي ڪري فقيهن ان جو تفصيل لکيو آهي ته جيڪو مڙس ۽ زال اعلى گهراڻي جا آهن ته ڪپڙا اعلى قسم جا ڏنا وڃن ۽ جيڪڏهن ٻئي غريب آهن ته هلڪي طبقي جا ڏنا وڃن ۽ جيڪڏهن هڪ مالدار ۽ ٻيو غريب آهي ته وچولي طبقي جا ڏنا وڃن (١) ”وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ“ ۽ اوهان جون اهي (پانهيون) جن جا اوهان مالڪ ٿيا آهيو انهن مان جيڪي الله اوهان کي عطا ڪيون آهن. مطلب ته جن پانهين کي الله جل شانہ اوهان جي ملڪيت بنايو آهي به اوهان جي لاءِ حلال آهن هي حڪم امت جي لاءِ به آهي. پر علامه آلوسي بغدادی عليه الرحمة لکيو آهي ته جيئن حضور عليه الصلوة والسلام جي ازواج مطهرات رضي الله عنهن سان حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جي ظاهري رحلت کان پوءِ ڪنهن کي به نڪاح ڪرڻ حرام هو تيئن سندن پانهيون به ڪنهن جي لاءِ حلال نه هيون. جيئن بيبي ماريه قبضيہ رضي الله عنها جيڪا روم جي بادشاهه مقوقس کين هديه طور ڏني هئي ان جو به ڪنهن سان نڪاح ڪرڻ حلال نه هو. اشرف علي صاحب تانوي لکيو آهي ته الله تعالیٰ جي طرفان حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي هي خاص اختيار مليل هو ته جنگ مان هٿ آيل غنيمت جي مال کي ورهائڻ کان اڳي پاڻ ان مان ڪنهن شيءِ کي پنهنجي لاءِ منتخب ڪن ۽ اها سندن خاص ملڪيت ٿي ويندي هئي ۽ ان خاص شيءِ کي صفي النبي (صلى الله عليه وسلم) چيو ويندو هو جيئن غزوه خيبر ۾ پاڻ ام المومنين صفيه رضي الله عنها کي پنهنجي لاءِ مخصوص فرمايو هيائون ۽ کين اهو به اختيار هو ته جيڪڏهن غير مسلمانن جي ملڪ مان ڪو غير مسلمان حاڪم ڪا شيءِ امير المومنين جي نالي موڪلي ٿو ته اها شيءِ ان جي ملڪيت نه رهندي پر بيت المال ۾ جمع ڪئي ويندي مگر جيڪڏهن ڪنهن غير مسلمان حاڪم حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي لاءِ ڪا شيءِ موڪلي ته اها سندن ئي ملڪيت ٿيندي هئي جيئن هن کان اڳ حضرت ماريه قبضيہ رضي

الله عنها جو بيان ڪيو ويو (١) ”وَبَنَّتْ عَمَّكَ وَبَنَّتْ عَمَّتِكَ وَبَنَّتْ خَالَكَ وَبَنَّتْ خَلَّتِكَ النَّبِيُّ هَاجَرَن مَعَكَ“ ۽ اوهان جون سوتليون ۽ اوهان جون پڦاڻيون ۽ اوهان جون ماروڻيون ۽ اوهان جون ماساڻيون جن اوهان سان گڏ هجرت ڪئي آهي. مطلب ته اوهان جي لاءِ انهن رشتيدار عورتن سان نڪاح ڪرڻ جائز آهي ۽ انهن سان نڪاح جو حڪم سڀني مسلمانن جي لاءِ به ساڳيو آهي پر انهن حضور عليه الصلوة والسلام جن سان گڏ هجرت ڪئي هجي اها خصوصيت صرف سندن ذات لاءِ آهي پاڻ مذڪوره رشتيدار عورتن مان صرف انهن سان نڪاح ڪري سگهيا ٿي جن هجرت ڪئي هئي. سيده ام هاني رضي الله عنها فرمايو ته مون سان سندن نڪاح صرف ان جي ڪري جائز نه هو جو مون هجرت نه ڪئي هئي. (٢) ”وَأَمْرًا مُؤْمِنَةً أَنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ“ ۽ مومن عورت جيڪڏهن ارادو ڪيو ته پنهنجو وجود نبي جي لاءِ بخشش ڪري ڏي جيڪڏهن نبي ان سان نڪاح ڪرڻ جو ارادو فرمائي. هي مومن ڪان سواءِ اوهان جي لاءِ خاص آهي مطلب ته جيڪڏهن ڪا مسلمان عورت پنهنجو پاڻ بخشش ڪري اوهان کي ڏي ۽ مهر نه وٺي جيڪڏهن اوهان ان سان نڪاح ڪرڻ گهرو ته اوهان جي لاءِ اها مهر ڪان سواءِ به حلال آهي پر اوهان مومن امتين کي مهر ڏيڻ ضروري آهي جيڪڏهن اهي مهر جو ذڪر نه ڪن يا چون ته نه ڏينداسون يا نه وٺنداسون ته ان چوڻ کي لغو سمجهبو مهر لازم آهي ڏيڻو پوندو. نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي پنهنجو سر هبه طور ڏيڻ واري ڪير هئي؟ ان ۾ سيرت نگارن جا مختلف قول آهن ميمونه بنت الحارث يا خولة بنت حڪيم يا ام شريك ان پنهنجو وجود مهر ڪان سواءِ نڪاح لاءِ پيش ڪيو پر ان کي سندن صحبت جو موقعو نه مليو ۽ سيده زينب بنت خزيمة رضي الله عنها به مهر ڪان سواءِ پنهنجو وجود نڪاح ۾ ڏنو ۽ اها اڻ مهينا سندن صحبت ۾ رهي ان کان پوءِ سن ٤ هجري ربيع الآخر مهيني ۾ رحلت ڪيائين. (٣) ”قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ أَرْوَاحِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونُ عَلَيْكَ حَرْجٌ مِّنْ آسَافٍ“ ان جو چڱي طرح علم رکون ٿا جيڪو اسان انهن تي سندن زالن ۽ سندن ٻانهين جي باري ۾ مقرر ڪيو آهي تانت اوهان تي ڪا ڏڪيائي نه هجي. ”وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا“ ۽ الله بخششوار، مهربان آهي. جيڪو ڏڪيا ڪم اسان ڪري ٿو ڏي. ”تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ“ جنهن کي گهرين پري رکين ۽ جنهن کي گهرين پاڻ سان رکين. مفسرن جو هن آيت جي مطلب ۽ مراد ۾ اختلاف آهي پر مشهور قول اهو آهي ته هن آيت سان الله

جل شانہ پنهنجي حبيب عليه الصلوة والسلام جن کي اختيار ڏنو آهي ته اڳ ۾ اوهان جي مٿان گهروارين ۾ برابري ڪرڻ واجب هئي هاڻي اوهان جي مرضيءَ تي منحصر آهي جنهن کي پاڻ وٽ رهايو جنهن کي پاڻ کان پري رکيو (١) پر ان اختيار هوندي به پاڻ پنهنجي ازواج مطهرات ۾ عدل، انصاف ۽ برابري رکندا هئا تانت ماڻهو ان تي عمل ڪن (٢) ”وَمَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ“ جنهن کي اوهان انهن مان طلب ڪيو جن کان پاسو ڪيو هئو ته اوهان تي ڪو گناهه ناهي مطلب ته اوهان جنهن گهرواريءَ کان هڪ ڀيرو پاسو ڪيو ان کي پري رکيو هاڻي جيڪڏهن اوهان جي دل گهري وري ان کي پاڻ وٽ رکيو ته اوهان جو اختيار آهي ان ۾ اوهان تي ڪو به گناهه ناهي (٣) ”ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ تَقْرَءَ أَعْيُنَهُنَّ وَلَا تَحْزَنَ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ“ اهو هن کي ويجهو آهي ته انهن جون اکيون ٺرن ۽ غمگين نه ٿين ۽ جيڪي اوهان انهن کي ڏنو آهي ان تي سڀ جو سڀ راضي ٿين. مطلب ته اوهان کي انهيءَ اختيار ڏيڻ ۾ انهن جو فائدو آهي جو هونءَ ريس ڪنديون هيون ۽ هاڻي اوهان جو اختيار ڏسي کين جيڪو ڪجهه مليو ان تي راضي رهنديون سندن اکيون ٺرنديون ۽ ڪو به غم نه ڪنديون.

”وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ“ ۽ جيڪو ڪجهه اوهان جي دلين ۾ آهي الله ڄاڻي ٿو ۽ الله ڄاڻندڙ، بردبار آهي. مطلب ته الله جل شانہ کي ان ڳالهه جو علم آهي ته اوهان جي دلين ۾ عورتن ڏانهن لاڙو آهي پر الله جل شانہ پنهنجي حبيب عليه الصلوة والسلام کي سندس راضي ڪرڻ جي لاءِ اهو اختيار ڏنو آهي ۽ الله پنهنجي خلق کي ڄاڻندڙ ۽ بردبار آهي جو انهن کي تڪڙو عذاب نه ٿو ڪري ۽ ان جي ڪري اهو ئي هن جو لائق آهي ته ان کان ڊڄڻ گهرجي (٤) ”لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ“ اوهان جي لاءِ ان کان پوءِ عورتون حلال ناهن ۽ نه هي جو اوهان انهن جي عوض زالون بدلايو جيتوڻيڪ اوهان کي انهن جو حسن وڻي.

شان نزول

جڏهن الله جل شانہ امهات المومنين رضي الله عنهن کي اجازت ڏني ته اهي مرضيءَ واريون آهن وڻين ته مسڪيني ۽ غريبي حال ۾ حضور عليه الصلوة والسلام سان گڏ رهن ۽ وڻين ته جدا ٿي وڃن پر انهن سڀني دنياوي آسائشن ۽ سينگار کي

(١) المظهر ص ٣٩٨ جلد ٧ (٢) نورالعرفان ص ٦٧٧ (٣) خازن ص ٧٧٤ جلد ٣

(٤) المظهر ص ٤٠٠ جلد ٧

ٺڪرائي عسرت ۽ تنگيءَ جي حالت ۾ بہ ڪا شانهہ نبوت ۾ رھڻ خوشيءَ سان قبول فرمايائون. الله جل شانہہ کي سندس اھو ايثار گھڻو پسند آيو ۽ پنھنجي محبوب عليہ الصلوٰۃ والسلام کي فرمايائين تہ ھاڻي ڪا بہ شادي نہ ڪجو ۽ پاڻ ان کان پوءِ ڪنھن بہ ٻي آزاد عورت سان نڪاح نہ ڪيائون. (۱) **اَلَا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا كَانَتْ اِهِي (پانهيون جائز آھن) جن جا اوهان مالڪ آھيو اھي پاڻ وٽ رکي سگھو ٿا. ”وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا“ ۽ الله ھر شيءِ جو نگهبان آھي جيڪو اوهان جي اعمال کي ڄاڻي ٿو انھن تي نگهبان آھي ان جي ڪري ان کان ڊڄندي ان جي مقرر ڪيل حدود کان تجاوز نہ ڪرڻ کپي. (۲)**

فائدو

مذڪوره آيتن مان ھي فائدو ذھن نشين ٿين ٿا.

ع۱- آيت ع۵۰ مان واضح ٿيو تہ الله جل شانہہ جو پنھنجي نبي عليہ الصلوٰۃ والسلام سان خصوصي ڪرم آھي جو کين چئن کان وڌيڪ گھرواريون رکڻ جي اجازت عنايت ڪيائين ۽ کين اھا بہ اجازت عطا ڪيائين تہ جيڪڏھن ڪا عورت پنھنجو وجود کين بخشش ڪري ڏي تہ ان سان مهر کان سواءِ بہ نڪاح ڪري سگھن ٿا ۽ مومنن لاءِ مهر لازم آھي مهر کان سواءِ شادي نہ ڪندا.

ع۲- آيت ع۵۱ مان واضح ٿيو تہ الله جل شانہہ پنھنجي حبيب عليہ الصلوٰۃ والسلام جن کي ازواج مطھرات ۾ برابري ڪرڻ لاءِ بہ ذميدار نہ بنايو کين اختيار ڏنو تہ جنھن بہ اھليہ کي ويجهو رڪن يا پري رڪن مرضيءَ وارا آھن.

ع۳- آيت ع۵۲ مان اھا وضاحت ملي تہ ھن آيت جي نزول وقت جيڪي گھرواريون حضور عليہ الصلوٰۃ والسلام جن کي ھيون انھن کان سواءِ ٻي ڪا بہ نڪاح ۾ نہ رکندا ۽ پانهيون رکڻ جي کين اجازت ھئي.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

اي ايمان وارا! نہ داخل ٿيو نبي جي گھر ۾ مگر (ان وقت جو) موڪل ڏني وڃي اوهان کي

إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَظَرٍ إِنَّهُ لَا وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا

ڪاڌي لاءِ نہ انتظار ڪندڙ ان جي تيار ٿيڻ جو ۽ پر جڏھن سڏ ڪيا وڃو پوءِ داخل ٿيو

(۱) المظھري ص ۳۹۸- جلد ۷ (۲) نورالعرفان ص ۶۷۷- (۳) خازن ص ۴۷۴- جلد ۳

(۴) المظھري ص ۴۰۰- جلد ۷

فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ

پوءِ جڏهن کادو کائي ويهو ته پوءِ منتشر ٿي وڃو ۽ نه (ويهو) ڳالهين ۾ دل وندرائيندڙ

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مَنكُم مِّنْكُمْ

بلاشڪ اهي (ڳالهيون) ايڏائينديون آهن نبي کي پوءِ حياء ڪري ٿو اوهان کان

وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا

۽ الله نه ٿو حياء ڪري حق چوڻ کان ۽ جڏهن گهرو انهن کان ڪو سامان

فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ

پوءِ گهرو انهن کان پردي کان پويان اهو وڌيڪ پاڪ آهي اوهان جي دليين

وَقُلُوبُهُنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ

۽ انهن جي دليين لاءِ نه ٿو جڳائي اوهان کي هي ته ايڏايو الله جي رسول کي

وَلَا أَنْ تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ

۽ نه هي ته نڪاح ڪيو ان جي گهروارين سان ان کان پوءِ هميشه بلاشڪ اهو

عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا (٥٣) إِنْ تُبْذُوا شَيْئًا أَوْ تَخْفَوْهُ فَإِنَّ

الله وٽ وڏو (گناه) آهي جيڪڏهن ظاهر چوندو ڪا شيءِ يا لڪائيندو ان کي پوءِ بلاشڪ

اللَّهُ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (٥٤) لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ

الله هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي ناهي ڪو گناه انهن تي سندن پيڙن سان

وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا آبَنَاءَ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءَ

۽ پنهنجن پٽن سان ۽ نه پنهنجن ڀائرن سان ۽ نه ڀائين سان ۽ نه پنهنجن

أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ

ڀائين سان ۽ پاڻ جهڙين عورتن سان ۽ نڪي جن جا سندن هٿ مالڪ ٿيا آهن

وَاتَّقِينَ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (٥٥)

۽ الله کان ڊڄو بلاشڪ الله هر شيءِ تي حاضر آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي خطاب سان نوازيو ويو ۽ هتان کان سندن امتين کي خطاب سان نوازيندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرٍ إِنَّهُ لَا“ اي ايمان وارا! نبي جي گهرن ۾ داخل نه ٿيو مگر هي جو اوهان کي طعام (کائڻ جي لاءِ) موڪل ڏني وڃي ان حال ۾ جو ان جي تيار ٿيڻ جو انتظار ڪندڙ نه هجو.

شان نزول

مفسرن سڳورن لکيو آهي ته آيت تڏهن نازل ٿي جڏهن حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن سیده زينب بنت جحش رضي الله عنها سان شادي ڪرڻ فرمائي ۽ دعوت طعام ۾ شريڪ ٿيندڙن اصحابن سڳورن مان ڪي گهڻي دير تائين ويهي رهيا تڏهن الله جل شانہ هي آيت نازل ڪري حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي حوالي مبارڪ ۽ دربار اقدس جا آداب سيکاريو. (۱) مطلب ته جيستائين نبي ڪري عليه الصلوة والسلام جن اجازت نه ڏين تيستائين اوهان کي سندن پاڪ گهرن ۾ داخل ٿيڻ قطعي طور منع ۽ حرام آهي ۽ جڏهن اجازت ملي ته پوءِ داخل ٿي سگهو ٿا ۽ اهو به ايتري وقت لاءِ جو صرف کائڻ وٺو ۽ ان کان بعد هڪدم اتي هليا وڃو ائين نه ٿئي جو اتي ويهي ڪچهريون ڪيو ۽ اوهان جي گهڻي دير تائين ويهڻ جي ڪري کين تڪليف محسوس ٿي ”إِنَّهُ“ لفظ جي تحقيق ڪندي مفسرن لکيو آهي ته انا غني وانگر مصدر آهي معنيٰ پڇڻ، کائڻ جي لائق ٿيڻ بعض ماڻهن جو معمول هوندو هو ته جڏهن حضور عليه الصلوة والسلام جن جي حجره شريفه مان دونهون نڪرندي ڏسندا هئا ته ٻاهران اچي ان انتظار ۾ وهندا هئا ته هاڻي کائڻ وٺي ٿيندو ۽ اسان کي به کائڻ جي لاءِ سڏيو ويندو. هن آيت ۾ بي دعوت وڃڻ کان روڪيو ويو آهي (۲) ”وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ“ ۽ پر جڏهن سڏيا وڃو ته پوءِ (گهرن مبارڪن ۾) داخل ٿيو جڏهن کائڻ وٺي فارغ ٿيو ته اتي هليا وڃو ۽ نه ڳالهين لاءِ ورونه ڪندڙ ٿي (ويهو) يعني کائڻ کان فارغ ٿي پنهنجو پنهنجو رستو وٺي هليا وڃو اتي گهر ۾ ويهي ڪچهري نه ڪيو ”إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذَىٰ“

النَّبِيِّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ذَوَاللَّهِ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ اَهُوَ اَوْ هَانُ جَو وَيَهْثُ نَبِي كِي اِيْذَائِي تَو
 پوءِ اوهان کان حياءَ ڪري توه الله حق چوڻ کان حياءَ نه توه ڪري يعني پاڻ حياءَ جي
 ڪري اوهان کي اتي وڃڻ لاءِ ڪونه توه چوي مگر اوهان جو اتي ويهي ڪچهري
 ڪرڻ ان کي اِيْذَائِي توه. ۽ الله حق چوڻ ۾ حياءَ نه توه ڪري اهو اوهان جي اصلاح لاءِ
 اوهان کي هدايت ڪري توه اوهان کاڌي کائڻ کان پوءِ اتي نه ويهو هڪدم اتي هليا
 وڃو. وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذِي جَدِّهِنَّ انهن کان ڪو سامان
 گهرو ته پردي کان پويان گهرو يعني ازواج مطهرات کان جيڪڏهن ڪا شي گهرو ته
 به پردي جو لحاظ رکندي پردي کان پويان گهرو بخاري، ابن جرير، ابن مردويه
 حضرت انس رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته حضور عليه الصلوة والسلام جن
 جي خدمت ۾ حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه عرض ڪيو ته يارسول الله! اوهان
 جي خدمت ۾ نيڪ، فاجر هر قسم جا ماڻهو اچن ٿا جيڪڏهن اوهان مومنن جي
 مائرن (پنهنجين گهروارين) کي پردي جو حڪم ڪيو (ته تمام ڀلو) پوءِ الله جل
 شانه حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي زينب بنت جحش سان نڪاح
 ڪرڻ جي وليمي واري ڏينهن سنه ٥ هجري ذوالقعدة مهيني ۾ اها آيت نازل فرمائي ۽
 اها آيت انهن مان آهي جيڪي حضرت عمر رضي الله عنه جي عرض مطابق نازل ٿيون
 هيون. (١) ذَالِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ اهو اوهان جي دلين ۽ انهن جي دلين لاءِ
 وڌيڪ پاڪ صاف آهي مطلب ته موڪل وٺي اچڻ، ڪچهريءَ لاءِ نه وهڻ ۽ پردي جي
 پويان ڪا به شيءِ گهرڻ اوهان ۽ ازواج مطهرات ٻنهي ڌرين جي لاءِ وڌيڪ پاڪ
 صاف آهي ماڻهو شيطاني وسوسن کان بچي پوندو. اڪيون دل جو قاصد آهن ۽ جڏهن
 اک ڪا شيءِ نه ڏسندي ته دل ۾ وسوسو به نه پوندو. وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ
اللَّهِ ۽ اوهان کي اجازت ناهي ته الله جي رسول کي ايڏايو. يعني اهڙو ڪو به ڪم نه
 ڪيو جنهن سان سندن ذات عالي صفات کي ڏک پهچي وَلَا تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ
أَبْدًا ۽ ان کان بعد هميشه جي لاءِ ان جي گهروارين سان نڪاح نه ڪيو يعني
 جيڪڏهن رسول الله صلى الله عليه وسلم جن دنيا تان رحلت فرمائي وڃن يا ڪنهن
 نڪاح ڪيل کي طلاق ڏين ته اوهان کي سندن عزت ۽ شان جو احساس ڪندي
 ڪڏهن به سندن گهروارين سان نڪاح ڪرڻ جي اجازت ناهي ان ۾ ان جي عظمت ۽
 جلال جو اظهار آهي ۽ سندن ازواج مطهرات مومنن جون مائرون آهن ته ماءُ سان
 نڪاح لاءِ ڪيئن سوچيو. إِنَّ ذَالِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا بلاشڪ اهو الله وٽ وڏو

آهي. يعني کين ايذاء ڏئي سندن گهروارين سان نڪاح ڪرڻ وڌي حيرت ۾ وجهڻ جهڙي ڳالهه ۽ الله وٽ عجب جهڙي ڳالهه آهي. هنن لفظن ۾ شديد وعيد ۽ عظيم تهديد ۽ تنبيهه آهي ”اَنْ تُبَدُّوا شَيْئًا اَوْ تُخَفَّوْهُ فَاِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا“ جيڪڏهن ڪا شيءِ اوهان ظاهر ڪندو يا ان کي لڪائيندو ته پوءِ بلاشڪ الله هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي يعني جيڪي ڪجهه اوهان کان ظاهر ٿئي ٿو يا اوهان جي سينن ۾ راز طور رکيل آهي الله جل شانہ سڀ ڪجهه ڄاڻي ٿو ان کان ڪجهه به لڪل ناهي ۽ هي ڪلام بظاهر کڻي عام آهي پر ان جي احڪام جو خصوصي تعلق ازواج مطهرات رضي الله عنهن سان آهي ”لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي اَبْنَائِهِنَّ وَلَا اَبْنَائِهِنَّ وَلَا اِخْوَانِهِنَّ وَلَا اَبْنَاءَ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا“ انهن تي سندس پيئرن ۽ سندن پٽن ۽ سندن ڀائرن ۽ سندن ڀائٽين ۽ سندن ڀائڻجن ۽ هڪ جهڙين عورتن ۽ ملڪيت ڪيل ٻانهين ۾ ڪو گناهه ناهي ۽ الله کان ڊڄو يقيناً الله هر شيءِ تي حاضر آهي.

شان نزول

روايت ۾ آهي ته جڏهن حجاب واري آيت نازل ٿي ته ازواج مطهرات رضي الله عنهن جي پيئرن ۽ پٽن وغيره عرض ڪيو ته ڇا اسين به پردي کان پويان ڳالهايون؟ تڏهن هيءَ آيت نازل ٿي جنهن ۾ ٻڌايو ويو ته اهي هنن هنن قريبن سان پردي کان سواءِ به ڳالهائي سگهن ٿيون (۱) ان کان بعد ازواج مطهرات رضي الله عنهن کي خصوصي خطاب سان حڪم ڪيو ويو ته اوهان جي هر حال کان الله باخبر ۽ اوهان جي مٿان حاضر آهي ان کان ڊڄنديون رهو اوهان جو ظاهر باطن ٻئي صاف آهن ۽ صاف رهن.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

ع ۱- آيت ع ۵۰ ”اَتَيْتَ اُجُورَهُنَّ“ مان واضح ٿيو ته نڪاح ۾ مهر مقرر ڪرڻ ضروري آهي افضل آهي ته ان وقت ڏنو وڃي پر جيڪڏهن نه مهر مقرر ڪيو ويو ۽ نه ڏنو ويو ته نڪاح درست ٿي ويندو ۽ مهر مثل ڏيڻو پوندو.

ع ۲- ان ئي آيت جي لفظ ”وَأَمْرًا مُّؤْمِنَةً“ (۽ ايمان واري عورت) مان واضح ٿيو ته حضور پاڪ عليه الصلوٰة والسلام جي خصوصيات مان هي به آهي ته کين ڪنهن يهوديه يا عيسائيه عورت سان نڪاح ڪرڻ جائز نه هو.

ع ٣- اهو به معلوم ٿيو ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن تي هن آيت جي نازل ٿيڻ کان پوءِ نه مهر لازم هو ۽ نه تقسيم ۾ برابري ڪرڻ.

ع ٤- آيت ع ٥٣- جي شروعات کان معلوم ٿيو ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي حويلي مبارڪ ۾ اجازت کان سواءِ ڪي ڪي ملائڪا به نه ويندا هئا حضرت عزرائيل سڳورو به موڪل وٺي پوءِ داخل ٿيو هو انهن پاڪ گهرن جي عظمت عرش کان به نرالي آهي ۽ هاڻي سندن قبر انور جو اهو حصو جيڪو جسم شريف سان مليل آهي ڪعبه معظمه ۽ عرش معلیٰ کان به افضل آهي. (١)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

بيشڪ الله ۽ ان جا ملائڪا درود موڪلين ٿا نبي تي اي ايمان وارا!

صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (٥٦)

درود موڪليو ان تي ۽ سلام موڪليو گهڻو سلام

تفسير

اڳين آيتن ۾ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جو خلوت جي حالات ۾ ادب ۽ احترام ڪرڻ بيان ڪيو ويو ۽ هتي سندن ملا اعليٰ ۾ هجڻ وارو احترام ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ بلاشڪ الله ۽ ان جا ملائڪا نبي (عليه الصلوة والسلام) تي درود موڪلين ٿا. الله جل شانہ جي درود موڪلڻ مان مراد آهي رحمتون موڪلڻ ۽ ملائڪن جي درود مان مراد آهي ان لاءِ دعا گهرڻ الله جل شانہ پنهنجن ٻانهن کي ٻڌايو ته منهنجي محبوب نبي (عليه الصلوة والسلام) جي ملا اعليٰ، ملائڪن سڳورن ۾ به ٿنا هلندي آهي ۽ ملائڪا سندن جي لاءِ دعائون گهرندا رهندا آهن. (٢) ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ اي ايمان وارا! اوهان به ان تي درود موڪليو ۽ گهڻو سلام پڙهو ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته هن آيت مبارڪه ۾ اسان کي حضور عليه الصلوة والسلام جن تي صلوة وسلام عرض ڪرڻ جو حڪم ڪيو ويو آهي ۽ ان جي فضائل ۾ ڪيتريون حديثون آيل آهن انهن مان ڪجهه هتي لکجن ٿيون تانت قارئین ڪرام جي دل ۾ ان جو وڌيڪ شوق پيدا ٿئي.

دور د شريف جي لاءِ

نبوي ارشادات

ع ۱- امام بخاري الادب المفرد ۾ حضرت انس ؓ مالڪ بن اوس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”مون وٽ جبريل آيو پوءِ چيائين ته جنهن اوهان تي هڪ ڀيرو درود پڙهيو الله ان تي ڏهه درود موڪليندو ۽ ان جا ڏهه درجا بلند ڪندو.“

ع ۲- مسلم، احمد، ابو داؤد، ترمذي، نسائي ۽ ابن حبان حضرت ابو هريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا“ جنهن مون تي هڪ ڀيرو درود پڙهيو الله ان تي ڏهه ڀيرا رحمت موڪليندو. (۱)

ع ۳- ابو مسعود انصاري رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”مَنْ صَلَّى صَلَوةً لَمْ يُصَلِّ فِيهَا عَلَيَّ وَلَا عَلَى أَهْلِ بَيْتِي لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ“ (۲) جنهن اهڙي نماز پڙهي جنهن ۾ نه مون تي درود پڙهيائين ۽ نه منهنجي اهل بيت تي ته ان جي اها (نماز) قبول نه ڪئي ويندي.

دور د پڙهڻ جو حڪم

مفسرن پلارن لکيو آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام تي مطلقاً درود پڙهڻ واجب آهي ڇو ته امر اصل ۾ وجوب لاءِ آهي ۽ جيڪڏهن ڪنهن مجلس ۾ سندن نالو مبارڪ ورتو وڃي ته هڪ ڀيرو درود پڙهڻ ته واجب آهي باقي هر هر پڙهڻ ان ئي مجلس ۾ واجب ناهي مستحب آهي ۽ بعض علماء جو قول آهي ته جڏهن به سندن ذڪر ڪيو وڃي ته درود پڙهڻ واجب آهي.

ڪهڙي وقت ۽ ڪٿي ڪٿي

دور د پڙهجي

علماء گرام لکيو آهي ته: هنن وقتن ۾ درود پڙهڻ گهرجي ۱: بانگ ٻڌڻ کان پوءِ ۲: مسجد ۾ داخل ٿيڻ وقت ۳: نماز ۾ ۴: نماز جنازه ۾ ٻئي تڪبير کان پوءِ ۵: دعاءِ قنوت پڙهڻ کان پوءِ ۶: دعا گهري پوري ڪرڻ کان پوءِ ۷: جمعه جي ڏينهن ۽ جمعه جي رات ۸: جمعه جي خطبه ۾ ۹: سندن مزار پرانوار جي زيارت ڪرڻ

وقت ١٠: ڪتاب ۾ سندن اسم گرامي لکڻ وقت (١) حضرت سفيان بن عيينه خلف کان روايت آندي آهي ته هڪ طالب علم منهنجو دوست هو اهو وفات ڪري ويو مون ان کي خواب ۾ ڏٺو ته سبز پوشاڪ ڍڪي تمام گهڻو خوش خورم (بهشت ۾) گهمي رهيو هو پڇيو مانس ته تون اهو منهنجو ساٿي ته ناهين؟ ان چيو ته هاڻو مان اهو ئي آهيان چيو مانس ته ڪهڙو نه سهڻو حال اٿئي ان چيو ته منهنجي عادت هوندي هئي ته جتي محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم جو نالو مبارڪ لکندو هوس اتي درود شريف به لکندو هوس ان جي بدلي ۾ مون کي الله هن نعمت سان نوازيو آهي حضرت عبدالله بن حڪم فرمايو ته مون حضرت امام شافعي عليه الرحمة کي خواب ۾ ڏٺو ۽ کانئس پڇيو ته الله تعاليٰ اوهان سان ڪهڙو سلوڪ فرمايو؟ پاڻ ٻڌايائين ته الله تعاليٰ مون کي مغفرت عطا ڪري گهٽ وانگر سينگاري بهشت ۾ موڪليو ۽ مون تي بهشت جا گل ائين ڇٽرايا جيئن ڪنهن گهٽ تي ڇٽرايا ويندا آهن مون کانئس پڇيو ته اهو ڪرم ڪهڙي عمل جي ڪري ڪيائين؟ ٻڌايائين ته ”مون پنهنجي ڪتاب ”الرسالة“ ۾ جيڪو درود شريف لکيو آهي اهو سڀ ان جو اجر آهي عبدالله بن حڪم چيو ته مون حضرت امام شافعي عليه الرحمة کان پڇيو ته اهو خاص درود ڪهڙو آهي جيڪو اوهان لکيو هو؟ ته پاڻ فرمايائين اهو درود هي آهي ”وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَفَلُونَ“ مان ننڊ مان سجاڳ ٿيس ۽ ڪتاب ”الرسالة“ کولي ڏنم ته واقعي اهو ئي درود شريف لکيل هو. (٢)

فائدا

- ١- مذڪوره آيت مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.
- ٢- درود شريف نهايت ڀلو عمل آهي جو الله جل شانہ ان جي پاڻ ڏانهن ۽ پنهنجي ملائڪن ڏانهن گڏي نسبت ڪئي آهي.
- ٣- اهو به معلوم ٿيو ته حضرت حبيب پاڪ عليه الصلوة والسلام جن تي سمورا ملائڪ هميشه ڪنهن وقت جي تخصيص کان سواءِ درود شريف موڪلين ٿا.
- ٤- اهو به معلوم ٿيو ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن تي دور درود موڪلڻ اسان جي دعا سان ٻڌل ناهي جڏهن اڃان ڪجهه نه ٺهيو هو تڏهن به الله جل شانہ پنهنجي محبوب عليه الصلوة والسلام تي دور درود موڪلي رهيو هو.
- ٥- اهو به معلوم ٿيو ته حضور عليه الصلوة والسلام زنده آهن جو مٿن درود ۽ سلام پڙهجي ٿو ۽ پاڻ ان سلام جو جواب ڏين ٿا جيئن صحيح حديثن مان ثابت آهي.
- (١) محاسن التاويل ص ٢٠٢ - سورة الاحزاب جلد ٨ (٢) ضياء القرآن ص ٩٢-٩٣ - جلد ٤

مسئله

سڄي عمر ۾ هڪ ڀيرو درود پڙهڻ فرض آهي. جنهن مجلس ۾ سندن بار بار ذڪر ٿئي ٿو ان ۾ هڪ ڀيرو درود پڙهڻ واجب آهي نماز ۾ ”التحيات“ کان پوءِ درود شريف پڙهڻ سنت آهي ۽ هميشه پڙهڻ مستحب آهي درود پڙهندڙ جي حق ۾ ملائڪ رحمت جي دعا ڪندا رهندا آهن. (١)

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ

بیشڪ اهي شخص جيڪي ايذاء ڏين ٿا الله ۽ ان جي رسول کي لعنت ڪئي انهن تي الله في الدنيا والآخرة وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا (٥٧) وَالَّذِينَ

دنيا ۽ آخرت ۾ ۽ تيار ڪيائين انهن جي لاءِ عذاب خوار ڪندڙ ۽ اهي شخص جيڪي

يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ

ايذاء ڏين ٿا مومنن ۽ مومنيائين کي ان کان سواءِ جو ڪيائون پوءِ تحقيق

اِحْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (٥٨)

ڪيائون بهتان (جو بار) ۽ ڪليل گناه

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ ارشاد فرمايو ته نبي پاڪ عليه الصلوٰة والسلام جن جو سندن پاڪ گهرن ۾ ۽ گهرن کان ٻاهر احترام ۽ ادب ڪيو ۽ هتي سندن دل آڙاري ڪندڙن جي سزا جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا“ بلاشڪ جيڪي شخص الله ۽ ان جي رسول کي ايذاء ڏين ٿا الله انهن تي دنيا ۽ آخرت ۾ لعنت ڪئي ۽ انهن جي لاءِ خوار ڪندڙ عذاب تيار ڪيو اٿس حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته: اهي يهودي، نصاريٰ ۽ مشرڪ آهن يهودين چيو ته (حضرت) عزيز الله جو پٽ آهي ۽ الله جو هٿ ٻڌل آهي ۽ الله فقير آهي ۽ اسين غني آهيون ۽ نصارن چيو ته (حضرت) عيسىٰ الله جو پٽ ۽ ٽن الهن ۾ ٽيون آهي ۽ مشرڪن چيو ته ملائڪ الله جون ڌيئرون ۽ بت ان جا

شريڪ آهن ۽ هڪ قول مطابق ”يُؤَدُّونَ اللهَ“ جي معنيٰ يودون اولياءِ الله، الله جي وليم کي ايدائن ٿا جيئن حضور عليه الصلوة والسلام جن جو فرمان آهي ”مَنْ آذَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتَهُ بِالْحَرْبِ“ جنهن منهنجي ولي کي ايدايومان ان سان جنگ جو اعلان ٿو ڪيان ۽ رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جو ايداء اهو هو جو سندن پاڪ منهن مبارڪ کي زخمي ڪيو ويو ۽ سندن ڏند مبارڪ شهيد ڪيا ويا ۽ کين ساحر، شاعر، مجنون وغيره سڏيو ويو (١) ”وَالَّذِينَ يُؤَدُّونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُهُمْ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا“ ۽ جيڪي مومنن ۽ مومنيائين کي ڪنهن ڏوهه جي ڪرڻ کان سواءِ ايدائن ٿا اهي بهتان ۽ کليل گناهه ڪنن ٿا يعني اهل ايمان مردن ۽ عورتن کي انهن جي ڪنهن قصور کان سواءِ ايدائن وارا وڏو گناهه ٿا ڪنن جنهن جي سزا کين ملندي.

فائدو

مذڪوره آيت مان واضح ٿيو ته جنهن ڪم کان حضور عليه الصلوة والسلام کي ايداء پهچي اهو حرام آهي جيتوڻيڪ ظاهر ۾ اها عبادت نه رهي لهندا جيڪڏهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي ڪنهن نماز سان ڪا ڏڪيائي ٿي پهچي ته اها نماز ڇڏي سندن رضا حاصل ڪجي ان جي ڪري حضرت علي رضي الله عنه جو خير ۾ عصر نماز کي حضرت حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام جي آرام تي قربان ڪرڻ اعلى عبادت قرار ڏنل آهي ۽ کين ايداء ڏيڻ هي به آهي جو سندن فعل کي هلڪي نگاهه سان ڏٺو وڃي يا ان تي ڪنهن قسم جو طعن ڪيو وڃي يا سندن ذڪر خير کان روڪيو وڃي يا مٿن ڪو عيب لڳايو وڃي اهڙي قسم جا ماڻهو دنيا ۽ آخرت ۾ لعنت جا مستحق آهن.

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ

اي (غيب جون) خبرون ڏيندڙ! فرماء پنهنجين گهروارين کي ۽ پنهنجين ڌيئرن کي

وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيزِهِنَّ ذَٰلِكَ

۽ مومنن جي زالن کي ته وجهن پنهنجي مٿان چادرون پنهنجون اهو

أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفَنَّ فَلَا يُوَدَّذِينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ ۝

وڌيڪ ويجهو آهي ته سڃاتيون وڃن پوءِ نه ايڏايون وڃن ۽ الله
غَفُورًا رَحِيمًا (٥٩) لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم

بخشڻهار، مهربان آهي البت جيڪڏهن نه رڪنجا منافق ۽ اهي جن جي دليين ۾
مَرَضٌ ۖ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ

بيماري آهي ۽ ڪوڙيون ڳالهيون پکيڙيندڙ مدينه ۾ ته البت لڳائي ڇڏينداسون توکي
بِهِمْ نَمْرٌ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (٦٠) مَلْعُونَيْنِ ۖ

انهن تي ان کان پوءِ نه پاڙي ۾ رهندا توسان ان ۾ مگر تورو وقت لعنت ڪيل جتي به
تَقِفُوا أَخَذُوا وَقَتَلُوا تَقْتِيلًا (٦١) سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ

لڏا ويا ته ورتا ويندا ۽ قتل ڪيا ويندا پڪي طرح الله جو طريقو انهن ۾ جيڪي
خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَحْدِلَ سُنَّةُ اللَّهِ تَبْدِيلًا (٦٢)

گذريا اڳي ۽ هرگز نه لهندين الله جي طريقي لاءِ ڪا تبديلي

تفسير

اڳين آيتن ۾ ٻڌايو ويو ته جيڪو مومن ۽ مومنيائين کي ايڏائي ٿو اهو ملعون
آهي ۽ هنن آيتن ۾ حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي خطاب ڪندي ارشاد
ڪيو ويو ته اوهان پنهنجي اهل و عيال ۽ مومن جي اهل اعيال کي پردي لاءِ فرمايو ته
پوءِ ڪنهن کي ايڏاءِ ڏيڻ جو موقعو نه ملندو فرمان الهي آهي يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ
لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَلِ بِيْهِنَّ اي نبي! پنهنجين
گهروارين ۽ پنهنجين نياڻين ۽ مومن جي عورتن کي فرمائ ته پاڻ تي پنهنجون ڇادرون
وجهن مطلب ته جيڪڏهن ڪنهن ضرورت جي ڪري ٻاهر نڪرڻ گهرن ته پنهنجن
منهن کي ڇادر يا برقي سان ڍڪي رکن باقي اڪيون ڪليون رکنديون. (١) ذَلِكَ أَدْنَىٰ
أَن يُعْرَفَنَّ فَلَا يُوَدَّذِينَ اهو ويجهو آهي جو سڃاتيون وڃن پوءِ ايڏايون نه وڃن ذهن

نشين ڪرڻ گهرجي ته منافق انهن سان ڇيڙ ڇاڙ نه ڪندو ”وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا“ ۽ الله بخششوار، مهربان آهي جو جيڪا انهن کان اڳي بي پردگي ٿي اها انهن کي بخشي ۽ معاف ڪري ڇڏيائين. (١) ”لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجَفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغَرِّبَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا لَّعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ“ جيڪڏهن منافق ۽ جن جي دليين ۾ مرض آهي ۽ مدينه ۾ ڪوڙ پڪيڙيندڙ (پنهنجي ڪردارن کان) نه رڪجندا ته اوهان کي انهن تي لڳائي ڇڏينداسون ان کان پوءِ توري وقت کان سواءِ اوهان جي پاڙي ۾ نه رهندا يعني منافقن ۽ جن ٻين کي بري نظر ۽ شهوت پرستيءَ جو نشو وڙهيل آهي ۽ مدينه منوره ۾ ڪوڙيون خبرون اڏائيندڙ يهودي پنهنجين انهن برين حرڪتن کان باز نه آيا ته اسين پنهنجي ڪامل قدرت سان اوهان کي انهن تي مسلط ۽ غالب ڪنداسون ۽ تورن ڏينهن ۾ اوهان انهن کي مدينه منوره مان ٻاهر ڪڍي ڇڏيندو اوهان جي پاڙي کان محروم رهجي ويندا. ”مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا تَقِفُوا أَخَذُوا وَقَتَلُوا تَقْتِيلًا“ لعنت ڪيل جتي به لڏا ويا ته پڪڙيا ويندا ۽ چڱي طرح قتل ڪيا ويندا يعني انهن برين صفتن سان موصوف رهندڙن جي لاءِ الله جل شانہ جو حڪم ۽ امر اهو آهي ته جتي به اهي مسلمانن کي هٿ اچي وڃن ته گرفتار ڪري قتل ڪيا وڃن اهي دنيا ۽ آخرت ۾ الهي رحمت کان محروم ۽ تڙيل آهن. (٢) ”سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَئِنْ تَجَدَّ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا“ جيڪي اڳي گذري ويا انهن ۾ به الله جو دستور رهيو ۽ الله جي دستور ۾ ڪا به تبديلي نه لهندين يعني الله جل شانہ جو قانون اهو رهيو آهي ته جن ماڻهن به نبين سڳورن عليهم الصلوة والسلام جي مقابلي ۾ شرارتون ڪيون، فتنا ۽ فساد پڪيڙيا اهڙي نموني ذليل ۽ خوار ڪيا ويا يا مطلب هي آهي ته اڳين ڪتابن ۾ به هي حڪم هو ته فساد ڪندڙن کي پاڻ مان ٻاهر ڪڍي ڇڏيو. (٣)

فائدا

ٻڌ ڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.
 ١- ”قُلْ لَا رُوحَ لَكُمْ“ (پنهنجين گهروارين کي فرمائ) جو تفسير ڪندي علامه قرطبي لکيو آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي رحلت ڪرڻ وقت سندن هي گهر واريون زندهه هيون پنج قريشين مان ١: عائشه ٢: حفصه ٣: ام حبيب ٤: سودة ٥: ام سلمه ۽ ٽي ٻين عربن مان ١: ميمونه ٢: زينب بنت جحش ٣: جوپريه هڪ صفيه جيڪا حضرت هارون علي نبينا و عليه الصلوة والسلام جي اولاد مان هئي (رضي الله عنهن)

(١) خازن ص ٤٨٨ جلد ٣ (٢) خازن ص ٤٧٨ جلد ٣ (٣) موضح القرآن ص ٧٠٦

ع ٢- ”بَنَاتِكَ“ (پنهنجين نياڻين کي) مان واضح ٿيو حضور عليه الصلوة والسلام جي نياڻي هڪ نه هئي (جيئن ڪيترا شيعا چون ٿا) سندن چار نياڻيون هيون ١: زينب ٢: رقيه ٣: ام ڪلثوم ٤: فاطمه رضي الله عنهن (١) اهي چارئي نياڻيون شيعين جي ڪتابن ۾ لکيل آهن پورو تفصيل منهنجي لکيل ڪتاب ”التحرير المقبول في اخبار اولاد الرسول“ ۾ ڏسو.

ع ٣- ”يُذَنِّبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيَهِنَّ“ (پنهنجي مٿان پنهنجون چادرون ڍڪين) مان واضح ٿيو ته حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جي گهروارين، پاڪ نياڻين ۽ سڀني مومنن جي عورتن تي پردو لازم آهي اهڙي چادر هجي جنهن سان اکين کان سواءِ منهن به ڍڪڻ ضروري آهي. پر افسوس آهي جو هلندڙ دور ۾ مسلمانن عورتن پردو ڇڏي منهن، مٿو ۽ ٻئي بدن جو به ڪافي حصو اگهاڙو رکڻ شروع ڪيو آهي هڪ ڀيري بنو تميم قبيلي جون ڪجهه عورتون ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها جي خدمت ۾ حاضر ٿيون جن کي تمام گهڻو سنهون لباس ڍڪيل هو پاڻ انهن کي ڏسي فرمايائين ته ”جيڪڏهن اوهان مومنياڻيون آهيو ته پوءِ مومنياڻين جواهر لباس ناهي ۽ جيڪڏهن اوهان ايمان دار ناهيو ته پوءِ ڀلي اهڙا لباس ڍڪيو (٢) حضور ڀرپور عليه الصلوة والسلام جن جو ارشاد مبارڪ آهي ته ”ڪيتريون عورتون، ڪيڙن ۾ ڍڪيل، اگهاڙيون، (مردن ڏانهن) لاڙو ڪندڙيون، (پاڻ ڏانهن مردن کي) مائل بنائيندڙيون انهن جا مٿا اٿن جي توهن جهڙا (اگهاڙا) هوندا بهشت ۾ داخل ته نه ٿينديون پر ان جي پوءِ به سنگهنديون“* (٣)

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ ۖ

پڇن ٿا توکان ماڻهو قيامت جي (متعلق) فرماءِ ته ان جو علم ته صرف منهنجي رب وٽ آهي

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا (٦٣) إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ

۽ ڪير ڄاڻائي ٿو توکي مٿان قيامت هجي ويجهي بيشڪ الله لعنت ڪئي

الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا (٦٤) خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

ڪافرن تي ۽ تيار ڪيائين انهن جي لاءِ ساڙيندڙ باهه رهندڙ هوندا ان ۾ هميشه هميشه

(١) القرطبي ص ٢٤١-٢٤٢ جلد ١٤ (٢) القرطبي ص ٢٤٤- جلد ١٤ (٣) ضياء

لقرآن ص ٩٥- جلد ٤

لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا^(٦٥) يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ

نه لهندا ڪو دوست ۽ نه ڪو مددگار جنهن ڏينهن اونڌا ڪيا ويندا انهن جا منهن

فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا اطَعْنَا اللَّهَ وَاطَعْنَا الرَّسُولَ^(٦٦)

باه ۾ چوندا اي ڪاش اسان فرمانبرداري ڪيون ها الله جي ۽ فرمانبرداري ڪيون ها رسول جي

وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا

۽ چوندا اي اسان جا پالڻهار! بيشڪ اسان اطاعت ڪئي پنهنجن سردارن جي ۽ پنهنجن وڏن ماڻهن جي

فَاضْلُونَا السَّبِيلَا^(٦٧) رَبَّنَا اِتِهِمْ

پوءِ گمراه ڪيائون اسان کي (سڌي) وات کان اي اسان جا رب! ڏي انهن کي

ضَعُفَيْنَ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَهُمُ لَعْنَا كَبِيرًا^(٦٨)

ٻه پيرا ٻيڻو عذاب ۽ انهن تي لعنت ڪر وڏي لعنت

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي دنياوي حالات جي متعلق بيان هو ۽ هتي انهن جي پاران سندن اخروي حالت جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ“ توڪان ماڻهو قيامت جي متعلق پڇن ٿا. يعني ماڻهو قيامت جي متعلق اوهان کان گهڻو پڇن ٿا ته ڪڏهن ٿيندي؟ مشرڪ چتر ۽ چرچي طور چون ٿا ته جلد اچي ۽ منافق هٿ ۽ تڪبر طور پڇن ٿا ۽ يهودي امتحان طور پڇن ٿا ته جهڙو تورا ۾ بيان آهي اهڙو ئي جواب ٿو ڏي يا نه. الله جل شانها انهن جي جواب ۾ ارشاد فرمايو (١) ”قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ“ فرماء ته ان جو علم ته صرف الله وٽ آهي. اهو ئي ذاتي، قديم علم جو مالڪ آهي ٻيو ڪير به ان جي ڄاڻائڻ کان سواءِ نه ٿو ڄاڻي. ”وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا“ ۽ ڪير ٿو توکي ڄاڻائي ته متان قيامت ويجهي هجي مطلب ته ان جو اصل علم ته الله جل شانها وٽ آهي پر ايترو ذهن ۾ رکجي ته اها قريب آهي جيئن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن اشهد آگر ۽ وچين آگر ڏانهن اشارو ڪندي فرمايو ”بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ“ (٢) مان ۽ قيامت ائين آهيون جيئن هي ٻه آڱريون هڪ ٻئي کي ويجهيون آهن ”إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكُفْرَيْنَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا“ بلاشڪ الله ڪافرن تي لعنت

ڪئي آهي ۽ انهن جي لاءِ ٻرندڙ باهه تيار ڪئي اٿس. مطلب ته الله تعالى انهن کي پنهنجي رحمت کان پري رکي انهن جي لاءِ جهنم جي باهه تيار ڪري ڇڏي آهي ”خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا“ ان ۾ هميشه رهندڙ هوندا ته ڪو دوست لهندا ۽ نه ڪو مددگار ملند جيڪو کين جهنم کان ۽ ان ۾ هميشه رهڻ کان ڇڏائي ”يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ لَوْلَا يَلْتَمِتْنَا لَإِطْعَمَنَا اللَّهُ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ“ جنهن ڏينهن انهن جا منهن اونڌا ڪري باهه ۾ وڌا ويندا چوندا اي ڪاش! اسان الله جي اطاعت ڪيون ها ۽ رسول (عليه الصلوة والسلام) جي به اطاعت ڪيون ها جڏهن انڌا منهن ڪري جهنم ۾ وڌا ويندا ته باهه جي جهٽڪن جي ڪري سندن منهن ڪارا ۽ ڪنهن مهل سڄا ڦڪا ٿي ويندا. ۽ جڏهن هڪڙين کين سڙڻ جي ڪري پيون کليون بدلجنديون ته پوءِ اها خواهش ظاهر ڪندا ته ڪاش! الله ۽ ان جي رسول (عليه الصلوة والسلام) جي اطاعت ڪيون ها ”وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَ تَنَّاوْ كِبَرَاءَ نَا فَاصْلُوْنَا السَّبِيلَا“ ۽ چوندا ته اي اسان جا پالڻهار! اسان پنهنجن سردارن ۽ وڏن ماڻهن جي چوڻ تي هليا سون انهن اسان کي (سڌيءَ) واٽ کان گمراهه ڪري ڇڏيو ”سادة“ سيد جو جمع آهي ۽ سادات جمع جو جمع آهي سادة ۽ ڪبراء جي معنيٰ ساڳي آهي ۽ انهن مان مراد شرڪ ۽ گمراهيءَ جا اڳواڻ آهن. (١) رَبَّنَا أَتَهُمُ ضَعُفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنَهُمُ لَعْنًا كَبِيرًا اي اسان پالڻهار! انهن کي ٻيڻي کان ٻيڻو عذاب ڏي ۽ انهن تي وڏي لعنت ڪر مطلب ته انهن کي دنيا ۽ آخرت وارو عذاب ڪفر ۽ گمراهيءَ جي ڪري ٻيڻي کان ٻيڻو ڏي ۽ انهن تي گهڻي لعنت ڪر. (١)

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- آيت ع ٦٣- مان واضح ٿيو ته قيامت جي اچڻ جو اصل علم الله جل شاناه وٽ آهي ان جي ڄاڻائڻ کان سواءِ ڪير به نه ٿو ڄاڻي. پر جيڪڏهن اهو پنهنجن پيارن مان ڪنهن کي ڄاڻائي ته جائز آهي (٢) علامه صاوي سورة لقمان جي آخر ۾ لفظ ”مَا ذَا تَكْسِبُ عَدَا“ جي تفسير ۾ لکيو آهي ته بالذات ڪير نه ٿو ڄاڻي ته صبحاڻي ڇا ڪندو پر الله جل شاناه جي ڄاڻائڻ سان ڄاڻڻ کان ڪو به مانع نه آهي جيئن انبياءَ ۽ بعض اولياءَ کي ڄاڻايو اٿس. (٣)

(١) القرطبي ص ٢٤٩- جلد ١٤ (٢) التفسيرات الاحمدية ص ٦٠٨- آخري ستون (٣) الصاوي ص ٢٤٤- جزء ٣

ع۲۔ آيت ۶۵۔ جي لفظن ”لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا“ (نه ڪو دوست ۽ نه ڪو مددگار لهندا) مان واضح ٿيو ته قيامت جي ڏينهن ڪافرن جو ڪو يار ۽ مددگار نه هوندو پر مومنن جا ڪئين دوست، مددگار ۽ سفارش ڪرڻ وارا هوندا.

ع۳۔ آيت ۶۶۔ مان به ڳالهيون معلوم ٿيون هڪ ته سڀني ڪافرن کي قيامت جي ڏينهن پنهنجي ڪفر تي شرمندگي هوندي پيو ته اها شرمندگي ۽ پشيماني فائدو نه ڏيندي ڇو ته توبه ۽ پشيمانيءَ جي جاءِ دنيا آهي مند کان سواءِ ڪنهن به پوک جو بچ پوکڻ اجايو هوندو.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى

اي ايمان وارا! نه ٿيو وانهن وانگر جن ايذايو موسى کي

فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا (۶۹)

پوءِ پاڪ ڪيو ان کي الله ان کان جو چيائون ۽ هو الله وٽ مان وارو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (۷۰) يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ

اي ايمان وارا! ڊڄو الله کان ۽ چئو ڳالهه سڌي سڌاريندو اوهان لاءِ عمل اوهان جا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

۽ بخشيندو اوهان کي گناهه اوهان جا ۽ جيڪو اطاعت ڪندو الله جي ۽ ان جي رسول جي

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (۷۱)

پوءِ تحقيق ڪامياب ٿيو ڪاميابي وڏي

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله ۽ ان جي رسول (عليه الصلوٰه والسلام) جي ايذاء جي سزا جو بيان هو ۽ هتان کان هڪ اڳ ۾ آيل نبي حضرت موسى علي نبينا وعليه الصلوٰه والسلام کي ايذاء ڏيڻ جو هڪ واقعو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا“ اي ايمان وارا! انهن وانگر نه ٿيو جن موسى کي ايذايو پوءِ الله ان کي ان کان پاڪ فرمايو جيڪو چيائون. مطلب ته اي مومنو اوهان انهن وانگر پنهنجي نبي عليه الصلوٰه والسلام کي نه ايذايو جن حضرت

موسىٰ على نبينا وعليه الصلوة والسلام كي ايدايو هو پر الله ان كي انهن جي چوڻ کان پاڪ بنايو. مفسرن جا حضرت موسىٰ على نبينا وعليه الصلوة والسلام كي ايدائڻ جي باري ۾ ٻه قول آهن ١: جديد مفسرن لکيو آهي ته ان ايدائڻ مان مراد آهي ته بني اسرائيل حضرت موسىٰ جي ڪيترين ڳالهين ۾ بي فرماني ۽ مخالفت ڪندا هئا ۽ ان جي ڪري کيس ڏک پهچندو هو. اهو ايداءُ مراد آهي (١) ٢: قديم مفسرن لکيو آهي ته حضرت موسىٰ على نبينا وعليه الصلوة والسلام جي قوم وارا اگهاڙا ٿي وهجندا هئا ۽ پاڻ پردي ۾ اندر وهجنديا هئا. بني اسرائيل چوندا هئا ته جسم ۾ ڪا بيماري يا عيب اٿس تڏهن تو ڀڙو ڪري وهنجي. الله جل شانہ ارادو فرمايو ته: حضرت موسىٰ كي ان عيب واري تهمت کان پاڪ ظاهر ڪري هڪ ڀيري حضرت موسىٰ پردي ۾ وهجڻ جي لاءِ ڪپڙا پٿر تي رکي وهجڻ لڳو جڏهن وهجڻ کان فارغ ٿي ڪپڙا کڻڻ جي لاءِ آيو ته اهو پٿر (خداوندي حڪم سان) سندس ڪپڙا کڻي پڇڻ لڳو پاڻ لٺ هٿ ۾ کڻي پٿر جي پويان هلڻ لڳو ۽ چونديو رهيو ته اي پٿر! منهنجا ڪپڙا! اي پٿر! منهنجا ڪپڙا! ائين ڪندي اهو پٿر اهڙي جاءِ تي هلي بيٺو جتي بني اسرائيل جو مجمع هو ۽ انهن کي پڪ ٿي ته حضرت موسىٰ بي عيب آهي. اهڙي طرح الله جل شانہ حضرت موسىٰ جي پاڪائي ثابت ڪئي. (٢)

سوال

الله جل شانہ پٿر کي اهڙو حڪم ڇو ڪيو جنهن سان نبي سڳورو ڪپڙن کان سواءِ هليو؟

جواب

ضرورت جي وقت ڪنهن کي اگهڙ ڏيکارڻ منع ناهي جيئن اڄ به طبيب ۽ ڊاڪٽر مرض جي جاءِ ڏسندا آهن تان جو سرجن ڊاڪٽرن عورتن جي انتهائي نازڪ جسم جو آپريشن به ڪندا آهن حالانڪ ان کي ڪير به عيب نه ٿو سمجهي ته الله جل شانہ پنهنجي حڪمت سان جيڪڏهن پٿر کي ڪپڙن کڻڻ جو حڪم ڪري پنهنجي نبي على نبينا وعليه الصلوة والسلام جي عيب کان پاڪائي ۽ صفائي ثابت ڪئي ته پوءِ اعتراض ڇو؟

”وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا“ ۽ الله وٽ عزت وارو هو مطلب ته الله جل شانہ جا نبي الله وٽ عزت وارا آهن بلند مرتبي ۽ اعلىٰ درجي جا صاحب آهن. ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا

اللَّهُ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا أَي ايمان وارا! الله کان ڊڄو ۽ سڌي ڳالھ چئو مطلب ته الله جي عذاب کان ڊڄو ان جا فرائض ادا ڪيو ان جي بي فرمانين کان بچو ۽ اهڙي ڳالھ ڪيو جيڪا سچ ۽ سڌي هجي. (١) يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اوهان جي لاءِ اوهان جي اعمال کي درست ڪندو ۽ اوهان جي لاءِ اوهان جا گناهه بخشيندو چو ته تقوىٰ ۽ سچ چوڻ جو اهو نتيجو آهي. وَمَنْ يَطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۽ جيڪو الله ۽ ان جي رسول جي اطاعت ڪندو پوءِ (اهو) يقيناً وڏي ڪاميابي حاصل ڪندو. يعني امر ۽ نهی ۾ الله جي اطاعت ڪرڻ وڏي ڪاميابي ۽ دارين جي سعادت آهي.

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ۱- آيت ع ۶۹- مان واضح ٿيو ته ايمان وارو ڪو به اهڙو قدم نه کڻندو ۽ نه اهڙي ڳالھ ڪندو جنهن مان ڪنهن به الله جل شانہ جي نبي جي توهين، تنقيص ۽ دل آزاري ٿئي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته الله جل شانہ جو هر نبي الله وٽ عزت وارو آهي نبي سڳوري لاءِ لکڻ يا چوڻ ته اهو الله وٽ چهڙي ۽ چمار کان ذليل آهي هن آيت جي خلاف ۽ ڪفر آهي.

ع ۲- آيت ع ۷۱- مان واضح ٿيو ته وڏي ڪاميابي حاصل ڪرڻ جو ذريعو الله ۽ ان جي پياري رسول عليه الصلوة والسلام جي اطاعت آهي.

ع ۳- آيت ع ۶۷- مان واضح ٿيو ته گمراهن سردارن ۽ وڏن ماڻهن جي اطاعت ڪرڻ ۽ انهن جي پويان هلڻ ۾ گمراهيءَ کان سواءِ ڪجهه به پلئ نه پوندو.

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ

بلاشڪ اسان آچي امانت آسمانن ۽ زمينن ۽ جبلن تي پوءِ انڪار ڪيائون
أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (٧٢)
هن جو جو کڻن ان کي ۽ ڊڄڻ لڳا ان کان ۽ ڪنڀو ان کي انسان بلاشڪ اهو آهي ظالم، جاهل

لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ

تانت عذاب گري الله منافقن کي ۽ منافقيات کي ۽ مشرڪن ۽ مشرڪيات کي

وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (٧٣)

۽ توبه قبول ڪرڻ سان موٽي الله مومنن ۽ مومنيائين تي ۽ الله بخشتار، مهربان آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله عزاسمه پنهنجي ۽ پنهنجي رسول عليه الصلوة والسلام جي اطاعت جي برڪت بيان ڪئي ۽ هتي ٻڌايو ٿو وڃي ته اها هڪ امانت هئي جنهن جي ڪٿڻ کان ٻين انڪار ڪيو ۽ انسان قبول ڪري برداشت ڪئي فرمان مبارڪ آهي. اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا اسان آسمانن ۽ زمين ۽ جبلن کي امانت جي آڇ ڪئي پوءِ انهن ان جي ڪٿڻ کان انڪار ڪيو ۽ ان کان ڊڄي ويا ۽ انسان ان کي ڪنڊو بلاشڪ اهو ظالم، جاهل آهي الله جل شانہ فرمايو ته اسان آسمانن ۽ زمين ۽ جبلن کي امانت ڪٿڻ جو ارشاد فرمايو پر انهن ڊڄي ان جي ڪٿڻ کان انڪار ڪيو ۽ انسان جن مان گهڻا ظالم ۽ جاهل آهن ان اها مانت ڪٿڻ قبول ڪئي.

امانت مان مراد ڇا آهي؟

جمهور جو ۽ صحيح قول اهو آهي ته ان مان مراد سڀئي دين جا گم آهن (١) انهن ۾ عبادات، اخلاقيات ۽ هر قسم جا قانون اچي ويا. علامه ثناء الله پاني پتي عليه الرحمة فرمايو ته: صوفياءَ ڪرام جو ارشاد آهي ته: امانت مان مراد عقل جو نور ۽ عشق جي باهه آهي عقل جو نور استدلال جي ذريعي الهي معرفت حاصل ڪندو آهي ۽ عشق جي باهه حجابات کي ساڙي منزل مقصود تائين پهچائيندي آهي. ان کان بعد علامه موصوف لکيو آهي ته حضرت امام رباني عليه الرحمة جي ارشادات مان جيڪو مون سمجهيو آهي اهو هي آهي ته امانت مان مراد اها استعداد آهي جيڪا الله تعاليٰ انساني ماهيت ۾ امانت رکي آهي جنهن سان تجليات ذاتيه دائمه کي قبول ڪري سگهي انسانن کان سواءِ صالح جن به عبادت ۽ رياضت جي ذريعي ملائڪن جي صفت ۾ شامل ٿي ويندا آهن پر پوءِ به انهن جي حصي ۾ صفاتي تجليات اينديون آهن ذاتي نه اينديون آهن. (٢)

سوال

انسان کي ڇا ٿيو جو اها امانت کڻڻ جي لاءِ تيار ٿي ويو؟

جواب

حضرت جنيد بغدادی عليه الرحمة جو فرمان عاليشان آهي ته (انسان مان مراد حضرت آدم آهي ۽) ان جي نظر ان وقت الله جل شانہ جي طرفان امانت پيش ڪرڻ تي هئي امانت تي نه هئي انهيءَ پيش ڪش جي لذت ان کان امانت جو بار وسارائي ڇڏيو ان جي ڪري ان کي لطف رباني عنايت جي زبان سان فرمايو ته: هيءَ امانت کڻڻ تنهنجو ڪم آهي نگهباني ڪرڻ اسان جو ڪم آهي. (١)

سوال

آسمانن ۽ زمين ۽ جبلن ۾ ڪهڙي طاقت هئي جو الله جل شانہ جي پيش ڪش جو انڪار ڪن؟ ڇا جيڪڏهن منڪر ٿيا ته انهن کي سزا ڪهڙي ملي؟ جيڪڏهن نه ملي ته ڇو؟

جواب

انهن جو انڪار بي فرمائيءَ جي لحاظ سان نه هو پر ڊپ جي ڪري هو ته اها امانت اسين صحيح طرح ادا ڪري نه سگهنداسين. (٢) علامه پير ڪرم شاهه الازهري عليه الرحمة لکيو آهي ته الله جل شانہ انهن کي اختيار ۽ ارادي جي آزادي ڏيندي امانت پيش ڪئي هئي (حتمي حڪم نه هو) (٣) لِّيَعَذَّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا تانت الله منافقن ۽ منافقياتين ۽ مشرڪن ۽ مشرڪياتين کي عذاب ڪري ۽ الله مومنن ۽ مومنيائين تي توبه قبول ڪرڻ سان رجوع فرمائي ۽ الله بخششوار، مهربان آهي ”ليعذب“ ۾ لام عاقبة بيان ڪرڻ جي لاءِ آهي (٤) مطلب ته ان امانت کي کڻڻ جو انجام اهو ٿيو جو جن مردن ۽ عورتن منافقي ڪئي يا شرڪ ڪيو اهي عذاب جا مستحق ٿيا ۽ جن ايمان آندو الله جل شانہ انهن تي نگاه ڪري کين توبه جي سعادت نصيب ڪئي ۽ انهن ڏانهن خصوصي لطف و ڪرم سان توجه فرمايو آيت ۾ مومنين ۽ مومنن مان مراد اهي ماڻهو آهن جن امانت کي ادا ڪيو ۽ تجليات ۾ مستغرق رهيا (٥)

(١) روح البيان ص ٢٥٣ جلد ٧ (٢) تيسير الڪريم الرحمن ص ١٦٧ جلد ٤ (٣) ضياء القرآن ص ١٠٢ جلد ٤ (٤) تفسير ابوالسعود ص ١١٨ جلد ٧ (٥) المظهر ص ٢٢٨ جلد ٧

فائدا

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

ع ١- آيت ع ٧٢- مان واضح ٿيو ته انسان الله جل شانہ جي محبت ۾ اڳتي آهي جو صرف امانت جي پيش ڪرڻ واري لذت ۾ اچي ڪري ايڏو وڏو بار کڻي ويٺو.

ع ٢- آيت ع ٧٣- مان واضح ٿيو ته انسان جي ان امانت کڻڻ ۾ اها حڪمت هئي ته سچا ۽ ڪوڙا، مومن ۽ منافق، ۽ مشرڪ ظاهر ٿين مومن مغفرت، رحمت ۽ جنت حاصل ڪن منافق ۽ مشرڪ لعنت ۽ الهي عذاب حاصل ڪن.

الحمد لله ثم الحمد لله جو مون گنهگار الله جل شانہ جي فضل ۽ احسان ۽ سهڻي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي نظر ڪرم جي صدقي سان اڄ بمورخه ٢٩ صفر ١٤٢٤ هـ الموافق ٢٠٠٣، ٥، ٦ ع جمعة المبارڪه جي ڏينهن صبح جو ٩ لڳي ٽيهن منٽن تي پنهنجي گهرواري لائبريريءَ ۾ سورة الاحزاب جو تفسير لکي پورو ڪيو. مالڪ مٺي جي بارگاه بي کس پناه ۾ دلي دعا آهي ته باقي رهيل تفسير به جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين يا الله العالمين بجاه النبي الامين عليه وعلى آله واصحابه الصلوات والتسليمات الى يوم الدين.

دعا جو طالب

الفقيه محمد ادريس الداهري

النقشبندی عفي عنه

سورة سبا جوتعارف

هن سورة مبارڪ جي تعارف ۾ هي ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ

هن سورة سڳوريءَ جو نالو ”سبا“ آهي جيڪو هن جي آيت ۱۵ء ۾ ذڪر ڪيل آهي.

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن سورة پاڪ ۾ ڇهه (۶)، رڪوع، چوونجاهه ۵۴ آيتون، اٺ سو ٽيڻيه (۸۳۳) ڪلما ۽ هڪ هزار پنج سو ٻارھ (۱۵۱۲) حرف آهن. (۱)

مڪيه آهي يا مدينه؟

ابن الضريس، نحاس، ابن مردويه ۽ دلائل النبوة ۾ بيهقيءَ حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان ۽ ابن المنذر قتاده رضي الله عنه کان روايتون آنديون آهن ته هيءَ سورة مڪيه آهي. (۲)

اڳيئن سورة سان مناسبت ۽ ربط

- ۱: الله جل شانہ جون جيڪي صفتون هن جي شروعات ۾ بيان ڪيون ويون آهن اهي انهن صفتن سان ملن جلن ٿيون جيڪي اڳيئن سورة جي آخر ۾ بيان ڪيل آهن.
- ۲: اڳيئن سورة ۾ ڪافرن جي طرفان چتر طور قيامت جي باري ۾ سوال ڪرڻ جو بيان هو ۽ هتي انهن جي طرفان حقيقي طور انڪار ڪرڻ جو ذڪر ڪيل آهي. (۳)

مضامين

هن سورة مبارڪه جو موضوع اسلامي عقيدو، دين جا اصول، توحيد، نبوت ۽ قيامت جو اثبات آهي شروعات ۾ ان الله جل شانہ جو حمد بيان ڪيل آهي جنهن مخلوق کي وجود ڏنو جهان جي نظام کي مضبوط بنايو ڪائنات کي پنهنجي حڪمت سان تدبير ڏنو اهو ئي خالق، مبدع ۽ حڪيم آهي ان جي علم کان آسمانن ۽ زمين ۾ ذري جو وزن به غائب ناهي ۽ اهو سڀ ڪجهه رب العالمين جي وحدانيت تي وڏو دليل آهي. ۽ هن سورة ۾ هڪ نهايت اهم ڳالهه اها به بيان ڪيل آهي ته مشرڪ

(۱) تفسير خازن ص ۴۸۱ جلد ۳ (۲) الدر المنثور ص ۶۷۳ جلد ۶ (۳) المراغي

ص ۵۵۵ جزء ۲۲ جلد ۸

آخرت جا منڪر، مرڻ کان بعد جيئرو ٿيڻ کي ڪوڙو چوڻ وارا آهن الله جل مجده پنهنجي پياري رسول عليه الصلوة والسلام جن کي حڪم فرمايو آهي ته اوهان هميشه سچ ڳالهائيندڙ ”الصادق الامين“ آهيو جنهن کي ڪافر به مڃيندا هئا پر قيامت جي وقوع کي قسم سان بيان ڪيو ته شايد پوءِ سندن شڪ شبها دور ٿين. هن سورة ۾ ٻن نبين سڳورن حضرت داؤد ۽ حضرت سليمان علي نبينا وعليها الصلوة والسلام جو ذڪر ۽ کين مسخر ڪري ڏنل شين جو به بيان آهي جيئن حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي لاءِ هوا پڪي ۽ جن مسخر هئا ۽ حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام سان گڏ جبل به تسبيح پڙهندا هئا هن سورة ۾ حضرت خاتم النبيين عليه الصلوة والسلام تي ڪيل ڪافرن جي اعتراضن ۽ شبهات جا اهڙي طرح سهڻي نموني جواب ۽ رد بيان ٿيل آهن جيئن وحدانيت جي منڪرن کي جواب ڏنا ويا آهن ۽ سورة سڳوريءَ جي آخر ۾ مشرڪن کي ان الله، واحد، قهار تي ايمان آڻڻ جي دعوت ڏني وئي آهي جنهن جي قدر تي هٿ ۾ ساري مخلوق جي امرن جي تدبير آهي. (١)

فضائل

قرآن ڪريم جي سورة هجڻ جي ڪري ٻين سورتن وانگر هيءَ به شاندار سورة آهي. علماء عاملين لکيو آهيو ته جيڪڏهن ڪنهن کي مراد حاصل ڪرڻ جي لاءِ ڪا تدبير نه ٿي ملي ته هڪ جاءِ تي ويهي هيءَ سورة ست ڀيرا پڙهي دعا گهري انشاء الله العزيز هن جي برڪت سان رستو کلي پوندو ۽ پنهنجي مراد حاصل ڪرڻ ۾ ڪامياب ٿيندو.

دعا جو طالب

الفقيه محمد اديس الداهري

النقشبندي عفي عنه

وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ	سُورَةُ السَّبَا مَكِّيَّةٌ	وَهِيَ أَرْبَعٌ وَخَمْسُونَ آيَةً
۽ ڇھ رکوع آهي	سورة سبا مڪيه آهي	۽ اها ۵۴ آيتون
	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	

الله جي نالي سان شروع ڪريان ٿو جيڪو گهڻو مهربان، هميشه رحم ڪندڙ آهي

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا

سڀ سارا امان الله جي لاءِ (ثابت) آهي جنهن جي ملڪيت آهي جيڪا ڪو ڪجهه

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ

آسمانن ۾ آهي ۽ جيڪا ڪو ڪجهه زمين ۾ آهي ان جي لاءِ ئي حمد آهي

فِي الْآخِرَةِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ (۱) يَعْلَمُ مَا يَلْجُ

آخرت ۾ اهوئي حڪمت وارو، خبر رکندڙ آهي ڇاڻي ٿو اهو جيڪو داخل ٿئي ٿو

فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

زمين ۾ ۽ جيڪا ڪو نڪري ٿو ان مان ۽ جيڪا ڪو نازل ٿئي ٿو آسمان مان

وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ (۲)

جيڪا ڪو وڃي ٿو ان ۾ اهوئي مهربان بخشنده آهي

تفسير

اڳيئن سورة جي پڇاڙيءَ ۾ الله جل شانہ جي مغفرت ۽ رحمت جو ذڪر هو ۽ هن جي شروعات به ان مالڪ مٺي جي حمد سان شروعات ڪندي آيت ع ۲ جي

پڄاڙي رحمت ۽ مغفرت جي صفتن سان بيان ڪئي وئي آهي. فرمان مبارڪ آهي
 ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ
 الْخَبِيرُ“ سڀ ساراھم الله (جي ان پاڪ ذات) لاءِ ثابت، آهي جو جيڪو ڪجهه به
 آسمانن ۾ ۽ جيڪو ڪجهه زمين ۾ آهي ان جي (حقيقي) ملڪيت آهي ۽ ان جي لاءِ
 ئي آخرت ۾ حمد آهي ۽ اهوئي حڪمت وارو، خبر رکندڙ آهي - يعني سڀ تعريفون
 ان الله جل شانہ جي لاءِ آهن جيڪو هڪ ڪنهن جي شرڪت کان سواءِ آسماني ۽
 زميني سڀن شين جو مالڪ آهي ۽ نهايت حڪمت ۽ خبرداري سان انهن جي تدبير
 ڪندڙ آهي ”يَعْلَمُ مَا يَلْجِ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا“ جيڪو ڪجهه زمين ۾ داخل
 ٿئي ٿو ۽ جيڪو ڪجهه ان مان نڪري ٿو - سڀ ڄاڻي ٿو. مطلب ته زمين ۾ داخل
 ٿيندڙ يا ان مان ٻاهر نڪرندڙ هر ننڍي توڙي وڏي شيءِ ان کان لڪل ناهي. ”وَمَا
 يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَرْجُ فِيهَا“ جيڪو ڪجهه آسمان مان لهي ٿو ۽ ان ۾ چڙهي
 ٿو. سڀ ڪجهه سندس علم ۾ آهي ”وَهُوَ الرَّحِيمُ الْعَفُورُ“ ۽ اهوئي مهربان،
 بخشهار آهي - جو رحم ڪندڙ ۽ بخشيندڙ هجڻ ان جون صفتون آهن ۽ جڏهن به
 ٻانها اهڙي ڪيفيت ۾ آيا جيڪا انهن صفتن جي تقاضا ڪري ٿي ته اهي انهن تي
 اچن ٿيون. (۱)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱: آيت ع ۱ مان واضح ٿيو ته دل، زبان، اعضاء ۽ ارڪان سان الله تعاليٰ جو
 حمد ۽ شڪر ڪرڻ ضروري آهي. چوڻ الله جل شانہ پاڻ پنهنجي حمد کي بيان
 فرمايو آهي.

۲: ”وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ“ (۽ ان جو حمد آخرت ۾ آهي) مان واضح ٿيو
 ته آخرت ۾ صرف الله جل شانہ جو ئي حمد هوندو انبياء عظام عليهم الصلوة
 والسلام ۽ اولياءِ ڪرام به ان جو ئي حمد ڪندا رهندا - حضرت حبيب ڪريم
 عليه الصلوة والسلام جن جي پاڪ هٿ ۾ به حمد جو ئي جهنڊو هوندو.

۳: آیت نمبر ۲ مان واضح ٿيو ته مخلوق جي ظاهر، باطن ۽ هر ذري ذري جو علم الله جل شانہ کي آهي ان جي محيط علم کان ڪابه شيءِ ٻاهر ناهي.

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي

۽ چيو انهن جن ڪفر ڪيو ته نه ايندي اسان وٽ قيامت فرماءِ ته هاڻوڪسڻ آهي منهنجي رب جو

لَتَأْتِيَٰنَكُمْ لَا عِلْمَ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

ته البت ضرور ايندي اوهان وٽ غيب جائنڌر نه ٿو ڳجهو ٿئي ان کان وزن ذري جو آسمانن ۾

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابِ

۽ نه زمين ۾ نه ننڍي (ڪا شيءِ) ان ڪان ۽ نه وڏي مگر ڪتاب

مُبِينٌ (۳) لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

روشن ۾ آهي تانت بدلو ڏي انهن کي جن ايمان آندو ۽ ڪيائون صالح عمل

أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (۴) وَالَّذِينَ سَعَوْا

اهي انهن جي لاءِ بخشش ۽ رزق ڀلو آهي ۽ جي ڪي ڊوڙيا

فِي الْيَتْنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ

اسان جي آيتن جو مقصد اٿس اٻلو ڪندڙ اهي انهن جي لاءِ

مَنْ رَجَزَ أَلِيمٌ (۵) وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

ڏکوئيندڙ عذاب جي سزا آهي ۽ سمجهن ٿا اهي شخص جيڪي ڏنا ويا علم

الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ لَا

ته جيڪو نازل ڪيو ويو تودانهن تنهنجي رب جي طرفان اهو حق آهي

وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (٦) وَقَالَ الَّذِينَ

۽ هدايت ڪري ٿو غالب، ساراهه ڪيل (الله) جي واٽ دانهن ۽ چيو انهن جن

كَفَرُوا هَلْ نَدْلِكُمْ عَلَى رَجُلٍ يُنْبِئُكُمْ

ڪفر ڪيو ته ڇا ڏس ڏيون اوهان کي اهڙي مڙس جو جيڪو خبر ڏي ٿو اوهان کي ته

إِذَا مُرِّقْتُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ ۚ رَأَيْتُمْ لَفِي خَلْقٍ

جڏهن ذرا ذرا ڪيا ويندو هر طرح ذرا ڪرڻ ته ٻيڙي شڪ اوهان البت نئين

بَعْدِيدٍ (٧) أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ

پيدائش ۾ (ايندو) ڇا بهتان هنيائين الله تي ڪوڙو يا ان ۾ چريائي آهي؟

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ

بلڪ جيڪي نه ٿا ايمان آڻين آخرت تي عذاب ۽ پر انهن گمراهي

الْبَعِيدِ (٨) أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

۾ آهن ڇا پوءِ نه ڏٺائون ان دانهن جيڪو سندن اڳيان آهي

وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّ نَشَأَ

۽ جيڪو سندن پويان آهي آسمان ۽ زمين مان جيڪڏهن گهرنداسون

نَخَسِفُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ

تہ گھرائينداسون انهن کي زمين ۾ يا کيرائينداسون انهن تي ٽڪرو آسمان مان

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ (۹)

بيشڪ ان ۾ البت نشاني آهي هر بانهي رجوع ڪندڙ جي لاءِ

تفسير

اڳين آيتن ۾ واضح ڪيو ويو ته الله جل شانہ جي لاءِ بانهن تي نعمتون ڪرڻ جي ڪري آخرت ۾ به حمد آهي ۽ هتي ٻڌايو ويو آهي ته ڪافر ان جا انڪار ڪندڙ آهن فرمان مبارڪ آهي ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَتَرَتَّبِنَا السَّاعَةُ ۖ ۽ ڪافرن چيو ته اسان وٽ قيامت نه ايندي. يعني الله ۽ ان جي رسول عليه الصلوة والسلام جا منڪر قيامت جي اچڻ جو به انڪار ڪن ٿا. ”قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَاتِيَنَّكُمْ لَا فرمائ ته هاڻو - منهنجي رب جو قسم آهي ته اوهان وٽ (قيامت) ضرور ايندي. ان جو انڪار ڪرڻ غلط آهي. ”عَالِمُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۖ ۽ ڳجهه ڄاڻندڙ آهي ان کان ذري جيترو وزن به آسمانن ۾ ۽ نه ڪو زمين ۾ لکي سگهي ٿو ۽ نه ڪا ننڍي شيءِ آهي ۽ نه وڏي مگر کليل ڪتاب ۾ آهي، يعني ان غيب جي ڄاڻندڙ جو قسم جنهن جي علم محيط کان ڪا به شيءِ ٻاهر ناهي پوءِ اها آسمانن ۾ هجي يا زمين ۾ - ننڍي هجي يا وڏي هر شيءِ روشن ڪتاب ۾ موجود آهي - روشن ڪتاب مان مراد لوح محفوظ آهي (۱) ”لَيَجْزِي الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ“ تانت انهن کي (سهڻو) بدلو ڏي جن ايمان آندو ۽ سهڻا عمل ڪيا انهن جي لاءِ (گناهن جي) مغفرت ۽ ڀلو رزق آهي - يعني صالح عمل ڪندڙن مومنن کي

گناهن جي مغفرت ۽ ڀلي رزق سان بدلو ڏيندو. (١) ”وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٌ“ ۽ جيڪي اسان جي آيتن جي (مقابلي ۾ اسان کي) عاجز بنائڻ جي لاءِ ڊوڙيا اهي انهن جي لاءِ ڏکوئيندڙ عذاب جي سزا آهي - مطلب ته اسين بار بار اعلان ڪري رهيا آهيون ته قيامت ضرور ايندي بسپ ماڻهو ٻيو ڀيرو زنده ڪيا ويندا ۽ انهن کان سندن عملن جي باري ۾ پڇا ڪئي ويندي پر اهي ڪافر انهن ڳالهين کي ڪوڙو ڪرڻ جي ڪوشش ۾ طرح طرح جون اجايون ڳالهيون ڪن ٿا ان نموني اهي ان خيال ۾ آهن ته اسان کي عاجز بنائي مجبور ڪندا ته اسين قيامت قائم نه ڪيون پر ائين ٿيندو ڪونه قيامت ضرور قائم ٿيندي نيڪوڪارن کي سهڻو بدلو ۽ ڪافرن کي سندن ڪردار جي سخت سزا ملندي (٢). ”وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ“ ۽ جيڪي علم ڏنا ويا آهن اهي ان کي جيڪو اوهان ڏانهن اوهان جي رب جي طرفان نازل ڪيو ويو آهي سمجهن ٿا ته اهو حق آهي ۽ (اهو الله) غالب، ساراهيل جي وات ڏانهن هدايت ڪري ٿو.

مطلب ته اهل ڪتاب جا علماء جيئن حضرت عبدالله بن سلام ۽ ٻيا اوهان ڏانهن نازل ڪيل قرآن ڪريم کي حق ۽ الله جي وات ڏانهن هدايت ڪندڙ سمجهن ٿا. (٣) ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَذُكُّمُ عَلَىٰ رَجُلٍ يَبْعَثُكُمْ إِذَا مَرَقْتُمْ كُلَّ مَسْرَقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ“ ۽ ڪافرن چيو ته ڇا اسين اوهان کي اهڙي مڙس جو ڏس ڏيون جيڪو اوهان کي خبر ٻڌائي ٿو ته اوهان جڏهن هر طرح ذرا ذرا ڪيا ويندؤ ته اوهان نئين پيدائش ۾ ايندؤ. يعني ڪوڙو چوندي، چتر ڪندي ۽ ان کي نهايت محال سمجهندي ڪافر چوندا هئا ته اوهان کي اهڙو ماڻهو ٻڌايون جيڪو چوي ٿو ته اوهان ذرا ذرا ٿيڻ کان پوءِ وري نئين طرح پيدا ٿيندؤ - حالانڪ اوهان جي جسم جو ڪوبه حصو سلامت نه هوندو صفا ذرا ذرا ٿيل هوندؤ. ”اَفَتَرَىٰ عَلَيَّ اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ“ ڇا الله تي ڪوڙو

بهتان هنيائين يا ان ۾ چريائپ آهي؟ بلڪ جيڪي آخرت تي ايمان نه ٿا آئين عذاب ۽ پرانهين ۽ گمراهي ۾ آهن. مطلب ته ڪافر چوندا هئا ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جو قيامت کي تاڪيد سان بيان ڪرڻ يا ته الله جل شانہ تي ڪوڙو بهتان آهي يا سندن دماغ ۾ چريائپ (معاذ الله) آهي. پر حقيقت هي آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جو اهو بيان نه ڪوڙو آهي نه چريائپ - اهو سراسر سچ ۽ حق آهي پر ڪافر عقل، دانش، سچ ۽ صواب جي رستي کان هٽي ڪري اجايو بڪواس ڪن ٿا اهي هڪ قسم جي عذاب ۽ نهايت پرانهين گمراهي ۾ آهن جو الله جل شانہ جي نبي عليه الصلوة والسلام کي بهتان هٽندڙ ۽ چريو چون ٿا - (معاذ الله ثم معاذ الله). ” أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ تَشَانَحِصَفَ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ تُسْقَطَ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ ” ڇا جيڪو آسمان ۽ زمين سندن اڳيان ۽ پويان آهن انهن ڏانهن نه ڏٺائون؟ جيڪڏهن اسين گهرون ها ته انهن کي زمين ۾ ڳهرائي ڇڏيون ها يا انهن تي آسمان کان ڪو ٽڪرو ڪيرايون ها. مطلب ته ڇا هي ماڻهو اندا ٿي ويا آهن جو انهن کي آسمان ۽ زمين به نظر نه ٿا اچن جيڪي اڳيان ۽ پويان نظر ڪرڻ سان کين هر هر نظر اچن ٿا پوءِ جنهن خالق انهن کي خلقيو آهي اهو پنهنجي حڪمت جي مدنظر انهن کي ذرا ذرا به ڪري سگهي ٿو. اهي ڊڄن نه ٿا ته جيڪڏهن اسين گهرون ته کين زمين ۾ ڳهرائي يا سندن مٿان آسمان مان ڪو ٽڪرو ڪيرائي کين تباهه ڪري ڇڏيون - ” إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّبِينٍ ” بلاشڪ ان ۾ هر رجوع ڪندڙ ٻانهي جي لاءِ نشاني آهي - مطلب ته جيڪو ٻانهو عقل ۽ انصاف کان ڪم وٺندي الله جل شانہ ڏانهن رجوع ڪري ٿو ان جي لاءِ انهن آسمان ۽ زمين ۾ وڏي نشاني موجود آهي اهو ان حڪمت واري نظام کي ڏسي سمجهي ٿو ته اهو نيٺ هڪ ڏينهن ڪنهن اعلى ۽ اڪمل نتيجي تي پهچڻ وارو آهي جنهن جو نالو دارالآخرت آهي ۽ اهو تصور ڪندي اهو وڌ کان وڌ الله جل شانہ ڏانهن رجوع ڪندو آهي.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا واضح ٿين ٿا.

١: ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ“ (۽ ڪافرن چيو ته اسان وٽ

قيامت نه ايندي) مان واضح ٿيو ته قيامت جو انڪار ڪرڻ ڪفر آهي ۽ نه مڃڻ وارو ڪافر آهي.

٢: ”عَالِمِ الْغَيْبِ“ (غيب ڄاڻندڙ) مان واضح ٿيو ته بالذات غيب جو علم

صرف الله جل شانہ کي آهي ها اهو جيڪڏهن پنهنجي نبي عليه الصلوة والسلام يا ڪنهن ڪامل ولي کي غيب جي علم مان عطا ڪري ته ان تي ڪا بندش يا پابندي ناهي.

٣: ”لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا“ (تانت مومنن کي (سهڻو) بدلو ڏي) مان واضح

ٿيو ته قيامت جي اچڻ جو مقصد ايمان وارن کي سندن نيڪ عملن جو سهڻو بدلو ڏيڻ آهي.

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوْبِيْ

۽ البت تحقيق ڏني سون داؤد کي پاڻ وٽان ڀلائي اي جبلو ! سهڻي نموني تسبيح پڙهو

مَعَهُ وَالطِّيْرُجْ وَالنَّارُ لَهُ

ان سان گڏ ۽ پکين کي (ان جو فرمانبردار ڪيوسون) ۽ نرم ڪيوسون ان لاءِ

الْحَدِيدُ (١٠) اَنْ اَعْمَلَ سَبِيْغٍ وَقَدِرُ فِي السَّرْدِ

لوه (ان کي حڪم ڪيوسون) ته ٺاه وڪريون زرهون ۽ اندازو رک ڪڙيون ٺاهڻ ۾

وَاَعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (١١) وَلِسْلِيْمٰنَ

۽ ڪيو پلا ڪم بلاشڪ مان جيڪي ڪيو ٿا ڏسندڙ آهيان ۽ سليمان جي لاءِ

الرَّيْحَ غُدُوَّهَا شَهْرُ وَرَوَّاحُهَا شَهْرُ

واء (مطيع ڪيوسون) صبح ان جي مهينو آهي ۽ شام ان جي مهينو آهي

وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ

۽ وهايوسون ان جي لاءِ چشمو پگهريل ٿامي جو ۽ جن مان آهي به هئا جيڪي ڪم ڪن پيا

بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ

ان جي اڳيان سندس رب جي اذن سان ۽ جيڪو بي فرماني ڪندو انهن مان

عَنْ أَمْرِنَا نَذِقُهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ (۱۲)

اسان جي امر کان ته چڪائينداسون ان کي عذاب پڙ ڪندڙ باهه جو

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ وَتَمَثِيلٍ وَ

ٺاهين پيا ان جي لاءِ جيڪي گهري پيو پڪيون جايون ۽ مورتون ۽

جَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَتٍ إِعْمَلُوا أَلِ دَاوُدَ

پيالا حوضن جي ڏاڍا ۽ نه چرندڙ ديڳي — وٺو اي داؤد جا اولاد

شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (۱۳) فَلَمَّا

شڪر ڪيو ۽ ٿورا آهن منهنجي ٻانهن مان شڪر ادا ڪندڙ پوءِ جڏهن

قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ

حڪم ڪيو اسان ان تي موت جو ته نه ڏس ڏنو انهن کي ان جي موت تي

إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَاتِهِ فَلَمَّا خُرَّ تَبَيَّنَتْ الْجَنُّ

مگر اڏيهي ڪاٺي پئي ان جي لٽ کي پوءِ جڏهن ڪري پيو ته ظاهر ٿيو جنن تي

أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبِ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ (١٤)

ته جيڪڏهن غيب ڄاڻن ها ته نه گهڻو وقت رهن ها عذاب خوار ڪندڙ ۾

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ ارشاد فرمايو ته آسمانن ۽ زمين جي خلقت ۾ هر ان شخص لاءِ الله جل شانہ جي وحدانيت ۽ قدرت جو دليل آهي جيڪو الله جل شانہ ڏانهن رجوع ڪري ٿو ۽ هتي انهن رجوع ڪندڙن مان ڪجهه ٻانهن جويبان آئيندي ارشاد ٿي رهيو آهي. ”وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يَجِبَالُ اَوْبِي مَعَهُ وَالطَّيْرُ ۚ ۽ البت تحقيق اسان داؤد کي پاڻ وٽان ڀلائي ڏني اِي جبلو! ان سان گڏ تسبيح پڙهو ۽ پکين کي به ان جو فرمانبردار بنايوسون - هتي ڪجهه انهن برگزيده ٻانهن جو ذڪر ڪيو ويو آهي جيڪي ”مُنِيب“ انابت جي صفت سان موصوف هئا سڀ کان اول الله جل شانہ حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام تي ڪيل نوازشن جو ذڪر فرمايو - ته اسان ان کي پنهنجي طرفان فضل ۽ ڀلائي عطا ڪئي ان ۾ مخصوص صفتون رکيون ان کي نبوت - حڪمت، حڪومت، ڪتاب، سهڻو آواز ۽ بدني قوت سڀ ان تي الاهي فضل هو - جبلن کي الله جل شانہ جو حڪم هو ته جڏهن هي منهنجو ٻانهو منهنجي تسبيح پڙهي ته اوهان به نه صرف حال جي زبان سان پر قال جي زبان سان ان سان گڏجي تسبيح پڙهو ۽ اهڙو حڪم پکين کي به هو ته اهي به ان سان گڏ تسبيح پڙهن - ”اَوْبِي“ تاويب کان ورتل ان جو مادو اوب آهي رجوع ڪرڻ جي معنيٰ ۾ ورتل آهي پر هتي ان مان مراد داؤدي تسبيح سان گڏ تسبيح پڙهڻ آهي. وَالطَّيْرُ - جي اڳيان ”اَمْرُنَا“ مقدر آهي يعني اسان پکين کي به

اهو امر ڪيو هو. (١) علامه رازي لکيو آهي ته اها تسبيح پڙهڻ صرف جبلن ۽ پکين تائين منحصر نه هئي پر جبلن ۾ جمود (هڪ جاءِ هجڻ) هوندو آهي ۽ پکين ۾ وري ماڻهن کان تهن جو مزاج هوندو آهي جڏهن اهي به تسبيح ۾ گڏ هوندا هئا ته ٻي ڪهڙي شيءِ رهي هوندي جنهن تسبيح نه پڙهي هوندي؟ (٢) ”وَالنَّاسُ لَهُ الْحَدِيدُ“ ۽ اسان ان جي لاءِ لوهه نرم ڪيو - حسن بصري، قتادة، اعمش ۽ ٻين جو قول آهي ته حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام لوهه کي نرم ڪرڻ جي لاءِ باهه ۾ نه وجهندو هو ۽ نه ان کي هٿوڙا هڻندو هو اهو سندس هٿن ۾ سڳن ڏاڳن وانگر هوندو هو ۽ ان مان زرهون ٺاهيندو هو جيئن اڳتي ارشاد آهي ”اِنْ اَعْمَلْ سَبِيغٌ وَقَدَّرْ فِي السَّرْدِ“ ته زرهون ٺاهه ۽ ڪڙن ٺاهڻ ۾ اندازو رک - مطلب ته اهي زرهون ڪشاديون هجن ۽ انهن کي قابو ڪرڻ وارا ڪڙا به مناسب مقدار ۾ ٺاهه جو پائڻ ۾ آسان ٿين - قتادة جو قول آهي ته پهريون زرهون ٺاهيندڙ حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام هو (٣) ”وَأَعْمَلُوا صَاحِبًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ“ ۽ صالح عمل ڪيو ڪيو بلاشڪ مان اهو ڏسندڙ آهيان جيڪي اوهان ڪندڙ آهيو. يعني جيڪي نعمتون اوهان کي الله ڏنيون آهن انهن ۾ صالح عمل ڪيو اوهان جيڪو ڪجهه ڪيو تانمان ان جو نگران نگهبان ۽ ڏسندڙ آهيان. ”وَلَسَلِيمُنَ الرِّيحِ غَدُوَهَا شَهْرٌ رَوَّاحُهَا شَهْرٌ“ ۽ سليمان جي لاءِ واءِ (مطيع ڪيوسون) ان جو صبح مهيني جو (سفر) آهي ۽ ان جي شام (جو سفر به) مهينو آهي مطلب ته اسان ان کي هوا مسخر ڪري ڏني هئي - هوا مان مراد صبا جو واءِ آهي سندس تخت کي سج اڀرڻ کان ڪٽندو هو ته منجهند تائين ان کي هڪ مهيني جي پنڌ تائين ڪٽي ويندو هو ۽ شام جو به اهڙي نموني. هڪ ڏينهن ۾ ٻن مهينن جو سفر ڪندو هو (٤) ”وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ“ ۽ وهايوسون ان جي لاءِ پگهريل ٿامي جوچشمو - يعني حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي لاءِ ٿامي جهڙي سخت شيءِ کي به الله جل شانہ حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي لاءِ پاڻيءَ وانگر نرم بنائي وهائي ڇڏيو هو. حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته: اهو چشمو ٽن

(١) ڪمالين اردو شرح جلالين ص ٢٠٨ جلد ٥ (٢) التفسير الكبير ص ٢٤٥ جز ٢٥ (٣) تفسير ابن

ڪثير ص ٥٢٦ جلد ٣ (٤) تنوير الاذهان ص ٢٦٤ جلد ٣

ڏينهن جي پنڌ جيترو فاصلو پري وهي ويو ۽ اهو يمن جي سرزمين ۾ هو (١). ”وَمَنْ
 الْجَنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ“ ۽ جن مان به اهي هئا جيڪي سندس اڳيان
 سندس رب جي اذن سان ڪم ڪندا هئا - يعني سندس فرمانبردار هئا سندس
 حڪم سان جايون، جڳهون ٺاهيندا هئا ”وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ
 السَّعِيرِ“ ۽ انهن مان جيڪو به اسان جي امر کان منهن موڙيندو ته اسين ان کي
 پڙڪندڙ باهه جو عذاب چڪائينداسون - مطلب ته الله جل شانہ جي فضل سان جن
 به سندس اڳيان نوڪرن چاڪرن وانگر هلندا ڦرندا هئا ۽ جيڪڏهن انهن مان ڪو
 بي فرماني ڪندو ته ان کي دوزخ جي ساڙيندڙ باهه سان سزا ڏني ويندي. هتي
 دوزخ جي عذاب ذڪر ڪرڻ سان معلوم ٿيو ته جن جي لاءِ اهو حڪم تڪويني
 هجڻ سان گڏ تشريعي به هو ته اهي الله جل شانہ جي نبي عليه الصلوة والسلام جي
 حڪم جي اڳيان تسليم ۽ فرمانبرداري ڪندا رهن - (٢) ”يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ
 مَحَارِبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ“ - جيڪي به گهري پيو وڌيون
 عمارتون ۽ مجسما ۽ پيالَ حوضن جهڙا ۽ (چلهين تي) بيهندڙ مضبوط ديڳيون ان
 جي لاءِ ٺاهين پيا هتي انهن جنن جون اهي خدمتون بيان ڪيون ويون آهن جيڪي
 حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي حڪم سان ڪندا هئا -
 ”مَحَارِبَ“ محراب جو جمع آهي انهن مان مراد قلعا ۽ وڏيون وڏيون. عمارتون
 آهن - انهن کي محراب ان جي ڪري سڏيو ويو جو جيڪڏهن انهن تي ڪير قبضو
 ڪرڻ گهرندو هو ته اهي انهن لاءِ جان ڏيندا هئا. (٣) ”تَمَاثِيلَ“ ان جو واحد
 تماثل آهي يعني مجسما - يعني جنن انهن جي لاءِ پٿرن وغيره مان وڏا وڏا مجسما
 ٺاهيندا هئا ”جِفَانٍ“ ان جو واحد ”جَفْتة“ آهي ان مان مراد اهي وڏيون پاٽيون،
 تالھه وغيره آهن جن ۾ کاڌو وڌو ويندو هو ۽ ماڻهو انهن جي چوڌاري ويهي کاڌو
 کائيندا هئا - اهي پاڻيءَ جي حوضن جيترا وڏا هئا - ”قُدُورٍ رَاسِيَاتٍ“ مان مراد اهي
 ديڳيون آهن جيڪي چلهين يا بنين تي مضبوطيءَ سان بيھنديون هيون. (٤) ”اعْمَلُوا
 أَلْ دَاوُدَ شُكْرًا“ اي داؤد جي خاندان وارو! (انهن نعمتن ملڻ تي) شڪر ڪندا

(١) معارف القرآن ص ٢٦٥ جلد ٧ (٢) حاشيه ماچديه ص ٨٦١ (٣) مظهري ص ١٣ جلد ٨ (٤) ضياء

القرآن ص ١١٥ ج ٤

ڪيو. يعني جڏهن اسان (حضرت) داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ۽ ان جي اولاد تي ايترا احسان فرمايا ته هاڻي آل داؤد کي انهن جو شڪر ادا ڪرڻ ضروري آهي.

حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جن پنهنجي خاندان ۾ وقت اهڙي نموني ورهايو هو جو ڪابه گهڙي سندس گهر ۾ عبادت کان خالي نه هوندي هئي. هر وقت ڪونه ڪو ماڻهو الاهي عبادت ۾ مشغول هوندو هو. ” وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ” ۽ منهنجن ٻانهن مان ٿورا شڪر گذار آهن. يعني منهنجن ٻانهن مان تمام ٿورا ٻانهن اهڙا آهن جيڪي شاڪر هجن - سندن زبان ، اعضاء اڪثر اوقات ۽ دل دائما شڪر ۾ رهي (١) ” فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ ” پوءِ جڏهن اسان ان تي موت (ظاهري رحلت ڪرڻ) جو حڪم نافذ ڪيو - يعني جڏهن سندس روح مبارڪ پرواز ڪيو - ” مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَاتِهِمْ ” ته انهن کي سندس رحلت جي خبر اڏيهي ڏني جنهن سندس لٺ کي کاڌو هيو - مفسرن سڳورن لکيو آهي ته جنن جي دعويٰ هوندي هئي ته اهي غيب ڄاڻن ٿا ۽ عام ماڻهن جو به اهو ذهن هوندو هو ۽ آهي ان جي ڪري ماڻهو انهن کان ڊڄندا هئا الله جل شانها ان سوچ کي هن طرح غلط ثابت ڪيو جو حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جنن کان ڪم وٺڻ جي لاءِ پنهنجي لٺ مبارڪ تي ٽيڪ ڏئي بيهندو هو جڏهن ان کي رحلت ڪرائڻ جو وقت آيو ته ان لٺ مبارڪ تي ٽيڪ جي حالت ۾ سندس روح مبارڪ کي پرواز ڪرايائين ۽ جنن کان ڪم وٺڻ جي ڪري هڪ سال ان لٺ مبارڪ تي ٽيڪ جي حالت ۾ کيس بيهاري ڇڏيائين. ان سال جي دوران سندس لٺ مبارڪ کي اڏيهي کائيندي رهي مقرر ڪيل ڪم جنن ڪري بس ڪيو ته لٺ مبارڪ به ڀڄي پئي ۽ سيدنا سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام زمين تي آيو - پوءِ جنن کي خبر پئي ته حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ته ڪافي وقت اڳي رحلت ڪري چڪو هو پر کين ان ڳالهه جو ڪو علم نه هو. (٢) ” فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتْ لِمَنِ الْأَرْضُ يَحْكُمُونَ الْغَيْبُ مَا لَيْسَ لَهَا فِي السَّاعَةِ الْمُهَيَّيَّتْ ” پوءِ جڏهن زمين تي پهتو ته اها ڳالهه ظاهر ٿي پئي ته جيڪڏهن جن غيب

ڄاڻن ها ته خوار ڪندڙ عذاب ۾ نه رهن ها - مطلب ته اها ڳالهه واضح ٿي وئي ته جن غيب ڪونه ٿا ڄاڻن. جيڪڏهن ڄاڻن ها ته سڄو سال محنت ڪري خوار ڪندڙ عذاب ۾ نه رهن ها.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

١: "رَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا" (۽ البت تحقيق اسان پاڻ وٽان داؤد کي مهرباني عطا فرمائي) مان واضح ٿيو ته حضرت داؤد علي نبينا و عليه الصلوة والسلام تي به الله جل شانہ جو خاص فضل و ڪرم و نبوت سان گڏ ڪيس پيا به ڪيترا خصوصي معجزا ۽ ڪمال مليا هئا.

٢: "يُجِبَالُ أَوَّلِي مَعَهُ وَالطَّيْرُ" اي جبلو! ان سان گڏ تسبيح پڙهو ۽ پکين کي (به اهو حڪم فرمايو هيائين) مان واضح ٿيو ته جبل ۽ پکي به سيدنا سليمان علي نبينا و عليه الصلوة والسلام سان گڏ تسبيح پڙهن لاءِ حڪم ڪيل هئا ۽ اهي ان سان اهڙي طرح گڏجي تسبيح پڙهندا هئا جو پيا ماڻهو ٻڌندا ۽ سمجهندا هئا. (١)

٣: "وَالنَّارُ لَهُ الْخَدِيدُ" (۽ اسان ان جي لاءِ لوھ کي نرم بنايو) مان واضح ٿيو ته لوھ جو ڳوهيل اٿي وانگر نرم ٿي وڃڻ به حضرت داؤد علي نبينا و عليه الصلوة والسلام جو هڪ شاندار معجزو هو ۽ پاڻ جيڪا به شيءِ ان مان ٺاهڻ گهرندو هو ته آسانيءَ سان ٺاهي وٺندو هو خصوصاً زرھون جيڪي جنگي جوان بدن تي ڍڪي ميدان جنگ ۾ لهندا آهن. (٢)

٤: "اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا" (اي داؤد جا اولاد شڪر ڪندا ڪيو) جي تفسير ۾ مفسرن لکيو آهي ته: بخاري ۽ مسلم شريف ۾ حديث آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو " (نفلي) نمازن ۾ الله وٽ وڌيڪ پياري نماز (حضرت) داؤد علي نبينا و عليه الصلوة والسلام (جي نماز آهي اهو رات جو اڌ حصو سمهندو هو ۽ پوءِ ٽيون حصو اٿي) (الله جل شانہ جي) عبادت ڪندو هو ۽ وري پوئين حصي ۾ سمهي رهندو هو ۽ (نفلي) روزن مان الله وٽ وڌيڪ پيارا روزا

(حضرت) داؤد (علي نبينا وعليه الصلوٰۃ والسلام) جا هئا جو هڪ ڏينهن روزو رکندو هو ۽ هڪ ڏينهن نه رکندو هو ۽ حضرت جابر رضي الله عنه کان روايت آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ته ”سليمان کي سندس ماءُ فرمايو هو ته: اي سليمان! رات جو نند گهڻي نه ڪر ڇو ته رات جو گهڻي نند ڪرڻ مرد کي قيامت جي ڏينهن سڃو ڪري ڇڏيندي“ (١)

٥: ”سڄو سال نبي سڳوري کي لٺ تي بيهارڻ حالانڪ سندس ظاهري رحلت ٿي چڪي هئي مان ثابت ٿيو ته ڪنهن مصلحت جي خاطر ڪنهن نبي سڳوري عليه الصلوٰۃ والسلام جي پاڪ جسم کي دفن نه ڪرڻ برو ناهي ڇو ته دير ڪرڻ جي ڪري به انهن جي جسم مبارڪ ۾ نه تبديلي ايندي آهي نه بدبوءِ ٿيندي آهي. بلڪ سندن ڪپڙن مبارڪن مان به ڪنهن قسم جي خرابي يا ناپسنديده بوءِ نه ايندي آهي. اهوئي سبب هو جو حضرت حبيب پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام جن جي تدفين ۾ تاخير ڪئي وئي هئي. شيعا ان کي صحابه ڪرام تي طعني طور پيش ڪندا آهن پر ان ۾ به حڪمت ۽ مصلحت پيش نظر هئي ته پري پري جا رهاڪو اصحابي سڳورا اچن ۽ سندن ديدار ڪرڻ سان گڏ مٿن صلوٰۃ و سلام پڙهي تدفين ۾ شامل ٿين. (٢)

لَقَدْ كَانَ لِسَبَا فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةُ

البت تحقيق هئي سببا جي قوم وارن جي لاءِ سندن ڳوٺ ۾ نشاني

جَنَّتْ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالِهِ كُلُّوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ

به باغ سڄي پاسي کان ۽ ڪهي پاسي کان کائو پنهنجي رب جي رزق مان

وَأَشْكُرُوا لَهُ ۖ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبُّ غَفُورٌ (١٥)

۽ شڪر ڪريو ان جي لاءِ شاھ ڪرياک ۽ رب بخش ۽ بار

فَاعْرَضُوا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

پوءِ منهن ۾ وڙيائون پوءِ وعائي ۾ سون انهن تي تيز سيلاب

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِي أُكُلٍ خَمْطٍ وَ

۽ مٺائي ڏناسون انهن کي عيوض ۾ باغن انهن جي ۾ باغ ڪسارن ميون ۽

اَثَلٍ وَشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ (١٦) ذَالِكِ جَزَيْنَاهُمُ

لئن ۽ ڪجهه ٿورين ٻي ٿورين وارا اها سڙائي سون انهن کي

بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجْزِيْهِ إِلَّا الْكُفُورَ (١٧)

سببان ان جي جو ڪفر ڪيائون ۽ نه سڙا ڏينداسون مگر بي شڪر کي

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا

۽ ڪياسون سندن وچ ۾ ۽ انهن ڳوٺن جي وچ ۾ جو برڪت رکي سون انهن ۾

قُرَى ظَاهِرَةً ۖ وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا

ڳوٺ ظاهر ۽ بندوبست ڪياسون انهن ۾ سير جو سير ڪيو انهن ۾

لِيَالِي وَاَيَّامًا اٰمِنِينَ (١٨) فَقَالُوا رَبَّنَا

راتي ۽ ڏينهن امن وارا ٿي ايندڙ پوءِ چيائون اي اسان جا رب!

بَعْدُ بَيْنَ اَسْفَرْنَا وَظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ

پر انهن کي اسان جي سفرن ۾ ۽ ظلم ڪيائون پنهنجي نفس تي پوءِ بنايوسون انهن کي

أَحَادِيثٌ وَمَزَقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ

اڪاڻيون ۽ ذرا ذرا بنايوسون انهن کي صاف ذرا بلاشڪ

فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (١٩)

ان ۾ البت نشانيون آهن هر صبر ڪندڙ، شڪر ڪندڙ جي لاءِ

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي نعمتن جي شڪر ڪندڙن ۽ ان ڏانهن رجوع ڪندڙن جو ذڪر هو ۽ هتان کان بي شڪري ڪندڙن ڪافرن تي اچڻ وارن عذابن جو بيان ڪيو ويو آهي - ارشاد الاهي آهي ”لَقَدْ كَانَ لِسَبَّارٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ الْبَتِّ“ تحقيق سبا جي قوم وارن لاءِ سندن ڳوٺ ۾ نشاني هئي

سبا کير هو؟

نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کان هڪ اصحابي رضي الله عنه عرض ڪري پڇيو ته سبا کير هو؟ ڪنهن مرد جو نالو آهي يا ڪنهن عورت جو يا ڪنهن واديءَ جو؟ پاڻ فرمايائون ته اهو هڪ مرد هو کيس ڏهه پٽ هئا جن مان ڇهه ”٦“ يمن ۾ رهيا هئا ۽ چار ”٤“ شام ملڪ ۾ (١) مفسرن ان جي نسب جو سلسلو هن طرح لکيو آهي سبا بن يشجب بن يعرب بن قحطان (٢) ابن ڪثير لکيو آهي ته يمن ملڪ جي بادشاهن ۽ اتي جي باشندن جو لقب آهي تبع جيڪي ان ملڪ جا مقتدا ۽ پيشوا هئا اهي به ان ئي قوم مان هئا ۽ انهيءَ ئي قوم مان بيبي بلقيسا به هئي الله جل شانہ انهن تي پنهنجي رزق جا دروازا کولي ڇڏيا هئا ۽ کين سندن ئي شهر ۾ آرام ۽ عيش جا سمورا اسباب مهيا ڪيا هئا ۽ پنهنجن پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام جي ذريعي کين پنهنجي توحيد ۽ احڪام جي اطاعت جي ذريعي نعمتن جي شڪر جو حڪم ڏنو هو ۽ ڪافي مدت تائين اهي ان حال تي قائم

۽ هر طرح جي راحت ۽ عيش سان مالا مال رهيا پوءِ ان عيش ۽ عشرت ۾ رهڻ جي ڪري الله جل شانہ کان غافل ٿيڻ بلڪ ان جي انڪار جي نوبت تائين وڃي پهتا۔ الله جل شانہ انهن کي تنبيه ڪرڻ جي لاءِ انهن ۾ تيرهن نبي علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام موڪليا جن کين سمجهايو ۽ انهن کي سڌي واٽ تي آڻڻ جي ڪوشش ڪئي پر اهي پنهنجي غفلت ۽ لاپرواهيءَ جي ڪري ان کان نه مڙيا ته انهن وٽ هڪ سيلاب جو عذاب آيو جنهن انهن جي شهر ۽ باغن کي ويران ۽ برباد ڪري ڇڏيو مفسر ابن ڪثير جو تحقيق آهي ته سبا جي جن ڏهن پٽن جو ذڪر تفسيرن ۾ آيل آهي اهي سڀ سندس صلي پٽ نه هئا بلڪ سندس ٻي، ٽيئن يا چوٿينءَ پيڙهي ۾ اهي ان سان ملن ٿا انهن جا قبيلو شام ۽ يمن ملڪ ۾ پکڙيا ۽ ان ئي نالي سان مشهور ٿيا سبا جو اصل نالو عبد شمس هو ۽ مؤرخن لکيو آهي ته ان سبا پنهنجي زماني ۾ اسان جي نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي تشریف آوريءَ جي بشارت بيان ڪئي هئي ان ڪجهه اهڙا عربي شعر به چيا هئا جن ۾ حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جي آمد جو ذڪر ڪندي اها تمنا ڪئي هئي ته ”ڪاش مان سندن زماني ۾ هجان ها ته سندن پيغام جي مدد ڪيان ها“ ۽ انهن شعرن ۾ پنهنجي قوم کي حضور پاڪ عليه الصلوة والسلام جن تي ايمان آڻڻ ۽ مدد ڪرڻ جي تلقين ڪئي هئي ۽ مٿي مذڪوره حديث مبارڪ ۾ جو بيان ٿيو ته سبا جا ڏهه پٽ هئا جن مان ڇهه ”٦“ يمن ۾ آباد ٿيا ۽ چار ”٤“ شام ملڪ ڏانهن ويا اهو واقعو انهن تي سيلاب جي عذاب اچڻ کان بعد جو آهي جو ان سيلاب کان پوءِ اهي مختلف طرفن ۽ شهرن ۾ پکڙجي ويا هئا. (١)

اهي سبا وارا ڪهڙي دور ۾ هئا.

مفسرن پلارن امام قشيري عليه الرحمة جي حوالي سان لکيو آهي ته سبا جي قوم حضرت عيسىٰ کان پوءِ ۽ حضور پر نور عليهما الصلوة والسلام جن کان اڳ فطرت واري دور ۾ هئي (٢) ”جَنَّتَيْنِ عَنْ يَمِينٍ وَ شِمَالٍ“ ۽ باغ سڄي ۽ کڀي پاسي کان - علامه قرطبي لکيو آهي ته سبا وارن تي اها به مهرباني هوندي هئي جو سندن شهرن ۾ نه مچر هو نه مک هئي نه جون ۽ نه وڇون نه نانگ نه پلائون - ۽

جيڪڏهن ٻئي علائقي جو ڪو ماڻهو سندن علائقي ۾ ايندو هو ته ان جي بدن ۾ موجود چُون به مري وينديون هيون سندن ٻه باغ اهڙا هوندا هئا جو جيڪڏهن ڪا عورت مٿي تي ڪارو رکي انهن مان لنگهندي هئي ته اهو ڪارو بغير ڪنهن ميوي پٽڻ جي خود بخود ڪيترن مختلف ميون سان ڀرجي ويندو هو ۽ قشيري فرمايو ته ”جَنَّتَن“ مان مراد صرف ٻه باغ نه هئا بلڪ انهن جي واديءَ جي سڄي ۽ ڪڀي پاسي ڪيترن قسمن جي ميون وارا باغ ۽ باغيچا هوندا هئا جن جي چانو ۾ رستا ڍڪيل هوندا هئا (۱) ”كُلُوا مِنْ رَزْقِ رَبِّكُمْ“ پنهنجي رب جي رزق مان کائو - انهن کي ائين چوڻ وارو ته ڪير ڪونه هو پر اهي ان ڳالهه تي قادر هئا ان جي ڪري ائين فرمايو ويو ”وَاشْكُرُوا لَهُ“ ۽ ان جو شڪر ڪيو - يعني ان جي طرفان عطا ڪيل انهن نعمتن تي ان جو شڪر ڪندا رهو ”بَلَدَةٌ طَيِّبَةٌ“ پاڪ شهر - يعني هي شهر پاڪ آهي. جنهن ۾ ميوا گهڻا هجن جي باوجود نه ان ۾ مک آهي نه جون آهي نه مچر يا ڪو ٻيو جيت آهي ”وَرَبُّ غَفُورٌ“ ۽ رب بخششهار آهي - يعني اوهان تي اهي نعمتون ڪندڙ بخششهار به آهي جيڪو پنهنجن ٻانهن جا گناهه بخشي ٿو ۽ سندن عيب اگهاڙا نه ٿو ڪري (۲) ”فَاَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ“ پوءِ منهن موڙيائون ته انهن تي تيز سيلاب موڪليوسون - يعني جڏهن انهن سبا وارن اسان جي امر جي اتباع نه ڪئي ته اسان انهن تي تيز سيلاب موڪليو - عَرِم مان مراد اهو مضبوط بند آهي جنهن سان پاڻي روڪيو ويندو آهي ۽ سيل مان مراد وهڻ آهي مطلب ته سندن روگردانيءَ بي فرمانيءَ جي ڪري مٿن اهڙو سخت تيزيءَ سان پاڻيءَ جو اهڙو سيلاب موڪليوسون جو ان مضبوط بند کي ٽوڙي سندن سر ۽ مال ۽ هر جنس لوڙهي اهڙي نموني کڻي ويو جو ڪابه شيءِ قرار سان بيهي نه سگهي (۳) ”وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِیْ اَکِلِ حَمَیْطٍ وَّاَثَلٍ وَشِیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ“ ۽ انهن کي سندن انهن ٻن باغن جي بدلي ۾ ٻه ٻيا باغ ڪسارن ميون ۽ لٽن وارا ۽ ٿورين ٻيرين وارا مٿائي ڏناسون - مطلب ته انهن ڀلن ميون وارن باغن جي بجاءِ انهن وٽ لٽن ۽ ٿورن ٻيرين جا وڻ وڃي ٻڄيا ۽ ڪي اهڙا وڻ جن جا ميوا ڪسارا هئا کائڻ ۾ لذيت نه هئا ”ذٰلِكَ جَزَآئُهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نَجْزِيْهُنَّ اِلَّا

الْكَفُّورَ " سندن بي شڪري جي ڪري اها ڪين سزا ڏني سون ۽ بي شڪر کان سواءِ ٻئي کي سزا نه ڏيندا آهيون - مطلب ته اهو جيڪو ڪجهه ٿيو انهن جي بي شڪريءَ ۽ بي قدريءَ جي ڪري هو ۽ بي شڪر کي اها سزا ملندي رهندي آهي " وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمُ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً " ۽ اسان سندن وچ ۾ ۽ انهن ڳوٺن جي وچ ۾ جن ۾ برڪت وڌي سون ظاهر ٿيندڙ ڳوٺ ڪيا - برڪت وارن ڳوٺن مان مراد شام ملڪ جا شهر آهن يعني سندن شهر صنعا کان وٺي شام ملڪ جي وچ ۾ تقريباً چار هزار ست سو (٦٧٠٠) ڳوٺ رکياسون " وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ " ۽ انهن ۾ سير ڪرڻ جو پورو پورو بندوبست ڪيوسون - جو مسافر هڪ شهر کان پاڻي ۽ کاڌو کڻڻ کان سواءِ نڪرندو هو ته ٻئي شهر ۾ ايترو آسان ۽ جلد پهچندو هو جو نه بڪ محسوس ڪندو هو نه اڃ ۽ اهو سڀ ڪجهه انهن تي تيزيءَ سان اچڻ واري سيلاب کان اڳي هو (١) " سَيَرُوا فِيهَا لَيَالِيً وَاَيَّامًا اَمِينٍ " انهن ۾ راتيون ۽ ڏينهن امن سان رهندي سير ڪيو - مطلب ته اوهان انهن شهرن ۾ سير ڪندي ڪو خوف نه ڪيو رات ڏينهن امن سان هلندا رهو (٢) پر انهن ان نعمت جي قدر ڪرڻ جي بجاءِ بي شڪري ۽ وڏائي ڪري الله جل شانہ جي بارگاہ ۾ عرض ڪيو " فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ يَئِن اَسْفَارْنَا وَظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ " پوءِ چيائون ته اي اسان جا رب! اسان جي سفرن ۾ دوري پيدا ڪر ۽ پنهنجن نفسن تي ظلم ڪيائون - مطلب ته رحمت جي بجاءِ زحمت گهريائون ته الله جل شانہ سندن سهوليتون ختم ڪري ڇڏيون اهي شهر ويران ٿي ويا سندن ڳوٺن ۽ شام ملڪ جي وچ ۾ رڳي بيابان نظر ايندا هئا ۽ سوارين تي کائڻ ۽ پيئڻ جو سامان کڻي نڪرندا هئا (٣) فَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيثَ وَمَزَقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ " پوءِ اسان انهن کي آکاڻيون بنايو ۽ اسان انهن کي بالڪل ذرا پرزا ڪري ڇڏيو - مطلب ته اهڙا تباهه ۽ برباد ٿي ويا جو پويان اچڻ وارا انهن جي هلاڪت جا قصا ۽ آکاڻيون ڪڏندا هئا ۽ انهن کي ذرا پرزا بنائي ڇڏيوسون ڪي سندن قبيلن جيئن اوس، خزرج مدينه منوره ڏانهن هجرت ڪري آيا ته غسان قبيلي وارا شام ڏانهن ۽ ازدواراعمان ڏانهن ۽ خزاعة وارا تهامه قبيلي ڏانهن لڏي ويا " اِنَّ فِيْ ذَالِكْ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ " بلاشڪ ان ۾ هر

گهڻي صبر ڪندڙ ۽ گهڻي شڪر ڪندڙ جي لاءِ البت نشانئون آهن - يعني جيڪي شخص الله جل شانہ جي عبادت ۽ اطاعت ڪندڙ، يا ان جي طرفان پهچڻ وارين تڪليفن تي صبر ڪندڙ ۽ ان جي نعمتن ملڻ تي شڪر ڪندڙ آهي انهن جي لاءِ ان ۾ نشانئون آهن ته الله جل شانہ شاڪرن ۽ صابرن کي ڪيئن نوازيندو آهي.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

١: مذڪوره واقعي ۾ بيان ٿيو آهي ته الله جل شانہ اها سڀا جي قوم جي حالت حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام ۽ حضرت نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جي تشريف آوري جي وچ واري دور ۾ ڪئي هئي ۽ ڪن مفسرن لکيو آهي ته ان قوم ڏانهن ١٣ نبي سڳورا علي نبينا وعليهم الصلوٰة والسلام موڪليا ويا هئا. حالانڪ اهي حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام کان اڳي آيا هئا ۽ انهن ۾ الله جي نعمتن جي بي شڪري ۽ بي قدري حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام کان پوءِ پيدا ٿي هئي جنهن جي ڪري تباه ۽ برباد ٿيا هئا.

٢: ”وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ“ (۽ گهڻي ڪفر ڪندڙ کان سواءِ ڪنهن کي سزا نه ٿا ڏيون) مان مراد آهي ته اهڙو عام عذاب جهڙو سڀا جي قوم تي آيو گهڻي ڪفر ڪندڙ کان سواءِ ٻئي ڪنهن کي نه ٿا ڏيون ها. مسلمانن فاسقن، فاجرن ۽ گنهگارن کي به ڪلمه پڙهڻ جي برڪت سان جهنم کان نيٺ نجات ملندي پر قرآن پاڪ جي ڪيترين آيتن ۽ نبوي حديثن ۾ بيان ٿيل عذاب ۽ سزا پوڳيندا ۽ علامه آلوسي بغدادي عليه الرحمة لکيو آهي ته مذڪوره ڪلام پنهنجي حقيقت تي صحيح آهي ته سزا سزا طور ڪافرن کي ملندي ۽ مومن کي جيڪا باهه ۾ وجهڻ يا ٻئي طريقي سان تڪليف ڏني ويندي اها صرف سزا جي صورت هوندي ان سان اصل مقصد انهن کي گناهن کان پاڪ ڪرڻ هوندو (١)

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ

۽ البت تحقيق سچو ڪري ڏيکاريو انهن تي شيطان پنهنجو گمان

فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (٢٠)

پوءِ ان جي تابعداري ڪيائون مگر ٽولي هڪ ڙي مومن مان

وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ

۽ نه هو ان جو انهن تي ڪو زور مگر تانت پڌرو ڪي

مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ

ان کي جيڪو ايمان آڻي ٿو آخرت تي ان کان جيڪو اهو ان کان شڪ ۾ آهي

وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيزٌ (٢١)

۽ تنهنجو رب هر شيء جي حفاظت ڪندڙ آهي

تفسير:

اڳين آيتن ۾ سڀا وارن جو قصو بيان ٿيو ۽ هتي اهو ٻڌايو ويو آهي ته انهن شيطان واري خيال کي سچو ٿيڻ جو موقعو ڏنو جو ان چيو هوتو مان انسانن کي گمراه ڪندس. فرمان مبارڪ آهي ”وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ“ ۽ انهن تي شيطان پنهنجو گمان سچو ڪري ڏيکاريو - يعني شيطان جو اهو قول ته مان انسانن کي گمراه ڪندس - سچو نڪتو جو سڀا وارن ان جي ڳالهه تي عمل ڪيو الله جل شانہ جا بي فرمان ٿيا ان جي نعمتن جو شڪر ۽ قدر نه ڪيائون ”فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ“ پوءِ ان جي اتباع ڪيائون مگر مومن مان هڪ ٽولي - انهن شيطان جي چوڻ تي عمل نه ڪيو اهي الله جل شانہ جا فرمانبردار رهيا ۽ پنهنجي

رب كي راضي ڪيائون (١) ” وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّن سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ “ ۽ نه هو ان جو انهن تي ڪو زور مگر تانت جيڪو آخرت تي ايمان آئي ٿو ان کي ان کان پڌرو (۽ جدا) ڪيون جنهن کي آخرت ۾ شڪ آهي - يعني شيطان وٽ ڪو اهڙو زور ۽ طاقت نه هئي جنهن جي ذريعي اهو انهن کي مجبور ڪري پنهنجو پيروڪار بنائي ها - ان ته صرف سندن دل ۾ وسوسا وڌا ته هي ان جي پويان لڳي پيا ۽ اهو صرف ان جي ڪري آهي ته آخرت تي ايمان آڻڻ وارو ۽ ان کي نه مڃڻ وارو ظاهر ٿي بيهي ۽ مومن درجو ۽ ثواب حاصل ڪري شڪ ڪرڻ وارو سزا ۽ عذاب جو مستحق بنجي - ” وَرَبُّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ “ ۽ تنهنجو رب هر شيءِ جي حفاظت ڪندڙ آهي. يعني ان وٽ هر شيءِ محفوظ آهي اي محبوب عليك الصلوة والسلام ان کان نه ڪفرن جو ڪفر به لڪل ناهي اهو کين سندن ڪفر جي سزا ڏيندو ۽ جنهن آخرت تي ايمان آئي صالح اعمال ڪيا ان کي آخرت ۾ اهڙين نعمتن ساڻ نوازيندو جيڪي نه ڪنهن اک ڏٺيون هونديون. نه ڪنهن ڪن پڙيون هونديون ۽ نه ڪنهن جي دل ۾ انهن جو تصور آيو هوندو - (٢)

فائدو:

مذڪوره آيتن ۾ آيل لفظ ” اِلَّا لِنَعْلَمَ “ (مگر تانت اسين پڌرو ڪيون) ۾ آيل لفظ لِنَعْلَمَ مان مراد ظاهري لفظي نه آهي چوٽه الله جل شانہ جو علم ازلي قديم زمان ۽ مڪان کان اڳي آهي ان جي ڪري ” لِنَعْلَمَ “ جي معنی تانت اسين ڄاڻون جي بجاءِ ” تانت اسين پڌرو ۽ ظاهر ڪيون “ لکي وئي آهي.

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ

فِرْمَاء تہ سڏيو انهن کي جو گمان ڪيو ٿا الله کان سواءِ نه ٿا مالڪ

أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ (٢٥)

جو اسان جرم ڪيا ۽ نه پڇا ڪيا وينداسون اسين ان جي جو اوهان ڪيو پيا

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ

فرماء ته گڏ ڪندو اسان کي اسان جو رب ان کان پوءِ فيصلو ڪندو

بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ (٢٦) قُلْ

اسان ۾ حق سان ۽ اهوئي صحيح فيصلو ڪندڙ ڄاڻندڙ آهي فرماء ته

أَرْوِيهِ الَّذِينَ أَحَقُّتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ كَلَّا

ڏيکاريو مون کي اهي جو ملالا اوهان ان سان شريڪ ڪري هر گز نه

بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (٢٦)

بلڪ اهوئي الله غالب، حڪمت وارو آهي.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ سبا وارن کي هلاڪ ڪرڻ جو ذڪر هو ۽ هتي ڪافرن کي چئلينج ڏئي فرمايو ويو آهي ته معبود بالحق جو شان آهي ته پنهنجي عابد کي ڪم اچي اوهان الله جل شانہ کان سواءِ باطل معبودن کي سڏي ڏسو ته ڇا ٿا ڪري سگهن. فرمان عالي آهي. ” قُلْ اَدْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ” فرماء ته انهن (باطل معبودن) کي سڏيو جن کي الله کانسواءِ (ڪارساز) سمجهندا آهيو - اهي آسمانن ۽ زمين ۾ ڪنهن ذره جي وزن جا به مالڪ ناهن - هتان کان مڪه مڪرمه جي رهاڪن سان خطاب آهي جن کي متنبه ڪرڻ جي لاءِ سبا وارن جو قصو بيان ڪيو ويو هو - يعني الله جل شانہ کان

سواء جن شين ۾ اوهان کي خدا هجڻ جو گمان آهي ذرا ڪنهن مشڪل وقت ۾ انهن کي سڏي ته ڏسو ڇا اهي اوهان کي ڪم ايندا جيڪي آسمانن ۽ زمين ۾ ڪنهن ذره جا به مالڪ ناهن. ”وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شَرِكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مَنْ ظَهِيرٌ“ ۽ انهن جوانهن ٻنهي (آسمان ۽ زمين) ۾ نه ڪو پائيوار آهي ۽ نه ان (الله) جو انهن مان ڪو مددگار آهي - ”مِنْ شَرِكٍ“ من زائده آهي ۽ شرڪ جي معنيٰ شرڪت آهي - يعني اهي باطل معبود اوهان کي ڪنهن به ڪم ۾ نه ايندا نه انهن جو ڪو آسمانن ۽ زمين ۾ حصو يا پائيوارو آهي ۽ نه انهن مان ڪو الله جل شانہ جو مدد ڪرڻ وارو آهي ”وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ“ ۽ ان وٽ شفاعت نفعو نه ڏيندي مگر جنهن جي لاءِ اذن ڏئي. ڪافر اهو گمان ڪندا هئا ته ٻيو ڪجهه اسان جا باطل معبود نه به ڪندا پر اسان جي لاءِ الله وٽ شفاعت ڪندا. انهن جي ان خيال جي به ترديد ڪندي ارشاد ٿيو ته - الله وٽ شفاعت به صرف ان جي ۽ ان لاءِ هوندي جن کي اذن ڏيندو - جن کي شفاعت ڪرڻ جو يا جن لاءِ شفاعت ڪرڻ جو اذن مليل نه هوندو يا نه ملندو اهي ڪابه شفاعت نه ڪندا نه انهن جي حق ۾ شفاعت هلندي. (١) ”حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ“ تان جو جڏهن سندن دلين تان گهٻراهت دور ڪئي ويندي ته چوندا اوهان جي رب ڇا فرمايو؟ يعني جڏهن سندن دلين تي طاري ٿيندڙ دهشت دور ٿيندي ته هڪ ٻئي کان پڇندا خبر ڏيو الله جل شانہ شفاعت جي باري ۾ ڇا فرمايو؟ ”قَالُوا الْحَقَّ“ چوندا حق فرمايائين - يعني مومنن جي لاءِ شفاعت جواذن ملي ويو ڪافرن لاءِ ڪابه شفاعت نه هلندي ”وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ“ ۽ اهو نهايت مٿانهون وڏو آهي ان وٽ ان جي اذن کان سواءِ ڪير به نه ڪڍندو نه ڪجهه ڪري سگهندو - ”قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ وَرَآءُ أَوْرَآكُمۡ لَعَلَّيْ هُدًى اَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ“ فرماء ته اوهان کي آسمانن ۽ زمين مان ڪير ٿو رزق ڏئي؟ فرماء ته الله ۽ بلاشڪ اسين يا اوهان البت هدايت تي آهيون يا ڪليءَ گمراهيءَ ۾ - يعني اي حبيب عليڪ الصلوة والسلام اوهان فرمايو ته اي ڪافرو! آسمانن ۽ زمين مان اوهان کي رزق ڪير ٿو ڏئي؟ اوهان ئي فرمايو ته الله رزق ڏئي ٿو هتان کان مڪه مڪرمه جي

رہاڪو مشرڪن کي فرمايو ويو آهي ته واضح دلائل سان الله جل شانہ جو خالق، مالڪ، مطلق قادر هجڻ ثابت آهي ۽ بتن ۽ ٻين باطل معبودن جو بي وس ۽ بي طاقت هجڻ بہ مشاهدي ۾ آهي انهن سڀني ڳالهين جي هوندي موقعو اهو هو ته مشرڪن کي خطاب ڪري چيو وڃي ها ته اوهان جاهل ۽ گمراه آهيو جو الله تعاليٰ کي ڇڏي بتن ۽ شيطانن جي پوڄا ڪيو پيا - پر هتي قرآن ڪريم حڪيمانه عنوان اختيار ڪندي دين جي دعوت ڏيندڙن مبلغن ۽ اسلام جي مخالفن، باطل مذهب وارن سان بحث ۽ مناظرو ڪندڙن جي لاءِ هڪ اهم رستو بيان ڪيو آهي ته هميشه ٻئي کي سمجهائڻ ۾ سٺو رستو اختيار ڪجي روشن ۽ واضح دلائل جي هوندي ڪوبه سمجهدار ماڻهو نه ٿو چئي سگهي ته توحيد ۽ شرڪ ٻئي برابر آهن ۽ مومن ۽ مشرڪ ٻئي حق تي آهن بلڪ يقيناً هڪ ڌر حق تي هوندي ٻي گمراهي ۽ تي - هاڻي اوهان پاڻ سڀني دليلن تي غور ڪري ٻڌايو ته حق تي ڪير آهي؟ ۽ انصاف ڪرڻ وارو ذهن مڃيندو بلڪ فيصلو ڏيندو ته مومن حق تي آهن ۽ مشرڪ گمراه آهن هي پيغمبرن پلارن جو طريقو علماء اسلام لاءِ رهنمائي ڪندڙ اصول آهي جيڪو کين هر وقت پيش نظر رهڻ گهرجي ان کي نظر انداز ڪرڻ سان دعوت، تبليغ، بحث ۽ مناظره بي اثر رهندو آهي بلڪ گهڻا وقت نقصان ڏيندو آهي مخالف ضد ۾ اچي گمراهي ۽ تي مضبوط ۽ مستحڪم ٿي ويندا آهن - ” قُلْ لَا تَسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نَسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ “ فرماء ته جيڪي اسين جرم ڪنداسون انهن جي اوهان کان پڇا نه ڪئي ويندي ۽ جيڪي اوهان ڪندؤ ان جو اسان کان نه پڇيو ويندو - مطلب ته جيڪي اسين جرم ڪنداسون انهن جا جوابدار به اسين آهيون ۽ جيڪي اوهان ڪندؤ اهو حساب اوهان کي ڏيڻو پوندو ڪو هڪ ٻئي جي پاران سزا نه پوڳيندو هتي پاڻ ڏانهن ” أَجْرَمْنَا “ چئي جرم جي نسبت ڪرڻ ۽ مخالفن ڏانهن سندن عمل جي نسبت ڪرڻ جي نڪته کي بيان ڪندي علامه زمخشري لکيو آهي ته اهو نهايت نرم رويي رکڻ وارو رستو آهي جنهن سان ماڻهو مخالف جي دل ۾ داخل ٿي وڃي ٿو ۽ هتي جرمن مان مراد ننڍا گناهه ۽ زلات آهن جن کان هر مومن به بچي نه ٿو سگهي ۽ عمل مان مراد ڪفر آهي - مومن انهن صغيرن گناهن جي

مغفرت ملڻ جي ڪري جنت ۾ ويندو ۽ ڪفر نه معاف ٿيڻ وارو گناهه آهي ان جي ڪري ڪافر شڪ ۽ شبهي کان سواءِ جهنمي آهي (١) ”قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبَّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ“ فرماء ته اسان کي اسان جو رب گڏ ڪندو تنهن کان پوءِ اسان ۾ حق جو فيصلو ڪندو ۽ اهوئي حق جو فيصلو ڪندڙ، گهڻو ڄاڻندڙ آهي - مطلب ته اي ڪافرو! اسان ۽ اوهان سڀني کي الله جل شانہ قيامت جي ڏينهن گڏي اسان ۽ اوهان جي عقائد ۽ اعمال جو صحيح فيصلو ڪندو ۽ اهوئي انصاف وارو مطلق حاڪم آهي جيڪو ڪنهن سان به ظلم نه ڪندو اهو پنهنجي مخلوق جي حال کي ڄاڻي ٿو حق وارن کي جنت ۽ باطل وارن کي جهنم ۾ داخل ڪندو (٢) ”قُلْ أَرُونِي الَّذِينَ أَهَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ كَلَّا بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ فرماء ته مون کي اهي ڏيکاريو جيڪي اوهان الله سان شريڪ بنائي شامل ڪيا آهن - هرگز نه - بلڪ اهوئي الله غالب حڪمت وارو آهي - ”أَرُونِي“ جو پهريون مفعول - ني ضمير واحد متڪلم منصوب متصل آهي پيو مفعول ”الَّذِينَ أَهَقْتُمْ بِهِ“ آهي ۽ ٽيون مفعول ”شُرَكَاءَ“ آهي معنيٰ ته اي ڪافرو! اوهان اهي مون کي ڏيکاريو جن کي اوهان الله جا شريڪ بنائي رکيو آهي - ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته ڪنهن جي عبادت ان جي مستحق هجڻ جي ڪري ڪئي ويندي آهي ۽ جڏهن ته اوهان جي بتن ۽ ٻين باطل معبودن ۾ اهي ٽئي ڳالهيون ناهن ته انهن جي عبادت نه ڪيو يا آهن ته مون کي اهي ڏيکاريو - ۽ جڏهن اهي ڳالهيون انهن ۾ ڏيکاري به نه ٿا سگهو ته پوءِ اهي باطل آهن عبادت جو لائق صرف هڪ الله آهي جيڪو جيڪو بالذات موصوف بالعزة آهي ڪامل قدرت جومالڪ آهي اهڙي علم وارو آهي جنهن کان ڪابه شيءِ مخفي ناهي (٣).

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا .

١: قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ (فرماء ته جن کي اوهان الله کان سواءِ معبود سمجهيو هو انهن کي سڏيو) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ ڪافرن

جي معبودن کي خوار ڪرڻ ۽ سندن عقيددي جي برائيءَ کي ظاهر ڪرڻ جي لاءِ اهو حڪم فرمائيندو ته اهي نه سڏ ٻڌندا نه سندن مدد ڪندا.

٢: " وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ " (۽ ان وٽ شفاعت نفعو نه ڏيندي مگر جنهن لاءِ اذن ڏنائين) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ ڪن پنهنجن ٻانهن کي ڪن ٻانهن لاءِ شفاعت جو اذن ڏيندو بلڪ ڏئي به ڇڏيو اٿس جيئن حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن جي شفاعت وغيره ۽ مذڪوره آيت مان اهو به واضح ٿيو ته شفاعت به صرف انهن لاءِ ٿيندي جن جي لاءِ الله جل شانہ شفاعت ڪرڻ جي اجازت عطا ڪندو - ان جي ڪري اهو عقيدو پڪو آهي ته مومنن جي لاءِ شفاعت حق آهي ڪافرن لاءِ ناهي.

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ نَذِيرًا

۽ نه موڪليو اسان اوهان کي مگر مڙني ماڻهن جي لاءِ خوشخبري ڏيندڙ ۽ ڊيڄاريندڙ

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (٢٨) وَيَقُولُونَ

۽ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن ۽ چون ٿا ته

مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ : إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (٢٩)

ڪڏهن ايندو هي وعو ڇو ڪڏهن آهي - اوهان سچا

قُلْ لَّكُمْ مَّيْعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ

فرمائي ته اوهان جي لاءِ وعو ان ڏينهن جو آهي جو نه پوئتي ٿيندو

عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ع (٣٠) وَقَالَ الَّذِينَ

ان ڪان هڪ گهڙي ۽ نه اڳتي ٿيندو ۽ چي - اوهان جن

كَفَرُوا لَنْ تُؤْمِنَ بِهِذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي

ڪفر ڪيو ته هرگز نه ايمان آئيندا سون هن ڪرآن تي ۽ نه ان تي جيڪو

بَيْنَ يَدَيْهِ ط وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ

ان کان اڳي نازل ٿي ويو ۽ جيڪو ڏهن ڏسندين جڏهن ظالم

مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ

بيهاريل هوندا پنهنجي رب وٽ ورائيندا هڪ ٻئي انهن مان بين ڏانهن

الْقَوْلِ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِلَّذِينَ

ڳالهه چوندا اهي جيڪي ڪمزور سمجهيا ويا انهن کي جن

اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ (٣١)

وڏائي ڪئي ٿي جيڪو ڏهن نه هجو ها اوهان ته البت هجون ها اسان مومن

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا

چوندا اهي جن وڏائي ڪئي هئي انهن کي جيڪي ڪمزور سمجهيا ويا

أَنْحَنُ صَدَدْنَكُمْ عَنِ الْهُدَى بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ

ڇا اسان روڪيو اوهان کي هدايت کان ان کان بعد جو اوهان وٽ آئي

بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ (٣٢) وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا لِلَّذِينَ

بلڪ هيئو اوهان مجرم ۽ چوندا اهي جيڪي ضعيف سمجهيا ويا انهن کي جن

اَسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَآ

وڏائي ڪئي بلڪ رات ۽ ڏينهن جي (اوهان واري) مڪر - جڏهن اسان کي امر ڪيو پيا

اَنْ تَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهُ اَنْدَادًا. وَاَسْرُوا النَّدَامَةَ

هي ته الله جو انڪار ڪيون ۽ ڪيون اسين ان جا شريڪ ۽ لڪائيندا پشيماني

لَمَّا رَاُوا الْعَذَابَ. وَجَعَلْنَا الْاَغْلَالَ فِيْ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا

جڏهن ڏسندا عذاب ۽ وجهندا سون ڳت انهن جي ڳچين ۾ جن ڪفر ڪيو

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (٣٣)

نه بدلوڏنا ويندا مگر ان جو جيڪي ڪندا هئا

تفسير:

گذريل آيتن ۾ الله جل شانہ جي توحيد ثابت ڪرڻ جي لاءِ ڪيترن قسمن جا دلائل پيش ڪيا ويا ۽ هن آيت ۾ حضرت نبي پاڪ عليه الصلوٰة والسلام جي رسالت عامه جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ” وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا “ ۽ اسان اوهان کي نه موڪليو مگر سڀني انسانن جي لاءِ بشارت ڏيندڙ ۽ جهنم جي باهم کان ديجاڙيندڙ بنائي - هن آيت ۾ آيل لفظ ” كَافَّةً “ جي تفسير ۾ مفسرن پلارن مختلف اقوال ارشاد فرمايا آهن.

١: قول آهي ته اهو ڪف کان ورتل اسم فاعل جو صيغو آهي ۽ ان ۾ ” ة “ اسم مبالغه جي آهي پوءِ معنيٰ ٿيندي ماڻهن کي دنيا ۾ ڪفر ۽ گناهن کان روڪيندڙ ۽ آخرت ۾ انهن کي دوزخ ۾ ڪرڻ کان روڪيندڙ.

٢: قول آهي ته ان جي معنيٰ آهي جامع - مطلب ته اسان اوهان کي ماڻهن

جي لاء بشارت ڏيڻ ڊيچارڻ ۽ الهي پيغام جي پهچائڻ جي لاء گڏ ڪندڙ ڪري موڪليو آهي (١) ابن ابی حاتم ابن ابی شيبه، ابن المنذر مجاهد کان روايت آندي آهي ته آيت جو مطلب آهي ته: اسان اوهان کي سڀني ماڻهن جي لاء موڪليو آهي - عبد بن حميد، ابن جرير ۽ ابن حاتم قتادة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته الله جل شانہ رسول الله صلي الله عليه وسلم جن کي عرب ۽ عجم جو رسول بنائي موڪليو پوء انهن مان الله وٽ اهو وڌيڪ عزت وارو آهي جيڪو وڌيڪ سندن فرمانبردار آهي ۽ ابن المنذر حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”أُعْطِيَتْ حَمَسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ نَبِيٌّ قَبْلِي بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً أَبْيَضَ وَأَحْمَرَ وَإِنَّمَا كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ وَنُصِرْتُ بِالرَّعْبِ بَيْنَ يَدَيَّ مِنْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ وَأُطِعْتُ أَمْرِي الْمَغْنَمَ لَمْ يُطْعَمْ أُمَّةٌ قَبْلَ أَمْرِي وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُعْطِيَتْ الشَّفَاعَةُ فَادْخَرْتُهَا لِأَمْرِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ (٢) مون کي پنج (اهڙيون شيون) ڏنيون ويون آهن جيڪي مون کان اڳي ڪنهن به نبي کي عطا نه ڪيون ويون مان سڀني ماڻهن اچن ۽ ڳاڙهن لاء مبعوث ڪيو ويو آهيان ۽ بخاري ۽ مسلم حضرت جابر رضي الله عنه کان جيڪا روايت آندي آهي ان جو مفهوم به اهو آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”أُعْطِيَتْ حَمَسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي“ ”١“ ”نُصِرْتُ بِالرَّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ“ ”٢“ ”وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَطَهُورًا فِيمَا رَجُلٌ مِنْ أَمْرِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصِلْ وَأَحَلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ وَلَمْ يُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيَتْ الشَّفَاعَةُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً“ (٣) يعني مون کي پنج اهڙيون شيون ڏنيون ويون آهن جيڪي مون کان اڳي ڪنهن به نبي نه ڏنيون ويون.

١: مان مهيني جي پنڌ تي رعب سان مدد ڪيو ويو آهيان (مطلب ته مان اڃان مهيني جي پنڌ تي پري هوندو آهيان ته منهنجي دشمن تي منهنجو رعب

(١) المظهر ص ٢٩ جلد ٨ روح المعاني ص ١٤٢ جز ٢٢ جلد ٨ (٢) الدر المنثور ص ٧٠٢ جلد ٦

(٣) المظهر ص ٣٠ جلد ٨

چانئجي ويندو آهي).

٢: ۽ مون لاءِ ساري زمين (بشرطيڪم ڪنهن پليديءَ سان ملوث نه ٿي هجي) مسجد ۽ پاڪ ڪنڌڙ بنائي وٺي آهي پوءِ جنهن به مرد کي منهنجي امت مان (جتي به) نماز جو وقت ملي ته (اتي) نماز پڙهي.

٣: ۽ مون لاءِ غنيمتون حلال ڪيون ويون آهن ۽ مون کان اڳي ڪنهن لاءِ به حلال نه هيون.

٤: ۽ مان شفاعت (جو اذن) عطا ڪيل آهيان .

٥: ۽ (اڳي) نبي خصوصي طور پنهنجي قوم ڏانهن موڪليو ويندو هو ۽ مان سڀني ماڻهن ڏانهن عام طور موڪليل آهيان ۽ علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته "وفي الصحيح ايضا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال- " بُعِثْتُ إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ " (مان ڪارن ۽ ڳاڙهن ڏانهن مبعوث ڪيو ويو آهيان) مجاهد فرمايو ته جنن ۽ انسانن ڏانهن ۽ ٻين چيو ته عرب ۽ عجم ڏانهن ۽ سڀ صحيح آهي. (١) "وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ" ۽ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن - يعني اها ڳالهه نه ڄاڻن جي ڪري گهڻا ماڻهو گمراهي ۽ ضلالت تي قائم آهن جيئن ٻي آيت ۾ آيو آهي " وَمَا أَكْثَرَ النَّاسَ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ " (۽ اوهان نجيوتو ڪرڻ به گهڻا ماڻهو ڇڏي ڇڏي ڇڏي ڇڏي) (٢) " وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ " ۽ چون ٿا ته جيڪڏهن سچا آهيو ته (ٻڌايو ته) هي وعدو ڪڏهن ايندو - هتي مشرڪن جو استهزاء ۽ چتر طور حضور پر نور عليه الصلوة والسلام ۽ مومنن سان خطاب جو ذڪر آهي اهي کين چوندا هئا ته جنهن عذاب جا اسان کي دڙڪا ٿا ڏيو ته اچي پيو اهو ڪڏهن ايندو - سچا آهيو ته تائيم ٻڌايو " قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ " فرماءَ ته - اوهان جي لاءِ وعدي وارو ڏينهن (مقرر) آهي ان کان نه گهڙي پوئتي ٿي سگهندو ۽ نه اڳتي ٿي سگهندو - يعني اوهان کي پوئتي عذاب ڪرڻ جي لاءِ الله جل شانہ وٽ وقت مقرر ڪيل آهي جڏهن اهو ايندو ته هڪ گهڙي به نه پوئتي ٿي سگهندو ۽ نه اڳتي ٿي سگهندو ان جي ڪري تڪڙو

عذاب نه گهرو - " وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُؤْمِنَ بِهِدَ الْقُرْآنَ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ " ۝
 ڪافرن چيو ته اسين هن قرآن تي هرگز ايمان نه آئينداسون ۽ نه انهن (ڪتابن)
 تي جيڪي هن کان اڳي نازل ٿيا هئا - هي ڪافرن جي عناد ۽ سرڪشي جو بيان
 آهي ته اهي کلي چوندا هئا ته اسين نه هن قرآن کي ٿا مڃيون ۽ نه ان کان اڳي نازل
 ڪيل ڪتابن کي جن ۾ قيامت جي لاءِ قبرن مان اٿڻ جو بيان آهي. (١) " وَلَوْ تَرَى
 إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ الْقَوْلَ " ۝ ۽ جيڪڏهن ڏسين
 تون جڏهن ظالم پنهنجي رب وٽ بيهاري ٿا هوندا هڪ ٻئي ڏانهن قول موٽائيندا
 يعني اي ڏسندڙ - ان وقت انهن جو حال ڏسجان ۽ ڏسي حيران ٿيندين جو هڪ
 ٻئي تي الزام هڻندا هڪ ٻئي کي ڪفر ۽ گمراهي ۾ رهڻ جو سبب قرار ڏيندا -
 " يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ " هيٺان هٽيلن کي
 چوندا ته جيڪڏهن اوهان نه هجو ها ته اسين ايمان وارا هجون ها - پر اوهان اسان
 جي ايمان آڻڻ ۾ رڪاوٽ بنجي ڪفر جي اهڙي سونهن ۽ سوڀ بيان ڪئي جو
 اسان اوهان جي پويان لڳي پياسون ان جي ڪري اوهان کي عذاب ٿيڻ گهرجي اسين
 عذاب ۾ نه وڃون - " قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوا أَنْحَنْ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ
 الْهُدَى بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ " هيٺا هٽيلن کي چوندا ته ڇا اوهان وٽ
 هدايت اچڻ کان پوءِ اسان اوهان کي روڪيو هو؟ بلڪ اوهان پاڻ مجرم هيو - يعني
 جڏهن ڪمزور قوت وارن تي گمراهه ڪرڻ جو الزام هڻندا ته قوت وارا کين چوندا
 ته: ڇا اوهان وٽ هدايت اچڻ کان پوءِ اسان اوهان کي ايمان آڻڻ کان روڪيو هو؟
 ائين ناهي بلڪ اوهان پاڻ مجرم هيو جو هدايت کي قبول نه ڪيو هيو " وَقَالَ
 الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ
 وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا " ۽ هيٺان هٽيلن کي چوندا ته بلڪ اوهان جي رات ۽ ڏينهن واري
 مڪر (اسان کي گمراهه ڪيو) جڏهن اوهان اسان کي امر پيا ڪيو ته اسين الله
 جو انڪار ڪيون ۽ اسين ان جا شريڪ بنايون - يعني ڪمزور قوت وارن کي
 چوندا ته اوهان جي رات ۽ ڏينهن واري مڪر ته اسان کي گمراهه رکيو جو نرم

لهجي ۾ اسان کي مطمئن ڪندا هيئو ته بتن جي پوڄا حق آهي ۽ جيڪو حق هو ان ۾ طعنا هڻندي هرو ڀرو به عيب ڪيندا ۽ اسان جا ذهن حق کان پري ڪندا هيئو ۽ ان هڪ ٻئي تي الزام هڻڻ سان فائدو ته ڪنهن کي ڪونه پوندو. ”وَاسْرُوا التَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ“ ۽ جڏهن عذاب ڏسندا ته دل جو دل ۾ پشيمان ٿيندا - يعني عذاب الاهي ڏسي پوءِ هڪ ٻئي تي الزام هڻڻ ذهن مان نڪري ويندن ۽ سخت پشيمان ٿيندا - ۽ سوچيندا ته اسان واقعي ظالم، عذاب جا مستحق آهيون هاڻي ڪيئن نجات ملي؟ (١) ”وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِيْ اَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ ۽ اسين ڪافرن جي ڳچين ۾ ڳت وجهنداسون نه جزا ڏنا ويندا مگر انهن عملن جي جيڪي ڪندا هئا ۽ آخر ۾ هيءُ ڳالهه واضح ڪئي وئي ته دنيا ۾ هر شخص کي ارادي ۽ اختيار جي آزادي ڏنل آهي هر شخص جو فرض آهي ته اهو پنهنجي ارادي ۽ اختيار کي الله جل شانہ جي فرمانبرداري ۾ صرف ڪري جيڪڏهن ڪو نادان الله جل شانہ کي خوش ڪرڻ جي لاءِ پنهنجي صلاحيتن مان فائدو نه ٿو وٺي ۽ ڪنهن جي پويان اندوڻي لڳي ٿو ته ان کي ٻڌڻ کپي ته سندس اهو ٻرو عمل کيس عذاب ۾ وجهندو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا .

١: ”كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا“ (سڀني ماڻهن جي لاءِ بشارت ڏيندڙ ۽ ڊيڄاريندڙ) هن آيت جي تفسير ۾ علامه احمد يار خان نعيمى عليه الرحمة لکيو هي ته ”حضور (صلى الله عليه وسلم) جن اڳين نبين (علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام) جا به نبي آهن ان جي ڪري معراج واري رات سڀني نبين سندن پويان نماز پڙهي ۽ هن آيت مان اهو به معلوم ٿيو ته پاڻ صرف انسانن جا نه بلڪ جيڪا به الله جي مخلوق آهي اها سندن امت آهي جيئن ٻين آيتن ۾ آهي ”لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا“ جهانن جي لاءِ ڊيڄاريندڙ ۽ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ ۽ اسان اوهان کي جهانن جي لاءِ رحمت ڪري موڪليو آهي - باقي مذڪوره آيت ۾ ”لِلنَّاسِ“

(ماڻهن جي لاءِ) اهو قيد صرف خوشخبري ڏيڻ ۽ ڊيچارڻ جي لاءِ آندو ويو آهي يعني بهشت جون نعمتون ۽ دوزخ جو عذاب اهي ٻئي شيون صرف انسان سان واسطو رکن ٿيون جنن جي لاءِ دوزخ جو عذاب ته آهي پر جنت جي نعمت ناهي ۽ ٻي عام مخلوق جي لاءِ نه جنت آهي نه جهنم ڊيچارڻ سڀني جهانن جي لاءِ آهي ۽ جنت جي بشارت صرف انسانن جي لاءِ آهي ان جي ڪري هن آيت ۽ ٻين آيتن ۾ تعارض ناهي (۱)

۲: هي فائدو به حاصل ٿيو ته جڏهن نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام سڀني انسانن جي لاءِ ڪافي آهي ۽ انسانن ۾ قيامت تائين اچڻ وارا سڀ انسان شامل آهن ته هاڻي ڪنهن ٻئي نبي جي ضرورت ناهي جيئن الله ”رَبُّ النَّاسِ“ آهي ته ٻيو رب ناهي بيت الله شريف ”وُضِعَ لِلنَّاسِ“ آهي ته ٻيو بيت الله ناهي قرآن ڪريم هُدي لِلنَّاسِ“ (ماڻهن جي لاءِ هدايت) آهي ته ٻئي قرآن جي ضرورت ناهي لهنذا حضور صلي الله عليه وسلم جن خاتم النبيين آهن ته انهن کان بعد ٻئي ڪنهن به نبي جي ضرورت ناهي بلڪ ٻيو نبي اچڻ بالڪل ناممڪن، محال ۽ نه ٿيڻي ڳالهه آهي جيئن الله جل شانہ جو شريڪ محال آهي تيئن حضور عليه الصلوة والسلام جن کان بعد ٻيو نبي قطعاً ممڪن ناهي جيئن قرآن ڪريم جي سوين آيتن ۽ متواتر حديثن مان ثابت آهي ان جي ڪري قادياني ۽ ان جا پوئلڳ مرتد، دجال ۽ خالص ڪافر آهن.

۳: ”وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ“ (۽ چون ٿا ته هي وعدو ڪڏهن ايندو) مان واضح ٿيو ته ڪافرن جو اهو سوال حقيقت پڇڻ لاءِ نه هو چرچي طور هو تڏهن کين ان جو جواب نه مليو - نه ته مومن کي حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن ٻڌائي ڇڏيو ته قيامت محرم مهيني جي ڏهين تاريخ جمعه جي ڏينهن ٿيندي ۽ قيامت جون نشانبيون به ٻڌائي ڇڏيائون.

۴: ”قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ الْآيَةِ“ (فرماءِ ته اوهان جي لاءِ ڏينهن جو وعدو آهي جنهن کان هڪ گهڙي به نه پوئتي ٿيندو نه اڳتي ٿيندو) ان مان مراد يا قيامت جو ڏينهن آهي يا موت جو - مگر ياد رکڻ گهرجي ته موت جو ڏينهن الله جل شانہ جي پيارن جي دعا سان هتي ويندو آهي جيئن (حديث پاڪ ۾ آهي ته) حضرت

آدم جي دعا سان حضرت داؤد علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام جي عمر چاليهن سالن جي بجاءِ سو سال ٿي وئي هئي بلڪ شيطان جي خواهش ” أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ “ (مون کي ان ڏينهن تائين جو قبرن مان اٿاريا ويندا مهلت ڏي) تي ان کي ” أَنْتَكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ “ (بلاشڪ تون مهلت ڏنلن مان آهين) فرمائي ان جي عمر وڌائي وئي - ان جي ڪري آيت مان مراد آهي ته پنهنجي مرضيءَ سان هڪ گهڙي به حياتي پوئتي اڳتي ڪري نه ٿا سگهو - الله جل شانہ وڌائي ته وڌائي سگهي ٿو. (١)

٥: ” كُنْ تَوْفَنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ “ (اسين هن قرآن تي ۽ ان تي جيڪي هن کان اڳي نازل ٿيو آهي ايمان نه آڻينداسون) مان واضح ٿيو ته اڳين آسماني ڪتابن تي ايمان نه آڻڻ ڪافرن جو ڪم آهي مومن جو قرآن ڪريم سان گڏ اڳين آسماني ڪتابن تي به ايمان آهي ٦: ” أَنْ تَكْفُرَ بِاللَّهِ “ (ته الله جو انڪار ڪيون) مان واضح ٿيو حضور عليه الصلوة والسلام جن جو انڪار الله جو انڪار آهي چو ته ڪافرن سندن انڪار ڪيو هو جنهن کي الله جو انڪار قرار ڏنو ويو.

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا

۽ نه موڪليو اسان ڪنهن ڳوٺ ۾ ڪو ڏيکاريندڙ مگر چيو مالدان اتي جي ته

إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ (٣٤)

بلاشڪ اسين ان جا جنهن سان اوهان موڪليا ويا آهيو انڪار ڪندڙ آهيون

وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ

۽ چيائون ته اسين گهڻا آهيون مالن ۽ اولاد ۾ ۽ ناهيون اسين

بِمُعَذِّبِينَ (٣٥) قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ

عذاب ڪيل فرماءِ ته بيشڪ منهنجو رب ڪشادو ڪري ٿو رزق

لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ٤ (٣٦)

جنهن جي لاءِ گهري ۽ تنگ ڪري ٿو ۽ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ

۽ ٽاهن اوهان جا مال ۽ نه اوهان جو اولاد اهڙي شيءِ جو ويجهو ڪن اوهان کي

عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اسان وٽ قرب جي مرتبي کي مگر جنهن ايمان آندو ۽ ڪيائين نيڪ عمل

فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ

پوءِ اهي انهن جي لاءِ ٻيڻو بدلو آهي ان سببان جو ڪيائون ۽ اهي

فِي الْغُرَفِ آمِنُونَ (٣٧) وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا

ماڙين ۾ امن سان رهندڙ آهن ۽ جيڪي ڪوشش ڪن ٿا اسان جي آيتن

مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ (٣٨)

جو مقابلا ڪندڙ اهي عذاب ۾ حاضر ڪيل هوندا

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ

فرمائ ته بيشڪ منهنجو رب ڪشادو ڪري ٿو رزق جنهن لاءِ گهري

مَنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا أَنْفَقْتُمْ

پنهجن ٻانهن مان ۽ تنگ ٿو ڪري ان جي لاءِ ۽ جيڪي خرچ ڪيو ٿا اوهان

مَنْ شِئَ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (٣٩)

ڪاشي ۽ پوءِ اهو - واپس ڪري ٿو ان کي ۽ اهو رزق ڏيندڙن ۾ پلو آهي.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ٻڌايو ويو ته ڪافرن نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن کي چيو هو ته ” اسين نه هن قرآن تي ايمان آڻينداسون ۽ نه ان ڪتابن تي جيڪي هن کان اڳي نازل ڪيا ويا هئا، ان ڳالهه ٻڌڻ کان پوءِ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن نهايت مغموم رهيا - هتي کين تسلي ڏيندي ارشاد ڪيو ويو آهي ته اهو جواب صرف اوهان کي نه مليو آهي اوهان کان اڳي به جڏهن ڪو نبي عليه الصلوة والسلام ڪنهن قوم وٽ ويو ٿي ته ان قوم ان کي به اهڙو جواب ڏنو ٿي - ارشاد رباني آهي ” وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ” ۽ اسان ڪنهن به ڳوٺ ۾ ڪو ڊيڄاريندڙ نه موڪليو هو مگر ان جي مالدارن چيو ته اسين ان پيغام جا جنهن سان اوهان موڪليا ويا آهيو انڪار ڪندڙ آهيون. مطلب ته جڏهن به ڪنهن ڳوٺ ۾ کين سندن گناهن جي سزا کان ڊيڄارڻ وارو ڪو نبي سڳورو (على نبينا وعليه الصلوة والسلام) موڪليو سين ٿي ته اتي جي رهاڪو رئيسن، جابرن ۽ برائيءَ جي اڳواڻن ان کي به اهڙي جواب ڏنو ٿي ته اسين اوهان جي پيغام ۽ پروگرام کي ڪونه ٿا مڃون ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته رئيسن، سردارن ۽ اميرن جو هميشه اهو دستور رهيو آهي ته اهي دين ۽ ديندارن کان پري رهڻ جي ڪوشش ڪندا آهن. ” وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ” ۽ چيائون ته اسين مالن ۽ اولاد ۾ گهڻا آهيون ۽ اسين عذاب ڪيل ناهيون - مطلب ته اوهان اسان جي اصلاح ڪرڻ وارا ڪير آهيو؟ هي عاليشان محلاتون، باغ بنگلا اسان جا آهن يا اوهان جا؟ هي نوجوان اولاد اسان جو آهي ته پوءِ اسين

گمراهه ڪيئن آهيون - جيڪڏهن اسين گمراهه هجئون ها ته الله جل شانہ اسان کي اهي نعمتون نه ڏي ها ۽ جڏهن ڏنيون اٿس ته اسان کي عذاب نه ڪندو ”قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ فرماء ته بلاشڪ منهنجو رب جنهن لاءِ گهري رزق ڪشادو ٿو ڪري ۽ (جنهن لاءِ گهري ته ان جو رزق) تنگ ٿو ڪري ۽ پر گهڻا ماڻهو نه ٿا ڄاڻن - مطلب ته رزق ڪشادي ڪرڻ ۽ تنگ ڪرڻ ۾ الله جل شانہ جون جدا حڪمتون آهن اهو حق تي هجڻ جو دليل ناهي پر اڪثر ماڻهو اها ڳالهه ڄاڻن ٿي ڪونه ٿا - ته الله جل شانہ وٽ شرف ۽ شان صرف تقوىٰ، نيڪي، ايمان ڪامل تي هوندو آهي ”وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَن آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلِئَٰلِكَ لَهُمْ جَزَاءٌ وَضْعُفٌ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ“ ۽ اوهان جا مال ۽ اولاد اهڙي شيءِ ناهن جو اوهان کي الله جي قرب واري مقام کي ويجهو ڪن مگر جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا پوءِ اهي ئي آهن جن جي لاءِ سندن عمل جو ٻيڻو بدلو آهي ۽ اهي ماڙين ۾ امن وارا آهن يعني مال ۽ اولاد ڏسي خوش نه ٿيو ته انهن جو هجڻ الله جي قرب جو ذريعو آهي بلڪ صالحن عملن وارا مومن ئي آهن جن کي سندن نيڪ عملن جو ٻيڻو بدلو ملندو ۽ اهي بهشت جي بلند محلاتن ۽ ماڙين ۾ امن سان رهيا پيا هوندا. ”وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آلَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ“ ۽ جيڪي اسان جي آيتن جي لاءِ مقابلو ڪندڙ ٿي ڪوشش ڪن ٿا اهي عذاب ۾ حاضر ڪيل هوندا - ”مُعْجِزِينَ“ جي معنيٰ عاجز بنائيندڙ - يعني اهي ڪوشش ڪن ٿا ته اسين الله جل شانہ کي عاجز ڪري وجهنداسون (معاذ الله) اهو اسان کي ڪجهه ڪري نه سگهندو مقصد ته انهن جو خاص پروگرام اسان جي تازل ڪيل آيتن کي باطل ثابت ڪرڻ ۽ اسان جي ڪتاب واري هدايت جي نور کي وسائڻ ۽ مومنن جي دلين ۾ شڪ ۽ شبها پيدا ڪرڻ آهي ۽ انهن جو خام خيال آهي ته اسين انهن کي ڪجهه ڪري نه سگهنداسون پر انهن کي چڱيءَ طرح ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته اهي الاهي عذاب

۾ حاضر ڪيل هوندا ان کان ٻاهر نڪري نه سگهندا - ” قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ فَرَمَاءُ تَه : بلاشڪ منهنجو رب پنهنجن ٻانهن مان جنهن کي گهري ٿو ان جي لاءِ رزق ڪشادو ڪري ٿو ۽ (جنهن کي گهري ٿو) ان جي لاءِ رزق تنگ ڪري ٿو - يعني اي محبوب ڪريم ! عليك الصلوة والسلام اوهان انهن کي ساڳي علمي حقيقت جيڪا سندن ذهن ۾ نه ٿي ويهي ۽ عام ماڻهو ان کان بي علم آهن ذهن نشين ڪيو ته الله پنهنجي ٻانهن مان جنهن کي گهري ٿو آزمائڻ لاءِ رزق ڪشادو ڪري ٿو ڏي ۽ جنهن کي گهري ٿو ان جي لاءِ رزق روزي تنگ ٿو ڪري رزق ڪشادو هجڻ الله جل شانہ وٽ محبوبيت ۽ مقبوليت جي نشاني ناهي. (١) ” وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ” ۽ جيڪا به شيءِ اوهان خرچ ڪيو ته پوءِ اهو (اوهان لاءِ) ان کي واپس ٿو ڪري ۽ اهوئي رزق ڏيندڙن ۾ پلو آهي آيت مبارڪه جي هن حصي ۾ في سبيل الله خرچ ڪرڻ ڏي دعوت ڏيندي ماڻهن کي ٻڌايو ويو آهي ته اهي الله جل شانہ جي وات ۾ دليريءَ سان خرچ ڪن ان سان سندن مال ۾ ڪوٽ نه پوندي ۽ بخل سان سندن ملڪيت نه وڌندي - بلڪ جيڪي ڪجهه رب پاڪ جي نالي ڏيندا الله جل شانہ برڪت ۽ خصوصي عنايت جي ذريعي اهو کين واپس ڏيندو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا.

١: ” وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا ” الآية (۽ چيائون ته اسين مالن ۽ اولاد جي لحاظ ساڳهڻا آهيون) ان جي ڪري اسان کي عذاب نه ٿيندو - ابتداء دنيا کان وٺي دنيا، دولت عيش ۽ عشرت جي نشه ۾ رهڻ وارن جو اهوئي طريقو رهيو آهي جنهن سان انهن الله جل شانہ جي نيين عليهم الصلوة والسلام کي دشمن سمجهي انهن جي مخالفت ڪئي آهي (الا ماشاء الله)

شان نزول

ابن ابي شيبه ، ابن المنذر ۽ ابن ابي حاتم ابن زيد کان روایت آندي آهي ته: ۾ شخص واپار ۾ پائيوار هئا هڪڙو سمنڊ جي ڪنارن واري پاسي ڏانهن نڪري ويو ۽ ٻيو مڪه مڪرمه ۾ رهي پيو - جڏهن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن نبوت جو اعلان فرمايو ته ان سمنڊ جي ڪنارن ڏانهن رهڻ واري مڪه مڪرمه ۾ رهندڙ کان خط لکي پڇيو ته نبي - پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جو معاملو ڪيئن ٿيو؟ ان جواب لکيس ته: ان (نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام) جا تابع صرف ماڻهن جي نظرن ۾ ڪريل ۽ مسڪين ٿيا آهن ”پوءِ اهو سمنڊ جي ڪنارن ڏانهن تجارت ڪرڻ وارو تجارت ڇڏي مڪه مڪرمه ۾ رهندڙ پائيوار وٽ آيو ۽ کيس چيائين ته ”مون کي ٻڌاء ته اهو (نبي ڪريم عليه التحية والتسليم) ڪهڙو آهي؟ ۽ اهو اڳيان آسماني ڪتاب پڙهندو رهندو هو - پوءِ ان جي ڏس ڏيڻ تي نبوي بارگاه علي صاحبه الصلوة والسلام ۾ آيو ۽ حضور عليه الصلوة والسلام جن کي عرض ڪيائين ته ”اوهان ڪهڙي دعوت ٿا ڏيو؟“ پاڻ ان کي پنهنجو پروگرام ٻڌايائون ته ان هڪدم چيو ”اَشْهَدُ اَنْكَ رَسُوْلُ اللهِ“ مان شاهدي ٿو ڏيان ته بلاشڪ تون الله جو رسول آهين پاڻ فرمايائون ته ”تو کي اهو علم (يقين) ڪيئن حاصل ٿيو؟“ ان عرض ڪيو ته ”ڪوبه نبي ايندو آهي ته ان جي پهريان پهريان اتباع مسڪين ۽ اهي ماڻهو ڪندا آهن جيڪي ٻين جي نظرن ۾ ڪريل هوندا ان موقعي تي الله جل شاناهه هيءَ آيت نازل فرمائي (١)

٢: ان مان اهو به معلوم ٿيو ته دنيا، مال، ملڪيت ۽ اولاد تي ناز ڪري الله جل شاناهه جي دين کي ٺڪرائڻ ڪافرن جو ڪم آهي سڄو ۽ پڪو مسلمان پلي ڪيترو به سرمايه دار هجي ائين نه ڪندو.

٣: ”قُلْ اِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ - ڪان - وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ“ تائين آيت ۾ غور ڪجي ٿو ته ان مضمون واري آيت هن کان اڳئين رڪوع ۾ به آيل آهي فرق ايترو آهي ته هتي ”لَنْ يَشَاءَ“ کان پوءِ ”مِنْ عِبَادِهِ“ ۽ ”يَقْدِرُ“ کان پوءِ ”لَهُ“ الفاظ

آيل آهن جن مان واضح ٿئي ٿو ته هي حڪم مخصوص ٻانهن مومنن جي لاءِ آيل آهي ۽ ان مان مقصد اهو آهي ته مومن ٻانهن مال ملڪيت جي محبت ۾ ايترو نه ڦاسن جو الله جل شانہ جي ٻڌايل حقن ۽ موقعن ۾ به خرچ ڪرڻ کان دل ۾ تنگ ٿي پون.

٤: ” وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ “ (۽ اوهان ڪابه شيءِ خرچ ڪيو ٿا ته اهو ان کي واپس ٿو ڪري) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي واٽ ۾ خرچ ڪندڙ کي الله جل شانہ دنيا ۾ يا آخرت ۾ يا ٻنهي جهانن ۾ اوترو وڌائي ٿو - پر ان مان مراد فضول ۽ اجايا خرچ ناهن بلڪ جائز ۽ سٺا خرچ مراد آهن بيهقي شعب الايمان ۾ حضرت حسن کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” مَا أَنْفَقْتُمْ عَلَىٰ أَهْلِكُمْ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا تَقْتِيرٍ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ “ اوهان جيڪو خرچ اسراف ۽ تنگيءَ کان سواءِ پنهنجي اهل تي ڪيو ٿا اهو الله جي واٽ ۾ آهي - بخاري ۽ ابن مردويه حضرت ابو هريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” الله جل جلاله جو فرمان آهي ته ” أَنْفَقْ يَا ابْنَ آدَمَ أَنْفَقْ عَلَيْكَ “ اي انسان ! تون خرچ ڪر ته مان توتي خرچ ڪيان ” (١)

جيڪو خرچ شريعت جي مطابق نه هوندو ان جي بدلو ملڻ جو وعدو ناهي:

بيهقي شعب الايمان ۾ حضرت جابر بن عبدالله رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” جيڪو به ٻانهو خرچ ڪري ٿو ته الله ان کي ايترو ورائي ڏيڻ جو ضامن آهي مگر جيڪو خرچ (فضول ۽ ضرورت کان سواءِ) ڪنهن تعمير يا گناه ۾ - (ڪيو ٿو وڃي ان جي ضمانت ناهي) (٢)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهْؤُلَاءِ

۽ جنهن ڏينهن اٿاريندو انهن مڙني کي ان کان پوءِ فرمائيندو ملائڪن کي ته ڇاهي

اَيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ (٤٠) قَالُوا سُبْحَنَكَ أَنْتَ

اوهان جي عبادت ڪندا هئا چوندا ته تنهنجي پاڪائي آهي تون

وَلِينَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ

مالڪ اسان جو آهين انهن کان سواءِ بلڪ جنن جي عبادت ڪندا هئا

أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ (٤١) فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ

گهڻا انهن مان انهن تي ايمان آڻيندڙ آهن پوءِ اڄ نه مالڪ ٿيندو بعض اوهان جو

لِبَعْضٍ نَفَعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

بعض جي لاءِ نفعي جو ۽ نه نقصان جو ۽ چوندا سون انهن کي جن ظلم ڪيو ته

ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ (٤٢)

ڇڪو باهم جو عذاب جنهن کي ڪوڙو چوندا هي

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

۽ جڏهن پڙهيون ٿيون وڃن انهن تي اسان جون آيتون چٽيون

قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ

ته چيائون ناهي هي مگر مڙس جيڪو ارادو ڪري ٿو ته روڪي اوهان کي

عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ قَبْلَ قَالُوا

ان کان جو عبادت ڪندا هئا ابا ڏاڏا اوهان جا (انهن جي) چيائون ته

مَا هَذَا إِلَّا رِافُكَ مُفْتَرِي ۖ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ

نامي هي مگر بهتان ناهيل چيو انهن جن ڪفر ڪيو حق جي لاءِ

كَمَا جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (٤٣) وَمَا آتَيْنَهُمْ

جڏهن آيو انهن وٽ ته نامي هي مگر جادو چيو ۽ نه ڏنا اسان انهن کي

مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ

ڪي ڪتاب جو پڙهن ٿا انهن کي ۽ نه موڪليو اسان انهن ڏانهن توکان اڳي

مِنْ نَذِيرٍ (٤٤) وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا

ڪو ديچاريندڙ ۽ ڪوڙو چيو انهن جو انهن کان اڳي هئا ۽ نه پهتا

مُعْشَارَ مَا آتَيْنَهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي قَدْ

ڏهين حصي ان جي کي جيڪو ڏنو اسان انهن کي پوءِ منهنجن رسولن کي ڪوڙو چيائون

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (٤٥) قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ

پوءِ ڪهڙي طرح هو منهنجو عذاب فرماءِ ته بس نصيحت ڪيان ٿو مان اوهان کي هڪڙي

أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلَ خِيَالٍ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا قَدْ

ته ڪڙا ٿيو الله جي (حڪم) لاءِ ٻه ٻه ۽ هڪ هڪ ان کان پوءِ سوچيو ته

مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ

ناهي اوهان جي سڏائيءَ ۾ ڪا چريائي ناهي اهو مگر ڊيچاريندڙ

لَكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ عَذَابٍ شَدِيدٍ (٤٦)

اوهان جي لاءِ اڳي ان سخت عذاب جي

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ

فرماء ته جيڪي گهريو مون اوهان کان اجورو پوءِ اهو اوهان جي لاءِ آهي

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (٤٧)

ناهي اجورو منهنجو مگر الله تي ۽ اهو هر شيء تي شاهد آهي

قُلْ إِنْ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ (٤٨)

فرماء ته بيشڪ منهنجو رب القاء ڪري ٿو حق اهو غيبن جو جائنڌڙ آهي

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيهِ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ (٤٩) قُلْ

فرماء ته آيو حق ۽ نه ٿو نئين سر ناهي باطل ۽ نه ورائي ناهيندو فرماء ته

إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي

جيڪڏهن گمراه ٿيندس مان (معاذ الله) پوءِ رڳو گمراه ٿيندس پنهنجي سر لاءِ

وَإِنْ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي

۽ جيڪڏهن هدايت وارو ٿيندس پوءِ ان سببان جو وحي ڪري ٿو مون ڏانهن رب منهنجو

إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ (٥٠)

بلا شك اهو ٻڌندڙ، ويجهو آهي.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جو ڪافرن سان پيش
اچڻ وارو حال بيان ڪيو ويو ۽ هتي ڪافرن سان قيامت جي ڏينهن پيش اچڻ واري
حالت بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ
أَهْلُكُمْ أَيَاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ“ ۽ جنهن ڏينهن انهن سڀني کي اٿاريندو پوءِ ملائڪن
کي فرمائيندو ته ڇا هي خاص اوهان جي عبادت ڪندا هئا؟ - ذهن نشين ڪرڻ
گهرجي ته قديم دور کان هلندڙ دور تائين مشرڪ ملائڪن کي ديوي ۽ ديوتا قرار
ڏئي انهن جا بت ٺاهي انهن جي پوڄا ڪندا رهيا آهن ڪو مينهن جو ديوتا آهي ته
ڪو هوا جو ڪا دولت جي ديوي آهي ته ڪا علم جي ۽ ڪا موت ۽ هلاڪت جي -
ان جي متعلق هتي بيان ٿي رهيو آهي ته قيامت جي ڏينهن انهن ملائڪن کان پڇيو
ويندو ته: ڇا اوهان هنن جا معبود هيئو؟ ان سوال جو مطلب صرف حال معلوم
ڪرڻ ناهي بلڪ ان ۾ اهو راز رکيل آهي ته: ڇا اوهان انهن جي ان عبادت کان
راضي هيئو؟ ڇا اوهان ائين چيو هو ته: اي انسانو! اسين اوهان جا معبود آهيون
اوهان اسان جي پوڄا ڪندا ڪيو اوهان جي اها خواهش هئي ته: ماڻهو اوهان جي
عبادت ڪن سورة الفرقان جي آيت ١٧ ۾ بيان ٿي چڪو آهي ته اهڙو سوال انهن
سڀني هستين کان ڪيو ويندو جن جي دنيا ۾ عبادت ڪئي وئي هوندي. ”قَالُوا
سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلٰيْنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ“ چوندا ته
تنهنجي پاڪائي آهي انهن کان سواءِ تون اسان جو مالڪ آهين بلڪ اهي جنن جي
عبادت ڪندا هئا انهن مان گهڻا انهن تي ايمان آڻيندڙ هئا - يعني اهي عرض ڪندا
ته يا الله! تنهنجي ذات پاڪ ان ڳالهه کان مبرا آهي جو پيو ڪو توسان معبود هجڻ
۾ شريڪ هجي اسان جو انهن ماڻهن سان ڪو واسطو ناهي اسين انهن جي ڪردار

کان بيزار آهيون تون ئي انهن کانسواءِ اسان جو مالڪ آھين اھي جن جي عبادت
 ڪندا هئا ۽ گھڻا انهن تي ايمان رکندا هئا - ۽ جن مان مراد شيطان آهن ملائڪن
 جي چوڻ جو مقصد هوندو ته شيطانن انهن کي اهو رستو ڏيکاريو هو ان جي ڪري
 انهن ڄاڻي پوڄاري هئا ”فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا“ پوءِ اڄ اوهان
 مان هڪڙا ٻين جي لاءِ نفعي ۽ نقصان جا مالڪ نه ٿيندا - مطلب ته اڄ باطل
 معبودن ۽ سندن عابدين جو عاجز هجڻ بالڪل واضح ٿي ويو جو ڪير ڪنهن کي
 نه نفعو ٿو پهچائي نه نقصان - ڪافر جن معبودن کي پنهنجو سهارو سمجهندا هئا
 اهي ڪانئن بيزار ٿي ويا. ”وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا
 تُكَذِّبُونَ“ ۽ اسين انهن کي چوندا سون جن ظلم ڪيو هو ته ان باهه جو عذاب چڪو
 جنهن کي ڪوڙو چوندا هيئو - يعني جن ظلم ڪري باطل معبودن جي عبادت
 ڪئي انهن کي چيو ويندو ته جنهن باهه جي عذاب کي ڪوڙو چوندا هيئو اڄ ان
 جو عذاب چڪو - (١) ”وَإِذَا تَنَالَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ
 يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانُوا يَعْبُدُ آبَاءَكُمْ“ ۽ جڏهن انهن تي اسان جون چڻيون آيتون تلاوت
 ڪيون ٿيون ويجن ته چون ٿا ناهي هي مگر هڪ مرد جيڪو اوهان کي انهن (باطل)
 معبودن کان روڪي ٿو جن جي اوهان جا ابا ڏاڏا عبادت ڪندا هئا مطلب ته جڏهن
 الله جل شانہ جو رسول عليه الصلوة والسلام انهن جي اڳيان الله جل شانہ جي
 طرفان نازل ڪيل روشن آيتون پڙهي ٿو ته اهي اهڙي مشهور ۽ معروف هستيءَ کي
 (معاذ الله) حقارت جي نظر سان ڏسندي چوندا هئا ته هي نبي عليه الصلوة
 والسلام ٻيو ڪجهه ناهي صرف هڪ مرد آهي جيڪو اوهان کي اوهان جي ابن،
 ڏاڏن وارن معبودن کان روڪي رهيو آهي - هن وٽ ٻي ته ڪابه شيءِ ناهي - انهن
 ڪافرن پنهنجن کي ائين نه چيو ته اوهان کي انهن بتن کان ٿو روڪي جن جي اوهان
 عبادت ڪيو ٿا پر جن جي اوهان جا ابا ڏاڏا عبادت ڪندا هئا - ان چوڻ مان مقصد
 انهن کي ڪفر تي مضبوط ۽ مستحڪم رکڻ ۽ توحيد کان نفرت ڏيارڻ هو (٢)
 ”وَقَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا أَفْكَ مُقْتَرَىٰ“ ۽ چيائون ته هي هٿ جي ٺاهيل ڪوڙ کان سواءِ
 ڪجهه به ناهي، يعني قرآن ڪريم صرف ٻه ٽي ڪوڙيون هٿ جون ٺاهيل ڳالهيون

آهن جن کي الله جل شانہ ڏانهن نسبت ڪيو ويو آهي - " وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ
لَمَّا جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ " ۽ جڏهن ڪافرن وٽ حق آيو ته ان لاءِ چيائون
هي جتي جادو کان سواءِ ڪجهه ناهي - يعني هيءُ نبوت جنهن سان گڏ ڪجهه
معجزا ظاهر ڪيا ويا آهن يا مذهب اسلام جنهن اچي مڙس کي زال کان ۽ پيءُ کي
ڀٽ کان جدا ڪيو آهي يا قرآن ڪريم جنهن جي تاثير ماڻهن جي دلين کي موهي
وڌو آهي صريح جادو کان سواءِ ڪجهه ناهي (١) " وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كِتَابٍ يَذْرَؤُنَهَا
وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ " ۽ اسان انهن کي ڪي اهڙا ڪتاب ڪونه ڏنا جن
کي پڙهڻ تان ۽ اسان اوهان کان اڳي انهن ڏانهن ڪو ڊيڄاريندڙ به نه موڪليو هو.
"إِلَيْهِمْ" ۾ جمع جو ضمير بني اسماعيل عربن ڏانهن ٿو وري جو انهن ۾ نبوت
پهريون ڀيرو آئي هئي. قوم جا مورث اعلىٰ مراد ناهن چوڻه انهن ۾ حضرت
ابراهيم، حضرت اسماعيل، حضرت هود، حضرت صالح وغيره علي نبينا وعليهم
الصلوة والسلام نبي هئا آيت جو مطلب هي به ٿي سگهي ٿو ته اسان انهن تي اهڙا
ڪي به ڪتاب نازل نه ڪيا هئا جن ۾ شرڪ جي تعليم ڏنل هجي ۽ نه ڪو اهڙو
نبي موڪليو هو جنهن کين نه چيو هجي ته شرڪ ڪرڻ جي ڪري عذاب ايندو -
(٢) " وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا مَعْشَارًا مَّا آتَيْنَاهُمْ " ۽ انهن به ڪوڙو چيو
هو جيڪي هنن کان اڳي گذريا ۽ جيڪو ڪجهه اسان انهن کي ڏنو هو (هي ان
جي) ڏهين حصي کي به نه پهتا آهن - مطلب ته هنن کان اڳي وڏين طاقتن وارين
قومن به الله جي نين علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام کي ڪوڙو چيو هو - ۽ اسان
انهن کي ان طاقت هوندي سخت سزائون ڏئي هلاڪ ڪري ڇڏيو هي مڪه مڪرمه
جا رهاڪو ته انهن کي جيڪي اسان ڏنو هو ان جي ڏهين حصي کي به نه پهتا آهن
هي اسان کان ڪيڏانهن پڇي سگهندا؟ ۽ ڪيئن پڇي سگهندا؟ ان جي ڪري هي
پنهنجي عاقبت ۽ انجام کان غافل نه رهن ته سندن لاءِ ڀلو آهي - " فَكَذَّبُوا أَرْسِلْ
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرًا " پوءِ منهنجن رسولن کي ڪوڙو چيائون ته پوءِ منهنجو عذاب
ڪرڻ ڪيئن هو؟ هن حصي ۾ گذريل امتن جي عذاب ڪرڻ جي ذڪر سان هن امت
جي ڪافرن کي متنبه ڪيو ويو آهي ته هنن تي به اهڙو عذاب اچي سگهي ٿو. (٣)

”قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَنِئِي وَفَرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ حِجَّةٍ
 أَنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ“ فرماء ته: مان اوهان کي رڳو هڪ
 نصيحت ٿو ڪيان ته الله جي لاءِ ٻه ٻه ٿي، هڪ هڪ ٿي ڪرا ٿيو ان کان پوءِ
 سوچيو ته اوهان جي ساٿيءَ ۾ ڪابه چريائپ ناهي اهو ته اوهان جي لاءِ سخت
 عذاب کان اڳيان صرف ڊيڄاريندڙ آهي. جيڪي ماڻهو نبي پاڪ عليه الصلوة
 والسلام جي خلاف بدتميزيءَ جو طوفان برپا ڪندا هئا ۽ ڪوڙا الزام هڻي سادن
 ماڻهن کي متنفر ڪندا هئا هتي انهن کي چيو ويو آهي ته - هن معاملي ۾ ٻين کي
 ڇڏيو فيصلو اوهان تي ڇڏيو ٿو وڃي اوهان مان ٻه ٻه ڄڻا يا هڪ هڪ اڪيلا ويهي
 هن ڳالهه تي غور ڪيو ته اوهان جو اوهان سان گڏ ڪافي زندگي گذارڻ واري
 هستيءَ کي چريو ٿا چئو - اوهان وٽ ان جو ڪو معقول وجهه آهي؟ ڇا اوهان ان
 کان ڪڏهن چرين وانگر اجايون ڳالهيون ٻڌيون آهن؟ جڏهن ائين ناهي ۽ ان جو هر
 قدم مقصديت ۽ معنويت جو لاجواب نمونو آهي ان جو هر ڪم اهڙو دلربا ۽ روح
 افزا هوندو آهي جو دل چوندي آهي ته ان تان قربان ٿجي - گفتگو ڪري ٿو ته
 حڪمت جا موتي ٿو پکيڙي، متانت، وقار، سچائي ۽ بردباري ۾ ان جو مثال ئي نه
 ٿو ملي ڪالهه تائين اوهان به ان کي صادق ۽ امين سڏيندا رهيا هاڻي اوهان ئي ٻڌايو
 ته ان ۾ هڪدم ڪهڙي قباحت آئي آهي جو اوهان ان جي باري ۾ پنهنجي راءِ
 تبديل ڪري ڇڏي آهي اوهان تعصب ۽ عناد کان خالي ٿي غور ۽ فڪر ڪندؤ ته
 يقيناً ان نتيجي تي پهچندؤ ته الله جي محبوب ۾ نه چريائپ آهي نه ان تي جادؤ جو
 اثر آهي نه هي ڪوڙ هڻندڙ آهي نه هن کي ڪا دنيوي طمع يالالچ آهي اهو ته صرف
 اوهان کي سخت عذاب کان ڊيڄاريندڙ آهي ۽ اوهان کي غفلت جي ننڊ مان سجاڳ
 ڪندڙ آهي. ”قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ شَهِيدٌ“ فرماء ته جيڪو اجورو مون اوهان کان گهريو آهي اهو اوهان جو آهي
 (پاڻ وٽ رکو) منهنجو اجورو ته صرف الله وٽ آهي ۽ اهوهر شيءِ تي شاهد آهي
 - الله جل شانہ پنهنجي نبي مڪرم صلي الله عليه وسلم کي حڪم ٿو فرمائي ته
 اوهان انهن کي فرمايو - ته مون اوهان کان (دين جي دعوت تي ڪڏهن ڪو

اجورو طلب نه ڪيو آهي پر جيڪڏهن (طلب ڪيو آهي ته اهو اوهان جو آهي مون کان واپس وٺي پاڻ وٽ رکو - مان ان اوهان جي خير خواهيءَ جو اجورو اوهان کان چوگهران منهنجو اجر الله وٽ آهي جيڪو هر شخص جي باطني ۽ ظاهري احوال جو شاهد، مشاهدو فرمائيندڙ آهي ان علیم ۽ خبير رب تي ايمان رکندي مان هيءَ جرئت ڪيئن ٿو ڪري سگهان نه نبي نه هجان ۽ نبي هجڻ جي دعويٰ ڪيان .

”قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِرُ بِالْحَقِّ عِلَامُ الْعُيُوْبِ“ فرماءَ ته منهنجو رب (باطل تي) حق سان ضرب هڻي ٿو (اهو) سڀ غيب ڄاڻندڙ آهي مطلب ته منهنجو رب اهو قادر، قوي آهي جيڪو باطل جي طاغوتي قوتن تي حق جو وار ڪري انهن کي ذرا ذرا بنائي ٿو ”

”قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيهِ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ“ فرماءَ ته حق آيو آهي ۽ باطل (معبود) نه نئين سر پيدا ڪري ٿو ۽ نه ورائي پيدا ڪندو- يعني هاڻي حق واري دين اچڻ جي ڪري باطل دين جو غلط هجڻ بالڪل واضح ٿي ويو ۽ باطل ۾ حق جي مقابلي جي طاقت ئي نه رهي ” وَمَا يُبْدِيهِ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ“ مان محاوره ۾ مراد هلاڪ ۽ بي ساهه ٿيڻ هوندو آهي - جيڪو هلاڪ ۽ بي ساهه بنجي ويو اهو نه ڪا نئين سر شيءِ ٺاهيندو ۽ نه پراڻيءَ کي نئون ڪري ورائي سگهندو (١) امام احمد حضرت مقدار رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته مون رسول الله صلى الله عليه وسلم جن کي فرمائيندي ٻڌو ته ” لَا يَبْقَىٰ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتٌ مَّدْرُولًا وَبَرٍّ إِلَّا ادْخَلَهُ اللَّهُ كَلِمَةً الْإِسْلَامِ بَعِزٍّ عَزِيزٍ أَوْ ذَلٍّ ذَلِيلٍ إِمَّا يُعِزُّهُمْ اللَّهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ أَهْلِهَا أَوْ يَذِلُّهُمْ فَيَدِينُونَ لَهَا“ (٢) روءِ زمين تي ڪوبه پترن يا ڪڪن جو گهر نه رهندو مگر ان ۾ اسلام جو ڪلمو داخل ٿيندو عزت واري جي عزت ڏيڻ سان يا ذليل کي ذلت ڏيڻ سان - يا الله (جل شانہ) انهن کي عزت ڏئي اسلام جو اهل بنائيندو يا ذليل ڪندڻ پوءِ (مجبور ٿي) دين تي ايندا - ۽ الله جل شانہ سڀئي غيب ڄاڻندڙ آهي اهوئي ڄاڻي ٿو ته ڪير وحي جي لاءِ منتخب ڪرڻ جو اهل آهي ۽ ان کي ئي اسلام جي عاقبت جي خبر آهي جو ڪفر کي ختم ڪري اسلام کي روءِ زمين تي غالب بنائيندو - ” وَقُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِيْ وَاِنْ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِيْ اِلَيَّ رَبِّيْ“ فرماءَ ته: جيڪڏهن (معاذ الله) مان وات کان ٽڙندس ته پوءِ صرف پنهنجي نفس تي ۽

جيڪڏهن مان هدايت تي رهيس ته پوءِ ان جي ڪري جو مون ڏانهن منهنجو رب وحي ٿو ڪري - مطلب ته مان جنهن رستي تي هلاڻ پيو جيڪڏهن اهو هدايت وارو آهي (۽ يقيناً آهي) ته اهو نه منهنجي ذات جي طرفان آهي ۽ نه هن شهر مان ڪنهن جي طرفان چوڻه مان امي آهيان نه ڪنهن وٽ لکڻ سگهيو آهيان نه ڪنهن وٽ پڙهيو آهيان اهو سڀ ڪجهه الله جل شانہ جي وحي جي ذريعي آهي ان جي ڪري اوهان تي واجب آهي ته منهنجي اتباع ڪيو ته ائين هدايت وارا بنجن ڏوڄڻ مان آهيان ۽ ڀلا جيڪڏهن بفرض محال مان وات کان ٿري ويس ته ان جو وبال منهنجي نفس تي پوندو چوڻه اهوئي ان جو سبب آهي ” اِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ “ بلاشڪ اهو ٻڌندڙ، ويجهو آهي - جيڪو هر ڳالهه ٻڌي ٿو ۽ ويجهي هجڻ جي ڪري هر گمراهه ۽ هدايت واري جي قول جو ادراڪ رکي ٿو ڀلي اهو ڪيترو به لڪائي (١).

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا.

١: ” مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ “ (ناهي هي، مگر هڪ مرد) مان واضح ٿيو ته حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن جي ڪمالات ۽ حقيقي نور هجڻ جو انڪار ڪندي ڪين صرف هڪ مرد يا صرف بشر چوڻ ڪافرن جو طريقو آهي مومن پنهنجي محبوب عليه الصلوة والسلام جي هر خوبيءَ کي سندن شان ۽ ڪمال کي، سندن حقيقي نور هجڻ کي مڃيندي ڪين مرد به مڃيندا آهن.

٢: ” يُرِيدُ أَنْ يُصَدِّقَكُمْ عَمَّا كَانَ يُعَيِّدُ أَبَاؤُكُمْ “ (ارادو ٿو فرمائي ته اوهان کي انهن کان روڪي جن جي عبادت اوهان جا ابا ڏاڏا ڪندا هئا) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ ۽ ان جي پياري نبي عليه الصلوة والسلام جي شريعت ۽ احڪام جي مقابلي ۾ پنهنجن ابن، ڏاڏن جي رسمن، رواجن جي پيروي ڪرڻ ڪافرن جو ڪم آهي.

٣: ” قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ “ (فرماءِ ته مون اوهان کان جيڪو (بفرض محال) اجورو گهريو آهي اهو اوهان لاءِ آهي) مان ثابت ٿيو ته حضرت نبي

پاڪ عليه الصلوة والسلام جن ديني دعوت تي ڪنهن کان به ڪو اجورو نه گهريو - ان جي ڪري بهتر آهي ته ٻيو ڪو به الله جل شانہ جي دين ڏانهن دعوت ڏيندڙ اجورو نه گهري.

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَرَغُوا فَلَاقَوْتَ وَآخِذُوا

۽ جيڪڏهن تڏهن ڏسجن گهٻرايل هوندا پوءِ ناهي چوڻ ڪارو ۽ ورتا ويندا

مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ (۵۱) وَقَالُوا امْنًا بِهِ

جاء ويجهي ڪر ۽ ان ۽ چوندا ته ايمان آندوس ۽ ڪون ان تي

وَأَنِّي لَهُمُ التَّائِبُ مِنَ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝ (۵۲)

۽ ڪٿي آهي انهن جي لاءِ اصل ڪرڻ جاءِ پرانهين ڪر ۽ ان

وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ

۽ تحقيق ڪفر ڪيائون ان جو اڳي ۽ اڇلائي هڻن ٿا ان ڏٺو جاءِ

بَعِيدٍ ۝ (۵۳) وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا

پرانهين کان ۽ آڙ وڌي وئي انهن جي وچ ۾ ۽ انهن جي وچ ۾ جيڪي سڌون ڪندا رهيا جيئن

فَعَلْ بِأَشْيَاعِهِمْ مِمَّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ۝ (۵۴)

ڪيو ويو انهن جهڙن سان اڳي بلاشڪ آهي. هئا شڪ ڌوڪي ڏيندڙ ۾

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله سبحانه وتعالى ڪافرن جي اعتراضن جا ڪافي ۽ شافي رد

بيان فرمايا ۽ هتي بيان ڪيو ويو آهي ته انهن جي نه مڃڻ جي ڪري کين جيڪا سزا ملندي سا ڏسڻ جهڙي آهي الاهي ارشاد آهي ” وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فِرْعَوْنُ فَلَا فُتُورَ وَآخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ “ ۽ جيڪڏهن ڏسين جڏهن گهرايل هوندا پوءِ ڪا به بچڻ جي صورت نه هوندي ۽ ويجهي جاءِ کان پڪڙيا ويندا - يعني هي ڪافر هتي ڊازون هڻن ٿا مگر اهو وقت عجيب ڏسڻ جهڙو هوندو جڏهن هي ڪافر محشر جو هولناڪ منظر ڏسي گهٻرائجي ويندا ۽ ڪيڏانهن پڄي نه سگهندا ۽ کين گرفتار ڪرڻ جي لاءِ پري ڳولڻو نه پوندو بلڪ اتي جو اتي ويجهڙا آسانيءَ سان گرفتار ڪيا ويندا - ” فَلَا فُتُورَ “ جي معنيٰ ” فَلَا مَخْلَصَ لَهُمْ “ (١) اي انهن جي لاءِ چٽڻ جي جاءِ نه هوندي . ” وَقَالُوا أَمْنًا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاقُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ “ ۽ چوندا ته اسان ان تي ايمان آندو آهي ۽ انهن لاءِ پرانهين جاءِ کان (ايمان) حاصل ڪرڻ ڪٿان (ممڪن) هوندو - مطلب ته ان وقت چوندا ته اسان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام تي ايمان آندو آهي ته اهو الله جل شانہ جو سچو رسول ۽ برحق نبي آهي - (عليه الصلوة والسلام) ۽ هاڻي ايمان حاصل ڪرڻ ڪيئن ٿي سگهندو هاڻي اهي گهڙيون ۽ وقت ته تمام پراھين جاءِ ۾ هليا ويا جتان اهي حاصل ڪري نه سگهندا - ” وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ “ حالانڪ اڳ ئي ان جو انڪار ڪري وينا - يعني هاڻي ايمان آڻڻ جو ڪهڙو فائدو؟ دنيا ۾ ته اهي اسان جي رسول عليه الصلوة والسلام جو انڪار ڪندا ۽ ان جي دل آزاريءَ ۾ مشغول رهيا ۽ منهنجهي نبي عليه الصلوة والسلام جي ڪلمات جي انڪار ڪرڻ کانسواءِ سندن ٻيو ڪم ئي نه هو - ” وَيَقْدِفُونَ بِالْعِيبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ “ ۽ پرانهين جاءِ کان اڻ ڏٺو اڇلائي هڻن ٿا - مطلب ته ڪافرن جو هي حال آهي جو بغير ڪنهن عقلي دليل جي پنهنجي ڪفرهه عقائد تي بضد رهن ٿا ڪڏهن الله جي توحيد جو انڪار ڪن ٿا ڪڏهن قرآن کي من گهڙت افسانو سڏين ٿا ڪڏهن قيامت جي عقيدي تي ٽوڪون ڪن ٿا . ” مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ “ فرمائي انهن جي بيهوده گفتگو کي ظاهر ڪيو ويو آهي ته هڪ ته انڌيري ۾ ٻيو ته نشان کان گهڻو پري بيهي تير هڻن ٿا جيڪو نشان تي لڳي ئي

كونه تو " وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّن قَبْلُ " ۽ آڙوڌي وئي انهن جي وچ ۽ جيڪي خواهش ڪن ٿا انهن جي وچ ۾ جيئن انهن جهڙن سان اڳي ڪيو ويو هو - يعني جنهن شيء جي آرزو ڪندا مثلاً ان وقت ايمان مقبول يا نجات يا دنيا ڏانهن واپس ورڻ يا دنياوي لذتون، عيش ۽ آرام، انهن شين ۽ ڪافرن جي وچ ۾ سخت روڪ ۽ بندش قائم ڪئي ويندي، جيئن انهن کان اڳ ۾ گذريل هنن جهڙن ڪافرن جو حشر ٿيو سندن به اهڙو ٿيندو - " اِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مَُّرِيبٍ " بلاشڪ اهي ڌوڪي ڏيندڙ شڪ ۾ هئا - مطلب ته اهي قبرن مان اٿڻ ۽ مٿن نازل ٿيڻ واري عذاب لاءِ شڪ ۾ رهندي ڌوڪو کائي ويا - (۱)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا.

۱: " وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ فَرَعُؤُا " (جيڪڏهن ڏسين جڏهن گهبرائيل هوندا) مان واضح ٿيو ته قيامت جي ڏينهن صرف الله جل شانہ جي مڃڻ وارن سچن مومن کان سواءِ ٻيا سڀ حيران، پريشان ۽ مايوس هوندا -

۲: " وَقَالُوا اُمَّا بِيْه " (۽ چوندا ته اسان ان تي ايمان آندو آهي) مان واضح ٿيو ته قيامت جي ڏينهن وارا ايمان آڻڻ ڪم نه ايندو - فرعون ٻڌڻ وقت ايمان آندو ٿي ۽ ٻين ڪيترن هلاڪ ٿيندڙ قومن به هلاڪت وقت ايمان آندو پر قبول نه ڪيو ويو. (۲)

الحمد لله ثم الحمد لله جو مون گنهگار رب العزت جل شانہ جي فضل ۽ حبيب ڪريم عليه التحية والتسليم جي نگاه ڪرم سان اڄ خميس جي رات ۱۰ لڳي چوٿين منٽن تي بمؤرخه ۹ جمادى الاولى ۱۴۲۴ھ الموافق ۸ - ۷ - ۲۰۰۳ پنهنجي گهر واريءَ لائبريريءَ ۾ سورة السبا جو تفسير لکي پورو ڪيو رب ڪريم کان دعا آهي ته باقي رهيل تفسير به جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين ثم آمين.

الفقير

محمد ادریس الداهري عفي عنه

سورة الفاطر جو تعارف

هن سورة مبارڪه جي تعارف ۾ هي ست ”٧“ ڳالهيون سمجهڻ نهايت اهم آهن.

نالو مبارڪ:

هي سورة پاڪ ۾ نالن سان مشهور آهي ١- فاطر ٢- ”الملائڪه“ هي ٻئي الفاظ هن سورة جي پهرين آيت ۾ مذكور آهن.

مڪيه آهي يا مدينه؟

هيءَ سورة مڪيه آهي ابن الزريس، بخاري، ابن مردويه ۽ دلائل النبوة ۾ بيهقي حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته سورة فاطر مڪه مڪرمه ۾ نازل ٿي هئي ۽ عبدالرزاق ۽ ابن المنذر، قتادة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته هيءَ سورة (الملائڪه) مڪيه آهي. (١)

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد:

هن سورة مبارڪه ۾ پنج رڪوع، پنجيناليه آيتون، نوسو، ستر ڪلما ۽ ٽي هزار هڪ سو ٽيه حرف آهن (٢)

اڳئين سورة سان ربط ۽ مناسبت

اڳئين سورة ۾ مشرڪن کي هلاڪ ڪرڻ ۽ انهن کي عذاب ۾ وجهڻ جو بيان هو ۽ هن ۾ انهن جي هلاڪت تي الله جل شانہ جي حمد ڪرڻ جو ذڪر آهي. (٣)

نزول جو زمانو:

هيءَ سورة نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي مڪي عهد ۾ نازل ٿي هئي هن جي مضمونن تي غور ڪرڻ سان خبر پوي ٿي ته سورة سبا ۽ فاطر جي نزول جو زمانو قريب قريب آهي.

مضمون:

جڏهن ڪفر ۽ شرڪ جي انڌيرن ۾ انسانيت جو قافلو تمام گهڻو عرصو ٺوڪرون کائي رهيو هو ۽ اهو انهن انڌيرن ۾ ايترو مستغرق ۽ انهن سان مانوس هو

جو انهن ٺوڪرن ڪاڻڻ جي باوجود نه کيس ندامت هئي نه گهٻراهت هتي اهڙن ماڻهن کي انهن انڌيرن مان ڪڍي هدايت جي چمڪندڙ رستي تي هلاڻ جو طريقو بيان ڪيو ويو آهي هن ۾ سمجھائڻ سان گڏ تنبيه به بيان ٿيل آهي هن ۾ دلجوئي به آهي ته مذمت به آهي هن سورة جي پڙهندڙن کي نهايت صراحت ۽ وڏي وضاحت سان ٻڌايو ويو آهي سندن نيڪ ۽ بري عمل جا ڪهڙا نتيجا نڪرندا هونءَ ته سورة جي هر آيت معرفت جو خزانو آهي پر هن جا ڪجهه مضمون خصوصي توجه جا مستحق آهن.

۱- توحيد جي عقيدتي کي ثابت ڪرڻ جي لاءِ الله تعاليٰ جي عظمتن ۽ ان جي شان ڪبريائي کي بيان ڪيو ويو آهي ان سان گڏوگڏ انهن باطل معبودن جو بي وس هجڻ اهڙي مؤثر انداز ۾ بيان ڪيو ويو آهي جنهن تي غور ڪرڻ سان انسان جون اڪيون کلي وڃن گهرجن ۽ ان لاءِ اهو فيصلو ڪرڻ مشڪل نه ٿئي ها ته الله وحدہ لا شريڪ له کانسواءِ ٻئي ڪنهن جي به عبادت ڪرڻ عقل ۽ دانائيءَ جي خواري ۽ انسانيت کي نهايت ذليل ڪرڻ آهي جيڪا ذات اهو اختيار رکي ٿي جنهن کي جيئن گهري تيئن پيدا ڪري جيترو گهري عطا ڪري ۽ جڏهن گهري ان کان پنهنجون نعمتون واپس وٺي ۽ زمين ۽ آسمان ۾ ڪابه اهڙي قوت ناهي جو ان جي رضا ۽ مرضيءَ کانسواءِ ان جي فيصلي ۾ تبديلي ڪري ته اهو ئي قوي ۽ غالب ماري ڪائنات جو معبود ۽ پروردگار آهي ان کانسواءِ ڪير به ناهي جنهن کي الله مڃجي يا ان جي پوڄا ڪئي وڃي ان مضمون کي هن سورة ۾ ڪيترا ڀيرا مختلف انداز سان بيان ڪيو ويو آهي تانت پڙهندڙ جي ذهن ۾ توحيد جو سبق پوري طرح نقش ڪيو وڃي.

۲- الله جل شانہ جو محبوب نبي ۽ برگزیدو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جيڪو سراپا رافت ۽ رحمت بنجي تشریف فرما ٿيو هو جنهن جي پاڪ دل ۾ شفقت ۽ خلوص جو سمند موجون هڻندڙ هو جنهن جي اولوالعزم هجڻ جي هيءَ تقاضا هئي ته انسانيت جي دامن تي ڪفر ۽ فسق جو ڪو نشان به باقي نه رهي پليل ۽ پتڪيل انسان منزل کان پري، گهڻو پري، عاجز ٿيل انسان وري پاڻ کي سڃاڻي، ان جو سڃاڻو لڌي علم جو مخزن بنجي، ان جي پيشاني انساني سعادت جو

عنوان بنجي تانت ملائڪ ان جا سلامي ٿين اهو رؤف، رحيم، رهبر، اولوالعزم هادي ڪافرن جي عناد ۽ بي جا تعصب کي ڏسي ڏاڍو ڏکوئجندو هو هن سورة ۾ الله جل شانہ بار بار پنهنجي ان محبوب عليه الصلوة والسلام کي تسلي ڏيندو رهيو آهي ته اي حبيب! اوهان ته پنهنجي ذميداري نهايت سهڻي نموني ادا ڪئي آهي جيڪڏهن هي هدايت قبول نه ٿا ڪن ته اوهان غمگين نه ٿيو اوهان کان اڳي به جيڪي انبياء (على نبينا وعليهم الصلوة والسلام) آيا هئا انهن جي قومن به انهن سان اهڙو سلوڪ ڪيو هو.

٣- جيڪي ماڻهو سڌي رستي کي ڇڏي پنهنجي وات اختيار ڪن ٿا صاف، سهڻي، پاڪيزه زندگيءَ جي بجاءِ فسق ۽ فجور سان ڀريل، غليظ زندگي گذارين ٿا هن سورة ۾ انهن جي اسباب جو به ذڪر ڪيل آهي پهريون سبب هي ٻڌايائين ته دنيوي حياتيءَ جي چمڪ انهن جي اکين کي ڏسڻ کان عاجز ڪري ڇڏيو آهي دنياوارا جنهن سرور، عيش، جاه ۽ جلال سان پنهنجو وقت گذارين ٿا انهن کي ڏسي ٻين ماڻهن جي دلين ۾ به انهن سان ريس پيدا ٿئي ٿي اهي به گهرن ٿا ته انهن کي به اهڙو عيش، خوشي ۽ آرام حاصل ٿئي پر اهي ان تي غور نه ٿا ڪن ته ان ۾ تمام گهڻا خوفناڪ انديرا آهن جيڪي کين نظر نه ٿا اچن ٻيو وجهه هي آهي ته جيتوڻيڪ انساني فطرت طبعي طور گناهن کان متنفر هوندي آهي پر سندن اڳيان انهن گناهن کي شيطان اهڙي طرح ٺاهي، سينگاري پيش ڪري ٿو جو اهي ان تي عاشق ٿيو پون ٿا ۽ فطرت سليمه جي پر زور احتجاج جي باوجود اهي گناهن جي ڌڻن ۾ ڦاسندا وڃن ٿا ايتري قدر جو پنهنجو نقد دين، ايمان بلڪ ناموس ۽ مروت کي به افسوس ۽ ارمان ڪرڻ کان سواءِ هن وات ۾ لٽائن ٿا آيت نمبر ٥ ۽ نمبر ٦ ۾ وڏي وضاحت سان تنبيهه ڪئي وئي آهي ته اي انسانو! ڪن کولي ٻڌو اوهان کي دنيوي زندگيءَ جو هي ٺٽ حق جي رستي کان برگشته نه ڪري هي رڃ آهي جيڪا اوهان کي پري کان پاڻي نظر اچي ٿي شيطان ۽ ان جا ڇڏيل چاڙتا پنهنجن سڻين ڳالهين سان اوهان کي گناهن، براين ۽ بيحيائين جو عادي بنائين ٿا. ياد رکو شيطان اوهان جو ازلي دشمن آهي پنهنجي سلامتي گهرو ٿا ته ان کي پنهنجو دشمن ئي سمجهو نه ته اهو اوهان کي جهنم جي تري ۾ پچائي ڇڏيندو الله جل شانہ وڏو

ڪرم ڪري اسان کي اسان جي دشمن جي فريب ۽ ڌوڪي کان آگاه فرمايو آهي.

٤- پهريائين پنهنجي قدرت، حڪمت ۽ ڪبريائيءَ جا تڪويني دليل پيش فرمائي ان ۾ فڪر ۽ تدبر جي دعوت ڏني اٿس ان کان پوءِ ٻڌايائين ته الله جل شانہ جي ٻانهن مان اهل علم ئي ان کان ڊڄن ٿا ۽ ان طرح اهل علم جي عزت افزائي فرمائي اٿس ۽ اهو به ٻڌايو اٿس ته اهل علم اهي آهن جيڪي رباني آيتن ۾ غور و فڪر ڪندا آهن ۽ انهن اسرار ۽ رموز جو سراغ لڳائيندا آهن جيڪي ڪائنات جي مختلف روپن ۾ جلوه نما آهن آخر ۾ ارشاد آهي ته: جيڪڏهن الله جل شانہ حلیم ۽ ڪريم نه هجي ها ته هر بدڪار کي اک ڇنڀ ۾ نيست ۽ نابود ڪري ڇڏي ها پر ان جي حڪمت جي تقاضا اها آهي ته ماڻهن کي وري وري پير سنڀالڻ جي مهلت ڏي ۽ انهن تي هدايت قبول ڪرڻ جا رستا کليل هجن ۽ مقرر وقت کان اڳي جيڪو گهري اچي ۽ خداوندي رحمت سان پنهنجي دامن کي معمور رکي.

ٻيايون ۽ برڪتون:

هيءَ سورة نهايت شان ۽ مرتبي واري آهي اصحابي سڳورا رضي الله عنهم هن کي نهايت پيار سان پڙهندا هئا ابن سعد ابن ابی مليڪه رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: مان هن سورة کي رات جو نفل پڙهندي هڪ رڪعت ۾ پورو ڪندو هوس (١) علماء عاملين، اوراد و وظائف پڙهن وارن ڀلارن لکيو آهي ته: جيڪڏهن ڪنهن ماڻهوءَ جو ڪنهن حاڪم ۾ ڪو ڪم هجي ته هيءَ سورة ٧٥ ڀيرا پڙهي دعا گهري وڃي ته جيڪو به ڪم هوندو آسانيءَ سان ٿي ويندو. باذن الله ومشيته تعالى.



وَهِيَ خَمْسٌ وَارْبَعُونَ آيَةً	سُورَةُ الْفَاتِرِ مَكِّيَّةٌ	وَحَمْسٌ رُكُوعَاتٍ
۽ اها پنجيتاليھ آيتون	سوره فاطر مڪيه آھي	۽ پنج رڪوع آھن
	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جيڪو گهڻو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ

سڀ ساراھم الله جي لاءِ (ثابت) آھي جيڪو پيدا ڪندڙ آھي آسمانن

وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أجنحةٍ مثنى و

۽ زمين جو بنائيندڙ ملائڪن جو ڪا صـ د جيڪي ٻن ٻن ۽

ثلاث وربع ۽ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ

تن ٽن ۽ چئن چئن ڀرن وارا آهن وڌائي ٿو خلقت ۾ جيڪي گهڻي

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (١) مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ

بيشڪ الله هر شيء تي قادر آهي جيڪي ڪوليندو الله ماڻهن جي لاءِ

مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهُاج وَمَا يُمَسِّكُ

رحمت مان پوءِ ناهي ڪو بند ڪندڙ ان جي لاءِ ۽ جيڪي بند ڪندو

فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (٢)

پوءِ ناهي ڪو موڪليندڙ ان جو ان کان پوءِ ۽ اهو ئي غالب، حڪمت وارو آهي

تفسير:

جيئن سورة سبأ الحمد سان شروع ڪيل آهي تيئن هن سورة کي به الحمد سان شروع ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةَ رُسُلًا اُولٰٓئِيْ اَجْنَحَةً مَّثْنٰی وَثَلَاثَ وَرُبْعًا“ سڀ ساراهه ان الله جي لاءِ ثابت آهي جيڪو آسمانن ۽ زمين کي پيدا ڪندڙ، ملائڪن کي قاصد بنائيندڙ آهي جيڪي ٻن ۽ ٽن ٽن ۽ چئن چئن ڀرن وارا آهن حمد ڪنهن جي اختياري ڪمالات تي ان جي توصيف ۽ ثنا ڪرڻ کي چوندا آهن ڇو ته حقيقت ۾ الله جل شانہ جي ذات ئي سڀني ڪمالات اختياريه سان موصوف آهي ان جي ڪري حقيقي حمد ۽ ثنا جو به اهو ئي لائق آهي ۽ ٻئي ڪنهن ۾ به جيڪڏهن ڪا خوبي يا ڪمال لڌو وڃي ٿو ته اهو الله جل شانہ جو ئي عطا ڪيل آهي ان جي ڪري جيڪڏهن ڪنهن به ٻيءَ شئي جي ثنا ڪئي وڃي ته درحقيقت اها الله جل شانہ جي ئي ثنا آهي جنهن ان شخص يا شئي کي ان ڪمال ۽ خوبيءَ سان متصف رکيو آهي ۽ هتي الله جل شانہ جي قدرتي ڪمالات جو ڪجهه ذڪر ڪيل آهي ”فاطر“ فطر کان ورتل آهي ڪنهن شيءِ کي ڪنهن پهرئين نموني ڏسڻ کان سواءِ ٺاهڻ ۽ خالص عدم مان وجود ۾ آڻڻ کي فطر سڏيندا آهن مطلب ته الله جل شانہ جي پاڪ ذات اها آهي جنهن آسمانن ۽ زمين کي ڪنهن پهرئين نموني ڏسڻ کان سواءِ نيست مان هست بنايو ۽ جنهن ايڏي وڏي مخلوق کي ائين سينگاري، سهڻو ڪري ٺاهيو آهي ۽ اها ايڏي مضبوط آهي جو ان ڳڻيا سال گذرڻ جي باوجود ان ۾ ڪنهن ڌاريا پراڻي هجڻ جو ڪو نشان نظر نه ٿو اچي ته ان جي علم، قدرت ۽ حڪمت جو اندازو ڪيئن لڳائي سگهيو ۽ الله جل شانہ جي قدرت جو ٻيو ڪمال هي آهي جو ان پنهنجن رسولن ۽ نبين عليهم الصلوة والسلام تائين پيغام پهچائڻ جي خدمت پنهنجن ملائڪن جي ذمي لڳائي آهي اهي الاهي بارگاه مان وحي وٺي پيغمبرن سڳورن عليهم الصلوة والسلام تائين پهچائيندا

آهن ۽ ڪڏهن ڪاملن ولين کي الهام ۽ القاء سان مشرف ڪندا آهن ۽ انهن فرشتن مان ڪنهن کي به به، ڪنهن کي ٿي ٿي ته ڪنهن کي چار چار پر به ڏنا اٿس ۽ ڪي اهڙا جليل القدر ملائڪ آهن جن کي اڃان وڌيڪ پر عطا فرمايا اٿس جيئن محدث مسلم حضرت ابن مسعود رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته ”رسول الله صلي الله عليه وسلم جن جبريل کي ڇهه سؤ پر ڏنا“ مذڪوره فرمان سان هڪ طرف ملائڪن جي قوت ۽ غير معمولي صلاحيتن جو اظهار ڪيو ويو ته ٻئي طرف انهن ماڻهن جي باطل گمان جي ترديد ڪئي وئي جيڪي انهن کي پنهنجو خدا مڃيندا هئا هتي ٻڌايو ويو ته اهي الله جل شانہ جا پيدا ڪيل نوري مخلوق ۽ سندس نهايت ئي فرمانبردار آهن اهي الله جل شانہ جي حڪم جي حڪم تعميل ۾ ذرا برابر به سستي نه ڪندا آهن. (١) ”يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ“ پيدائش ۾ جيڪي گهري وڌائي ٿو يعني الله جل شانہ کي سڀ اختيار آهي پنهنجيءَ مخلوق کي پيدا ڪرڻ ۾ جيئن گهري جيترو ۽ جهڙي نموني گهري وڌائي ٿو ان جو تعلق ظاهر ۾ ته ملائڪن جي پرن سان آهي جو انهن جا پر جيترا به وڌائي ته وڌائي سگهي ٿو اڪثر مفسرن جو اهو قول آهي پر تفسير جي فن ۾ امامت جي درجي کي پهچندڙن زهري، قتاده وغيره جو قول آهي ته وڌائڻ مان مراد عام آهي ملائڪن جا پر ۽ ٻئي مخلوق ۾ وڌارو ڪرڻ سڀ ان ۾ داخل آهي جنهن ۾ حسن صورت، حسن سيرت، آواز وغيره جو سهڻو هجڻ سڀ شامل آهي. (٢) ”إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ بلاشڪ الله هر شيء تي قادر آهي يعني الله جل شانہ هڪ شيء کي ٻئي جي مٿان جسم، قوت، حسن، علم ۽ ٻين بي شمار ڪمالات ۾ جهڙي طرح گهري ٿو برتري ۽ بزرگي عنايت فرمائي ٿو اهو ئي (سندس شان جي موافق) هر شيء تي قادر آهي ڪوبه امر ان جي لاءِ ڏکيو ناهي ۽ نه ان جي عطا تي ڪنهن کي اعتراض ڪرڻ جو حق آهي ”مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ الله ماڻهن جي لاءِ جيڪا رحمت کولي ٿو ان لاءِ ڪو بند

ڪندڙ ناهي ۽ جيڪا بند ڪري ٿو پوءِ ان لاءِ ڪو موڪليندڙ ناهي مطلب ته ان جي رحمت بي پايان آهي ان جي رحمت ڪرڻ جا انداز نرالا آهن اهو جنهن جي لاءِ به پنهنجي رحمت جا دروازا کولي ٿو ڪنهن کي مجال ناهي جو ان کي جبراً بند ڪري ۽ جيڪڏهن اهو پنهنجي رحمت جا دروازا ڪنهن جي لاءِ بند ٿو ڪري ته ڪوبه انهن کي زبردستي کولي نه ٿو سگهي ”وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ ۽ اهو ئي غالب حڪمت وارو آهي يعني اهو جيڪو امر گهري ته ان جي ڪرڻ تي غالب آهي ڪنهن لاءِ رحمت جا دروازا کولي ڪنهن جي لاءِ بند ڪري، حڪمت وارو آهي جيئن سندس حڪمت جي تقاضا هوندي آهي تيئن ڪندو آهي. (١)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

١- الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (سڀ ساراهه آسمانن ۽ زمين جي پيدا ڪندڙ جي لاءِ ثابت آهي) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي انعام ۽ احسان تي ان جو شڪر ۽ حمد ڪرڻ ضروري آهي.

٢- ”جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا“ (ملائڪن کي قاصد بنائيندڙ) مان واضح ٿيو ته سيدنا محمد عليه الصلوة والسلام جي رسالت ۽ نبوت حق آهي جو ملائڪ سنڌن خدمت ۾ پيغام کڻي ايندا هئا.

٣- اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بلاشڪ الله (سندس شان جي مناسب) هر شئي تي قادر آهي) مان واضح ٿيو ته ڀلائي حاصل ڪرڻ ۽ نقصان کان بچاءُ وٺڻ جي لاءِ ان ڏانهن رجوع ڪجي ڇو ته اهو ئي قادر آهي پر هر شئي تي قادر هجڻ مان مراد اها شئي يا ڪم آهي جيڪو سندس شان جي لائق ۽ مناسب آهي ڪي ماڻهو لکي ويا ته الله جل شانہ ڪوڙ هڻڻ تي به قادر آهي اهو سراسر گمراهي ۽ بي ديني آهي ڪوڙ هڻڻ الله جل شانہ جي شان جي لائق ۽ مناسب ناهي.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقِ

اي انسانو! ياد ڪيو الله جي نعمت کي اوهان تي ڇا ڪو پيدا ڪندڙ آهي

غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

الله کان سواءِ؟ جيڪو روزي ڏي ٿو اوهان کي آسمان ۽ زمين مان

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآنَى تُؤَفَّكُونَ (٣)

ناهي ڪو عبادت جو حقدار ان کان سواءِ پوءِ ڪيڏانهن ڦيرايو وڃي ٿو؟

وَأَنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ

۽ جيڪڏهن ڪوڙو ڀانئين ٿا تو کي پوءِ تحقيق ڪوڙا ڀانڀيا ويا ڪيترا رسول

مِّنْ قَبْلِكَ وَاللَّهُ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (٤)

تو ڪنهن ان اڳي ۽ الله ڏانهن موٽايا وڃن ٿا (سڀ) ڪم

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

اي انسانو! بلاشڪ الله جو وعدو حق آهي پوءِ هرگز نه مغرور ڪري اوهان کي

الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَقَدْ لَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ (٥)

حياتي دنياواري ۽ هرگز نه ٺڳي اوهان کي الله سان ٺڳي ڪندڙ

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّهُ

بلاشڪ شيطان اوهان جو دشمن آهي پوءِ ان کي دشمن ڪري وٺو بلاشڪ

يَدْعُوا جَزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (٦)

سڌي ٿو پنهنجي لشڪر کي تانت هجن دوزخين مان

تفسير:

الله جل شانہ اڳين آيتن ۾ پنهنجي قدرتي كمالات تي حمد جو ذڪر فرمايو ۽ هتي ٻانهن کي سندس ڪيل نعمت کي ياد ڪرڻ جو حڪم ڏيندي ارشاد فرمايو ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَاتِلُوا تُفَكُون“ اي انسانو! اوهان پاڻ تي ڪيل الله جي نعمت کي ياد ڪيو ڇا الله کان سواءِ ٻيو ڪو پيدا ڪندڙ آهي جيڪو اوهان کي آسمان ۽ زمين مان رزق رسائي ٿو؟ ڪوبه ان کان سواءِ عبادت جو لائق ناهي پوءِ ڪيڏانهن ڦيرايو ويو ٿا؟ مطلب ته الله جل شانہ جي نعمت پوءِ ايجادِي هجي يا ابقائي (وجود ڏيڻ واري يا باقي رکڻ واري) ان کي ياد ڪيو ۽ سوچيو ته اوهان کي الله کان سواءِ ڪو پيدا ڪندڙ نظر اچي ٿو جيڪو اوهان کي آسمان ۽ زمين مان رزق رسائي ٿو جڏهن ٻيو ڪونه خالق آهي نه رازق ته پوءِ هڪ الله جل شانہ ئي عبادت جو لائق آهي صرف ان هڪ جي عبادت ڪيو ان کي ڇڏي ٻئي پاسي ڪيئن ٿا ڦيرايو ويو؟ ڪيڏانهن ٿا هلندا وتو الله جل شانہ جي حق کي سڃاڻي صرف ان جي عبادت ڪيو. (١) ”وَإِنْ يَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَتْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ“ ۽ جيڪڏهن اوهان کي سچو نه ٿا مڃن ته بلاشڪ اوهان کان اڳي موڪليل پيغمبر (علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام) به سچا نه مڃيا ويا هئا. هتي الله جل شانہ پنهنجي پياري حبيب عليه الصلوة والسلام کي تسلي ڏيندي فرمايو ته ڪافرن صرف اوهان کي ڪوڙو نه چيو آهي اها ڪافرن جي پراڻي عادت آهي جو اڳين نبين علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام کي به سندن دور جي ڪافرن ڪوڙو چيو هو پوءِ جيئن اهي مايوس نه ٿيا هئا تيئن اوهان به مايوس نه ٿيو پنهنجي طرفان حق جي پيغام رسائيءَ جو سلسلو

جاري رکو ”وَالِی اللّٰهُ تُرْجَعُ الْأُمُورُ“ ۽ الله ڏانهن ئي سڀ امر موٽايا وڃن ٿا مطلب ته هر شئي. هر امر الله جل شانہ ڏانهن موٽايو وڃي ٿو ۽ موٽايو ويندو پوءِ اهو ئي هر ڪنهن کي جزا ۽ سزا ڏيندو ۽ پيو ڪير به ڪجهه ڪري نه سگهندو (۱) ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُورُ“ اي انسانو! بيشڪ الله جو وعدو حق آهي پوءِ اوهان کي دنيا جي حياتي هرگز مغرور نه ڪري ۽ نه اوهان کي هرگز ٺڳيندڙ ٺڳي يعني الله جل شانہ جو قيامت وغيره وارو وعدو حق ۽ سچ آهي اوهان کي ان تي ايمان آڻڻ کان دنيوي حياتي مغرور ڪري ڏوڪي ۾ نه رکي ۽ نه اوهان کي الله جل شانہ جي طرفان ڏنل مهلت ڏيڻ جي ڪري ٺڳي شيطان ڪندڙ ٺڳي ڇڏي ”إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا“ بلاشڪ شيطان اوهان جو دشمن آهي پوءِ اوهان به ان کي دشمن ڪري وٺو يعني شيطان اوهان جو وڏو ۽ حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جي دور کان وٺي پراڻو دشمن آهي ان جي ڪري اوهان به ان کان بچندي هر حال ۾ ان کي دشمن سمجهو ان جو ڪوبه چوڻ نه ڪيو لڪ ۾ يا کليل ان کي پنهنجو سخت دشمن ۽ ويري ڪري وٺو (۲) ”إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ“ اهو پنهنجي لشڪر کي ان جي لاءِ سڏيندو آهي ته اهي جهنم وارن مان هجن - مقصد ته ان جو غرض صرف پنهنجي مڃڻ وارن کي جهنمي بنائڻ هوندو آهي بعضي سلف صالحن جو قول آهي ته ”ان ماڻهوءَ تي عجب آهي جيڪو پنهنجي محسن جي احسانن کي مڃڻ جي باوجود ان جي بي فرماني ڪري ۽ پنهنجي دشمن کي سڃاڻي ان جي دشمنيءَ ڄاڻڻ جي باوجود ان جي فرمانبرداري ڪري (۳)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

- ۱- ”اَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ“ (الله جي نعمت ياد ڪيو) مان واضح ٿيو ته الله جي هر نعمت ياد ڪرڻ ان جو ذڪر ڪرڻ عبادت آهي پوءِ اهو اڪيلائيءَ ۾ ڪجي يا جماعت ۾ جيئن ميلاد شريف جي ذڪر جي محفل وغيره اهڙي طرح اولياءِ ڪرام جي ياد ۾ اجتماع ڪري انهن جي مٿان ٿيل انعامات ۽ سندن فيوضات و برڪات کي

بيان ڪرڻ به ڀلو ڪم آهي ان شرط سان جو انهن پروگرامن ۾ غير شرعي ڳالهيون يا ڪم نه هجن.

٢- ”هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ“ ڇا الله کان سواءِ ڪو پيدا ڪندڙ آهي (يقيناً ٻيو ڪوبه خالق ناهي هن مان معتزلن جي مذهب جو رد ثابت ٿيو جيڪي چوندا آهن ته ٻانهي جو خالق خدا آهي پر عملن جو خالق ٻانهو آهي قرآن ڪريم جي اطلاق مان واضح ٿيو ته ٻانهي توڙي ان جي اعمال جو خالق الله جل شانہ آهي ۽ ٻانهو صرف ڪاسب ڪم ڪندڙ آهي.

٣- ”يَرْزُقُكُمْ“ (اوهان کي رزق ڏيندو آهي) مان واضح ٿيو ته روزي ڏيندڙ الله جي ئي عبادت ڪجي ٻيا جيڪي روزيءَ جا ذريعا ۽ اسباب آهن اهي عبادت جا لائق ناهن اهي پاڻ به الله جل شانہ جا پيدا ڪيل آهن.

٤- ”فَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ“ (پوءِ بلاشڪ اوهان کان اڳي به پيغمبر علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام ڪوڙا ڪيا ويا) هن حصي ۾ حضور عليه الصلوة والسلام جن کي تسلي ڏيڻ مان واضح ٿيو ته سندن دل کي خوش ڪرڻ، سندن غم دور ڪرڻ سنت الاهي آهي.

٥- ”فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا“ (پوءِ اوهان به ان کي دشمن ڪري وٺو) هنن لفظن کي پڙهي صوفياءَ ڪرام فرمايو ته: اسان انسانن جي ڪري الله جل شانہ شيطان کي اسان جي مستقبل واري مستقل گهر جنت مان ڪڍيو ته اسان کي الله جي ذڪر جي مرڪز دل مان شيطان کي ڪڍڻ گهرجي (١)

الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جن ڪفر ڪيو انهن جي لاءِ سخت عذاب آهي ۽ جن ايمان آندو

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (٧) أَفَمَنْ

۽ عمل صالح ڪيا انهن جي لاءِ مغفرت ۽ وڏو اجر آهي ڇا پوءِ اهو

زَيْنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَأَهُ حَسَنًا فَإِنَّ

جو سينگار يو ويو ان جي لاءِ برو عمل ان جو پوءِ ڏٺائين ان کي سهڻو پوءِ بيشڪ

اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ فَلَا تَذْهَبْ

الله گمراه ڪري ٿو جنهن کي گهري ۽ هدايت ڪري ٿو جنهن کي گهري پوءِ نه نڪري وڃي

نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

ساه (مبارڪ) تنهنجو انهن تي افسوس ڪندي بيشڪ الله ڄاڻندڙ آهي

بِمَا يَصْنَعُونَ (٨) وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَّاحَ فَتُثِيرُ

جيڪي ڪن ٿا ۽ الله اهو آهي جنهن موڪليو هوڻن کي پوءِ ڪنيائون

سَحَابًا فَسُقْنَهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا

ڪڪر کي پوءِ وٺي ويا سون ان کي شهر ويران ڏانهن پوءِ آباد ڪيو اسان

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ (٩)

ان سان زمين کي ان جي ويران هجڻ کان چوڻ ۽ اهڙي طرح اٿڻ آهي

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ

جيڪو ارادو ڪري ٿو عزت جو پوءِ بلاشڪ عزت الله جي آهي

جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ

سموري ان ڏانهن ئي چڙهي ٿو ڪلمو پاڪ ۽ عمل صالح بلند ڪري ٿو ان کي

وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ

۽ اهي ٻانهـا جو رت ڪن ٿا براين جي انهن جي لاءِ عذاب سخت آهي

وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يُوْرُ (١٠) وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ

۽ رت انهن جي اها ئي ٿي ۽ الله پيدا ڪيو ۽ اوهان کي

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا

مٽيءَ مان ان کان پوءِ مٺيءَ جي ڦڙي مان ان کان پوءِ بنائين اوهان کي جوڙو جوڙو ڪري

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ

۽ نه ٿي حمل واري ٿئي ڪا عورت ۽ نه ٿي ڄڻي ان جي علم کان سواءِ

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمَرِ

۽ نه ٿو عمر ڏنو وڃي ڪو وڏي عمر وارو ۽ نه ٿي گهٽتائي ڪئي وڃي ان جي عمر مان

إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (١١)

مگر (اهو سڀ ڪجهه) ڪتاب ۾ لکيل آهي بلاشڪ اهو الله کي آسان آهي

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ذڪر ڪيو ويو ته شيطان پنهنجي لشڪر کي جهنم ڏانهن سڏي ٿو ۽ هتي ٻڌايو ويو آهي ته شيطان جي تابعن لاءِ سخت عذاب آهي فرمان مبارڪ آهي ”الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ“ جن ڪفر ڪيو انهن جي لاءِ سخت عذاب آهي. يعني ڪافرن جي لاءِ قيامت جي ڏينهن سخت عذاب آهي ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ“ ۽ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا انهن

جي لاءِ مغفرت ۽ وڏو ثواب آهي يعني جن الله جل شانہ ۽ ان جي رسول عليه الصلوٰۃ والسلام کي سچو چيو ۽ صالح عمل ڪيا انهن جي لاءِ گناهن جي مغفرت ۽ ايمان ۽ نيڪ عملن جو وڏو ثواب آهي ”اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا“ ڇا پوءِ جنهن جي لاءِ سندس برو عمل سينگاريو ويو پوءِ ان کي سهڻو ڪري ڏنائين مفسرن پلارن لکيو آهي ته هن جملہ کان پوءِ ٻيو جملہ مقدر آهي جنهن تي پويون جملہ دلالت ڪري رهيو آهي پورو جملو هيئن ٿيندو ”ڇا اهڙا ماڻهو جيڪي پنهنجن برن عملن کي سهڻو سمجهن ٿا انهن جي لاءِ اوهان پاڻ کي تڪليف ۾ وجهو ٿا؟“ ”فَاِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ“ پوءِ بيشڪ الله جنهن کي گهري ٿو گمراه ٿو ڪري ۽ جنهن کي گهري ٿو هدايت ٿو ڪري يعني الله جل شانہ پنهنجي علم سان ڄاڻي ٿو ته اهي ماڻهو گمراه ٿيندا سندن طبيعتون گناهن ڏانهن مائل آهن کين مجبور نه ٿو ڪري ان جو مطلب اهو ناهي ته الله جل شانہ ان جي گمراهيءَ کان راضي آهي ”فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتًا“ پوءِ اوهان جو ساهه (مبارڪ) انهن تي افسوس ڪندي نه نڪري مطلب ته اوهان انهن نه مڃڻ وارن تي افسوس ڪندي پاڻ کي تڪليف ۾ ڇو ٿا وجهو اهي پنهنجي ئي گناهن جي ڪري سزا جا مستحق بڻيا آهن ”اِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ“ بيشڪ الله جيڪي ڪن ٿا ڄاڻندڙ آهي يعني اهي جيڪي برابون ۽ خرابيون ڪن ٿا يقيناً الله اهي سڀئي ڄاڻندڙ آهي ۽ اهو ئي کين انهن جي سزا ڏيندو ”وَاللَّهُ الَّذِي اَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُخِيرُ سَحَابًا فَمَسْقِنَاهُ اِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَآخِیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا“ ۽ الله اهو آهي جنهن هوائون موڪليون پوءِ اهي ڪڪرن کي کڻن ٿيون اسان انهن کي ويران شهر ڏانهن وٺي ويا سون پوءِ ان سان ويران زمين کي ان جي برباد ٿيڻ کان پوءِ آباد ڪيو سون يعني الله جل شانہ جي قدرت جو هي نظارو ڏسو ته هوائون موڪلي انهن جي ذريعي ڪڪر کڻائي انهن کي ويران شهر ڏانهن پهچائي انهن مان مينهن وسائي ويران ٿيل زمين کي آباد ڪري ٿو ”كَذٰلِكَ النُّشُورُ“ اهڙي طرح اٿڻ آهي يعني جيئن ويران زمين مان مينهن وسائي ساوا سلا ڪڍي ٿو تيئن ماڻهن کي قبرن مان ٻاهر ڪڍندو ان جي اڳيان

ڪا به ڳالهه ڏکي ناهي. هن آيت ۾ انهن جي لاءِ رهنمائي آهي جيڪي مرڻ کان پوءِ جيئري ٿيڻ کي مشڪل بلڪ ناممڪن سمجهندا آهن.

”مَنْ كَانَ يَرْيِدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا“ جيڪو عزت جو ارادو ڪري ٿو پوءِ بلاشڪ سموري عزت الله جي لاءِ آهي. يعني جيڪو عزت جو طالب آهي ان کي ذهن نشين ڪرڻ کپي ته سموري عزت جو مالڪ صرف الله جل شانہ آهي جنهن کي عزت ملي آهي ته ان جي بارگاه مان ملي آهي ان جي ڪري ان جي ئي بارگاه ۾ سر بسجود رهو ان جي عبادت ۽ اطاعت کي پنهنجو شعار بنايو ته اهو اوهان کي به نوازيندو ۽ عزت بخشيندو.

”إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ“ ان ڏانهن ئي چڙهن ٿا پاڪ ڪلاما ۽ صالح عمل ان کي بلند ڪري ٿو ”الْكَلِمُ الطَّيِّبُ“ جي معنيٰ پاڪ ڪلمه ان مان مراد ذڪر، تلاوت ۽ دعا آهي ابن جرير حضرت عبدالله بن مسعود رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته جڏهن ڪو مسلمان ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَبَارَكَ اللَّهُ“ چوي ٿو ته انهن جملن کي هڪ ملائڪي پنهنجن پرن جي هيٺان محفوظ ڪري آسمان ڏانهن چڙهي ٿو پوءِ ملائڪن جي جنهن به ميڙ کان لنگهي ٿو ته اهي ان جي چونڊڙ جي لاءِ مغفرت جي دعا ڪن ٿا تان جو اهو انهن جملن کي ڪٿي الله جي بارگاه ۾ پهچي ٿو ان کان پوءِ حضرت ابن مسعود رضي الله عنه هيءَ آيت تلاوت ڪئي حضرت ابن عباس رضي الله عنه جو فرمان آهي ته ”الْكَلِمُ الطَّيِّبُ“ الله جو ذڪر آهي (١) ۽ عمل صالح ان کي بلند ڪري ٿو مان مراد آهي ته پاڪ ڪلام الله جي بارگاه ۾ قبوليت جو شرف حاصل ڪري ٿو جيڪڏهن ان سان گڏ صالح عمل به آهن ته ان جو شان بلند ٿئي ٿو ۽ ان جي ثواب ۾ ڪيترا حصا وڌارو اچي ٿو (٢) ”وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ“ ۽ جيڪي براين جي رت رتين ٿا انهن جي لاءِ سخت عذاب آهي ۽ انهن جي رت ئي هلاڪ ٿيندي آهي. يعني جيڪي ماڻهو بريون

تدبيرون سوچين ٽا ۽ حق جي خلاف سازشن ۾ مصروف رهن ٿا انهن جون رتون ۽ سازشون نيٺ ناڪام ٿينديون ڏسو قريشين ڪافرن مڪه مڪرمه جي ”ڌارُ النَّدْوَة“ (ميٽنگ هال) ۾ ويهي حضور عليه الصلوٰۃ والسلام کي قيد ڪرڻ يا شهيد ڪرڻ يا وطن کان ڪڍي ڇڏڻ جو مشورو ڪيو هو پر نتيجو اهو نڪتو جو اهي پاڻ بدر جي جنگ ۾ آيا ۽ مسلمانن جي هٿان قتل ٿي هميشه لاءِ نيست ۽ نابود ٿي ويا سندن رت هميشه لاءِ برباد ٿي وئي. ”وَاللّٰهُ حَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَرْوَاجًا ۚ ۽ الله اوهان کي مٽيءَ مان پيدا ڪيو ان کان پوءِ (مني جي) ڦڙي مان ان کان پوءِ اوهان کي جوڙا جوڙا بنيائين يعني حضرت آدم کي مٽيءَ مان ۽ ان جي اولاد کي مٽيءَ جي ڦڙن مان ۽ مرد ۽ عورتون جوڙا جوڙا ڪري بنيائين اهو سڀ ان ڪريم جي قدرت جو ڪمال آهي ”وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا يَعْلَمُهُ“ ۽ ڪابه عورت حامله نه ٿيندي آهي ۽ نه ڪا ٻار ڄڻدي آهي ان جي علم کان سواءِ مطلب ته ڪنهن به عورت جي پيٽ ۾ ٻار جي اچڻ کان وٺي ان جي ڄمڻ تائين جيڪي به حالتون هونديون آهن اهي الله جل شانہ جي علم کان ٻاهر ناهن سڀ ان کي خبر آهي ”وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنْقِصُ مِنْ عُمُرٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ“ ۽ نه ڪو عمر ڏنل عمر ڏنو ٿو وڃي ۽ نه ان جي عمر مان ڪجهه گهٽايو ٿو وڃي مگر (اهو سڀ ڪجهه) ڪتاب ۾ آهي بيشڪ اهو الله تي آسان آهي مطلب ته يا اول کان ئي عمر گهٽ وڌ رکي وڃي يا ڪنهن جي دعا يا نيڪ عمل سان عمر وڌي وڃي يا بد عمل سان عمر گهٽجي وڃي اهو سڀ ڪجهه لوح محفوظ ۾ آهي شيطان جي عمر ان جي چوڻ جي ڪري وڌائي وئي ”فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ“ حضرت آدم جي دعا سان حضرت داؤد علي نبينا وعليهما الصلوٰۃ والسلام جي عمر مبارڪ چاليهه سال وڌي وئي (١) نبي پاڪ عليه الصلوٰۃ والسلام جن جو فرمان مبارڪ آهي ته ”لَا يَرُدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ“ (٢) قضا کي دعا کان سواءِ ڪاشي ٿاريندي ناهي ۽ عمر ۾ واڌارو نيڪيءَ کان سواءِ نه ٿيندو آهي هن مان به ثابت ٿيو ته عمر وڌي سگهي ٿي ۽ اهو الله جل شانہ جي

اڳيان آسان آهي.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱- فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۖ (پوءِ انهن تي حسرتون ڪندي اوهان جو ساه (مبارڪ) نه نڪري) مان واضح ٿيو ته حضور عليه الصلوٰة والسلام جن کي امت ڏاڍي پياري آهي جيڪي ايمان نه پيا آئين پاڻ انهن تي ايتري حسرت ۽ افسوس ڪندا هئا جو الله جل شانہ کين روڪي پيو ته ان جي ڪري اوهان تڪليف ۾ نه پئو. آيت نمبر ۹ مان معلوم ٿيو ته انسان الله جل شانہ جي قدرتي نظارن کي ڏسي ان مان پنهنجي ايمان کي ڪامل ۽ مضبوط بنائي ڪرن مان وسندڙ مينهن ذريعي ويران زمين مان ساوا سلا نڪرندي ڏسي يقين ڪري ته جيڪو الله جل شانہ زمين مان سلا ڪڍي ٿو اهو ئي مٿل کي جيئرو ڪري قبرن مان ٻاهر ڪڍڻ تي به قادر آهي.

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذَبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ

۽ نه ٿا برابر ٿين ٻه درياءَ هي مٿا وڃي لاهيندڙ آهي وٺندڙ آهي

شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُونَ

پيئن ان جو ۽ هي ڪارو، ڪوڙو آهي ۽ سڀني مان ڪائو ٿا

لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُوْنَ نَهَاجٌ

گـ وشت تازو ۽ ڪڍو ٿا زيور پايو ٿا انهن کي ۽

تَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاجِرَ لَتَبْتَغُوا

ڏسندين پي ٿين کي ان ۾ چي ري هلندڙيون تانت طلب ڪي و

مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (١٢)

ان جي فضل مان ۽ تانت اوھان ڪر ڪندا رھو.

يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ

داخل ڪري ٿو رات کي ڏينھن ۾ ۽ داخل ڪري ٿو ڏينھن کي رات ۾

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ذَالِكُمُ اللَّهُ

۽ مطيع ڪيائين سج ۽ چنڊ کي سڀ هلن ٿا مدي مقرر ٿاين اھو الله

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ

اھو ان جو پالڻ ھار آھي ان جي بادشاھي آھي ۽ جن کي پوڄيندا آھيو

مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (١٣) اِنْ تَدْعُوهُمْ

ان کان سواءِ نہ ٿا مالڪ ٿين ڪجور جي ڪڙيءَ واري چلڪي جا جيڪڏھن سڏيندو انھن کي

لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ

تہ نہ ٻڌندا اھو ان جي سڏ کي ۽ جيڪڏھن ٻڌن (تہ) نہ قبول ڪري سگھندا اھو ان جي سڏ کي

وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ بَشِرَ كُفْرًا وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (١٤)

۽ قيامت جي ڏينھن انڪار ڪندا اھو ان جي شرڪ ڪرڻ جو ۽ نہ خبر ڏيندو توکي خبر ڏيندڙ جھڙي

تفسير:

اڳين آيتن ۾ قبرن مان اٿڻ کي ثابت ڪرڻ جي لاءِ مثال ڏئي دليل پيش ڪيا ويا ۽ هنن آيتن ۾ الله جل شانہ جي وحدانيت ۽ قدرت تي اهڙين شين جي خلقت سان

دلیل ڏنا ویا آهن جيڪي جنس ۾ هڪ ۽ نفعن ۾ مختلف آهن ارشاد مبارڪ آهي
 ”وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ“ ۽ ٻه درياءُ
 (سمند) برابر نه ٿا ٿين هي (هڪ) مٺو اڇ لاهيندڙ آهي ان جو پاڻي پيئڻ وڻندڙ آهي
 ۽ هي (ٻيو) ڪارو، ڪوڙو آهي يعني آهن ٻئي پاڻيءَ جا درياءُ هڪ جو پاڻي صاف
 مٺو ۽ نهايت مٺو وڻندڙ ۽ اڇ لاهيندڙ آهي جيڪو ملڪن، شهرن، ٻرپن ۽ ميدانن
 ۾ پهچي ٿو وهي ٿو ان مان انسان ۽ حيوان پاڻي پين ٿا ان مان فصل، پوکون، ميوا ۽
 ڪيتريون غذائون تيار ٿين ٿيون ۽ ٻيو اهڙو درياءُ (سمند) آهي جنهن جو پاڻي
 نهايت ڪارو ۽ ڪوڙو آهي جو انسان ان ۾ هٿ وجهڻ جي لاءِ به تيار ناهي. ”وَمَنْ
 كُلَّ تَاكُلُونَ حَمًا طَرِيًّا“ ۽ هر هڪ مان تازو گوشت کائو ٿا يعني پاڻيءَ جي مختلف
 ذائقن جي باوجود انهن مان نڪرڻ واريءَ مڇيءَ جو تازو گوشت اوهان کائو ٿا ۽
 ائين به ناهي جو ڪاري پاڻيءَ مان نڪرڻ واريءَ مڇيءَ جو گوشت ڪارو يا ڪوڙو
 هجي. اها مڇي رهي به ان ۾ ٿي ساهه به ان ۾ ٿي کڻي وڌي به ان ۾ ٿئي ٿي پر ان
 جو گوشت نه ڪارو آهي نه ڪوڙو بالڪل کائڻ جهڙو ۽ نهايت لذت آهي ان ۾ ان
 ڪاري پاڻيءَ جي بوءِ به محسوس نه ٿيندي آهي ”وَتَسْتَخْرِجُونَ حَلِيَّةً تَلْبَسُونَهَا“ ۽
 زيور ڪڍو ٿا جن کي اوهان ڍڪيو ٿا يعني اها به اوهان تي الله جل شانہ جي
 مهرباني ۽ ڪرم نوازي آهي جو اوهان انهن دريائن ۽ سمند مان موتي، جواهرات ۽
 مرجان ڪڍو ٿا جن کي زيور بنائي پاڻي پنهنجي زيب ۽ زينت وڌايو ٿا ”وَتَرَى
 الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاحِرَ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“ ۽ پيڙين کي ڏسدين ته ان ۾
 پاڻيءَ کي چيريندڙ ٿي هلن پيون تانت ان جي فضل مان طلب ڪيو ۽ تانت اوهان
 شڪر ڪندا رهو يعني هيءَ به ان جي ڪرم نوازي آهي جو بحري جهاز ۽ پيڙا،
 سوين ماڻهو ۽ هزارين مڻ وزن کنيو سمند کي چيري ان ۾ هلي منزل مقصود تي
 پهچن ٿا تانت اوهان انهن جي ذريعي الله جو فضل رزق ۽ روزي ڪمايو ۽ ان جو
 شڪر ڪندا رهو پنهنجي ملڪ جو سامان کڻي ٻئي ملڪ ۾ وڪڻو ۽ اتاهين جون
 مصنوعات ۽ سازوسامان کڻي پنهنجي ملڪ ۾ ڪارو ٻار ڪيو ان جو شڪر هن

طرح ڪيو جو ان جي توحيد جو اقرار ڪيو ۽ ان جي پياري رسول عليه الصلوة والسلام تي ايمان آڻيو ان جي سڀني اوامر ۽ نواهي تي پائبنديءَ سان عمل ڪيو تانت اوهان تي سندس لطف ۽ ڪرم جي وڌيڪ بارش پوي ”يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَرَارَاتٍ“ ڏينهن ۾ ۽ ڏينهن کي رات ۾ داخل ڪري ٿو ۽ سج ۽ چنڊ به مسخر ۽ مطيع ڪيا اٿس ”كُلُّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى“ سڀ مدي مقرر لاءِ هلن ٿا يعني اهو روشن ڏينهن ۽ انڌيري رات، گرم سج ۽ چمڪندڙ چنڊ ايڏا وڏا وڏا عظيم الشان قدرتي مظاهر ڪوبه انهن مان خود مختار ۽ پنهنجي جڳهه تي آزاد ناهي اهي سڀ جا سڀ الله جل شانہ جي تڪويني مشيت جي زنجيرن ۾ جڪڙيل آهن مشرڪ قومون سج ۽ چنڊ، رات ۽ ڏينهن جي عبادت ڪنديون هيون ان غلط سوچ کي ختم ڪرڻ جي لاءِ قرآن ڪريم بار بار انهن جو ذڪر ڪري ٿو ته اهي سڀ الله جل شانہ جا مسخر ۽ مطيع آهن ”ذَالِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ“ اهو الله اوهان جو رب آهي ۽ جيڪي ان کان سواءِ آهن ڪجور جي ڪڪڙيءَ تي چڙهيل پردي جا به مالڪ ناهن مطلب ته حڪومت ۽ قدرت ته ان هڪ الله جي آهي جنهن جا هي شاهد ۽ نمونو اوهان هر وقت ڏسي رهيا آهيو پوءِ ان کي ڇڏي انهن جي عبادت ڪيئن ٿا ڪيو جيڪي ڪنهن ادنئي کان ادنئي شئي جا به مالڪ ناهن هن آيت ۾ انهن بتن ۽ باطل معبودن جو بيوس هجڻ بيان ڪيو ويو آهي جنهن جي ڪافر پوڄا ڪندا هئا ۽ اهو مضمون ڪيترين ٻين آيتن ۾ به بيان ڪيل آهي ”إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ خَبِيرٌ“ جيڪڏهن انهن کي سڏيندين ته اوهان جي سڏ کي ٻڌندائي ڪونه ۽ جيڪڏهن بالفرض ٻڌن به ته به اوهان جي التجا قبول ڪري نه سگهندا ۽ قيامت جي ڏينهن اوهان جي شرڪ جو انڪار ڪندا ۽ تو کي خبر ڏيندڙ جهڙي خبر ڪير به نه ڏيندو يعني اوهان جا اهي باطل معبود هڪ ته ٻڌن ئي ڪونه ٿا پر جيڪڏهن بفرض محال ٻڌن ته به نه اوهان کي نفعو ڏئي سگهندا ۽ نه اوهان تان نقصان دفع

ڪري سگهندا اوهان جي سڌ کي قبول ڪرڻ جي به انهن ۾ طاقت نه آهي ۽ قيامت جي ڏينهن اوهان کان بيزار ٿيندي چوندا ته هي اسان جي عبادت نه ڪندا هئا ۽ اوهان کي مون الله جل شانہ جهڙي خبر ڪير به نه ڏيندو ڇو ته مون کي هر شئي جو علم آهي انهن کي ڪابه خبر ناهي ”لَا يَتَّبِعُكَ“ ۾ خطاب ڪنهن سان آهي ان ۾ به قول آهن ١- ته خطاب عام سان آهي ٢- ته خطاب حضور پر نور عليه الصلوٰة والسلام جن سان آهي (١)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

١- ”وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ“ (۽ ٻه دريا (سمند) برابر ناهن) مان واضح ٿيو ته ظاهر ۾ ته ٻئي پاڻي آهن پر ذاتي ۾ برابر نه هجڻ جي ڪري هڪ جهڙا نه چئبا جيئن منو پاڻي ۽ ڪارو برابر ناهن حالانڪ آهن ٻئي پاڻي تيئن مومن ۽ ڪافر برابر ناهن حالانڪ آهن ٻئي انسان ۽ جڏهن مومن ۽ ڪافر برابر ناهن ته نبي عليه الصلوٰة والسلام ۽ غير نبي برابر ڪيئن ٿيندا؟.

٢- ”لَحْمًا طَرِيًّا“ (تازو گوشت) ذهن نشين ڪوڻ گهرجي ته لغت ۾ مڇي به گوشت آهي جڏهن ته اها تازي تازي ڪاچندي آهي رڪڻ سان خراب ٿيندي آهي ان جي ڪري ان کي ”لَحْمًا طَرِيًّا“ تازو گوشت سڏيو ويو مگر عرف ۾ مڇيءَ کي گوشت نه سڏبو آهي ان جي ڪري جيڪڏهن ڪنهن قسم ڪيو ته اهو گوشت نه کائيندو ته مڇيءَ کائڻ جي ڪري ان جو قسم نه ڀڃندو جيئن دعا کي قرآن ڪريم، ”صلوة“ سڏيو آهي مگر عرف ۾ ”صلوة“ نماز کي چئبو آهي ان جي ڪري هي فقهي مسئلو آيت جي خلاف ناهي.

٣- ”حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا“ (زيور جيڪي اوهان ڍڪيو ٿا) ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته موتي ۽ مرجان ڪاري سمند مان نڪرندا آهن پر انهن جي نڪرڻ جي نسبت ٻنهي سمندن ڏانهن تغليباً ڪيل آهي ۽ زيور عورتون پائينديون آهن پر انهن جي پائڻ جي مردن ڏانهن نسبت ان جي ڪري ڪئي وئي آهي جو عورتون به مردن

ڪي پسند اچن ۽ راضي ڪرڻ جي لاءِ پائينديون آهن مبرد ڪي سون پائڻ حرام آهي
موتي پائڻ حلال آهي (١)

٤- ”تَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَازِرَ“ (پيڙين ڪي پاڻي چيري هلندڙ ڏسندين) مان
واضح ٿيو ته اهو سڀ ڪجهه الله جل شانہ جي قدرت جو ڪمال آهي جو پٿري
پاڻيءَ ۾ ايڏيون وزن واريون شيون هلي رهيون آهن.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ

اي انسا! اوهان ————— آه ————— اهي ————— الله ڏانهن ۽ الله اهو

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (١٥) إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ

بي پرواهه ساراھيل آهي جيڪڏهن گھري ته فنا ڪري اوهان ڪي ۽ آئي

بِخَلْقٍ جَدِيدٍ (١٦) وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (١٧)

م ————— خلوق نئين ۽ ناهي اهو الله لاءِ اوڪ ————— و

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِنْ تَدْعُ

۽ نه بار کڻندو ڪو بار کڻندڙ ٻار ٻئي جو ۽ جيڪڏهن سڏيندو

مَثْقَلَةً ۖ إِلَىٰ حِمْلُهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ

(ڪو نفس) ڳري بار وارو پنهنجي بار کڻڻ ڏانهن ته نه بار کنيو ويندو ان جو

شَيْءٌ ۚ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ

ڪجهه به جيڪو ٿيڪ هجي قربت وارو بلاشڪ ڊيڄاريندين تون انهن کي

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

جيڪي ڏهن ٿا پنهنجي رب کان اڻ ڏٺو ۽ قائم ڪن ٿا نماز

وَمَنْ تَزَكَّى فَإِنَّمَا يَتَزَكَّى لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ

۽ جيڪو پاڪ صاف ٿيو پوءِ رڳو پاڪ صاف ٿيو پنهنجي پاڻ لاءِ ۽ الله ڏانهن ئي

الْمَصِيرُ (۱۸) وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ (۱۹) وَلَا الظُّلُمَاتُ

مـوٽڻ آهي ۽ نه ٿا برابر ٿين اندو ۽ ڏسندڙ ۽ نه اونداهي —ون

وَلَا النُّورُ (۲۰) وَلَا الظُّلُ وَلَا الْحُرُورُ (۲۱) وَمَا يَسْتَوِي

۽ نه روشني ۽ نه ڇانو ۽ نه اس ۽ نه ٿا برابر ٿين

الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا أَنتَ

جيءُ راءِ نه مٿل بيشڪ الله ٻڌائي ٿو جنهن کي گهري ۽ لاهين تون

بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ (۲۲) إِنَّ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ (۲۳)

ٻڌائيندڙ انهن کي جيڪي قبرن ۾ آهن ناهين تون مگر ڊيڄاريندڙ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

بيشڪ اسان موڪليو اسان توکي حق سان بشارت ڏيندڙ ۽ ڊيڄاريندڙ ڪري

وَأَنَّ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (۲۴)

۽ ناهي ڪا امت جو نه ويو هجي انهن ۾ ڊيڄاريندڙ

وَأَنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

۽ جيڪڏهن ڪوڙو چون ٿا تو کي پوءِ تحقيق ڪوڙو چيو انهن جو انهن کان اڳي هئا

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزَّبْرِ

آيا انهن وٽ رسول انهن جا روشن دليلن سان ۽ صحيحن سان

وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ (٢٥) ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا

۽ روشن ڪتاب سان تنهن کان پوءِ پڪڙيو مون انهن کي جن ڪفر ڪيو

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ (٢٦)

پوءِ ڪهڙي طرح هئي سزا ڏيڻ منهنجي

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله سبحانه ٻڌايو ته آسمان ۽ زمين سڀ ان جي ملڪيت آهن ۽ ڪافرن جا باطل معبود نه ڪنهن شئي جا مالڪ آهن ۽ نه ڪنهن کي نفعو ڏئي سگهن ٿا ۽ نه ڪنهن کان نقصان دفع ڪري سگهن ٿا ۽ هتي اهو بيان ڪيو ويو آهي ته سڄي ڪائنات وارا محتاج به صرف ان جا آهن ۽ جڏهن ان جا محتاج آهن ته عبادت به صرف ان جي ڪجي ٻيو ڪوبه معبود بالحق ناهي فرمان عاليشان آهي ”يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّبِعُوا الْفُقَرَاءَ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ“ اي انسانو! اوهان الله جا محتاج آهيو ۽ الله اهو بي پرواه ساراهيل آهي هن ۾ سڀني انسانن کي خطاب ڪري انهن کي الله جل شاناه جي نعمتن ڏي متوجه ڪيو ويو آهي ۽ ٻڌايو ويو آهي ته الله جل شاناه غني آهي ان کي ڪنهن جي ڪا پرواهه ناهي اوهان پنهنجي بقا ۽ هرحال ۾ ان جا محتاج آهيو بلڪه ان جي ڪرم کانسواءِ چري به نه ٿا سگهو (١) ”إِنْ يَشَأْ“

يُذْهِبُكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ" جيڪڏهن گهري ته اوهان کي فنا ڪري نئين مخلوق آڻي هن آيت ۾ پنهنجي بي پرواهي ظاهر ڪندي الله جل شانہ ارشاد فرمايو ته: پاڻ جيڪڏهن گهري ته اوهان کي ختم ڪري نئين مخلوق آڻي سگهي ٿو "وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ" ۽ اهو الله جي اڳيان ڪو ڏکيو ڪم ناهي بلڪ نهايت سهنجو ۽ آسان آهي اهو "كُنْ" امر ڪندو ته هر شئي آسانيءَ سان ٿي ويندي "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" ۽ نه بار کڻندو (ڪو نفس) ٻئي جو بار يعني هڪ گنهگار ٻئي جي گناهن جو بار نه کڻندو ۽ نه هڪ جي گناه جي ٻئي کي سزا ڏني ويندي جيئن دنيا جا جابر حاڪم مجرم جي مٿن، مائٽن ۽ پاڙي وارن کي سزا ڏيندا آهن. ها، جيڪڏهن اهي ان جي گناه ۾ شريڪ يا مددگار هوندا ته اهو خود گناه آهي جنهن جي ڪين سزا ڏني ويندي "وَأَنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِمْلَتِهَا لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا تَوَلَّوْا كَانِ ذَا قُرْبَىٰ" ۽ جيڪڏهن ڳري بار وارو (ڪو نفس) ڪنهن کي ان بار کڻڻ لاءِ سڏيندو ته ان جو اهو بار نه کنيو ويندو ڇو اهو قربابت وارو هجي يعني نه ڪير پاڻهي ڪنهن ٻئي جو بار کڻندو ۽ نه ڪنهن جي سڏ ڪرڻ سان ان جو بار کڻندو پوءِ اهو سڏ ڪيل کڻي ڪيترو به سڏيندڙ جو ويجهو مائٽ هجي ان وقت هر ڪنهن کي پنهنجي سر جي هوندي "إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ" تون ته صرف انهن کي ٿو ڏيڄارين جيڪي پنهنجي رب کان ڊڄن ٿا ۽ نماز قائم ڪن ٿا يعني اوهان جي ڏيڄارڻ مان اهو فائدو وٺندو جيڪو ان ڏنو الله جل شانہ کان ڊڄندو نماز قائم ڪندو ۽ ان جي عبادت ۾ لڳو رهندو "وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ" ۽ جيڪو پاڪ صاف ٿئي ٿو اهو ته صرف پنهنجي لاءِ پاڪ صاف ٿئي ٿو ۽ الله ڏانهن ئي موٽڻ آهي يعني جيڪو اوهان جي نصيحت ٻڌي ايمان آڻي پنهنجو حال درست ڪري پاڪ صاف ٿيو ته انهيءَ الله جل شانہ يا اوهان تي احسان ڪونه ڪيو آهي پر اهو پنهنجي پلائي ڪري رهيو آهي ۽ اهو فائدو وڌيڪ ان وقت ظاهر ٿيندو جڏهن مرڻ کان پوءِ واپس الله جل شانہ ڏانهن ورندي ڇو ته مرڻ کان پوءِ سڀني کي ان جي بارگاه ۾ موٽي هڻڻو ته آهي ئي آهي. "وَمَا يَسْتَوِي

الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ لَا ۚ اَنتَو ۚ دَسَنَدَرُ برابر نه آهن هتي انڌي مان مراد ڪافر ۽ دَسَنَدَرُ مان مراد مومن آهي (١) يعني مومن جنهن کي الله جل جلاله دل جون اکيون ڏنيون آهن حق جي چمڪارن ۽ الاهي وحي جي روشنيءَ ۾ بنا ڪنهن خوف خطره جي رستو طي ڪندي الله جل مجده جي رحمت جي چانو ۽ جنت جي باغن ۾ پهچندو ڇا ان جي برابري اهو ڪافر ڪري سگهندو جيڪو دل جو اَنتَو وهمن ۽ سڌن جي انڌيرن ۾ ڀٽڪندو جهنم جي باهه ۽ ان جي ساڙيندڙ جپين ۽ چر ڏانهن تيز تيز وڃي رهيو آهي ۽ بئِي ڪڏهن به برابر ٿي نه سگهندا ”وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحُرُورُ“ ۽ نه اونداهيون ۽ روشني ۽ نه چانو ۽ اس برابر ٿي سگهندا مطلب ته ڪوبه ماڻهو ائين نه چوندو ته اهي برابر آهن ”وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ“ ۽ نه ٿا برابر ٿين جيئرا ۽ مئل جيئرن مان مراد مومن ۽ مئلن مان مراد ڪافر آهن يعني اهي ٻئي ٽولا برابر ناهن (٢) ”إِنَّ اللَّهَ يَسْمَعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ“ بلاشڪ الله ٻڌائي ٿو جنهن کي گهري ۽ جيڪي قبرن ۾ آهن تون انهن کي ٻڌائيندڙ ناهين هتي قبرن وارن مان مراد ڪافر آهن (٣) مطلب هي آهي ته الله جل شانہ جنهن کي گهري ٿو اهو اوهان جا ارشاد ٻڌي ٿو اوهان ڪافرن کي ٻڌائڻ وارا ناهيو جيڪي اوهان جي ارشاد ڏي توجه ٿي نه ٿا ڪن مغي محمد شفيع ديوبندي صاحب لکيو آهي ته هن آيت جو مئلن جي ٻڌڻ سان ڪو تعلق ناهي (٤) جنهن مان واضح ٿيو ته جيڪي ماڻهو اهڙين آيتن مان الله جل شانہ جي حبيب عليه الصلوٰه والسلام ۽ اولياءِ ڪرام جي دنيا مان رحلت ڪرڻ کان پوءِ سندن نه ٻڌڻ جو دليل ٿا وٺن اهي بالڪل غلط گمراهه ۽ قرآن جي مراد غلط بيان ڪندڙ آهن مسلمان انهن کان پري رهن هن آيت جو تفسير ڪندي علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته جيئن مري ويل ڪافر وفات ۽ قبرن ۾ اچڻ کان پوءِ هدايت سان نفعو نه ٿا وٺن ۽ نه انهن کي هدايت ڏانهن سڏڻ اثرائڻو آهي هي دنيا تي رهڻ وارا مشرڪ به (بدبختي ۽) شقاوت جي ڪري اوهان جي پيغام کان فائدو حاصل نه ٿا ڪن ۽ نه ڪري سگهندا (٥) علامه

(١) خازن ص ٤٩٨ جلد ٢ (٢) ايسر التفاسير ص ٦٣٢ جلد ٢ (٣) معارف القرآن ص ٣٣٤ جلد ٧

(٤) ساڳيو حوالو (٥) ابن ڪثير ص ٥٥٢ جلد ٣

محمد شوڪاني لکيو آهي ”وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ“ يعني الكفار الذين امات الكفر قلوبهم (١) مطلب ته ان مان مراد اهي كافر آهن جن جي دلين کي كفر مئل بنائي ڇڏيو آهي اها ساڳي عبارت مفسر قرطبي جي آهي (٢) علامه ثناء الله پاني پتي لکيو آهي ته هتي ”گفر تي اصرار ڪندڙن کي مئلن سان تشبيه ڏئي انهن جي ايمان آڻڻ کان نااميد ڪيو ويو آهي (٣) مڪه مڪرمه جي اسلامي يونيورسٽيءَ ۾ ڪئين سال تفسير پڙهائيندڙ ۽ ڪيترا تفسير لکندڙ علامه صابوني هن آيت جي تفسير ۾ لکيو آهي ”شبه تعالى المؤمنين بالاحياء والكافرين بالاموات فالمؤمن يسمع ويتدبر والكافر ميت لا يسمع ولا يستجيب، (٤) يعني هن آيت ۾ الله جل شانہ مومنن کي جيئن سان ۽ ڪافرن کي مئلن سان تشبيه ڏني آهي مومن ٻڌندو ۽ غور ڪندو آهي ۽ ڪافر مئل آهي نه ٻڌي ٿو نه (دعوت دين) قبول ڪري ٿو مقصد ته هن آيت ۾ وفات ڪري ويلن جي نه ٻڌڻ جو ڪوبه بيان ناهي ۽ نه اها مراد وڃي ۽ اسان اهل السنة والجماعة جو به اهو عقيدو آهي مري ويلن جي ٻڌڻ جو وڌيڪ بحث سورة الروم جي آيت نمبر ٥٢ جي تفسير ۾ بيان ٿي چڪو آهي اتي ڏسڻ گهرجي.

”إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ“ اوهان ته صرف ڊيڄاريندڙ آهيو يعني اوهان جو ڪم انهن دلين جي مئلن کي ڊيڄارڻ، خدا جي خوف ڏيارڻ کان سواءِ ڪجهه به ناهي نه ٿا مڃين ته اوهان جي ڪا ذميداري ناهي ”إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ“ بلاشڪ اسان اوهان کي حق سان بشارت ڏيندڙ ۽ ڊيڄاريندڙ ڪري موڪليو آهي ۽ ڪابه امت ناهي جنهن ڏانهن ڊيڄاريندڙ نه ويو هو يعني نبوت جو سلسلو ڪنهن ملڪ، علائقي يا قوم سان مخصوص ناهي جتي به انسانن جو ڪو ٿولو آباد هو اتي انهن وٽ الله جل شانہ جي طرفان ڪو نه ڪو ڊيڄاريندڙ ضرور پهتو هو ان ۾ عرب فلسطين يا ڪنهن مخصوص ملڪ جو سوال نه هو ڪٿي نبي سڳورا عليهم الصلوة والسلام پاڻ ٿي پهتا ته ڪٿي سندن خاص قاصدي پهتا هو اسان جو ايمان آهي هاڻي جن نبين عليهم الصلوة والسلام جا نالا

(١) فتح القدیر ص ٢٤٦ جلد ٤ (٢) القرطبي ص ٢٤٠ جلد ١٤ (٣) تفسير مظهری ص ٥٢ جلد ٨

مبارڪ قرآن ڪريم يا صحيح حديث ۾ موجود آهن انهن جي نبوت تي ايمان آڻڻ اسلام لاءِ شرط آهي ۽ جن جا نالا ذڪر ڪيل ناهن انهن تي اجمالي طور ايمان آڻڻ ضروري آهي ”وَأَنَّ يَكْذِبُونَكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ“ ۽ جيڪڏهن تو کي ڪوڙو چوڻ ٿا ته پوءِ يقيناً انهن به ڪوڙو چيو هو جيڪي انهن کان اڳي هئا انهن وٽ سندن رسول چئن دليلن ۽ صحيفن ۽ روشن ڪتاب سان آيا هئا هن آيت ۾ الله جل شانہ پنهنجي حبيب عليه الصلوٰة والسلام کي تسلي ڏئي رهيو آهي ته مڪه وارن مشرڪن جي طرفان اوهان کي ڪوڙو چوڻ تي غمگين ۽ مايوس نه ٿيو انهن جي انهن ڳالهين تي صبر ڪيو ڇو ته اهو مشرڪن جو پراڻو دستور رهيو آهي جڏهن به انهن وٽ الله جل شانہ جا انبياءَ عليهم الصلوٰة والسلام معجزن ۽ صحيفن جيئن حضرت ابراهيم جا صحيفا ۽ حضرت موسيٰ ۽ حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليهم الصلوٰة والسلام توراۃ ۽ انجيل سان تشريف فرما ٿيا ته ان وقت جي مشرڪن انهن کي به ڪوڙو چيو هو پر اهي صبر ڪندي حق جو پيغام پهچائيندا رهيا (١) ”ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ“ ان کان پوءِ مون انهن ڪافرن کي پڪڙيو پوءِ منهنجو عذاب ڪهڙو هو؟ مطلب ته جڏهن انهن جي سرڪشيءَ جي حد ٿي وئي ته مون انهن کي پنهنجي طرفان عذاب ڪرڻ سان پڪڙيو ۽ سڄي دنيا ڏٺو ته منهنجو عذاب ڪهڙو نه سخت هو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

١- اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ (اوهان الله جا محتاج آهيو) جي اطلاق مان واضح

ٿيو ته انسان هر طرح هر لمحہ هر شيءِ ۾ الله جل شانہ جو محتاج آهي وجود، بقا ۽ فنا ۾ ته ظاهر آهي پر جن شين ۾ بظاهر باختيار آهي مثلاً ڳالهائڻ، هلڻ، پڌر ڏسڻ، انهن مان هر هڪ شيءِ ۾ الاهي مشيت ۽ خداوندي اذن جو محتاج آهي.

٢- "الْغَنِيِّ" (بي نیاز) مان واضح ٿيو ته ان کي مخلوق جي امداد ۽ اعانت جي محتاجي ته ڇا پر اهو انهن جي مخلوق ۽ مملوڪ هجڻ جي تعلق کان به بي پرواهه صفت سان موصوف هوندي به پنهنجي مخلوق ۽ ٻانهن جو ڪار ساز ۽ انهن تي مهربان ۽ ڪريم آهي.

٣- "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" (۽ ڪو ٻار ڪنڌڙ ڪنهن جو بار نه کڻندو) مان واضح ٿيو ته خوشيءَ سان ڪير به ڪنهن جي گناهن جو بار نه کڻندو ها اهو ضرور ٿيندو جو گمراهه ڪندڙن جي مٿان انهن جي گناهن جو بار رکيو ويندو جن کي گمراهه ڪيو هوندائون جيئن الله جل شانہ جو فرمان آهي "وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ" (۱) ۽ البت ضرور پنهنجا ٻڙا بار کڻندا پر انهن سان گڏ ٻيا ٻڙا بار به کڻندا.

الْمُ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَجْنَا

چانه ڏٺو توتو ته بلاشڪ الله لائو آسمان کان پاڻي پوءِ ڪڍيا اسان

بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ

ان سامان مٽي واهت ست آهن رنگ انهن جا ۽ جبلن مان

جُدَدٌ مُّبْيَضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا

ٽڪرا آهن سفيد ۽ ٻڙها مٽي ست آهن رنگ انهن جا

وَعَرَابِيبُ سُودٌ (٢٧) وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَأَلْأَنْعَامِ

۽ عجيب قسم جا ڪارا (ڀڙر) ۽ ماڻهن ۽ چرندڙن ۽ چوپايين مان

مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ

مت ست رنگ انهن جا آهن اهڙي طرح ڊڄن ٿا الله کان انهن جي ٻانهن مان

الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ (٢٨)

رڳو ڄاڻ وارا بلاشڪ الله غالب، بخشهار آهي

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ پنهنجي وحدانيت جا دلائل ۽ عظيم قدرت جو بيان فرمايو پر جڏهن عناد ۽ سرڪشيءَ جي ڪري ڪافرن انهن کان منهن موڙيو ته هنن آيتن ۾ رب العزة جل مجده انهن دليلن جو ذڪر فرمايو جن کي اهي ڪائنات ۾ مختلف رنگن ۽ شڪلين ۾ ڏسي ۽ مشاهدو ڪري رهيا آهن فرمان عالي شان آهي ”الْمَرَّ تَرَّ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا ۚ جَا أَوْهَانٌ نَحْنُ دَنُوءُ آهِي تَهْ اللَّهُ أَسْمَانُ كَانُ پَاثِي لَاتُو پوءِ اسان ان سان مختلف رنگن وارا ميوو ڪڍيا هتي ”أَخْرَجْنَا“ ۾ غائب کان متڪلم ڏانهن التفات آهي (١) ۽ هن ۾ استفهام تقرير آهي سماوي ۽ ارضي دليل ڏئي الله جل شانہ جي وحدانيت ثابت ڪئي وئي آهي ۽ خطاب عام ڏسندڙ سان ۽ غائب کان متڪلم ڏانهن اچڻ ۾ صنع بديع آهي جنهن سان الله جل شانہ جي قدرت ۽ حڪمت جو ڪمال بيان ڪيل آهي (٢) يعني قادر جي قدرت جو ڪمال ته ڏسو ڪيڏو آهي هڪ زمين ۽ هڪ پاڻي آهي پر ان ۾ ڪيترا مختلف ڌاتقن ۽ مختلف رنگن وارا ميوو آهن ۽ هر ڪنهن جي خوشبوءِ، خصوصيت ۽ اثر جدا جدا آهي انهن ۾ غور ڪرڻ واري لاءِ الله جل مجده جي حڪمت ۽ صنعت جا ڪيڏا دليل آهن ”وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ“ ۽ جبلن مان اڇا ۽ ڳاڙها ٽڪرا آهن جن جا رنگ مت ست آهن ۽ عجيب گهڻا ڪارا ٽڪرا آهن مطلب ته جبلن جي ٺاهڻ، انهن جي بلنديءَ ۽

هيٺاهين ۾ رباني قدرت جا سوين جلوا نظر اچي رهيا آهن ذرا انهن جي رنگن
 ڏانهن نهاريو ڪٿي اڃا ڪٿي ٻاڙها آهن ۽ ٻاڙهائپ به هڪ جهڙي ناهي ان ۾ به
 ڪيترا قسم آهن ڪو هلڪو ٻاڙهو آهي ته ڪو گهاٽو ته ڪو گلابي آهي ۽ ڪي ته
 تمام گهڻا ڪارا آهن ”وَمِنَ النَّاسِ وَالْذَّوَابِ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ“ ۽
 ماڻهن ۽ چرندڙن ۽ چوپاين مان به اهڙي طرح مختلف رنگن وارا آهن يعني جيئن
 ميون، جبلن جا رنگ مختلف آهن تيئن الله جي قدرت جي ڪمال سان ماڻهن،
 چرندڙ شين ۽ چوپاين جا به ان جي قدرت سان مختلف رنگ آهن جن جي ڏسڻ سان
 اڪيون حيرت ۾ پئجي وڃن ٿيون ”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ الله کان
 سندس ٻانهن مان صرف علماء ڊڄن ٿا يعني جيڪي الله جي عظمت جو علم رکن
 ٿا ۽ ان جي ڪري قدرت جي دلائل ۾ غور ڪندا رهن ٿا ته انهن ۾ الله جو خوف
 پيدا ٿيندو ۽ اهي الله کان ڊڄندا رهندا حضرت علي رضي الله عنه جو فرمان مبارڪ
 آهي ته: صحيح معنيٰ ۾ فقيه (۽ عالم) اهو آهي جيڪو نه ماڻهن کي الله جي رحمت
 کان نااميد بنائي ۽ نه انهن کي الله جي بي فرمانين جي اجازت ڏي ۽ نه انهن کي الله
 جي عذاب کان بي خوف رکي ۽ قرآن جي مقابلي ۾ ٻئي سان رغبت نه رکي (۱) ۽
 حضرت عبدالله بن عمر رضي الله عنه فرمايو ته ان جي معنيٰ آهي ته الله پنهنجن
 ڀانهن مان علماء کي برگزيدو بنائي ٿو (۲) حضرت ابن عباس رضي الله عنهما
 فرمايو ته: الله جا عالم (ٻانهن) اهي آهن جيڪي ان کان ڊڄن ٿا حضرت عبدالله بن
 مسعود رضي الله عنه فرمايو ته: علم حديث گهڻي بيان ڪرڻ سان ناهي الله جي
 خوف رکڻ سان آهي حضرت مالڪ بن انس رضي الله عنه کان روايت آهي ته: علم
 هڪ نور آهي جيڪو الله دل ۾ وجهندو آهي ابن ابي شيبه ترمذي ۽ حاکم حسن
 رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو
 ”الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَتِلْكَ حُجَّةُ اللَّهِ
 عَلَيَّ حَلْفُهُ“ علم ٻه (قسم) آهي ۱- دل ۾ علم اهو ئي نفعو ڏيندڙ علم آهي ۽ ۲-
 زبان تي علم اهو مخلوق جي مٿان الله جي حجت آهي ابن ابي شيبه حضرت عبدالله
 بن مسعود رضي الله عنه کان روايت آهي ته قرآن جي حامل (عالم) جي لاءِ

مناسب آهي ته: جڏهن ماڻهو ننڊ ۾ هجن ته هي پنهنجي رات جو قدر ڪري (سجاڳ رهي) ۽ ماڻهو ڏينهن جو کائيندا رهن ته هي پنهنجي ڏينهن جو قدر ڪري (روڙا رکي) ۽ ماڻهو خوشيون ڪن ته هي (دين جي) غم ۾ رهي ۽ ماڻهو ڪنن ته هي (الله جي خوف کان) روئڻ ۾ هجي ۽ ماڻهو ملي جلي لڙڪن ته هي چپ ۾ رهي ۽ ماڻهو هٿ ڪن ته هي نوڙت ۾ رهي ۽ قرآن جي حامل (عالم) کي گهرجي ته نه لڙڪندڙ هجي نه دانهون ڪري ڳالهائيندڙ ۽ نه لوڻه (وانگر سخت) هجي (۱) مطلب هي ٿيو ته جيڪو شخص جيترو الله جي قدرت ان جي علم، ان جي حڪمت، ان جي قهار هجڻ، جبار هجڻ ۽ ان جي ٻين صفتن کي ڄاڻندو، سڃاڻندو ۽ مڃيندو هوندو اهو ايترو ان جي نافرمانيءَ کان بچندو رهندو ”إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ“ بلاشڪ الله غالب، بخششهار آهي يعني اهو غالب ته اهڙو آهي جو جڏهن بي فرمانن کي پڪڙڻ گهري ٿو ته ڪنهن ۾ طاقت ناهي جوان جي پڪڙڻ کان بچي مگر اهو غفور به آهي جو ٻانهن کي بخشي ٿو ۽ مهلت ڏي ٿو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱- ”ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا“ (ميوو جن جا رنگ مختلف آهن) هتي ”مُخْتَلِفًا“ کي ترڪيب نحوي جي اعتبار سان حال ڪري اڳيان جبلن، انسانن ۽ چوپايين وغيره جي رنگن کي صفت ڪري ان جي لاءِ آندو ويو آهي جو ميون جا رنگ جلد مٽجي وڃن ٿا ۽ جبلن، ماڻهن ۽ حيوانن جا رنگ جلد نه ٿا بدجن.

۲- ”كَذَٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ (اهڙي طرح الله کان انجي ٻانهن مان صرف علماء ڊڄن ٿا) هتي جمهور علماء وٽ ”كَذَٰلِكَ“ تي وقف آهي جنهن مان سمجهيو وڃي ٿو ته هي لفظ اڳ ۾ مذڪور مضمون سان متعلق آهي يعني مخلوقات کي مختلف قسمن ۽ مختلف رنگن تي پيدا ڪرڻ الله تعاليٰ جي قدرت ۽ حڪمت جي خاص نشاني آهي ۽ بعض روايات مان معلوم ٿئي ٿو ته ان جو تعلق ان کان پويان آيل جملو سان آهي يعني جيئن ميوو، جبل، حيوان ۽ انسان مختلف رنگن

تي مشتمل آهن اهڙي طرح الله جل شانہ کان ڊڄڻ ۾ بہ ماڻهن جا درجا مختلف آهن ڪنهن کي ان جو اعلىٰ درجو حاصل آهي تہ ڪنهن کي گهٽ ۽ ان جو مدار علم تي آهي جنهن کي جيتري ڄاڻ آهي ان کي اوترو خوف آهي (۱)

۳- علماء عارفين جو قول آهي تہ ”جيئن بارش کان سواءِ وڻ، ٻوٽا وغيره نہ ٿا ڄمن تيئن حضور پر نور عليه الصلوٰۃ والسلام جي نگاه ڪرم کان سواءِ صالح عمل قبول نہ ٿا ٿين شيطان جي عبادت کي نبوت جي برسات نہ پهتي تہ سڪي وئي.

۴- ۽ جبلن ۾ اڃا ۽ ڳاڙها ۽ نهايت عجيب گهڻا ڪارا رستا آهن جن جا مختلف رنگ آهن مان دليل وٺندي علماء عارفين فرمايو تہ جيئن اهي مختلف رنگن جا جابلو رستا وٺي ماڻهو پنهنجن گهرن ۽ منزل مقصود تي پهچن ٿا تيئن شريعت، معرفت، طريقت ۽ حقيقت بہ منزل مقصود تي پهچائڻ وارا رنگ برنگ منظر آهن ۽ جيئن انسانن، جانورن ۽ چوپاين جا رنگ مٿ سٿ آهن تيئن انسانن جي دلين جا رنگ بہ مختلف آهن ڪا دل سفيد آهي تہ ڪا ڪاري آهي ۽ قيامت جي ڏينهن اهي ئي اثر ماڻهن جي منهن تي نمايان ٿيندا ڪن جا منهن روشن هوندا تہ ڪن جا منهن ڪارا هوندا ۵- ”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ (الله کان سندس ٻانهن مان تہ صرف علماء ڊڄن ٿا) مان معلوم ٿيو تہ دين جا علماء نهايت بلند درجي وارا آهن جو الله ”انما“ حصر جو لفظ آئي پنهنجو خوف ۽ خشيت کي انهن ۾ منحصر فرمايو، جنهن کي بہ الله جل شانہ جو خوف نصيب ٿيندو اهو سچن عالمن جي ذريعي ٿيندو الله جل شانہ جو ٻيو فرمان آهي ”هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ ڇا علم وارا ۽ بي علم برابر ٿين ٿا مگر علماء بہ اهي جن جا عقيدا صحيح ۽ عمل صالح اخلاص وارا هوندا ”الْعُلَمَاءُ“ ۾ الف لام عهدي آهي (۲)

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

بيشڪ اهي شخص جيڪي پڙهن ٿا الله جي ڪتاب کي ۽ قائم ڪن ٿا نماز

وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

۽ خرچ ڪن ٿا ان مان جيڪو وڌو سون انهن کي ڳجهو ۽ ظاهر

يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ (٢٩) لِيُؤْفِقِيَهُمْ أَجُورَهُمْ

اميد رکن ٿا تجارت جي جيڪا هرگز برباد نه ٿيندي تانت پورا پورا ڏي انهن کي اجر انهن جا

وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ (٣٠)

۽ وڌائي ڏي انهن کي پنهنجي فضل سان بلاشڪ اهو بخشڻهار قنڌردان آهي

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ ٻڌايو ته الله کان علماء ڊڄن ٿا ۽ هتي انهن عالمن جي خاص ڪردار کي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ“ بلاشڪ جيڪي (ٻانها) الله جي ڪتاب جي تلاوت ڪن ٿا يعني ان جي تلاوت تي هميشگي ڪندي ان ۾ ذڪر ڪيل احڪام جي اطاعت ڪن ٿا هتي ڪتاب مان مراد صرف قرآن ڪريم يا ان سان گڏ اڳيان ڪتاب به آهن جيڪي اڳين نبين عليهم الصلوٰه والسلام تي نازل ٿيا هئا ۽ انهن جي تلاوت مان مراد انهن جي تصديق ڪرڻ آهي ”وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ“ ۽ نماز قائم ڪن ٿا يعني ان جي حقوق کي ادا ڪندي هميشه پڙهند رهن ٿا ”وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً“ ۽ جيڪي رزق اسان انهن کي ڏنو آهي ان مان لڪل ۽ ظاهر خرچ ڪن ٿا يعني جهڙي طرح به اتفاق ٿيو خداوند ڪريم جي وات ۾ ان جي ڏنل رزق مان خرچ ڪن ٿا ”يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ“ اهڙي تجارت جي اميد رکن ٿا جيڪا ڪڏهن به نقصان ۾ نه ويندي. تجارت مان مراد آهي اطاعت تي حاصل ٿيڻ وارو ثواب سندن اهو ثواب ڪڏهن به نه ڪٽندو (١) ”لِيُؤْفِقِيَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ“ تانت انهن کي

سندن اجر پورا پورا ڏي ۽ انهن کي پنهنجي فضل سان وڌائي مطلب ته کين سندن عمل جو بدلو ته پورو پورو ملندو پر الله جل شانہ کين پنهنجي فضل سان وڌائي ڏيندو ابن ابي حاتم ۽ ابونعيم حضرت ابن مسعود رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”يُؤْفِقُهُمْ أَجُورُهُمْ“ الله انهن کي جنت ۾ داخل ڪندو ۽ ”وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ“ ان لاءِ شفاعت آهي جنهن لاءِ جهنم جي واجب ٿي چڪو هوندو پر ان انهن سان دنيا ۾ چڱائي ڪئي هوندي“ ان جي ڪري انهن لاءِ کين شفاعت ڪرڻ جو اذن ملندو ”إِنَّهُ عَفُورٌ شَكُورٌ“ بلاشڪ اهو بخشيندڙ، قدردان آهي يعني اهو سندن گناهن کي بخشيندڙ، سندن نيڪين جو قدر ڪندڙ آهي حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته: انهن جا وڏا گناهه بخشيندو ۽ سندن ٿورڙي نيڪيءَ جو به کين ثواب ڏيندو. (۱)

شان نزول:

مفسرن پلارن لکيو آهي ته: هيءَ آيت حصين بن حارث قرشيءَ جي حق ۾ نازل ٿي هئي (۲)

فائدو:

مذڪوره آيتن مان قرآن ڪريم جي تلاوت ڪندڙن، نماز ٺاهي ٺاهي پڙهندڙن ۽ الله جل شانہ جي واٽ ۾ خرچ ڪندڙن جو شان، مقام ۽ مرتبو ظاهر ٿي رهيو آهي.

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا

۽ جيڪو وحي ڪيو سون توڏانهن ڪتاب مان اهو ئي حق آهي تصديق ڪندڙ ان جي جيڪو

يَبَيِّنَ بَيِّنَاتٍ لِّلَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى اللَّهِ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ (۳۱) ثُمَّ أَوْرَثْنَا

ان جي اڳيان آهي بيشڪ الله پنهنجي ٻانهن جي خبر رکندڙ ڏستندڙ آهي ان کان پوءِ وارث ڪيوسون

الْكِتَابِ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ

ڪتاب جو انهن کي جو برگزيڊا بنايا سون پنهنجن ٻانهن مان پوءِ انهن مان ڪو ظلم ڪندڙ آهي

لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ

پنهنجي سر تي ۽ انهن مان ڪو وڃندو آهي ۽ انهن مان ڪو نيڪين ۾ اڳرائي ڪندڙ آهي

بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ (٣٢) جَنَّتْ عَدْنُ

الله جي اذن سان اهو ئي وڏو فضل آهي بهشت عدن جا جو

يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ

داخل ٿيندا انهن ۾ ڍڪايا ويندا ان ۾ ڪنگڻ سون جا ۽

لَوْلَاحَ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ (٣٣) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ

موت تي ۽ انهن جو لباس انهن ۾ پٽ هوندو ۽ چوندا ته هر حمد الله جي لاءِ آهي

الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ (٣٤)

جنهن تاريو اسان کان غم بلاشڪ رب اسان جو البت بخششهار، قدردان آهي

الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَآيَمَسُّنَا

جنهن لائو اسان کي آرام سان رهڻ واري جاءِ ۾ پنهنجي فضل سان نه پهچندو اسان کي

فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ (٣٥) وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ

ان ۾ ڪو ڌڪ ۽ نه پهچندو اسان کي ان ۾ ڪوڻڪ ۽ جن ڪفر ڪيو انهن جي لاءِ

نَارُ جَهَنَّمَ لَا يَقْضِي عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ

جهنم جي باهه آهي نه حڪم ڪيو ويندو انهن تي پوءِ مري پون ۽ نه هلڪائي ڪئي ويندي

عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابٍ هَآءِ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ (٣٦)

انهن کان ان جي عذاب مان اهڙي طرح بدلو ڏيندا سون هر بي شڪري ڪندڙ کي

وَهُمْ يَصْطَرِّحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا

۽ اهي دانهون ڪندا ان ۾ ته اي اسان جا پالڻهارا! ڪي تون اسان کي ته ڪيون صالح عمل

غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ

ان کان سواءِ جيڪو ڪندا هئا سون ڇا نه زندگي ڏني سون اوهان کي ايتري جو نصيحت وٺي سگهي

فِيهِ مَن تَذَكَّرُ وَجَاءَكُمْ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا

ان ۾ اهو جو نصيحت وٺي ۽ آيو اوهان وٽ ديجاڙيندڙ پوءِ چڪو پوءِ ناهي

لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ (٣٧)

ظالمن جي لاءِ ڪو مدد ڪندڙ

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ڪتاب جي تلاوت ڪندڙن، ان تي عمل ڪندڙن جو بيان هو ۽ هتي ان ڪتاب جي سچ هجڻ جي بيان سان شروعات ڪئي وئي آهي فرمان مبارڪ آهي ”وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ“ ۽ اسان جيڪو ڪتاب اوهان ڏانهن وحي ڪيو آهي اهو حق آهي ان کان اڳين (ڪتابن) جي تصديق ڪندڙ آهي. يعني اوهان ڏانهن وحي ذريعي موڪليل ڪتاب حق آهي ان ۾ ڪنهن به

قسم جو شبڪ ناهي اوهان ۽ اوهان جي امت ان تي ئي عمل ڪرڻ فرمايو ۽ اهو ڪتاب جڏهن ته اڳين ڪتابن جي تصديق ڪندڙ آهي جنهن کي هي سچو سڏي اهو سچو آهي ان جي ڪري هي انهن سڀني جو اڳواڻ آهي ”إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ“ بيشڪ الله پنهنجن ٻانهن جي البت خبر رکندڙ، ڏسندڙ آهي يعني اهو پنهنجن ٻانهن جي احوال جي خبر رکندڙ، ۽ اهي ڳالهيون ڏسندڙ آهي جنهن ۾ سندن ڀلائي آهي ماڻهن جي لاءِ زمان ۽ مڪان جي لحاظ سان سندن احوال کي نظر ۾ رکندي حڪم جاري ڪري ٿو ۽ نبي به ان کي بنائي ٿو جيڪو ان پيغام پهچائڻ جي صلاحيت رکي ٿو ”ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ إِذْ نَالَهُ“ ان کان پوءِ پنهنجن ٻانهن مان ڪتاب جو وارث انهن کي بنايو سون جن کي برگزیدو ڪيو سون پوءِ انهن مان ڪو پنهنجي نفس تي ظلم ڪندڙ آهي ۽ انهن مان ڪو وڃترو آهي ۽ انهن مان ڪو نيڪين ۾ اڳرائي ڪندڙ آهي الله جي اذن سان يعني اوهان ڏانهن وحي ڪيل ڪتاب جو ورثو اوهان جي امتين کي ڏنو سون جيڪي ٽي قسم آهن ۱- ”پنهنجي پاڻ تي ظلم ڪندڙ“ جيڪو الاهي احڪام جي ادا ڪرڻ ۾ ڪوتاهي ڪندڙ، ۽ حرام ڪيل ڪمن جو مرتڪب آهي ۲- ”وڃترو“ جيڪو حرام کي ڇڏيندڙ، واجب ڪيل ڪم ادا ڪندڙ آهي ۳- الله جي اذن سان ”نيڪين ۾ اڳرائي ڪندڙ“ آهي جيڪو واجبات سان گڏ مستحبات به ادا ڪندڙ آهي ۽ حرام ڪيل شين سان گڏ مڪروهات ۽ بعضي مباحات کان به پري ڀڄندڙ آهي ڳالهه جو خلاصو هي آهي ته امت انهن قسمن ۾ ورهايل آهي (۱) ”ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ“ اهو ئي وڏو فضل آهي ”يعني ڪتاب جو وارث هجڻ ۽ الله جي ٻانهن مان برگزیدو هجڻ الله جل شانہ جو وڏو فضل آهي“ ”جَثَّتْ عَدْنٌ يَّدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَّهَبٍ وَلَوْ لَوُؤُا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ“ عدن جا بهشت جو انهن ۾ داخل ٿيندا انهن ۾ سونا ڪنگڻ ۽ موتي ڍڪايا ويندا ۽ انهن ۾ سندن لباس سچو ريشم هوندو يعني اسان جن کي برگزیدو

ڪري ڪتاب جو وارث بنايو آهي قيامت جي ڏينهن بهشت جي باغن ۾ هوندا ۽ انهن کي سونا ڪنگڙ ۽ موتي ڏيکايا ويندا ۽ سندن لباس خالص ريشم هوندو ”وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ“ ۽ چوندا ته سڀ ستاراه ان الله جي لاءِ ثابت آهي جنهن اسان کان ڏک پري ڪيا بلاشڪ اسان جو رب البت بخشڻهار، قدردان آهي يعني بهشتن ۾ داخل ٿي مذڪور دعا جا الفاظ چوندا حضرت ابن عمر رضي الله عنهما کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”لَيْسَ عَلَى أَهْلِ لَالَةِ إِلَّا اللَّهُ وَحَشَّةٌ فِي قُبُورِهِمْ وَلَا فِي نُشُورِهِمْ وَكَأَنِّي بِأَهْلِ لَالَةِ إِلَّا اللَّهُ يَنْفُضُونَ التُّرَابَ عَنْ رُؤُسِهِمْ وَيَقُولُونَ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ“ لاله الاالله چوڻ وارن تي سندن قبرن ۾ ۽ نه سندن قبرن مان اٿڻ وقت ڪا وحشت هوندي ۽ مان چڻ ته لاله الاالله چوڻ وارن سان گڏ آهيان جو پنهنجن مٿن تان (قبرن واري) مٿي ڇنڊي مذڪور دعا پڙهي رهيا آهن (۱) ”الَّذِي أَكَلْنَا مِنْ دَارِ الْمَقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ“ جنهن اسان کي پنهنجي فضل سان آرام سان رهڻ واري جاءِ ۾ داخل فرمايو جنهن ۾ اسان کي نه ڪو ڏک پهچندو ۽ نه اسان کي ان ۾ ڪو ٿڪ ٿيندو ابن ابي حاتم، ابن مردويه ۽ ڪتاب البعث ۾ بيهقيءَ حضرت عبدالله بن ابي اوفى رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته هڪ شخص حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي خدمت ۾ عرض ڪيو ته يارسول الله! ننڊ هڪ اهڙي شيءِ آهي جنهن سان الله اسان جي اکين کي قرار ڏيندو آهي ڇا بهشت ۾ به ڪا ننڊ هوندي؟ فرمايائون ته ”بلاشڪ ننڊ موت جو پاءُ آهي ۽ جنت ۾ موت ناهي“ عرض ڪيائين ته يا رسول الله! پوءِ انهن کي راحت ڏيڻ واري ڪهڙي شيءِ آهي؟ ان جو اهو عرض ڪرڻ کين وڏو لڳو ۽ فرمايائون ته جنت ۾ ڪو ٿڪ ناهي جنت وارن جو هر امر راحت آهي پوءِ مذڪوره آيت نازل ٿي (۲) ”وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا“ ۽ جن ڪفر ڪيو انهن جي لاءِ جهنم جي باهه آهي نه انهن تي حڪم ڪيو

ويندو پوءِ مري پون ۽ نه انهن تي ان جي عذاب مان ڪا هلاڪائي ڪئي ويندي.
يعني نه انهن لاءِ موت جو فيصلو ڪيو ويندو پوءِ مري پون ۽ نه انهن تي عذاب ۾
ڪنهن قسم جي هلاڪائي ٿيندي ”كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ“ اسين اهڙي طرح هر بي
شڪر کي بدلوڏيندا سون مطلب ته جيڪو به مون الله جي نعمتن جي بي شڪري
ڪندو ته ان کي مذڪور سزا ملندي (١) ”وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ“ ۽ اهي ان ۾ دانهون ڪندي چوندا ته اي اسان جا رب!
اسان کي ٻاهر ڪڍ ته اسين جيڪي اڳيان ڪم ڪندا هئا سون انهن کان سواءِ ٻيا
ڀلا ڪم ڪندا سون مطلب ته اهي وڏي آواز سان دانهون ڪري پنهنجن غلط
ڪمن تي حسرت ڪندي عرض ڪندا ته ياالله! اسان کي هتان ٻاهر ڪڍ ته اسين
وري غلط ڪم نه ڪندا سون صالح عمل ڪندا سون ”أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ
مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرَةٍ“ ڇا اسان اوهان کي حياتي
نه ڏني هئي جو نصيحت وٺڻ وارو ان ۾ نصيحت وٺي ها ۽ اوهان وٽ ڊيڄاريندڙ
(نبي) آيو هو پوءِ عذاب چڪو پوءِ (هاڻي) اوهان جي لاءِ ڪو مددگار ناهي هي انهن
دانهون ڪندڙن کي الله جل شانہ جي طرفان جواب ملندو جن ۾ کين ملامت ڪندي
چيو ويندو ته اوهان ساري زندگي نيڪيءَ ڏانهن توجه نه ڪيو هاڻي ڇا ڪندؤ بس
عذاب ۾ رهو ”فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرَةٍ“ پوءِ (عذاب جو مزو) چڪو ظالمن
جي لاءِ ڪوبه مددگار تاهي جيڪو انهن تان عذاب دفع ڪري (٢)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا ١- ”مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ“
(انهن جي تصديق ڪندڙ آهي جيڪي ان کان اڳي نازل ٿيا هئا) مان واضح ٿيو ته
حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن الله جل شانہ جا آخري نبي آهن ڇو ته
قرآن ڪريم صرف اڳين ڪتابن جي تصديق ڪندڙ آهي ان کان پوءِ ڪو ڪتاب يا
نبي اچڻو هجي ها ته ان جو به ذڪر ڪري ها جيئن حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه

الصلوة والسلام حضرت حبيب پاڪ عليه الصلوة والسلام جي اچڻ جي بشارت ڏيندو رهيو.

٢- ”مَنْ عِبَادَنَا“ (اسان جي ٻانهن مان) هتي مذڪور ٻانهن مان مراد نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جي امت آهي اهي ئي ڪتاب جا وارث ۽ برگزيده ٻانهن آهن علي بن طلحة حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته ان مان مراد محبوب ڪريم عليه الصلوة والسلام جا امتي آهن جيڪي پاڻ تي ظلم ڪندڙ آهن انهن کي بخشي وڃندو ۽ جيڪي وڃندا آهن انهن سان حساب آسان ٿيندو ۽ جيڪي الله جي اذن سان نيڪين ۾ اڳرائي ڪندڙ آهن اهي حساب کان سواءِ جنت ۾ داخل ڪيا ويندا (١)

٣- مذڪوره آيت مان علماء دين جو شان ۽ فضيلت به واضح آهي ڇو ته ڪتاب جو علم انهن کي مليو آهي ثعلبه بن حڪم کان روايت آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ته ”الله قيامت جي ڏينهن امت جي علماء کي فرمائيندو ته: مون اوهان جي سينن ۾ علم صرف ان جي لاءِ رکيو هو جو منهنجو ارادو هو ته اوهان جا عمل ڪهڙا به هجن اوهان کي بخش فرمايان“ هن حديث پاڪ مان مراد جي مفسرن وضاحت ڪندي لکيو آهي ته جنهن ۾ الله جل شانہ جو خوف ۽ خشيت ناهي اهو ان ۾ داخل ناهي ها خوف خدا رکندي جيڪڏهن ڪنهن کان ڪو گناه بشري تقاضا جي ڪري ٿي به ويو ته ان جي لاءِ مغفرت آهي (٢)

هڪ ضروري وضاحت:

بعض علماء علم دين تي غرور ڪري گناهن کان پاسو نه ڪندا آهن اهي به غلط آهن ۽ بعضي جاهل بي علم ٿوري گهڻي عبادت ڪندي علماء کان نفرت ڪندا آهن اهي به انتهائي نادان آهن ٻنهي ڌرين کي سوچي هلڻ گهرجي.

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ

بيشڪ الله ڄاڻندڙ آهي آسمانن ۽ زمين جي غيب جو بيشڪ اهو

بِذَاتِ الصُّدُورِ (٣٨) هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ

سڃيڻ وارا ڳجهو به ڄاڻندڙ آهي اهوئي آهي جنهن بنايو اوهان کي جاءِ نشين

فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا يَزِيدُ

زمين ۾ پوءِ جنهن کفر ڪيو پوءِ ان تي ان جو ڪفر آهي نه ٿو وڌائي

الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ

ڪافرن کي سندن ڪفر انهن جي رب وٽ مگر ڪاوڙ نه ٿو وڌائي ڪافرن کي

كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا (٣٩) قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ

سندن ڪفر مگر نقصان فرمائ ته خبر ڏيو پنهنجن انهن شريڪن جي جن جي

مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ

عبادت ڪيو ٿا الله کان سواءِ ڏيکاريو مون کي ڇا پيدا ڪيائون زمين مان

أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَمْ أَتَيْنَهُمْ كِتَابًا

يا انهن جي لاءِ پيائين چارو آهي آسمانن ۾ يا ڏنو اسان انهن کي ڪو ڪتاب

فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْهُ بَلْ إِن يَّعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ

پوءِ اهي روشن دليل تي آهن ان مان؟ بلڪ نه ٿا وعدو ڏين ظالمن هڪ ٻئي انهن مان

بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا (٤٠) إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

پڻ کي مگر ڏوڪو بيشڪ الله روکي رکيو آهي آسمانن ۽ زمين کي

أَنْ تَزُولَا ۖ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكُنْمَا مِنْ أَحَدٍ

هن کان جو ڊهي پون ۽ البت جيڪڏهن ڊهي پون ته نه روکي رکنڌو انهن ٻنهي کي ڪو هڪڙو

مَنْ مَّ بَعْدَهُ ۖ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا (٤١)

ان کان سواءِ بلاشڪ اهو آهي بردبار، بخششهار

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ٻڌايو ويو ته ظالمن جو ڪو بچائيندڙ ۽ مددگار نه هوندو ۽ هتي ٻڌايو ويو آهي ته اهي الله جل شانہ کان نه لڪل آهن ۽ نه رهندا ڇو ته اهو غيب ڄاڻندڙ آهي فرمان مبارڪ آهي ”إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ“ بلاشڪ الله آسمانن ۽ زمين جو غيب ڄاڻندڙ آهي بلاشڪ اهو سڀني واريون ڳالهيون (ب) ڄاڻندڙ آهي يعني اي مشرڪو! ظالمو! اوهان جيڪو ڪجهه پنهنجن خيالن ۾ گجهو رکو ٿا لکايو ٿا ۽ نيت ۾ رکو ٿا ته هيئن هيئن ڪندا سون ۽ جيڪو آسمانن ۽ زمين ۾ اوهان جي اکين کان غائب آهي الله جل شانہ اهو سڀ ڪجهه ڄاڻندڙ آهي ان جي پاڪ ذات کان ڊڄندا رهو ان جي پياري حبيب عليه الصلوة والسلام جي لاءِ مڪر ۽ فريب نه رڻيو، ان جي دين کي ختم ڪرڻ جي لاءِ نه سوچيو ۽ نه پنهنجن باطل معبودن جي مدد جو فڪر ڪيو آهي سڀ ڪم اوهان کي قيامت جي ڏينهن نفعو نه ڏيندا ”هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ“ اهو (الله) ئي آهي جنهن اوهان کي زمين ۾ (پڻ جو) جاءِ نشين بنايو آهي اهڙي نموني جو اوهان جا ابا، ڏاڏا سڀ ڪجهه ڇڏي وفات ڪري ويا ۽ اوهان کي انهن جو جاءِ

نشين بنيائين ”فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا“ پوءِ جنهن کفر ڪيو ان تي ان جي کفر (جو وبال) آهي ۽ کافرن کي سندن کفر سندن رب وٽ ڪاوڙ کان سواءِ ڪجهه نه ٿو وڌائي ۽ کافرن کي سندن کفر نقصان کان سواءِ ڪجهه نه ٿو وڌائي يعني کفر جو وبال کفر ڪندڙ تي پوندو ۽ کافر کفر سان الله جل شانہ جي ڪاوڙ ۽ (پنهنجي) نقصان کان سواءِ ڪجهه وڌائي نه سگهندا ”قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَ كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ“ فرماءِ ته مون کي پنهنجن انهن الله سان اوهان جي طرفان شريڪ بنايلن جي خبر ڏيو جن جي اوهان الله کان سواءِ عبادت ڪيو ٿا ته انهن زمين مان ڪهڙو حصو پيدا ڪيو آهي يعني اوهان جي باطل معبودن ڪجهه به ٺاهيو ناهي جيڪڏهن اوهان جي گمان ۾ ڪجهه ٺاهيو اٿن ته اهو مون کي ڏيکاريو ”أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ“ يا انهن جو آسمانن ۾ ڪو پائيچارو آهي. يعني انهن جو الله سان آسمانن ۾ ڪو پائيچارو آهي ڇا؟ جنهن جي ڪري اهي عبادت جا مستحق آهن ”أَمْ أَتَيْنَهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْهُ“ يا اسان انهن کي ڪو ڪتاب ڏنو آهي پوءِ اهي ان مان ڪنهن روشن دليل تي آهن؟ يعني انهن کي ڪو اهڙو ڪتاب ڏنو اٿئون ڇا؟ جنهن مان دليل وٺن ٿا ته باطل معبودن کي الله جل شانہ سان شريڪ بنائڻ مطلب ته انهن وٽ باطل معبودن جي عبادت لاءِ نه ڪو عقلي دليل آهي نه نقلي (١) ”بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا“ بلڪ ظالم هڪٻئي ٻين کي ڌوڪي کان سواءِ ڪو وعدو نه ٿا ڏين. مطلب ته ان کفر ۾ کين ٻيو ڪوبه دليل ناهي صرف ابن ڏاڏن جون ڳالهيون ڪري هڪ ٻئي کي ڌوڪو ڏئي رهيا آهن ”إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا“ بلاشڪ الله آسمانن ۽ زمين کي ڊهڻ کان روڪي رکيو آهي يعني الله جل شانہ آسمانن کي هيڏي هوڏي ٿيڻ کان روڪي رکيو آهي اهي پنهنجن جاين کان نه مٽي ٿا ٿين نه هيٺ ٿا لهن اهڙي طرح زمين کي به ان ئي سنڀالي رکيو آهي ان نظام کي علماء جاذبيه جو نظام سڏيو آهي جنهن سان سڀئي جهان زمين، سج، چنڊ ۽ ٻيا سيارا مربوط آهن

جيڪڏهن اهو نظام نه هجي ته هي سڀ شيون ڊهي پون ”وَلَكِنَّ زَالَتَا اَنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ“ ۽ جيڪڏهن اهي ڊهي پيا ته ان (الله) کان سواءِ ڪير به انهن کي روڪي رکي نه سگهندو مطلب ته الله جل شانہ کان سواءِ ڪير به انهن کي ان حال تي هميشه رکي نه سگهندو ”اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا“ بلاشڪ اهو بردبار، بخشڻهار آهي مطلب ته ڪافرن جي انهن ڪفر، شرڪ ۽ ٻين گناهن جي تقاضا آهي ته کين جلد سزا ڏني وڃي پر الله بردبار آهي ان جي ڪري کين جلد سزا نه ٿو ڏي، بخشڻهار آهي جو جيڪو به انهن مان توبه ڪري ٿو ته ان جي توبه قبول ڪري ان کي بخش ٿو فرمائي.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

۱- ”فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ“ (جنهن ڪفر ڪيو ان جو وبال ان تي ئي هوندو) مان مراد آهي ته قيامت ۾ ڪفر جي سزا صرف ڪافر کي ئي ملندي باقي دنيا ۾ جڏهن عذاب ايندو آهي ته ان علائقي جون ٻيون شيون وڻ، جانور وغيره به هلاڪ ٿي ويندا آهن.

۲- ”اِلَّا مَقْتًا“ (مگر ڪاوڙ) مان واضح ٿيو ته ڪافر جا ٻيا نيڪ عمل به ان کي آخرت ۾ فائدو نه ڏيندا ڇو ته ڪاوڙ جو اصل سبب ڪفر انهن وٽ موجود آهي جيئن بيماريءَ ۾ ناموافق غذا فائدي جي بجاءِ نقصان ڏيندي آهي.

۳- ”اِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا“ (بلاشڪ الله آسمانن ۽ زمين کي ڊهڻ کان روڪي رکيو آهي) مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم جي فيصلي مطابق آسمان ۽ زمين ڪونه ٿا هلن آسمان ۾ سج، چنڊ ۽ تارا هلن ٿا (۱) ۽ بعض مفسرن لکيو آهي ته روڪي رکڻ مان مراد انهن جو موجوده منتظمه هيئت تي برقرار رهڻ آهي مطلق حرڪت مراد ناهي ان جي ڪري هن آيت سان آسمان ۽ زمين جي سکون ۽ عدم حرڪت تي دليل وٺڻ صحيح ناهي (۲) واللہ اعلم.

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ

۽ قسم ڪيائون الله جو پڪا قسم پنهنجا ته البت جيڪڏهن آيو انهن وٽ ڪوبه

نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ فَلَمَّا

ڊيڄاريندڙ ته البت ضرور ٿيندا وڌيڪ هدايت وارا هر هڪ ٽوليءَ کان پوءِ جڏهن

جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا^(٤٢) اسْتِكْبَارًا

آيو انهن وٽ ڊيڄاريندڙ ته نه وڌايائين انهن کي مگر نفرت وڌائي ڪرڻ

فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ

۽ ٻڃڙي رت جي ڪري ۽ نه ٿي گهريو ڪري رت ٻڃڙي مگر ان جي اهل سان

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ

پوءِ نه ٿا انتظار ڪن مگر پهرين جي دستور جو پوءِ هرگز نه لهندين

لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا^(٤٣)

الله جي دستور لاءِ ڪا مٽ ست ۽ هرگز نه لهندين الله جي دستور لاءِ ڪا ڦير ڦار

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي طرفان توحيد جي انڪار ڪرڻ تي انهن کي سختيءَ سان تنبيه ڪندي ۽ سندن عقلن جو نه جي برابر هجڻ بيان ڪيو ويو ۽ هتي انهن جي طرفان رسالت جي انتظار ڪرڻ کان پوءِ ان کي نه مڃڻ جو بيان ٿي رهيو آهي.

شان نزول

ابن ابي حاتم ابي هلال کان روایت آندی آهي ان فرمایو ته ” مون کي اها ڳالهه پهتي آهي ته قريشي چوندا هئا ” جيڪڏهن اسان مان ڪو نبي مبعوث ڪيو ويو ته اسان کان وڌيڪ ان جو وڌيڪ نه ڪومجن وارو هوندو ۽ نه ان جي قول کي ڪو وڌيڪ ٻڌڻ وارو هوندو ۽ يهودي به ان جي وسيلي سان جنگ ۾ فتح طلب ڪندا هئا - انهن جي متعلق اهو فرمان نازل ٿيو (١) ” وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ ۽ پنهنجن پڪن قسمن سان الله جو قسم ڪن ٿا ته البت جيڪڏهن انهن وٽ ڪو ڊيڄاريندڙ آيو ته اهي ٻئي هر هڪ ٽوليءَ کان وڌيڪ هدايت وارا هوندا - يعني مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن الله جا ڀڳا قسم کڻي چيو هو ته جيڪڏهن انهن وٽ الله جل شانہ جي طرفان ڊيڄاريندڙ رسول آيو ته اهي ٻين ٽولن کان وڌيڪ حق تي هلندڙ ۽ وڌيڪ هدايت وارا هوندا ” فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا اسْتَكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ ۽ پوءِ جڏهن انهن وٽ ڊيڄاريندڙ آيو ته انهن کي نفرت کان سواءِ ڪجهه نه وڌائين زمين ۾ وڌائي ڪرڻ ۽ بري رت رڻ جي ڪري - يعني جڏهن انهن وٽ کين الله جل شانہ کان ڊيڄاريندڙ رسول تشریف فرما ٿيو ته ان کي مڃڻ جي بجاءِ الله جي ذات تي ايمان آڻڻ کان پري ٿيا حق کان منهن موڙيائون ۽ ان جي آيتن جي اتباع ڪرڻ جي بجاءِ زمين ۾ تکبر ڪندي بري رت رڻي ماڻهن کي ايمان کان روڪيائون. ” وَلَا يَحْقِيقُ الْمُكْرَ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ ۽ بري رت ان کي رڻيندڙن کان سواءِ ٻئي ڪنهن کي گهيري ۾ نه وٺندي آهي - يعني ان جو وبال انهن تي ئي پوندو - زهري روايت ڪئي آهي ته نبي (پاڪ) عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ” لَا تَمْكُرُوا وَلَا تُعِينُوا مَآكِرًا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ ” وَلَا يَحْقِيقُ الْمُكْرَ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ” وَلَا تُبَغُّوا وَلَا تُعِينُوا بَاغِيًا فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ ” إِنْ تَابَعْتُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ ” وَلَا تُنْكِرُوا وَلَا تُعِينُوا نَآكِرًا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ ” فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ” (٢) نه مڪر ڪيو ۽ نه مڪر ڪندڙ جي مدد ڪيو، بلاشڪ الله جو فرمان آهي ته

” برو مڪران جي اهل کي ئي گهيرو ڪندو آهي“ ۽ نه بغاوت ڪيو ۽ نه بغاوت ڪندڙ جي مدد ڪيو بلاشڪ الله جو فرمان آهي ته ” اوهان جي بغاوت جو وبال اوهان جي سرن تي آهي“ ۽ نه وعدو پيو ۽ نه وعدي پيچندڙ جي مدد ڪيو بلاشڪ الله جو فرمان آهي ته ” جيڪو وعدو پيچي ٿو پوءِ بلاشڪ پنهنجي سرن تي (وبال حاصل ڪرڻ جي لاءِ) پيچي ٿو ” فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّةَ الْأَوَّلِينَ ” پوءِ پهرين دستور کان سواءِ ڪوبه انتظار نه ٿا ڪن. يعني خواهش رکن ٿا ته کين به پهرين جهڙو عذاب ڪيو وڃي. ” فَلَنْ تَحْدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ” پوءِ الله جي دستور جي لاءِ ڪڏهن به متاستا نه لهندين ۽ الله جي دستور لاءِ ڪڏهن به ڦير ڦار نه لهندين - يعني هر ان شخص جي لاءِ جنهن الله جي نبي عليه الصلوة والسلام کي ڪوڙو چيو نه مڃيو الله جو اهو دستور رهيو آهي ته انهن کي عذاب ڪندو ۽ ان جي ان دستور ۾ نه ڪنهن قسم جي متاستا آهي ۽ نه ڦيرڦار آهي - نه عذاب جي جاءِ تي رحمت ڦيرائي ويندي ۽ نه هڪڙي کان ٻئي ڏانهن عذاب ڦيرايو ويندو. (١)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

١: ” اِسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ ” (زمين ۾ وڏائي ڪرڻ جي لاءِ) مان واضح ٿيو ته ٽڪبر ۽ غرور اهڙي بري بيماري آهي جو ان جي ڪري انسان الله جل شانہ جي نبي عليه الصلوة والسلام جي پيرويءَ کان محروم رهجي ٿو وڃي الله جل مجده جي نبين عليهم الصلوة والسلام جي بارگاهه ۾ عاجزي، نياز ۽ محبت سان ايمان جي دولت ملندي آهي مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن جي ڪفر جو خاص سبب اهو هو جو انهن پاڻ کي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام کان وڌيڪ سمجهيو هو - چوڻ لڳا ته اسين مالدار آهيون ۽ اهو مسڪين آهي ۽ گهڻن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام کي پاڻ جهڙو بشر سمجهيو هو.

٢: ” وَلَا يَحِيقُ الْمُكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ” (۽ بري رت ان جي رٿيندڙن کي ئي

مَاتَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ

تہ نہ ڇڏي ها ان جي پٺيءَ تي ڪا چرندڙ شيءِ ۽ پر مهلت ڏي ٿو انهن کي

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

مقرر ڪيل مدي تائين پوءِ جڏهن سندن مدو آيو پوءِ بيـشڪ الله آهي

بِعِبَادِهِ بِصِيرَاءٍ (٤٥)

پنهنجن ٻانهن کي ڏسندڙ.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ اڳين ڪافرن جي هلاڪ ڪرڻ جو ذڪر ڪري نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جي دور وارن ڪافرن کي تنبيهه ڪئي وئي ۽ هنن آيتن ۾ انهن کي شام، عراق ۽ يمن ڏانهن تجارتي سلسلي ۾ ويندي انهن جي ماڳن کان لنگهندي نصيحت حاصل ڪرڻ ۽ عبرت وٺڻ جو حڪم ڪيو ويو آهي. ”فرمان عالي شان آهي: **أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكُنُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً** ۖ ڇا زمين ۾ نه گهميا پوءِ ڏسن ته ڪانئن اڳين جي پڇاڙي ڪيئن ٿي ۽ اهي هنن کان قوت ۾ به تمام (وڏا ۽) سخت هئا، يعني ڇا مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن شام ۽ يمن ڏانهن سفر نه ڪيو آهي جو اتي انهن کان اڳي آباد قومن عاد ۽ ثمود جا ماڳ ڏسن ته انهن جي پڇاڙي ڪهڙي نه خراب ٿي حالانڪ اهي هنن کان قوت ۾ سخت ڏاڍا ۽ وڏا هئا. پر ان هوندي به هلاڪ ٿي ويا - ”**وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ**“ ۽ الله (اهڙو) ناهي جو ان کي ڪا شيءِ آسمانن ۽ زمين ۾ عاجز بنائي سگهي يعني اهو جيئن گهري ٿو

ڪري ٿو ان جي حڪم جي اڳيان ڪابه شيءِ رڪاوٽ نه ٿي بنجي سگهي. ”اِنَّهٗ
 كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا“ بلاشڪ اهو ڄاڻندڙ، قادر آهي - يعني هر هڪ شيءِ جي احوال
 کي چڱي طرح ڄاڻندڙ، ۽ ان ۾ تصرف ڪرڻ تي قادر آهي (۱). ”وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ
 النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ“ ۽ جيڪڏهن الله ماڻهن کي سندن
 ڪيل عملن تي پڪڙي ها ته ان (زمين) جي پٺيءَ تي ڪو چرندڙ نه ڇڏي ها -
 مطلب ته سڀ هلاڪ ٿي وڃن ها. ”وَلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمَّيٍّ“ ۽ پر انهن
 کي مقرر ڪيل مدي تائين مهلت ڏي ٿو ”فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ
 بَصِيْرًا“ پوءِ جڏهن انهن جو مدو ايندو ته پوءِ بلاشڪ الله پنهنجن ٻانهن کي ڏسندڙ
 آهي - يعني مقرر ڪيل مدي جي اچڻ کان پوءِ الله جل شانہ ٻانهن کي سندن ڪيل
 عملن پلن يا برن جي مطابق بدلو ڏيندو اهو پنهنجن ٻانهن کي ڏسندڙ آهي ان کان
 ڪابه سنهي يا ٿلهي شيءِ لڪل ناهي.

فائدو:

هن مذڪوره سورة تي غور ڪرڻ سان واضح ٿئي ٿو ته هن ۾ هي ڳالهيون
 سمجهايون ويون آهن.

۱: الله جل شانہ جي ان قدرت تي دليل ڏنا ويا آهن ته اهوئي ڪائنات کي
 وجود ڏيندڙ ۽ انهن تي مهربانيون ۽ انعام ڪندڙ آهي.

۲: ماڻهن کي الله جل شانہ جون نعمتون ياد ڏياريون ويون آهن تانت اهي
 شڪر ڪن.

۳: اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام جي قومن طرفان کين نه مڃڻ جو ذڪر
 ڪري حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن کي تسلي ڏني وئي آهي ته پاڻ
 غمگين نه ٿين ڪافرن جو هميشه اهو دستور رهيو آهي.

۴: عام ماڻهن کي سڏي کين پلاين سان سينگارڻ ۽ ڪريل ڪمن کان
 بچڻ لاءِ چيو ويو آهي ۽ انهن کي شيطان جي رستي تي هلڻ کان روڪيندي الله جل
 شانہ جي ارضي ۽ سماوي آيات ۾ غور ۽ تدبر جي دعوت ڏني وئي آهي.

٥: مثالن ڏيڻ سان سمجهاڻي ڏئي مومن ۽ ڪافرن ۾ فرق بيان ڪيو ويو آهي.

٦: مومنن کي عالمن محققن ۽ متقي صالحن ۾ تقسيم ڪيو ويو آهي ۽ انهن کي عمل جي لحاظ سان ٽن قسمن ۾ ورهايو ويو آهي.

٧: ڪافرن ۽ مومنن جي عاقبت بيان ڪندي کين قيامت ۾ جيڪو ڪجهه سامهون ايندو ان جو ذڪر ڪيو ويو آهي. (١)

الحمد لله جو مون گنهگار اڄ ڇنڇر جي رات ساڍي ڏهين بج بمورخ ٢٩ رجب ١٤٢٤ھ الموافق ٢٧ - ٩ - ٢٠٠٣ - تي پنهنجي لائبريريءَ ۾ ويٺي سورة فاطر جو هي تفسير لکي پورو ڪيو. دعا آهي ته رب العزة جل شانہ حبيب پاڪ صلي الله عليه وسلم جي صدقي باقي رهيل تفسير به جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي - آمين يا الله العلمين.

الفقير

محمد ادریس الداهري عفي عنه



سورة يس جو تعارف

هن سورة مبارڪه جي تعارف ۾ هي ست ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ

هن ڀلاري سورة جونالو ”يس“ آهي جيڪو ان جي پهرين آيت مان ورتل آهي.

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن ۾ پنج رڪوع، ٽياسي (٨٣) آيتون، ست سؤ اوڻيهه ڪلما (٧٢٩) ۽ ٽي هزار (٣٠٠٠) حرف آهن (١)

مڪيه آهي يا مدنيه؟

ابن الضريس، نجاس، ابن مردويه حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان ۽ ابن مردويه ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها کان روايت آندي آهي ته هيءُ سورة مڪه مڪرمه ۾ نازل ٿي هئي. (٢)

نزول واري وقت حالتون

هن سورة جي مضمونن تي غور ڪرڻ سان خبر پوي ٿي هي ان وقت نازل ٿي هئي جنهن وقت مڪه مڪرمه جا رهاڪو وڏي شدت ۽ پوري قوت سان اسلام جو انڪار ڪري رهيا هئا ۽ اسلام پنهنجي فطري حسن ۽ جمال سان سعادت مند زوحن کي پاڻ ڏانهن تيزيءَ سان ڇڪي رهيو هو - ان ڪيفيت کي ڏسي مشرڪ گهٻرائجي ويا هئا.

مضمون

هن سورة ۾ اسلامي دعوت جي ٽن بنيادي اصولن ڏانهن سڏيو ويو آهي ”١“ توحيد ”٢“ رسالت ”٣“ قيامت - سڀ کان اول نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جي برحق رسول هجڻ کي قرآن ڪريم جي قسم کڻڻ سان بيان ڪيو ويو آهي ۽ اهو به ٻڌايو ويو آهي ته اوهان صراط مستقيم تي آهيو - گهڻي مدت کان عرب جي سرزمين نبوت جي نور کان محروم رهندي ٿي آئي ڪئين سؤ سال

گذري چڪا هئا ته هن علائقي ۾ ڪو نبي مبعوث نه ٿيو هو - گهڻي عرصي تائين گمراه رهڻ جي سببان انهن جي فهم ۽ غور جون قوتون بيڪار بنجي چڪيون هيون ان جي ڪري انهن حضور ڀر نور عليه الصلوة والسلام جن تي ايمان آڻڻ کان انڪار ڪيو هو - هن سورة ۾ انهن کي غفلت جي ننڊ مان سجاڳ ڪرڻ جي لاءِ هڪ تباهه ٿيل ڳوٺ جو حال به ٻڌائي ڪين متنه ڪيو ويو ته انهن الله جل شانہ جي پيغام پهچائيندڙن کي ڪوڙو چيو هو ان جي ڪري اهي برباد ڪيا ويا اوهان انهن جي روش اختيار نه ڪيو - ان دوران هڪ مومن ٻانهي جو ذڪر به آيو آهي جنهن جي ايماني قوت ۽ قربانيءَ جو جذبو اڄ به اسان جي مٿل دلين کي نئين حياتي بخشي رهيو آهي - ان کان پوءِ الله جل شانہ پنهنجي قدرت ۽ حڪمت تي تڪويني دلائل پيش فرمايا آهن قتل ۽ ويران زمين تي مينهن ڪير ٿو وسائي؟ ڪنهن جي حڪم سان غذائي جنسون ۽ گهڻي تعداد ۾ مختلف رنگن ۽ ڌاتن وارا ميوا پيدا ٿين ٿا - سج ۽ چنڊ جي اڀرڻ ۽ لهڻ ۽ ان جي مقرر ڪيل رفتار ڏانهن متوجه ڪيو ويو آهي ۽ ٻڌايو ويو آهي ته اهي سڀ پنهنجي مدار ۾ هلڻ جي باوجود نه ڪڏهن هڪ ٻئي سان ٽڪرجن ٿا ۽ نه مقرر ڪيل وقت کان گسن ٿا ۽ نه هڪ ٻئي کان اڳتي وڌڻ جي ڪوشش ڪن ٿا اهو پيچيده نظم ونسق ان عمدگيءَ سان ڪنهن جي تدبير عمل جو نتيجو آهي؟ دريائن ۽ سمنڊن ۾ ٻيڙيون سامان ۽ مسافر کڻي هڪ ملڪ کان ٻئي ملڪ تائين ڪنهن جي حڪم سان پهچائين ٿيون - انسان جيڪو مٺيءَ جي قطري مان وجود ۾ آيو آهي اهو ڪهڙي شيءِ جي ڪري قيامت جو انڪار ڪري ٿو ۽ قيامت جي واقع ٿيڻ تي شهن ۽ اعتراض جا ڍير لڳائي ٿو ڇڏي - اهو پڇي ٿو ته هنن پراڻين ۽ سڙيلن هڏين کي ڪير زندهه ڪندو؟ - اي محبوب! عليك الصلوة والسلام! اوهان انهن نااهلن کي ٻڌايو ته: جنهن الله جل شانہ انهن کي پهريان پيدا ڪيو هو، جنهن جي امر ”کن“ سان هي جهان رنگ ۽ بوءِ جي معرض وجود ۾ آيو، جنهن جي قدرتي هٿ ۾ زمين ۽ آسمان جي حڪومت آهي، جيڪو هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي اهوئي قيامت جي ڏينهن اوهان کي قبرن مان زندهه ڪري اٿاريندو ۽ جواب ڏيڻ لاءِ پنهنجي عدالت ۾ پيش ڪندو - هن سورة مبارڪ

۴۷ ۾ بہ شیون اوهان جي خصوصي توجه ۾ رهڻ جون مستحق آهن. ”۱“ آيت عن ۴۷ ۾ سرمايه دارانه ذهنيٽ کي بي نقاب ڪيو ويو آهي ته جڏهن انهن کي مسڪينن ۽ غريبن جي ضرورتن پوري ڪرڻ جي لاءِ سڏيو ٿو وڃي ته چون ٿا ته جن کي الله جل شانہ رزق نہ ڏنو آهي اسين ڪير آهيون جو انهن کي رزق ڏيون ۽ سندن ضرورتون پوريون ڪيون - حقيقت ۾ اهو سندن جواب محض سندن ڪنجوسائي ۽ بخيليءَ تي پردي وجهڻ جي ڪوشش آهي جيڪڏهن اهي صرف الله جل شانہ جي طرفان عطا ڪرڻ تي مطمئن آهن ته پوءِ روزگار ڪمائڻ جي ڪوشش ۾ ايترو ڇو مصروف آهن جو ان لاءِ ڪنهن ضابطي ۽ قانون جي پابنديءَ کي بہ ڳرو سمجهندا آهن دولت ڪمائڻ جي لالچ ۾ الله جل شانہ جي حدن کي اورانگهي هليا وڃن ٿا. انهن کي انهن ڳالهين پيڇڻ جو ڪهڙو حق آهي؟ انهن جي دلين ۾ پنهنجي دولت جي ايتري محبت آهي جو اهي ان کان جدائي نہ ٿا گهرن ۽ ڪنهن مسڪين جي مسڪينيءَ تي انهن کي ڪوبہ رحم ناهي ۽ نہ ڪنهن بيوهہ يا يتيم تي کين دل ۾ ڪا تڙپ رهي ٿي ”۲“ آيت ع ۶۹ ۾ بيان ڪيو ويو آهي ته: منهنجي محبوب نبي عليه الصلوٰۃ والسلام جي علوم و معارف جو ماخذ خيال آفريني، مبالغہ آرائي ۽ شاعرانه خيالات ناهي بلڪ انهن جو سرچشمہ الله جل شانہ جي ڪلام وارو مقدس ڪتاب آهي جنهن کي ان پنهنجي حبيب عليه الصلوٰۃ والسلام تي نازل فرمايو آهي تانت اهو هر ان شخص کي بروقت خبردار ڪري جنهن ۾ ڪجهہ نہ ڪجهہ انسانيت موجود آهي.

اڳينءَ سورة سان ربط ۽ مناسبت

هيءَ سورة ڀلاري سورة الجن کان پوءِ نازل ٿي هئي ۽ هن جي سورة فاطر کان پويان رکڻ جا بہ وجه آهن . ۱: ته اڳينءَ سورة ۾ ”وَجَاءَ كُرُّ النَّذِيرِ“ (۽ اوهان وٽ ڊيچاريندڙ آيو) ۽ ”وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ“ (۽ الله جا پڪا قسم ڪئي چيائون ته البت جيڪڏهن انهن وٽ ڊيچاريندڙ ايندو) جڏهن انهن وٽ آيو ته ان کان منهن موڙيائون ان کي ڪوڙو چيائون هن سورة کي قسم سان شروع ڪري ان جي رسالت کي صحيح قرار ڏنو ويو ۽ ٻڌايو ويو ته اهو صراط مستقيم تي

آهي. ٢: اڳيئن سورة ۾ ”وَسَخَّرَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ“ (۽ سج ۽ چنڊ مطيع بنايائين) آيو ته هن سورة ۾ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِسْتَقَرٍّ لَهَا“ (۽ سج پنهنجي قرار واري جاء ڏانهن هلي ٿو) ۽ ”وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ“ (۽ چنڊ جون منزلون مقرر ڪيون اٿئون) آيو آهي. (١)

پلايون ۽ برڪتون

هن سورة پاڪ جون پلايون نبوي احاديث علي قائلها الصلوة والسلام ۾ تمام گهڻيون آيل آهن جن مان ڪجهه هتي قارئ ڪرام جي لاءِ لکجن ٿيون .

١: دارمي، ابويعلیٰ، الاوسط ۾ طبراني، ابن مردويه، شعب الايمان ۾ بيهقيءَ حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” مَنْ قَرَأَ يٰسٓرَ فِي لَيْلَةٍ اِتَّعَا وَجَّهَ اللّٰهُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ“ جنهن رات جو (سورة) يٰسٓر تلاوت ڪئي ته الله ان رات ان کي بخشي ڇڏيندو.

٢: خطيب حضرت علي رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” جنهن سورة يٰسٓر جي تلاوت ٻڌي ته اهو ان جي لاءِ ويهن دينارن في سبيل الله خيرات ڪرڻ جي برابر آهي ۽ جنهن ان جي تلاوت ڪئي ته ان لاءِ ويهن حجن جي برابر آهي ۽ جنهن اها لکي پيئي ته اها ان جي اندر ۾ هزار يقين ۽ هزار نور ۽ هزار برڪتون ۽ هزار رحمتون ۽ هزار رزق داخل ڪري ان مان هر قسم جو ڌوڪو ۽ بيماري ڪڍي ڇڏيندي.

٣: بزار حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ”لَوِدِدْتُ اَنْهَا فِي قَلْبِ كُلِّ اِنْسَانٍ مِّنْ اُمَّتِي“ منهنجي پسند آهي ته اها (سورة يٰسٓر) منهنجي هر امتيءَ جي دل ۾ هجي.

٤: طبراني ۽ ابن مردويه حضرت انس رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” مَنْ دَاوَمَ عَلَى قِرَاءَةِ (يٰسٓر) كُلَّ لَيْلَةٍ نُمِّرَ مَاتَ مَاتَ شَهِيدًا“ جنهن سورة يٰسٓر جي هر رات تلاوت تي هميشگي ڪئي ان کان پوءِ مري ويو ته شهيد ٿي رحلت ڪندو.

٥: ابن مردويه عقبه بن عامر رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى

الله عليه وسلم جن فرمايو ” جنهن يَسّ پڙهي ان جن قرآن جا ڏهه ختم ڪيا ”
 ۶: ابن النجار پنهنجي تاريخ ۾ حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه کان
 روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ
 أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَأَ عِنْدَهُمَا (يُسّ) غُفِرَ اللَّهُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا ” جنهن
 هر جمعه جي ڏينهن پنهنجي والدين يا انهن مان ڪنهن هڪ جي قبر جي زيارت
 ڪئي ۽ انهن وٽ يَسّ پڙهي ته الله انهن کي ان جي هر هڪ حرف جي تعداد آهر
 مغفرت عطا ڪندو (۱).

۷: امام احمد، ابوداؤد، نسائي، ابن ماجه، طبراني وغيرهم حضرت معقل
 بن يسار رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن
 فرمايو ” يَلْسُ قَلْبُ الْقُرْآنِ ” (۲) يَسّ قرآن جي دل آهي هي ائين تشبيه آهي جيئن
 سورة فاتحه جي لاءِ فرمان آهي ته اها ام القرآن آهي - ان کي ام القرآن قرار ڏيڻ
 جو وجهه هي آهي ته ان ۾ قرآن مجيد جي پوري تعليم جو خلاصو اچي ويو آهي ۽
 يَسّ کي قرآن ڪريم جي دل سڏڻ جو وجهه هي آهي جو اها قرآن ڪريم جي دعوت
 کي اهڙي پرزور طريقي سان پيش ڪري ٿي جنهن سان جمود ٽٽي ٿو ۽ روح ۾ تڙپ
 پيدا ٿئي ٿي.

۸: حضرت معقل بن يسار رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى
 الله عليه وسلم جن فرمايو ” اِقْرُؤْهَا عَلَى مَوْتَاكُم ” يعني يَسّ ” (۳) سورة يَسّ
 پنهنجي مري ويندڙن تي تلاوت ڪيو - ان ۾ مصلحت اها آهي ته مرڻ وقت مسلمان
 جي ذهن ۾ نه صرف اهو ته سمورا اسلامي عقائد تازا ٿي وڃن بلڪ خصوصيت
 سان ان جي سامهون آخرت جي جهان جو نقشو به اچي وڃي ۽ اهو سمجهي ته
 دنياوي حياتيءَ جي منزل کان لنگهي هاڻي اڳيان ان کي ڪهڙيون منزلون سامهون
 اچن ۽ واريون آهن ان مقصد جي تڪميل لاءِ مناسب آهي ته عربي نه ڄاڻندڙ، مرڻ
 واري جي اڳيان سورة يَسّ جو ترجمو به پيش ڪيو وڃي تانت اهو ٻڌي پوري طرح
 نصيحت حاصل ڪري. (۴)

(۱) الدر المنثور ص ۳۷ - ۴۰ جلد ۸ (۲) روح المعاني ص ۲۰۸ جز ۲۲ جلد ۸ (۳) تفسير ابن ڪثير ص

۵۶۲ جلد ۳ (۴) تفهيم القرآن ص ۲۴۴ جلد ۴

وَهِيَ ثَلَاثٌ وَتَمَانُونَ آيَةً	سُورَةُ يَسَ مَكِّيَّةٌ	وَحَمْسٌ رُّكُوعَاتٍ
۽ اها ۸۳ آيتون	سوره يس مڪيه آهي.	۽ پنج رڪوع آهي
	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جيڪو گهڻو مهربان، هميشه رحم ڪندڙ آهي

يَسَّ (۱) وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ (۲) إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ

قسم آهي قرآن ڪريم جو بلاشڪ تون البت مرسِلن مان آهين

(۳) عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۴) تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (۵) لِتُنذِرَ

سڌي واٽ تي (قرآن جو) نازل ڪرڻ غالب، مهربان وٽان آهي تانت ڊيچارين

قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ (۶)

ان قوم کي جوڻي ڊيچارياويا ابا ڏاڏا انهن جا پوءِ اهي غافل آهن

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (۷)

البت تحقيق ثابت ٿيو قول انهن مان گهڻن تي پوءِ اهي ايمان نه ٿا آڻين.

تفسير:

اڳين سورة ۾ حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن جو بشير ۽ نذير بنائي موڪلڻ جو بيان ٿيو ۽ هتي سندن ئي رسالت کي تاڪيدي الفاظ سان بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”يَسَّ“ هن لفظ جي معنيٰ ۾ مختلف قول آهن.

۱: ته اهي مقطعات حرف آهن جن جو علم الله جل شانہ کي آهي ۽ انهن جي

آئڻ مان مقصد قرآن ڪريم جو معجزو هجڻ ثابت ڪرڻ آهي تانت دنيا کي خبر پوي ته هي انهن ئي لفظن مان ٺاهيل ڪلام آهي جيڪي عرب عام استعمال ڪن ٿا پوءِ به ان جهڙو نه ٿا ٺاهي سگهن ان جي ڪري جو هي الله جو ڪلام آهي ٻانهي جو ٺاهي. (١).

٢: هي قرآن ڪريم جو نالو آهي (٢).

٣: اهو الله جل شانہ جي نالن پاڪن مان هڪ پاڪ نالو آهي .

٤: حضرت ابن عباس رضي الله عنهما، عڪرمه، ضحاک، حسن بصري ۽ سفيان بن عيينه جو قول آهي ته ”يس“ جي معنی آهي يا انسان! اي انسان (٣)

٥: ته اهو حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جونالو مبارڪ آهي ابن مردويه حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان ۽ ابن ابي شيبه، ابن المنذر ۽ دلائل النبوة ۾ بيهقيءَ محمد بن حنفيه کان روايت آندي آهي ته ”يس“ جي معنی يا محمد! آهي (٤) ابوبڪر وراق جو قول آهي ته ”يس“ جي معنی آهي يا سيد البشر! اي انسانن جا سردار! مفسرن پيارن لکيو آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جو ارشاد مبارڪ آهي ته ”اللَّهُ الْمُعْطِي وَأَنَا الْقَاسِمُ“ - الله ڏيندڙ آهي ۽ مان ورهائيندڙ آهيان ان حديث مبارڪ جي روشنيءَ ۾ حضور صلي الله عليه سلم جن ڪائنات جي وجود ۾ ذل وانگر آهن ۽ سورة يس قرآن ڪريم جي دل آهي - ڪيترو نه هن سورة جو آغاز پيارو آهي جو قرآن ڪريم جي دل کي ساري ڪائنات جي دل جي ذڪر سان شروع ڪو ويو آهي. (٥) وَالْقُرْآنُ الْحَكِيمُ حڪمت واري قرآن جو قسم آهي - ”الْحَكِيمُ“ مان مراد حڪمت جو صاحب يا حڪمت سان ڳالهائيندڙ آهي ۽ جڏهن ته معارف ۾ حڪمت بمنزل سر جي آهي ۽ قرآن ڪريم جي نازل ڪرڻ ۾ اها وصف اخص الاوصاف آهي ان جي ڪري اهائي بيان ڪئي وئي آهي (٦) ۽ ”الْحَكِيمُ“ جي معنی المحکم به آهي يعني اهو ڪتاب جنهن ۾ تغيير ۽ تبديل نه ٿي سگهي ۽ ان تي تناقض يا بطلان به طاري نه ٿي سگهي ۽ پنهنجي نظم ۽ معنائن ۾ ايترو قوي هجي جو ان کي ڪنهن به قسم جو خلل لاحق نه ٿئي. (٧)

(١) صفوة التفاسير ص ٦ جلد ٢ (٢) الصاوي ص ٢٩٧ جز ٢٠ جلد ٢ (٣) تفسير ابن ڪثير ص ٥٦٣ جلد ٣

(٤) الدر المنثور ص ٤١ جلد ٧ (٥) ضياء القرآن ص ١٦٧ جلد ٤ (٦) تفسير القاسمي ص ٥٩ جز ١٤٠ جلد ٨

(٧) صفوة التفاسير ص ٦ جلد ٣

”اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ“ بلاشڪ اوهان مرسلن مان آهيو - هي قسم جو جواب آهي يعني قسم آهي هن ڪتاب، جو جيڪو محڪم، نظم ۾ معجز، معنائن ۾ بديع، تشريع ۽ احڪام ۾ مضبوط ۽ بلاغت جي اعلى طبقات کي پهتل آهي ته يقيناً اوهان رب العلمين جي طرفان خلق جي هدايت لاءِ موڪليل مرسلن مان آهيو.

شان نزول

هيءَ آيت مڪه مڪرمه جي انهن مشرڪن جي رد ۾ نازل ٿي جيڪي سرورِ دوجهان نبي آخر الزمان حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جي رسالت جو انڪار ڪندا ۽ طرحين طرحين الزام هڻندا هئا. (١)

”عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ“ سڌيءَ واٽ تي (يعني اوهان سڄي دين ۽ سڌيءَ واٽ تي آهيو. ”تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ“ غالب، مهربان (جي طرفان) نازل ڪيل آهي - يعني هي ڪنهن فلسفي، ڪنهن دانشور، ڪنهن سحر بيان اديب جي تصنيف ناهي بلڪ ان کي الله غالب، رحم واري نازل ڪيو آهي. ”تَنْزِيلَ“ لفظ فعل محذوف جو مفعول مطلق آهي - اي نزل الله ذالڪ تنزيلاً (٢) هتي قرآن ڪريم جي نازل ڪندڙ جون ٻه صفتون بيان ڪيون ويون آهن هڪ اها ته اهو غالب، زبردست آهي ٻي اها ته اهو رحيم آهي پهرين صفت بيان ڪرڻ مان مقصود ان حقيقت تي متنبه ڪرڻ آهي ته هي قرآن ڪنهن بي زور ناصح جي نصيحت ناهي جنهن کي اوهان نظر انداز ڪيو ته اوهان کي ڪجهه به نه ڪري سگهي بلڪ هي ڪائنات جي ان مالڪ جو فرمان آهي جيڪو هر شيءِ تي غالب آهي جنهن جي فيصلي کي نافذ ڪرڻ کان ڪابه طاقت روڪي نه ٿي سگهي ۽ ان جي پڪڙ کان بچڻ جي ڪنهن کي به قوت ناهي ۽ ٻي صفت ”الرَّحِيمِ“ بيان ڪرڻ مان مقصود هي احساس ڏيارڻ آهي ته هيءُ به ان جي اوهان تي خاص رحمت آهي جو ان اوهان جي هدايت ۽ رهنمائيءَ جي لاءِ پنهنجو پيارو رسول عليه الصلوة والسلام موڪليو ۽ هي حڪمت وارو قرآن نازل ڪيو تانت اوهان گمراهيءَ کان بچي ان سڌي واٽ تي هلو جنهن سان اوهان کي دنيا ۽ آخرت جون ڪاميابيون حاصل ٿين. ”لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُونَ“ تانت اوهان ان قوم کي ڏيچارو جن جا ابا ڏاڏا ڏيچاريا نه ويا پوءِ اهي غافل آهن.

هي جن ته هڪ سوال جو ته الله، عزيز، رحيم، اهو قرآن ڇو نازل ڪيو؟ جواب آهي ته ان جي نازل ڪرڻ جو مقصد هي آهي ته اهڙي قوم کي بروقت خبردار ڪيو وڃي جن وٽ ڊگهي عرصي کان ڪو الله جي خوف کان ڊيچارڻ وارو ۽ ننڊ جي غفلت مان سجاڳ ڪرڻ وارو نه آيو آهي ۽ اها قوم اهل عرب هئا. ”لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ“ البت انهن مان گهڻن تي قول ثابت ٿي چڪو آهي پوءِ (ب) اهي ايمان نه ٿا آڻين - هتي قول مان مراد انهن کي عذاب ڪرڻ جو خدائي فيصلو آهي - مطلب ته اي حبيب! عليك الصلوة والسلام! جن کي ڊيچارڻ جي لاءِ اوهان تشريف فرما ٿيا آهيو جن کي غفلت جي ننڊ مان سجاڳ ڪرڻ جي لاءِ قرآن ڪريم نازل ٿيو آهي انهن ۾ اهڙن ماڻهن جو تعداد به گهڻو آهي جن جي متعلق فيصلو ٿي چڪو آهي ته اهي دوزخ جو ٻارڻ ٿيندا - هتي ”حق“ جي معنيٰ واجب ۽ لازم هجڻ آهي (١).

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا:

١: ”وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ“ (قرآن حڪيم جو قسم آهي) مان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي شان جي اهميت ظاهر ٿي رهي آهي جو الله جل شانہ قرآن ڪريم جي حقانيت آسمان ۽ زمين جو قسم کڻي بيان فرمائي. ”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ“ (٢) مينهن واري آسمان جو قسم ۽ ڦاٽڻ واري زمين جو قسم آهي ته ”إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ“ بلاشڪ اهو قرآن حق ۽ ناحق ۾ فيصلو ڪندڙ آهي ۽ حضور عليه الصلوة والسلام جي حقانيت قرآن ڪريم جو قسم کڻي بيان فرمائي وئي آهي.

٢: ”إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ“ (بلاشڪ اوهان مرسلن مان آهيو) مان ٻه مسئلا معلوم ٿيا. ١- هي ته حضور عليه الصلوة والسلام جي نبوت اهڙي اهم آهي جو الله تعاليٰ ان جو اعلان قرآن ڪريم سان قسم کڻي ڪيو آهي ته قرآن حڪيم جو قسم ته اوهان سڄا رسول آهيو. ٢- ته الله جل شانہ ۽ ان جي رسول عليه الصلوة والسلام جو رستو هڪ آهي ڇو ته الله جل شانہ جو فرمان آهي ”إِنْ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“

” بلاشڪ منهنجو رب سڌي رستي تي آهي - ۽ حضور عليه الصلوة والسلام جن لاءِ آيو. ” عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ” ۽ اهو به معلوم ٿيو ته حضور عليه الصلوة والسلام جن الله جي طرفان مرسل (موڪليل) آهن ان جي ڪري انهن جي هر ڪم جو ذميدار به الله تعالى آهي.

٣: ” تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ” (الله غالب، مهربان جي طرفان نازل ڪيل آهي) مان واضح ٿيو ته قرآن پاڪ رب پاڪ جي طرفان ٿورو ٿورو ٿي ٿيوپهن سالن جي مدت ۾ بيت العزة مان لهي آيو آهي. (١)

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا لَّا فَهْيَ إِلَى الْأَذْقَانِ

بيشڪ اسان وڏا ڳچين انهن جي ۾ گت پوءِ اهي ڪاڏين تائين (پيل) اٿن
فَهُمْ مُّقْمَحُونَ (٨) وَجَعَلْنَا مِنْۢ مِّمَّنْ أَبْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْۢ

پوءِ اهي ڳاٽي تنگيل آهن ۽ ڪئي اسان اڳي اسان انهن جي اوٽ ۽ پويان
خَفِهُمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ (٩) وَسَوَاءٌ

انهن جي اوٽ پوءِ ڏکيو اسان انهن کي پوءِ اهي نه ٿا ڏسن ۽ برابر آهي
عَلَيْهِمْ أَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (١٠) إِنَّمَا

انهن لاءِ ڊيڄاريو انهن کي يا نه ڊيڄاريو انهن کي ايمان نه آڻيندا
تُنذِرُ مَنْ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ

اوهان ته رڳو ان کي ڊيڄاريو ٿا جنهن اتباع ڪئي نصيحت جي ۽ ڊڄي ٿو

الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ (١١)

رحمن کان اڻ ڏٺو پوءِ ان کي بشارت ڏي مغفرت جي ۽ اجر عزت واري جي

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا

بلاشڪ اسين زنده ڪنداسون مئلن کي ۽ لکون ٿا اهو جواڳي ڪري موڪليائون

وَأَنَّا لَهُمْ عَذَابٌ وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (١٢)

۽ سندن (پيرن جا) نشان ۽ هر شيءِ جي ڳڻي رکيو اسان ان کي ڪتاب پڌري ۾

تفسير:

اڳئين آيت ۾ ارشاد ٿيو ته: ”فَهَمْ لَا يُؤْمِنُونَ“ پوءِ اهي ايمان نه آڻيندا ۽ هتي بيان ٿي رهيو آهي ته انهن جي ايمان نه آڻڻ جي ڪري اسان سندن هي حال بنايو آهي فرمان الاهي آهي ”إِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ“ اسان انهن جي ڳچين ۾ ڳٽ وڌا آهن پوءِ اهي انهن جي، ڪاڏين تائين آهن پوءِ اهي ڳاٽي تنگيل آهن - هتي پهريان هن آيت جي ڏکين لفظن جي لغوي معنيٰ ذهن نشين ڪيو ته پوءِ ان جي مفهوم آسانيءَ سان ذهن ۾ ايندي - ”أَعْنَاقٍ“ عنق جو جمع آهي ان جي معنيٰ آهي ڳاٽو - ڪنڌ ”مُقْمَحُونَ“ اقماع کان ورتل آهي ان جي اصل معنيٰ آهي گهوڙي جي لغام کي اهڙو چڪي جهلڻ جو ان جو ڳاٽو مٿي تي بيهي ۽ جنهن جي ڳچيءَ ۾ ڳٽ وجهي ان کي اهڙي نموني رکجي جو ان سان ڳاٽو مٿي رهي ته چيو ويندو آهي ”اقمحه الغل“ حضرت عبدالله بن يحيٰ فرمايو ته سيدنا علي المرتضى رضي الله عنه اسان کي هن لفظ جي معنيٰ سمجھائڻ جي لاءِ پنهنجي ڏاڙهي مبارڪ جي هيٺان پئي هٿ ڏئي ڪنڌ مبارڪ مٿي ڪري ڏيکاريو - مطلب هي آهي ته انهن منڪرن جي اهڙي حالت آهي جو ڄڻ ته انهن جي هٿن ۾ زنجير ۽ ڳچيءَ ۾

ڳت وجهي انهن کي اهڙو چڪيو ويو آهي جوسندن مٿو مٿي ٿي بيٺو آهي هيٺ ٿي نه
 ٿو سگهي ۽ سندن اکيون آسمان ڏانهن کليل آهن نه ٿا مٿو هلائي سگهن ۽ نه ڪنڌ
 هيڏي هوڏي ڦيرائي سگهن ٿا ۽ جيڪو شخص ان حالت ۾ مبتلا هوندو ته اهو
 صحيح ۽ غلط ۾ تميز ڪري سگهندو ۽ نه ڪنهن جي ڳالهه کي تسليءَ سان ٻڌي
 سگهندو - انهن ڪافرن جو اهو حال آهي.

شان نزول:

هن آيت جي شان نزول جي متعلق مفسرن لکيو آهي ته هڪ پيري ابوجهل
 قسم ڪيو ته جيڪڏهن ان نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن کي نماز پڙهندي
 ڏٺو ته سندن مٿي مبارڪ کي پٿر هڻي ذرا ذرا ڪري ڇڏيندو (معاذ الله) پوءِ هڪ
 پيري حضرت نبي اڪرم صلي الله عليه وسلم جن نماز پڙهي رهيا هئا ته اهو هڪ
 ڳرو پٿر کڻي سندن طرف وڌيو جڏهن کين ويجهو ويو ۽ پٿر هڻڻ جو ارادو ڪيائين
 ته سندس هٿ سندس ڳاٽي سان چنبڙي ويا ۽ پٿر وري سندس هٿن سان چنبڙي
 ويو ۽ اٿاهين کان واپس موٽڻ ۾ ئي سلامتي سمجهيائين جڏهن پنهنجي ساٿين وٽ
 پهتو ته انهن کي سموري حقيقت ٻڌايائين اهو ٻڌي وليدين مغيره اٿيو ۽ چوڻ لڳو ته
 اي ابوجهل! تون ته اصل کان بزدل آهين مان ٿو وڃان جيڪڏهن سندن مٿو مبارڪ
 پٿر سان ڦاڙي نه اچان ته مون کي حيڻ آهي اهو جڏهن ان بري نيت سان ويجهو آيو
 ته اکين کان اندو ٿي پيو حضور عليه الصلوة والسلام جن جو آواز ته ٻڌي رهيو هو
 پر کيس ڏسڻ ۾ ڪجهه نه ٿي آيو ان به واپس اچي پنهنجو قصو ٻڌايو ته اتي
 موجود ڪافرن مان ٻيو ڪافر اتي چوڻ لڳو ته الله جو قسم آهي ته مان سندن مٿي
 مبارڪ کي ڦاڙڻ کان سواءِ واپس نه ايندس اهو پٿر کڻي ويجهو ويو ته وٺي واپس
 ڀڳو ۽ بيهوش ٿي منهن ڀر ڪري ٻيو ساٿين اٿاري پڇيس ته ڇا حال آهي؟ چوڻ لڳو
 ته جڏهن مان سندن ويجهو ويس ته هڪ وڏو ڏاند (ڍڳو) ڀڄ ورائي منهنجي اڳيان
 آيو لات ۽ عزى جو قسم آهي ته جيڪڏهن مان کين وڌيڪ ويجهو وڃان ها ته اهو
 مون کي ڪچو کائي ڇڏي ها. تڏهن ڀڳو آهيان - انهن جي متعلق هيءَ آيت نازل

(١) تي

”وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ“ ۝

اسان انهن جي اڳيان اوٽ ۽ انهن جي پويان اوٽ رکي پوءِ اسان انهن کي ڏکي ڇڏيو پوءِ اهي نه ٿا ڏسن. ”سَدًّا“ جي معنيٰ ڀت، مطلب ته اسان انهن کافرن جي اڳيان ۽ پويان اهڙي ڀت (اوٽ) ڏئي ڇڏي آهي جو اهي نه ڪجهه ڏسن ٿا ۽ نه اڳتي پوئتي ٿي سگهن ٿا - مقصد ته اهي ڪنهن به طرح هدايت حاصل ڪري نه سگهندا. ”وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ“ ۝ انهن جي لاءِ برابر آهي ته اوهان انهن کي ڊيڄاريو يا انهن کي نه ڊيڄاريو ايمان نه آڻيندا. انهن جي ڪفر ۽ انڪار واري مرض جو علاج ئي ناهي چو ته انهن پنهنجي صلاحيتن کي پاڻ ختم ڪري ڇڏيو آهي ۽ اها اڪ ڪڍي ڇڏي آهي جيڪا حق ڏسي ۽ انهن پنهنجن ڪنن کي ناڪاره بنائي ڇڏيو آهي جيڪي حق ٻڌن - هاڻي انهن جو ڪو حل نه رهيو آهي. ”إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنََ الْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ“ تون ته رڳو ان کي ڊيڄارين ٿو جيڪو ذڪر (قرآن) جي اتباع ڪري ۽ اهو الله کان اڻ ڏٺو ڊڄي ٿو پوءِ ان کي مغفرت ۽ ڀلي اجر جي بشارت ڏي - يعني اوهان جو ڊيڄارڻ ۽ خبردار ڪرڻ انهن جي لاءِ مفيد آهي جنهن ۾ حق قبول ڪرڻ جي استعداد ۽ لياقت آهي جيڪو قرآن ڪريم جي ارشادات تي عمل ڪري ۽ الله جل شانہ جي ناراض هجڻ کان هميشه ڊڄندو رهي اهڙا ماڻهو ئي قرآن ڪريم کي مڃيندا ۽ اوهان جي رسالت کي تسليم ڪندا. ۽ اهڙن ماڻهن کي ئي گناهن جي مغفرت ۽ ڀلي اجر ملڻ جي بشارت ڏيو ”إِنَّا نَحْنُ نَحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنُكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ“ بلاشڪ اسين ئي مئلن کي جيئرو ڪنداسون ۽ جيڪي اڳي ڪري موڪليائون ۽ سندن آثارن کي لکون ٿا - يعني انهن جو هر عمل جنهن تي جزا ۽ سزا مرتب آهي لکندا آهيون ”مَا قَدَّمُوا“ مان مراد انهن جا ذاتي اعمال آهن جيڪي سندن موت تي ختم ٿي ويا ”آثَارَهُمْ“ مان مراد يا سندن اهي اعمال آهن جن جي ڪري پياديت وارا ٿيا يا اهي اعمال جن جي ڪري گمراه ٿيا (٢) جيئن حضرت نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جو ارشاد مبارڪ آهي ”مَنْ سَنَّ فِي

الْإِسْلَامِ سُنَّةٌ حَسَنَةٌ كَانَ لَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمَلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُقْصَ مِنْ أَجْورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمَلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُقْصَ مِنْ أَجْورِهِمْ شَيْءٌ - (رواه مسلم) يعني جنهن اسلام ۾ سهڻو طريقو جاري ڪيو ته ان جي لاءِ ان جو اجر هوندو ۽ ان جو اجر به هوندو جنهن ان تي عمل ڪيو انهن جي اجرن مان ڪجهه به نه گهٽائيندو ۽ جنهن اسلام ۾ برو طريقو جاري ڪيو ان تي ان جي گناه جو بار هوندو ۽ ان جو بار به هوندو جنهن ان تي عمل ڪيو انهن جي بار مان ڪجهه به گهٽ نه ڪندو - ۽ ان ئي معنيٰ ۾ اها حديث آهي جيڪا مسلم شريف ۾ حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت ڪيل آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو " إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ مِنْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ أَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِنْ بَعْدِهِ " جڏهن انسان مړندو ته ان جا عمل ختم ٿي ويندا مگر ٽي (عمل جاري رهندا) علم جنهن سان نفعو حاصل ڪيو ٿو وڃي يا صالح اولاد جيڪو ان جي لاءِ دعا گهرندو رهي يا سندس موت کان پوءِ صدقو جاري هجي. يا " اُتارُهم " مان مراد سندن اهي وڪون آهن جيڪي ڪٿي اطاعت ڪيائون يا گناه ڪيائون. اهي سڀ اسين لکون ٿا - امام احمد پنهنجي سند سان حضرت جابر بن عبدالله رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته: (نبوي) مسجد جي چوڌاري پلاٽ خالي ٿيا ته بنو سلمه قبيله وارن (جيڪي مسجد کان پري ويٺل هئا) ارادو ڪيو ته اُتاهين لڏي مسجد کي ويجهن ٿي اچي وهن اها ڳالهه جڏهن حضور عليه الصلوة والسلام جن تائين پهتي ته پاڻ انهن کي فرمايائون ته " مون تائين هي ڳالهه پهتي آهي ته اوهان مسجد جي ڀر ۾ لڏي وهڻ جو ارادو ڪيو آهي " انهن عرض ڪيو ته يارسول الله! هائو اسان ارادو ڪيو آهي پاڻ انهن کي فرمايائون ته " اي بني سلمه! پنهنجن انهن گهرن ۾ ويٺا رهو. اوهان جون (مسجد ڏانهن ايندي) وڪون لکيون وينديون. پنهنجن گهرن ۾ ويٺا رهو اوهان جون وڪون لکيون وينديون " - پوءِ انهن اُتاهين لڏو نه ڪيو - (١)

"وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ" ۽ هر شيءِ کي اسان امام مبين ۾ ڳڻي رکيو آهي هتي "إِمَامٍ مُبِينٍ" مان مراد يا لوح محفوظ آهي جيئن مجاهد، قتادة ۽ ابن زيد

فرمايو يا اعمالناما آهن. جيئن هڪ جماعه جو قول آهي (١) مطلب ته ٻانهن جا سڀ اعمال ڪهڙا به هجن محفوظ آهن.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا:

١: ”إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ - كَان - مُّقْمَحُونَ“ تائين آيت مان واضح ٿيو ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي دشمنن جي ڳچين ۾ ڳٽ هوندا مفسر شوڪاني لکيو آهي ته ابن مردويه ۽ دلائل النبوة ۾ ابونعيم حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته: نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن مسجد (حرام) ۾ قرآن (ڪريم) وڌي آواز سان پڙهندا هئا ۽ ان کان ڪافر قريشي ايذايا ويندا هئا پوءِ فيصلو ڪيائون ته گڏجي هلي حضرت نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن کي وٺي (ڪين ايذا ڏيون ته قرآن پاڪ وڌي آواز سان نه پڙهن) جڏهن آيا ته قدرتي طرح انهن جا هٿ سندن ڳچين ۾ پئجي ويا ۽ اکين کان انڌا ٿي پيا پوءِ سڀئي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي خدمت ۾ آيا ته اوهان اسان جي مائٽي ۾ آهيو اسان تي رحم ڪيو ۽ سندن سڀني قريشين ۾ مائٽي جو سلسلو هو - پوءِ پاڻ دعا گهريائون ته انهن تان اها تڪليف دور ٿي وئي. (٢)

٢: ”فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ“ (پوءِ اهي نه ٿا ڏسن) مان واضح ٿيو ته حضور عليه الصلوة والسلام جن کي سندن مخالف صحيح معنيٰ ۾ ڏسي نه ٿا سگهن. ابن مردويه حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته ڪافر حضور عليه الصلوة والسلام جن وٽان لنگهندا هئا پر کين ڏسندا نه هئا (٣).

٣: ”سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْتَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ“ (انهن جي لاءِ هي ڳالهه برابر آهي اوهان انهن کي ڊيڄاريو يا نه ڊيڄاريو ايمان نه آڻيندا) مان واضح ٿيو ته ڊيچارڻ نه ڊيچارڻ انهن ڪافرن جي لاءِ برابر آهي پر حضور عليه الصلوة والسلام جن کي ان ڊيچارڻ جو درجو ملندو ان جي ڪري جنهن جي ايمان آڻڻ ۽ سڌرڻ جي اميد نه هجي ته ان کي به دين جي دعوت ڏجي ته دعوت جو ثواب ملندو.

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ (١٣)

۽ بيان ڪر انهن جي لاءِ مثال ڳوٺ وارن جو جڏهن آيا انهن وٽ مرسل

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا

جڏهن موڪليو اسان انهن ڏانهن ٻن کي پوءِ انهن ٻنهي کي ڪوڙو چيائون

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ (١٤)

پوءِ قوت ڏني اسان ٽئين سان پوءِ چيائون ته بلاشڪ اسين اوهان ڏانهن موڪليل آهيون

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ

چيائون ته ناهيو اوهان مگر بشر اسان جهڙا ۽ نه نازل ڪئي رحمن ڪا شيءِ

إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ (١٥) قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا

ناهيو اوهان مگر جو ڪوڙ ٿا ڳالهائون چيائون ته اسان جو رب ڄاڻي ٿو ته بلاشڪ اسان

إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ (١٦) وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (١٧)

اوهان ڏانهن البت موڪليل آهيون ۽ ناهي اسان تي مگر پيغام پهچائڻ پڌرو

قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا

چيائون ته بلاشڪ اسان بدفال ورتي اوهان سان البت جيڪڏهن نه رڪجندؤ اوهان

لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُم مِّنَّا

ته البت ضرور سنگسار ڪنداسون اوهان کي ۽ البت ضرور پهچندو اوهان کي اسان جي طرفان

عَذَابٌ أَلِيمٌ (۱۸) قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ

عذاب دردناڪ چيائون ته بدبختي اوهان جي اوهان سان گڏ آهي

أَيْنَ ذِكْرُكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ

ڇا جيڪڏهن نصيحت ڪيا وڃو ٿا؟ (تہ تم ڪيئون ڏيو ٿا) بلڪ اوهان قوم

مُسْرِفُونَ (۱۹) وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ

حد کان لنگهندڙ آهيو ۽ آيو پراڻهن پاسي شهر جي کان هڪ مڙس

يَسْعَى قَالَ يَلْقَؤُمْ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ لَا (۲۰)

ڊوڙي پيو چيائين ته اي منهنجي قوم! پيروي ڪيو مڙسلن جي

اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ (۲۱)

تابعداري ڪيو انهن جي جيڪي نه ٿا گهرن اوهان کان ڪو اجورو ۽ اهي هدايت وارا آهن

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدَ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (۲۲)

۽ ڇا آهي مون لاءِ جوڻ عبادت ڪيان ان جي جنهن پيدا ڪيو مون کي ۽ ان ڏانهن اوهان موٽايا ويندؤ

أَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ إِلَهًا إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ

ڇا وٽان مان ان کان سواءِ ٻيا معبود جو جيڪڏهن ارادو ڪري مون لاءِ رحمن نقصان جوڻ ته

لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونَ (۲۳)

نه فائدو ڏيندي مون کي انهن جي شفاعت ڪجھ به ۽ نه مون کي ڇڏائيندا

إِنِّي إِذَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (٢٤) إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ

بيشڪ مان ان وقت البت گمراهيءَ ۾ ڪليل ۾ آهيان بيشڪ مون ايمان آندو اوهان جي رب تي

فَاسْمِعُونِ (٢٥) قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَلَيْتُ

پوءِ ٻڌو مون کان چيو ويس ته داخل ٿي بهشت ۾ ته چيائين اي ڪاش!

قَوْمِي يَعْلَمُونَ لَا (٢٦) بِمَا غَفَرَلِي رَبِّي

منهنجي قوم وارا ڄاڻن ان کي جو بخش ڪيو مون کي منهنجي رب

وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ (٢٧)

۽ بنايائين مون کي عزت وارن مان.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ارشاد ٿيو ته ڪافرن کي اوهان ڊيڄاريو يا نه ڊيڄاريو ايمان نه آڻيندا ۽ هتي اهڙي ئي حال وارن جو واقعو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي. ”وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ادْجَاهَا الْمُرْسَلُونَ“ ۽ انهن لاءِ مثال ڪري ڳوٺ وارن جو (حال) بيان ڪر جڏهن انهن وٽ مرسل آيا. مطلب ته اي منهنجا پيارا رسول! مڪه مڪرمه جا رهاڪو ڪافر ۽ عرب جا مشرڪ اوهان سان ضد ۾ اچي ويا آهن اوهان انهن جي. اڳيان نصيحت طور ان ڳوٺ جو واقعو پيش ڪيو جن وٽ الله جا رسول عليهم السلام آيا هئا پر انهن ايمان آڻڻ کان انڪار ڪيو هو ۽ انهن کي تباهه ڪيو ويو. شايد اهو واقعو ٻڌي اهي عبرت حاصل ڪن ۽ پنهنجي روش تي نظر ثاني ڪري گمراهيءَ کان بچي پون.

هڪ ضروري وضاحت

هنن آيتن جو تفسير ڪندي عام مفسرن لکيو آهي ته جنهن ڳوٺ جو هتي ذڪر آهي ان مان مراد شام ملڪ جو هڪ شهر انطاڪيه آهي ۽ اهي قاصد جيڪي ان ۾ ويا هئا حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جا موڪليل هئا هڪ جونالو صادق ۽ ٻئي جونالو مصدوق هو ۽ انهن جي تائيد ۾ جيڪو ٿيون ويو هو ان جو نالو شمعون هو ۽ جيڪو شخص شهر جي پراڻنهن طرف کان آيو هو ان جو نالو حبيب نجار هو پر محققن عالمن ان تفصيلات کي مڃڻ کان انڪار ڪيو آهي - انهن جو چوڻ آهي ته هي تفصيلات ڪيترن وجهن جي ڪري اعتماد ڪرڻ جي قابل ناهن. ١: ته جن موڪليل ٻانهن جو ذڪر هتي هلي رهيو آهي انهن پنهنجو تعارف ڪرائيندي چيو ته ”رَبَّنَا عَلِّمْنَا لَكَ مَا هُمْ بِمَرْسُلُونَ“ اسان جو رب ڄاڻي ٿو ته بيشڪ اسين اوهان ڏانهن موڪليل آهيون، جنهن مان پتو پوي ٿو ته اهي سڌا سنوان الله جل شانہ جي طرفان موڪليل هئا اهي حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جا قاصد حواري نه هئا - جيڪڏهن اهي حواري هجن ها ته انهن جي بيان جو انداز اهو نه هجي ها. ٢: ته جنهن ڳوٺ جو هتي ذڪر هلي رهيو آهي ان جي رهاڪن انهن رسولن يا موڪليلن جو انڪار ڪيو انهن کي طرحين طرحين ايذاء ڏنا انهن کي منحوس تائين چيو ۽ پنهنجين سڀني تڪليفن جو باعث انهن کي قرار ڏنو ايتري قدر جو انهن کي سنگسار ڪرڻ جون ڌمڪيون ڏنائون - انهن الله جي پيارن جي بار بار سمجهاڻن جو انهن تي ڪو اثر نه پيو تانجو انهن تي الاهي عذاب ڪڙڪي پيو ۽ ان ڳوٺ ۽ اتي رهاڪن کي تباهه ڪري مٽي بنائي ڇڏيائين. ۽ ٻئي طرف جڏهن انطاڪيه شهر جي تاريخ تي نظر وجهون ٿا ته اهو اهو شهر آهي جنهن سڀ کان اول مسيحي دين کي قبول ڪيو هو اتي جي سڀني رهاڪن حضرت عيسيٰ علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام تي ايمان آندو هو ان جي ڪري ان جو شمار اڄ تائين انهن چئن شهرن ۾ ٿئي ٿو جيڪي عيسائين وٽ مقدس آهن ۽ اهو به ڪنهن تاريخ ۾ ڪونهي ته ان شهر تي ڪڏهن ڪو عذاب آيو ۽ هي نيسٽ ۽ نابود ٿيو انهن حقيقتن تي نظر وجهندي معلوم ٿئي ٿو ته هتي آيت ۾ مذڪوره

ڳوٺ کي انطاڪيه چوڻ ۽ اتي موڪلين کي حضرت عيسيٰ جو قاصد قرار ڏيڻ
قياس کان بعيد آهي ان جي ڪري مناسب اهوئي آهي ته جڏهن الله تعالىٰ ان ڳوٺ
جو نالو بيان نه ڪيو ۽ انهن مرسلن جو تعين به نه فرمايو ته اسين پنهنجي پاڻ کي
ان منجهه ۾ نه ڦاسايون ۽ يورپي مستشرقين کي قرآن پاڪ تي اعتراض ڪرڻ جو
نئون موقعو نه ڏيون. (١) اِذْ ارْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا
إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُونَ "جڏهن اسان انهن ڏانهن ٻن کي موڪليو پوءِ انهن ٻنهي کي ڪوڙو
چيائون ته پوءِ اسان ٽئين سان قوت بخشي پوءِ چيائون ته بيشڪ اسين اوهان ڏانهن
موڪليل آهيون. يعني پهريان ان ڳوٺ ۾ ٻه رسول موڪلياسون جن اتي اچي اتي
وارن کي هدايت جي واٽ تي هلڻ جي دعوت ڏني پر اتي جا رهاڪو انهن کي
ڪوڙو چوڻ لڳا ۽ کين طرحين طرحين ايڏا ڏيڻ شروع ڪيائون. الله جل شانہ انهن
جي تقويت جي لاءِ اتي ٽيون رسول به موڪليو ۽ تنهي پاڻ ۾ گڏجي ديني تبليغ جو
ڪم نهايت زور شور سان شروع ڪري ڏنو اتي جا ماڻهو حقيقت شناس نه هئا اهي
هنن پلارن جي پيشانين ۾ نبوت جو نور ڏسي نه سگهيا اهي روحاني لطافتن جي
ادراڪ کان قاصر هئا جيڪي الله جل شانہ انهن قدسي هستين کي بخش ڪيون
هيون. " قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا
تَكْذِبُونَ " چيائون ته اوهان ته رڳو اسان جهڙا بشر آهيو ۽ رحمن ڪا شيءِ نازل نه
فرمائي آهي اوهان ته صرف ڪوڙ ٿا هڻو. مطلب ته اوهان ۾ ڪابه اهڙي وڌيڪ
ڳالهه نه ٿي ڏسجي اوهان ته صرف اسان جهڙا بشر آهيو پوءِ اسان کي ڇڏي اوهان
کي رسول ڪيئن بنايو ويو؟ الله ڪا به هدايت وغيره نازل نه ڪئي آهي اوهان صرف
ڪوڙ ٿا هڻو - (٢)

" قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ " چيائون ته اسان جو رب ڄاڻي ٿو ته
 يقيناً اسين اوهان ڏانهن البت موڪليل آهيون - مطلب ته اسين ڪوڙ نه ٿا ڳالهايون
 اسان جو رب ڄاڻي ٿو ته اسان اوهان ڏانهن اوهان جي هدايت ڪرڻ جي لاءِ
 موڪليل آهيون - انهن اهي الفاظ سامعين کي يقين ڏيارڻ جي لاءِ چيا هئا " وَمَا

(١) ضياء القرآن ص ١٧١ جلد ٤ - المراغي ص ١٥٠ جز ٢٢ جلد ٨ - ابن ڪثير ص ٥٦٩ جلد ٣

(٢) صفوة التفسير ص ٨ جلد ٣

عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ" ۽ اسان تي رڳو کليل (پيغام) پهچائڻ (جو ذمو) آهي. يعني اسان تي صرف ايترو فرض آهي ته اوهان کي حق جو پيغام نهايت موثر انداز ۾ پوري دلسوزيءَ سان پهچايون ان کي قبول ڪرڻ يا نه ڪرڻ اوهان جو ڪم آهي اسان پنهنجي پنهنجي ذميداري نهايت سهڻي طريقي سان پوري ڪري ڇڏي " قَالُوا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ اَلِيمٌ" چوڻ لڳا ته اسين اوهان جي سڀيان منحوس بڻيا آهيون البت جيڪڏهن اوهان نه رڪجنڊو ته البت ضرور اوهان کي سنگسار ڪنداسون ۽ البت اوهان کي اسان جي طرفان ضرور دردناڪ عذاب پهچندو - يعني اسان وٽ اوهان جي اچڻ ۽ اسان تائين اوهان جي پهچڻ کي اسين منحوس ڳالهه ۽ شر سمجهون ٿا ۽ هي نهايت عجب جهڙي ڳالهه هئي جوجيڪا الله جل شانہ جي طرفان ٻانهن تي اجل نعمت ۽ انهن جي لاءِ وڏي عزت هئي ان کي منحوس سمجهي رهيا هئا حالانڪ کين ان جي سڀني ضرورتن کان وڌيڪ ضرورت هئي پر سندن ئي حالتن جي مدار تي سندن مقدر ۾ نيڪيءَ جي نعمت نصيب نه هئي ۽ وري انهن الله جل شانہ جي پيارن کي ڌمڪي ڏيندي چوڻ لڳا ته جيڪڏهن اوهان ان پروگرام کان نه رڪجنڊو ته هندنڊو ته اسين اوهان کي سنگسار ڪنداسون پٿر هڻي ماري ڇڏينداسون ۽ ضرور اسان جي طرفان اوهان کي دردناڪ عذاب پهچندو. " قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ" فرمايائون ته اوهان جي منحوسيت اوهان سان گڏ آهي - ان مان مراد انهن وارو شرڪ ۽ شرارت آهي جنهن جي ڪري اوهان تي تڪليف ۽ عذاب اچن ٿا ۽ اوهان وٽان نعمتون هليون وڃن ٿيون - " اِنْ دُڪِرْتُمْ" ڇا جيڪڏهن اوهان نصيحت ڪيا وڃو؟ يعني اسان اوهان جي ڀلائيءَ ۽ بهتريءَ لاءِ اوهان کي نصيحت ڪئي ته اوهان ائين پيا ڇڻو؟ " بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ" بلڪه اوهان حد کان لنگهندڙ قوم آهيو - جو اوهان کي نيڪ ڪم ڏانهن سڏجي ٿو ته فائدي جي بجاءِ نقصان ٿا حاصل ڪيو " وَجَاءَ مِنَ الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى" ۽ شهر جي پراڻهين پاسي کان هڪ مڙس ڊوڙندو آيو - يعني جڏهن اتي وارن ماڻهن انهن اللهجي پيارن کي سنگسار ڪرڻ جو پروگرام بنايو ته ان ئي شهر جي پراڻهين پاسي ۾ رهندڙ هڪ سليم الفطرة شخص ڊوڙي اچي اتي پهتو - " قَالَ

يَقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ " چيائين ته اي منهنجي قوم! مرسلن جي اتباع ڪيو انهن جي اتباع ڪيو جيڪي اوهان کان ڪو اجورو نه ٿا گهرن ۽ هي (پاڻ به) هدايت وارا آهن - مطلب ته هي الله جا پيارا ٻانهن اوهان کي جنهن ڀلي ڪم ڏانهن سڏين ٿا انهن جي اتباع ڪندي اهو ڪيو هي اوهان کان ان جو ڪو اجورو نه ڪونه ٿا گهرن - اهي پاڻ هدايت وارا آهن اوهان انهن جي اتباع ڪندؤ ته اوهان به هدايت وارا ٿيندؤ . " وَمَالِيَ لَأَعْبُدَ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ " ۽ مون کي ڇا آهي؟ جو مان ان (الله) جي عبادت نه ڪيان جنهن مون کي پيدا ڪيو ۽ اوهان (سڀئي به) ان ڏانهن موٽايا ويندؤ - جڏهن ان جي قوم سندس ڳالهه ڏانهن توجه نه ڏنو ۽ ان ڪفر ۽ شرڪ تي ضد ڪري بيٺا بلڪ کيس به مرسلن جي اتباع ۽ الله جي خالص دين قبول ڪرڻ تي ملامت ڪرڻ لڳا ته انهن کي جواب ڏيندي فرمايائين ته: مان ان سڄي معبود بالحق جي عبادت چونه ڪيان جنهن مون کي پيدا ڪيو آهي ۽ اوهان به (سڀ مرڻ کان پوءِ) ان ڏانهن موٽايا ويندؤ ۽ اوهان کي اوهان جي اعمال جي جزا يا سزا ڏيندو - پوءِ جنهن جي قدرتي هٿ ۾ رزق ۽ قيامت جي ڏينهن ٻانهن جو فيصلو آهي اهوئي عبادت جو مستحق، ثناء ۽ وڏائي بيان ڪرڻ جو لائق آهي ۽ جيڪي نه نفعي جا مالڪ آهن نه نقصان جا ۽ نه ڪجهه ڏئي سگهن نه روڪي سگهن نه ماري نه جباري ۽ نه قبرن مان اٿاري سگهن ٿا اهي عبادت جا لائق ڪيئن ٿي سگهندا. " اَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرَدِّنَ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ " ڇا مان ان کان سواءِ ٻيا معبود بنايان؟ جو جيڪڏهن رحمن مون کي نقصان پهچائڻ جو ارادو ڪري ته انهن جي شفاعت مون کي ڪجهه به فائدو نه ڏيندي ۽ نه (اهي) مون کي ڇڏائيندا - يعني اهي باطل معبود ڪنهن ڪم جا ناهن جيڪڏهن الله جل شانہ مون کي ڪا تڪليف يا نقصان پهچائڻ جو ارادو فرمائي ته اهي ڪجهه دفع ته ڪري نه سگهندا پر مون لاءِ شفاعت ڪري به نه سگهندا ڇو ته شفاعت اهي ڪندا جن کي شفاعت جو اذن مليل هوندو ۽ هنن لاءِ اهو به ناهي " اِنِّیْ اِذَا لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ " بلاشڪ مان ان وقت البت کليل گمراهي ۾ آهيان، يعني جيڪڏهن مان اهڙن باطل ۽ بيڪار معبودن جي عبادت

کیان ته مان ته کلیل گمراه هوندس. ان مومن مرد انهن کي نصیحت کندي انهن مرسلن جي رسالت جي شاهدي ڏني ۽ الله وحده لاشریک له جي لاءِ عبادت جو تعین کري هدايت واري واٽ بیان کئي ۽ غیر الله جي عبادت جو باطل هجڻ دلیلن سان ثابت کیو. ان تي برهان پیش کیا انهن جي پوڄا ڪرڻ کي کلیل گمراهي سڏیو ۽ پوءِ پنهنجي کلیل ایمان جو اعلان ڪرڻ فرمایو ”إِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْا“ بلاشڪ مون (پنهنجي ۽) اوهان جي رب تي ایمان آندو آهي پوءِ (اهو اعلان) مون کان ٻڌي ڇڏیو. يعني سڀ ٻڌي ڇڏیو ته مون اوهان جي سچي پروردگار تي ایمان آندو آهي - هن آیت کي پڙهي اندازو لڳایو ٿو وڃي ته حق جو علمبردار ڪيترو دلیر ۽ جرئت مند هوندو آهي سارو شهر هڪ طرف قوم جا سردار ۽ رئیس هڪ طرف سڀئي سياسي حاڪم هڪ طرف سڄو ماحول غم ۽ غصي سان ڀريل آهي بگڙيل حالتن جي ڀرندڙ باهه ۾ هڪ کامل مومن ئي اهڙو اعلان ڪري سگهي ٿو - ”قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ“ چيو ویس ته جنت ۾ داخل ٿي ۽ - مفسرن ڀلارن لکيو آهي ته ان اعلان ڪرڻ کان پوءِ اهي سڀئي ان تي چڙهي کيس لتاڙڻ لڳا تانجو ان جا آندبا ٻاهر نڪري آيا ۽ ان کي هڪ کوهه ۾ اڇلائي ڇڏيائون - حضرت ابن مسعود رضي الله عنه جو اهو قول آهي ۽ مفسر سڌي جو قول آهي ته ان کي پٿر هڻي سنگسار ڪري شهید ڪيائون . ٻيا به مختلف اقوال آهن ۽ جڏهن ڪافر ان مومن مرد جي عذاب ڏيڻ ۽ شهید ڪرڻ ۾ مشغول ٿيا ته هڪ قول مطابق اهي مرسل مڱورا اتاهين نڪري ويا ۽ ٻئي قول مطابق اهي به اتي شهید ڪيا ويا (۱) ۽ ان الله جي پیاري کي ان مهل سڏي چيو ویو ته جنت ۾ داخل ٿي ۽ (۲) جنت جي بهار تنهنجي منتظر آهي رحمت جي رنگین گلن جا هار کنیو حورون تنهنجا رستا پیون نهارین ۽ الله جل شانہ جو ازلي حسن تنهنجي بیتاب دل ۽ مشتاق اکین جي حسرتن کي پوري ڪرڻ جي لاءِ عنقریب نقاب اٿلائڻ وارو آهي.

” قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّيْ وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ “ چيائين ته اي ڪاش! منهنجي قوم وارا اها ڳالهه ڄاڻن ته الله مون کي بخش ڪيو ۽ مون کي عزت وارن مان بنايو - يعني ڪاش منهنجي قوم وارن، مون کي تڪليفون ۽ اذيتون

ڏئي شهيد ڪندڙن، منهنجي لاش کي ٽڪرا بنائيندڙن کي اها ڄاڻ ملي ها ته مون تي ڪريم ڪيڏا ڪرم ڪيا آهن جو مون کي مغفرت عطا ڪري عزت وارن مان بنايو اٿس.

فائدو:

مذڪوره آيتن مان هي فائدو ذهن نشين ٿين ٿا.

١: ”وَأَصْرَبْ لَهُمْ مَثَلًا“ (۽ انهن جي لاءِ مثال طور بيان ڪر) مان ثابت ٿيو ته ڪنهن کي ڪا ڳالهه مثال ڏئي سمجھائڻ مستحسن ڪم آهي ۽ ان واقعي مان اهو به ثابت ٿيو ته ڪافرن جو حال هميشه اهو رهيو آهي.

٢: ”مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا“ (ناهيو اوهان مگر اسان جهڙا بشر) مان واضح ٿيو ته انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام کي پاڻ جهڙو بشر چوڻ ۽ سمجھڻ هميشه ڪافرن جو طريقو رهيو آهي ها نبي سڳورو تواضع ۽ انڪساري طور پاڻ کي بشر چوي ته اها جدا شيءِ آهي جيئن بادشاهه پاڻ کي قوم جو خادم چوي پر قوم ان کي خادم نه سڏيندي.

٣: ”وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ“ (۽ اسان تي ته رڳو کليل پيغام پهچائڻ آهي) مان واضح ٿيو ته اسلام جي مبلغ تي هدايت ڪرڻ ۽ پيغام جي ذميداري آهي هدايت ڏيڻ الله جل شانہ جوشان آهي ۽ ان جي ئي قدر تي هت ۾ هدايت آهي.

٤: ”لَا تَعْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا“ (مون کي انهن جي شفاعت ڪجهه به فائدو نه ڏيندي) مان معلوم ٿيو ته بتن ۽ باطل معبودن جي شفاعت ڪم نه ايندي پر مسلمانن مومنن کي حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام ۽ ٻين پلارن جي شفاعت ضرور ڪم ڏيندي جيئن هن کان اڳ ۾ ڪيترن مقامن تي واضح ڪري آيا آهيون ولله الحمد.

٥: ”وَجَعَلْنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ“ (۽ مون کي عزت وارن مان بنايائين) مان واضح ٿيو ته الله جا سڃاڻا عزت وارا آهن پوءِ اهو نظريه بالڪل غلط آهي ته الله جي بارگاه ۾ نبي عليهم السلام (معاذ الله) جهڙي چمار کان به ذليل آهن. (معاذ الله)

ڪان ڪولشڪر نه لاتو ۽ نه اسين لاهيندڙ هئا سون مطلب ته ان شهيد کان پوءِ سندس ڪافر قوم کي سزا ڏيڻ جي لاءِ ڪنهن لشڪر لاهڻ جي ضرورت نه هئي نه اسان ڪو لشڪر لاتو هو انهن جو هلاڪ ڪرڻ ته اسان جو هڪ امر هو (١)

”اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خَامِدُونَ“ نه هئي مگر هڪ رڙ پوءِ انهيءَ وقت اهي وسامي ويا هئا هي ان قوم تي اچڻ واري آسماني عذاب جو ذڪر آهي جن مرسلن کي ڪوڙو چئي انهن تي ايمان آڻيندڙ کي شهيد ڪيو هو. ۽ اهو هيئن ٿيو جو ملائڪ سڳوري هڪ اهڙي رڙ ڪئي جنهن سان اهي سڀ ائين ختم ٿي ويا جيئن ڦوڪ سان باه وسامي ويندي آهي روايتن ۾ آهي ته اهو ڏانهن ڪندڙ ملائڪ جبريل هو ۽ اهي اهڙا ختم ٿي ويا جو نه انهن ۾ حسد رهيو نه حرڪت (٢) انهن جي مرڻ کي ”خَامِدُونَ“ (وسامندڙ) جي لفظ سان تعبير ڪيو ويو آهي خمود جي معنيٰ باه جو وسائڻ آهي جاندار جي حياتي حرارت غريزيءَ تي موقوف آهي جڏهن اها حرارت ختم ٿي ته ان حالت جو نالو موت آهي (٣)

”يَحْسُرَةُ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ اِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ“ بانهن تي ارمان آهي انهن وٽ ڪوبه رسول نه ٿي آيو مگر ان سان ٺٽوليون ڪندا هئا مطلب ته بانهن جو اهو حال ارمان کي سڏڻ جهڙو آهي جو سرڪشيءَ تي هميشگي ڪيو بيٺا آهن ۽ ايترا سرڪش آهن جو انهن وٽ ڪوبه الله جل شانہ جو رسول تشریف وٺي اچي ٿو ته ان سان ٺٽوليون ڪن ٿا. ”الْمَرِيضُونَ يَرْوُا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ اَنْهَزُّ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ“ ڇا نه ڏٺائون ته اسان انهن کان اڳي ڪيترا (ماڻهن جا) طبقا هلاڪ ڪري ڇڏيا بلاشڪ اهي انهن ڏانهن نه ٿا موٽن هتي مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن کي اڳين امتن جي عذاب جا واقعا ٻڌائي ذهن نشين ڪيو ويو آهي ته کين به اهڙو عذاب اچي سگهي ٿو ڪانئن اڳي اسان ڪيترا طبقا اهڙا هلاڪ ۽ برباد ڪري ڇڏيا جو هاڻي اهي هنن ڏانهن نه موٽندا پوءِ به عبرت نه ٿا وٺن ۽ نصيحت حاصل نه ٿا ڪن ”وَإِنْ كُلُّ لُحْمٍ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّكِنَّا مُحْضَرُونَ“ ۽ ناهن سڀئي مگر مڙئي اسان وٽ حاضر ڪيل آهن هتي ”ان“ نافيہ ”لما“ الا جي معنيٰ سان ”لَّكِنَّا“ عندنا جي معنيٰ سان آهي مطلب ته ساري مخلوق اسان وٽ گڏ ڪري حساب لاءِ

حاضر ڪيل هوندي هي آيت بيان ڪري رهي آهي ته سڀئي محشر جي ميدان ۾ هلندا پر دنيا ۾ موتي نه ايندا ۽ جيڪڏهن موت کان پوءِ محشر جي ميدان ڏانهن موٽڻ نه هجي ته پوءِ موت هر ميت جي لاءِ خالص راحت هجي ها پر اهو قبر مان اٿاري محشر جي ميدان ۾ آندو ويندو پوءِ مخلص مومن عزت ڏنو ويندو ۽ ڪافر ۽ منافق خوار ۽ خراب ڪيا ويندا ۽ سخت افسوس جا هٿ هڻندا (١)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

١- ”اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيِّحَةً وَاحِدَةً“ (نه هئي مگر هڪ رڙ) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جيڪڏهن ڪنهن کي هلاڪ ڪري ته ان جي اڳيان ڪا دير ناهي ڇا سان ڪري ڪڏهن ڪري ڪيئن ڪري مرضيءَ وارو آهي. جيئن مذڪوره ڳوٺ وارن ڪافرن کي هڪ رڙ سان اهڙو هلاڪ ڪيائين جو وسامي ويا نه چرن پيا نه سرن پيا.

٢- ”يَحْسِرَةُ عَلَى الْعِبَادِ“ (ٻانهن تي ارمان آهي) مان واضح ٿيو ته ٻانهن کي جنهن سرڪشي، ڪفر ۽ شرڪ جي ڪري سزا ملي ٿي الله جل شانہ ان تي بي نياز هوندي حسرت جو اظهار فرمايو آهي.

٣- ”كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ“ (ان سان چتر ڪندا هئا) مان واضح ٿيو ته نبين عليهم الصلوة والسلام ۽ ٻين عزت وارين شين جي عزت نه ڪرڻ، انهن سان نٿوليون ڪرڻ حرام ۽ الاهي عذاب اچڻ جو باعث آهن. (٢)

وَايَةً لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا

۽ نشاني انهن جي لاءِ زمين غير آباد آهي جو آباد ڪيو اسان ان کي

وَآخَرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ (٣٣) وَجَعَلْنَا فِيهَا

۽ ڪڍيو اسان ان مان داڻو پوءِ ان مان ڪائين ٿا ۽ پيدا ڪيا سون ان ۾

جَنَّتْ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۚ (٣٤)

باغ ڪڇين جا ۽ انگورن جا ۽ وهيا سون انهن ۾ چشـ

لِيَاْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ۚ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ (٣٥)

تانت ڪائن ان جي ميني مان ۽ نه بنايو ان کي هٿن انهن جي ڇا پوءِ شڪر نه ٿا ڪن؟

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ

پاڪ آهي اهو (الله) جنهن پيدا ڪيا جوڙا جوڙا سمورا ان مان جيڪو زمين ڄمائي ٿي

وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ (٣٦)

۽ انهن جي سرن مان ۽ ان مان جيڪو نه ٿا ڄاڻن.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ بيان ڪيو ويو ته سڀئي ٻانها قيامت جي ڏينهن الله جل شانہ جي بارگاہ ۾ پيش ڪيا ويندا ۽ کين جزا يا سزا ملندي ۽ هتي ٻڌايو ويو آهي ته اها ڳالهه ممڪن آهي مجال ناهي الاهي ارشاد آهي ”وَاٰيَةُ لَهُمُّ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنَاهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ“ ۽ انهن جي لاءِ نشاني ويران زمين آهي اسان ان کي آباد ڪيو ۽ ان مان داڻو ڪڍيو پوءِ ان مان ڪاڻين پيا. يعني مٿن کي زمين مان جيئرو ڪري ڪڍڻ تي قادر هجڻ لاءِ هڪ دليل هي آهي جو اسان ويران ۽ برباد زمين کي آباد ڪري ان مان داڻو ڪڍون ٿا جنهن مان اهي سڀ ڪاڻن ٿا اسين جڏهن ان ڳالهه تي قادر آهيون ته مٿن کي به جيئرو ڪري قبرن مان ٻاهر ڪڍڻ تي قادر آهيون ”وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ“ ۽ اسان ان ۾ ڪڇين ۽ انگورن جا باغ پيدا فرمايا آهن يعني ان ويران زمين ۾ اسان ڪڇين ۽ انگورن جا سهڻا باغ پيدا

فرمايا ”وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ“ ۽ اسان ان ۾
چشما وهايا تانت ان جي ميوي مان کائن ۽ اهو انهن جي هٿن نه ٺاهيو آهي مطلب
ته اسان ئي انهن باغن ۾ نهرون وهايون تانت اهي سرسبز رهن سگهي نه وڃن ۽ هي
ان ميون مان کائن ۽ اهو سڀ ڪجهه سندن هٿن نه ٺاهيو آهي اسان جي قدرت جو
ڪمال آهي ورنه ته جيڪڏهن الاهي قدرت ۽ انتظام کان جدا ٿي ساري ڪائنات
وارا گڏجي ڪوشش ڪن ته صرف ٻج ڇڻڻ ۽ پاڻي ڏيڻ سان اناج، ميوو وغيره پيدا
ڪري سگهندا ته قطعاً ڪري نه سگهندا يقين سان مڃڻو پوندو ته ان مسببات کي
انهن نتيجن جي صورت ۾ ظاهر ڪرڻ خاص الخاص خداوندي قدرت جو ڪرشمه
آهي عام ترجما ۽ تفسير ”ما“ نفي جي معنيٰ ۾ لکن ٿا پر جيڪڏهن ”ما“ کي
موصوله بنائي ”ثمره“ تي عطف ڪجي ته به جائز آهي پوءِ مطلب ٿيندو ته ان ميوي
مان کائن ۽ ان مان به کائن جيڪو سندن هٿن پڄاڻي تيار ڪيو آهي. (١)

”أَفَلَا يَشْكُرُونَ“ ڇا پوءِ به شڪر نه ٿا ڪن يعني خداوندي قدرت جا ايترا
دلائل ڏسي به بي شڪر رهن ٿا؟ ”سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ
وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ“ اهو (الله) پاڪ آهي جنهن سڀئي جوڙا جوڙا ان مان
پيدا فرمايا جيڪي ڪجهه زمين ڄمائي ٿي ۽ سندن سرن مان ۽ ان مان جيڪي نه ٿا
ڄاڻن. يعني انهن قدرتن وارو الله جل شانہ هر قسم جي شرڪ ۽ عاجز هجڻ کان
پاڪ آهي جنهن هر قسم جا جوڙا پيدا فرمايا ۽ ساري موجودات ۾ ڪيترا قسم،
ڪيترا رنگ، نمونا وجود ۾ آندا جديد سائنس وارن جو هي مشهور قول آهي ته
ڪائنات جي هر قسم ۾ نر ۽ ماديءَ جو وجود آهي ايتري قدر جو حيوانات کان
اڳتي نباتات بلڪ جمادات ۾ به آهي نباتات ۾ مماثلت جو تقابل ۽ تضاد جو تقابل
ٿي سگهي ٿو. ”وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ“ شخصن ۾ به تقابل آهي مثلاً مرد - عورت، جوان،
پوڙهو، گورو، ڪارو وغيره. (١)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان حاصل ٿيندڙ فائدا.

۱- **وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ** (۱) انهن جي لاءِ ويران زمين نشاني آهي) تي غور ڪري متصوف علماء فرمايو آهي ته جيئن مينهن وسڻ سان ويران زمين آباد ٿيندي آهي تيئن نبوت جي بارش سان ويران دليون آباد ٿينديون آهن. ۽ اسرافيل جي ڦوڪ سان قبرن وارا زنده ٿيندا مينهن سان غذائون، ميوا ۽ چشما ٺهندا آهن ۽ نبوت جي برسات سان شريعت جي غذا طريقت جا ميوا ۽ اولياءَ ۽ علماء جا چشما وهندا آهن.

۲- **"أَفَلَا يَشْكُرُونَ"** (ڇا پوءِ شڪر نه ٿا ڪن؟) تي وضاحت ڪندي مفسرن لکيو آهي ته شڪر ڪرڻ مان مراد آهي ته اول اول ايمان آڻين. ڇو ته بي ايمان ڪيترو به شڪر ڪري قبول ناهي اصل شڪر هي آهي ته الله جل شانہ جي حبيب عليه الصلوة والسلام جي اطاعت ڪن.

۳- **"خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا"** (سڀئي جوڙا پيدا فرمايائين) هن مان واضح ٿيو ته مخلوق سڀ جوڙا جوڙا آهي **"وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ"** ۽ هر شئي مان اسان جوڙو جوڙو پيدا ڪيو آهي اڪيلو ۽ جوڙ کان سواءِ صرف هڪ الله آهي.

۴- **"وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ"** (۽ ان مان جيڪو نه ٿا ڄاڻن) مان واضح ٿيو ته ڪيتري مخلوق اهڙي آهي جنهن جو انسان کي علم ناهي (۲)

وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ

۽ هڪ نشاني انهن جي لاءِ رات آهي جو چڱي ڪيون ٿا ان مان ڏينهن پوءِ انهي مهل آهي

مُظْلَمُونَ (۳۴) **وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَالِكَ**

انڌيري ۾ آهن ۽ سج هلي ٿي وينهنجي ڦر وٺڻ واري جاءِ لاءِ اها

تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (۳۸) **وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ**

تقدير غالب گهڻو ڄاڻندڙ جي آهي ۽ چنڊ مقرر ڪيون اسان ان جون منزلون

حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (۳۹) لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا

تان جو وري ٿيو ڪجيءَ جي پراڻي ڳنيءَ وانگر ناهي سج لائق ٿو ٿئي ان جي لاءِ

أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ

تہ پھڇي چنڊ کي ۽ نہ رات اڳرائي ڪندڙ آھي ڏينھن کان ۽ سڀئي

فِي فَلَکٍ یَّسْبَحُونَ (۴۰).

آسمان ۾ ترن ٿا.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ قبرن مان اٿڻ تي زمين جي حالات سان دليل ورتو ويو ۽ هتي رات ۽ ڏينهن جي ڦير ڳير ۽ سج ۽ چنڊ جي حالات سان دليل وٺندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَاَيُّ لَهِمُ اللَّيْلِ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلَمُونَ“ ۽ انهن جي لاءِ هڪ نشاني رات آهي جنهن مان ڏينهن کي ڇڪي ڪيندا آهيون پوءِ ان مهل اهي انڌيري ۾ هوندا آهن ”نسلخ“ سلخ کان ورتل آهي ان جي لفظي معنيٰ آهي ڪل لاهڻ ڪنهن جانور جي مٿان ڪل يا ڪنهن بيءَ شيءِ جي مٿان غلاف لائڻ ويندو آهي ته اندر واري شيءِ ظاهر ٿيندي آهي الله جل شانہ هتي ارشاد فرمايو آهي ته هن جهان ۾ اصل ظلمت ۽ انڌيرو آهي ۽ روشني عارضي آهي جيڪا سڀ رات ۽ ستارن جي ذريعي زمين تي ڄاڻجندي آهي جڏهن اها روشني ڇڪي لائي ويندي آهي ته ظلمت ۽ انڌيرو رهندو آهي ان کي ئي عرف ۾ رات چيو ويندو آهي ”وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ ۽ سج پنهنجي قرار وٺڻ واري جاءِ ڏانهن هلي ٿو اها غالب، گهڻو ڄاڻندڙ جي تقدير آهي يعني سج پنهنجي مقرر رفتار سان معين وقت ۾ پنهنجي قرار واري جاءِ تي اچي روشني ڪري ٿو پنهنجي مقرر ڪيل رفتار ۽ جاءِ کان

هڪ منت يا هڪ انچ هيڏي هوڏي ڪونه ٿو ٿئي جنهن ڪم سان لڳايل آهي هر وقت ان ۾ مشغول آهي رات ڏينهن جي گردش ۽ پوري سال جي چڪر ۾ جنهن جنهن جاء تي ان کي پهچڻو آهي پهچي ٿو ان جو اهو سمورو نظام ان زبردست ۽ باخبر هستيءَ جو قائم ڪيل آهي جنهن جي نظام کي بيو ڪير به هيڏي هوڏي نه ٿو ڪري سگهي ”وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ“ ۽ چنڊ جون منزلون مقرر ڪيو سون تان جو پراڻي ڪجيءَ جي ڪاٺيءَ جي ڳٺيءَ جهڙو ٿي وريو يعني چنڊ جو گهٽجڻ ۽ وڌڻ ڏسو ته ڪيئن نهايت باريڪ، ڪجيءَ جي سنهيءَ ڳٺيءَ، پراڻي ڪاٺيءَ جهڙو ٿي ورنڊو آهي وڌندي وڌندي چوڏهينءَ جي رات جو ڪيڏو روشن ۽ روشني ڪندڙ هوندو آهي ۽ وري گهٽجي ڪيترو سنهو ٿي ويندو آهي اهو به اسان جي قدرت تي ايمان آڻڻ جو دليل آهي ”لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ“ نه سج لاءِ لائق آهي ته چنڊ کي پهچي ۽ نه رات ڏينهن کان اڳرائي ڪندڙ آهي ۽ سڀئي (پنهجي پنهنجي) فلڪ ۾ ترن ٿا يعني سج پنهنجي مدار ۾ مصروف گردش آهي ۽ چنڊ پنهنجي مدار ۾ چر ڀر ڪري ٿو صرف انهن ٻن تي ڇا موقوف آهي سمورا سيارا بلڪ سڀئي ثابت بيهندڙ شيون پنهنجي پنهنجي مقرر مدار ۾ ترن پيون. ڪير ڪنهن سان نه ٽڪرائجي ٿو نه ڪير ڪنهن کان اڳتي وڌڻ جي ڪوشش ڪري ٿو ڪير ڪنهن کان پوئتي نه ٿو رهي ان قادر، حڪيم جي ڇا قدرت ۽ حڪمت آهي جو ڳڻڻ کان وڌيڪ ستارا چر ڀر ۾ محو آهن ۽ ڪڏهن به ڪو حادثو رونما نه ٿيو آهي.“

فائدو:

١- ”لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا“ (پنهجي قرار واري جاءِ ڏانهن) هتي مستقر مان مراد هڪ قول مطابق زماني مستقر آهي يعني اهو وقت جڏهن سج پنهنجو مقرر ڪيل تحرڪ ختم ڪندو ۽ اهو وقت قيامت جو ڏينهن هوندو ۽ ٻئي قول مطابق ان مان مراد مڪاني مستقر آهي جنهن جي بناءَ هڪ حديث تي آهي جيڪا بخاري، مسلم وغيره ۾ متعدد اصحابن کان متعدد سندن سان روايت ڪيل آهي حضرت ابو ذر غفاري

رضي الله عنه کان روایت آهي ته اهو هڪ ڏينهن نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن سان سج لهڻ وقت مسجد ۾ حاضر هو ته پاڻ کيس مخاطب ٿي فرمايائون ته ”اي ابا ذر! تون ڄاڻين ٿو ته سج ڪٿي لهندو آهي؟ ابو ذر عرض ڪيو ته ”الله ۽ ان جو رسول ئي بهتر ڄاڻن ٿا“ پاڻ فرمايائون ته ”سج هلندو رهندو آهي تان جو اهو عرش جي هيٺان پهچي سجدو ڪندو آهي“ پوءِ فرمايائون ته ”هن آيت ۾ مستقر مان اهو ئي مراد آهي“ (۱) حضرت عبدالله بن عمر رضي الله عنهما کان به اهڙي مضمون جي حديث روايت ڪيل آهي ان ۾ ڪجهه وڌيڪ الفاظ آهن جن جو مفهوم هي آهي ته سج هر روز عرش جي هيٺان وڃي سجدو ڪندو آهي ۽ نئين دوري جي اجازت طلب ڪندو آهي اجازت ملڻ تي نئون دورو شروع ڪندو آهي تان جو هڪ اهڙو ڏينهن ايندو جڏهن ان کي نئين دوره ڪرڻ جي اجازت نه ملندي بلڪ کيس حڪم ملندو ته جنهن طرف کان آيو آهين ان طرف موٽي وڃ يعني مغرب جي طرف کان آيو آهين وري اتاهين کان اڀري اچ جنهن ڏينهن ائين ٿيندو ته اها قيامت جي قريب هجڻ جي نشاني هوندي ۽ ان وقت توبه ڪرڻ ۽ ايمان آڻڻ جا دروازا بند ڪيا ويندا ان وقت ڪنهن گناهه ۾ مبتلا ٿيل جي گناهه کان ۽ شرڪ ۽ ڪفر ۾ مبتلا ٿيل جي شرڪ ۽ ڪفر کان توبه قبول نه ٿيندي (۲)

حديث جي هن روايت مان معلوم ٿئي ٿو ته مستقر مان مراد مڪاني مستقر آهي يعني اها جاءِ جتي سج جي حرڪت جو هڪ دور پورو ٿئي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته اها جاءِ عرش جي هيٺان آهي ان صورت ۾ آيت جو مطلب هي ٿيندو ته سج هر روز هڪ خاص قرار واري جاءِ ڏانهن هلي ٿو ۽ اتي پهچي الله جل شانہ جي بارگاه ۾ سجدو ڪري اڳئين دوري جي اجازت گهري ٿو ۽ اجازت ملڻ تي ٻيو دورو شروع ڪري ٿو پر واقعات ۽ مشاهدات ۽ هيئت ۽ فلڪيات جي بيان ڪيل اصولن جي بناء تي ان ۾ متعدد قوي اعتراض ٿين ٿا.

۱- ته الله جل شانہ جي عرش جي جيڪا ڪيفيت قرآن ۽ سنت مان سمجهي وڃي ٿي اها هيءَ آهي ته اهو سڀني زمينن ۽ آسمانن تي محيط آهي هيءَ زمين ۽ سڀئي

آسمان سڀني سيارن ۽ ستارن سان گڏ عرش جي گهيري ۾ ان جي اندر آهن ان لحاظ سان سج ته هميشه هرحال ۾ ۽ هر وقت عرش جي هيٺان آهي ته لهڻ کان پوءِ عرش جي هيٺان وڃڻ جو مطلب ڇا؟

٢- ته عام مشاهدو آهي ته سج جڏهن ڪنهن جاءِ کان لهندو آهي ته ٻيءَ جاءِ تان اڀرندو آهي ان جي ڪري ان جو اڀرڻ ۽ لهڻ هر وقت هرحال ۾ جاري آهي ته لهڻ کان پوءِ عرش جي هيٺان وڃڻ ۽ سجدي ڪرڻ جي معنيٰ ڪهڙي آهي؟

٣- هن حديث جي ظاهر مان اهو معلوم ٿو ٿئي ته سج پنهنجي مستقر تي پهچي وقفه ڪري ٿو جنهن ۾ الله جل شانہ جي بارگاہ ۾ سجدو ڪري ايندڙ دوري جي اجازت وٺي ٿو حالانڪ کليل مشاهدو اهو آهي ته سج جي هلڻ ۾ ڪنهن وقت به انقطاع ناهي ۽ وري سج جو اڀرڻ ۽ لهڻ مختلف مقامات جي اعتبار سان هر وقت ٿيندو رهي ٿو ته اهو وقفه ۽ سڪون به هر وقت هجڻ کپي جنهن جو نتيجو اهو هجي ته سج کي ڪنهن وقت به حرڪت نه هجي. اهي اعتراض صرف رياضي ۽ فلڪيات جي علوم ۽ فنون جا ناهن مشاهدات ۽ واقعات جا آهن جن کان نظر ڦيرائي نه ٿي سگهجي ۽ فني اعتبار سان فلڪ الافلاڪ جي تابع سج جي روزانو حرڪت ۽ سج جو چوٿين آسمان ۾ مرڪوز هجڻ بطليموسي نظريه آهي جنهن جي خلاف ان کان پهريان به فيثا غورث ان جي نظريه جي مخالفت ڪئي هئي. ۽ اڄ ڪالھ جي نئين تحقيقات بطليموسي نظريه جي غلطي ۽ فيثاغورث جي نظريه جي صحت کي يقين جي قريب ڪيو آهي ۽ هاڻي جي خلائي سفرن ۽ ڇنڊ ٽائين انسان جي رسائيءَ جي واقعات ايتري ڳالهه يقيني ڪئي آهي ته سڀئي سيارا آسمان کان هيٺ فضا ۾ آهن آسمان ۾ اندر مرڪوز ناهن قرآن ڪريم جي آيت جيڪا عنقريب اچي رهي آهي ”كُلُّ فَيِّ فَلَكٍ يَسْبَحُون“ ان سان به ان نظريه جي تصديق ٿئي ٿي ان نظريه ۾ ته اهو به آهي ته هي روزانو لهڻ ۽ اڀرڻ سج جي حرڪت نه پر زمين جي حرڪت سان آهي ان فني نظريه جي اعتبار سان مذڪور حديث تي هڪ وڌيڪ اعتراض ٿئي ٿو انهن جو جواب سمجهڻ کان پهريان هيءَ ڳالهه پيش نظر رهڻ گهرجي ته جيتري

قدر مذڪوره آيت جي تصريح آهي ان تي مذڪوره اعتراضات مان قرآن ڪريم تي ڪوبه اعتراض نه ٿو ٺهي آيت جو مطلب صرف اهو آهي ته سج کي الله جل شانہ هڪ اهڙي نظام سان منظم ۽ مستحڪم حرڪت سان لڳايو آهي جو اهو پنهنجي مستقر ڏانهن هڪ حالت تي هلندو رهي ٿو جيڪڏهن ان مستقر مان مراد مستقر زماني ورتو وڃي يعني قيامت جو ڏينهن ته مطلب هي ٿيندو ته سج جي حرڪت قيامت تائين هميشه هڪ حال تي جاري رهندي ۽ قيامت جي ڏينهن ختم ٿي ويندي ۽ جيڪڏهن مستقر مڪاني مراد وٺجي ته به ان جو مستقر مدار شمسيءَ جي ان نقطه کي چئي سگهجي ٿو جتان کان تخليق جي وقت سج حرڪت شروع ڪئي هئي ان نقطه تي پهچي ان جي رات ڏينهن وارو هڪ دور ختم ٿئي ٿو ڇو ته اهو ئي نقطه ان جي سفر جي انتها آهي اتي پهچڻ کان پوءِ ان جي نئين دور جي ابتداء ٿيندي آهي رهيو اهو سوال ته اهو نقطه ڪٿي ۽ ڪهڙو آهي؟ جتان کان سج جي ابتدائي حرڪت شروع ٿي قرآن ڪريم اهڙن غير ضروري بحثن ۾ ماڻهن کي الجھائي نه ٿو جنهن جو تعلق ان جي ڪنهن ديني يا دنياوي فائدي سان ناهي هي بحث به اهڙي قسم جو آهي ان جي ڪري قرآن ڪريم اصل مقصد ڏانهن توجه ڏياريو آهي ۽ اهو مقصد الله جل شانہ جي قدرت ۽ حڪمت ڪامله جي خاص مظاهر جو بيان آهي ته هن جهان ۾ سڀ کان وڏو ۽ سڀ کان وڌيڪ روشن ڪره آفتاب آهي اهو به نه پاڻهي ٺهيو آهي نه پاڻهي چري ٿو نه پاڻهي باقي رهي سگهندو اهو پنهنجيءَ ان رات ڏينهن واري حرڪت ۾ هر وقت الله جل شانہ جي اجازت ۽ مشيت جو محتاج آهي جيترا اعتراض مٿي لکيا ويا آهن انهن مان ڪوبه مذڪوره آيتن تي نه ٿو ٺهي البت اهي انهن حديثن تي ٿي سگهن ٿا جن ۾ مذڪور آهي ته سج لهڻ کان پوءِ عرش جي هيٺان سجدو ڪري اجازت گهري ٿو انهن جي جواب کان اڳي هيءَ ڳالهه ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته آسماني ڪتابن ۽ انهن کي آئيندڙن نبين عليهم الصلوة والسلام هميشه الله جل شانہ جي مخلوق کي آسمانن ۽ زمين واري مخلوق ۾ غورو تدبر ڪرڻ جي دعوت ڏني آهي ۽ ان سان الله تعاليٰ جي وجود، توحيد، علم ۽ قدرت تي استدلال

ڪيو آهي پر انهن ۾ تدبر ان حد تائين شرعي مطلوب آهي جنهن حد تائين ان جو تعلق انسان جي دنياوي ۽ معاشرتي ضرورت يا ديني ۽ اخروي ضرورت سان آهي ان کان وڌيڪ خالص فلسفيانه تدقيق ۽ شين جي حقائق ۾ اونهو وڃڻ جي فڪر ۾ الله جل شانہ جي عام خلق کي نہ وڌو ويو آهي ڇو تہ اول تہ شين جي حقيقتن جو پورو علم حڪيمن ۽ فلسفين جي ان متعلق پوريون عمريون ڳارڻ جي باوجود انهن کي بہ حاصل ناھي عام ماڻھو تہ ڪنھن ڳالھہ ۾ ناھن وري اھو حاصل بہ ٿي وڃي ۽ ان مان نہ انھن جي ديني ضرورت پوري ٿئي نہ دنياوي تہ ان بي مقصد بحث ۾ عمر وڃائڻ ۽ مال ضايع ڪرڻ کان سواءِ ڇا فائدو؟ قرآن ڪريم ۽ انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام جو آسمان ۽ زمين واري مخلوقات ۽ ان جي تغيرات ۽ انقلابات سان دليل وٺڻ صرف ان حد تائين آهي جيڪو هر انسان کي مشاهدي، غور ۽ فڪر سان ٿي سگهي فلسفہ ۽ رياضيءَ جون فني تدقيقات جيڪي صرف حڪماءَ ۽ علماءِ ٿي ڪري سگهن ٿا نہ انھن تي استدلال جو مدار رکي سگھجي ٿو ۽ نہ ان ۾ غور ۽ خوض جي ترغيب ڏني وڃي ٿي ڇو تہ الله جل شانہ تي ايمان ۽ ان جي پيغام تي عمل هر انسان تي فرض آهي عالم هجي يا جاهل مرد هجي يا عورت شهري هجي يا بهراڙيءَ جو ڪنهن جبل يا ٻيٽ ۾ رهندڙ هجي يا ڪنهن آباد شهر ۾ ان جي ڪري پيغمبرانه تعليم عوام جي نظر ۽ ان جي عقل ۽ فهم جي مطابق هوندي آهي جنهن ۾ ڪنهن فني مهارت جي ضرورت نہ پوندي آهي نماز جي وقتن جي سڃاڻ، قبلي جي طرف جو متعين ڪرڻ، مهينن، سالن ۽ تاريخن جو ادراڪ انهن سڀني شين جو علم رياضيءَ جي ذريعي بہ حاصل ڪري سگھجي ٿو پر اسلامي شريعت انهن مان ڪنهن بہ شئي جو مدار رياضيءَ جي فني تحقيقات تي پرکڻ جي بجاءِ عام مشاهدات تي رکيو آهي مهينا، سال ۽ انهن جون تاريخون قمري حساب سان رکيون ۽ ڇنڊ جي بيهڻ يا نہ بيهڻ جو مدار صرف ڏسڻ ۽ مشاهدي تي رکيو روزي ۽ حج جا احڪام انهيءَ بنياد تي متعين ڪيا ويا بعضي ماڻهن رسول الله صلي الله عليه وسلم جن کان ڇنڊ جي گهٽجڻ ۽ وڌڻ، لڪڻ ۽ ظاهر ٿيڻ جو راز پڇيو تہ قرآن ڪريم ان جو

جواب هي ڏنو ”قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ“ يعني فرمايو ته اهي سڀئي تغيرات ان مقصد جي لاءِ آهن ته اوهان ان سان مهيني جي شروعات ۽ پورو ٿيڻ ۽ ان جون تاريخون معلوم ڪري حج وغيره جا ڏينهن متعين ڪري سگهو ان جواب انهن پڇندڙن کي تنبيه ڪري ڇڏي ته اوهان جو اهو سوال ڪنهن مقصد وارو ناهي ان حقيقت کي معلوم ڪرڻ تي اوهان جو ڪو ديني يا دنياوي ڪم رکيل ناهي اوهان سوال اهڙيءَ شيءِ جو ڪيو جنهن سان اوهان جو ڪو ديني يا دنياوي ڪم وابسته هجي ان تمهيد کان پوءِ اصل معاملي تي غور ڪيو ته مذڪوره آيتن ۾ الله جل شانہ پنهنجي قدرت ڪامله ۽ حڪمت بالغه جي ڪجهه مظاهر جو ذڪر ڪري انسان کي پنهنجي توحيد، علم ۽ قدرت ڪامله تي ايمان آڻڻ جي دعوت ڏني آهي انهن مان سڀ کان اول زمين جو ذڪر ڪرڻ فرمايائين جيڪا هر وقت اسان جي اکين جي آڏو آهي ”وَآيَةُ لَهُمُ الْأَرْضُ“ ان کان بعد ان تي مينهن وسائي وڻ ۽ ٻيا سلا جمائن جو ذڪر ڪيل آهي جن کي هر انسان ڏسي ۽ ڄاڻي ٿو ”أَحْيَيْنَاهَا“ ان کان بعد الله تعالى آسمان ۽ آسماني فضا جي متعلق شين جو ذڪر شروع ڪري پهريان رات ۽ ڏينهن جي هر روز واري انقلاب جو ذڪر فرمايو آهي ”وَآيَةُ لَهُمُ اللَّيْلُ“ ان کان بعد سج ۽ چنڊ جو ذڪر فرمايو جيڪي سيارا ۽ ستارن ۾ سڀ کان وڏا آهن انهن مان پهريان سج جي متعلق فرمايائين ”وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَالِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ ۽ سج پنهنجي قرار واري جاءِ ڏانهن هلي ٿو اها غالب، ڄاڻندڙ جي تقدير آهي ان ۾ غور ڪرڻ سان واضح ٿئي ٿو ته ان جي ٻڌائڻ جو مطلب هيءُ آهي ته سج خود بخود پنهنجي ارادي ۽ پنهنجيءَ قدرت سان ڪونه ٿو هلي بلڪ هي هڪ عزيز وعليم جي مقرر ڪيل نظام جي تابع هلي رهيو آهي نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن سج لهڻ جي قريب حضرت ابو ذرغفاري رضي الله عنه کي هڪ سوال ۽ جواب جي ذريعي ان حقيقت تي متنبه هجڻ جي هدايت فرمائي جنهن ۾ فرمايائون ته سج لهڻ کان پوءِ عرش جي هيٺان الله جل شانہ کي سجدو ڪندو آهي ۽ وري ايندڙ دوره شروع ڪرڻ جي اجازت گهرندو آهي جڏهن کيس اجازت ملندي آهي ته

دستور جي مطابق اڳتي هلندو آهي ۽ صبح جو مشرق واري طرف کان اڀرندو آهي ان جو نتيجو ان کان وڌيڪ ناهي ته سج جي اڀرڻ ۽ لهڻ سان عالم دنيا ۾ هڪ نئون انقلاب ايندو آهي جنهن جو مدار سج تي آهي نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن ان انقلابي وقت کي انساني تنبيه جي لاءِ موزون سمجهي هيءَ تلقين فرمائي ته سج کي پنهنجي مرضيءَ سان هلڻ وارو خود مختار نه سمجهو هي صرف الله تعالى جي اذن ۽ مشيت سان هلي رهيو آهي ان جو هر اڀرڻ ۽ لهڻ الله جي اذن سان هوندو آهي ان جي اجازت جو تابع آهي ۽ ان فرمان جي تابع هجڻ کي ئي سجدو قرار ڏنو ويو آهي ڇو ته هر شيءِ جو سجدو ان جي حال جي مناسب هوندو آهي جيئن قرآن ڪريم صراحتاً فرمايو آهي ”كُلُّ شَيْءٍ عِلْمٌ صَلَوَاتُهُ وَتَسْبِيحُهُ“ يعني ساري مخلوق الله جي عبادت ۽ تسبيح کي ڄاڻي (۽ ان ۾ مشغول رهي) ٿي مگر هر هڪ جي عبادت ۽ تسبيح جو طريقو جدا آهي جيڪو ان کي سيکاريو وڃي ٿو. ان جي ڪري سج جي سجدي ڪرڻ جي معنيٰ مٿو ڪوڙڻ ناهي ۽ جڏهن قرآن ۽ سنت جي تصريحات جي مطابق الله جل شانہ جو عرش سڀني آسمانن، سيارن ۽ زمينن کي محيط آهي ته اهو ظاهر آهي ته سج هر وقت، هر جاءِ ۾ عرش جي هيٺان آهي ۽ جڏهن تجربو شاهد آهي ته سج جڏهن هڪ جاءِ تي لهندو آهي ته ٻيءَ جاءِ تي اڀرندو آهي ان جو هر لمحو اڀرڻ ۽ لهڻ کان خالي ناهي ته ان جو عرش جي هيٺان رهڻ به هرحال ۾ دائمي آهي ۽ اڀرڻ ۽ لهڻ به هرحال ۾ آهي ان جي ڪري حديث جي مضمون مان حاصل هي آهي ته سج پنهنجي پوري دوري ۾ عرش جي هيٺان الله جل شانہ جي بارگاهه ۾ سجدي ۾ هوندو آهي يعني ان جي اجازت ۽ فرمان جي زير تابع حرڪت ڪندو آهي ۽ اهو سلسلو اهڙي طرح قرب قيامت تائين جاري رهندو تانجو قيامت جي بلڪل قريب قيامت جي نشانين ظاهر ڪرڻ جو وقت ايندو ته سج کي پنهنجي مدار تي اڳتي دوره شروع ڪرڻ جي بجاءِ پوئتي موٽي وڃڻ جو حڪم ٿيندو ۽ پوءِ اهو اولهه طرف کان اڀرندو ۽ ان وقت توبه جا دروازا بند ٿي ويندا ڪنهن جو به ايمان ۽ توبه ان وقت مقبول نه ٿيندا خلاصه مطلب هي آهي ته سج لهڻ جي تخصيص ۽ ان

کان پوءِ عرش جي هيٺان وڃي اتي سجدي ڪرڻ ۽ اڳئين دوره جي اجازت گهرڻ جا جيڪي واقعات هن روايت ۾ بيان ڪيا ويا آهن اهي پيغمبرانه مؤثر تعليم جي مناسب بالڪل عوامي نظر جي اعتبار سان هڪ تمثيل آهي نه ان مان اهو لازم ٿو اچي ته اهو انسان وانگر زمين تي سجدو ڪري ٿو ۽ نه ان جي سجدي ڪرڻ وقت ان جي رفتار ۾ ڪو وقفه اچي ٿو ۽ نه اهو لازم ٿو ٿئي ته اهو ڏينهن ۽ رات ۾ ڪنهن خاص جاءِ تي صرف هڪ سجدو ڪري ٿو، ۽ نه اهو ته اهو صرف لهڻ کان پوءِ عرش جي هيٺان وڃي ٿو مگر ان انقلابي وقت ۾ جڏهن سڄي دنيا ڏسي رهي آهي ته سج اسان کان غائب ٿي رهيو آهي ان وقت ان کي تمثيل طور ان کي ان حقيقت کان آگاهه ڪيو ويو ته هي جو ڪجهه ٿئي پيو اهو درحقيقت سج جي عرش جي هيٺان فرمان جو تابع ٿي هلڻ سان ٿي رهيو آهي سج پاڻ ڪابه قدرت ۽ قوت نه ٿو رکي ته جهڙي طرح ان وقت مدينه منوره جا رهاڪو پنهنجي جاءِ تي هي محسوس ڪري رهيا هئا ته هاڻي سج سجدو ڪري اڳئين دوري ڪرڻ جي اجازت وٺندو اهڙي طرح جتي جتي، به اهو لهندو سڀني جي لاءِ سبق حاصل ڪرڻ جي تلقين ٿي وئي ۽ معاملي جي حقيقت هي نڪتي ته سج پنهنجي مدار ۾ حرڪت جي درميان الله تعاليٰ کي سجدو به ڪندو آهي ۽ اڳتي هلڻ جي اجازت به گهرندو آهي ۽ ان سجدي ۽ اجازت وٺڻ جي لاءِ ان کي ڪنهن سڪون ۽ وقفه جي ضرورت نه رهندي آهي ان بيان سان مذڪوره حديث ۾ نه مشاهدات جي لحاظ سان ڪو شبهو رهي ٿو نه هيئت ۽ رياضيءَ جي قانونن جي لحاظ سان ۽ شمسي نظام ۽ سيارات جي چُر پُر ۾ بطليموسي تحقيق صحيح هجي يا فيثا عورث واري تحقيق جيڪا هلندڙ دور جي نئين تحقيقات سان تائيد ڪيل آهي ٻنهي صورتن ۾ حديث مذڪور تي ڪو شبهو ۽ اشڪال باقي نه ٿو رهي.

سوال:

حديث مذڪور ۾ سج جو سجدو ڪرڻ ۽ اڳئين دوري جي اجازت طلب ڪرڻ مذڪور آهي اهو ڪم ته اهي ڪن جن کي حياتي، علم ۽ عقل هجي سج ۽

چند بي جان، بي شعور مخلوق آهن اهي سجدا ڪري موڪل ڪيئن گهرندا؟

جواب:

اها ڳالهه قرآن ڪريم جي آيت ”وَأَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ“ جي تفسير ۾ سمجهايل آهي اسين جن شين کي بي جان، بي شعور ۽ بي عقل سمجهندا آهيون اهي به درحقيقت روح، جان، عقل ۽ شعور جو هڪ خاص حصو رکن ٿيون البت انهن جي حياتي، عقل ۽ شعور انسان ۽ حيوان جي مقابلي ۾ ايترو گهٽ آهي جو عام طور انهن جو احساس نه ٿيندو آهي پر انهن جي نفی تي به ڪو شرعي يا عقلي دليل موجود ناهي ۽ قرآن ڪريم جي مذڪوره آيت ۾ انهن جو حياتي، عقل ۽ شعور وارو هجڻ ثابت ڪيو ويو آهي ۽ جديد تحقيقات به ان کي تسليم ڪيو آهي.

٢- قرآن ڪريم جي مذڪوره تصريحات سان هيءَ ڳالهه واضح طور ثابت ٿي ته سج ۽ چند ٻئي متحرڪ، هلندڙ آهن جيڪي هڪ ميعاد تائين هلي رهيا آهن ان سان ان جديد نظريه جي نفی ٿئي ٿي جنهن ۾ سج جي حرڪت کي تسليم نه ڪيو ويو آهي.

٣- ”وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ“ (۽ اسان چند جون منزلون مقرر ڪيون آهن تانجو، اهو موٽي ڪجيءَ جي پراڻيءَ ڪاٺيءَ وانگر بنجي ٿو) ”عُرْجُونِ“ ڪجيءَ جي وڻ جي سڪل ٿاريءَ کي چيو ويندو آهي جيڪا مڙي ڪمان وانگر ٿيندي آهي ۽ ”مَنَازِلَ“ منزل جو جمع آهي لهڻ جي جاءِ کي منزل سڏبو آهي الله جل جلاله سج ۽ چند ٻنهي جي رفتار لاءِ خاص حدون مقرر فرمايون آهن جن مان هر هڪ کي منزل چيو وڃي ٿو چند جڏهن ته پنهنجو دورو هڪ مهيني ۾ پورو ڪري ٿو ان جي ڪري ان جون منزلون ٿيه يا اوڻ ٿيه هونديون آهن ۽ جڏهن ته هر مهيني ۾ چند گهٽ ۾ گهٽ هڪ ڏينهن غائب هوندو آهي ان جي ڪري عموماً ان جون منزلون اٺاويھ (٢٨) چيون وينديون آهن علم هيئت ۽ علم رياضيءَ وارن انهن منزلن جا انهن ستارن جي مناسبت سان خاص خاص نالا رکيا آهن جيڪي انهن

منزلن جي برابر ۾ هوندا آهن عرب جي جاهليت واري دور ۾ به انهن ئي نالن سان منزلون متعين ڪيون وينديون هيون قرآن ڪريم انهن اصطلاحن نالن کان گهڻو مٿي آهي ان جي مراد صرف اهي فاصلا آهن جن کي چند خاص خاص ڏينهن ۾ طي ڪندو آهي فرق صرف هي آهي ته چند جون منزلون مشاهدي سان سڃاتيون وينديون آهن ۽ سج جون منزلون رياضيءَ جي حساب سان ”حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ“ ۾ چند جي آخري مهيني واري ڪيفيت بيان ڪيل آهي جڏهن اهو چوڏهين جي رات بدر ڪامل بنجڻ کان پوءِ گهٽجندو گهٽجندو هڪ ڪمان جي صورت اختيار ڪندو آهي عربن جي ماحول جي مناسب ان جو مثال ڪجيءَ جي ان سڪل ناريءَ سان ڏٺو ويو آهي جيڪا پهرين تاريخ جي چند وانگر ٿيندي آهي.

وَايَةً لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِّ

۽ هڪ نشاني انهن جي لاءِ (هيءَ آهي ته) بلاشڪ اسان ڪنيو اولاد انهن جي کي ٻيڙيءَ

الْمَشْحُونِ لَا (٤١) وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا

پريل ۾ ۽ پيدا ڪيو سون انهن جي لاءِ ان جهڙيون (اهي سواريون) جن تي

يَرْكَبُونَ (٤٢) وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ

سوار ٿيڻ ٿا ۽ جيڪڏهن گهرون اسين ته ٻوڙيون انهن کي پوءِ ناهي ڪو دانهن ٻڌندڙ انهن جي

وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ لَا (٤٣) إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ (٤٤)

۽ نه اهي ڇڏايا ويندا مگر رحمت ٿي اسان جي طرفان ۽ آسودو ڪرڻ مقرر وقت تائين.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ پنهنجن ٻانهن تي اهو احسان بيان فرمايو ته ان

سندن جي لاءِ زمين کي آباد ڪرڻ فرمايو ۽ هتي وري بي نعمت ارشاد ٿي رهي آهي ته ان سندن جي لاءِ سمنڊ ۾ واٽون ۽ رستا تيار فرمايا آهن ارشاد باري آهي ”وَاَيُّهَا لَهُمْ اَنَا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِّ الْمَشْحُونِ“ ۽ انهن جي لاءِ هڪ نشاني اها آهي ته اسان سندن اولاد کي پيريل ٻيڙين ۾ کنيو آهي هن آيت ۾ سمنڊ ۽ ان سان متعلق شين ۾ الله جل شانہ جي قدرت جي مظاهر جو ذڪر آهي ته الله تعاليٰ ٻيڙين کي وڏي وزن واري بار سان پيريل هجڻ جي باوجود پاڻيءَ جي سطح تي هلڻ جي قابل بنايو جو پاڻي انهن کي غرق ڪرڻ جي بجاءِ پري فاصلي وارن ملڪن تائين پهچائي ٿو.

سوال:

ٻيڙين ۾ ته اهي پاڻ به چڙهندا هئا پوءِ ”ذُرِّيَّتَهُمْ“ (انهن جي اولاد کي کنيو سون) ڇو چيو ويو؟

جواب:

شايد ان جي لاءِ ته انسان جو وڏو بار ان جو اولاد هوندو آهي خاص ڪري جڏهن اهو هلڻ ڦرڻ جهڙو نه هوندو آهي تڏهن اهو ارشاد ٿيو آيت جو مطلب هي آهي ته صرف اوهان انهن ٻيڙين ۾ سوار نه آهيو بلڪ نندا پار ۽ ضعيف ماڻهو ۽ انهن جو سڀ سامان به هي ٻيڙيون کڻن ٿيون.

”وَحَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ“ ۽ اسان انهن جي لاءِ ان جي مثال آهي شيون پيدا ڪيون جن تي سوار ٿين ٿا. هن آيت جي لفظ ”مِنْ مِثْلِهِ“ ۾ وڏي وسعت آهي يعني ٻيڙين، لاڇن کي ته سمنڊ سان عبور ڪرڻ ۽ سامونڊي سفر طي ڪرڻ جي لاءِ پيدا ڪيوسون پر اهڙيون ٻيون به ڪيترا قسم سواريون پيدا ڪيون اٿئون جيئن اٺ - گهوڙا - خچر، گڏهه ريل، موٽر، ٽرڪون، بسون، هوائي جهاز وغيره سڀ ان ۾ داخل آهن مفسر مجاهد جو قول آهي ته ”ان الابل سفن البر - اٺ ميدان جون ٻيڙيون آهن ۽ ان ۾ ٻيا چوپايا ۽ هر سواريءَ جي شيءِ داخل آهي (١) ”وَلَنْ

تَشَاءُ نَعْرِقَهُمْ فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ لَا جِيكَدْهَن اسين گهرون ته انهن کي
 ٻوڙي ڇڏيون پوءِ نه انهن جي لاءِ ڪو دانهن ٻڌندڙ هوندو ۽ نه اهي ڇڏايا ويندا.
 يعني اسين جنهن کي ٻوڙڻ جو فيصلو ڪندا سون ته انهن جو نه ڪو دانهن ٻڌندڙ
 هوندو ۽ نه انهن کي ڪو موت کان ڇڏائي سگهندو. هن آيت ۾ مشرڪن جي انهن
 سڀني خيالن جي ترديد ٿي وئي جيڪي پنهنجن بتن کي الله جل شانہ جي مقابلي ۾
 بچائيندڙ ۽ ڇڏائيندڙ سمجهندا هئا. اخبارن ۾ ايندڙ انهن خبرن تي به آيت سڄي
 اچي ٿي جن ۾ ٻڌايو ويندو آهي ته فلاڻي جاءِ تي يا فلاڻي سمنڊ ۾ هوائي جهاز
 ڪري تباهه ٿي ويو ۽ ان ۾ سوار ٿيڻ وارا به ختم ٿي ويا وائر لیس، لاسلڪي وغيره
 جو سمورو انتظام بيڪار رهجي وڃي ٿو ڪير به ائهن جي مدد ڪري نه ٿو سگهي
 ”إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ“ مگر اسان جي طرفان رحمت ۽ مقرر وقت تائين
 ڪنهن کي نفعو ڏيڻ مطلب ته ڪنهن کي الله جي رحمت پهچي يا ڪنهن جي لاءِ
 ڪنهن مقرر وقت تائين زندگيءَ جي دوران لذتون حاصل ڪرڻ مقدر آهي ته پوءِ
 اهي ٻڌل به تري ايندا ۽ مئل به زنده ٿي پوندا. جيئن حضرت عزيز عليه الصلوة
 والسلام کي سؤ سال کان پوءِ وري زنده ڪري اٿاريو ويو وغيره وغيره. يا مراد
 آهي ته اسان انهن کي رحمت سان نوازي ۽ دنيوي لذتون حاصل ڪرڻ جي لاءِ ٻڌڻ
 کان بچائي زندگي ڏني آهي. (١)

فائدا:

مذڪوره آيتن تي غور ڪرڻ سان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

١- ”وَايَةُ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُم فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ“ (۽ انهن جي لاءِ هڪ)

نشاني هيءُ آهي جو اسان انهن جي اولاد کي پيريل ٻيڙيءَ ۾ کنيو) مان مراد هڪ
 قول مطابق حضرت نوح عليه الصلوة والسلام جي ٻيڙي آهي جنهن ۾ ان تي ايمان
 آڻڻ وارا انسان سوار هئا ۽ جڏهن ته انهن جو اولاد به انهن جي پٺين ۾ هو ته ان
 اولاد جي کڻڻ کي بيان ڪيو ويو آهي. (٢)

٢- "وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقِذُونَ" (۱) جيڪڏهن اسين

انهن کي ٻوڙڻ گهرون ته پوءِ ڪوبه سندن دانهن ٻڌندڙ نه هوندو ۽ نه اهي ڇڏايا ويندا) مان واضح ٿيو ته ٻيڙين ۾ سوار ٿيندڙن کي پار پڄائيندڙ به الله جل شانہ آهي لھذا ڪوبه پنهنجي صنعت، ڪاريگريءَ تي ناز نه ڪري.

٣- إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ (مگر اسان جي طرفان رحمت ۽ هڪ وقت

تائين نفعو ڏيڻ) مان واضح ٿيو ته ٻيڙين وارا الله جي رحمت ۽ عمر ۾ لکيل نفعي وٺڻ جي ڪري پار پهچن ٿا. ٻڌن نه ٿا. (٢)

سوال:

مذڪوره آيت ۾ ارشاد ٿيو ته جيڪڏهن اسين ڪنهن کي ٻوڙڻ گهرون ته انهن جي ڪو دانهن ٻڌندڙ نه هوندو ۽ نه اهي ڇڏايا ويندا ته پوءِ اهل السنة والجماعة وارا ڪيئن چوندا آهن ته سيدنا عبدالقادر جيلاني عليه الرحمة يا ٻين بزرگن جي دعا سان ٻڌل ٻيڙيا ۽ انهن ۾ سوار ماڻهو جيئرا ٿي تري آيا هئا؟

جواب:

انهن جو ترڻ الله جل شانہ جي فرمان ”إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا“ سان آهي جڏهن ڪو ٻيڙو ۽ ان ۾ سوار ماڻهو غرق ٿي ويا ته عام ماڻهو ته ان کي نه ٿو ڪڍي سگهي پر الله جل شانہ جي صالحن ٻانهن جي دعا سان الله جل شانہ جي رحمت پهچي ٿي ۽ پوءِ ٻڌل به تري اچن ٿا. ان کي الله جل شانہ جي مقابلي ۾ نه سمجهڻ گهرجي پر ان جي ئي رحم ۽ ڪرم شاسندسولين جي ڪرامت سان ٻڌل تري آيا ۽ ايندا رهندا.

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

۽ جڏهن چيو ويندو آهي انهن کي ته ڊڄو ان (عذاب) کان جيڪو اوهان جي اڳيان ۽ اوهان جي

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (٤٥) وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ

پويان آهي تانت اوهان رحم ڪيا وڃو ۽ نه ٿي اچي انهن وٽ ڪا نشاني

مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ (٤٦)

سندن رب جي نشانين مان مگر هئا ان کان منهن موڙيندڙ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ

۽ جڏهن چيو ٿو وڃي انهن کي ته خرچ ڪيو ان مان جيڪو رزق ڏنو اوهان کي الله ته چيو انهن

كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ

جن ڪفر ڪيو انهن کي جن ايمان آندو ته ڇا ڪاريون اسين ان کي جو جيڪڏهن گهري ها الله ته

أَطْعَمَهُمْ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (٤٧)

ڪارائي ها ان کي ناهي — اوهان مگر ڪليل گم راهي ۽

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (٤٨)

۽ چون ٿا ته ڪڏهن آهي هي وعده جيڪڏهن آهي سو سچا

مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ

نه ٿا انتظار ڪن مگر هڪ سخت آواز جو جيڪو پڪڙيندو انهن کي حالانڪ اهي

يَخِصِّمُونَ (٤٩) فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ

جه — ڪندا هوندا پوءِ نه ڪري سگهندا وصيت ۽ نه پنهنجي

أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ٤ (٥٠) وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمُ

اهل ڏانهن موٽندا ۽ ڦوڪ ڏني ويندي ص——ور ۾ پوءِ اتي جو اتي

مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ (٥١) قَالُوا يُؤَيِّنُكُمَا

ڦ——رن مان (اٿي) پنهنجي رب ڏانهن ڊوڙندا چوندا اي ويل آهي

مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سَكَّتَ هَذَا مَا

اسان جي لاءِ ڪنهن اٿاريو اسان کي اسان جي آرام واري جاءِ مان هي اهو آهي جيڪو

وَعَدَ الرَّحْمَنُ. وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ (٥٢) إِنْ كَانَتْ إِلَّا

وعدو ڏنو الله ۽ سچ ڳالھ ايو پي——م——رن نه هوندو اهو مگر

صَيِّحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ (٥٣)

هڪ سخت آواز پوءِ اتي جو اتي آهي سڀئي اسان وٽ حاضر ڪيل آهن

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا

پوءِ اڄ نه ظلم ڪيو ويندو ڪو نفس ڪجهه به نه بدلو ڏنا ويندو مگر

مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (٥٤)

اهو جيڪو ڪندا هيو.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ بيان ڪيو ويو ته ڪافرن آفاقي نشانين کان منهن موڙيو ۽ هتي ارشاد ٿي رهيو آهي ته اهي انهن آيتن کان به منهن موڙين ٿا جيڪي کين ڊيچارڻ جي

لاءِ الله جل شانہ نازل فرمايون آهن فرمان مبارڪ آهي ”وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ“ ۽ جڏهن انهن کي چيو ٿو وڃي ته ان (عذاب) کان بچو جيڪو اوهان جي اڳيان ۽ اوهان جي پٺيان (اچڻو) آهي تانت اوهان رحم ڪيا وڃو مطلب ته جڏهن انهن ڪافرن کي نصيحت ڪندي چيو ٿو وڃي ته هوش ڪيو سنڀالي قدم کڻو سڄي عمر گناهن، فسق ۽ فجور ۾ برباد ڪري ڇڏي اٿو الله جي ان عذاب کان بچو جيڪو اوهان جي اڳيان آهي جنهن جو سبب ڪفر اوهان وٽ موجود آهي ۽ پويان اچڻ واري آخرت جي عذاب کان به بچو ان اميد تي ته اوهان رحم ڪيا وڃو الله ڪريم ۽ رحيم راضي ٿي پوندو ته اوهان جي بهتري ۽ ڀلائي ٿيندي ته به اهي ڪفر، شرڪ ۽ براين کان باز نه آيا ”وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ“ ۽ انهن وٽ سندن رب جي آيتن مان ڪابه آيت نه ٿي اچي مگر (هي) ان کان منهن موريندڙ آهن يعني انهن وٽ سندن رب جو ڪلام، قرآن ڪريم ايمان ڏانهن سڏڻ جي دعويٰ جي صحت لاءِ ڪيتريون حجتون، دليل ۽ برهان ڪٿي آيو ته ان جي هر هڪ آيت جو انڪار ڪندي ان کان روگرداني ڪيو بيٺا آهن سندن دلون پٿر کان به سخت بنجي چڪيون آهن (۱)

”وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا رَزَقَكُمْ اللَّهُ قَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اطْعِمُوهُمْ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ اطْعَمُوهُمْ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ“ ۽ جڏهن انهن کي چيو ٿو وڃي ته ان مان خرچ ڪيو جيڪو رزق الله اوهان کي ڏنو آهي ته ڪافر چوڻ لڳا ڇا اسين انهن کي ڪارايون جو جيڪڏهن الله گهري ته انهن کي ڪارائي (اي نصيحت ڪندڙو) اوهان ته بالڪل ڪليءَ گمراهيءَ ۾ آهيو يعني جيڪڏهن دولتمند طبقي کي هيءَ هدايت ڪجي ٿي ته الله جل شانہ جي ڏنل رزق مان مفلس ۽ مسڪينن ٻانهن جي خدمت لاءِ خرچ ڪيو ته اهي وڏي بيحيائيءَ سان ان نصيحت تي چٽر ڪندي چون ٿا ته اوهان اسان کان انهن نادار ۽ مسڪينن جي لاءِ مدد گهرو ٿا جن کي الله جل شانہ سڄو ڪري ڇڏيو. جيڪڏهن الله جل شانہ گهري ها ته هي اهڙا محتاج نه رهن ها. جن کي الله سڄو ڪيو آهي اسين انهن جي مدد نه ڪنداسون.

سرمایہ دارانہ ذہنیت جي عکاسي:

هن آيت ۾ سرمايه دارانه ذهنيت جي ڪيتري صحيح عڪاسي ڪئي وئي آهي پهريان به ان جو اهو حال هو ته هاڻي به ان ۾ ڪا تبديلي نه آئي آهي فرق صرف ايترو آهي ته پهريان صرف ٿورا ماڻهو ان زهريلي ذهن جا مالڪ هئا ۽ هاڻي هن مادي ترقيءَ جي دور ۾ انهن جو تعداد گهڻو وڌي ويو آهي انهن ۾ پهريان ماڻهي ۽ احسان جي ڪجهه نه ڪجهه جهلڪ نظر ايندي هئي اڄ جي هلندڙ دور ۾ يورپ جي ان مشيني دور ماڻهي جي احساس کي به ختم ڪري ڇڏيو آهي اهي ماڻهو جيڪي ڪالهه سرمايه داريءَ جي خلاف بغاوت جو جهنڊو بلند ڪري اٿيا هئا جڏهن اقتدار ۽ دولت جي خزانن جون ڪنجيون سندن هٿن ۾ آيون ته انهن کان اهو نعرو ئي وسري ويو ۽ نانگ بنجي خزانن تي ويهي ويا ۽ محنت ڪش، مزدورن ۽ مسڪينن سان انهن به اهو رويو ورتو. جيستائين الله تعاليٰ جو خوف ۽ قيامت جي ڏينهن جي محاسبه جو يقين دل ۾ پيدا نه ٿيندو ان وقت تائين بي رحميءَ ۽ ظلم جي مٿاڻ لاءِ جيڪا به ڪوشش ڪئي ويندي ان سان زيادتيءَ ۽ ظلم جا نوان دروازا کولندا اقتدار جي ڪرسيءَ سنڀالڻ ۽ ملڪي خزانن تي مڪمل تصرف جو اختيار رکڻ جي باوجود دنيا جي محبت کان اهي ماڻهو پاڻ بچائي سگهندا آهن جن کي نبوت (علي صاحبها الصلوة والسلام) جي فيض کان ڪجهه حصو ملندو آهي ”وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ ۽ چون ٿا ته جيڪڏهن سچا آهيو ته (ٻڌايو) هيءُ وعدو ڪڏهن (اچڻ وارو) آهي هن ۾ انهن ڪافرن جي عقيدتي ڏانهن اشارو آهي انهن جي ذهن ۾ هو ته قرآن ڪريم جيڪو ارشاد فرمايو آهي ”وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا اللَّهَ ۖ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَرَجَ ڪَرڻ جو امر ڪيو آهي انهن ڪمن ۾ ڪو فائدو ناهي ڇو ته ان جي ادا ڪندڙن جي لاءِ ڪيلن وعدن جي ڪا حقيقت ناهي. تڏهن چوڻ لڳا ته: هي وعدو ڏنل ڪڏهن ايندو؟ ”إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ ۾ خطاب انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام سان آهي مطلب ته اي رسالت ۽ نبوت جي دعويٰ ڪندڙو! ڪٿي آهي وعدو ڪيل ڏينهن ۽ انعام؟ (۱)

”مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ“ نه تا انتظار ڪن مگر هڪ سخت آواز جو ۽ اهي (ان وقت) بحث مباحثه ڪندا هوندا. يعني قيامت اهڙي طرح نه ايندي جو ان جو اعلان ڪيو وڃي ته فلاڻي تاريخ هيترو وڃي هيترن منتن تي ڪائنات جو نظام درهر برهر ڪيو ويندو بلڪ ماڻهو پنهنجن ڪمن ۾ مشغول هوندا قيامت قائم ٿيڻ جو ڪنهن کي وهم به نه هوندو. اوچتو حضرت اسرافيل کي خداوندي بارگاهه کان حڪم ملندو ته صور ۾ ڦوڪ ڏئي دنيا کي ختم ڪرڻ جو اعلان ڪر پوءِ هڪ سخت ڪڙڪيدار آواز ٿيندو جنهن سان هر شيءِ درهر برهر ٿي ويندي ”فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ“ (ان وقت اهي) نه وصيت ڪري سگهندا ۽ نه پنهنجي اهل ڏانهن موٽندا. يعني انهن مان ڪير ڪنهن کي ڪا وصيت ڪري به نه سگهندو ته منهن جو فلاڻي ڏي يا فلاڻي جو مون ڏانهن ڪو حق ۽ حساب آهي ۽ نه پنهنجن گهرن ڏانهن موٽي سگهندا جيڪو جتي هوندو اتي ئي مري ويندو سندن لاش گهٽين ۽ گهيڙن ۾ پيا هوندا. ”وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَاذْهَبَ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ“ ۽ صور ۾ ڦوڪ ڏني ويندي پوءِ اهي ان وقت قبرن مان پنهنجي رب ڏانهن تڪڙا تڪڙا ايندا. هن ڦوڪ مان مراد اها ڦوڪ آهي جنهن سان قبرن مان اٿاريا ويندا. پهرين ۽ ٻيءَ ڦوڪ جي وچ وارو عرصو چاليهه سال هوندو. ۽ ڦوڪ ته مستقبل ۾ ايندي پر ”نُفِخَ“ ماضيءَ جو صيغو ان جي يقيني طور واقع هجڻ جي ڪري آندو ويو آهي (١) ”قَالُوا يَوْمَئِذٍ مِّنْ بَعْثْنَا مِّن مَّرْقَدِنَا“ چوندا ته اسان جي هلاڪت آهي اسان کي اسان جي قبرن مان ڪنهن اٿاريو آهي؟ يعني جڏهن صور ۾ ڦوڪ ڏيڻ سان قبرن مان نڪري ٻاهر ايندا ته ائين چوندا. ”هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ“ هيءُ اهو آهي جنهن جو رحمن وعدو ڏنو هو ۽ مرسلن سچ چيو هو يعني هي مرڻ کان بعد اٿڻ، جزا ۽ سزا ڏيڻ وارو پروگرام آهي جنهن جو الله وعدو ڏنو هو ۽ پيغمبرن سڳورن عليهم الصلوة والسلام ان جي اچڻ واري ڳالهه سچي ڪئي هي ”إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَاذْهَبَ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ“ نه هوندو مگر هڪ سخت آواز پوءِ اهي سڀئي اسان وٽ

حاضر ڪيل آهن. مفسر صاوي لکيو آهي ته اهو سخت آواز اسرافيل سڳوري جو هي چوڻ هوندو: اي سڙيل هڏا! ڪٽيل رڳون! متفرق اجزاء! ذرا ذرا ٿيل وارا! الله تعاليٰ اوهان کي امر ٿو فرمائي ته فيصلجي لاءِ گڏ ٿيو پوءِ اهي صور ۾ ڦوڪ سان سڀئي حساب واري جاءِ تي گڏ ٿي ويندا. (١) ”فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ“ پوءِ اڄ ڪو نفس ڪجهه به ظلم نه ڪيو ويندو ۽ اوهان نه جزا ڏنا ويندو مگر جيڪي ڪندا هئو. مطلب ته اڄ قيامت جي ڏينهن ڪوبه نفس برو هجي يا ڀلو ڪنهن به قسم جو ظلم نه ڪيو ويندو ۽ ڪير به ڪنهن جو بار نه کڻندو هر ڪنهن کي سندس ڪيل عمل جو بدلو ڏنو ويندو. مفسرن لکيو آهي ته هيءُ ان جو بيان آهي جيڪو کين آخرت ۾ چيو ويندو جڏهن اهي پنهنجي لاءِ تيار ڪيل عذاب کي ڏسندا ته کين ڪڙڪائي حق جو ثبوت ڏيکاريو ويندو. (٢)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا:

١- ”أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ“ (ڇا اسين انهن کي ڪاريون؟ جو جيڪڏهن الله گهري ها ته انهن کي ڪارائي ها) مان واضح ٿيو ته پاڻ کي بلند سمجهي اهڙا جملا چوڻ ڪفر ۽ ڪافرن جو ڪم آهي مومن مسلمان اهڙا جملا نه چوندو.

٢- ”فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ“ (پوءِ ان وقت اهي قبرن مان پنهنجي رب ڏانهن تڪڙا تڪڙا ايندا) مان واضح ٿيو ته قبرن مان اٿڻ ۽ حساب جي لاءِ پيش ٿيڻ قطعي ۽ يقيني امر آهي ان جو منڪر ايمان کان خارج آهي.

٣- ”تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ“ (انهن کي ان حال ۾ وٺندو جو اهي بحث مباحثو ڪندا هوندا) مان ثابت ٿيو ته قيامت اوچتو ايندي.

٤- ”وَنُفِخَ فِي الصُّورِ“ (۽ صور ۾ ڦوڪ ڏني ويندي) جي وضاحت ڪندي مفسرن لکيو آهي ته: صور ۾ چار ڀيرا ڦوڪ ڏني ويندي ١- هڪ سان جهان فٽائيندو ٢- ٻيءَ سان قبرن مان اٿندا ٣- ٽئين سان هيبت ۾ پئجي بيهوش ٿي ويندا

۴- چوئين سان الله جل شانہ جي اڳيان اچي بيهندا. (۱)
 ۵- ”وَلَا تُجْزَوْنَ الْأَمْكَاتُمْ تَعْمَلُونَ“ (۱) نه بدلو ڏنا ويندو مگر اهو جيڪي
 ڪندا هيئو) مان واضح ٿيو ته قيامت جي ڏينهن هر هڪ سان عدل ٿيندو ڪنهن
 سان به ظلم ۽ زيادتي نه ٿيندي.

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فِكْهُونَ (۵۵) هُمْ وَ

بلاشڪ جنت وارا اڄ هڪ ڪم ۾ خوش ٿيندڙ آهن اهي ۽

أَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَكِئُونَ (۵۶) لَهُمْ فِيهَا

سندن زالون ڇانئون ۾ تختن تي ٿيڪون ————— ڏيندڙ آهن انهن جي لاءِ انهن ۾

فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ (۵۷) سَلَامٌ قَوْلًا

ميو آهن ۽ انهن جي لاءِ اهو (سپ) آهي جيڪي گهرندا. سلام آهي فرمان

مَنْ رَبِّ رَحِيمٍ (۵۸)

ٿي رب، مهربان جي طرفان.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ارشاد ٿيو ته قيامت جو ڏينهن ضرور ٿيندو ۽ هنن آيتن ۾ ان ۾
 پيش ٿيندڙ حالتن جو هنڪ قسم بيان ڪيو ويو آهي فرمان ايزدي آهي ته ”إِنَّ
 أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فِكْهُونَ“ بيشڪ جنت وارا اڄ هڪ ڪم ۾ خوش ٿيندڙ
 آهن يعني بهشت ۾ داخل ٿيڻ وارا ان جي لذتن ۽ نعمتن مان اهڙو فائدو

جو صرف اهو شغل هوندن ٻيو ڪوبه فڪر نه هوندن. ڪين اهڙيون نعمتون ملنديون جيڪي اڳ ۾ نه سندن اکين ڏٺيون هونديون ۽ نه سندن ڪنن ٻڌيون هونديون ۽ نه ڪڏهن ڪنهن بشر جي دل تي چيڪيون هونديون. ان جي ڪري ڪين ٻي ڪابه سوچ نه رهندي ”هُمُ وَازَوْا جُحُمُ فِي ظُلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَكِنُونَ“ اهي ۽ سندن زالون ڇلڻون ۾ تختن تي ٿيڪون ڏيندڙ آهن يعني بهشت وارا پاڻ ۽ سندن گهرواريون ڇانوَڻ ۾ هوندا بهشتي تختن تي ٿيڪون ڏيو ويٺا هوندا اتي نه اس هوندي ۽ نه گرمي ”لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَائِدَاتُ مَعِينٍ“ انهن جي لاءِ انهن ۾ ميوو هوندا ۽ انهن جي لاءِ اهو (سڀ ڪجهه هوندو) جيڪي گهرندا. يعني ڪاٺ، پيٽڻ واريون شيون. جسماني ۽ روحاني لذتون موجود هونديون ”سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ“ سلام فرمان هوندو مهربان رب جي طرفان يعني الله جل شاناهه جي طرفان سندن عزت افزائي جي لاءِ سلام هوندو. جيڪو ملائڪن جي واسطي سان ڪين پهچايو ويندو. (١)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

١- ”إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ“ (بلاشڪ جنت وارا اڄ هڪ ڪم ۾ خوش ٿيندڙ آهن) مان واضح ٿيو ته جنت وارن کي سوين نعمتن سان نوازيو ويندو بهشتي بهارون حسن واريون حورون، رب العزة جل شاناهه جو ديدار، ۽ حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام جن سان گڏ هجڻ وغيره.

٢- ”هُمُ وَازَوْا جُحُمُ فِي ظُلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَكِنُونَ“ (اهي ۽ سندن زالون ڇانوَڻ ۾ تختن تي ٿيڪ ڏيندڙ هوندا) جي وضاحت ڪندي مفسرن پلارن لکيو آهي ته انهن زالن ۾ مومن جون دنيا ۾ نڪاح ڪيل مومن زالون به هونديون ۽ بهشتي حورون به ۽ اهي حورون به زالن جي حيثيت سان هونديون جيئن الله جل شاناهه جو فرمان آهي ”وَرَوَّجْنَهُمْ بِحُورٍ عِينٍ“ (٢) ۽ اسين انهن کي وڏين اکين وارين حورن سان پرڻائيندا سون ٣- ”سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ“ (سلام فرمان ٿي رب مهربان جي طرفان) مان واضح ٿيو ته الله جل شاناهه جو بهشت وارن تي ايترو ڪرم هوندو

جو کين سلام جو فرمان موکليندو ۽ اهو صرف انهن تي پنهنجي رضا ظاهر ڪرڻ لاءِ هوندو.

وَأَمَّا تَزُوا الْيَوْمَ آيَهَا الْمُجْرِمُونَ (٥٩) أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ

۽ جدا ٿيو اڃا اي گنهگارو! ڇا نه فرمان موڪليو هو مون اوهاڻ ڏانهن

يَبْنِيَّ أَدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ

اي آدم جا اولاد! هي ته نه پوڄي — شيطان کي بلاشڪ اهو اوهاڻ جي لاءِ

عَدُوٌّ مُبِينٌ^{٦٠} (٦٠) وَأَنْ أَعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ^(٦١)

دشمن کليل آهي ۽ هي ته منهنجي عبادت ڪيو هيءَ واٽ سڌي آهي

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا

۽ البت تحقيق گمراه ڪيائين اوهاڻ مان گهڻي خلق کي ڇڏيو ته ٿي

تَعْقِلُونَ (٦٢) هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (٦٣) إصْلَوْهَا

سمجهيو اوهاڻ هي جهنم آهي جنهن جو وعدو ڏنا ويا هيئو داخل ٿيو ان ۾

الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (٦٤) الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ

اڃا ان سببان جو كفر ڪندا هيئو اڃا مهر هڻون ٿا انهن جي منهن تي

وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ

۽ ڳالهائيندا اسان سان هٿ انهن جا ۽ شاهدي ڏيندا پير انهن جا

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (٦٥) وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا

ان جي جيڪي ڪيو هوندا ٿئون ۽ جيڪڏهن اسين گهرون ته البت مٽي ڇڏيون

عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصَرُونَ (٦٦)

سندن اکي ————— وٽ پوءِ ڊوڙن ها وٽ س ————— ان پوءِ ڪٿان ڏسندا

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا

۽ جيڪڏهن گهرون ته البت سندن صورتون مٽائي ڇڏيون ها سندن جاين تي پوءِ نه هلي

مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ٤ (٦٤) وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ

سگهن ها ۽ نه موٽي سگهن ها ۽ جنهن کي وڌي عمر ڏيون ٿا ته اونڌو ڪيون ٿا

فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ (٦٨).

ان کي خلقت ۾ ڇا پوءِ نه ٿا سمجهن؟

تفسير:

هنن آيتن کان اڳي آيل آيتن ۾ نيڪوڪارن کي ملندڙ نعمتن جو بيان هو ۽ هتي مجرمين کي ملندڙ سزائن جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَأَمَّا زُورُ الْيَوْمِ إِلَيْهَا الْمُجْرِمُونَ“ اي مجرمو! اڄ جدا ٿي وڃو يعني اڄ مومنن، صالحن کان جدا ٿي جهنم ۾ پنهنجن جاين ۾ داخل ٿي وڃو اوهان کي مومنن سان گڏ رهڻ جو حق ناهي. ”الْمَرْءُ أَعَاهَدَ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ“ ڇا اي انسانو! مون اوهان ڏانهن پنهنجو فرمان نه موڪليو هو ته شيطان جي عبادت نه ڪيو؟ يعني ڇا مون اوهان جي اڳيان دليل قائم ڪري اوهان کي عقل جي نعمت ڏني، اوهان ڏانهن پيغمبر سڳورا عليهم الصلوة والسلام موڪلي، انهن تي ڪتاب نازل ڪري نجات وارا رستا بيان نه فرمايا هئا ته شيطان جي وٽ نه وٺو ان جي وسوسن تي نه لڳو منهنجي امر جي بي فرماني نه ڪيو ”إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ“ بلاشڪ اهو اوهان جي لاءِ

کلیل دشمن آهي يعني ان جي اوهان سان عدوات لکل ناھي اوهان جي بابي آدم عليه السلام کي جنت مان کڍڻ ۾ به ان جو ڪردار لکل ناھي اهو اوهان کي تباهيءَ جي تري ۾ سڻيندو اوهان کي هلاکت جي واديءَ ۾ وجهي ڇڏيندو.

”وَإِنْ عَبْدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ“ ۽ هي به (فرمان موکليو هوم) ته منهنجي عبادت ڪيو هيءَ سڌي واٽ آهي مطلب ته عبادت صرف مون هڪ جي ڪيو اوهان کي جيڪو امر ڪيان ان جي اطاعت ڪيو ۽ جنهن کان اوهان کي جهليان اهو ڇڏي ڏيو اهو ئي سڌو رستو ۽ صحيح واٽ آهي ”وَلَقَدْ أَضَلُّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوْا تَعْقِلُوْنَ“ ۽ البت تحقيق اوهان مان گهڻي مخلوق کي گمراه ڪيائين ڇا پوءِ اوهان نه ٿا سمجهو؟ مقصد ته شيطان اوهان مان گهڻيءَ خلق کي اهڙو گمراه ڪيو جو مون سڄي معبود باحق کي ڇڏي منهنجي توحيد ۽ اطاعت جو انڪار ڪري ٻين باطل معبودن جا پوڄاري بنجي ويو ڇا پوءِ به اوهان کي عقل ناھي جو ان جي اطاعت ڇڏي الله جل شانہ جي عذاب کان بچو ”هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ“ هي آهي جهنم جنهن جو اوهان وعدو ڏنا ويا هيئو يعني هي جهنم آهي جنهن جي سزا جو اوهان کي نبين عليهم الصلوة والسلام ۽ دين جي مبلغن حق تي نه هلڻ جي ڪري سزا ملڻ جو وعدو ڪيو هو.

”اَصْلُوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ“ ان ۾ داخل ٿيو ان جي ڪري جو اوهان ڪفر ڪندا هيئو. يعني الله جل شانہ جي نبين عليهم الصلوة والسلام جو ڪفر ڪندي، جهنم جي سزا ملڻ جو انڪار ڪندا هيئو اڄ ان جهنم ۾ داخل ٿي ڏسو ته اهو عذاب حق آهي يانه ”الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ افْوَاهِهِمْ وَنُكَلِّمُنَا اَيْدِيَهُمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ“ اڄ اسين انهن جي منهن تي مهر هڻندا سون ۽ اسان سان انهن جا هٿ ڳالهائيندا ۽ انهن جا پير اها شاهدي ڏيندا جيڪي ڪمايو هيائون يعني اهي ڪافر قيامت جي ڏينهن جڏهن پنهنجن ڪڏن ڪرتوتن ۽ گناهن جو انڪار ڪندا ته اسان اهي نه ڪيا هئا الله جل شانہ فرمائيندو ته اڄ اسين انهن جي منهن تي مهر هڻون ٿا پوءِ انهن جا چپ نه چرندا ۽ سندن هٿ ڳالهائي ٻڌائيندا ته انهن هي هي گناه ڪيا هئا ۽ سندن ڪفر ۽ گناه جي شاهدي سندن پير ڏيندا.

هڪ نڪتو:

هن آيت ۾ الله جل شانہ هٿن جي لاءِ فرمايو ته ”سندن هٿ ڳالهائيندا“ ۽ پيرن لاءِ فرمايو ته ”شاهدي ڏيندا“ ان ۾ اهو ارشاد مقصود آهي ته انسان جي هر عمل ۾ هٿن جو عمل دخل گهڻو آهي ڇڻ ته ساڳيو وجود آهن ۽ پيرن جو گهٽ آهي اهي ڇڻ ته جدا شيءِ آهن جن جي بيان کي شاهدي سڏيو ويو آهي (١) ”وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّى يُبْصِرُونَ“ ۽ جيڪڏهن اسين گهرون ته سندن اکيون مٽي ڇڏيون پوءِ رستي سان ڊوڙن ته ڪٿان ڏسندا؟ مطلب ته جيڪڏهن انهن کي عذاب ڏيندي سندن اکيون اهڙي نموني مٽي ڇڏيون جو انهن جو نشان ئي نه رهي ۽ پوءِ اهي هميشه هلڻ واري رستي ڏانهن ڊوڙن ته اهو ڏسندا ڪٿان؟

”وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ“ ۽ جيڪڏهن اسين گهرون ته سندن جاءِ تي سندن صورتون بدلائي ڇڏيون پوءِ نه هلي سگهن ها ۽ نه موٽن ها. ”مَسَخْنَاهُمْ“ مسخ کان ورتل آهي ان جي معنيٰ آهي صورت کي بري حال ڏانهن بدلائڻ پوءِ اها ڪنهن ٻئي جانور جي شڪل ۾ هجي يا پٿر وغيره جي صورت ۾ مطلب ته جيڪڏهن اسين گهرون ته انهن کي سؤرن يا ڀولن جي شڪل ۾ آڻي ڇڏيون يا پٿر بنائي ڇڏيون پوءِ نه اڳتي وڃي سگهندا نه پوئتي مقصد ته اسين اهو سڀ ڪجهه ڪري سگهون ٿا پر پوءِ اسان جي رحمت جي تقاضا آهي ته انهن کي مهلت ڏيون تانت توبه ڪري. حق ڏانهن رجوع ڪن ”وَمَنْ نَعْمَرِهِ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ“ ۽ جنهن کي اسين وڏي عمر ڏيون ٿا ان کي خلقت ۾ اونڌو ڪيون ٿا ڇا پوءِ نه ٿا سمجهن؟ ”نُنَكِّسْهُ“ تنڪيس کان ورتل آهي التنڪيس هو قلب الشيء على راسه معنيٰ ڪنهن شيءِ کي منڍيءَ ڀر ڪرڻ ۽ خلقت ۾ تنڪيس جو مطلب آهي ارڏل العمر ۾ آڻڻ. مطلب ته جنهن کي وڏي عمر ڏيون ٿا ان جي حالت اونڌي ٿيڻ شروع ٿيندي آهي اڳي قوي هو هاڻي ڪمزور اڳي سندس

اعضاء ۾ پاور ۽ طاقت هئي هاڻي اهي جدا ۽ ضعيف آهن اڳي منهن ۾ تازگي هوندي هيس هاڻي گھنج اٿس عقل، فهم ۽ ادراڪ به ختم ٿيندو ويندس اهو سڀ ڪجهه ڏسي به اهي سوچين ڪونه ٿا ته جيڪو الله اها حالت ڏي ٿو اهو شڪليون بدلائي به سگهي ٿو. (۱)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به حاصل ٿين ٿا.

۱- ”وَأَمَّا تَزُوا الْيَوْمَ آيَهَا الْمُجْرِمُونَ“ (اي مجرمو! اڄ جدا ٿي وڃو) جي مراد بيان ڪندي مفسرن لکيو آهي ته مجرمين مان مراد ڪافر آهن الله جل شانہ انهن کي مومنن کان جدا ٿيڻ جو امر ڪندو مومن عرش جي سڄي طرف هوندا ۽ ڪافر جهنم جي حوالي هوندا يا مراد آهي ته مجرمو! اوهان هڪ ٻئي کان جدا ٿي وڃو ڇو ته هر قسم جي گناه جي سزا جدا هوندي.

۲- ”أَلَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ“ (شيطان جي عبادت نه ڪيو) مان مراد ان جي چوڻ تي نه هلو. ان جي چوڻ تي هلڻ ڇڻ ته ان جي عبادت ڪرڻ آهي.

۳- ”إِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ“ (ان جي ڪري جو ڪفر ڪيو هيو ان ۾ اڄ داخل ٿيو) مان واضح ٿيو ته نبي سڳوري عليه الصلوة والسلام تي اعتماد ڪرڻ جو نالو ايمان آهي ڪافر آخرت کي ڏسي سڀ ڳالهيون مڃيندا پر اهي قبول نه ٿينديون ڇو ته انهن پنهنجن اکين تي اعتماد ڪيو نئين عليهم الصلوة والسلام تي اعتماد نه ڪيو.

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا

۽ نه سيکاريو اسان ان کي شعر ۽ نه ٿو مناسب ٿئي ان جي لاءِ ناهي اهو مگر

ذَكَرْ سَوْقَرَانُ مُبِينٌ ۝ (٦٩) لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ

نصيحت ۽ قرآن پڌرو تانت ڊيڄاري ان کي جيڪو هجي جيئرو ۽ ثابت رهي

الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ (٧٠) أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ

حجت ڪافرن تي ڇا نه ڏنائون ته بيشڪ اسان پيدا ڪيو انهن جي لاءِ

مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِيْنَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ (٧١)

ان مان جو ٺاهيا (قدرتي) هٿن اسان جي چوپايا جانور پوءِ اهي انهن جا مالڪ آهن

وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا

۽ تابعدار ڪيو اسان انهن کي انهن جو پوءِ انهن مان سندن سواريون آهن ۽ انهن مان

يَأْكُلُونَ (٧٢) وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ

ڪائون ٿا ۽ انهن لاءِ انهن ۾ نفع ۽ پيئڻ جون شيون آهن

أَفَلَا يَشْكُرُونَ (٧٣) وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَّهُمْ

ڇا پوءِ شڪر نه ٿا ڪن ۽ بنيائون الله کان سواءِ ٻيا معبود تانت اهي

يُنْصَرُونَ ۝ (٧٤) لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ

مدد ڪيا وڃن نه ڪري سگهندا مدد انهن جي ۽ اهي انهن جي لاءِ لشڪر

مُحْضَرُونَ (٧٥) فَلَا يَحْزَنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُهُ

حاضر ڪيل آهن پوءِ نه ڏکوئي ٿو کي قول انهن جو بيشڪ اسين ڄاڻون ٿا

مَایَسْرُونَ وَمَایَعْلُونَ (۷۱).

جیکی لکائن تاء جیکی ظاهر کن تا.

تفسیر:

اڳین آیتن ۾ بنیادی عقیدن توحید ۽ قیامت جو ذکر ٿیو ۽ هتان کان ٽین بنیادی عقیدی رسالت جو بیان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ“ ۽ اسان ان کي نه شعر سنڪاريو آهي ۽ نه ان جي لاءِ مناسب آهي جڏهن ته نبوت ۽ رسالت جا منکر قرآن ڪريم جي عجیب تاثير ۽ دلين تي اثر انداز هجڻ جي کیفیت جيڪا عام مشاهدي ۾ هئي ان جو انڪار ڪري نه ٿي سگهيا ان جي ڪري ڪڏهن ان الاهي ڪلام کي سحر ۽ حضرت نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن کي ساحر چوندا هئا ۽ ڪڏهن قرآن ڪريم کي شعر ۽ حبیب پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي شاعر سڏيندا هئا ۽ ان چوڻ سان اهو ثابت ڪرڻ جي ڪوشش ڪندا هئا ته قرآن ڪريم جو تاثير الاهي ڪلام هجڻ جي ڪري ناهي پر جادو جا ڪلمات آهن يا شاعرانه ڪلام آهي جيڪو دلين تي اثر انداز ٿئي ٿو الله جل شانہ هن آيت ۾ ارشاد فرمايو ته اسان پنهنجي نبي عليه الصلوة والسلام کي شعر ۽ شاعري نه سڃاڻي آهي ۽ نه ان جي لاءِ مناسب آهي (۱)

”إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ“ اهو ته صرف نصيحت ۽ پڌرو قرآن آهي يعني هي ڪتاب مبالغه آرائي خيالي پيداوار ۽ ڪوڙ جو مواد نه آهي اهو ته خالص نصيحت ۽ هدايت آهي ان ۾ بيان ڪيل ڳالهه سراسر حق آهي ۽ ان ۾ مبالغه نه آهي هي اهو ڪتاب آهي جنهن ۾ الاهي احڪام، جهان جون حقيقتون ۽ زندگيءَ کي صحيح رکڻ جون ڳالهيون ڪولي ڪولي بيان ڪيل آهن ”لِيُنذَرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحَقِّقَ الْقَوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ“ تانت ان کي ڊيڄاري جيڪو جيئرو آهي ۽ ڪفرن تي حجت ثابت ٿئي.

يعني قرآن ڪريم جي نزول جو مقصد هي آهي ته انهن ماڻهن کي بروقت متنبه ڪيو وڃي جن جا ضمير اڃان مٿل ناهن جن ۾ حق کي قبول ڪرڻ جي طاقت اڃان موجود آهي ۽ جن جون دليون مٿل آهن انهن ۾ حق قبول ڪرڻ جي صلاحيت ختم ٿي چڪي آهي انهن تي الاهي عذاب جي نزول جي حجت قائم ٿي وڃي ”اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيُنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ“ ڇا نه ٿا ڏسن ته بيشڪ اسان انهن جي لاءِ ان مان جيڪي اسان جي (قدرتي) هٿن ٺاهيا چوپايا پيدا فرمايا آهن پوءِ اهي انهن جا مالڪ آهن يعني اسان خصوصي ڪرم ڪري انهن جي لاءِ چوپايا جانور پيدا ڪيا جو هي انهن جا مالڪ لڳا ويٺا آهن ”وَدَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبٌ اَفَلَا يَشْكُرُونَ“ ۽ اسان انهن کي سندن جي لاءِ تابعدار بنايو پوءِ ڪي انهن مان سندن سواريون آهن ۽ انهن مان ڪائن ٿا ۽ انهن جي لاءِ انهن ۾ نفعو ۽ پيئڻ جون شيون آهن ڇا پوءِ شڪر نه ٿا ڪن؟ الله تعاليٰ هتي ڪافرن بت پرستن ۽ مشرڪن کي پنهنجون نعمتون ياد ڏياري ٿو اسان انهن جي لاءِ چوپايا جانور پيدا ڪيا ۽ انهن کي سندن مسخر ۽ مطيع ڪري ڇڏيو انهن مان طرحين طرحين فائدا وٺن ٿا ڪيترن تي سوار ٿين ٿا جيڪي حلال جانور آهن انهن کي ڪهي انهن جو گوشت ڪائن ٿا انهن جي ڦرن ۽ وارن مان نفعو حاصل ڪن ٿا انهن مان ڪيترن جانورن جو کير پيئن ٿا پوءِ به شڪر نه ٿا ڪن ۽ الله جل شانہ جا تابعدار ٻانهن نه ٿا بنجن (١) ”وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ اِلَهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ“ ۽ ان کان سواءِ معبود بنائون تانت اهي مدد ڪيا وڃن يعني باطل معبودن کي ان اميد تي ته اهي سندن مدد ڪندا پنهنجو حقيقي معبود بنايو ويٺا آهن ”لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَلَا هُمْ لَهُمْ جُنُودٌ مُّحْضَرُونَ“ اهي سندن مدد ڪري نه سگهندا ۽ اهي انهن جي لاءِ حاضر ڪيل لشڪر آهن ”هُم“ ضمير جو مرجع مشرڪ آهن ”لَهُمْ“ جو مرجع انهن جا باطل معبود آهن مقصد هي آهي ته اهڙن بيڪار هٿرادو معبودن جي جهنڊي کي بلند ڪرڻ جي لاءِ انهن لشڪر تيار ڪري رکيو آهي جڏهن انهن وٽ ڪوبه الاهي توحيد جي دعوت ڏيڻ لاءِ اچي ٿو ته

هڪدم ان جي خلاف جنگ ڪرڻ جي لاءِ تيار ٿي وڃن ٿا (۱) ۽ هڪڙو قول هي به آهي ته قيامت جي ڏينهن هر باطل معبود کي سندس پوڄارين سان گڏ اهڙي نموني آڻي جهنم ۾ داخل ڪيو ويندو جنهن تي اهي ان ۾ حاضر ڪيل لشڪر هوندا.

”فَلَا يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ“ پوءِ اوهان کي انهن جو قول نه ڏکونئي بلاشڪ اسين اهو سڀ ڪجهه ڄاڻون ٿا جيڪي لڪائن ٿا ۽ جيڪي ظاهر ڪن ٿا. يعني اوهان جڏهن ڪافرن جي لاءِ عذاب جو وعيد ٻڌو ته پوءِ انهن جو الله جل شانہ جي باري ۾ غلط گفتگو يا اوهان جي توھين ڪرڻ وارا جملا ٻڌي ڪنهن به قسم جو ڏک نه ڪيو اهي اوهان جي لاءِ جيڪا دل ۾ عداوت ۽ باطل عقائد رکن ٿا ۽ جيڪي کليل برا اعمال ۽ بچڙا اقوال چون ۽ ڪن ٿا اسين اهي سڀ ڄاڻون ٿا ۽ کين انهن جي سزا ضرور ملندي. (۲)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

۱- ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ“ (۽ اسان ان کي شعر نه سيکاريو) جي وضاحت ڪندي مفتي احمد يار نعيمي عليه الرحمة لکيو آهي ته هتي علم مان مراد ملڪ ۽ عادت آهي يعني قرآن ڪريم شعر ناهي ۽ نه حضور ﷺ شاعر آهي جو سندن ذهن مبارڪ شعر ۾ مصروف رهي شعر کي پنهنجي عادت بنائي ڇڏيو هجي. شعر جو علم هجڻ برو ناهي. جيڪڏهن شعر جو علم (ڄاڻ) برو هجي ها ته الله جل شانہ ته ان جي ڄاڻ رکي ٿو پوءِ ان جي لاءِ به (معاذالله) ڇا فيصلو ڏجي هن آيت مان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي علم جي گهٽتائي ثابت نه ٿيندي (۳) ”كما زعم الذين لا يحبون رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يعظمونه“.

۲- ”لِيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا“ (تانت ان کي ڊيڄاري جيڪو زنده آهي) مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم کي نه سمجهڻ وارا مرده آهن انهن جي ظاهري حياتيءَ کي ڪا اهميت ناهي اها زندگي ته گڏهن، سوئرن ۽ ڪتن کي به آهي ۳- ”مِمَّا عَمِلَتْ“

اَيَّدَيْنَا" (ان مان جن کي اسان جي هٿن ٺاهيو) هتي عام هٿ مراد ناهن بلڪ الله جل شانہ جي ڪامل قدرت آهي يعني سڀ جانور اسان پنهنجي ڪامل قدرت سان پيدا فرمايا انهن جي پيدا ڪرڻ ۾ اسان جو ڪوبہ ساٿي يا شريڪ نہ آهي.

اَوَلَمْ يَرِ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ

ڇا نہ ڏٺو انسان تہ بيشڪ اسان ان کي پيدا فرمايو مٺيءَ جي ڦڙي مان پوءِ ان وقت اهو

خَصِيمٌ مُّبِينٌ (٧٧) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ

جهيڙا ڪار پڌرو آهي ۽ بيان ڪندو آهي اسان جي لاءِ مثال ۽ وساري ويٺو پنهنجي خلقت

قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ (٧٨) قُلْ يُحْيِيهَا

چوي پيو تہ ڪير جيئرو ڪندو هڏن کي حالانڪ اهي سڙيل هوندا فرماءُ تہ جيئرو ڪندو انهن کي

الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (٧٩)

اهو (الله) جنهن پيدا ڪيو انهن کي پهرئين ڀيري ۾ اهو هر خلقت کي ڄاڻندڙ آهي

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنْتُمْ مِّنْهُ

اهو (الله) جنهن پيدا ڪئي اوهان جي لاءِ سائي وڻ مان باهه پوءِ ان وقت اوهان ان مان

تَوْقِدُونَ (٨٠) اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلٰی

باهه ٻاريو ٿا ڇا ناهي اهو (الله) جنهن پيدا ڪيا آسمان ۽ زمين قادر هن تي جو

اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلَقُ الْعَلِيمُ (٨١)

جو پيدا ڪري انهن جهڙا هاڻو ۽ اهو ئي پيدا ڪندڙ ڄاڻندڙ آهي

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ

ان جو امر صرف هي آهي جڏهن ڪنهن شئي جو ارادو ٿو ڪري ته فرمائي ٿو ان لاءِ

كُنْ فَيَكُونُ (٨٢) فَسُبْحَنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ

ٿي ۽ پوءِ ٿي پوندي آهي پوءِ پاڪ آهي اهو (الله) جنهن جي هٿ ۾ بادشاهي هر شئي جي آهي

وَالَّذِي تَرْجَعُونَ ٤ (٨٣)

۽ ان ڏانهن اوهان موٽايا ويندؤ.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ پنهنجي عظيم قدرت ۽ سندس عبادت جي وجوب تي ۽ ان سان ٻين کي شريڪ نه بنائڻ تي دلائل بيان ڪيا ان جي باوجود جو انهن جي اڳيان اهي سڀ شيون موجود هيون جن کي ڏسي اهي الله جل شانہ جي توحيد ۽ قيامت جي لاءِ اٿڻ جو عقيدو رکڻ ها ۽ هتي سندن وجود مان اها حجت بيان ڪئي وئي آهي جيڪا الله جي قدرت تي دلالت ڪندڙ ۽ ڪافرن جي انڪار کي باطل ڪندڙ آهي ۽ سندن سوچ ۽ فڪر جي بي حسي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي.

”أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ“ ڇا انسان نه ڏٺو آهي ته بلاشڪ اسان ان کي مني جي هڪ ڦڙي مان پيدا فرمايو آهي پوءِ ان وقت اهو کليل جهيڙا ڪار آهي يعني جيڪو قبر مان اٿڻ جو انڪاري آهي اهو نه ٿو ڏسي ته جنهن اسان کي عدم مان وجود ڏنو اهو اسان کي جيئرو ڪري اٿاري به سگهي ٿو ”وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ“ ۽ اسان جي لاءِ مثال بيان ڪندو آهي ۽ پنهنجي خلقت وساري ڇڏي ٿو چوي پيو ته هڏن کي ان حال ۾ جو اهي سڙيل آهن ڪير جيئرو ڪندو؟ مطلب ته هي بي ادب گستاخ اسان جي

لاء طرح طرح جا مثال پيش ڪري ٿو ۽ عجيب غريب اعتراض اٿاريندي چوي ٿو ته الله جل شانہ ڪٿي آهي؟ جيڪڏهن هجي ها ته اسان کي نظر اچي ها ڪائنات جي ايڏي وڏي ڪارخاني کي هڪ هستي ڪيئن هلائي سگهندي؟ قيامت جا دڙڪا مذهبي ماڻهن صرف ٻين کي ڏمڪائڻ ۽ انهن کي ذهني غلام بنائڻ جي لاءِ هٿ جا ٺاهيا آهن قيامت ڪيئن قائم ٿيندي؟ ڇا اهڙي نه ٿيڻ واري ڳالهه کي عقل تسليم ڪري سگهي ٿو وغيره وغيره. سڙي پُري ويلن هڏن کي ڪير جيئرو ڪندو؟ ”قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ“ فرمائي ته انهن کي اهو (الله) جيئرو ڪندو جنهن انهن کي پهرئين ڀيري پيدا فرمايو ۽ اهو هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي يعني اي محبوب! عليه الصلوة والسلام اوهان انهن قيامت جي منڪرن کي ٻڌايو جيڪي سمجهن ٿا ته سڙيل پيريل هڏن کي زنده ڪرڻ محال آهي اوهان انهن کي سمجهايو ته انهن بوسيده هڏن کي اهو الله جل شانہ زنده فرمائيندو جنهن انهن کي اول وجود ڏنو هو جيڪو هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي ۽ ان جي تخليق جي قوت جو هي حال آهي جو آسمان، سج، چنڊ، ستارا، فضاڻون هوائون، زمين جون سڀ شيون ان صرف پنهنجي ”ڪن“ امر سان پيدا فرمايون آهن ۽ اهو ظاهر، باطن، جلي، خفي، غائب ۽ شاهد سڀني شين جو عالم ۽ علیم آهي ذرا عقل کان ڪم وٺو ته ڇا اهڙي خلاق، علیم جي لاءِ اوهان جي سڙيل پيريل هڏين ۾ روح وجهڻ ۽ انهن کي جيئرو ڪري اٿارڻ مشڪل آهي، نه هرگز نه.

”الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ“ اهو (الله) جنهن اوهان جي لاءِ سائي وڻ مان باهه بنائي پوءِ ان وقت اوهان ان مان (بي) باهه ٻاريو ٿا. يعني انهن اسرارن ۽ رمزن کي سمجهڻ جي ته اوهان ۾ اهليت ناهي جن جي سببان ڪروڙين سال گذرڻ جي باوجود هن جهان جي نظام ۾ ڀرائي هجڻ جا آثار ڪٿي به نظر نه ٿا اچن پر هيءُ ته هڪ ٿلهي ڳالهه آهي ته پاڻيءَ ۽ باهه ۾ ڀرائو تضاد آهي باهه جو وس هلي ٿو ته پاڻيءَ کي بخارات بنائي اڏائي ڇڏي ٿي ۽ جيڪڏهن پڙڪندڙ باهه تي هڪ لپ پاڻيءَ جي وڌي وڃي ٿي ته اها وسامي وڃي ٿي ان طبعي تضاد جي باوجود الله جل شانہ سرسبز وڻن ۾ باهه ۽ پاڻيءَ کي هڪ جاءِ

تي گڏ رکيو آهي اها ئي سرسبز ڪاٺي جڏهن ڪٿي ان سان باهه ٻاري وڃي ٿي ته ان سان باهه جا شعلا پڙڪڻ لڳن ٿا بعض علماء جو قول آهي ته عرب ۾ به وڻ پيدا ٿين ٿا هڪ کي ”المرخ“ ۽ ٻئي کي ”العفار“ چوندا آهن جيڪڏهن انهن جون آليون تاريون جن مان رس وهي رهي هجي ڪٿي هڪ ٻئي سان رڳڙيون وڃن ته انهن مان باهه پڙڪي نڪرندي آهي جيڪو الله انهن امرن تي قادر آهي ان جي لاءِ اوهان جي سڙيلن هڏين کي جيئرو ڪرڻ ڪو مشڪل ناهي (١).

”أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلِيقُ الْعَلِيمُ“ ڇا اهو (الله) جنهن آسمان ۽ زمين پيدا فرمايا انهن جهڙن مثالن جي پيدا ڪرڻ تي قادر ناهي؟ هاڻو ۽ اهو ئي پيدا ڪندڙ ڄاڻندڙ آهي يعني الله جل شانہ ته اهو آهي جنهن آسمانن ۽ زمين کي پيدا فرمايو جن جي بلندي، وسعت ۽ گهرائي جو اندازو نه ٿو لڳائي سگهجي ڇا اهڙي قادر، قيوم هستيءَ جي لاءِ اوهان کي وري پيدا ڪري قبرن مان اٿارڻ ڪانه ٿيڻ جهڙي ڳالهه آهي؟ ان جي ٻيءَ تخليقات جي اڳيان اوهان جي حيثيت ئي ڪهڙي آهي ذرا جبل جي اڳيان مٿو ملائي بيهو ته اوهان کي پنهنجي قد جي ڊگهي هجڻ جو اندازو ٿي ويندو ذرا هاڻيءَ سان پنهنجو پاڻ ٽوريو ته ان جي هڪ تنگ به اوهان کان ڳري نڪرندي ذرا هرڻ سان ڊوڙي ڏسو ته خبر پئجي ويندي ته ڪير ٿو اڳتي وڌي وڃي هڪ مينهن سان کاڌي ۾ مقابلو ڪري ڏسو ته نه ڪري سگهندو. جيڪو انهن سڀني شين جو خالق، مالڪ ۽ پيدا ڪندڙ، انهن جي هر هڪ ذري کي ڄاڻندڙ آهي اهو اوهان کي وري جيئرو ڪرڻ تي به يقيناً قادر آهي.

”إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ ان جو امر ته صرف اهو آهي جو جڏهن ڪنهن شئي (کي وجود ڏيڻ) جو ارادو ڪري ٿو ته ان کي ”ڪن“ جو امر ڪري ٿو ته پوءِ اها ٿي پوي ٿي مقصد ته اوهان کي هڪ معمولي شيءِ ٺاهڻ جي لاءِ به ڪيترا اجزاء فراهم ڪرڻا پون ٿا جيڪڏهن هڪ ضروري جزو ناياب هوندو ته سموري محنت ڪنهن ڪم جي نه رهندي مگر الله جل شانہ جي قدرت جو هي جهان آهي جو صرف ارادو فرمائي ڪنهن به شيءِ جي لاءِ ”ڪن“ جو امر ٿو ڪري

ته اها شيء کڻي ڪيتري به وڏي هجي فوراً وجود ۾ اچي وڃي ٿي ”فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ
بِيْدهٖ مَلَكُوتٌ كُلُّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ“ پوءِ ان (الله) جي پاڪائي آهي جنهن جي
(قدرتي) هٿ ۾ هر شيءِ جي بادشاهي آهي ۽ اوهان ان ڏانهن ئي موٽايا ويندؤ مطلب
ته هر نقص، هر خامي، هر ڪمزوري، هر عيب ۽ هر شريڪ کان اها ذات اعليٰ،
ارفع ۽ پاڪ آهي ان جو علم محيط، ان جي قدرت همه گير ان جو حڪم هر اعليٰ ۽
ادنى تي جاري آهي هر شيءِ ان جي فرمان جي تابع آهي جيڪي گهري ٿو ڪري ٿو
جنهن کي گهري، جيترو گهري ڏيندو آهي هر شيءِ جو اختيار ان جي قدر تي هٿ ۾
آهي ۽ پڇاڙيءَ ۾ اوهان انسان ۽ ٻيون سڀئي شيون ان ڏانهن موٽندڙ آهيو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

١- ”اَوَلَمْ يَرِ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْقَةٍ“ (ڇا انسان نه ڏٺو ته اسان ان کي
مني جي هڪ ڦڙي مان پيدا ڪيو آهي) مفسرن پلارن لکيو آهي ته هتان کان آخري
آيت تائين سورة يس جي هنن پنجن آيتن جو شان نزول هي آهي ته ”عاص بن وائل
ڪافر مڪه مڪرمه جي ايريا بطحاء مان هڪ سڙيل هڏي کڻي ان کي هٿ سان
ٽوڙي ذرا ذرا ڪري حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي خدمت ۾
عرض ڪيو ته ”ڇا الله هن هڏي کي زنده ڪندو؟ جنهن جو هي حال اوهان ڏسي
رهيا آهيو“ حضور عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ”هائو الله تو کي موت ڏيندو
وري زنده ڪندو پوءِ تو کي جهنم ۾ داخل ڪندو.“ (١)

٢- ”بَلَى“ هائو هن لفظ جي تفسير ۾ مفسرن لکيو آهي ته قرآن ڪريم ۾ جتي
به سوال جي صورت ۾ ”اَلَيْسَ“ يا ”اَوَلَيْسَ“ اچي ته پڙهندڙ اتي ”بَلَى“ جو لفظ
چوي ٿو. ”مَلَكُوتٌ كُلُّ شَيْءٍ“ (هر شيءِ جي بادشاهي) هر شيءِ جو هڪ ظاهر آهي
ٻيو باطن ظاهر جو نالو ملڪ آهي باطن جو نالو ملڪوت (٢)

الحمد لله جو مون گنهگار الله جل شانہ جي فضل ۽ حبيب پاڪ عليه الصلوة
والسلام جي نگاه ڪرم جي صدقي اڄ بوقت ساڍي نائين بجي اربعه جي رات
بمورخ ١٥ شوال ١٤٢٤ هـ الموافق ٩ - ١٢ - ٢٠٠٣ ع تي پنهنجي گهر ۾ سورة يس

جو تفسير لکي پورو کيو رب العزة جل شانہ جي دربار ۾ دلي دعا آهي تہ باقي
 رھيل تفسير بہ جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين يا رب العالمين بجاہ النبي
 الامين سيدنا محمد عليہ وآلہ واصحابہ الصلوات والتسليمات الي يوم الدين.

الفقير الي الله المغيث محمد ادريس الـداهري
عفي عنه



سورة الصفّت جو تعارف.

هن سورة مبارڪه جي تعارف ۾ هي ست (٧) ڳالهيون سمجھڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ.

هن سورة جو نالو ”الصفّت“ آهي جيڪو سندس پهرين آيت ۾ مذڪور آهي.

رڪوع، آيتون، ڪلمات ۽ حروف

هن ۾ پنج رڪوع هڪ سؤ ٻياسي (١٨٢) آيتون، اٺ سئو ست (٨٦٠)

ڪلمات ۽ ٽي هزار اٺ سئو چويهه (٣٨٢٦) حرف آهن. (١)

مڪيه آهي يا مدنيه؟

هيءَ سورة مبارڪه مڪيه آهي، ابن الزريس، نحاس، ابن مردويه ۽ دلائل

النبوة ۾ بيهقي، حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته سورة

”الطفّت“ مڪه مڪرمه ۾ نازل ٿي هئي. (٢)

اڳين سورة سان مناسبت.

هن سورة جي اڳين سورة سان بن وجهن سان مناسبت آهي علم ته اڳينءَ

سورة ۾ ”الْمَرِيضُونَ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ“

(ڇا نه ڏٺائون ته اسان انهن کان اڳي ڪيتريون جماعتون هلاڪ ڪيون

بيشڪ اهي انهن ڏانهن نٿا موٽن) ۾ جيڪو اجمال هو هن ۾ ان جو تفصيل آهي

ع ٢- اڳينءَ سورة ۾ مؤمنن ۽ انهن جي دشمنن ڪافرن جو ذڪر مختصر هو ۽

هتي مفصل آهي (٣).

نزول جو زمانو.

هيءَ سورة سورة الانعام کان بعد نازل ٿي هئي. (٤) هن سورة جي مضمونن

تي غور ڪرڻ سان معلوم ٿئي ٿو ته اها محبوب ڪريم صلي الله عليه وسلم جن

جي مڪي دؤر جي ان حصي ۾ نازل ٿي جڏهن اسلام ڏانهن ماڻهن جي رجحان مڪه

مڪرمه جي مشرڪن کي پريشان ڪري وڌو هو ۽ انهن صرف تعصب جي بنياد تي

ان کي مڃڻ کان صاف انڪار ڪيو هو اسلام ڏانهن سڌڻ ۽ اسلام جي داعي برحق

(١) تفسير خازن ص ١٤ جلد ٤ (٢) الدر المنثور ص ٧٧ جلد ٧ (٣) روح المعاني ص ٢٤ جز ٢٣ جلد ٨-

المراغي ص ٤١ جز ٢٣ جلد ٨ (٤) ساڳيو حوالو

حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم کي انهن ڌمڪيون ڏيڻ جو سلسلو تيز ڪري ڇڏيو هو. هيءَ سورة مڪي زندگيءَ جي وچ واري دؤر جي آخر ۾ نازل ٿيڻ وارين سورتن سان واضح مشابهت رکي ٿي.

مضمون.

مڪه مڪرمه جا رهاڪو ڪافر شرڪ جي لعنت ۾ بري طرح گرفتار هئا آيت ٦ کان آيت ٣٥ تائين بيان ڪيو ويو آهي ته جيڪڏهن انهن کي لالهه الاالله تي ايمان آڻڻ جي دعوت ڏني ٿي وڃي ته اهي تڪبر ۽ غرور ڪندي ان کي مسترد ڪن ٿا ۽ چون ٿا ته هڪ شاعر ۽ مجنون جي چوڻ تي اسين پنهنجن معبودن جي عبادت وارو عقيدو نه ڇڏينداسون. ڪائنات جو هي ايترو وسيع معاملو هڪ الله جي هلائڻ جي وس کان ٻاهر ۽ ناممڪن آهي هن سورة جي ابتداء ۾ توحيد جي عقيدو کي دلائل ۾ مضبوطيءَ سان وهارڻ جي لاءِ ٽي قسم ڪئي بيان ڪيو ويو آهي ته اوهان جو الله صرف هڪ آهي ان جو ڪو شريڪ ناهي آسمانن، زمين ۽ انهن ۾ موجودات جو اهوئي پروردگار آهي، قيامت جي باري ۾ به انهن جو نظريو هي هو ته ائين ٿيڻ ناممڪن آهي عقل ان کي تسليم نه ٿو ڪري ان جي باري ۾ به صاف الفاظ ۾ حڪم ٿيو ”قُلْ نَعْمَ وَ اَنْتُمْ دَاخِرُونَ“ (فرماءَ ته هائو ۽ اوهان ذليل ٿيندڙ آهيو) مطلب ته قيامت ضرور قائم ٿيندي ۽ اوهان کي ذليل ۽ رسوا ڪري حشر جي ميدان ۾ بيهاريو ويندو. قيامت جي ڏينهن قيامت جا منڪر هڪ ٻئي سان وڙهي ڪيئن هڪ ٻئي تي الزام تراشي ڪندا ان جو به هتي ذڪر ڪيو ويو آهي تانت ماڻهو عبرت حاصل ڪن حضور پاڪ صلى الله عليه وسلم جن ۽ سندن سچا غلام نهايت ايڏائيندڙ دؤر مان لنگهي رهيا هئا لحظه به لحظه انهن جي مٿان مصيبتن ۽ ڏڪن جا انڌيرا گهيرو ڪندا ٿي رهيا، کين تسلي ڏيڻ جي لاءِ انبياءَ ڪرام عليهم السلام جا ايمان افروز حالات بيان ڪري ٻڌايو ويو آهي ته انهن تي به تڪليفون ۽ ڏڪ آيا هئا پر انهن صبر ڪندي الله تي توڪل رکي جدوجهد جاري رکي نيٺ فتح ۽ ڪاميابي سندن قدم چميا گڏوگڏ اهو به بيان ڪيو ويو ته جيڪي ماڻهو به انبياءَ ڪرام عليهم الصلوة والسلام جي نقش قدم تي هلندا اهڙي هميشه غالب رهندا

”إِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ“ مڪه مڪرمه جي رهندڙن کي متنبه ڪيو ويو ته اڄ جنهن کي اوهان ڪمزور سمجهو ٿا ساري دنيا تي ان جي ئي آندل اسلام جو جهنڊو هنيو ويندو ۽ ساري جهان کي ان جي ئي دامن رحمت ۾ جاءِ ملندي.

پلايون ۽ برڪتون.

هيءَ سورة پاڪ به نهايت پلاري ۽ بابرڪت آهي فضائل القرآن ۾ ابن ابي داؤد ڪتاب التاريخ ۾ ابن النجار نهشل بن سعيد وردانيءَ کان ان ضحاڪ کان ۽ ان حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”من قرأ يلس والصفيت يوم الجمعة ثم سأل الله أعطاه سؤلته“ جنهن جمعه جي ڏينهن يلس ۽ الصفيت (سورتون) پڙهيون ان کان بعد الله کان ڪا شيءِ گهريائين ته الله ان کي اها گهريل شيءِ ڏيندو. ۽ نسائي ۽ بيهقي السنن ۾ حضرت ابن عمر رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن اسان کي نماز پڙهائيندي سورة ”الصفيت“ پڙهندا هئا. (١) علماء عاملين لکيو آهي ته جيڪو شخص سورة الصفيت کي ست ڀيرا پڙهندو ته سندس مطلب ۽ مراد آسانيءَ سان حاصل ٿيندا. جنهن گهر ۾ جن هوندو هيءَ سورة لکي صندوق ۾ بند ڪري رکي ته جن ان گهر ۾ ڪابه شرارت ڪري نه سگهندا.



وَهِيَ مِائَةٌ وَارْتَمَانُونَ آيَةٌ	سُورَةُ الصَّفِّ	وَحَمْسُ رُكُوعَاتٍ
۽ اها هڪ سو بياسي آيتون	سُورَةُ الصَّفِّ مڪيه آهي	۽ پنج رڪوع آهي
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ		

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جيڪو گهڻو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي

وَالصَّفِّ صَفًّا (١) فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا (٢)

قسم آهي صفون ٻڌندڙن جو قطارون ڪري پوءِ جهڪ ڏيندڙن جو ڌمڪائڻ لاءِ

فَالْتَلَيْتِ ذِكْرًا (٣) إِنَّ إِلَهُكُمْ لَوَاحِدٌ (٤)

پوءِ پڙهندڙن جو ذڪر ڪي بيشڪ اوهان جو معبود البت هڪ آهي

رَبُّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (٥)

رب آسمانن ۽ زمين جو ۽ ان جو جيڪو اونهن جي وچ ۾ آهي ۽ رب اوڀرن جو

إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ الْكَوَكِبِ (٦) وَحِفْظًا

بيشڪ اسان سينگارڻو آسمان دنيا جي ڪي هڪ سونهن تارن جي سان ۽ حفاظت ڪري

مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ (٧) لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلِكِ إِلَّا عَلَى

هر شيطان تڙيل کان ته ڪن نه ڏين مالا اعلى ڏانهن

وَيُقَذَّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ (٨) دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ (٩)

۽ اُڪڙ هنيئا وڃن هر طرف کان تڙڻ جي لاءِ ۽ انهن جي لاءِ عذاب هميشه وارو آهي

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (١٠)

مگر جنهن جهٽ هنيو جهٽ هئڻ پوءِ پويان پونديو ان جي اُمرُ ٻرندڙ.

تفسير.

اڳيئن سورة (يس) جي آخري حصي ۾ ذڪر ڪيو ويو ته الله جل شانہ مئلن کي جيئرو ڪرڻ، موتائي محشر جي ميدان ۾ آڻڻ تي قادر آهي ۽ ان جو دليل اهو آهي جو کين ابتداء ۾ به ان پيدا فرمايو هو ۽ هتي ان جو هي دليل بيان ڪيو ويو آهي ته اهو الله هڪ آهي چوٽه ڪنهن به شيءِ کي وجود ڏيڻ يا عدم بنائڻ تڏهن ممڪن آهي جڏهن ان جو ارادو ڪندڙ هڪ هوندو جيڪڏهن گهڻا هجن ته هڪ وجود ڏيندو ته ٻيو ختم ڪندو يا وري هڪ ٻئي جي صلاح سان هلن ۽ اها هڪ قسم جي محتاجي آهي ۽ الله جل شانہ محتاجي کان پاڪ آهي فرمان مبارڪ آهي ”وَالصَّفَّتِ صَفَاتٌ قِسْمٌ آهِي قَطَارُون ڪري صفون ٻڌندڙن جو. ابن عباس. ابن مسعود. عڪرمه. سعيد بن جبیر مجاهد ۽ قتادة جو قول آهي ته ان مان مراد ملائڪ آهن جيڪي آسمان تي الله جي عبادت ۾ ائين صفون ٻڌي بيٺن ٿا جيئن ماڻهو نماز ۾ زمين تي صفون ٻڌي بيٺندا آهن. (١) ”فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا پوءِ ڌمڪائڻ جي لاءِ جهٽڪ ڏيندڙن جو (قسم آهي). هتي انهن ملائڪن جو قسم ڪنيل آهي جيڪي تڪويني امور جي لاءِ مقرر ڪيل آهن. هوا، بادل، بارش، سج ۽ ڇنڊ وغيره تي متعين آهن. احڪم الحاکمين جي ارشاد جي تعميل ڪري رهيا آهن. ”الزَّاجِرَاتِ“ زجر کان ورتل آهي. زجر جي اصلي معنيٰ آهي ڪنهن کي ڪنهن ڳالهه کان رعب ۽ زوردار آواز سان روڪڻ. (٢) ”فَالثَّلَاثِ ذِكْرًا پوءِ ذڪر جي پڙهندڙن جو (قسم آهي). هتي به مراد اهي ملائڪ آهن جيڪي الله جي ڪتاب جي تلاوت ڪندا آهن. ”ذِكْرًا“ مان مراد الله جل شانہ جو ڪتاب آهي. ابن مسعود، ابن عباس، حسن، مجاهد، ابن جبیر، ۽ سدي جو اهو قول آهي. (٣) ”إِنَّ إِلَهُكُمْ لَوَاحِدٌ“ بلاشڪ اوهان

جو معبود البتہ هڪ آهي. هي مٿي بيان ڪيل قسم جو جواب آهي. مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن چيو هو ته نبي ڪريم (عليه الصلوٰۃ والسلام) جن چون ٿا الله هڪ آهي هيڏي وڏي جهان کي هڪ الله ڪيئن هلائي سگهندو انهن جي رد ۾ هي ارشاد آيو آهي ”رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ“ آسمانن ۽ زمين ۽ جيڪو انهن جي وچ ۾ آهي ان جو رب ۽ اوڀرن جو به رب آهي. هي الله جل شانہ جي توحيد جا دلائل به آهن ته ان جون سهڻيون صفتون به آهن مطلب هي آهي ته الله اهوئي ٿي سگهي ٿو جيڪو انهن صفات جليله سان متصف آهي ۽ جڏهن ته اهي صفتون صرف الله جل شانہ ۾ ئي آهن ان جي ڪري اهوئي معبود بالحق آهي. مشارق، مشرق جو جمع آهي هي ظرف زمان به آهي ته ظرف مڪان به. سج هر روز نئين جاءِ کان اڀرندو آهي ان جي ڪري مشارق جمع جو صيغو آندو ويو آهي.

”إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّا رِدْجَ بِلَاشِكِ“ اسان دنيا واري آسمان کي زينت، ستارن سان سينگاريو آهي ۽ هر سرڪش شيطان کان حفاظت ڪرڻ جي لاءِ. يعني اسان ان آسمان کي جيڪو عرش جي بنسبت اوهان کي ۽ زمين کي ويجهو آهي تارن سان سينگاريو آهي. دنيا ادنيٰ بمعنيٰ اقرب جو مؤنث آهي ۽ ”الْكَوَاكِبِ“ زير سان ”زِينَةُ“ کان بدل آهي. ۽ تارا قنديلن وانگر آسمان ۾ لتڪيل آهن يا جيئن ميخون دروازن ۽ صندوقن تي لڳل هونديون آهن تيئن آسمان ۾ تارا لڳل آهن ۽ هيءَ ڳالهه ان جي منافي ناهي ته ڪي ڪي تارا پهرئين ۽ هيٺئين آسمان کان مٿي آسمانن ۾ لڳل آهن ڇو ته آسمان جڏهن ته شيشي وانگر صاف ۽ شفاف آهن پوءِ اهي پلي ڪهڙي آسمان ۾ به هجن پهرئين مان چمڪندي نظر اچن ٿا، مقصد آهي آسمان جو ڏسڻ ۾ سينگاريل هجڻ پوءِ تارا پلي ڪهڙي آسمان ۾ به هجن ۽ اهو اهل هيئت جي قول جو جواب آهي جيڪي چوندا آهن ته تارا انين فلڪ ۾ مرکوز آهن وڌيڪ علم ته الله جل شانہ وٽ آهي. (١)

”وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ“ ۽ حفاظت ٿي هر شيطان سرڪش کان. ”حِفْظًا“ فعل محذوف جو مفعول مطلق آهي جيڪو ”زينة“ جي معنوي اعراب زير جي مٿان عطف هجڻ جي ڪري زير پڙهيو ويو آهي. معنيٰ اسان ان جي چڱيءَ طرح حفاظت

ڪئي آهي جن ته چيو ويو. اسان تارن کي آسمان جي سينگار ۽ ان جي حفاظت جي لاءِ پيدا فرمايو آهي (١) "لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَى" نه ٻڌي سگهندا ملا اعلى کان. يعني شيطانن کي طاقت ناهي جو ملائڪن جي گفتگو ٻڌي سگهن "وَيُقَذُّونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا" ۽ اهي ڀڄائڻ جي لاءِ هر طرف کان اُتر هنيا ويندا. يعني جيڪڏهن شيطان ملائڪن جي گفتگو ٻڌڻ جي لاءِ مٿي چڙهڻ جي ڪوشش ڪندا ته کين چئني طرفن کان اُتر هنيا ويندا نه بيهي سگهندا نه ٻڌي سگهندا. "وَلَهُمْ عَذَابٌ وَأَصِيبٌ ۽ انهن جي لاءِ هميشه وارو عذاب آهي. يعني انهن کي ڪٽڻ وارو عذاب نه ٿيندو ان ڪٽ عذاب هوندو. (٢) "إِلَّا مَنْ خِطَفَ الْخُطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ" مگر جنهن هڪ ڀيرو جهٽ هنيو جهٽ هڻڻ تي ان جي پويان ٻرندڙ اُتر لڳندو آهي.

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن جي بعثت وقت عرب ۾ پوپن جو وڏو زور شور هو هر جاءِ تي اهڙا ماڻهو گهڻي تعداد ۾ ملندا هئا جيڪي غيب ڄاڻڻ جون دعوائون ڪندا هئا اهو انهن جو ڌنڌو هو جنهن سان کين گهڻو مال ملندو هو. ڪنهن جي ڪا شيءِ گم ٿي وئي يا ڪنهن جو ڪو عزيز بيمار ٿي پيو ڪنهن نئين ڪاروبار جو پروگرام بنايو ڪو وڏي سفر جي لاءِ تيار ٿيو ته انهن سڀني موقعن تي اهي وهمي ماڻهو هنن ڪوڙن غيب ڄاڻڻ جي دعويٰ ڪندڙن وٽ ايندا هئا هي وڏا چالاڪ هوندا هئا اهڙي ٻڌي ڳالهه ڪندا هئا جو اهي ڀڄڻ وارا کائنن مطمئن ٿي ويندا هئا ۽ ماڻهن جو انهن جي متعلق اهو عقيدو هوندو هو ته ڪو جن کين اهي ڳالهيون ٻڌائي ٿو جڏهن حضرت حبيب ڪريم عليه التحية والتسليم جن جي بعثت ٿي ۽ پاڻ پنهنجي نبوت جو اعلان فرمايائون ۽ ٻڌايائون ته آسمان کان هڪ ملائڪ وحي ڪئي سندن خدمت ۾ اچي ٿو ته عرب وارن کين به هڪ ڪاهن (پوپو) خيال ڪري وحي کي انهن ڪاهن جي اقوال تي قياس ڪيو ۽ ائين سمجهڻ لڳا ته سندن خدمت ۾ به ڪو جن اچي ٿو جيڪو کين اهي ڳالهيون سيکاري ٿو. هنن آيتن سان انهن جي ان باطل گمان جي ترديد ڪئي وئي ته جنهن ڏينهن کان حضور صلي الله تعالى عليه وآله وسلم جن نبوت جو اعلان فرمايو ان

ڏينهن کان وٺي آسمانن تي نگراني سخت ڪئي وئي آهي ۽ هاڻي ڪنهن شيطان يا جن جي مجال ئي ناهي جو عالم بالا ۾ جهان جي متعلق انتظامات جا جيڪي فيصلا ڪيا وڃن انهن تي آگاهه ٿيڻ جي ڪوشش ڪن ۽ اتي جا راز هتي ظاهر ڪرڻ جي ڪنهن شيطان ۽ جن کي ائين ڪرڻ جي همت ئي ناهي پر جيڪڏهن ڪو پنهنجي شرير طبع سان ائين ڪري به ته ان جي پويان ٻرندڙ آڙ لڳي ٿا پون جيڪي ان کي ساڙي چار بنائي ڇڏيندا آهن ان جي ڪري هاڻي نه پويائي رهي نه پويا رهيا.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا: ع ١ - "وَالصَّافَاتُ صَفًّا" (قطارون ڪري صفون ٻڌندڙن جو قسم آهي) مان مراد غازي به آهن جيڪي جهاد جي ميدان ۾ صفون ٻڌي بيهندا آهن يا اهي نمازي جيڪي جماعت ۾ صفون ٻڌي بيهندا آهن. ان مان معلوم ٿيو ته نماز باجماعت ۽ جهاد الله جل شانہ کي تمام گهڻا پيارا آهن جو انهن جو قسم ڪيو اٿس. ٢ - "فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا" (پوءِ سختيءَ سان جهڙڪيندڙن جو قسم آهي) هن مان مراد اهي فرشتا آهن جيڪي بادلن ۽ هوائن کي جهڙڪيندي هلائيندا آهن يا اهي علماء دين جيڪي ماڻهن کي برائين کان سختيءَ سان روڪيندا آهن يا اهي غازي جيڪي جهاد جي ميدان ۾ گهوڙن کي سختيءَ سان ڌمڪائيندي ڊوڙائيندا آهن. ٣ - "فَالْتَلَّيْتُ ذِكْرًا" (پوءِ ذڪر کي تلاوت ڪندڙن جو قسم آهي) ذڪر مان مراد قرآن ڪريم ۽ تلاوت ڪندڙن مان مراد نماز ۾ يا وعظ ۾ يا جهاد ۾ تلاوت ڪندڙ آهن. هن مان معلوم ٿيو ته قرآن ڪريم جي تلاوت ڪرڻ نهايت اهم عبادت آهي جيڪا سفر توڙي حضر ۾ ڇڏڻ نه گهرجي بلڪ جهاد دوران ته ان ڏانهن گهڻو توجه ڪرڻ گهرجي چوٽه موت اکين جي اڳيان آهي. اصحاب سڳورا هلندڙ جهاد ۾ به جماعت نه ڇڏيندا هئا بلڪ خوف واري نماز ادا ڪندا هئا افسوس آهي انهن مسلمانن تي جيڪي بنا ڪنهن معقول عذر جي جماعت بلڪ نماز ئي ڇڏي ڏين ٿا. ٤ - "إِنَّ إِلَهُكُمْ لَوَاحِدٌ" (بلاشڪ اوھان جو معبود هڪ آهي) هي مذڪوره قسمن جو جواب آهي هن مان الله جل شانہ جي توحيد بيان ٿي پر بيان جي انداز مان حضرت حبيب پاڪ عليه الصلوة

والسلام جن جو شان به واضح ٿي رهيو آهي جو الله جل شانہ پنهنجي توحيد انهن
مذڪوره جماعتن جي قسم سان بيان فرمائي ۽ نبي ڪريم عليه الصلوٰۃ والسلام جن
جي رسالت قرآن ڪريم ۽ پنهنجي پاڪ ذات جي قسم سان بيان فرمائي. جنهن مان
سندن محبوبيت جا انوار نظر اچي رهيا آهن. جيئن ارشاد مبارڪ آهي ”يُسِّ وَالْقُرْآنِ
الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ“ يس۔ قرآن ڪريم جو قسم آهي ته بلاشڪ اوهان
مرسلن مان آهيو. ۽ ٻيو فرمان آهي ”فَلَا وَرَيْكَ لَآيُومٌ مِّنْوَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ“ اوهان جي
رب جو قسم آهي ته جيستائين اهي اوهان کي پنهنجو حاڪم نه مڃيندا ايمان وارا نه
بنجندا.

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهَمْ أَسَدٌ خَلَقَا أَمْ مِّنْ خَلْقِنَا

پوءِ پڇ انهن کان ڇا اهي وڌيڪ مضبوط آهن خلقت ۾ يا اهي (ٻيون) شيون جيڪي اسان پيدا ڪيون

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّازِبٍ (١١)

بلاشڪ اسان پيدا ڪيا — اوهان کي پڪي، مٽيءَ مان

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ مِّنْ (١٢) وَإِذَا ذُكِّرُوا

بلڪه عجب ڪيو توهان (اهي) نٿوليون ڪن پيا ۽ جڏهن نصيحت ڪيا ٿا وڃن ته

لَا يَذْكُرُونَ م (١٣) وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخَرُونَ م (١٤)

ٿا نصيحت وٺن ۽ جڏهن ڏسن ٿا ڪا نشاني ته نٿوليون ڪن ٿا

وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (١٥) عِذَا مِتْنَا

۽ چون ٿا ته ناهي هي مگر جادو پٿرو ڇا جڏهن مرندياسون

وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا عِذَا لَمُبْعُوتُونَ ل (١٦)

۽ هوندياسون مٽي ۽ هڏا ڇا بلاشڪ اسان (قبرن مان) اٿاريل آهيون

أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ^{١٧} قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ^{١٨}

يا اسان جا پهرين ابا ڏاڏا؟ فرمائي ته هاڻوڪا اوهان ذليل هوندا

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ^{١٩}

پوءِ صرف اها هڪ جهنگ آهي پوءِ اتي جو اتي آهي ڏسڻ لڳندا.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ الله سبحانه و تعالى پنهنجي توحيد، خالقيت، علم ۽ قدرت بيان فرمائي ۽ هنن آيتن ۾ حشر ۽ نشر کي ان طرح ثابت ڪيو اٿس ته اوهان جو وري پيدا ڪرڻ انهن وڏين شين جي پيدا ڪرڻ کان ڏکيو ناهي. فرمان ايزدي آهي ”فَأَسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مِّنْ خَلْقًا“ پوءِ انهن کان پڇو ته ڇا اهي پاڻ خلقت ۾ وڌيڪ مضبوط آهن يا جيڪا ٻي مخلوق اسان پيدا فرمائي آهي؟ يعني اي محبوب (عليه الصلوة والسلام) انهن قيامت جي منڪرن کان پڇو ته هنن شين مان (پيدا ڪرڻ ۾ وڌيڪ ڏکي ۽ مضبوط شيءِ ڪهڙي آهي؟ پاڻ پيدا ٿيڻ ۾ وڌيڪ ڏکيا آهن يا آسمان، زمين ۽ جيڪا مخلوق ملائڪ وغيره انهن ۾ آهن اهي پيدا ٿيڻ ۾ ڏکيا آهن؟ اهو سوال انهن کان کين تنبيه ڪرڻ جي لاءِ ڪيو ويو آهي چوڻهه اهي ان ڳالهه جا اقرار ڪري ته هئا ته مذڪوره شيون انسانن کان ڏکيون آهن. ۽ جڏهن ائين آهي ته پوءِ انسانن جي وري پيدا ٿيڻ ۽ محشر جي ميدان ۾ اچڻ جو انڪار چوڻا ڪن؟ ”إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ“ يقيناً اسان انهن کي پڪي ۽ چيڪي مٽيءَ مان پيدا فرمايو آهي. يعني سندن اصل ۽ ابي حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي اسان پڪي چيڪي مٽيءَ مان پيدا فرمايو. ۽ اها کين خبر آهي ته پوءِ ڪيئن تا انڪار ڪن ته اسين کين جيئرو ڪري قبرن مان اٿاري نه سگهنداسون (١) هن کان پوءِ الله جل شاناهه پنهنجي حبيب عليه الصلوة والسلام جن سان خطاب ڪندي فرمايو

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ مِنْ بِلَاؤِهِمْ عجب ۾ ٿا پئو ۽ اهي ٺٺوليون پيا ڪن. مطلب ته
 اهي ماڻهو صرف انڪار نه ٿا ڪن بلڪه ان عقيدي تان ٺٺوليون ڪن ٿا اوهان
 عجب ٿا ڪيو ته اهي ماڻهو قبرن مان اٿارڻ واري الله جل شانہ جي قدرت جي انڪار
 ڪرڻ ۾ ڪيترا دلير آهن (١). "وَإِذَا دُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ مَنْ جَذَّهْنِ نَصِيحَتِ كِیَا
 وِجَن ٿا ته نصيحت نٿا وٺن. مطلب ته جَذَّهْنِ انهن کي قبرن مان اٿي محشر جي
 ميدان ۾ اچڻ جي مڃڻ ۽ انڪار نه ڪرڻ جي لاءِ نصيحت ڪجي ٿي ته اها نصيحت
 قبول ڪرڻ جي لاءِ بالڪل تيار ناهن "وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ مَنْ جَذَّهْنِ كَا
 نشاني ڏسن ٿا ته ٺٺول ڪن ٿا. يعني انهن نبوت جي اثبات لاءِ انهن کي معجزو
 ڏيکاريو وڃي ٿو ته ان تي به مسخرائپ، ٺٺول ۽ چٽر جو مظاهرو ڪن ٿا. "آيَةً"
 مان مراد اهڙو خاص واقعو آهي جنهن سان نبوت ثابت ٿئي "وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ
 مُّبِينٌ ۽ چيائون ته هي ته صرف پڌرو جادو آهي. يعني قرآن ڪريم جي اعجازي
 اثر. ۽ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي هر معجز جي ٿال مٽول ڪري چون
 ٿا ته هي ته کليل ۽ پڌرو جادو آهي مطلب ته سڌو سنئون انڪار ڪرڻ جي بجاءِ ان
 کي جادو چون ٿا (٢) "إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا إِنْآ لَمَبْعُوثُونَ أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۽ ڇا جَذَّهْنِ
 اسين مرنڊاسون ۽ مٽي ۽ هڏا ٿي وينداسون ڇا پڪ اسين يا اسان جا پهريان ابا ڏاڏا
 البتہ اٿاريل آهيون. مطلب ته جَذَّهْنِ اسين مرڻ کان بعد قبرن ۾ سڙي مٽي ۽ هڏا ٿي
 وينداسون يا اسان جا اڳ ۾ وفات ڪري ويل ابا ڏاڏا سڀئي وري قبرن مان اٿاريا
 وينداسون؟ اسين ڪيئن مڃون ته اهو ئي سگهندو. "قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ فَإِنَّمَا
 هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ" فرمائي ته هاڻو ۽ اوهان ذليل هوندؤ اها ته صرف
 هڪ جهڻڪ آهي پوءِ ان وقت اهي ڏسندا رهندا. يعني قبرن مان اٿارڻ وارو فيصلو
 يقيني ۽ قطعي آهي اوهان انهن کي فرمايو ته هاڻو اوهان ان حال ۾ اٿاريا ويندؤ جو
 نهايت ذليل هوندؤ ان ۾ گهڻي دير نه لڳندي هڪ ئي جهڻڪ سان سڀ اٿندا ۽ اٿڻ
 کان پوءِ هڪ ٻئي ڏانهن نهاريندا رهندا ۽ هتي انڪار ڪرڻ جي اتي سزا به ڏسندا.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ١- "فَاسْتَفْتِهِمْ أَهْمُ اشْدُ خَلْقًا أَمْ
 مَنِ خَلَقْنَاهُ" (انهن کان پڇو ته اهي خلقت ۾ وڌيڪ ڏکيا آهن يا جيڪي اسان پيدا
 فرمايا؟) هنن سهڻن لفظن سان معلوم ٿيو ته انسان جيڪڏهن عقل کي صحيح
 نموني استعمال ڪري ته ان سان به مڃڻ آسان ٿيندو ته الله جل شانہ مري ويلن کي
 قبرن مان اٿارڻ تي قادر آهي. ٢- "مَنْ طِينٍ لَّازِبٍ" (جيڪي مٽيءَ مان) معلوم ٿيو
 ته انسان جي شروعات ۾ ئي چنبرڙ ۽ ڪنهن نه ڪنهن شيءِ سان گهڻو گهڻو رهڻ
 رکيل آهي اهوئي سبب آهي جو انسان انسان سان يا دنيا يا دين يا شيطان يا الله
 جل شانہ جي حبيب عليه الصلوة والسلام جن جي دامن سان چنبريل رهندو آهي ٣-
 "وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ" (۽ چيائون هي ته صرف کليل جادو آهي) مان واضح
 ٿيو ته ڪافرن کي عقل جي دولت به نصيب نه هئي نه ته ائين نه چون ها. عقل وارا
 قرآن ڪريم کي جادو نه چوندا. چوڻ جادو آسمان کان مٿي نه هلندو ۽ جادو سان
 ڪنهن به شيءِ جي حقيقت نه بدلاجندي.

وَقَالُوا يَٰوَيْلَنَا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ (٢٠)

۽ چوندا اي اسان جي هلاڪت! هي ڏينها جو ڏينهن آهي

هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ (٢١)

هي ڏينها جو ڏينهن آهي جنهن کي اوهان ڪوڙو چوندا هيا

أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ (٢٢)

اٿاريو انهن کي جن ظلم ڪيو ۽ انهن جي جوڙ وارن کي ۽ جن جي عبادت ڪندا هئا

مَنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ (٢٣)

الله کان سواءِ پوءِ وٺي هلو انهن کي جهنم جي واٽ ڏانهن

جهنم ۾ وجهن جي لاءِ حڪم ٿيندو ۽ وري کين رسوا، خوار ۽ ذليل ڪرڻ جي لاءِ روڪي بيهارڻ جو حڪم ڪيو ويندو. تانت محشر جي ميدان وارا ڏسن ته سندن ڪيترو برو حال ٿيو آهي. ”مَا لَكُمْ لَا تَنكَصِرُونَ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ“ اوهان کي ڇا آهي جو هڪ ٻئي جي مدد نٿا ڪيو بلڪه اهي اڄ ڪنڌ جهڪائيندڙ آهن. ڪافر دنيا ۾ هڪ ٻئي جي مدد ڪندا ۽ ان تي فخر ڪندا هئا جيئن ابوجهل بدر جي ميدان ۾ چيو هو ته لَحْنُ جَمِيعٍ مُّنتَصِرٍ - اسين مدد ڪيل ٿولو آهيون. انهن کي قيامت جي ڏينهن حڪم ڪيو ويندو ته اڄ هڪ ٻئي جي مدد ڇو نه ٿا ڪيو. بلڪه اهي ڪافر اڄ ڪنڌ جهڪائيندڙ، ذليل ۽ خوار هوندا ڪنهن به قسم جي عزت نصيب نه ٿيندين.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا. ۱- آيت ع ۲۰ مان معلوم ٿيو ته قيامت جي ڏينهن الاهي عذاب ڏسي پوءِ ايمان آڻڻ نفعو نه ڏيندو. ۲- آيت ع ۲۱ کان ع ۲۳ مان معلوم ٿيو ته ڪافرن جا ۽ مشرڪن جا جيترا به قسم هوندا اهي سڀئي ۽ سندن باطل معبود گڏ ڪري اتاريا ويندا. ۽ اهو به معلوم ٿيو ته قيامت جي ڏينهن جا مختلف نالا آهن جيڪي ان ڏينهن جي مختلف ڪمن ۽ حالتن جي لحاظ سان رکيل آهن ان لحاظ سان جوان ڏينهن هر ماڻهوءَ کي سندس اعمال جو بدلو ملندو ان جو نالو ”يوم الدين“ آهي ۽ ان لحاظ سان جو ان ۾ عدل ۽ انصاف سان فيصلو ڪيو ويندو ان جو نالو ”يوم الفصل“ آهي ”ظَلَمُوا“ مان مراد ڪافر ۽ ”أَرْوَاجُهُمْ“ (سندن جوڙ) مان مراد انهن کي گمراهه ڪرڻ وارا شيطان آهن (۱)

۳- ”وَقَفُّوهُمْ رَأَتْهُمْ مُسْتَوْوُونَ“ (۽ انهن کي بيهاريو اهي ڀڄاڻو ڪيل آهن) جي متعلق ديلمي ابو سعيد خدری رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: ان آيت ۾ ذڪر ڪيل ڀڄائي مان مراد آهي ته ماڻهن کان حضرت علي ۽ اهل بيت اطهار جي محبت جي باري ۾ سوال ڪيو ويندو. ۽ هن روايت لکڻ کان پوءِ علام آلوسي لکيو آهي ته اصح قول هي آهي ته اهو سوال عقائد ۽ اعمال جي متعلق هوندو ۽ حضرت علي ۽ خلفاء راشدین رضي الله عنهم جي محبت به ان ۾ داخل آهي. (۲)

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ (٢٧) قَالُوا إِنَّكُمُ

په سامهون ٿيندا هڪڙا انهن مان ٻين کي پڇندا چوندا بلاشڪ اوهان

ڪنتم تاتوننا عن اليمين (٢٨) قَالُوا بَلْ لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (٢٩)

ايندا هيئو اسان وٽ سڄي طرف کان چوندا بلڪه (اوهان پاڻ) مومن نه هيئو

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَغَيْنَ (٣٠)

په نه هو اسان جو اوهان تي ڪو زور بلڪه هيئو اوهان قوم سرڪشي ڪندڙ

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا لَآ أَتَقُونَ (٣١)

پوءِ ثابت ٿيو اسان تي فرمان اسان جي رب جو بيشڪ اسين البت ڇڪندڙ آهيون

فَاغْوَيْنَكُمْ إِنَّا كُنَّا غَوِينَ (٣٢) فَإِنَّهُمْ

پوءِ اسان اوهان کي گمراه ڪيو بلاشڪ اسين گمراه هئاسين پوءِ بلاشڪ اهي

يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ (٣٣) إِنَّا كَذَّالِكَ نَفْعَلُ

ان ڏينهن عذاب ۾ شريڪ آهن بيشڪ اسين اهڙي طرح ڪيون ٿا

بِالْجُرْمِينَ (٣٤) إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا

مجرمن سان بيشڪ اهي هئا جڏهن چيو ويندو هو انهن کي ته ناهي ڪو سڄو معبود هڪ الله کان سواءِ

يَسْتَكْبِرُونَ (٣٥) وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَتَارِكُوا آلِهَتِنَا

ته وڌائي ڪن پيا ۽ چون پيا ته ڇا بلاشڪ اسان البت ڇڏيندڙ آهيون پنهنجن معبودن

لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ^ط (٣٦) بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ (٣٧)

هڪ شاعر مجنون جي (چوڻ جي ڪري) بلڪه آندائين حق ۽ سچو چيائين مرسلن کي

إِنَّكُمْ لَذَاقُوا الْعَذَابِ الْإِلِيمِ (٣٨) وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا

بلاشڪه اوهان البتہ چڪندڙ آهيو عذاب دردناڪ ۽ نہ بدلو ڏنا ويندؤ مگر

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ^ل (٣٩) إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ (٤٠)

جيڪي ڪندا هيءُ ————— و مگر الله جا مخلص ٻانهن —————.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ٻڌايو ويو ته ڪافر قيامت جي ڏينهن ان تي پيشمان ٿيندا جيڪو انهن کان ٿيو هوندو ۽ هتي ٻڌايو ٿو وڃي ته اهي ان تي هڪ ٻئي کي ملامت به ڪندا. ارشاد مبارڪ آهي ”وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ“ ۽ هڪٻئي کي سامهون ٿي سوال جواب ڪندا ”هتي ان گفتگو جو ذڪر ڪيو ٿو وڃي جيڪا قيامت جي ڏينهن گمراه قومي سردارن ۽ سندن گمراه پوئلڳن جي وچ ۾ ٿيندي. ان بيان مان مقصد اهو آهي ته اسين الله جل جلاله جو حڪم ڇڏي ٻئي ڪنهن جي چوڻ تي نه هلون ۽ اها دوستي ۽ تعلق جنهن جو بنياد اسلام کان روگرداني، قرآن ۽ سنت کان انحراف، الله جل شانہ ۽ ان جي پياري رسول ڪريم صلي الله عليه وسلم کان بغاوت تي هوندو اها قيامت جي ڏينهن ڪنهن ڪم جي نه رهندي بلڪه هڪ وبال بڻجندي.

”قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ“ چوندا ته بلاشڪ اوهان اسان وٽ سڄي طرف کان ايندا هيئو. اليمين جي لفظي معنيٰ سڄو پاسو آهي جيئن ترجمي ۾ لکي آيا آهيون پر هتي ان مان مراد قوت ۽ طاقت آهي. عن اقوي الوجود. (١) يعني

پوئلڳ ماڻهو پنهنجن قومي سردارن کي چوندا ته اوهان وڏي طاقت، قوت ۽ رعب
 تاب سان اسان وٽ ايندا هئا ۽ اسان کي اسلام کان هٽائي ڪفر جي مٿان مضبوط
 رهڻ لاءِ چوندا هئا ”قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ“ چوندا ته بلڪه اوهان مومن نه
 هيئو. يعني اهي گمراه قومي سردار انهن پوئلڳن کي چوندا ته اوهان پاڻ ڪفر تي
 رهي ايمان قبول نه ڪيو هو ”وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ“ ۽ اسان جو اوهان
 تي ڪو زور نه هو. مطلب ته اوهان کي ڪفر تي اسان مجبور نه ڪيو هو ۽ نه اسان
 جو ان باري ۾ اوهان تي زور يا زبردستي هئي ”بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ“ بلڪه اوهان
 سرڪش قوم هيئو. يعني ايمان اوهان پاڻ نه قبول ڪيو اسين ته اوهان جا صرف
 مددگار رهياسين جنهن جي ڪري اوهان ڪفر تي پڪا رهيا هيئو ڪفر ڪرڻ جا
 مجرم اصل ته اوهان آهيو لهنذا اوهان به عذاب جا حقدار آهيو. ”فَقَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا
 اِنَّا لَذٰلِقُونَ“ پوءِ اسان تي اسان جي رب جو فرمان ثابت ٿيو بيشڪ اسين (عذاب
 جو مزو) البتہ چڪندڙ آهيون. يعني الله جل شانہ جي حجت اسان تي ثابت ٿي چڪي
 ۽ سندس فرمان ته ”مان توسان ۽ تنهنجي تابعن سان جهنم کي ضرور پريندس،
 پورو ٿي رهيو آهي اڄ اسان کي پنهنجي ڪفر، شرڪ ۽ ٻين غلط ڪمن جي سزا جو
 مزو چڪڻو آهي“ ”فَاَعْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِبِينَ“ پوءِ اسان اوهان کي گمراه ڪيو
 بلاشڪ اسين گمراه هئاسون. مطلب ته اسان اوهان کي گمراهي ڏانهن سڏيو پر
 مجبور نه ڪيو هو پوءِ اوهان هدايت کي ڇڏي گمراهيءَ کي قبول ڪيو اسين ته اڳي
 ئي گمراه هئاسين پوءِ اسان تي اوهان جي ميار نٿي ٺهي. ”فَاَنهَمُّ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ
 مُشْتَرِكُونَ“ پوءِ بلاشڪ اهي ان ڏينهن عذاب ۾ شريڪ آهن. يعني اڳواڻ ۽ انهن
 جا پوئلڳ عذاب ۾ گڏ هوندا جيئن گمراهيءَ ۾ گڏ هئا ”اِنَّا كَذٰلِكَ نَفَعُ
 بِالْمُجْرِمِينَ“ بلاشڪ اسين مجرمين سان اهڙي طرح ڪنداسون. المقصد ته جيئن اسان
 جي تشريعي حڪمت جي خواهش هوندي انهن سان اهڙو برتاءُ ڪيو ويندو. ۽ اها
 گمراه ڪندڙ ۽ گمراه ٿيندڙ کي گڏ سزا ڏيڻ آهي. (١) ”اَنهَمُّ كَانُوا اِذَا قِيلَ لَهُمْ
 لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُونَ“ بلاشڪ اهي جڏهن انهن کي لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ (پڙهڻ جي لاءِ)
 چيو ويندو هو ته وڏائي ڪندا هئا يعني نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن انهن کي

مذڪوره ڪلمو پڙهائڻ جي ڪوشش ڪندا هئا ته هي ٽڪر ۽ غرور ڪري اهو نه پڙهندا هئا ”وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَرُكُودًا لِّشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ“ ۽ چون پيا ته ڇا بلاشڪ اسين پنهنجن معبودن کي هڪ شاعر، مجنون جي ڪري ڇڏي ڏينداسون. شاعر ۽ مجنون مان انهن جي مراد نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن هئا (معاذالله) (١) مطلب ته اهي چوندا هئا ته اسين هن شاعر ۽ ديواني جي چوڻ تي پنهنجن معبودن کي ڪيئن ڇڏينداسون. اهو ئي نٿو سگهي. ”بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ“ بلڪ حق آندائين ۽ مرسلن جي تصديق ڪري ٿو. هن ۾ مشرڪن جي مذڪوره قول جو رد آهي ته: منهنجو پيارو نبي شاعر ۽ مجنون ناهي پر ان جيڪو پيغام آندو آهي اهو حق آهي جنهن تي برهان قائم ڪيو اٿس ۽ صرف هن جي اها دعويٰ ناهي اڳين مرسلن عليهم الصلوة والسلام به اها دعويٰ ڪئي هئي ۽ هي انهن جي تصديق ڪندڙ آهي هن جي دعويٰ به انهن جي دعويٰ جهڙي آهي. (٢) ”إِنكُمْ لَذَاتُ قُلُوبٍ غَدَابِ الْأَلِيمِ“ بلاشڪ اوهان دردناڪ عذاب چڪندڙ آهيو. يعني اي ڪافرو! مجرمو! اوهان اهڙي دردناڪ عذاب ۾ پوندؤ جيڪو اوهان کي ڪڏهن به نه ڇڏيندو ”وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ ۽ اوهان نه بدلو ڏنا ويندؤ مگر جيڪي ڪندا هيو. مطلب ته اوهان کي مليل عذاب اوهان جي عملن جي سزا آهي ٻيو ڪجهه ناهي ”إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ“ مگر الله جا سڃا پانها. انهن کي الله جل شانہ جو نعمتون نصيب ٿينديون.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا. ١- ”وَأَقْبَلْ بَعْضُهُمْ“ کان ”إِنَّا كُنَّا غُورِينَ“ تائين جيڪو ذڪر ٿيو آهي. مفسرن سڳورن لکيو آهي ته اهي سمورا سوال جواب ڪافرن جا ڪافرن سان هوندا ڪي اڳواڻ هوندا ته ڪي سندن پوئلڳ هوندا. الله جل شانہ جا انبياء عليهم الصلوة والسلام ۽ اولياء سڳورا ان ۾ داخل ناهن. ٢- ”لِّشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ“ (شاعر، مجنون جي چوڻ جي ڪري) هتي شاعر لفظ مان سمجهيل شعر جي مفهوم مان سندن مراد نظم نه آهي چوڻ حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن ڪڏهن نظم پڙهيو ئي نه هو بلڪ ان مان مراد ڪوڙو

ڪلام آهي اهي هر ناول ۽ دلچسپ ڪلام کي شعر چوندا هئا. هتي شعر مان مراد حق جي مقابلي ۾ باطل آڻڻ آهي، ان جي ڪري الله تعاليٰ فرمايو ته ”حق آندو اٿس“. ٣- ”وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ“ (۽ مرسلين جي تصديق ڪري ٿو) مان واضح ٿيو ته اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام جي تصديق حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن ڪرڻ فرمائي. انهن سندن تشريف آوري جي جيڪا بشارت ڏني هئي سندن آمد مبارڪ سان ان جي تصديق ٿي وئي. (١)

أُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ^١ (٤١) فَوَاكِهُ وَهُمْ مُكْرَمُونَ^٢ (٤٢)

اهي انهن جي لاءِ رزق مقرر آهي ————— واءِ اهي عزت وارا آهن
فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ^٣ (٤٣) عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ^٤ (٤٤) يُطَافُ

نعمتن وارن بهشتن ۾ تختن تي هڪ ٻئي کي سامهون ويهندڙ ڦيرايو ويندو
عَلَيْهِمْ بِكَاسٍ مِّنْ مَّعِينٍ^٥ (٤٥) بَيِّضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ^٦ (٤٦)

انهن تي پيالو وهندڙ شراب مان سفيدي لذت وارو پيئندڙن جي لاءِ
لَا فِيهَا غَوْلٌ^٧ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ^٨ (٤٧) وَعِنْدَهُمْ

ناهي ان ۾ مٿي جو ڦرڻ ۽ نه اهي ان کان نشي وارا ٿيندا ۽ انهن وٽ
قُصِرَاتُ الطَّرْفِ عَيْنٍ^٩ (٤٨) كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ^{١٠} (٤٩)

هيٺ نه ————— اريندڙ وڏين اکين واريون هونديون ڄڻ ته اهي آنا ڍڪيل آهن
فَاقْبَلْ^{١١} بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ^{١٢} (٥٠) قَالَ

پوءِ سامهون ٿيندا هڪ ٻئي سان ٻين ڏانهن پڇا ڪندا چوندو

قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝ (۵۱) يَقُولُ إِنَّكَ

چوندڙ انهن مان بلاشڪ هو منهنجي لاءِ هڪ سنگتي چوي پيو ته ڇا پڪ تون

لِمَنِ الْمُصَدِّقِينَ (۵۲) عَازَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا

البتہ تصديق ڪندڙن مان آهين؟ ڇا جڏهن مړنداسون ۽ هونداسون مٽي ۽ هڏا

عَازَا لِمَدِينُونَ (۵۳) قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ (۵۴)

ڇا بيشڪ اسين البتہ بدلو ڏنل آهيون؟ چوندو ڇا اوهان لياڪو پائي ڏسندڙ آهيو

فَاطَّلِعْ فَارَاهُ فِي سَوَاءٍ الْجَحِيمِ (۵۵)

پوءِ لي اڪو پائي ڏسندو پوءِ ڏسندو ان کي دوزخ جي وچ ۾

قَالَ تَاللّٰهِ إِنْ كِدْتُ لَتُرْدِينَ ۝ (۵۶)

چوندو الله جو قسم آهي ته ويجهو هئين تون جو البتہ هلاڪ ڪرين مون کي

وَلَوْ لَا نِعْمَةٌ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُخْضَرِينَ (۵۷)

۽ جيڪڏهن نه هجي ها منهنجي رب جي نعمت ته البتہ هجان ها حاضر ڪيلن مان

أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝ (۵۸) إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَى وَمَا نَحْنُ

ڇا پوءِ ناهيون اسين مړڻ وارا مگر اسان جو پهريون مړڻ ۽ ناهيون اسين

بِمُعَذِّبِينَ (۵۹) إِنَّ هَٰذَا لَهُ وَالْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۶۰)

عذاب ڪيل بيشڪ هي البتہ اها ئي ڪاميابي وڏي آهي

لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ (۶۱)

هن جهڙي (نعمت) لاءِ پوءِ ڇا ڪري ته ڪم ڪن ڪم ڪندڙ.

تفسير.

اڳين آيت ۾ الله تعالى پنهنجن مخلص ٻانهن کي ”اَلَا“ استثناء جو حرف آئي عذاب ملندڙن ٻانهن کان جدا ڪيو ۽ هتي انهن کي ملندڙ نعمتن جو ذڪر ڪري ارشاد ٿي رهيو آهي ”اُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ“ فَوَاكِهَ وَهُم مُّكْرَمُونَ“ اهو انهن جي لاءِ مقرر ڪيل رزق آهي (قسمين ۽ قسمين) ميوا ۽ اهي عزت ڪيل آهن. يعني جن ٻانهن الله جل شانہ جي لاءِ خلوص سان عمل ڪيا ۽ ان ڏانهن رجوع ڪيائون اهي بهشتن ۾ ٻين نعمتن سان گڏ مختلف قسمن جي ميون سان مزا ماڻيندا جن جي لذت سان گڏ خوشبوءِ به نرالي هوندي ۽ اهي سندن اڳيان اهڙي انداز سان آندا ويندا جو سندن اڪرام ۽ عزت نمايان نظر ايندي جيئن دنيا جي بادشاهن ۽ اميرن جي اڳيان پيش ڪيا ويندا آهن. ”فِي جَنَّاتٍ النَّعِيمِ عَلٰى سُرُرٍ مَّتَّعَلِينَ“ نعمتن وارن بهشتن ۾ تختن تي هڪ ٻئي کي سامهون ويهندڙ هوندا. يعني اهو رزق انهن کي نعمتن وارن بهشتن ۾ ملندو جتي اهي جنتي تختن تي هڪ ٻئي کي سامهون ويٺل هوندا تانہ هڪ ٻئي سان دل وندرائي وڌيڪ سڪون حاصل ڪن. ۽ ان ۾ جيڪا روحاني لذت هوندي اها صرف عقلمند ۽ دانا سمجهندا. ”يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ“ انهن تي وهندڙ شراب جو پيالو ڦيرايو ويندو. يعني جيئن انهن کي ڪاڌي جون لذتون ملنديون ٿيئن کين پيئڻ جون نعمتون به نصيب ٿينديون انهن جي اڳيان شراب جا پيالا آندا ويندا جيڪي سڀني جي اڳيان ڦيرايا ويندا ۽ اهي شراب جي وهندڙ نهر مان ڀريا ويندا. نه انهن ۾ ڪوٽ ايندي ۽ نه بخل ڪيو ويندو. ”بَيِّضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ“ سفيد پيئندڙن جي لاءِ لذت هوندو. يعني ان جو رنگ اڇو چمڪندڙ ۽ نهايت سهڻو هوندو دنيا جي شراب وانگر بدشڪل ڪارو يا ڦڪو نه هوندو پيئڻ ۾ گهڻو لذت هوندو ”لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ“ ان ۾ نه مٿي ڦرڻ جي ڪيفيت هوندي ۽ نه اهي ان کان نشي وارا ٿيندا. يعني اهو شراب جسم تي اثر انداز نه ٿيندو جيئن دنيا جو شراب مٿي کي چڪر ڏياريندو آهي يا نشو ڏياريندو آهي ۽ نه عقل تي پردا وجهندو. الغرض ته ان ۾ ڪنهن به قسم جو فساد نه هوندو

”وَعِنْدَهُمْ قَصِيرَاتُ الطَّرَفِ عَيْنًا“ انهن وت هيٺ نهاريندڙ وڏين اکين واريون هونديون. يعني مذڪوره کائڻ ۽ پيئڻ وارين شين سان گڏ انهن کي نهايت حسين وڏين اکين واريون زالون ملنديون جيڪي حياءَ کي برقرار رکندي اکين کي هيٺ جهڪائيندڙ هونديون ”كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ“ چئڻ ته اهي ڍڪيل آنا آهن. يعني اهي پيلائيءَ ڏانهن مائل سفيد چهرن واريون هونديون جيئن پکين جا (بيضا) آنا سندن کني ۽ ڀرڻ ۾ ڍڪيل هوندا آهن. (۱) ”فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ“ پوءِ هڪ ٻئي کي سامهون ٿي هڪ ٻئي کان پڇا ڪندا. يعني هڪ ٻئي کان دنيا ۾ سندن مٿان گذريل حالات جو پڇندا. (۲) ”قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ“ انهن مان هڪ چوندڙ چوندو ته منهنجو هڪ سنگتي هو جيڪو مرڻ کان پوءِ قبرن مان اٿڻ جو انڪار ڪندو هو. ان مان مراد شيطان آهي ۽ ڪي چون ٿا ان مان مراد انسانن مان ان جو ساٿي آهي. ”يَقُولُ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُضِلِّينَ“ چوي پيو ته ڇا پڪ تون تصديق ڪندڙن مان آهين. يعني مون کي چوندو هو ته ڇا تون مرڻ کان پوءِ قبر مان اٿڻ کي سچو چئي ان جي تصديق ڪندڙن مان آهين؟ ”إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا إِنَّا لَمَلِدِينَهُ“ ڇا جڏهن مرداسون ۽ مٽي ۽ هڏا ٿي وينداسون ڇا اسين بدلو ڏنل هونداسون. يعني مري مٽي ۽ هڏا ٿي وڃڻ کان پوءِ به اسان کي جزا يا سزا ملندي؟ اهڙي عقل کان مٿي ڳالهه ڪيئن ٿي سگهندي؟ ”قَالَ هَلْ أَنتُم مَّطْلُوعُونَ“ چوندو ڇا اوهان جهاتي پائي ڏسندڙ آهيو؟ ”قال“ چوندو - ڪير چوندو؟ ان ۾ هڪ قول آهي ته ملائڪ چوندو ته ڇا اوهان گهرو ٿا ته ان نه مڃڻ واري کي جهاتي پائي جهنم ۾ ڏسي وٺو. حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته جنت ۾ جهنم وارن کي ڏسڻ جي لاءِ انتظام ٿيل هوندو. پيو قول آهي ته اهو قائل الله جل شانہ پاڻ هوندو پاڻ جنت وارن کي فرمائيندو ته: ڇا اوهان جهنم وارن جي حالت ڏسڻ گهرو ٿا؟ ”فَاطْلَعَ قَرَاهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ“ پوءِ جهاتي پائي نهاريندو پوءِ ان کي جهنم جي وچ ۾ ڏسندو. يعني اهو جنتي شخص جهنم واري ساٿيءَ ڏانهن جهاتي پائي نهاريندو ته ان کي جهنم جي وچ ۾ ڏسندو ”قَالَ تَاللّٰهِ إِن كُذِّتْ لَتَرُدَّنَّ“ چوندو الله جو قسم تون قريب هئڻ جو مون کي به هلاڪ ڪري ڇڏين. ”رَأَى“ جو لفظ

هتي ان مشدد کان مخفف آهي ۽ لام فرق ڪرڻ جي لاءِ آهي. يعني تو مون کي گمراه ڪري هلاڪ ڪرڻ جو ارادو ڪيو هو. ”وَلَوْ لَانْعَمَةَ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ“ ۽ جيڪڏهن منهنجي رب جي نعمت نه هجي ها ته يقيناً مان به (جهنم ۾) حاضر ڪيلن مان هجان ها. مطلب ته مون کي الله جل شانہ پنهنجي نعمت سان نوازي هدايت نصيب ڪئي نه ته مان به توسان گڏ جهنم ۾ حاضر هجان ها. (١)

”أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ الْأَمُوتَتْنَا الْأُولَى“ ڇا پوءِ اسين پهرين موت کان سواءِ مرڻ وارا ناهيون. يعني دنيا واري موت کان سواءِ اسين وري مرڻ وارا ناهيون اسين جنت ۾ هميشه رهنداسون. ”أَفَمَا“ ۾ استفهام تقريري آهي. (٢) ”وَمَا نَحْنُ بِمَعْدِيَنِ“ ۽ اسين عذاب ڪيل ناهيون. مفسرن لکيو آهي ته بهشت وارا اهو سوال ملائڪن کان ان وقت ڪندا جڏهن موت کي پڪر جي شڪل ۾ فنا ٿيندي ڏسندا. جڏهن اعلان ٿيندو ته هاڻي دائمي زندگي آهي ڪنهن تي به موت نه ايندو. مذڪور سوال پڇڻ جي لاءِ نه پر انتهائي خوشي وڌائڻ جي لاءِ هوندو. ”إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ بلاشڪ هي البتہ اها وڏي ڪاميابي آهي. اهو گفتگو به انهن جنتين جو آهي يعني دنياوي مال ۽ اولاد حقيقي ڪاميابي ناهي. حقيقي ڪاميابي هي آهي جيڪا اسان سڀني کي نصيب ٿي. ”لِمَثَلِ هَذَا فَلَيعْمَلِ الْعَامِلُونَ“ هن جهڙي لاءِ پوءِ مناسب آهي ته عمل ڪندڙ عمل ڪن. اهو الله جل شانہ جو فرمان آهي. يعني اي ٻانهو! اهڙي ڪاميابيءَ جي لاءِ ڪوشش ڪريو. (٣)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

١- ”فَوَاكِهَ“ الاية (ميوا) هن مان معلوم ٿيو ته جنت وارن کي لذت حاصل ڪرڻ جي لاءِ قسمن قسمن ميوا ڪارايا ويندا. چوٽه اتي بڪ نه هوندي. ان جي ڪري اتي اناج نه هوندو انگور وغيره هوندا. اهڙي طرح اتي نند به نه هوندي چوٽه نند ٿڪاوت لاهڻ جي لاءِ هوندي آهي ۽ اتي ٿڪاوت نه ٿيندي ۽ نند به اڌ موت آهي اتي موت ناهي ۽ اتي گهروارين سان صحبت اولاد جي لاءِ نه هوندي صرف لذت حاصل ڪرڻ جي لاءِ هوندي چوٽه اولاد جي ضرورت وارث هجڻ جي لاءِ آهي ۽ اتي

ورثو نه هلندو.

٢- ”وَهُمْ مُكْرَمُونَ“ (۽ اهي عزت وارا آهن) مان معلوم ٿيو ته جنت جي نعمتن ۾ وڏي نعمت عزت ۽ اڪرام آهي ڇو ته بيعزتيءَ جو رزق جانورن جهڙو آهي. جنت ۾ ڪنهن به جنتيءَ کي معلوم نه هوندو ته منهنجو درجو گهٽ آهي.

٣- ”عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ“ (تختن تي هڪ ٻئي کي سامهون ويهندڙ هوندا) هن مان معلوم ٿيو ته جنت وارا حلقا ٻڌي ويهندا، دنيا ۾ ذڪر جا حلقا ڄڻ ته جنت وارن جا حلقا آهن ۽ نماز ۾ صفون ان جي ڪري ٻڌيون وينديون آهن تانته ملائڪن سان مشابره رهن. ٤- ”قَصْرَاتُ الطَّرَفِ“ (اڪيون هيٺ جهڪائيندڙيون). مان واضح ٿيو ته جنت ۾ به پردو هوندو اهي ڌارئين مرد کي نه ڏسنديون. (١)

اذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقْوٰمِ (٦٢) اِنَّا جَعَلْنَاهَا

ڇا اها (مه ماني) ڀلي آهي يا ٿيوهر جو وڻ بلاشڪ اسان بنايو ان کي

فِتْنَةً لِّلظَّالِمِيْنَ (٦٣) اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِىْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (٦٤)

فتنو ظالمن جي لاءِ بلاشڪ اهو وڻ آهي نڪري ٿو دوزخ جي وچ مان

طَلْعُهَا كَاَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيْطٰنِ (٦٥) فَاِنَّهُمْ

گوشا ان جا ڄڻ ته اهي شيطانن جا مٿا آهن پوءِ بلاشڪ اهي

لَا يَكُوْنُوْنَ مِنْهَا فَمَالِيُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (٦٦) ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ

البتہ ڪائيندڙ آهن ان مان پوءِ ڀريندڙ آهن انهن مان پيٽ ان کان پوءِ بلاشڪ انهن جي لاءِ

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (٦٧) ثُمَّ اِنَّ مَرَجِعَهُمْ

ان تي البتہ ملاوٽ آهي تهڪندڙ گرم پاڻيءَ مان تنهن کا پوءِ بيشڪ انهن جو موٽڻ آهي

لَا إِلَى الْجَحِيمِ (٦٨) إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ (٦٩) فَهُمْ

دوڙخ ڏانهن بلاشڪ انهن لڌو ابن ڏاڏن پنهنجن کي گم راه پوء اهي

عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ (٧٠) وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ (٧١)

انهن جي (پيرن جي) نشانن تي ڊوڙن ٿا ۽ البتہ تحقيق گمراه ٿيا انهن کان اڳي گهڻا پهريين مان

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ (٧٢) فَانْظُرْ

۽ البتہ تحقيق موڪلياسون انهن ۾ ڊيڄاريندڙ پوء ڏس ته

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِينَ (٧٣) إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ (٧٤)

ڪه ڏسي طرح هئي ڊيڄاري ڊيڄارين جي مگر خالص بانهه الله جا.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جنت وارن کي ملندڙ نعمتن جو ذڪر فرمايو ۽ هتان کان ڪافرن کي ملندڙ سزا جو ذڪر ڪيو ويو آهي، ارشاد مبارڪ آهي ”اِذَا لَكَ خَيْرٌ مِّنْ ذَاكَ اَمْ شَجَرَةُ الزَّكْوٰىمِ“ ڇا مهمانيءَ ۾ اهو ڀلو آهي يا ٿوهر جو وڻ. يعني جيڪو مقرر رزق مون جنت وارن کي سندن عزت افزائي جي لاءِ ڏنو اهو ڀلو آهي يا جيڪو ٿوهر جو وڻ جهنم وارن کي ڪارايو ويندو اهو وڌيڪ آهي؟ ”اِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِيْنَ“ بلاشڪ اسان ان کي ظالمن جي لاءِ فتنو بنايو آهي. ”فِتْنَةٌ“ جي معنيٰ دنيا ۾ امتحان ۽ آزمائش آهي ۽ آخرت ۾ عذاب. (١) يعني ان ٿوهر جو ذڪر ظالمن، مڪه مڪرمه ۾ رهندڙن ڪافرن قريشين جي لاءِ امتحان آهي جو چون پيا ته باهه ۾ ته وڻ سڙي ويندا آهن هي ٿوهر جهنم ۾ ڪيئن هوندو؟ ۽ اهو انهن جي لاءِ آخرت ۾ عذاب آهي ”اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِىْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ“ بلاشڪ اهو وڻ جهنم

جي تري مان نڪري ٿو. مطلب ته نڪرندو ته جهنم جي تري مان پر ان جون
تاريون باهه جي وچ ۾ به سرسبز سايون هونديون. ”طَلَعَهَا كَأَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيْطَانِ“ ان
جا گوشا جن ته اهي شيطانن جون منڍيون آهن. يعني اهي ڏسڻ ۾ ئي ناپسند
هوندا. ”فَإِنَّهُمْ لَا يَكُلُونَ مِنْهَا فَمَا لِكُلُونِ مِنْهَا الْبُطُونُ“ پوءِ بلاشڪ اهي انهن مان
ڪائيندڙ آهن پوءِ انهن مان پيٽ ڀريندڙ آهن. يعني اهي مشرڪ ڪافر گهڻي بک لڳڻ
جي ڪري ان ٿوهر جي زهر جهڙي ڪوڙي وڻ مان ڪائي پنهنجا پيٽ ڀريندا. ”ثُمَّ
إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ“ ان کان پوءِ بلاشڪ انهن جي لاءِ ان جي مٿان
نهایت تهڪندڙ پاڻيءَ مان ملاوٽ آهي. يعني اهي جڏهن بک کان اهو ٿوهر ڪائي
پيٽ ڀريندا ته اڃ لڳڻ جي ڪري ان جي مٿان وري جهنم جي باهه ۾ گرم ٿيل
تهڪندڙ پاڻي ملائي پياريا ويندا. ”ثُمَّ إِنَّ مَرَجِعَهُمْ إِلَى الْجَحِيمِ“ ان کان پوءِ
بلاشڪ انهن جو البتہ جهنم ڏانهن موٽڻ آهي. يعني اهو جهنم جو ٿوهر ۽ گرم
پاڻي کين جهنم جي مخصوص مقامن ۾ ڏئي وري به کين جهنم ۾ ئي رکيو ويندو.
(١) ”إِنَّهُمْ أَفْوَابُهُمْ ضَالِّينَ“ بلاشڪ انهن پنهنجن ابن ڏاڏن کي گمراهه لڌو هو.
پوءِ انهن جي اقتداء ڪري پاڻ به گمراهه ٿيا ”فَهُمْ عَلَىٰ أَثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ“ پوءِ اهي
انهن جي پيرن (جي نشانن) تي ڊوڙن پيا. يعني اهي ان سزا جا حقدار ان جي ڪري
بڻيا جو پنهنجن ابن ڏاڏن جي سوچ ۽ فڪر کان سواءِ اقتداء ڪيائون ۽ ان ۾ تڪڙا
رهيا. (٢) ”وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ“ ۽ انهن کان اڳي پهرين مان گهڻا گمراهه
ٿيا. يعني مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن کان اڳي به تمام گهڻا ماڻهو گمراهه
ٿيا هئا جو الله جل شانہ کان سواءِ ٻيا باطل معبود بنايا هيائون ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ
مُنذِرِينَ“ ۽ البتہ تحقيق اسان انهن ۾ ڊيڄاريندڙ موڪليا هئا. مطلب ته اسان انهن
۾ انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام کي موڪليو هو جن انهن کي اسان جي
عذاب ۽ پڪڙ کان ڊيڄاريو هو پر انهن جي هدايت تي نه هليا انهن جي مخالفت
ڪيائون انهن کي ڪوڙو چيائون ۽ انهن جي دين واري دعوت کي قبول نه ڪيائون
”فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذِرِينَ“ پوءِ ڏس ته انهن ڊيڄاريلن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي؟
يعني الله جي نينن عليهم الصلوة والسلام جن کي ڊيڄاريو ۽ انهن نه مڃيو انهن جي

پڇاڙي ڏسو ته خراب ٿي الله جل شانہ انهن کي تباهہ ڪيو ۽ ايمان وارن کي عذاب کان نجات ڏياري ”فَانظُرُوا“ (پوءِ ڏس) ۾ خطاب هر ان شخص سان آهي جنهن انهن هلاڪ ڪيلن جا آثار ڏٺا انهن جون خبرون ٻڌيون. مڪه مڪرمه جي رهاڪو قريشي ڪافرن کي ته خبر هئي ته حضرت نوح عليه السلام جي قوم ۽ عادي ۽ ثمود وغيره جون هلاڪتون ڪيئن ٿيون هيون. ”اِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ“ مگر الله جا خالص ٻانها. هن آيت ۾ الله جل شانہ هلاڪ ٿيندڙن ڪافرن کان پنهنجن خالص ٻانهن کي جدا ڪري ٻڌايو ته انهن جي عاقبت ڀلي ٿي ايمان جي دولت سان مالا مال هجڻ جي ڪري عذاب کان محفوظ ٿيا. (١)

فائدا.

مذڪوره آيتن جا مزيد وضاحتي فائدا هي آهن. ١- ”شَجَرَةُ الزَّقْوَمِ“ (ٿوهر جو وڻ) جي وضاحت ڪندي مفسرن لکيو آهي ته اهو هڪ وڻ جو نالو آهي جيڪو جزيرهء عرب جي تهامه نالي علائقي ۾ لڌو ويندو آهي، علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته ٻين بنجر ميدانن ۾ به هوندو آهي، بعض حضرات جو قول آهي ته زقوم اهو وڻ آهي جنهن کي ٿوهر سڏيو ويندو آهي اهڙي نموني جو هڪ وڻ هندوستان ۾ ”نانگ جي ڦڻ“ جي نالي سان مشهور آهي، قرين قياس اها ڳالهه آهي ته زقوم اهو آهي. ان ۾ به مفسرن جو اختلاف آهي ته جيڪو زقوم جهنم وارن کي ڪارايو ويندو اهو دنيا وارو ٿوهر آهي يا ڪو ٻيو؟ بعض حضرات فرمايو ته اهو دنيا وارو ٿوهر جهنمين کي ڪارايو ويندو بعض جو قول آهي ته اهو دنيا جي ٿوهر کان بالڪل جدا شيء هوندو ان جو دنيا جي ٿوهر سان ڪو تعلق نه هوندو بظاهر ائين معلوم ٿئي ٿو ته جيئن نانگ، وڇون وغيره دنيا ۾ به آهن ان نالي سان جهنم ۾ هوندا پر اهي دنيا وارن کان وڌيڪ خوفناڪ هوندا، اهڙي طرح دوزخ جو زقوم به پنهنجي جنس جي لحاظ سان ته دنيوي زقوم وانگر هوندو پر هن کان وڌيڪ ڏسڻ ۾ خراب ۽ ڪاڻڻ ۾ وڌيڪ تڪليف ڏيندڙ هوندو.

٢- ”إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ“ (بلاشڪ اسان ان کي ظالمن جي لاءِ فتنه بنايو آهي) ۾ ”فِتْنَةً“ مان مراد ۾ به اختلاف آهي. بعضي مفسرن وٽ ان مان مراد عذاب

آهي يعني اهو زقوم جو وڻ جهنمين کي عذاب ڏيڻ جو ذريعو بنايو اٿئون. پر اڪثر حضرات جو چوڻ آهي ته ”فَتَنَةٌ“ جي معنيٰ آزمائش ۽ امتحان وڻڻ موزون آهي مطلب هي آهي ته ان وڻ جو ذڪر ڪري اسين هي امتحان وڻڻ گهرون ٿا ته ڪير ان تي ايمان آڻي ٿو ۽ ڪير ان کي مذاق سمجهي ٿو جيئن جو عرب جا ڪافر ان امتحان ۾ ناڪام رهيا انهن جي بجاءِ جو الله جل شانہ جي ان عذاب کان ڊڄي ايمان آڻين ها، مسخري ۽ ٺٺول ڪرڻ لڳا. (١) عبد بن حميد، ابن جرير، ابن ابی حاتم قتاده رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته جڏهن الله جل شانہ قرآن ڪريم ۾ ارشاد فرمايو ته جهنم جي تري مان زقوم جو وڻ نڪرندو ته ابوجهل پنهنجن ساٿين کي چيو ”اوهان جو صاحب (حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم) فرمائي ٿو ته باهه مان هڪ وڻ ظاهر ٿيندو حالانڪ باهه ته وڻ کي ساڙيندي آهي ۽ الله جو قسم آهي ته اسين زقوم ڪجور ۽ مڪڻ کي سمجهندا آهيون پوءِ اچو اهو ڪاڻو“. (٢) ان سان اهي ايمان آڻڻ جي بجاءِ بي ايمان ٿي ويا.

٣- ”گانه رُؤس الشَّيْطَانِ“ (جڻ ته اهي شيطانن جا مٿا آهن) هي تشبيهه انهن جي بري صورت کي بيان ڪرڻ جي لاءِ آهي. مطلب ته ان ٿوهر جا گوشا ۽ گونچ اهڙا برا ۽ بچڙا هوندا جهڙا شيطانن جا مٿا بچڙا هوندا آهن.

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنَاهُ

۽ البتہ تحقيق سڏيو اسان کي نوح پوءِ البتہ چڱا قبول ڪندڙ آهيون ۽ ڇڏايوسون ان کي

وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ

۽ ان جي اهل کي مصيبت وڏي ڪان ۽ ڪي سون اولاد ان جو

هُمْ الْبَاقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٧٨﴾

اهي ئي باقي رهندڙ ۽ ڇڏي اسان ان جي (چڱي ياد ڪري) پونين ۾

سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ (٧٩) إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي

سلام آهي نوح تي سڀني جهانن ۾ بلاشڪ اسين اهڙي طرح سهڻو بدلو ڏينداسون

الْمُحْسِنِينَ (٨٠) إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (٨١)

نيڪو ڪارن کي بيشڪ اهو اسان جي ٻانهن مومنن مان آهي

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْأَخْرِينَ (٨٢)

ان کان پوءِ ٻوڙي ڇڏيوسون ٻين کي.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ بيان ٿيو ته گهڻا ماڻهو گمراه ٿي ويا ۽ هتي انهن مان ڪجهه تفصيل سان بيان ڪيا وڃن ٿا. فرمان ايزدي آهي ”وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ“ ۽ البتہ تحقيق اسان کي نوح سڏيو پوءِ (اسين ان سڏ کي) چڱا قبول ڪندڙ هئاسون. يعني جڏهن حضرت نوح عليه السلام جي ديني دعوت کي سندس قوم قبول نه ڪيو ۽ کيس گهڻا ايذا ڏنائون تڏهن الله جل شانہ جي درٻار ۾ دعا گهري سڏ ڪيائين. ان دعا مان مراد سورة نوح ۾ ذڪر ڪيل آيت ”رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا“ (اي منهنجا الله زمين تي ڪافرن مان ڪو ٽڪندڙ نه ڇڏ) آهي. يا اها دعا مراد آهي جيڪا سورة قمر ۾ بيان ٿي آهي ”أَنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرُ“ بلاشڪ مان مغلوب آهيان پوءِ (منهنجي) مدد فرما. حضرت نوح عليه السلام اها دعا ان وقت گهري هئي جڏهن پنهنجي قوم جي مسلسل سرڪشي ۽ نافرمانيءَ کان ڏکوئجي ويو هو ۽ سندس قوم کيس شهيد ڪرڻ جو منصوبو بنايو هو. (١)

”وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ“ اسان ان کي ۽ ان جي اهل کي وڏي مصيبت کان ڇڏايو. هتي اهل مان مراد ان جي دين کي مڃي ان تي ايمان آڻڻ وارا

آهن ۽ اهي اسي (٨٠) جڻا هئا (١) ۽ وڏي مصيبت مان مراد طوفان ۾ ٻڏڻ آهي جنهن کان الله جل شانہ کين بچايو هو (٢) ”وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ“ اسان ان جي اولاد کي ئي باقي رهندڙ ڪيو. ”هُمُ الْبَاقِينَ“ سان حصر ڪيو ويو آهي. مطلب ته حضرت نوح عليه السلام جو اولاد ئي دنيا تي باقي رهيو باقي سڀ فنا ٿي ويا. حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته ان اولاد مان مراد سندس ٽي پٽ، ١- سام، ٢- حام، ٣- يافث ۽ انهن جو اولاد آهي. (٣) ”وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ“ ۽ اسان ان جي (چڱي يادگيري) پونين ۾ رکي. اهڙي نموني جو ان کان پوءِ اچڻ وارا انبياء عليهم الصلوة والسلام ان جو ذڪر خير ڪندا رهيا ۽ اڃا تائين به اهو هلندو رهي پيو ”سَلَامٌ عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِينَ“ سڀني جهانن ۾ (حضرت) نوح تي سلام آهي. جو اڄ تائين ملائڪ ۽ مؤمن ٻانهن ان تي سلام موڪليندا رهن ٿا ۽ ان جي لاءِ رحمت جون دعائون ڪندا رهن ٿا. ۽ هڪ قول آهي ته اهو سلام الله جل شانہ جي طرفان آهي. (٤) ”إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ“ بلاشڪ اسين اهڙي طرح نيڪوڪارن کي بدلو ڏينداسون. مطلب ته اسان (حضرت) نوح عليه السلام کي انهن شرقي سان مشرف فرمايو سندس اولاد کي دنيا ۾ رهايو سندس سهڻو ذڪر دنيا وارن جي زبان تي باقي رکيو ان جي ڪري جو اهو محسن هو ۽ محسنن کي ان نموني سهڻو بدلو ڏيندا آهيون ”إِنَّهُ مَنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ“ بلاشڪ اهو اسان تي ايمان آڻڻ وارن ٻانهن مان آهي. يعني ان جو محسن هجڻ ان جي ڪري آهي جو اهو مؤمن آهي. مقصد آهي ته درجات ۾ اعظم ۽ مقامات ۾ اشرف الله تي ايمان آڻڻ ۽ ان جي اطاعت جي لاءِ انقياد آهي. (٥) ”ثُمَّ أَعْرَفْنَا الْآخِرِينَ“ ان کان بعد ٻين کي ٻوڙي ڇڏيوسين. هي ”ثُمَّ“ جو لفظ ذڪر ۾ ترتيب جي لاءِ آهي يعني مؤمنن کان سواءِ ٻيا جيڪي هئا انهن کي ان طوفان ۾ ٻوڙي ڇڏيوسين.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ١- ”فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ“ (پوءِ اسين قبول ڪندڙ ڀلا آهيون) مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ نهايت مهربان آهي جيڪو

(١) القرطبي ص ٨٩ جلد ١٥ (٢) الدر المنثور ص ٩٨ جلد ٧ (٣) التفسير الكبير ص ١٤٥ جز ٢٦ (٤) المظهري

ص ١٢٠ جلد ٨ (٥) التفسير الكبير ص ١٤٤ جز ٢٦

پنهنجن ٻانهن جون دعائون قبول ڪرڻ فرمائيندو آهي. ۽ دعا قبول ڪندڙ ته هڪ الله جل شانہ آهي پر ”الْمُجِيبُونَ“ جمع جو صيغو تعظيم جي لاءِ آندو ويو آهي. ۲- آيت ع ۷۶ مان واضح ٿيو ته ڪافرن جي هلاڪت مؤمنن جي لاءِ رحمت آهي جيئن جسم جي ڪنهن خراب عضوي جو ڪٽي ڇڏڻ جسم جي باقي عضون جي لاءِ صحت آهي.

۳- ”وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ“ (۽ اسان ان جي اولاد کي ئي باقي رهندڙ ڪيو) مان واضح ٿيو ته جيڪي ماڻهو حضرت نوح عليه السلام سان گڏ ٻيڙيءَ ۾ سوار ٿي طوفان ۾ ٻڏڻ کان بچي ويا هئا دنيا تي حضرت نوح عليه السلام جي اولاد کان سواءِ انهن جو اولاد به نه رهيو هو ۽ بعض بزرگن جو قول آهي ته انهن ٻين بچي ويلن جو اولاد به دنيا تي هليو باقي آيت ۾ حصر سو اضافي آهي. (۱)

وَأَنَّ مِنْ شَيْعَتِهِ لِابْرَاهِيمَ (۸۳) إِذْ جَاءَ

بلاشڪ ان (نوح) جي پيروي ڪندڙن مان البتہ ابراهيم هو جڏهن آيو

رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (۸۴) إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ

پنهنجي رب وٽ سالم دل سان جڏهن فرمايائين پنهنجي پيءُ ۽ پنهنجي قوم کي

مَاذَا تَعْبُدُونَ (۸۵) أَفْكَأَ إِلَهَةٌ دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ (۸۶)

ته ڪنهن جي عبادت ڪيو ٿا؟ ڇا هٿرادو ٺاهيلن معبودن جو الله کان سواءِ ارادو ڪيو ٿا

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (۸۷) فَنَظَرَ

پوءِ ڪهڙو آهي گمان اوهان جو جهانن جي رب سان پوءِ نظر ڪيائين

نَظْرَةً فِي النُّجُومِ (۸۸) فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (۸۹) فَتَوَلَّوْا عَنْهُ

هڪ ڀيرو تارن ۾ پوءِ ڇيائين ته بيشڪ مان بيمار آهيان پوءِ ڦريا ان کان

مُدْبِرِينَ (٩٠) فَرَاغَ إِلَىٰ إِلَهِتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ (٩١)

پني ڏيندڙ پوءِ لک ۾ ويو انهن جي بتن ۾ پوءِ فرمايائين ته ڇو نٿا کائو

مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ (٩٢) فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

ڇا ٿيو آهي اوهان کي جو نٿا ڳالهايو پوءِ لک ۾ (حملو ڪيائين) انهن تي

ضَرْبًا بِالْيَمِينِ (٩٣) فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْفُونَ (٩٤) قَالَ

ڌڪ هڻڻ ۾ سڄي هٿ سان پوءِ آيا ان ڏانهن ڊوڙن پيا فرمايائين ته

أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ (٩٥) وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ

ڇا عبادت ڪيو ٿا انهن جي جن کي هٿن سان گهڙيو ٿا ۽ الله پيدا ڪيو اوهان کي

وَمَا تَعْمَلُونَ (٩٦) قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ

۽ جن کي اوهان ٺاهيو ٿا ڇيائون ته ٺاهيو ان جي لاءِ جاءِ پوءِ اڇلايو ان کي

فِي الْجَحِيمِ (٩٧) فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ (٩٨).

هرندڙ باهه ۾ پوءِ ارادو ڪيائون ان سان فريب ڪرڻ جو پوءِ ڪيوسون انهن کي هيٺ.

تفسير.

جيئن اڳين آيتن ۾ حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن کي تسلي ڏيڻ جي لاءِ حضرت نوح جو بيان هو تيئن هنن آيتن ۾ حضرت ابراهيم عليه السلام جو ذڪر ڪندي کين مطمئن ڪيو ويو آهي۔ فرمان ڪريمي آهي ”وَأَن مِّن شَيْعَةٍ لِّابْرَاهِيمَ“ ۽ بلاشڪ البتہ ابراهيم ان جي پيروي ڪندڙن مان آهي. ”شَيْعَتِهِ“ جي لفظ جي معنيٰ ڪندي مفسرن لکيو آهي، اي ممن شايع نوحا و تابعه في اصول

الدين. (١) يعني حضرت ابراهيم انهن مان هو جن حضرت نوح عليه السلا جي پيروي ڪئي ۽ اصول دين ۾ سندس پوئلڳ هو. (٢) ۽ علامه ثناء الله پاني پتي عليه الرحمت لکيو آهي ته حضرت نوح ۽ حضرت ابراهيم عليهما السلام جي وچ وارو وقت ٻه هزار ڇهه سئو چاليهه (٢٦٤٠) سال هو ۽ انهيءَ وچ واري دؤر ۾ حضرت هود ۽ حضرت صالح عليه السلام به آيا هئا. ”اِذْ جَاءَ رَبُّكَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ“ جڏهن پنهنجي رب وٽ سلامتي واري دل سان آيو يعني الله تعاليٰ ڏانهن سلامتي واريءَ دل سان متوجه ٿيو سندس دل مبارڪ غير الله سان مشغول هجڻ کان خالي ۽ آزاد هئي جنهن جو دليل الله جي امر سان پنهنجي پٽ کي ڪهڻ جي لاءِ تيار ٿيڻ آهي (٣) سندس دل مبارڪ سڀني آفتن، عقائد جي فساد، برين نيتن، قبيح صفتن، حسد، ڪيني وغيره کان بالڪل پاڪ، صاف آزاد ۽ دنياوي علاقات کان منقطع هئي. (٤) ”اِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ“ جڏهن پنهنجي پيءُ ۽ پنهنجي قوم کي چيائين ته ڪنهن جي عبادت ڪيو ٿا؟ هي ڀڃا انڪار ۽ ملامت ڪرڻ جي لاءِ هئي يعني ڪهڙي شيءِ جي عبادت ڪيو ٿا، پٿرن ۽ لوهه مان ٺهيل بتن جي؟ ”أَفَنُكَا إِلَهَةً دُونَ اللَّهِ تَرْيَدُونَ“ ڇا الله کان سواءِ هٿرادو ٺاهيلن معبودن جو ارادو رکو ٿا؟ هتي مفعول به ”إِلَهَةً“ فعل ”تَرْيَدُونَ“ کان اڳي ان ڏانهن خاص توجهه جي لاءِ ۽ ”أَفَنُكَا“ مفعول له مفعول به کان اڳي ان جي اهميت لاءِ آندو ويو آهي (٥)

مطلب ته هي پٿر جا بت شيءِ ڪهڙي آهن جن کي اوهان ايترو پسند ڪيو ٿا، الله جل شانہ کي ڇڏي انهن جي پويان ڪاهي پيا آهيو ڇا سڄي طرح انهن جي هٿن ۾ جهان جي حڪومت آهي؟ يا اهي اوهان جي ڪنهن ننڍي يا وڏي نفعي يا نقصان جا مالڪ آهن. آخر سڄي مالڪ کي ڇڏي انهن باطل معبودن جي ايتري پوئواري ڪرڻ جو مقصد ڇا؟ ”فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ“ پوءِ رب العالمين ۾ اوهان جو گمان ڪهڙو آهي؟ يعني اوهان الله جل شانہ کي ڇا ٿا سمجهو؟ ان جي پاڪ وجود ۽ هڪ هجڻ ۾ اوهان کي ڪهڙو شهبو ۽ شڪ آهي جو پٿرن کي ان جو شريڪ بنايو اٿو؟ ”فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي التُّجُومِ“ پوءِ (آسمان جي) تارن ۾ هڪ ڀيرو نظر وڌائين. تارن ۾

نهارڻ مان مراد انهن جو علم ۽ انهن ڏانهن نسبت ڪيل تاثرات جو علم آهي ۽ اها ڳالهه ان جي ڪري سوچيائين جو سندس قوم جو نجوم جي علم ۾ عقيدو هوندو هو. (١)

”فَقَالَ اِنِّي سَقِيمٌ“ پوءِ فرمايائين ته مان بيمار آهيان. يعني منهنجي طبيعت صحيح ناهي ۽ واقعي دنيا ۾ هر انسان ڪنهن نه ڪنهن بيماريءَ ۾ مبتلا هوندو آهي. ان جي ڪري حضرت ابراهيم عليه السلام جو اهو قول به صحيح هو اهائي تڪليف ٿوري نه هئي جيڪا قوم جي بري حالت ڏسي کيس محسوس ٿي رهي هئي. يا هي مطلب آهي ته اوهان منهنجي مخالفت ڪري بتن جي عبادت ڪيو ٿا مان ان غم ۾ بيمار ٿيڻ وارو آهيان. ان دؤر ۾ ماڻهن ۾ وبا جي بيماري عام هئي ۽ اها وچڙندڙ بيماري هوندي هئي ان جي ڪري اهي ان مرض ۾ مبتلا ٿيڻ کان گهڻو ڊڄندا هئا جڏهن حضرت ابراهيم عليه السلام اها ڳالهه ڪئي ته اهي کيس وبا جو مريض سمجهي ڀڄي ويا ۽ پنهنجي بت خاني ۾ کيس ڇڏي ويا. ڪير به ان وت نه ويٺو. (٢)

”فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ“ پوءِ ان کي پٺي ڏيندڙ ٿي ڦري هليا ويا. يعني پوءِ حضرت ابراهيم عليه السلام وت نه وينا ۽ پٺي ڏئي هليا ويا. ”فَرَاغَ اِلَىٰ آلِهِمْ“ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ“ پوءِ انهن جي (باطل) معبودن ڏانهن لڪ ۾ ويو پوءِ فرمايائين ته ڇو نٿا کائو؟ انهن جو هڪ ميلو هوندو هو جنهن ۾ سڀ گڏ ٿيندا هئا. ان ڏينهن به اهي ان ميلي ۾ ويا ته حضرت ابراهيم عليه السلام لڪي اچي بت خاني ۾ موجود بتن کي ڏٺو ته انهن جي اڳيان سندن پوڄاري سٺا سٺا طعام رکي ويا هئا ان لاءِ ته انهن ۾ برڪت پوندي پوءِ اسين ڪٿي کائينداسون. حضرت ابراهيم عليه السلام انهن کي حقارت جي نظر سان ڏسندي فرمايو ته کائو ڇو نٿا؟ ”مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ“ اوهان کي ڇا ٿيو آهي جو ڳالهائو نٿا؟ جڏهن بتن جي طرفان نه کائڻ جي متعلق ڪو جواب نه مليو ته پاڻ انهن کي فرمايائين ته اوهان ڳالهائو ڇو نٿا؟ يعني بت پرستن اوهان جا عضوا ۽ صورت ته انسانن جهڙي ناهي ڇڏي آهي پر اوهان ۾ روح وجهي نه سگهيا. پوءِ ڪيتري نه عجب جهڙي ڳالهه آهي جو کائڻ، پيئڻ ۽ ڳالهائڻ وارا

انسان بي حس بتن جي اڳيان سر بسجود رهن ٿا ۽ پنهنجن مرادن حاصل ڪرڻ ۾ انهن کان مدد گهرن ٿا؟ ”فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ“ پوءِ انهن تي سڄي هٿ سان ڌڪ هڻڻ ۾ لکي حملو ڪيائين. يعني انهن بتن کي زور سان ڌڪ هڻي ٽڪرا ٽڪرا ڪري ڇڏيائين (هي وڌيڪ مفصل قصو سورة الانبياء ۾ لکي آيا آهيون اتي ڏسڻ گهرجي) ”قَاقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْقُونَ“ پوءِ ان ڏانهن ڊوڙندا آيا. يعني جڏهن اهي ڪافر پنهنجي ميلي کان واپس موٽيا ۽ بت خاني ۾ بتن کي ٽڪرا ٽڪرا ٿيل ڏٺائون ۽ سمجهي ويا ته (حضرت) ابراهيم (عليه السلام) کان سواءِ اهو ٻئي ڪنهن جو ڪم ناهي ته سڀ ان تي حملي ڪرڻ جي لاءِ ان ڏانهن ڊوڙندا آيا. ”قَالَ اتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ“ فرمايائين ته ڇا انهن جي عبادت ٿا ڪيو جن کي هٿن سان گهڙي ٺاهيو ٿا؟ يعني اوهان جي بتن کي ته جنهن به ٽڪرا ڪيو اها جدا ڳالهه آهي پر اوهان انهن هٿ سان گهڙي ٺاهيلن جي عبادت ڪيو ڇو ٿا؟ ڇا اوهان جي هٿن سان ٺاهيل بت اوهان جي عبادت جا لائق آهن؟

”وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ“ ۽ الله اوهان کي ۽ ان کي جيڪي اوهان ڪيو ٿا پيدا ڪيو آهي. يعني اوهان جي عبادت جو صحيح حقدار اهو الله آهي جنهن اوهان کي ۽ اوهان جي هٿ سان ٺاهيلن بتن ۾ استعمال ٿيندڙ شين کي پيدا فرمايو آهي. پوءِ اوهان خالق جل وعلا کي ڇڏي مخلوق جي عبادت ڪيئن ٿا ڪيو؟ ڇا اوهان کي عقل ناهي جو ان سان پلائي ۽ برائي ۾ فرق ڪيو؟ ”قَالُوا أَبْنَاؤُا لَهُ بَنِيَانًا فَالْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ فَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَهُمْ أَسْفَلِينَ“ چيائون ته ان جي لاءِ جاءِ ٺاهيو پوءِ ان کي باهه ۾ اڇلايو پوءِ ان سان فريب جو ارادو ڪيائون پوءِ اسان انهن کي هيٺ ڪريلن ۾ ڪري ڇڏيو. جڏهن انهن جي اڳيان حق واضح ٿيو، حجت ۽ برهان جي قوت سندن سامهون آئي تڏهن سڀ ڪجهه سمجهڻ جي باوجود پنهنجن بتن کي جو پگڏ ٿنل ۽ ڪريل ڏٺائون ته جبر ۽ سرڪشيءَ جو اظهار ڪندي حضرت ابراهيم عليه السلام کي ايڏا ڏيڻ جي لاءِ پاڻ ۾ چوڻ لڳا ته هڪ ڪشادي جاءِ ناهي ان کي ڪائين سان پري باهه ڏئي هن کي ان باهه ۾ اڇلايو. ائين ڪرڻ سان انهن حضرت ابراهيم عليه السلام کي ايڏا ڏيڻ جي رت رتي هڻي پر الله جل شانہ فرمايو

ته اسان ابراهيم عليه السلام کي محفوظ رکيو ۽ انهن کي ذليل ۽ خوار ڪيو. (١)
فائدو.

مذڪوره آيتن مان هي فائدو ذهن ۾ اچن ٿا.

١- ”وَلَا تَقْعَبُوا لِحُجَّتِهِمْ“ (۽ بلاشڪ ان جي پوئلڳن مان ابراهيم آهي) شيعه عربي زبان ۾ مددگارن ۽ پوئلڳن کي چئبو آهي ۽ جڏهن ته حضرت نوح ۽ حضرت ابراهيم عليهما السلام جي شريعتن ۾ يڪسانيت هئي ۽ دين جي بنيادي اصول ۾ ٻئي متفق هئا ۽ حضرت ابراهيم جو دؤر حضرت نوح جي دؤر کان بعد هو ان جي ڪري ارشاد ٿيو ته حضرت ابراهيم به ان جي پوئلڳن مان هو. ۽ ان مان اهو سمجهڻ نه گهرجي ته حضرت نوح عليه السلام حضرت ابراهيم کان شرف ۽ شان ۾ وڌيڪ هو بلڪ علماء اسلام جو هن ڳالهه تي اتفاق آهي ته حضرت ابراهيم حضرت نوح کان افضل آهي جيئن حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي الله جل شانہ فرمايو ته ”اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ“ (ابراهيم جي ملت جي اتباع ڪيو) حالانڪ پاڻ بالاتفاق حضرت ابراهيم عليه السلام کان افضل آهن. (٢)

تنبيه.

ڪي ڪي اڻ پڙهيل جاھل هن آيت ۾ لفظ ”شيعتہ“ جي مراد وٺندا آهن ته حضرت ابراهيم عليه السلام حضرت علي رضي الله عنه جو شيعو هو. اهو بالڪل غلط آهي ان مراد جي هتي ڪابه گنجائش ناهي. واللہ الهادي وهوالعليم القدير. ٢- ”اِذْ جَاءَ رَبُّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ“ (جڏهن پنهنجي رب وٽ سليم دل سان آيو) ۾ قلب کي ”سليم“ جي قيد لڳائڻ مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي بارگاہ ۾ ڪابه عبادت تيستائين قبول ناهي جيستائين عبادت ڪندڙ جي دل غلط عقيدن ۽ برن جذبن کان پاڪ نه هوندي جيڪڏهن غلط عقيدن سان ڪا عبادت ڪئي وڃي ته ڀلي عبادت ڪندڙ ان ۾ ڪيتري به محنت ڪئي هجي اها قابل قبول ناهي اهڙي طرح جيڪڏهن عبادت ڪرڻ واري جو اصل مقصد الله جي خوشنودي حاصل ڪرڻ جي بجاءِ ڏيکاء يا ٻيو ڪو دنيوي نفعو هوندو ته اها عبادت تعريف جي قابل ناهي حضرت ابراهيم عليه السلام جو الله جل شانہ ڏانهن رجوع ڪرڻ انهن سڀني ملاوٽن کان پاڪ ۽

صاف هو. (١)

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ (٩٩)

۽ فرمايائين ته بيشڪ مان وڃڻ وارو آهيان پنهنجي رب ڏانهن جلد وات ڏيکاريندو مون کي

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ (١٠٠) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (١٠١)

اي منهنجا رب ڏي مون کي صالحن مان پوءِ خوشخبري ڏني سون ان کي بردبار پٽ جي

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيُ قَالَ يَبْنَئِي

پوءِ جڏهن پهتو ان سان گڏ ڊوڙڙ (واري عمر) کي ته فرمايائين اي منهنجا پٽ!

إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ

بيشڪ مان ڏسان پيوند ۾ ته بيشڪ مان ڪهان ٿو توکي پوءِ ڏس ته

مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَآبَتِ أُمَّعَلُ مَا تُؤْمَرُ

ڇا ٿو راءِ ڏين؟ چيائين ته اي منهنجا پيءُ! ڪر جيڪي تون. امر ڪيو وڃين ٿو

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (١٠٢) فَلَمَّا

جلد لهندين تون مون کي جيڪڏهن گهريو الله صبر ڪندڙن مان پوءِ جڏهن

أَسْلَمَ مَا وَتَّلَّهُ لِلْجَبِينِ ج (١٠٣) وَنَادَيْنَاهُ أَنْ

حڪم مڃيائون ۽ لڏيائين ان کي پيشانيءَ پري سڏيو اسان ان کي ته

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ لَا (۱۰۴) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ

اي ابراهيم! تحقيق سچو ڪري ڏيکاريو تو خواب بيشڪ اسين اهڙي طرح

نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (۱۰۵) اِنَّ هَٰذَا هُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ (۱۰۶) وَفَدَيْنَاهُ

بدلو ڏينداسون نيڪوڪارن کي بلاشڪ هي البتہ اها آزمائش چٽي آهي ۽ عوض ڏنو اسان ان جو

بِذْبَحٍ عَظِيمٍ (۱۰۷) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِينَ (۱۰۸)

قرباني وڏي سان ۽ ڇڏي اسان ان جي (سهڻي يادگيري) پونين ۾

سَلَامٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ (۱۰۹) كَذٰلِكَ نَجْزِي

سلام آهي ابراهيم تي اهڙي طرح بدلو ڏينداسون

الْمُحْسِنِينَ (۱۱۰) اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (۱۱۱)

نيڪوڪارن کي بيشڪ اهو اسان جن مؤمنن ۾ انهن مان آهي

وَبَشَّرْنَاهُ بِاسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ (۱۱۲)

۽ بشارت ڏني سون ان کي اسحاق جي نبي هو صالحن مان

وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ

۽ برڪت وڌي اسان ان تي ۽ اسحاق تي ۽ انهن جي اولاد مان ڪو چڱو آهي

وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُّبِينٌ (۱۱۳)

۽ ڪو ظالم آهي پنهنجي نفس تي پڌرو.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ حضرت ابراهيم عليه السلام جي زندگي پاڪ جي هڪ حال جو بيان هو ۽ هتي ان جي پاڪ زندگيءَ جي ٻئي حال کي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ“ ۽ فرمايائين ته مان پنهنجي رب ڏانهن وڃڻ وارو آهيان جلد هدايت ڪندو مون کي. جڏهن حضرت ابراهيم عليه السلام جي قوم سندس سچي هجڻ جا ڪيترا دليل ڏنا پر پوءِ به پنهنجي شرڪ کي ڇڏڻ جي لاءِ تيار نه ٿيا ته پاڻ سوچيائون ته اهڙي معاشري ۾ دين جي دعوت ۽ ارشاد جو سلسلو جاري رکڻ وقت ضايع ڪرڻ جي برابر آهي پوءِ پاڻ انهن کي فرمايائون ته مان اوهان جي هن مشرڪانه ماحول کي ڇڏي ٿو وڃان ۽ اتي وڃي رهندس جتي الله جل شانہ حڪم فرمائيندو ۽ جتي سڪون سان ان جي عبادت ڪندو رهندس. ”إِلَىٰ رَبِّي“ مان مراد ”الي حيث امرني ربي اوحيت اتجرد فيه لعبادته (١) آهي. ”رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ“ اي منهنجا پالڻهار! مون کي صالح (پٽ) عطا ڪر. هن دعا کان اڳي کيس پٽ نه هو هجرت ڪري شام ملڪ ۾ پهچڻ کان پوءِ اها دعا گهري هيائين. ”فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ“ پوءِ اسان ان کي بردبار پٽ جي خوشخبري ڏني. اهو پٽ حضرت اسماعيل عليه السلام هو اهو سندس پهريون پٽ هو جنهن جي کيس بشارت ملي ۽ اهو حضرت اسحاق عليه السلام کان وڏو هو اها ڳالهه مسلمانن ۽ اهل ڪتاب ۾ بالاتفاق آهي بلڪه انهن جي ڪتابن ۾ به صاف لکيل آهي ته جڏهن حضرت اسماعيل جي ولادت ٿي هئي ته حضرت ابراهيم جي ان وقت عمر ڇهاسي (٨٦) سال هئي ۽ جڏهن حضرت اسحاق ڄائو ته ان وقت حضرت ابراهيم جي عمر مبارڪ نوانوي (٩٩) سال هئي. (٢) ۽ اها عمر وڏي هجڻ قرآن ڪريم جي آيت ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ“ (٣) (سي ساراهه ان الله جي لاءِ ثابت آهي جنهن مون کي پڏائپ ۾ اسماعيل ۽ اسحاق پٽ عطا فرمايا) مان به واضح ۽ ثابت آهي. ”فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يُبْنِيَ لِي فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَدْبَحُكَ فَأَنْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ“ پوءِ جڏهن ان سان گڏ ڊوڙڻ (جي عمر) کي پهتو ته فرمايائين اي

منهنجا پٽڙا! مان نٿڊ ۾ ڏسان پيو ته توکي ڪهان ٿو پوءِ ڏس ته تنهنجي ڇا راءِ آهي؟ جڏهن حضرت اسماعيل عليه السلام اهڙي عمر کي پهتو جنهن ۾ والدين کي ڪا تڪليف ڏيڻ جي بجاءِ کين نفعي ڏيڻ جهڙو ٿيو. ان وقت ان جي عمر ۱۳ سال هئي. (۱) حضرت ابراهيم عليه السلام خواب ۾ ڏٺو ته پاڻ پنهنجي ان پياري پٽ کي ڪهي رهيو آهي جڏهن ته انبياءِ ڪرام عليهم السلام جو خواب بمثل وحي هوندو آهي ان جي ڪري پاڻ سمجهي ويو ته منهنجو خدا مون کي پٽ ذبح ڪرڻ جو حڪم ڪري رهيو آهي پاڻ هڪدم پنهنجي پٽ کي ڪهڻ جي لاءِ تيار ٿي ويا. کيس اها خبر هئي ته جيڪڏهن هڪ پٽ ڏيڻ سان الله جل شانہ جي رضا حاصل ٿئي ته هي سودو گهڻو سستو آهي پاڻ اها سڀ حقيقت پنهنجي پٽ کي ٻڌايائين ان کان سندس راءِ معلوم ڪرڻ لڳو. ان مان حضرت ابراهيم جو اهو ارادو نه هو ته جيڪڏهن منهنجو پٽ راضي نٿو ٿئي ته مان الله جل مجدہ جي بارگاہ ۾ معذرت پيش ڪري ڇڏيان پر سندس مقصد ان ثواب ۾ پنهنجي پٽ کي خوشيءَ سان قبول ڪرڻ واري ثواب ۾ شامل ڪرڻ هو. تانته الله جل شانہ جي رضا حاصل ڪرڻ وارو تاج پيءُ ۽ پٽ ٻنهي جي مٿي تي هجي ”قَالَ يَابْتَ أَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ“ عرض ڪيائين ته اي منهنجا پيءُ! توکي جيڪي به امر ڪيو وڃي ٿو اهو ڪر جلد مون کي انشاءِ الله صابران مان لهندين. جڏهن حضرت ابراهيم عليه السلام حضرت اسماعيل عليه السلام کي مٿيون فرمان ٻڌايو ته کيس عرض ڪيائين ”اي منهنجا پيءُ! جيڪي به الله جل شانہ جي طرفان اوھان کي امر ڪيو وڃي ٿو اهو پورو ڪري ڏيکاريو اوھان مون کي انشاءِ الله صبر ڪندڙن مان لهندؤ، نه بي صبر ٿيندس ۽ نه بي فرمان.“ ”فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ“ پوءِ جڏهن ٻنهي (پيءُ ۽ پٽ) حڪم مڃيو ۽ ان کي پيشانيءَ ۾ لڙڪايائين. يعني ٻئي پيءُ ۽ پٽ الله جي حڪم تي عمل ڪرڻ جي لاءِ صبح جو سویر گهر مان روانا ٿيا. پٽ پنهنجي جواني، پنهنجو حسن، پنهنجي نازڪ مزاجي، اميدون ۽ خواهشن جي دنيا قربان ڪرڻ جي لاءِ خوشيءَ، خوشيءَ سان وڃي رهيو هو ۽ پيءُ پنهنجي ٻڌڙاڻ سڄو سال جي عمر واري دعا تي مليل دل جي ميوي ۽ نظر جي نور فرزند کي قربان ڪرڻ جي

لاء وئي وڃي رهيو هو. پئي نهايت خوش ۽ مسرور هئا. ٻنهي عظيم شخصيتن کي ڏسي شيطان سوچيو ته اڄ تائين حضرت ابراهيم مون کي تڪليف ڏيندو رهيو آهي ڪو موقعو نه ڏنو اٿس ڇو نه اڄ مان کانئن ڪو اهڙو ڪم ڪرايان جنهن سان پاڻ الله جل شانہ کي ناراض ڪري وجهن. اول حضرت ابراهيم سهڻي جي گهر ۾ اچي سندس اهليه حضرت هاجرہ رضي الله عنها کان ٻنهي پيءُ ۽ پٽ جو پڇيائين ته ڪٿي آهن؟ بيبي صاحبه ٻڌايس ته سير ۽ تفريح جي لاءِ ٻاهر ويا آهن. چيائينس ته نه بيبي صاحبه اوهان کي خبر ناهي اڄ حضرت ابراهيم حضرت اسماعيل کي ڪهڻ جي لاءِ وئي ويو آهي. تڪڙي وڃ ۽ پنهنجي پٽ کي واپس وٺي آ، نه ته ٻن ٽن منٽن کان پوءِ ان جو لاش ڪٿي ايندين. بيبي صاحبه فرمايس ته ڪڏهن پيءُ به پنهنجي پٽ کي ڪٺو آهي؟ حضرت ابراهيم کي ته پنهنجي پٽ سان تمام گهڻو پيار آهي اهو ئي نٿو سگهي. شيطان چيس ته بيبي صاحبه اوهان ان سوچ ۾ صحيح ناهيو حضرت ابراهيم اڄ پنهنجي پٽ کي ضرور ڪهندو ڇو جو ان کي ان ڪم جو حڪم الله تعاليٰ ڪيو آهي. بيبي صاحبه فرمايو ته ”جيڪڏهن اهو الله جل شانہ جو حڪم آهي ته مون کي ان تي ڪو اعتراض ناهي. هزارين پٽ هجن ته اهي به الله جل شانہ جي حڪم تان قربان آهن.“ شيطان سوچيو ته ماءُ جي دل نهايت نرم هوندي اڄ مان بالڪل ڪامياب ٿيندس پر سخت ناڪام ٿي موٽيو ۽ اتاهين واپس ٿي سڌو حضرت اسماعيل وٽ پهتو اتاهين کان به اهڙو جواب مليس اتان مايوس ٿي آخر ۾ حضرت ابراهيم عليه السلام وٽ پهتو ۽ کيس چوڻ لڳو ته توجهڙو دانا ۽ هوشيار شخص پٽ کي ڪهڻ لاءِ وئي نڪتو آهي هي ڪٿان جي دانشمندي آهي الله جل شانہ کي راضي ڪرڻ جي لاءِ سوين ٻيا به طريقا آهن ٻڌڙاڻپ ۾ اهڙو حسين هڪ پٽ مليو اٿئي جنهن کي ڏسي چنڊ به شرمائجي ٿو ان کي ڪهڻ جي لاءِ نڪتو آهين ان کان پوءِ نه تنهنجو نسل هوندو نه ڪير تنهنجو نالو ياد ڪندو خاندان ئي ختم ٿي ويندو. اوهان جيڪا خواب جي ڳالهه ڪيو ٿا اهو شيطاني وسوسو به ٿي سگهي ٿو. جيڪڏهن اهو حڪم الله جو هجي ها ته سڌو سنئون جبريل اوهان وٽ اچي ها. حضرت ابراهيم عليه السلام دير ئي نه ڪئي زمين تان

هڪ پٿر ڪٿي تي پيرا اهڙو زور سان هنيائينس جو اڪيون کلي ويس ۽ خبر پئجي
ويس ته اڄ الله جل شانہ جي هڪ پياري نبيءَ سان واسطو پيو آهي ان کان پوءِ
جڏهن ٻئي پيءُ ۽ پٽ هڪ اڪيائي واري جاءِ تي پهتا ته حضرت اسماعيل عرض
ڪيس بابا سائين! منهنجا هٿ ۽ پير هڪ مضبوط رسيءَ سان ٻڌو متان بي وس اهي
چوريان ۽ اوهان تي منهنجي رت جا ڦڙا پون ۽ مون کي پيشانيءَ ۽ پير لپٽايو ۽ منهنجو
منهن زمين ڏانهن ٿئي تانتہ منهنجو منهن ڏسي اوهان ڪهڻ ۾ تاخير نہ ڪيو. پوءِ
ائين ڪيائون جڏهن حضرت ابراهيم حضرت اسماعيل تي تيز چري هلائڻ شروع
ڪئي ته عالم اعليٰ ۾ حيرت پيدا ٿي. ۽ مٿان حڪم آيو ته اي ابراهيم! تو خواب
وارو حڪم سڄو ڪري ڏيکاريو. هي آهي سموري اسلامي تعليم جو خلاصو.
ڊاڪٽر اقبال جو قول آهي:

غريب وساده و رنگين هے داستان حرم

نهایت اس کي حسین ابتدا هے اسماعیل

”وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ! قَدْ صَدَّقَتِ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَّاكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ“ ۽ اسان ان
کي سڏيو ته اي ابراهيم! بلاشڪ تو خواب ۾ مليل حڪم سڄو ڪري ڏيکاريو
بلاشڪ اسين نيڪوڪارن کي اهڙي طرح بدلو ڏينداسون. يعني الله جل شانہ جي
طرفان هڪ ملائڪ ڪيس پويان سڏ ڪري چيو ته اوهان کي خواب ۾ مليل حڪم
جو مقصد پورو ٿي ويو اوهان پنهنجي دلربا پٽ کي ڪهڻ جي لاءِ لپٽايو ڳالهه ظاهر
ٿي ته اوهان قضا تي رضا جو اظهار ڪندي امر جي تعميل ڪئي. اسان جيئن ان کي
پٽ کي ڪهڻ وارو حڪم معاف ڪيو اهڙي طرح هر نيڪوڪار کي اطاعت ڪرڻ
جي ڪري سهڻو بدلو ڏينداسون (۱)

”إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ“ بلاشڪ هي البتہ اها کليل آزمائش آهي. يعني هي
اهڙي چٽي آزمائش آهي، جنهن سان مخلص ۽ پناهو ظاهر ٿيندو آهي ان کان وڌيڪ
ڪابه آزمائش ڏکي ناهي ”وَقَدْ يَنْهٰ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ“ ۽ اسان ان کي وڏي قربانيءَ سان
عوض ڏنو ”عَظِيمٍ“ مان مراد جسم ۾ وڏو تلهو يا قدر ۾ وڏو آهي چوٽه ان سان
الله جل شانہ نبي جي پٽ جو عوض ڏنو هو جنهن نبي جي نسل ۾ سيد المرسلين عليه

وعليهما الصلوة والسلام تشریف فرما ٿيڻا هئا. اهو قربانيءَ وارو جانور جنتي دنبو هو (١) ”وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ صَلَٰوةً ۖ وَنَسْنَأْ يُبْدِيَ الْآخِرِينَ“ مان مراد آهن بعد ۾ اچڻ وارا. مطلب ته اسان کائنس بعد ۾ اچڻ وارن ۾ به سندس سهڻو ذڪر ڇڏيو جو سڀ کيس عقيدت ۽ محبت سان ياد ڪن ٿا. (٢) ”سَلَامٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ“ ابراهيم تي سلام آهي. يعني ان جي مرحبا ڪندي ان تي سلام آهي ”كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ“ اهڙي طرح احسان ڪندڙن کي بدلو ڏينداسون. يعني جيڪي الله جي عبادت قلب جي حضور سان ڪندا چڻ ته الله تعالیٰ کي ڏسن پيا ۽ ان جي مخلوق سان معاملات ۾ سهڻو هلندا انهن کان اهي تڪليفون لاهي انهن جي عاقبت ڀلي بنائي سندن ذڪر خير دنيا ۾ به جاري رکنداسون ”اِنَّهُ مِّنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ“ بلاشڪ اهو اسان جي ايمان وارن ٻانهن مان آهي. يعني انهن ٻانهن مان جيڪي ايمان جي اعلىٰ درجي تي فائز آهن. (٣) ”وَبَشِّرْنَاهُ بِاسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ“ ۽ اسان ان کي اسحاق جي بشارت ڏني جيڪو نبي، صالحن مان هوندو. يعني اسان حضرت ابراهيم کي پئي پٽ (حضرت) اسحاق عليه السلام جي ملڻ جي بشارت ڏني ۽ اها به ان کي خوشخبري ملي ته اهو نبي هوندو، صالحن مان هوندو ”وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحٰقَ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُّحْسِنٌ وَظٰلِمٌ لِّنَفْسِهِ مُّٔيِّنٌ“ ۽ اسان ان تي ۽ اسحاق تي برڪتون نازل فرمايون ۽ انهن ٻنهي جي اولاد مان نيڪوڪار به هوندو ۽ پنهنجي نفس تي کليل ظلم ڪندڙ به هوندو. يعني اسان انهن تي علم عمل ۽ اولاد ۾ واڌاري واريون برڪتون نازل فرمايون. سندن اولاد مان وڏيون امتون وجود ۾ آيون حضرت اسماعيل جي اولاد مان عرب امت پيدا ٿي ۽ حضرت اسحاق جي اولاد مان بني اسرائيل جي امت ۽ رومين جي امت وجود ۾ آيون پوءِ ڪي انهن مان محسن، نيڪ صالح آهن ته ڪي پنهنجي نفس تي ظلم ڪندڙ آهن. (٥)

(١) تفسير ابوالسعود ص ٢٠ جز ٧ (٢) خازن ص ٢٤ جلد ٤ (٣) تيسيرالڪريم الرحمان ص ٢٥٥ جلد ٤ (٥)

حضرت ابراهيم عليه السلام کي حضرت اسماعيل جي ڪهڻ جي لاءِ امر ڪيو ويو هو ته حضرت اسحاق جي لاءِ . علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام.

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته اسان مسلمانن وٽ حضرت اسماعيل ۽ حضرت اسحاق عليهما السلام ٻئي محترم ۽ مڪرم آهن اسان جو ٻنهي تي ايمان آهي ۽ اسان جي نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جي ذات عالي صفات ايترين خوبين ۽ کمالات ذاتيه سان متصف آهن جو جيڪڏهن پاڻ حضرت اسماعيل جي اولاد مان هجڻ واري شرف سان مشرف نه هجن ها ته به سندن شان ۾ ذرا برابر ڪا ڪمي نه اچي ها ان جي ڪري اسان کي يهودين وانگر ڪو تعصب ناهي ته اسين هرو ڀرو هڪ شخصيت جو ڪمال ان کان ڪسي ٻي شخصيت کي ڏيڻ تي اصرار ڪيون پر دلائل، تاريخي حالات ۽ شواهد جنهن ڳالهه کي ثابت ڪن ان کي نه مڃڻ ۽ ان جي برعڪس ڪنهن ٻئي خيال کي پنهنجي دل ۾ مضبوط رکڻ به قطعاً جائز ناهي ان جي ڪري تعصب جي لحاظ سان نه پر تحقيق حق جي لاءِ اسان کي دلائل جو موازنو ڪرڻ گهرجي. يهودين جي دعويٰ آهي ته قربان ٿيڻ وارو حضرت اسحاق هو پر سندن ٽي ڪتابن ۾ ڪيترين ئي جاين تي لکيل آهي ته حضرت ابراهيم عليه السلام جنهن پٽ کي قربان ڪيو ٿي اهو سندس اڪيلو پٽ هو ان وقت کيس ٻيو پٽ نه هو ۽ حضرت اسحاق عليه السلام کان اڳي سندن ٽي ڪتابن جي لکت موجب حضرت ابراهيم کي سيده هاجره رضي الله عنها مان هڪ پٽ پيدا ٿيو هو. ۽ جڏهن سيده ساره مان پيدا ٿيل حضرت اسحاق جو ڪير ڇڏايو ويو هو ته ان وقت حضرت اسماعيل چڱي وڏي عمر جو هو. حضرت اسماعيل جي ڄمڻ وقت حضرت ابراهيم جي عمر مبارڪ ڇهاسي (٨٦) سال هئي ۽ حضرت اسحاق جي ڄمڻ وقت سندس عمر مبارڪ سئو سال هئي ان جو واضح مطلب اهو ٿيو ته حضرت اسحاق جي ڄمڻ وقت حضرت اسماعيل ١٤ سالن جي عمر جو هو ۽ تيرهن (١٣) سالن جي عمر ۾ جڏهن حضرت ابراهيم ان کي قربان ڪرڻ جي لاءِ وٺيو ٿي ويو ته اهوئي سندس اڪيلو فرزند هو. حضرت اسحاق نه هو. هاڻي قرآن ڪريم کي ڏسو

پهريان اهي آيتون پڙهو جو حضرت ابراهيم صالح پٽ جي لاءِ دعا گهري رهيو آهي دعا قبول پوي ٿي اهو پٽ جوان ٿئي ٿو ۽ ان کي قربان ڪرڻ جو کيس خواب ۾ حڪم ٿئي ٿو ۽ جڏهن پاڻ ان حڪم تي عمل ڪري ٿو ويهي ته پوءِ ٿو ارشاد ٿئي. ”وَبَشِّرْهُ بِإِسْحَاقَ“ (۽ اسان ان کي اسحاق جي بشارت ڏني) ۽ اڳين آيت ”وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ“ (۽ اسان ان تي ۽ اسحاق تي برڪتون لائيون) ۾ به ”عليه“ جو ضمير ان پٽ ڏانهن ٿو وري جيڪو ذبيح هو ۽ اسحاق کي ان تي عطف ڪري ٻڌايو ويو ته ذبيح ٻيو آهي ۽ اسحاق ٻيو آهي ۽ جڏهن حضرت اسحاق جي ڄمڻ جي حضرت ابراهيم کي بشارت ڏني ٿي وڃي ته گڏوگڏ حضرت اسحاق جي پٽ حضرت يعقوب جي ڄمڻ جي به بشارت ڏني ٿي وڃي ”فَبَشِّرْهُ بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يُعْقُوبُ“ ان مان واضح ٿئي ٿو ته حضرت اسحاق اولاد وارو ٿيندو ۽ ان جي پٽ جو نالو يعقوب هوندو. ذرا غور ڪيو ته هڪ طرف اها بشارت ڏني ٿي وڃي ته اسحاق اولاد وارو ٿيندو ٻئي طرف اهو حڪم ڪيئن ٿيندو ته ان کي ذبح ڪيو. الله جل شانہ جي احڪام ۾ اهڙي تضاد جو تصور به نٿو ڪري سگهجي ڪي ماڻهو چوندا آهن ته متان حضرت يعقوب جي ڄمڻ کان پوءِ حضرت اسحاق کي قربان ڪرڻ جي لاءِ وٺي ويو هجي پر اها ڳالهه به تسليم ڪرڻ جي قابل ناهي ڇوته جنهن کي قربان ڪرڻ جي لاءِ وٺي ويو هو ان جي لاءِ آيو آهي ”فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ“ جڏهن ان سان ڊوڙڻ جي عمر کي پهتو. ان عمر ۾ اولادي هجڻ جو تصور نٿو ڪري سگهجي. ان کان سواءِ هيءَ ڳالهه به سوچڻ جهڙي آهي ته اهو دنبو جيڪو فديي طور ڪٺو ويو هو ان جا سڱ بيت الله شريف ۾ تنگيل هئا ۽ حضرت ابراهيم جنهن پٽ کي قربان ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي هئي ته اها ڪوشش به مني جي ميدان ۾ ٿي هئي ۽ اهو ميدان مڪه مڪرمه ۾ آهي اهو تاريخي واقعو عرب ۾ ساڍن ڇئن هزار سالن کان معروف آهي ۽ تاريخ ۾ اهڙو ڪوبه ثبوت ناهي جنهن مان خبر پوي ته حضرت اسحاق مڪه مڪرمه ۾ تشریف فرما ٿيو هو مڪه مڪرمه ۾ اچڻ وارو حضرت اسماعيل عليه السلام هو ۽ اهوئي ذبيح آهي (علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام). (۱)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا.

١- ”وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي“ (۽ فرمايائين ته مان پنهنجي رب ڏانهن ويندڙ آهيان) مان معلوم ٿيو ته جنهن سرزمين ۾ دين جو ڪم ۽ الله جل شانہ جي اطاعت نه ڪري سگهجي اناهيئن هجرت ڪرڻ انبياء ڪرام عليهم السلام جي سنت آهي ۽ اها هجرت اول اول حضرت ابراهيم عليه السلام ڪئي جو پاڻ سان گڏ پنهنجي نهايت حسن واري اهليه سيده ساره ۽ حضرت لوط عليه السلام کي وٺي پنهنجي وطن حران يا بابل يا بصره ۽ ڪوفه جي وچ ۾ هرمز نالي هڪ ڳوٺ مان نڪري شام ملڪ ۾ آيا. ۽ مذڪوره آيت مان اهو به واضح ٿيو ته ٻانهو غير کان منقطع ٿي الله جل شانہ سان واصل ٿيندو پر جيستائين دل ۾ غير جي جاءِ هوندي تيستائين معرفت جا ماڳ نه ماڻيندو. (١) ٢- ”فَبَشِّرْهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ“ (پوءِ اسان ان کي بردبار پٽ جي بشارت ڏني) مان واضح ٿيو ته حضرت ابراهيم عليه السلام کي ان پٽ جي بشارت سان گڏ اهي اشارا ڪيا ويا هئا ته اهو وڏو ٿيندو ۽ حليم هوندو. حليم ان کي چوندا آهن جيڪو ڪم ۾ جلد بازي نه ڪري تڪليفون برداشت ڪري ۽ ڏک ملڻ وقت پريشان نه ٿئي ۽ جلد ڪاوڙ نه ڪري. ٣- ”إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ“ (بلاشڪ مان نند ۾ ڏسان پيو) مان واضح ٿيو ته انبياء عظام عليهم السلام جيڪو خواب ۾ ڏسندا آهن اهو به ائين الاهي وحي هوندو آهي جيئن سجاڳيءَ ۾ کين وحي ايندو آهي (٢) علامه ابوبڪر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربي لکيو آهي ته ”نبين عليهم الصلوة والسلام کي خواب ۾ مليل حڪم به وحي آهي جيئن اصول جي ڪتابن ۽ حديثن جي شرحن ۾ واضح ڪيو اٿئون چوڻه انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام تي شيطان کي ڪابه پهچ ناهي ۽ نڪو سندن خيالات ۾ ڪو وسوسو وجهي يا تصرف ڪري سگهندو ۽ نه سندن معاملي کي منجهائيندو انهن جا قلب صاف ۽ فڪر روشن آهن. جيڪو ڪجهه ملائڪ سڳورو سندن دلين ۾ القاء ڪندو آهي اهو بالڪل حق هوندو آهي. (٣)

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ (١١٤) وَنَجَّيْنَاهُمَا

۽ البتم تحقيق احسان ڪيو اسان موسيٰ ۽ هارون تي ۽ ڇڏايوسون انهن ٻنهي کي

وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۖ (١١٥) وَنَصَرْنَاهُمْ

۽ انهن جي قوم کي ڏک وڌي ڪان ۽ مدد ڪئي سون انهن جي

فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۖ (١١٦) وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۖ (١١٧)

پوءِ هئا اهي ئي غالب ۽ ڏٺوسون انهن ٻنهي کي ڪتاب روشن

وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ (١١٨) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا

۽ هدايت ڪئي سون انهن ٻنهي کي سڌي واٽ ڏانهن ۽ ڇڏي سون انهن ٻنهي جي

فِي الْآخِرِينَ ۖ (١١٩) سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ (١٢٠)

(سٺي يادگيري) پونين ۾ سلام آهي موسيٰ ۽ هارون تي

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (١٢١) إِنَّهُمَا

بلاشڪ اسين اهڙي طرح بدلو ڏينداسون نيڪوڪارن کي بلاشڪ اهي ٻئي اسان جي

مِّنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ (١٢٢)

ايمان وارن ٻانهن مان آهن

تفسير.

جيئن اڳين آيتن ۾ انبياءِ ڪرام عليهم الصلوة والسلام جو ذڪر هو تيئن هتي به ان سلسلي کي هلائيندي حضرت موسيٰ ۽ حضرت هرون علي نبينا وعليهما الصلوة

والسلام جو ذکر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ“ ۽
 البتہ تحقيق اسان موسیٰ ۽ هارون تي احسان فرمايو آهي يعني اسان انهن ٻنهي تي
 گهڻو احسان فرمايو انهن کي نبوت ۽ رسالت سان نوازيو. ”وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ
 الْكَرْبِ الْعَظِيمِ“ ۽ اسان انهن ٻنهي ۽ سندن قوم کي وڏي ڏک کان ڇڏايو. يعني
 انهن ٻنهي نبين سڳورن ۽ انهن تي ايمان آڻڻ وارن کي ان وڏي ڏک ۽ تڪليف کان
 ڇڏايو سون جنهن ۾ مبتلا هئا. فرعوني سندن پٽن کي ڪهندا ۽ عورتن کي جيئرو
 ڇڏيندا هئا ۽ وڏن کي نهايت غليظ ڪمن ۾ استعمال ڪندا هئا کين زرخرید غلامن
 کان به گهٽ سمجهندا هئا. ”وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ“ ۽ اسان انهن جي مدد
 ڪئي پوءِ اهي ئي غالب ٿيا. مطلب ته اسان انهن جي مدد ڪئي سندن دشمنن تي
 کين فتح ۽ ڪاميابي ڏني انهن کي غرق ڪري هنن کي انهن جي زمينن ۽ باغن جو
 مالڪ بنايوسين انهن جا مال ۽ ملڪيتون هنن جي حوالي ڪراياسين ۽ کين سلطنت ۽
 دولت جو صاحب ڪري ڇڏيوسين ”وَأَتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ“ ۽ انهن ٻنهي کي
 روش ڪتاب ڏنوسين. يعني انهن ٻنهي نبين سڳورن عليهم السلام کي نهايت
 واضح، روشن، ۽ اهڙو جامع ڪتاب ڏنوسون جنهن ۾ اهي سڀئي ديني ۽ دنياوي
 مصلحتون بيان ڪيوسين جنهن جو هر انسان محتاج هوندو آهي. ان ڪتاب مان
 مراد توراۃ آهي. (۱) ”وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ ۽ اسان انهن ٻنهي کي سڌي وات
 جي هدايت ڏني. مقصد ته اسان انهن ٻنهي کي عقل ۽ نقل سان حق جي رستي تي
 هلايو ۽ کين توفيق ڏيڻ ۽ معصوم بنائڻ سان سندن مدد ڪئي ”وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي
 الْآخِرِينَ“ ۽ اسان انهن ٻنهي جي بعد ۾ اچڻ وارن ۾ (سهڻي يادگيري) ڇڏي. يعني
 سندن دؤر گذرڻ کان پوءِ به انهن جو دنيا ۾ سهڻو ذکر جاري رکيوسين. ”سَلَامٌ
 عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ“ موسیٰ ۽ هارون تي سلام آهي. يعني اسان ملائڪن، جنن ۽
 انسانن ۾ اهو شعور پيدا ڪيو آهي جو اهي هميشه انهن تي سلام پڙهندا رهندا ۽
 اطمینان واري زندگيءَ جهڙي بي ڪابه سعادت ناهي. ”إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ“
 بلاشڪ اسين اهڙي طرح محسنن کي بدلو ڏينداسون. يعني جيڪي به انهن پيارن
 نبين عليهم الصلوة والسلام سان محبت رکي انهن وانگر دين جي خدمت ڪندا ته

انهن کي به اهڙو سهڻو بدلو ڏينداسون. ”انھما من عبادنا المؤمنین“ بلاشڪ اهي ٻئي اسان جي مومنن ٻانهن مان آهن. يعني اهي ايمان ۾ نهايت ڪمال وارا آهن جو انهن جي ذريعي ٻين کي اها نعمت نصيب ٿي هئي. هن آيت ۾ انهن جي محسن هجڻ جي علت بيان ڪئي وئي آهي ۽ سندن قدر جو بلند ۽ بالا هجڻ بيان ڪيو ويو آهي. (۱)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا واضح ٿين ٿا.

۱- ”وَلَقَدْ مَنَنَّا“ کان ”مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ“ تائين ٻنهي آيتن مان معلوم ٿيو ته الله جل شانہ جي طرفان نبوت جو ملڻ وڏو انعام آهي ۽ اهو به واضح ٿيو ته جيڪي به الله جل شانہ جا ٻانها انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام تي ايمان آڻي انهن جي اتباع ڪن ٿا اهي دنيا جي عذابين ۽ تڪليفن کان به آزاد ٿي ويندا ۽ آخرت ۾ به جنت جا حقدار ٿيندا ۽ ان واقعي سان عربن کي به متنبه ڪيو ويو ته جيڪڏهن اوهان به حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن تي ايمان آڻي ان جي اتباع ڪندؤ ته جيئن اهي مصر جا والي بڻيا هئا تيئن اوهان به دنيا ۾ ملڪ فتح ڪري انهن جا حڪمران ٿيندؤ. (۲) ”وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ“ (۽ اسان انهن جي مدد ڪئي پوءِ اهي ئي غالب رهيا). مان واضح ٿيو ته غلبو ۽ ڪاميابي ان کي ملندي جنهن جي الله جل شانہ مدد ڪندو. مومن ٻانها لشڪر جي ڪثرت تي مغرور نه ٿيندا الله جل شانہ جي تائيد ۽ نصرت تي يقين رکندا. ۳- ”وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبِ“ (۽ اسان بعد ۾ اچڻ وارن ۾ انهن جي چڱي ياد ڇڏي). واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي پيارن کي ٻين ثوابن کان علاوه دنيا ۾ سندن ڀلو ذڪر ۽ امن امان به عطا ٿيندو آهي ڪنهن جو سهڻو ذڪر هلي ۽ عاقبت بخير گذري ته اها به الله جل شانہ جي نعمت آهي. ۴- ”انھما من عبادنا المؤمنین“ (بلاشڪ اهي ٻئي اسان جي مومنن ٻانهن مان آهن). واضح ٿيو ته نبين تي به مومن جو لفظ ڳالهائي سگهجي ٿو پر ايمان جي ٻيڙيءَ ۾ سوار ٿيندڙن ۾ فرق آهي. امتي پار پهچڻ جي لاءِ سوار ٿيندو آهي ۽ نبي سڳورو عليه الصلوة والسلام پار پهچائڻ جي لاءِ. والله الهادي.

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (١٢٣) إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ

۽ بيشڪ الياس البتہ مرسلن مان آهي جڏهن چيائين پنهنجي قوم کي ته

أَلَا تَتَّقُونَ ۝ (١٢٤) أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ

ڇا اوهان نٿا ڊڄو؟ ڇا پوڄا ڪي — وٽا بعل جي ۽ ڇڏيو ٿا

أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝ (١٢٥) اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ

سڀني ٺاهيندڙن کان وڌيڪ سهڻي ٺاهيندڙ الله پنهنجي رب ۽ پنهنجن

الْأَوَّلِينَ ۝ (١٢٦) فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝ (١٢٧)

پهرين ابن ڏاڏن جي رب کي پوءِ ان کي ڪوڙو چيائون پوءِ بيشڪ اهي

إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ (١٢٨) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

البتہ حاضر ڪيل آهن مگر الله جا مخلص ٻانهن ۽ (چڱي ياد) ڇڏي سون ان جي

فِي الْآخِرِينَ ۝ (١٢٩) سَلَامٌ عَلَى إِلْيَاسٍ ۝ (١٣٠) إِنَّا كَذَلِكَ

پونين ۾ س — لام آهي الياس تي بي — شڪ اسين اهڙي طرح

نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ (١٣١) إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ (١٣٢)

بدلو ڏينداسون نيڪوڪارن کي بلاشڪ اهو اسان جي ايمان وارن ٻانهن مان آهي.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ حضرت موسيٰ ۽ حضرت هارون عليهما الصلوة والسلام جو ذڪر هو ۽ هتي حضرت هارون جي اولاد مان اچڻ واري نبي حضرت الياس عليه السلام

جو ذکر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَإِنَّ الْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ“ ۽ بلاشڪ الياس مرسلن مان آهي.

حضرت الياس عليه السلام جو احوال.

حضرت الياس صحيح قول مطابق حضرت هارون جي اولاد مان هو ۽ سندس نسب هن طرح آهي. الياس بن ياسين بن فنحاص بن عيزار بن هارون بن عمران. ۽ اهو اليسع جو سوٽ هو سيرت ۽ خبرن جي عالمن فرمايو آهي ته جڏهن الله تعاليٰ حضرت حزقيل کي دنيا تان رحلت ڏيئي گهرايو ته بني اسرائيل ۾ وڏا فتنن ۽ فساد پيدا ٿيا اهي بتن جي پوڄا ڪري مشرڪ بڻيا غيرالله جي عبادت ڪرڻ لڳا ته الله جل شانہ انهن ۾ حضرت الياس عليه السلام کي نبوت سان نوازي مبعوث فرمايو. بني اسرائيل ۾ انبياء سڳورا حضرت موسيٰ عليه السلام کان پوءِ توراۃ جي وساريل احڪام جي تجديد لاءِ ايندا هئا، بعلبڪ شهر ۽ ان جي پسگردائي ۾ رهندڙن کي اتي جي بادشاهه صفا گمراه ڪري ڇڏيو هو ۽ کين بت پرستيءَ تي مجبور ڪيو هو. مگر حضرت الياس عليه السلام انهن کي الله جل شانہ جي توحيد ڏانهن سڏيو ۽ کين بت پرستيءَ کان روڪيو پر اهي سندس ڪابه ڳالهه نه پيا ٻڌن ۽ نه پيا مڃن. ۽ اها قدرت واري جي حڪمت جو بادشاهه ايمان آڻي حضرت الياس عليه السلام جي تصديق ڪئي. حضرت الياس ان کي هدايتون ڪيون سڏي وات سمجھائي ۽ وٺائي. پر وري اهو مرتد ٿي ايمان جو انڪار ڪري ويٺو ۽ حضرت الياس عليه السلام تي سخت ناراض ٿي کيس ايڏو ڏيڻ جو پرور گرام بنائين. جڏهن حضرت الياس اها ڳالهه محسوس ڪئي ته پاڻ اتان نڪري وڌن جنهن ۾ اچي رهيو. بادشاهه سندن پويان پڪڙڻ لاءِ ماڻهو لڳايا پر الله تعاليٰ کيس انهن کان محفوظ رکيو ست سال ان نموني گذاريائين جو وڻن جا ميوو ۽ زمين جا ساوا سلا کائيندو ۽ چشمن جو پاڻي پيئندو هو نيٺ ان حالت کان تنگ ٿي دعا گهريائين ته ياالله! مون کي هن قوم کان ڇڏاءِ، پوءِ کيس قدرتي حڪم مليو ته فلاڻي ڏينهن فلاڻي وقت ٻاهر نڪر ۽ جيڪا به شيءِ ڏسين ان کان نه ڊڄ ان تي سوار ٿي ويهه پوءِ حضرت الياس پاڻ سان حضرت يسع کي وٺي نڪتو جڏهن ان جاءِ تي پهتو

جنهن جو کيس امر ٿيل هو ته باهه جي رنگ تي هڪ گهوڙو ظاهر ٿيو ۽ پاڻ ان تي چڙهي ويٺو ۽ اهو کيس کڻي روانو ٿيو ته حضرت يسع چيس اي الياس! مون لاءِ ڪهڙو حڪم ٿو ڇڏين؟ پاڻ ان ڏانهن مٿان پنهنجي چادر اڇلايائون جيڪا کيس خلافت ملڻ جي نشاني ٿي ۽ الله تعاليٰ کيس ڪٿائي ورتو ڪانئس کاڌي ۽ پيتي جون لذتون ڪسي ورتائين ۽ کيس ڀرن سان ڍڪيائين ته پوءِ زمين وارو انسان آسمان وارو ملائڪ بڻجي پيو ۽ ان کان پوءِ الله تعاليٰ حضرت يسع کي نبوت عطا ڪئي ۽ کيس بني اسرائيل ڏانهن رسول ڪري ان ڏانهن وڃي موڪلي ان جي تائيد ڪيائين. بني اسرائيلن ان تي ايمان آندو ۽ ان جي تعظيم ڪندا هئا. حضرت الياس جي لاءِ جبل مسخر هئا الله تعاليٰ کيس ستر نين جي قوت ڏني هئي ۽ حضرت موسيٰ عليه السلام جي صفتن سان موصوف هو ۽ حضرت الياس ۽ خضر سڳورو زنده آهن آخري زماني ۾ جڏهن قرآن ڪجي ويندو ته اهي ڀلارا به رحلت ڪندا. روايت ۾ آيو آهي ته ٻئي هر رمضان مهيني جا روزا بيت المقدس ۾ رڪندا آهن ۽ هر سال حج ۾ ايندا آهن حضرت الياس عليه السلام ميدانن ۽ بيابانن سان مقرر ڪيل آهي ۽ حضرت خضر سڳورو سمنڊن ۽ دريائن سان وابسته ڪيل آهي. واللہ اعلم (۱)

حضرت الياس کي الله جل شانہ نور جو لباس ڍڪايو ۽ ملائڪن سان گڏ اڏامندو آهي بعض بزرگن فرمايو ته حضرت الياس بيمار ٿي پيو ۽ دنيا مان رحلت محسوس ڪري روئڻ لڳو الله شانہ کيس وڃي موڪلي فرمايو ته ”ڇوڻو روئين؟ دنياوي زندگيءَ جو حرص اٿئي يا موت جي ڊپ کان؟ يا باهه جي خوف کان؟ عرض ڪيائين ته انهن ٽنهي ڳالهين مان ڪابه ڳالهه ناهي تنهنجي عزت جو قسم آهي ته مان هن ڏک کان ٿو روئان ته مون کان بعد حمد ڪندڙ تنهنجو حمد ڪندا ۽ مان نه ڪندس، توکي ڏاڪر ٻانهن ياد ڪندا ۽ مان نه ڪندس. مون کان پوءِ روزي دار روزا رڪندا ۽ مان نه رڪندس ۽ نمازي نمازون پڙهندا ۽ مان نه پڙهندس؟ پوءِ کيس فرمان ٿيو ته: اي الياس! مون کي پنهنجي عزت جو قسم آهي ته مان توکي ايترو وقت مهلت ڏيندس جو مون کي ڪو ياد ڪرڻ وارو دنيا ۾ نه هوندو. يعني قيامت تائين. (۲)

حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم سان ملاقات.

حضرت انس رضي الله عنه کان روايت آهي ته اسان نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن سان جنگ ۾ هئاسين.

جڏهن حجر وٽ فوج الناقة نالي مقام وٽ پهتاسين ته هڪ آواز ٻڌوسين ڪو چوڻ وارو چئي رهيو هو ”ياالله! مون کي (حضرت) محمد مصطفيٰ (صلى الله عليه وسلم) جن جي امت مان بناء جيڪا رحمت ڪيل آهي ان کي تو مغفرت جي نعمت سان نوازيو آهي انهن جي توبه قبول ۽ دعا مستجاب فرمائي اٿئي“ اهو ٻڌي حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن مون کي حڪم فرمايو ته: اي انس! ڏس ته هي آواز ڇا آهي؟ پوءِ مان جبل ۾ اندر داخل ٿيس ته اچي ڏاڙهي ۽ اچي مٿي وارو هڪ ماڻهو ڏٺم جنهن کي اڃا ڪپڙا پاتل هئا ٿي سو هٿن کان وڌيڪ ڊگهو هو جڏهن مون کي ڏٺائين ته فرمايائين ”تون نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن جو قاصد آهين؟ مون عرض ڪيو ته هاڻو، فرمايائين ته ان ڏانهن موٽي وڃ ان کي منهنجا سلام ڏي ۽ عرض ڪر ته اوهان جو (نبوت جي لحاظ سان) پاء الياس اوهان جي ملاقات جو ارادو رکي ٿو. پوءِ نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن اتي تشریف فرما ٿيا ۽ مان پوئتي هٽي ويس پوءِ پاڻ ۾ گهڻي دير تائين ڳالهائيندا رهيا ۽ مٿن آسمان کان ڪا شيءِ دستر خوان وانگر لهي آئي ۽ مون کي به سڏڻ فرمايائون. پوءِ مون انهن سان گڏ ويهي کاڌو ته ان ۾ بهشتي ميوا هئا، مون کائي بس ڪئي ته هڪ ڪڪر آيو جنهن اچي حضرت الياس کي کنيو ۽ مان سندس اچڻ ڪپڙن کي ان ۾ ڏسي رهيو هوس پوءِ مون نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن کي عرض ڪيو ته ”منهنجا ماءُ پيءُ اوهان تان قربان ٿين، جيڪو طعام اسان ان سان گڏ کاڌو آسمان کان لهي آيو هو؟ نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ته مون الياس کان ان جي متعلق پڇيو ان چيو ته اهو جبريل مون وٽ چاليهن ڏينهن ۾ هڪ ڀيرو آڻيندو آهي ۽ سال ۾ هڪ ڀيرو زم زم پياريندو آهي. (١) ”إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ“ جڏهن پنهنجي قوم کي فرمايائين ته ڇا ڊڄو نٿا؟ يعني الله جل جلاله جو خوف ۽ ان جي عذاب کان چو نٿا ڊڄو؟ ”أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ لَا يَأْتِي بَعْلَ جِي

پوڄا ڪيو ٿا ۽ ٺاهيندڙن ۾ تمام سهڻي ٺاهيندڙ (الله) کي ڇڏي ٿا ڏيو؟ حضرت الياس عليه السلام جي قوم وارا بل نالي بت جي عبادت ڪندا هئا ان جي ڪري کين فرمايائين ته الله جل شانہ کي ڇڏي بت جي عبادت ڪيو ٿا. بل جي متعلق مفسرن لکيو آهي ته سون مان ٺهيل هو ان جي ڊيگهه هڪ قول مطابق ويهه هٿ هئي چار منهن هيس ان جي خدمت ۾ چار سئو ماڻهو رکيا هيائون جن کي ان بت جا انبياء بنايو هيائون شيطان ان ۾ اندر گهڙي ڳالهائيندو هو ۽ کين گمراهيءَ جا رستا ڏسيندو هو اتي ان جي خدمت ۾ موجود اهي چار سئو ماڻهو اهي ٻڌي ماڻهن کي ٻڌائيندا هئا ۽ اهي شام ملڪ جي بعلبک نالي شهر جا رهاڪو هئا ۽ ان شهر جو نالو به ان بت جي ڪري بعلبک رکيو هيائون. (۱) ”اللّٰهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ“ الله کي جيڪو اوهان جو رب ۽ اوهان کان پهريان آيلن اوهان جي ابن ڏاڏن جو به رب آهي. الله جي لفظ کي احسن الخالقين کان بدل هجڻ جي ڪري زبر پڙهي وئي آهي. هتي انهن جي ابن ڏاڏن جي رب هجڻ کي ان جي ڪري بيان ڪيو ويو آهي جو انهن الله جي ربوبيت جو انڪار ڪيو هو ۽ ان سان انهن جي وڌڻ جي راءِ جو باطل هجڻ به بيان ٿي ويو. (۲) مطلب ته الله جل شانہ اڳين پوين سڀني جو پالڻهار آهي ”فَكَذَّبُوهُ فَأْتَهُمُ لَحِضْرُونَ“ پوءِ ان کي ڪوڙو چيائون پوءِ بلاشڪ اهي حاضر ڪيل آهن. يعني الله جل شانہ جي نبي عليه السلام کي ڪوڙو چوڻ جي ڪري اهي الله جي طرفان مقرر ڪيل عذاب ۾ حاضر ڪيل هوندا. ”الْأَعْدَاءُ الْمُخْلَصِينَ“ مگر الله جا خالص ٻانها. اهي عذاب کان محفوظ رهندا. ”وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ“ ۽ اسان بعد ۾ اچڻ وارن ۾ ان جي سهڻي يادگيري ڇڏي. يعني ان کان پوءِ اچڻ وارا ماڻهو ان کي سهڻي ثنا سان ياد ڪندا. ”سَلَامٌ عَلَى الْيَاسِينَ“ الياس تي سلام آهي. ”الْيَاسِينَ“ الياس جي هڪ لغت آهي جيئن ”سيناء ۽ سينين“ ۽ ڪي چون ٿا ته اهو الياس جو جمع آهي جنهن ۾ حضرت الياس عليه السلام ۽ ان جا تابعدار داخل آهن ۽ ڪي چون ٿا ته معنيٰ آهي ياسين جي اولاد تي سلام آهي. ياسين حضرت الياس جي پيءُ جو نالو هو. (۳) ۽ هڪ قول آهي ته آل ياسين مان مراد آل محمد (صلي الله عليه وسلم) آهي. (۴)

(۱) القرطبي ص ۱۱۷ جلد ۱۵ (۲) تفسير ابوالسعود ص ۲۰۴ جز ۷ (۳) ساڳيو حوالو (۴) تفسير كبير ص ۱۶۲ جز ۲۶ - تفسير ابن ڪثير ص ۲۰ جلد ۴

”إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ“ بلاشڪ اسين اهڙي طرح نيڪوڪارن کي بدلو ڏينداسون. ”إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ“ بلاشڪ اهو اسان جي ايمان وارن ٻانهن مان آهي. هن مان مقصد ٻانهن کي تنبيه ڪرڻ آهي ته اصل فضيلت ايمان آهي ۽ اها ٻين فضيلتن کان اشرف، اعلى ۽ اڪمل آهي.

فائدا.

مذڪوره آيتن جي متعلق ڪجهه وضاحتون. ١- بعض مفسرن جو قول آهي ته الياس حضرت اديس جو ٻيو نالو آهي انهن ٻنهي شخصيتن ۾ ڪو فرق ناهي ۽ بعض جو قول آهي ته حضرت الياس ۽ حضرت خضر ۾ ڪو فرق ناهي پر محققن عالمن انهن قولن کي رد ڪندي فرمايو آهي ته قرآن ڪريم حضرت الياس ۽ حضرت اديس جو اهڙي نموني سان جدا جدا ذڪر ڪيو آهي جو ٻنهي کي هڪ قرار ڏيڻ جي ڪا گنجائش ناهي. علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته صحيح قول هي آهي ته اهي ٻئي جدا جدا رسول آهن. (١) (على نبينا وعليهما الصلوة والسلام). ٢- قرآن ۽ حديث مان اهو معلوم نٿو ٿئي ته حضرت الياس عليه الصلوة والسلام ڪهڙي قوم ۾ تشریف فرما ٿيو هو پر تاريخي ۽ اسرائيلي روايتون ان ڳالهه تي متفق آهن ته پاڻ حضرت حزقيل کان پوءِ ۽ حضرت اليسع کان اڳي مبعوث ٿيو هو. اهو اهو وقت هو جڏهن حضرت سليمان عليه السلام کان بعد سندس پوئين جي غلطين جي ڪري بني اسرائيلن جي سلطنت ٻن حصن ۾ ورهائجي وئي هئي هڪ حصو يهوداه يا يهوديه چورائيندو هو ۽ ان جو مرڪز بيت المقدس هو ۽ ٻيو حصو اسرائيل چورائيندو هو ۽ انهن جو مرڪز سامره (موجوده نابلس) هو حضرت الياس اردن جي علائقي جلعاد ۾ پيدا ٿيو هو ۽ ان وقت اسرائيل جي ملڪ ۾ جيڪو (بادشاهه) حڪمران هو ان جو بائبل ۾ نالو اخي اب ۽ عربي تاريخن ۽ تفسيرن ۾ اجب يا اخب ذڪر ڪيل آهي ان جي زال ايزبل بعل نالي هڪ بت جي پوڄارڻ هئي ۽ ان ئي اسرائيل ۾ بعل جي نالي تي هڪ مندر تعمير ڪرايو سڀني بني اسرائيلن کي بتن جي پوڄا واري واٽ وٺرائي هئي حضرت الياس کي ان علائقي ۾ توحيد جي تعليم لاءِ الله جل شانہ موڪليو هو ۽ ان اچي اسرائيلن کي بتن جي پوڄا کان روڪيو هو. (٢)

۳- حضرت الياس عليه السلام جي نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن سان ملاقات جيڪا هن کان اڳي تفسير قرطبي ۽ صاوي جي حوالي سان لکي آيا آهيون اها روايت محدث حاڪم آندي آهي پر علامه ذهبي ان کي موضوع قرار ڏنو آهي. (۱) ڳالهه جو خلاصو هي آهي ته حضرت الياس عليه السلام جو زنده هجڻ ڪنهن مستند دليل سان ثابت ناهي ان جي ڪري ڀلو اهو آهي ته ان معاملي ۾ خاموش رهجي. ۴- ”أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ“ ۾ خالق پيدا ڪندڙ جي معنيٰ سان نه صانع ٺاهيندڙ جي معنيٰ سان آيل آهي ڇو ته خالق خلق کان ورتل آهي ان جي معنيٰ آهي ڪنهن شيءِ کي عدم محض (بالڪل نه هجڻ) مان وجود ۾ آڻڻ. ان جي ڪري هيءَ صفت خاص الله جل مجده جي آهي ڪنهن ٻئي کي مطلق خالق چوڻ جائز ناهي لڙا اسان جي هلندڙ دؤر ۾ اهل قلم جي مضمونن کي، شاعرن جي شعرن کي ۽ تصويرون ٺاهيندڙن جي تصويرن کي انهن جي ”تخليقات“ چوڻ بالڪل جائز ناهي. انهن جي محنتن کي انهن جي ”ڪاوش“ يا مضمون سڏڻ گهرجي.

وَأَنَّ لُوطًا مِّنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ (۱۳۳) اِذْ نَجَّيْنَاهُ

۽ بي بي لوط البتہ مرسِلن مان آهي جڏهن ڇڏايوسين ان کي ۽

وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۖ (۱۳۴) إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ (۱۳۵)

ان جي اهل م——ڙني کي مگر هڪ پوڙهي پوئتي رهندڙن م——ان هئي

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ (۱۳۶) وَإِنكُم لَتَمُرُّونَ

ان کان پوءِ هلاڪ ڪيوسون ٻين کي ۽ بلاشڪ اوهان البتہ لنگهو پيا

عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ ۖ (۱۳۷) وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۚ (۱۳۸)

انهن تان ص——بح جي وقت ۽ رات جو ڇا پوءِ نت——ا عقل رکــو.

تفسير

جيئن اڳين آيتن ۾ انبياء ڪرام عليه السلام جو ذڪر هلندو آيو آهي تيئن هتي اهوئي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَأَنَّ لُوطًا لِّمَنِ الْمُرْسَلِينَ“ ۽ بلاشڪ لوط مرسلن مان آهي. يعني حضرت لوط عليه السلام پنهنجي قوم سدوم نالي شهر جي رهاڪن ڏانهن موڪليل هو جيڪي اهڙا برا فعل ڪندا هئا جو اهي انهن کان اڳي ڪنهن به قوم نه ڪيا هئا پوءِ پاڻ انهن کي نصيحت ڪري ان بري فعل کان روڪيائين پر اهي نه مڙيا ته الله جل شانہ انهن کي هلاڪ ڪري ڇڏيو. ”إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ“ جڏهن اسان ان کي ۽ ان جي مڙني اهل وارن کي ڇڏايو مگر هڪ پوڙهي پوئتي رهندڙن ۾ هئي. يعني حضرت لوط عليه السلام جي گهرواريءَ کان سواءِ جيڪا ڪافرن سان گڏ هلاڪ ٿي باقي ٻين سڀني سندس اهل وارن ۽ کيس ان عذاب کان ڇڏايوسين. ”ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ“ ان کان پوءِ ٻين کي هلاڪ ڪيوسين. دمرنا تدمير کان ورتل آهي معنيٰ هلاڪ ڪرڻ. هتي مراد آهي ته انهن عذاب کان ڇڏندڙن حضرت لوط ۽ سندس خاندان کان سواءِ ٻين کي مٿي ڪٽائي، اونڌو ڪري سٽي انهن تي پٿر وسراياسين. وَأَنكُمُ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ وَبِاللَّيْلِ أَفْكَأ تَقْعَلُونَ“ ۽ اوهان صبح جو ۽ رات جو انهن تان لنگهو پيا ڇا پوءِ به عقل نٿا رکو. هتي بيان ته ٻه وقت صبح ۽ رات ٿيا آهن پر ان مان مراد عام وقت آهي يعني اوهان انهن هلاڪ ڪيلن جي جاين کان رات ڏينهن لنگهو پيا ۽ شام ملڪ ڏانهن ويندي انهن جي ويران ڪيل مڪانن کي مشاهدو ڪيو ٿا پوءِ به عقل نه اٿو جو عبرت حاصل ڪيو ۽ ڊڄو ته متان اوهان جو به اهو حال ٿئي. چوڻ جيڪو انهن جي هلاڪ ڪرڻ تي قادر هو اهو اوهان جي هلاڪ ڪرڻ تي به قادر آهي. (١) حضرت لوط عليه السلام جو بيان هن کان اڳي به مختلف سورتن ۾ ٿي چڪو آهي خاص ڪري سورة الاعراف ۾ ان جي ڪري وڌيڪ اتي ڏسي سگهجي ٿو.

فائدا.

مذڪوره آيتن ۾ هي وڌيڪ وضاحتون ذهن نشين ڪرڻ جهڙيون آهن. ۱-
 ”وَأَهْلَهُ“ (۽ ان جي اهل) ۽ اهل مان مراد حضرت لوط علي نبينا وعليه
 الصلوة والسلام جون نياڻيون آهن. باقي سندس گهرواري جنهن جو نالو واپله هو
 اها ڪافره هجڻ جي ڪري هلاڪ ٿي وئي. ۲- حضرت لوط عليه السلام جي
 گهرواري جي هلاڪ ڪرڻ مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي پيارن جي رفاقت
 تڏهن فائدو ڏيندي جڏهن ايمان هوندو بي ايمان کي ڪو فائدو نه ملندو ان جي
 ڪري صرف نسبت تي ناز نه ڪجي ايمان ڪامل رکن ضروري آهي.

وَأَنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (١٣٩) إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِ

۽ بيشڪ يونس البتہ مرسلن مان آهي جڏهن پڄي پهتو پيڙي

الْمُشْحُونِ ۝ (١١٤٠) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ۝ (١٤١)

پيريل ڏانهن پوءِ ڪڍو وڌائين پوءِ هو ڪڍي ۾ مغلوبن مان

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ (١٤٢) فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ

پوءِ ٻڌي وئي ان کي مڃي ۽ اهو ملامت ڪندڙ آهي پوءِ جيڪڏهن نه هجي ها ته تحقيق اهو هو

مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ (١٤٣) لَلْبَثِ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (١٤٤)

تسبيح پڙهندڙن مان ته البتہ رهي ها ان جي بيت ۾ ان ڏينهن تائين جنهن ۾ اٿاريا ويندا

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝ (١٤٥) وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ

پوءِ اڇلايوسون ان کي صاف ميدان ۾ ۽ اهو بيمار هو ۽ ڄمايوسون ان تي

شَجَرَةً مِّنْ يَّقُطِينِ (١٤٦) وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ

ون ڪڍڻ جو ۽ موڪليو ————— ون ان کي هڪ لک ماڻهن

أَوْ يَزِيدُونَ (١٤٧) فَاٰمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ اِلٰى حِينٍ (١٤٨)

يا زياده ڏانهن پوءِ ايمان آندائون پوءِ فائدو ڏنسون انهن کي هڪ وقت تائين.

تفسير.

انبيا ڪرام عليهم السلام جي ذڪر جو سلسلو هلائيندي هتي حضرت يونس عليه السلام جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ“ ۽ بلاشڪ يونس البتہ مرسلن مان آهي. يعني حضرت يونس الله جل شانہ جي طرفان موصل ۾ نينوي شهر جي رهاڪن ڏانهن موڪليو ويو هو. (١) ”إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ“ ۽ جڏهن (ماڻهن سان) ڀريل ٻيڙيءَ ڏانهن ڀڄي نڪتو هو. يعني حضرت يونس پنهنجي قوم جي ڏک کان نڪري درياءَ تي آيو ته ماڻهن سان ڀريل ٻيڙيءَ ۾ ڀڄي اچي چڙهيو. اها ٻيڙي جڏهن درياءَ جي وچ ۾ آئي ته هلڻ کان بيهي رهي ۽ ملاحن چيو ته هن ۾ ڪو سردار جي موڪل کان سواءِ ڀڄي ايندڙ ٻانهو سوار ٿيو آهي تڏهن بيهي رهي آهي. پر اهو ظاهر ڪيئن ٿي ڪٿو وجهو ته اهو ظاهر ٿي پوندو. ”فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ“ پوءِ ڪٿو وجهرايائين ته پاڻ ئي ڪٿي ۾ مغلوبن مان ٿي پيو. يعني حضرت يونس عليه السلام جي نالي تي ڪٿو نڪتو. (٢) ”فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ“ پوءِ ان کي مڇي ڳهي وئي ۽ اهو ملامت ڪندڙ هو. روايت ۾ آهي ته جڏهن ڪٿي ۾ حضرت يونس عليه السلام جو اسم مبارڪ نڪتو ۽ پنهنجي وجود پاڪ کي درياءَ ۾ اڇلايائين ته کيس هڪ مڇي ڳهي وئي ۽ ان اهڙو ڪم ڪيو هو جنهن تي پاڻ کي ملامت ڪري رهيو هو ”قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ۽ ”كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ“ پوءِ جيڪڏهن نه هجي ها ته بلاشڪ اهو تسبيح پڙهندڙن

مان هو. مطلب ته مڃي جي پيٽ ۾ ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“
 پڙهندڙ نه هجي ها ته ”لَكِبْتَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ“ قبرن مان اٿڻ واري ڏينهن
 تائين ان جي پيٽ ۾ رهيو پيو هجي ها. (١) ”فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ“ پوءِ اسان
 ان کي ميدان ۾ اڇلايو ان حال ۾ جو اهو بيمار هو. يعني جڏهن الله جل شانہ جي
 اذن سان مڃي هن کي اوڳاري ٻاهر ڪڍيو ته اهو هڪ ميدان ۾ اچي پيو. ميدان
 جو مطلب اهو ٺاهي ته ڪو اتي ڪنهن به قسم جو وڻ نه هو پر مڃي جي پيٽ ۾
 رهڻ جي ڪري نهايت ضعيف، ڪمزور، ۽ اهڙو بيمار ٿي پيو هو جو هوا ۽ بدن تي
 مک جو وهڻ به سهي نٿي سگهيو ”وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِينٍ“ ۽ اسان ان تي
 ڪدو ۽ جو وڻ ڄمايو. يعني ان جي مٿان ڇانو ڪرڻ جي لاءِ الله جل شانہ ڪدو
 جو وڻ ڄمايو جنهن جي پنن جي ڇانو ۾ رهڻ لڳو ۽ قدرتي طرح ان جي ڪاٺ ۽
 پيٽ جو به انتظام ٿي ويو. ”وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ“ ۽ اسان ان کي هڪ
 لک ماڻهن ۽ زياده ڏانهن موڪليو. يعني جيڪڏهن صرف عاقل بالغ ڳڻيو ته هڪ
 لک ٽين ٽا ۽ ننڍا وڏا ڳڻيو ته هڪ لک کان وڌيڪ هئا. (٢) ”فَأَمْنُوا فَمَتَّعْنَاهُمُ إِلَىٰ
 حِينٍ“ پوءِ ايمان آندائون پوءِ اسان انهن کي هڪ وقت تائين فائدو ڏنو. يعني
 حضرت يونس عليه السلام جي قوم کي جڏهن سندس خبر پئي ته آيا ۽ ان تي
 ايمان آندائون پوءِ ان ايمان جي دولت جي صدقي الله جل شانہ انهن کي حياتيءَ
 جي مقرر وقت تائين فائدو وٺڻ ڏنو ۽ الاهي عذاب کان بچي ويا. (حضرت يونس
 عليه السلام جو قصو هن کان اڳي سورة ”يونس“ ۽ سورة ”انبيا“ ۾ به بيان ٿي
 آيو آهي.)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا.

- ۱- مفسرن سڳورن لکيو آهي ته حضرت يونس عليه السلام جو مڃي جي
 پيٽ ۾ زنده رهڻ، اتي الله جل شانہ جو ذڪر ڪرڻ، اتان خيريت سان نڪري
 ڪدو ۽ جي ول هيٺان صحت حاصل ڪرڻ اهي سڀ سندس معجزا هئا ۽ انهن ئي

معجزن کي ظاهر ڪرڻ جي لاءِ اهو واقعو پيش آيو ته نبي سڳوري جو شان ته اهو آهي جو ان جي برڪت سان ٻيڙيون ٻڏڻ کان محفوظ رهنديون آهن. حضرت خضر ٻيڙيءَ جو اهو تختو ڀڳو هو جيڪو پاڻيءَ ۾ هو پر ان جي برڪت سان پاڻي ٻيڙيءَ ۾ نه آيو.

٢- حضرت يونس عليه السلام مڇيءَ جي ڀيٽ ۾ تسبيح پڙهي. ان مان معلوم ٿيو ته الله جل شانہ جي ذڪر سان آفتون ٽرن ٿيون مشڪلاتون آسان ٿينديون آهن. خاص ڪري اهي دعائون جيڪي بزرگن کان نقل ڪيل هونديون آهن اهي قيامت تائين مؤثر رهنديون آهن. حضرت يونس واري دعا ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“ اڄ تائين مشڪلات جي حل ڪرڻ جي لاءِ اڪسير آهي. ٣- اهو به معلوم ٿيو ته مڇيءَ ۾ رهڻ حضرت يونس عليه السلام جي لاءِ عذاب نه هو بلڪ هڪ محبوباڻو عتاب هو. نبين عليهم السلام جا معجزا حق آهن پاڻ ڪافي وقت مڇيءَ ۾ اندر سلامت رهيا حالانڪ اتي نه هوا هئي نه سج، چنڊ جي روشني نه کائڻ لاءِ غذا. اهڙي طرح حضرت عيسيٰ عليه السلام آسمان تي جيڪڏهن، هوا ۽ غذا کان سواءِ زندهه رهي ته ڪهڙي قباحت آهي. هن مان قادياني ڪافرن کي عبرت وٺڻ گهرجي.

فَاسْتَفْتِهِمُ الرَّبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ (١٤٩)

پوءِ پڇ انهن کان ته ڇا تنهنجي رب جي لاءِ ڌيئرون آهن ۽ انهن جي لاءِ پٽ آهن

أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ (١٥٠)

يا پيدا ڪيوسون ملائڪن کي عورتون ڪري ۽ اهي حاضر هئا

إِلَّا أَنَّهُمْ مِّنْ أَفْكَهْمَ لَيَقُولُنَّ (١٥١) وَلَدَ اللَّهُ

خبردار بيشڪ اهي پنهنجي طرفان بهتان هڻڻ جي ڪري البتہ چون ٿا ته الله کي اولاد آهي

وَأَنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (١٥٢) أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ^ط (١٥٣)

۽ بلاشڪ اهي البتہ ڪوڙ هئندڙ آهن ڇا پسند ڪيائين ڌيئرن کي پٽن تي

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (١٥٤) أَفَلَا تَذَكَّرُونَ^ج (١٥٥)

ڇا ٿيو آهي اوهان کي ڪيئن ٿا حڪم ڪيو؟ ڇو نٿا ڌيان ڏيو؟

أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ^ل (١٥٦) فَاتُّوْا بِكِتَابِكُمْ إِن كُنْتُمْ

يا اوهان جي لاءِ روشن حجت آهي پوءِ آئي ٿو پنهنجو ڪتاب جيڪڏهن آهيو

صٰدِقِيْنَ (١٥٧) وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا

سڃاڻ ڪيائون ان (الله) ۽ جن جي وچ ۾ نسب (جو سلسلو)

وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجَنَّةُ إِنَّهُمْ لَمَحْضَرُونَ^ل (١٥٨) سُبْحٰنَ اللّٰهِ

۽ البتہ تحقيق ڄاتو جن تي بلاشڪ اهي حاضر ڪيل آهن الله جي پاڪائي آهي

عَمَّا يَصِفُونَ^ل (١٥٩) إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ (١٦٠) فَإِنَّكُمْ

ان کان جو بيان ڪندا آهن مگر الله جا خالص ٻانهن پوءِ بيشڪ اوهان

وَمَا تَعْبُدُونَ^ل (١٦١) مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ^ل (١٦٢)

۽ جن جي اوهان عبادت ڪيو ٿا نه آهيو اوهان ان تي گمراهه ڪرڻ وارا

إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ (١٦٣) وَمَا مِثًا إِلَّا لَهٗ

مگر ان کي جيڪو اهو پاڻ جهنم ۾ داخل ٿيندڙ آهي ۽ ناهي اسان مان ڪو مگر ان جي لاءِ

مَقَامٌ مَّعْلُومٌ^١ (١٦٣) وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّفْوَنُ^٢ (١٦٥)

معلوم جاء آهي بلاشڪ اسان ئي صف ٻڌندڙ آهيون

وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ (١٦٦)

۽ بيشڪ اسان ئي تسبيح پڙهندڙ آهيون.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ نبين پلارن عليهم السلام جي بعثت جو ذڪر هو ۽ هتان کان انهن کي نه مڃڻ وارن، الله جل شانہ جي لاءِ اولاد چوڻ وارن کان تنبيه طور سوال ڪندي انهن جي بي عقلي بيان ڪئي وئي آهي. ارشاد مبارڪ آهي ”فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبُّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ“ پوءِ انهن کان پڇ ته ڇا تنهنجي پالڻهار کي ڏيئون آهن ۽ انهن کي پت آهن؟ مفسرن سڳورن لکيو آهي ته عربن جا ڪيترائي قبلا جهينه، سليم، خزاعه ۽ بني مليح وغيره هي اعتقاد رکندا هئا ته (العياذ بالله) ملائڪ الله جون ڏيئون آهن انهن کي شرمسار ڪرڻ جي لاءِ الله تعاليٰ فرمايو ته اي حبيب! ڪريم صلي الله عليه وسلم انهن کان پڇو ته پنهنجي لاءِ ته پت ٿا پسند ڪيو ۽ جيڪڏهن ڪنهن جي گهر ڏيئي ٿي ڄمي ته ان جو منهن ڪارو ٿي ٿو وڃي ۽ الله جل شانہ جي لاءِ وري ڏيئون ٿا ثابت ڪيو اها ڪيتري نه احمقائي ۽ بيوقوفي آهي ”أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ“ يا اسان ملائڪن کي ماديون ڪري پيدا ڪيو ۽ اهي موجود هئا؟ مطلب ته جڏهن اسان ملائڪن کي پيدا ڪيو هو ته اهي اتي نه هئا پوءِ ڪيئن ٿا چون ته ملائڪ الله جون ڏيئون آهن ”أَلَا أَنهَم مِّنْ أَفْكِهَم لَيَقُولُونَ وَلَئِنَّ اللَّهَ لَوِ انْهَم لَكَادِبُونَ“ خبردار بلاشڪ اهي پنهنجي طرفان بهتان هڻڻ سان چون ٿا ته الله اولاد ڄڻيو آهي ۽ بلاشڪ اهي البتہ ڪوڙا آهن. يعني اهي نجو بهتان ٺاهي چون ٿا ته الله جو اولاد آهي ان جو انهن وٽ ڪو ثبوت ناهي اهي پڪا ڪوڙا آهن. انهن ۾

ذري برابر به سچ ناهي. "اصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ مَا لَكُمْ لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ" چا پٽن
 کان وڌيڪ ڏيئرون پسند ڪيائين؟ چا آهي اوهان کي ڪيئن فيصلو ڪيو ٿا؟ يعني
 اهو ڪيئن ٿي سگهي ٿو جو الله جل شانہ اوهان کي پٽ ڏنا ۽ پنهنجي پاڪ ذات
 لاءِ ڏيئرون پسند فرمايائين؟ اوهان کي ٿيو چا آهي. ڪهڙا فيصلا ٿا ڏيو؟ "أَفَلَا
 تَذَكَّرُونَ" چا پوءِ نصيحت نٿا وٺو؟ مطلب ته ڪهڙا اونڌا خيال اٿو جو نصيحت نٿا
 پرايو. "أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تُدْرِكُونَ" چا اوهان وٽ ڪا
 روشن حجت آهي؟ جيڪڏهن سچا آهيو ته پوءِ پنهنجو ڪتاب آڻيو. مطلب ته اوهان
 جو چئو ٿا ته الله جل شانہ کي اولاد آهي چا اوهان وٽ ان لاءِ ڪا روشن حجت
 آهي؟ جيڪڏهن (معاذالله) آهي ته پوءِ جيڪڏهن ان ڳالهه ۾ سچا آهيو ته پنهنجو
 اهو ڪتاب آڻيو جنهن ۾ اها حجت لکيل آهي "وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسْبًا" ۽ الله ۽
 جنت جي وچ ۾ نسب (جو سلسلو) ڪيائون. يعني انهن ڪافرن الله جل شانہ سان
 جنت جو مائٽي جو تعلق قائم ڪيو جو چوڻ لڳا ته جن الله جل شانہ جون ڏيئرون
 آهن "وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجَنَّةَ إِنَّهُمْ لَمْ حَضَرُونَ" ۽ البته تحقيق جنت ڄاتو آهي ته بيشڪ اهي
 حاضر ڪيل آهن. يعني جنت کي اهو يقيني علم آهي ته اهي الله جل شانہ جي بارگاه
 ۾ عملن جي جزا يا سزا لاءِ حاضر ڪيا ويندا آهي ته بارگاه ايزدي ۾ انتهائي
 عاجزي ڪندڙ ٻانها هوندا جيڪڏهن اولاد هجن ها ته ان حال ۾ نه هجن ها. (١)
 "سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ" الله جل شانہ جي متعلق جيڪي اولاد هجن وغيره واريون
 ڳالهيون بيان ڪن ٿا الله انهن کان بالڪل پاڪ آهي ان جي شان جي لائق
 ڪڏهن به ناهن. "إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ" مگر الله جا خالص ٻانها. يعني الله جا اهي
 ٻانها جيڪي مخلص، حق، جا تابعدار، مرسلن تي نازل ڪيلن پيغامن کي مڃن وارا
 باهه کان آزاد هوندا نه جهنم ۾ حاضر ڪيا ويندا ۽ نه عذاب ڏسندا. (٢) "فَإِن كُنتُمْ
 وَمَا تَعْبُدُونَ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ" پوءِ بلاشڪ اوهان ۽ جن
 جي اوهان عبادت ڪيو ٿا اوهان ان تي گمراهه ڪندڙ ناهيو مگر ان کي جيڪو
 جهنم ۾ داخل ٿيندڙ آهي. هي الله جل مجدہ جي طرفان ڪافرن کي چئلينج آهي ته

اوهان ۽ جن باطل معبودن جي اوهان عبادت ڪيو ٿا سڀ ملي ڪري به ڪنهن کي گمراهه ڪري نٿا سگهو مگر جيڪي ازلي بدبخت جهنم ۾ داخل ٿيندڙ آهن جهنم جو عذاب انهن جو مقدر بڻجي چڪو آهي اهي گمراهه ٿيندا. ”وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ“ اسان مان ڪو هڪ به ناهي مگر ان جي لاءِ جاءِ معلوم آهي.

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته ڪافرن جو چوڻ هو ته ملائڪ الله جون ڏيئرون آهن ۽ ملائڪن جون مائرون جن مان ماديون آهن الله جل شانہ انهن جي ترديد ڪندي فرمايو ته جنن جو مون سان ڪو نسب جو تعلق ناهي اهي ته پاڻ حساب جي لاءِ پيش ڪيا ويندا خالص مخلوق آهن باقي رهيا ملائڪ اهي پاڻ چون ٿا ته اسان مان هر هڪ ملائڪ جو مقام معلوم ۽ مقرر آهي ان ۾ رهي عبادت ڪندا آهيون بي اسان کي ڪا مجال ناهي.

آسمان ۾ چئن آڱرين جي جاءِ به خالي ناهي.

نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن فرمايو آهي ته ”آسمان (اٺ جي پلڻ وانگر) چيڪٽ ڪيا ۽ ان جو حق آهي ته چيڪٽ ڪري مون کي ان (پاڪ الله) جو قسم آهي جنهن جي (قدرتي) هٿ ۾ منهنجو ساهه آهي ته آسمان ۾ چئن آڱرين جيتري ڪا جاءِ ناهي مگر ان ۾ ملائڪ الله کي سجدو ڪندي پيشاني رکندڙ آهن. ۽ ان مقام مان آسمانن مان انهن جي عبادت ڪرڻ وارو مقام مراد آهي يا قرب جي مرتبن وارو مقام جنهن کان تجاوز ڪري نٿا سگهن. زرارۃ بن ابي اوفى کان روايت آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن جبريل کي فرمايو ته ”تو پنهنجي رب کي ڏٺو آهي؟ ته جبريل گهٻرائجي ويو ۽ عرض ڪيائين ته ”يامحمد! منهنجي ۽ الله جي وچ ۾ نور جا ستر پردا آهن جو جيڪڏهن انهن مان ڪنهن کي ويجهو وڃان ته سڙي وڃان.“ ”وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ“ ۽ بلاشڪ اسين ئي صفون ٻڌندڙ آهيون. يعني الله جل شانہ جي عبادت ۾ صفون ٻڌي بيهون ٿا. ابن ابي روايت ڪندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ته ”اوهان اهڙي نموني صفون ڇو نٿا ٺاهيو جيئن ملائڪ صفون ٺاهي تسبيح پڙهندڙ آهن؟“ ”وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ“ ۽ بلاشڪ البت اسين ئي تسبيح پڙهندڙ آهيون يعني جيڪا به شيءِ مثلاً اولاد وغيره الله جي

شان جي لائق ناهي اسين ان کان ان جي پاڪائي بيان ڪندا آهيون. اسين ڪافرن وانگر غير کي الله سان شريڪ بنائيندڙ ناهيون.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان حاصل ٿيندڙ فائدا. ١- ”فَاسْتَفْتِهِمْ“ کان ”إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ تائين ڪافرن جي ان عقيدې جي ترديد آهي جيڪي ملائڪن کي الله جون ڌيئرون چوندا هئا. ان جو خلاصو هي آهي ته اوهان جو اهو عقيدو اوهان جي عرف، رسم ۽ رواج جي لحاظ سان بالڪل غلط آهي ڇو ته اوهان پنهنجي لاءِ ڌيئرن کي عيب سمجهو ۽ الله جي لاءِ اهي ثابت ڪيو. ۽ ان ڳالهه جو اوهان وٽ دليل ڪهڙو آهي؟ ڪنهن به دعويٰ کي ثابت ڪرڻ جي لاءِ ٽي قسم دليل هوندا آهن.

١- مشاهدو ٢- نقلي دليل يعني ڪنهن اهڙي ذات جو قول جنهن جي سچائي تسليم ڪيل آهي. ٣- عقلي دليل، جيستائين مشاهدي جو تعلق آهي ظاهر آهي ته اوهان الله جل شانہ کي ملائڪ پيدا ڪندي ڏٺو ئي ناهي جنهن سان اوهان کي ملائڪن جون ڌيئرون هجڻ معلوم ٿيو هجي. ٢- نقلي دليل به اوهان وٽ ڪونه آهي ڇو ته ڪابه مسلم هستي اوهان جي ان قول کي ڪونه ٿي مڃي. ٣- عقلي دليل اهو به اوهان جو ساٿ نٿو ڏي ڇو ته اوهان جي خيال ۾ به ڌيئرون پٽن جي مقابلي ۾ گهٽ درجي واريون آهن ته ڪائنات جو خالق پٽ اوهان کي ڏئي پنهنجي لاءِ ڌيئرون ڪيئن پسند فرمائيندو؟

٢- ”إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ“ (مگر الله جا خالص ٻانها) هن مان معلوم ٿيو ته جنهن تي الله جل شانہ جو ڪرم ٿيندو آهي اهو گمراهيءَ کان محفوظ رهندو آهي. ان جي ڪري انبياءِ عظام عليهم الصلوة والسلام کي معصوم ۽ اولياءِ ڪرام کي محفوظ سڏيو ويندو آهي.

٣- ”وَمَا مِمَّا آتَاهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ“ (۽ اسان مان هر هڪ جو مقام معلوم آهي) هتي مقام مان مراد اها به ٿي سگهي ٿي ته اسان مان هر هڪ جي عبادت جو مقام جدا آهي ڪو هميشه رکوع ۾ آهي ته ڪو سجدي ۾ ته ڪو قعدہ ۾ يا مطلب آهي ته هر هڪ ملائڪ جو درجو جدا آهي، مقرب ملائڪن جو درجو جدا آهي ته ”مُدَبِّرَاتِ أَمْرًا“ جو جدا.

وَأَنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ^{١٦٧} لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنْ

۽ بلاشڪ چوندا هئا ته جيڪڏهن تحقيق اسان وٽ هجي ها نڀيحت

الْأَوَّلِينَ^{١٦٨} لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ^{١٦٩} فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ

پهرين کان ته هجون ها الله جا خالص ٻانها پوءِ انڪار ڪيائون ان جو پوءِ عنقريب

يَعْلَمُونَ^{١٧٠} وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ^{١٧١}

جائندا ۽ البتہ تحقيق اڳي گذريو اسان جو فرمان اسان جن ٻانهن مرسلن لاءِ

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ^{١٧٢} وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ^{١٧٣}

بلاشڪ اهي ئي مدد ڪيل آهن ۽ بلاشڪ اسان جا لشڪر البتہ اهي ئي غالب آهن

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ^{١٧٤} وَأَبْصَرَهُمْ فَسَوْفَ

پوءِ منهن ڦيراءِ انهن کان هڪ وقت تائين ۽ ڏس انهن کي پوءِ جلد پاڻ به

يُبْصِرُونَ^{١٧٥} أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ^{١٧٦} فَإِذَا نَزَلَ

ڏسندا ڇا پوءِ اسان جي عذاب کي تڪڙو گهرن ٿا پوءِ جڏهن لهندو انهن جي اڳڻ تي

بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ^{١٧٧} وَتَوَلَّ عَنْهُمْ

پوءِ بري هوندي صبح ڏيڃاريلن جي ۽ منهن ڦيراءِ انهن کان

حَتَّىٰ حِينٍ^{١٧٨} وَأَبْصَرَ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ^{١٧٩}

ڪو وقت ۽ ڏسندو ره پوءِ جلد (اهي به) ڏسندا

سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ (١٨٠) وَسَلَامٌ عَلَى

پاکائي آهي تنهنجي رب جي عزت واري رب جي ان کان جيڪو بيان ڪن ٿا ۽ سلام آهي

الْمُرْسَلِينَ (١٨١) وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (١٨٢)

مرسلن تي ۽ سڀ ساراهه ثابت آهي الله جه ٿانن جي رب جي لاءِ.

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي مقبول ٻانهن جي قول جو بيان هو ۽ هتان کان مردودن جي قول جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَأَن كَانُوا لَيَقُولُنَّ لَوْ أَنَّا عِندَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ“ ۽ بلاشڪ چوندا هئا ته جيڪڏهن يقيني طور اسان وٽ پهرين کان ڪا اهڙي نصيحت هجي ها ته البتہ اسان به الله جا خالص ٻانهن هجون ها. هتي ”إِن“ ”أَن“ ”ثَقِيلَهُ“ کان مخفف ڪيل آهي ۽ ”ذِكْرًا“ مان مراد ڪتاب آهي. مطلب ته مڪه مڪرمه جا رهاڪو ڪافر نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي بعثت کان اڳي چوندا هئا ته جيڪڏهن اسان وٽ به پهرين وانگر ڪو آسماني ڪتاب هجي ها جيئن انهن وٽ توراۃ وغيره نازل ٿي آيو هو ته اسين به الله جا مخلص ٻانهن ٿي خلوص سان عبادت ڪيون ها ”فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ“ پوءِ ان جو انڪار ڪيائون پوءِ جلد ڄاڻندا. يعني جڏهن انهن وٽ الله جل شانہ جي طرفان نازل ڪيل ڪتاب آيو ته ان جو انڪار ڪري ويٺا پوءِ جلد ڄاڻندا ته سندن ڪفر جي عاقبت ڪهڙي ٿيندي؟ ۽ هڪ قول آهي ته ”ذِكْرًا“ مان مراد رسول آهي. (١) ”وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ“ البتہ تحقيق اسان جي مرسلن ٻانهن جي لاءِ اسان جو وعدو اڳي ٿي ويو آهي. اڳتي ان جو تفصيل اچي رهيو آهي ”إِنَّهُمْ لَكَاظِمُونَ لِمَا نُنْذِرُ فَإِنَّهُمْ لَا يَخْلَوْنَ“ بلاشڪ اهي ئي مدد ڪيل آهن ۽ بلاشڪ اسان جا لشڪر وارا اهي ئي غالب آهن. يعني اسان جو هي فيصلو ٿي چڪو آهي ته

فتح، نصرت، عزت، ۽ غلبو اسان جي مرسلن (عليهم الصلوة والسلام) ۽ انهن جي
 مڃڻ وارن کي ملندو آهي اسان جا لشڪري آهن ۽ اهي ئي غالب آهن. ”قَتُولَ عَنْهُمْ
 حَتَّىٰ حِينٍ“ پوءِ ڪو وقت انهن کان منهن (مبارڪ) ڦيراءِ. يعني اي حبيب پاڪ!
 (صلي الله عليه وسلم) انهن مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن کان ڪو وقت منهن
 مبارڪ ڦيرايو تانجو انهن سان جنگ ڪرڻ جو امر اچي يا اوهان جي مدد ڪرڻ
 جي وعدي وارو وقت بدرجو ڏينهن يا مڪه مڪرمه کي فتح ڪرڻ وارو ڏينهن
 اچي. ”وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ“ ۽ انهن کي ڏسو پوءِ (اهي پاڻ به) جلد ڏسندا.
 مطلب ته ان ڏينهن اوهان انهن جو حال ڏسجو ۽ پاڻ به ان ڏينهن اوهان کي ملڻ
 واري مدد ۽ آخرت ۾ اوهان جي بلند مرتبي کي ملاحظو ڪندا. ”أَفَبِعَدُوِّنَا
 يَسْتَعْجِلُونَ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ“ ڇا پوءِ اسان جي عذاب کي
 تڪڙو گهرن ٿا پوءِ جڏهن اهو سندن اڳڻ تي لهندو ته پوءِ ڊيڄاريلن جي صبح
 نهايت بري هوندي. جڏهن ڪافرن ”فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ“ (پوءِ جلد ڏسندا) فرمان
 ٻڌو ته اهو ڪيئن ٿي سگهندو؟ ته الله جل شانہ هيءَ آيت نازل ڪري فرمايو ته
 انهن کي اسان جي عذاب اچڻ جي لاءِ تڪڙ گهڻي آهي جو انهيءَ جي اچڻ جو وقت
 پيا پڇن پر جڏهن اهو سندن اڳڻ تي لهي اچي ڪڙڪندو ته پوءِ انهن الاهي عذاب
 کان ڊيڄاريلن جي اها صبح ڏاڍي بري هوندي. ذهن ۾ وهارڻ گهرجي ته اسلام
 کان اڳي عرب جي قبائل ۾ قتل ۽ لت مار گهڻي هوندي هئي ۽ ڪنهن به لشڪر جو
 جيڪڏهن ڪنهن کي لت مارڻ جو ارادو هوندو هو ته سڄي رات سفر ڪري رات
 جي پوئين حصي ۾ جڏهن ننڊ جو غلبو ٿيندو آهي انهن تي حملو ڪري لت مار
 ڪندا هئا ۽ جڏهن ته گهڻو ڪري اهو دستور هوندو هو ته ان قتل و غارت کي
 صبح سڏيندا هئا ۽ پر جيڪڏهن ڪنهن ٻئي وقت ۾ اها لت مار ڪندا هئا ته به
 ان کي صبح سڏيندا هئا هن آيت ۾ ان اچڻ واري عذاب کي ان لت مار سان تشبيهه
 ڏيندي صبح سڏيو ويو آهي ۽ روايت ۾ آهي ته ان صبح جو جڏهن نبي ڪريم
 صلي الله عليه وسلم جن خير جي سرزمين تي پهتا ۽ اتي جا قلعا ۽ ڪوت ڏٺائون
 ته فرمايائون ”اللَّهُ أَكْبَرُ حَرَبَتْ خَيْرٌ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ“
 (۱) الله اڪبر خير ويران ٿي ويو اسين جڏهن ڪنهن قوم جي اڳڻ تي (فتح ڪرڻ

جي لاءِ) پهتاسين ته انهن ڊيجاريلن جي صبح بري ٿيندي. وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ
وَأَبْصَرَ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۽ انهن کان ڪنهن وقت تائين منهن (مبارڪ) ڦيراءِ ۽ ڏس
پوءِ (اهي به) جلد ڏسندا. ٻيو پيرو هي ارشاد تاڪيد لاءِ آيو آهي يعني اي حبيب
ڪريم! صلي الله عليه وسلم اوهان انهن کان پنهنجو منهن مبارڪ تيستائين ڦيرايو
جيستائين جنگ جو آرڊر اچي ۽ ڏسو ته انهن تي عذاب ڪيئن ٿو اچي ۽ اهي پاڻ به
دنيا ۽ آخرت ۾ مختلف عذاب ڏسندا. سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبَّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۽ هر ان
ڳالهه کان جيڪا بيان ڪن ٿا تنهنجي رب، عزت واري رب جي پاڪائي آهي. يعني
الله جل شانہ جي لاءِ جيڪي نامناسب ڳالهيون ڪافر ڪن ٿا تنهنجو رب، عزت
وارو رب انهن کان هر طرح پاڪ آهي وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۽ مرسلن تي سلام
آهي. جن الله جل شانہ جو پيغام پهچايو. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۽ سڀ ساراهه الله
جهانن جي رب لاءِ ثابت آهي. هن آيت ۾ ٻانهن کي حمد چوڻ، تسبيح پڙهڻ جي
تعليم ڏني وئي آهي. امام محي السنة معالم التنزيل تفسير ۾ پنهنجي سند سان
حضرت علي المرتضیٰ رضي الله عنه کان نقل ڪيو آهي ته: جيڪو گهري ٿو ته ثواب
جي ماپ پري وٺي ته ان جي مجلس جي پچائي هي آيتون هجن. ”سُبْحَانَ رَبِّكَ“ کان
”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ تائين. (١) ۽ نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن فرمايو آهي ته ”مَنْ
قَالَ دُبْرَ كُلِّ صَلَاةٍ ”سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبَّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ اكْتَالَ بِالْمِكِالِ الْأَوْفَى مِنَ الْأَجْرِ“ يعني جنهن
شخص نماز کان پويان هي ٽي آيتون پڙهيون ته ان ثواب مان پورو پورو ماڻهو پري
ڪنيو. (٢)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ١- ”وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتَاكَ
وَأَنْ جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ“ تائين آيتن مان معلوم ٿيو ته الله جل شانہ جا نبي سڳورا
عليهم الصلوة والسلام ۽ سندن تابعدار غالب رهندا پر ان تي هڪ اعتراض ٿئي ٿو
ته بعضي نبين عليهم الصلوة والسلام کي دنيا ۾ غلبو حاصل نه ٿيو هو انهن جون
قومون کين نه مڃي عذاب ۾ مبتلا رهيون. ان جو جواب هي آهي ته اڪثر انبياءِ
عظام عليه الصلوة والسلام کي ته الله جل شانہ غالب بنايو ۽ سندن تابعدار به

عذاب کان محفوظ رهيا صرف تورا انبياء عليهم الصلواة والسلام هئا جن کي دنيوي ظاهري، مادي طور غلبو نه مليو پر دليل ۽ حجت جي ميدان ۾ اهي به هميشه غالب رهيا ۽ نظرياتي فتح به انهن کي حاصل ٿي پر ان سريلنديءَ جا مادي آثار ڪنهن خاص حڪمت مثلاً آزمائش وغيره جي ڪري آخرت تائين مؤخر ڪيا ويا. ان جو مثال هيئن سمجهڻ گهرجي ته ڪو ڌاڙيل ڪنهن وڏي حاڪم، آفيسر کي سفر جي حال ۾ لت مار ڪري ڦري اهو حاڪم عارضي طور ته صبر ڪري ويندو پر جڏهن اهو پنهنجي دارالحڪومت ۾ پهچندو ته ان کي گرفتار ڪري سزا ڏيندو. لھذا ان ڌاڙيل کي وات واري ان عارضي غلبي جي ڪري حاڪم نه سڏيو ويندو ۽ نه ان حاڪم کي محڪوم سمجهيو ويندو پر حقيقي حالت جي لحاظ سان اهو ڌاڙيل ان غلبي جي حالت ۾ به محڪوم هوندو. ۽ اهو حاڪم ان مغلوبيت جي حالت ۾ به حاڪم تصور ڪيو ويندو.

٢- ”وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا“ (۽ اسان جو فيصلو اڳي ٿي چڪو آهي) اڳي ٿيڻ مان مراد آهي ته آسمانن ۽ زمين جي پيدا ٿيڻ کان اڳ ۾ لوح محفوظ ۾ لکجي چڪو آهي.

٣- ”سُبْحَنَ رَبِّكَ“ (تنهنجي رب جي پاڪائي آهي) جي وضاحت ڪندي مفسرن پلارن لکيو آهي ته جيئن الله جل شانہ جي اسم ”غفور“ پڙهندڙ کي مغفرت ۽ ”شافي“ پڙهندڙ کي شفا نصيب ٿيندي تيئن تسبيح پڙهندڙن کي پاڪائي نصيب ٿيندي ۽ اهو عين ۽ گناهن کان پاڪ صاف رهندو. (انشاء الله تعالى). (١)

الحمد لله جو مون گنهگار اڄ خميس جي ڏينهن صبح جو پوڻي نائين بجي بمؤرخه ٢٢ ذوالقعدة ١٤٢٤هـ الموافق ١٥ جنوري ٢٠٠٤ع تي پنهنجي گهر ۾ سورة الصفّت جو تفسير لکي پورو ڪيو. رب ڪريم جي دربار ۾ دلي دعا آهي ته اهو باقي رهيل سورتن جو تفسير به جلدي لکي پورو ڪرڻ جي سعادت نصيب ڪرڻ فرمائي. آمين يا رب العالمين بجاه حبيبڪ سيد المرسلين سيدنا محمد عليه وعلى آله واصحابه الصلوات والتسليمات الى يوم الدين.

الفقير الى الله المغيٿ
محمد ادريس الداهري
غفر الله له ولوالديه.

سورة ص جو تعارف.

هن سورة پاڪ جي تعارف ۾ هي ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ

هن جو نالو ”ص“ آهي جيڪو ان جي پهرين آيت آهي ۽ هن کي سورة داؤد به سڏيندا آهن. (١)

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد.

هن ۾ پنج رڪوع، اٺاسي (٨٨) آيتون، ست سؤ ۽ پٺيهه (٧٣٢) ڪلما ٿي هزار ستھٺ (٣٠٦٧) حرف آهن. (٢)

مڪيه آهي يا مدينه؟

هيءَ سورة سڳوري مڪيه آهي سورة ”القمر“ کان پوءِ نازل ٿي هئي. (٣)

اڳين سورة سان ربط ۽ تعلق.

هن سورة جو سورة ”الصافات“ سان ٻن وجهن جي ڪري تعلق آهي.

١- هن سورة ۾ انهن نبين عليهم السلام جو ذڪر آهي جيڪو اڳين ۾ نه هو. جيئن حضرت داؤد ۽ حضرت سليمان عليهما السلام جو ذڪر پوءِ هيءَ سورة جن تي اڳين سورة جو تنمو آهي.

٢- اڳين سورة ۾ ڪافرن جو اهو قول مذڪور هو ته: جيڪڏهن اسان وٽ پهرين جي طرفان ”ذڪر“ هجي ها ته اسين به الله جل شانہ جا خالص ٻانها هجون ها پر انهن وٽ جڏهن اهو ذڪر آيو ته ان جو انڪار ڪري ويٺا هن سورة ۾ ان ذڪر جو بيان آندو ويو آهي ”وَالْقُرْآنَ ذِي الذِّكْرِ“ ۽ هن سورة ۾ انهن جي مجمل نموني بيان ڪيل ڪفر جو تفصيل آندو ويو آهي.

نزول جو زمانو.

ان ڳالهه تي سڀني جو اتفاق آهي ته هيءَ سورة مڪيه آهي پر حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي مڪي زندگيءَ جي ڪهڙي دؤر ۾ نازل ٿي ان جي صراحت ته ڪانه ٿي ملي پر مفسرن ان جي شان نزول جي متعلق جيڪا روايت

آندي آهي ان مان اندازو لڳائي سگهجي ٿو. روايت آهي ته جڏهن حضرت عمر رضي الله عنه مسلمان ٿيو ته مومن خوش ٿيا ۽ ڪافرن تي اها ڳالهه تمام ڳري گذري ۽ حضرت ابوطالب بيمار ٿي پيو ۽ ان جي بيماري به شدت اختيار ڪئي اها خبر به ڪافرن تائين پهتي انهن باهمي صلاح ۽ مشورو ڪيو ته متان (حضرت) ابوطالب وفات ڪري وڃي ۽ ان جي وفات کان پوءِ ڳچيڪڏهن اسان (حضرت) محمد (صلي الله عليه وسلم) جن تي سختي ڪئي ته عرب اسان کي شرمائيندا ته جيستائين ابو طالب زندهه هو اوهان (حضرت) محمد (صلي الله عليه وسلم) کي ڪجهه به ڪري نه سگهيو هاڻي ان جي وفات ٿي وئي آهي ته اوهان تشدد شروع ڪري ڏنو آهي ان جي ڪري بهتر آهي ته اسان جو هڪ وفد ان وٽ وڃي شايد باهمي صلح جي ڪا صورت نڪري اچي. پوءِ ابوجهل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن يغوث ۽ ڪجهه ٻيا افراد گڏجي (حضرت) ابوطالب وٽ آيا ۽ کيس چيائون ته اي ابوطالب! تون اسان جو وڏو ۽ سردار آهين اسان جو ۽ پنهنجي ڀاءُ جي پٽ جو انصاف سان فيصلو ڪر ان کي ڇو ته اسان جن بتن کي برو نه چوي اسين ان کي ۽ ان جي معبود بالحق کي ڪجهه به نه چونداسين. (حضرت) ابوطالب نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي خدمت ۾ ماڻهو موڪليو، پاڻ جڏهن اتي تشریف فرما ٿيا ته (حضرت) ابوطالب کين عرض ڪيو ”هي اوهان جي قوم جا وڏا ۽ سردار آهن ۽ انهن جو هي مطالبو آهي“ نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن کيس فرمايو ته ”چاچا صاحب! ڇا مان هنن کي اهڙي ڪلمي جي دعوت نه ڏيان جيڪو هنن جي لاءِ نهايت ڀلو آهي؟“ (حضرت) ابوطالب پڇيو ته اهو ڇا آهي؟ پاڻ فرمايائون ته ”مان هنن کي اهڙي ڪلمي پڙهڻ جي لاءِ سڏيان ٿو جنهن سان عرب انهن جي زير فرمان ٿيندا ۽ عجم جا پاڻ مالڪ بڻجندا“ ابوجهل چيو ته اسين اهڙا ڏم ڪلما پڙهڻ جي لاءِ تيار آهيون ٻڌاء ته اهي ڪهڙا آهن؟ نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ته ”لااله الا الله“ پڙهو اهو ٻڌڻ شرط آهي محفل مان ناراض ٿي اٿيا ۽ ان وقت هيءَ آيت نازل ٿي هئي. (۱) جيڪڏهن هي واقعو (حضرت) ابوطالب جي وفات واري بيماريءَ جو آهي ته پوءِ هن سورة جي نزول جو سال نبوت جو ڏهون سال هوندو پر طبقات ۾

ابن سعد تصريح ڪئي آهي ته هي واقعو ڪنهن بي بيماريءَ جو آهي بهرحال ان سان اهو اندازو لڳائي سگهجي ٿو ته هي انهن ڏينهن جو واقعو آهي جڏهن اسلام جي شمع وسائڻ جي لاءِ ڪافرن جي چترن ۽ توڪن ڪرڻ جا حيل ناڪام ٿي چڪا هئا بلڪه مڪه مڪرمه جي ڪافرن جو ظلم ۽ تشدد به اسلام جي ترقيءَ کي روڪڻ جي لاءِ عاجز ٿي چڪو هو ان جي ڪري اهي انهيءَ ڪمزور شرط تي به صلح ڪرڻ جي لاءِ تيار هئا ته حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم انهن جي بتن کي ڪجهه نه چوي پاڻ ڀلي پنهنجي معبود باحق جي عبادت ڪندو رهي ان لحاظ سان حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي مڪي زندگيءَ جو وچ وارو دور هن سورة جي نزول جو زمانو ٿي سگهي ٿو.

مضمون.

هن سورة ۾ مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن جي انهن ٽن بيمارين جو علاج ڪيو ويو آهي جنهن ۾ اهي مبتلا هئا. ١- ته اهي حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي الله جل شانہ جو نبي مڃڻ جي لاءِ قطعي طرح تيار نه هئا ۽ انهن کي ان قدر تي انتخاب ۾ ڪا حڪمت نظر نه ايندي هئي جو جزيره عرب جي وڏن وڏن رئيسن کي نظر انداز ڪري نبوت جي منصب جي لاءِ هڪ اهڙي هستيءَ کي چونڊيو وڃي جنهن وٽ نه مال ۽ دولت آهي ۽ نه ساٿي ۽ مددگارن جا ٽولا. الله جل شانہ ٻڌايو ته نبوت ته منهنجو انعام آهي جنهن کي مان ان جي لائق سمجهان ٿو ان کي ان سان سرفراز فرمايان ٿو ڇا منهنجي رحمت جي خزانن جا ڪنجي بردار هي ماڻهو آهن جو جنهن کي پاڻ گهرن ان کي عطا ڪن جنهن کي نه گهرن ان کي محروم رکن.

٢- حضور پاڪ صلي الله عليه وسلم جن کي نبي نه مڃڻ جي لاءِ اهي هي وجه به بيان ڪندا هئا ته: ڀلا سوچيو هيڏي وڏي جهان جي نظام کي صرف هڪ الله هلائي سگهي ٿو؟ جيڪو شخص اهڙيون ڳالهيون ڪري اسين ان کي ڪيئن مڃون ته نبي آهي پر توحيد جي عقيدو کي قرآن ڪريم اهڙن زوردار دليلن سان ثابت ڪيو هو جو ڪافرن وٽ ڪوبه ان کان سواءِ جواب نه هو ته اهي ماڻهن کي انڌي عصبيت

جي لاءِ پڙڪائن ته پنهنجن ابن ڏاڏن جي باطل معبودن بتن کي چنڊڙيا رهو ۽ اوهان جي اڳيان چو نه سڃ کان وڌيڪ روشن دلائل پيش ڪيا وڃن انهن جو صاف انڪار ڪيو. ٣- حضور پاڪ صلي الله عليه وسلم جن کي انهن جي ان نادانيءَ ۽ انهن جي ان احمقانه رويي کان ڪيترو ڏک ٿيندو هوندو الله جل شانہ ان تي کين صبر ڪرڻ جو حڪم فرمائي ٿو ۽ پنهنجن جليل القدر نبين عليه السلام جي حالات ۽ انهن کي پيش اچڻ وارين مشڪلاتن جو ذڪر ڪري سندن دلجوئي ۽ تسلي فرمائي ٿو. هڪ هيءَ ڳالهه به غور طلب آهي ته هتي اولين مقصد عرب وارن جي مشرڪانه عقائد جو باطل هجڻ واضح ڪرڻو آهي ان سلسلي ۾ انبياءِ عظام عليهم الصلوة والسلام جو ذڪر آندو ويو گڏوگڏ انهن جي بي مثال کمالات، بي پايان انعامات ۽ غير محدود اختيارات جو ذڪر به وڏي اثرائتي انداز ۾ ڪيو پيو وڃي. جنهن مان معلوم ٿيو ته انبياءِ عظام عليهم الصلوة والسلام جي کمالات ۽ اختيارات بيان ڪرڻ سان توحيد جو عقيدو ڪمزور نه پر مضبوط ۽ قوي ٿيندو آهي اهي ماڻهو به هنن آيتن کي غور ۽ فڪر سان پڙهن جيڪي حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي کمالات بيان ڪرڻ ۾ ان جي ڪري بخل ڪندا آهن ته توحيد جي عقيدو کي ڪمزور نه ڪري پر حقيقت هيئن آهي ته مصطفى ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي شان کي جيتري قدر وڌيڪ بيان ڪيو ويندو اوتري قدر ان جي مبعوث فرمائيندڙ الله جي عظمت دل جي پٽيءَ تي ثابت رهندي سورة جي اختتام کان اڳ ۾ الله جل شانہ حضرت آدم عليه السلام جي پيدا ڪرڻ جو ذڪر فرمايو ۽ ”نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي“ ارشاد سان ان جي ڳڻڻ کان مٿي صلاحيتن ۽ بي حساب استعداد جي طرف اشارو ڪيو آهي جن جو ان کي امين بنايو ويو آهي ان سان گڏ اهو به بيان ڪيو آهي ته شيطان حضرت آدم عليه السلام جي بي ادبي ڪري پنهنجي پاڻ کي ابدی لعنتن جو مستحق قرار ڏنو. مسلمان پائرو! اوهان پاڻ سوچيو ته جيڪو شخص محبوب رب العالمين جي بلند شان جو انڪار ڪندو ۽ بي ادبيءَ جو مرتڪب ٿيندو ته ان جي تباهي ۽ برباديءَ جو ڇا حال ٿيندو؟ آخر ۾ ارشاد ٿيو ته جڏهن هي ڪتاب ”ذِكْرِي لِلْعَالَمِيْنَ“ (جهانن جي لاءِ نصيحت) آهي ان کي آڻڻ

وارو ”رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ آهي جن جو فيض ۽ برکت ڪنهن قوم يا زماني سان محدود ناهي بلڪ سڀ جهان انهن جي نور سان روشن آهن ۽ انهن کي موڪليندڙ رب العالمين آهي تڏهن سڀني جي لاءِ جيڪڏهن هڪ ئي دين ٿي سگهي ٿو ته اهو دين اسلام آهي.

ٻيايون ۽ برڪتون.

هي پاڪ سورة سڄي برڪتون ۽ فيض آهي رب العزة جل شانہ جو ڪلام آهي عامل علماء لکيو آهي ته جيڪو شخص هن سورة پاڪ کي ست ڀيرا پڙهي پنهنجي مٿان دم ڪندو اهو بري نظر کان محفوظ رهندو. (باذن الله تعاليٰ ومشيته).



وَهِيَ ثَمَانٍ وَثَمَانُونَ آيَةً	سُورَةُ صَ مَكِّيَّةٌ	وَحَمْسٌ رُكُوعَاتٍ
۽ اها اٺاسي آيتون	سوره ص مڪي آهي	۽ پنج رڪوع آهي
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ		

الله جي نالي شروع ڪيان ٿو جيڪو گهڻو مهربان هميشه رحم ڪندڙ آهي.

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ (١) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ (٢)

ص- قسم آهي قرآن نصيحت واري جو بلڪ جن ڪفر ڪيو ٿڪبر ۽ مخالفت ۾ آهن

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوا وَلَا تَحْنِ

ڪيتريون هلاڪ ڪيون اسان اڳي انهن کان جماعتون پوءِ سڏيائون ۽ نه هو وقت

مَنَاصِ (٣) وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذَرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ

چوڻڪاري جو ۽ عجب ۾ پيا ته آيو انهن وٽ ڏيچاريندڙ انهن مان ۽ چيو ڪافرن ته

هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ (٤) أَجْعَلِ الْإِلَهَةَ الْهَاءَ وَاحِدَةً إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ

هي جادوگر، وڏو ڪوڙو آهي ڇا بنايائين گهڻن معبودن کي معبود هڪڙو بلاشڪ هي البت شئيءَ

عَجَابٌ (٥) وَأَنْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهِتِكُمْ

عجيب آهي ۽ جماعت ويئي انهن مان ته هلو ۽ صبر ڪريو پنهنجن معبودن (جي پوڄا) تي

إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ (٦) مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ

بلاشڪ هي البت شئيءَ آهي جيڪا ارادو ڪئي ويئي آهي نه ٻڌواسان هي پوئين دين ۾

إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ (۷) عَأُنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِي

ناهي هي مگر هت جي ناهيل ڇا نازل ڪيو ويو ان تي قرآن اسان مان بلڪه اهي

شَكِّ مَنْ ذَكَرْنِي بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ (۸) أَمْ عِنْدَهُمْ

شڪ ۾ آهن اسان جي ڪتاب ۾ بلڪه اڃان نه چڪيائون عذاب منهنجو ڇا انهن وٽ آهن

خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ (۹) أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ

خزانا رحمت رب تنهنجي جا جيڪو غالب گهڻو عطا ڪندڙ آهي ڇا انهن جي لاءِ آهي آسمانن

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا قَلِيلٌ تَقُوفِي الْأَسْبَابِ (۱۰)

۽ زمين جي بادشاهي ۽ ان جي جيڪو انهن ٻنهي جي وچ ۾ آهي پوءِ ڀلي چڙهن رسين ۾

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْرُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ (۱۱)

ننڍو لشڪر آهي جيڪو اتي شڪست ڏنل هوندو لشڪرن مان.

تفسير.

اڳين سورة جي آخر ۾ ”ذَكَرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ“ بيان ڪيو ويو ۽ هتي ان شروعات ۾ ئي ان ذڪر واري قرآن جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”صَّ وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ صَ“ نصيحت واري قرآن جو قسم آهي.

”ص“ مان مراد ڇا آهي؟

ان ۾ مختلف اقوال آهن. ۱- ته ان جي مراد الله جل شانہ ڄاڻي ٿو جيئن مقطعات حروف جي وضاحت ڪندي اڳي به بيان ٿي چڪو آهي. ۲- ته اهو الله جل شانہ جي انهن نالن جي ڪنجي آهي جن جي اول ۾ حرف ”ص“ آهي جيئن صادق الوعد، صانع المصنوعات، صمد. ۳- ته جيڪا خبر به حضرت محمد صلي الله عليه

وسلم جن ٻڌائي پاڻ ان ۾ صادق (سچا) آهن. (١)

٤- ته ان جي معنيٰ آهي صاد محمد قلوب الخلق واستمالها حتى آمنوا به. يعني حضرت محمد صلى الله عليه وسلم جن خلق جي دلين کي شڪار ڪري پاڻ ڏانهن لاڙو ڪرايو تانجو سندن ذات عالي صفات تي ايمان آندائون. ٥- عڪرمه فرمايو ته نافع ابن الازرق حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان ”ص“ جي باري ۾ پڇيو ته ان فرمايو اهو رات ۽ ڏينهن جي پيدا ٿيڻ کان اڳي مڪه مڪرمه جي سرزمين جي سامهون مٿان هڪ سمنڊ هو جنهن تي الله جو عرش قائم هو.

٦- سعيد بن جبیر فرمايو ته ”ص“ هڪ سمنڊ آهي جنهن سان اسرافيل جي ٻن ڦوڪن جي وچ ۾ الله تعالیٰ مٿلن کي جيئرو ڪرڻ فرمائيندو. (٢)

هن حرف کان پوءِ الله جل شانہ قرآن ڪريم جو قسم کڻي ان جي صفت ”ذِي الذِّكْرِ“ بيان ڪئي آهي مطلب ته قرآن ڪريم جو قسم ٿو کڻان جيڪو شرف ۽ بلنديءَ وارو آهي ته بلاشڪ اهو معجزو آهي ۽ حضرت محمد مصطفيٰ صلى الله عليه وسلم پنهنجي نبوت جي دعويٰ ۾ سچو آهي ۽ اهو پنهنجي رب جي طرفان سڀني ڏانهن موڪليل آهي ۽ ان کي مليل ڪتاب الله جل شانہ وٽان نازل ڪيل آهي. (٣)

”بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ“ بلڪه جن ڪفر ڪيو تڪبر ۽ مخالفت ۾ آهن. مطلب ته ڪافر تڪبر ۽ مخالفت ۾ هجڻ جي ڪري اوهان تي ايمان نٿا آڻين ۽ اوهان تي نازل ڪيل قرآن ڪريم کي نٿا مڃين. ”كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَلَا تَرْحِلْ مِنْ مَنَاصِ“ اسان انهن کان اڳي ڪيتريون قومون هلاڪ ڪيون پوءِ سڏ ڪيائون ۽ اهو چوڻ ڪاري جو وقت نه هو. يعني اسان جي نبين عليهم الصلوة والسلام سان تڪبر ۽ مخالفت ڪرڻ جي ڪري اسان ڪيتريون قومون عذاب ڪري تباهه ڪيون، عذاب ڏسي انهن اسان کي سڏ به ڪيو پر عذاب ڏسي پوءِ توبه ڪندڙ جي توبه قبول نه ٿيندي آهي جيئن مند کان پوءِ بچ ٻوڪڻ سان ميوا يا اناج نه ملندو آهي ”وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذَرٌ مِنْهُمْ“ ۽ عجب ۾ پيا ته انهن وٽ انهن مان ڊيڄاريندڙ (نبي) ڪيئن آيو؟ يعني اهي ان ڳالهه تي گهڻو حيران هئا ته

انهن مان هڪ فرد کي نبوت جي لاءِ ڪيئن منتخب ڪيو ويو آهي ”وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ“ ڪافرن چيو ته هي وڏو ڪوڙو جادوگر آهي. مطلب ته انهن سندن فرمان کي نه مڃيو ۽ رهندو بهتان هڻي کين ڪوڙو ۽ جادوگر سڏيو.

”أَجْعَلِ الْإِلَهَةَ الْهَاءُ وَاحِدَةً“ هَذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ ” ڇا گهڻن معبودن کي هڪ بنائي ٿو؟ بلاشڪ هيءَ ته عجيب شيءِ آهي. يعني شرڪ ڇڏي هڪ سڄي معبود بالحق جي عبادت ڪرڻ حيرت جهڙي ڳالهه آهي. اها حيرت انهن کي ان جي ڪري لڳي جو پنهنجن ابن، ڏاڏن کي به شرڪ ڪندي ڏسندا آيا هئا ۽ ان شرڪ جي سندن دلين ۾ ايتري محبت هئي جو هڪ معبود بالحق جو ٻڌي حيران ٿي ويا ۽ چوڻ لڳا ته اسان جا ابا ڏاڏا سڀ بيوقوف هئا ۽ هڪ (حضرت) محمد (صلي الله عليه وسلم) سڄو ۽ عقلمند آهي ”وَأَنْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ آمَسُوا وَاصْبِرُوا عَلَى إِلِهِمْ“ انهن مان سردار تڪڙا ٿيا ته هلو ۽ پنهنجن (باطل) معبودن (جي عبادت) تي مضبوط ٿي بيهو. مطلب ته جڏهن هڪ الله جل شاناه جي عبادت جي دعوت ٻڌائون ته جيڪي سردار هئا اهي (حضرت ابو طالب جي محفل مان جيئن اڳي لکي آيا آهيون) پاڻ تڪڙا ٿي اٿيا ۽ ٻين کي چيائون ته اوهان به هلو ۽ پنهنجن معبودن کي چٽڙي مضبوط ٿي بيهو. جيڪا توحيد (حضرت) محمد (صلي الله عليه وسلم) بيان ڪري ٿو اها ”أَنْ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُّ بِبَلَّاشِكْ“ هي هڪ ڳالهه آهي جيڪا رٿي وئي آهي. يعني بلاشڪ هي هڪ وڏو امر آهي جنهن جي (حضرت) محمد (صلي الله عليه وسلم) رٿ ڪري ان کي جاري ۽ نافذ ڪرڻ ٿو گهري. اوهان اها اميد ئي نه رکو ته اهو اوهان سان نرمي ڪري ڪجهه اوهان جون ڳالهيون به مڃيندو. (١) ائين چوڻ وارو عقبه بن ابي معيط ڪافر هو. (٢) ”مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ“ اسان هي پوئين مذهب (عيسائيت) ۾ به نه ٻڌو آهي. مطلب ته عيسائيت واري ملت ۾ به ٿي خدا آهن هي ڪيئن ٿو چوي ته الله هڪ آهي ”أَنْ هَذَا الْإِخْتِلَافُ“ هي ته صرف هت جي ٺاهيل ڳالهه (ڪوڙ) آهي. جنهن جو ثبوت اڳينءَ ملت ۾ به ناهي. ”أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا“ ڇا اسان سمورن جي وچان ان تي ڪتاب نازل ڪيو ويو آهي؟ هي مکيه مڪرمه جي ڪافرن جو حضور ڪريم صلي الله عليه وسل جن سان حسد جو

اظهار هو ته اسين هيترا مالدار، وڏن ٽولن وارا آهيون اسان کي نبوت چو نه ملي.
 ”بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي“ بلڪه اهي منهنجي (نازل ڪيل) ڪتاب (جي متعلق)
 شڪ ۾ آهن. جو ڪڏهن قرآن ڪريم کي شعر ٿا چون ته ڪڏهن جادو ته ڪڏهن
 ڪوڙ ڪڏهن حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جو ٺاهيل ڪلام. الغرض ته
 انهن جو پنهنجو ڪو هڪڙو فيصلو ناهي. ”بَلْ لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابًا“ بلڪه اڃان
 منهنجو عذاب نه چڪيو اٿن. ان جي ڪري ائين چون پيا جيڪڏهن منهنجو عذاب
 ڏسن ها ته اها ڳالهه نه ڪن ها. (١) ”أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ
 الْوَهَّابِ“ ڇا انهن وٽ تنهنجي رب، غالب، عطا ڪندڙ جا خزانو آهن؟ يعني پاڻ الله
 جل شاناه جي رحمت جي خزانن جا مالڪ آهن يا ڪنهي بردار آهن جو منهنجي
 حبيب حضرت محمد صلي الله عليه وسلم جن کي نبوت نه ڏين ۽ پاڻ ڪئن؟ نبوت
 ته الله جل شاناه جي طرفان انعام آهي پنهنجن برگزیدن ٻانهن مان جنهن کي
 گهرندو آهي ان سان نوازيندو آهي ان کي ڪوبه روڪيندڙ ناهي چو ته اهو غالب آهي
 جنهن کي به جنهن ڀلائيءَ سان مالا مال ڪري وهاب آهي ۽ ”رب“ لفظ جي ”ڪ“
 نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جي خطاب واري ضمير ڏانهن اضافت ڪرڻ (تنهنجي
 رب) ۾ سندن شرف ۽ مٿن ڪيل لطف جو اهو بيان آهي جيڪو عقل کان مٿي
 آهي. (٢)

”أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرَوْا تَقْوَاهُ الْآسْبَابِ“ ڇا انهن
 جي لاءِ آسمانن ۽ زمين ۽ انهن جي وچ (۾ رهندڙن) جي بادشاهي آهي پوءِ جڳائي ته
 رسين سان مٿي چڙهي وڃن. مطلب ته نبوت جو مقام ته تمام گهڻو بلند آهي ان
 سان ڪنهن کي سرفراز ڪرڻ جو اختيار ته نهايت عظيم ۽ وڏو امر آهي پر انهن
 ڪافرن کي ته هن مادي دنيا جي معمولي شين جي ڏين ۽ ڪسڻ جو به ڪو اختيار
 ناهي جيڪڏهن کين ڪا قوت ۽ اختيار آهي ته ان کي استعمال ڪندي مٿي چڙهي
 وڃن ۽ اتي وارين شين تي قبضو ڪري ويهي رهن. ڪافرن جي اهڙين ڳالهين جو رد
 مختلف جاين تي مذڪور آهي ۽ اسباب سبب جو جمع آهي هر اها شيءِ جيڪا
 ڪنهن ٻئي تائين پهچڻ جو ذريعو بڻجي ان کي سبب چوندا آهن ”جُئِدَ مَا هُنَالِكَ

مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ" ننڍو لشڪر آهي جيڪو (جنگ بدر ۾) لشڪرن کان پڇايل هوندو. يعني ڪافرن جو اهو ننڍو لشڪر جيڪو هن وقت اوهان کي تڪليفون ڏئي رهيو آهي عنقريب بدر جي جنگ ۾ هار کائي پڇڻ وارو آهي اهي ڪير آهن؟ جيڪي اسان جي طرفان اوهان کي عطا ڪيل نبوت واري نعمت تي اعتراض ڪري رهيا آهن.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا. ١- "بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ" بلڪ جن ڪفر ڪيو تڪبر ۽ مخالفت ۾ آهن. هتي عزت مان مراد وڏائي ۽ هٿ آهي. جنهن مان معلوم ٿيو ته جيڪا عزت الله ۽ ان جي رسول ڪريم صلي الله عليه وسلم جي مقابلي ۾ استعمال ڪئي وڃي اها عذاب آهي ۽ جيڪا عزت ان جي غلاميءَ ۽ اطاعت سان ملي اها دائمي ۽ خداوندي رحمت آهي الله جل شانہ جو فرمان مبارڪ آهي "الْعِزَّةُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ" عزت الله ۽ ان جي رسول ۽ مومنين جي آهي.

٢- "أَمْرٌ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ" (ڇا انهن وٽ تنهنجي رب جي رحمت جا خزانو آهن؟) مان معلوم ٿيو ته حضرت حبيب ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي نبوت جو ملڻ الله جل شانہ جي رحمت جا خزانو آهن. ۽ جنهن ذات عالي صفات کي خداوندي رحمت جا خزانو مليا ان جي فيض ۽ برڪت سان امتي به محفوظ ٿيندا ۽ جنهن کي به ان رحمت مان ونڊ وٺي آهي سو سندن ذات عالي صفات عليه الصلوة والسلام سان بي پناه محبت ۽ ڪامل عشق رکي.

كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ (١٢)

ڪوڙو ڇيو انهن کان اڳي نوح جي قوم ۽ عاد ۽ ميخن واري فرعون

وَتَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْيَمِينَةِ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ (١٣)

۽ ثمود ۽ لوط جي قوم ۽ ايڪه وارن اهي ئي لشڪر آهن

إِنْ كُلُّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ ٤ (١٤)

نه هئا مڙئي مگر جو ڪوڙو چيائون رسولن کي پوءِ لازم ٿيو منهنجي طرفان عذاب

وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ إِلَّا صِيحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (١٥)

۽ نٿا انتظار ڪن هي مگر هڪ ڪڙڪي جو ناهي ان جي لاءِ ڪو توقف.

تفسير

اڳين آيتن ۾ قرآن ۽ نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي منڪرن جو حال بيان ٿيو ۽ هتي اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام جي منڪرن جو حال بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ“ انهن کان اڳي (حضرت) نوح (عليه السلام) جي قوم ان کي ڪوڙو چيو جن کي پاڻ ساڍا نو سؤ سال الله جل شانہ جي توحيد ڏانهن سڏيندو رهيو پر اهي کيس ڪوڙو چوندا رهيا ”وَعَادُ ۽ عَادُ ۽ هِيءُ“ حضرت هود عليه السلام جي قوم هئي جن ان کي ڪوڙو چيو هو. ۽ الله جل مجده انهن ڏانهن سخت هوا جو طوفان موڪلي کين هلاڪ ڪري ڇڏيو جيئن اڳتي سورة ”الْحَاقَّةُ“ ۾ ان جو ذڪر اچي رهيو آهي ”وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ“ ۽ ميخن واري فرعون- اوتاد. وتد جو جمع آهي وتد جي معنيٰ ميخ. جنهن سان تنبؤ جي رسين کي مضبوط ڪيو ويندو آهي ”ذُو الْأَوْتَادِ“ جي معنيٰ مضبوط ملڪ جو والي يا مراد آهي گهڻين جماعتن (لشڪرن) جو صاحب. چوٽه انهن سان به بادشاهي برقرار رهندي آهي ۽ هڪ قول آهي ته فرعون کي ميخن وارو ان جي ڪري سڏيندا هئا جو ان لوهه جون چار ٿلهيون ۽ ڊگهيون ميخون ٺهرائي رکيون هيون جيڪي حضرت موسيٰ عليه السلام تي ايمان آڻيندڙن کي هٿن پيرن ۾ هڻي هڪ جاءِ تي ٻڌي پوءِ انهن کي نانگ ۽ وچون بچرائيندو هو جيڪي انهن کي تيستائين ڏنگ هڻندا رهندا هئا جيستائين وفات ڪري نه وڃن. (١) ”وَتَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْيَتَةِ ۽ ثمود ۽

لوط جي قوم ۽ ايڪه وارن. ”ثُمَّود“ مان مراد حضرت صالح عليه السلام جي قوم آهي جن حضرت صالح عليه السلام کي معجزه طور مليل ڏاڇي جون ٿنگون ڪئي ڇڏيون هيون ۽ پوءِ الاهي عذاب سان هلاڪ ٿي ويا. ”وَقَوْمُ لُوطٍ“ ۽ لوط جي قوم هنن جو ذڪر به اڳي اچي چڪو آهي. ايڪه وارن. مان مراد حضرت شعيب عليه السلام جي قوم آهي. ايڪه جي معنيٰ گهاٽا وڻ. جهنگل. هن قوم جو بيان به اڳ ۾ ٿي چڪو آهي ”اُولَئِكَ الْاَحْزَابُ“ اهي ئي لشڪر آهن. يعني اهي به وڏا لشڪر هئا جيئن اوهان جي مقابلي ۾ ڪافر لشڪرن جي صورت ۾ اچن ٿا ”اِنَّ كُلَّ اِلَّا كَذَبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ“ نه هئا مڙئي مگر رسولن (عليهم الصلوة والسلام) کي ڪوڙو چوڻ وارا پوءِ (انهن تي) منهنجو عذاب لازم ٿي ويو. مطلب ته انهن قوت هوندي به جڏهن مرسلن پيارن عليهم الصلوة والسلام کي نه مڃيو انهن جي تڪذيب ڪيائون ته انهن جي لاءِ منهنجو عذاب لازم ٿي ويو ۽ سڀ سزائون ڏسي ويا. اوهان کي نه مڃڻ وارا ته انهن جيتري طاقت ڪونه ٿا رکن پوءِ اهي الاهي عذاب جي اچڻ واري صورت ۾ ڪيئن بچي سگهندا؟ ”وَمَا يَنْظُرُ هَؤُلَاءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مِّمَّا هُمْ مِّنْ فَوْقٍ“ هي نٿا انتظار ڪن مگر هڪ ڪڙڪي دار آواز جو جنهن جي لاءِ توقف (رڪڻ) نه هوندو. يعني اهي اسرافيل سڳوري واري قوڪ جا منتظر آهن جنهن سان قيامت قائم ٿيندي جنهن جي اچڻ کان پوءِ ڪو وقفو نه هوندو.

فائدو.

مذڪوره آيتن مان هي فائدو ذهن نشين ٿئي ٿو ته ”الله جل شانہ جي دين جي مبلغن کي ڪوڙو چوڻ، نه مڃڻ، انهن جي دل آزاري ڪرڻ ڪافرن جو ڪم آهي ۽ اهو پراڻو دستور آهي. موجوده دؤر ۾ اسلام جي مبلغن، حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جي عشق، محبت، سندن سنت جي اطاعت ۽ اتباع ڏانهن دعوت ڏيندڙن کي به جيڪڏهن ڪنهن ايذاء ڏنو ته ايڏائيندڙ ڪافرن جي طريقي تي عمل ڪندڙ آهي ۽ مبلغ نئين سڳورن عليهم السلام جي اسوه حسنه تي عمل ڪندڙ ۽ انهن جو پيارو آهي.

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (١٦)

۽ چيائون ته اي اسان جا پالڻهارا تڪڙو ڪر اسان جي لاءِ اسان جو حصو حساب جي ڏينهن کان اڳي

إِصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَادْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ

صبر ڪر ان تي جيڪو چون ٿا ۽ ياد ڪر اسان جي ٻانهي داؤد طاقتور کي

إِنَّهُ أَوَّابٌ (١٧) إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسِيحُنَّ

بلاشڪ اهو گهڻو رجوع ڪندڙ آهي بلاشڪ اسان مسخر ڪيا جبل ان سان گڏ تسبيح پڙهن پيا

بِالْعِشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ^١ (١٨) وَالطَّيْرِ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ (١٩)

رات جو ۽ صبح جو ۽ پکي گڏ ڪيل مڙئي ان لاءِ رجوع ڪندڙ آهن

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَأَتَيْنَهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ (٢٠)

۽ مضبوط بنائي سون ان جي بادشاهي ۽ ڏني سون ان کي حڪمت ۽ فيصلو ڪندڙ خطاب.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ مشرڪن جا توحيد، نبوت ۽ معاد جي متعلق شهباء بيان ٿيا ۽ هتي به انهن جي ئي ذهني اعتراض جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ“ ۽ چيائون ته اي اسان جا رب! اسان جي لاءِ اسان جو حصو قيامت جي ڏينهن کان اڳي تڪڙو ڪر ”قِطَّ“ اصل ۾ ان دستاويز کي چوندا آهن جنهن جي ذريعي ڪنهن کي انعام ڏيڻ جو وعدو ڪيو ويو هجي. پوءِ هي لفظ مطلق ”حصه“ جي معنيٰ ۾ به استعمال ٿيو آهي هتي اها ئي معنيٰ مراد آهي ته آخرت جي جزا ۽ سزا مان جو ڪجهه اسان کي حصو ملڻو آهي اهو اسان کي هتي ئي

ڏئي ڇڏ. (١) يا قط مان مراد آهي عملن وارو دفتر. مطلب ته اسان جي عملن وارو دفتر اسان کي جلد ڏي ته پنهنجا ڪيل اعمال ڏسون. (٢) اهو مطالبو ڪرڻ وارو عطاءَ جي بقول نصر بن حارث بن علقمة بن ڪلدة هو ۽ قتاده جي بقول ابوجهل هو ۽ جڏهن ته ٻيا مشرڪ به ان تي راضي هئا تڏهن ”قَالُوا“ جمع جو صيغو آندو ويو. مطلب ته انهن نادانن ڪافرن جو اهو حال هو جو نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن کي مذاق ڪندي چون پيا ته جنهن حساب جي ڏينهن کان اسان کي ڏيڃاريو ٿا ان جي اچڻ تائين معاملي کي نه ٿاريو اسان جو حساب هاڻي صفا ڪيو اسان جي حصي جو عذاب هينئر ئي جلد اچي ته پلو آهي. ”إَصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ“ جيڪي چون پيا ان تي صبر ڪيو. هن ۾ ڪافرن جي مذڪور اقوال ڏانهن اشارو آهي. يعني اي حبيب پاڪ! (صلي الله عليه وسلم) اوهان جي متعلق ڪافر جو ڪجهه چون ٿا ته ساحر آهي يا ڪذاب آهي يا انهن جو هي اعتراض ته الله (جل شانہ) وٽ نبوت جي لاءِ صرف هي هڪ شخص هو ۽ اهو الزام ته هن توحيد جي دعوت مان هن شخص جو مقصد ڪا مذهبي تبليغ ناهي پر ان جي نيت ڪجهه ٻي آهي. (٣) اوهان اهڙيون ڳالهيون ٻڌي صبر ڪيو. ”وَأَذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ“ ۽ اسان جي طاقتور ٻانهي داؤد کي ياد ڪريو بلاشڪ اهو گهڻو رجوع ڪندڙ آهي. ”ذَا الْأَيْدِ“ جي لغوي معنيٰ گهڻن هٿن وارو. ۽ ان مان مراد طاقتور ۽ قوي آهي. ”عَبْدَنَا“ ۾ الله تعاليٰ حضرت داؤد عليه السلام جي عبد هجڻ جي ”نا“ ضمير ڏانهن نسبت ڪري (اسان جو ٻانهو) ان جي عزت ۽ شرف کي بيان ڪيو آهي حضرت داؤد عليه السلام عبادت ۽ جهاد ۾ وڏي قوت ۽ طاقت جو مظاهرو ڪندو هو ۽ هڪ ڏينهن روزو رکندو هو ۽ هڪ ڏينهن نه رکندو هو ۽ اهو روزو نفس تي نهايت ڳرو ۽ الله جل مجده وٽ نهايت فضيلت وارو آهي پاڻ رات جو اڌ عبادت ۾ گذاريندو هو ۽ جنگ جي ميدان ۾ لهڻ کان پوءِ پڇڻ جي سوچ ئي نه رکندو هو جڏهن الله تعاليٰ جي بارگاه ۾ دعا گهرڻ جي لاءِ بيهندو هو ته عجز ۽ نياز جي انتها ڪري ڇڏيندو هو. (٤) ”إِنَّا سَخَرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعِشِيِّ وَالْأَشْرَاقِ“ اسان ان سان گڏ جبل مسخر

(١) تفسير حسيني ص ٧٢٩ صاوي ص ٢٣٠ جز ٣٠ (٢) المراغي ص ١٠٤ جز ٢٣ جلد ٨ (٣) تفهيم القرآن ص ٢٢٢ جلد ٤ (٤) القرطبي ص ١٥٨ جلد ١٥

ڪيا هئا جيڪي رات جو ۽ صبح جو تسبيح پڙهندا هئا. الله تعاليٰ جن خصوصي عنايتن سان حضرت داؤد عليه السلام کي نوازيو هو انهن مان ڪجهه هتي ذڪر ڪيون ويون آهن. پاڻ جڏهن الاهي ذڪر ۾ مشغول ٿيندو هو ته جبل به ان سان گڏجي ذڪر ڪندا ۽ تسبيح پڙهندا هئا.

جبلن جي تسبيح پڙهڻ مان مراد ڇا آهي؟

ان ۾ مختلف قول آهن. ۱- ته ان مان مراد جبلن ۾ حضرت داؤد عليه السلام جي آواز جو پڙ لاءِ ۽ گونج آهي. ۲- ته ان مان مراد آهي ته جبل حال واري زبان سان ذڪر ڪندا هئا. ۳- ان مان مراد حقيقي ذڪر ۽ تسبيح پڙهڻ آهي پاڻ جڏهن ذڪر ڪندو ۽ تسبيح پڙهندو هو ته ننڍا وڏا پٿر ۽ پٿريون جبل جا مختلف حصا ساڻس گڏجي ذڪر ڪندا هئا. علامه قرطبي هن قول کي صحيح قرار ڏنو آهي. ۽ ڪشف الاسرار واري فرمايو ته جبلن ۽ پٿرن جي تسبيح ۽ ذڪر ظاهر ۾ عقل وارن کان جيتوڻڪ لڪل آهي پر الله جل جلاله جي قدرت جي اڳيان بديع ۽ بعيد ناهي حضرت محمد مصطفيٰ صلي الله عليه وسلم جن جي هٿ مبارڪ ۾ پٿرن جو بلند آواز سان ڪلمو پڙهڻ ان جو شاهد آهي.

هڪ ولي ۽ هڪ پٿر جو واقعو.

هڪ ولي سڳوري هڪ پٿر کي ڏٺو ته ان مان مينهن وانگر پاڻي ٿمي رهيو هو اتي بيهي ڪجهه وقت فڪر ڪندي ان کي ڏسڻ لڳو ته ان ساڻس ڳالهائڻ شروع ڪيو ته اي الله جا ولي! ڪجهه وقت ٿيو آهي ته الله جل شانہ مون کي پيدا ڪيو آهي مان ان جي خوف کان روئي رهيو آهيان. ان ولي سڳوري دعا گهري ته ياالله! هن پٿر کي پنهنجي عذاب کان امن وارو بناء. الله جل مجده ان جي دعا قبول ڪندي الهام طور فرمايس ته ان پٿر جي لاءِ امن آهي. ڪجهه وقت گذرڻ کان پوءِ اهو ولي سڳورو اتان اچي لنگهيو ته اهو پٿر اڳي کان به زياده پاڻي وهائي روئي رهيو هو. پڇيائين ته اي پٿر! جڏهن تنهنجي لاءِ الله جل مجده جي طرفان امن جو انعام اچي چڪو آهي ته پوءِ هي روئڻ ڇا جو؟ پٿر عرض ڪيو ته پهريان الله جل شانہ جي خوف کان ٿي رنم ۽ هاڻي ان انعام ملڻ جي خوشيءَ ۾ روئي رهيو آهيان. اسان کي

خداوندي بارگاه ۾ روئڻ کان سواءِ ٻيو ڪو ڪم ناهي. (١)

اشراق جي معنيٰ صبح عرفي طور لکي وئي آهي پر اشراق جي معنيٰ ڪندي مفسرن لکيو آهي ظهر جي نماز جو وقت. ۽ اهو سج جي مڪمل روشني ڏيڻ وارو وقت آهي. (٢)

ضحىٰ نماز جون ڀلايون.

ضحىٰ نماز پڙهڻ مستحب آهي ۽ ان جو وقت ان مهل ٿيندو آهي جڏهن سج اڀرڻ کان پوءِ ايترو مٿي چڙهي جيترو وڃين نماز پڙهڻ مهل رهندو آهي.

محدث ترمذي حضرت انس بن مالڪ رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”مَنْ صَلَّى الضُّحَىٰ ثِنْتَي عَشْرَةٍ رَّكَعَةٍ بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا مِّنْ ذَهَبٍ فِي الْجَنَّةِ“ جنهن ضحىٰ نماز جون ٻارهن (١٢) رڪعتون پڙهيون الله ان جي لاءِ بهشت ۾ سونو محلات ٺاهيندو.

صحيح مسلم ۾ حضرت ابوذر رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سَلَامَةٍ مِّنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيَجْزِي مِّنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَىٰ“. صبح جو اوهان مان هر هڪ جي سنڌ سنڌ تي صدقو آهي هر تسبيح صدقو آهي، هر تهليل صدقو آهي هر تڪبير صدقو آهي نيڪي جو هر امر صدقو آهي هر برائيءَ کان روڪڻ صدقو آهي ۽ انهن سڀني جي جاءِ تي ضحىٰ جون ٻه رڪعتون ڪافي آهن. ترمذي حضرت ابوهريره رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”جنهن ضحىٰ جي ٻن رڪعتن جي حفاظت (انهن تي هميشگي) ڪئي ان جا گناه ڪٿي سمنڊ جي گجيءَ جيترا هوندا ته به بخش ڪيا ويندا. (٣)

”وَالطَّيْرَ مُحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ“ ۽ پڪي گڏ ڪيل سڀئي ان لاءِ گهڻو رجوع ڪندڙ آهن. يعني اسان گڏ ڪيل پڪي به ان جا مسخر بنايا هئا تانته اهي به ان سان گڏ تسبيح پڙهن. اهي سڀ حضرت داؤد عليه السلام جا مطيع ان ڏانهن گهڻو رجوع ڪندڙ، ان جا فرمانبردار هئا. سندس آواز ايترو مٿو ۽ دلڪش هو جو جڏهن

الله جل شانہ جو ذکر ڪندو هو ته اڏامندڙ پڪي لهي سندس چو ۽ طرف ڦري
بيهندا ۽ سندس آواز سان آواز ملائي ذکر ڪندا ۽ خداوند ڪريم جي تسبيح
پڙهندا هئا. (١) ”وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَأَتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخُطَابَ“ ۽ اسان ان جي
بادشاهيءَ کي مضبوط بنايو ۽ اسان ان کي حڪمت ۽ فيصلو ڪندڙ خطاب ڏنو.
فصل الخطاب جي معنيٰ آهي مقصد کي بيان ڪرڻ جي لاءِ شافي بيان ان جي وضاحت
ڪندي تفسير جلالين جي حاشيه ع ١٢ تي لکي ٿو. فصل الخطاب ان مختصر ڪلام
کي چئبو آهي جيڪو منجهڻ کان سواءِ مخاطب کي مقصد ذهن نشين ڪري (٢)
مطلب ته اسان (حضرت) داؤد (عليه السلام) تي وڌيڪ هي ڪرم به فرمايو جو ان
جي بادشاهيءَ ۽ حڪومت کي مستحڪم ۽ مضبوط بنايو. ماڻهن جي ڏلين ۾ ان جي
ايتري هيبت وهاري سون جو ڪنهن کي به ان جي خلاف بغاوت ۽ سرڪشي ذهن ۾
نٿي آئي ان کان علاوه سندس سيني مبارڪ کي حڪمت جي نور سان منور
ڪيو سون ۽ کيس اهڙي فصاحت ۽ بلاغت بخشي سون جو سندس خطاب ۽ گفتگو
کان پوءِ ڪنهن کي تڪرار يا انڪار جي گنجائش نه رهندي هئي سڀ جهيڙا ختم
ٿي ويندا هئا. انسائيڪلو پيڊيا برناتيڪا ص ٩٨ ج ٧ تي لکيو اٿس ته ان وقت
فلسطين جي سڀ کان وڏي حڪومت حضرت داؤد عليه السلام جي هئي. (٣)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا. ١- ”رَاصِرٌ عَلَى مَا يَقُولُونَ“
(جيڪي چون ٿا ان تي صبر فرما) مان واضح ٿيو ته دين جي دعوت ڏيڻ وارو
ماڻهن جي چون چڙهي توجہ نه ڪري صبر ڪري پنهنجو ڪم جاري رکي.
مفسرن پلارن لکيو آهي ته اهو صبر جو حڪم نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن
جي لاءِ جهاد جي آيتن لهن کان اڳي هو. ڪافرن جي مقابلي ۾ صبر جون سڀ آيتون
جهاد جي حڪم سان منسوخ ٿيل آهن. ٢- ”بِالْعِشِيِّ وَالْأَشْرَاقِ“ (رات جو ۽ صبح
جو) مان معلوم ٿيو ته جيتوڻڪ الله جل مجده جي لاءِ هر وقت تسبيح ۽ تحميد پلو
عمل آهي پر شام جو ۽ صبح جو خصوصاً تسبيح ۽ ذکر ڪرڻ نهايت اهم آهي
فجر جي ۽ عصر جي نماز به انتهائي اهم فرض آهن جو انهن وقتن ۾ تسبيح، تحميد

۽ ذکر جو موقعو میسر ٿئي ٿو. ۳- ”وَسَدَدْنَا مُلْكَهُ“ (۽ اسان ان جي بادشاهي مضبوط ڪئي) جي وضاحت ۾ مفسرن لکيو آهي ته چاليهه هزار (۴۰۰۰۰) زرهن ڍڪيل سپاهي سندس محل جو پهرو ڏيندا هئا. ۽ حضرت داؤد عليه السلام سان گڏ جبلن ۽ پکين جي تسبیح پڙهڻ مان معلوم ٿيو ته الله جل جلاله جي پيارن سان گڏجي عبادت ڪرڻ تمام ڀلو عمل آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته بي ساهه شين تي به نبي سڳوري عليه السلام جي حڪومت هوندي آهي. (۱) ۴- ”مُلْكَهُ“ (ان جي بادشاهي کي) مان واضح ٿيو ته ڪنهن شيء کي ڪنهن ٻانهي ڏانهن نسبت ڪرڻ شرڪ يا ڪفر ناهي حقيقت ۾ بادشاهي ته الله پاڪ جي آهي پر هتي ان جي پاڪ نبي ڏانهن نسبت ڪيل آهي. ۽ اهو به واضح ٿيو ته نبي کي بادشاهه سڏڻ جائز آهي. حديث پاڪ جي هڪ روايت ۾ آهي ته جبريل نبي پاڪ صلی الله عليه وسلم جي خدمت ۾ لهي اچي عرض ڪيو ته ”الله اوهان کي اختيار ڏنو آهي ته يا نبي بادشاهه ٿيو يا نبي عبد؟“ پوءِ پاڻ جبريل ڏانهن ان کان مشورو وٺڻ لاءِ نهاريائون ته ان کين تواضع اختيار ڪرڻ ڏانهن اشارو ڏنو پوءِ پاڻ فرمايائون ته ”مان نبي عبد هجڻ پسند ٿو ڪيان هڪ ڏينهن کائي ڍو ڪيان هڪ ڏينهن بک تي رهان؟“

ع ۵- ”فَصَلِّ الْخُطَابَ“ (فيصلو ڪندڙ خطاب) جي وضاحت ۾ علماء لکيو آهي ته ان مان مراد ٿوري لفظ ۾ گهڻي معنی بيان ڪرڻ به آهي ۽ هڪ قول مطابق اهو قضا جو علم آهي. يعني علم جو هڪ قسم جيئن حديث مبارڪ ۾ آهي ”أَقْصَاكُمْ عَلَيَّ“ اوهان مان قضا جي علم ۾ وڌيڪ علي آهي ”وَأَعْلَمُكُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بَنِ جَبَلٍ“ ۽ حلال ۽ حرام جو وڌيڪ علم رکندڙ معاذ بن جبل آهي. (۲)

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَوُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (۲۱)

۽ ڇا آئي تو وٽ خبر دعوى ڪندڙن جي جڏهن پت ٽپي آيا عبادت خاني ۾

إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ

جڏهن داخل ٿيا داؤد تي پوءِ گھبرائين انهن کان چيائون ته نه ڊپ ڪر

خَصَمِنَ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَأَحْكُمَ بَيْنَنَا

به دعوي ڪندڙ زياتي ڪئي هڪڙي اسان مان ٻئي تي پوءِ فيصلو ڪر اسان ۾

بِالْحَقِّ وَلَا تَشِطُّ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ (٢٢) اِنْ

حق جو ۽ نه حق جي خلاف ڪري ڏيکار اسان کي سڌي واٽ بلاشڪ

هَذَا أَخِي قَدْ لَهَ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعَجَةً وَلِي نَعَجَةٌ

هي منهنجو ڀاءُ آهي ان جون نوانوي دٻيئون آهن ۽ منهنجي دٻي

وَاحِدَةٌ قَدْ فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ (٢٣)

هڪ آهي پوءِ چيائين ته حوالي ڪر منهنجي اها ۽ زور رکيائين مون تي ڳالهائڻ ۾

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجِكَ إِلَى نِعَاجِهِ

چيائين ته البتہ ظلم ڪيائين توتي تنهنجي دٻي پنهنجن دٻين سان ملائڻ جي سوال ڪرڻ سان

وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

۽ بيشڪ گهڻا ڀائيوارن مان البتہ زياتي ڪن ٿا هڪٻئي سان تي مگر جن ايمان آندو

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّهُ

۽ ڪيائون صالح عمل ۽ ٿورا آهن اهي ۽ سمجهيو داؤد ته آزمايو اسان ان کي

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَحَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ^{السجدة} (٢٤)

پوءِ مغفرت طلب ڪيائين پنهنجي رب کان ۽ ڪري پيو جهڪندڙ ٿي ۽ رجوع ڪيائين

فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ

پوء بخشيو اسان ان کي اهو ۽ بلاشڪ ان جي لاءِ اسان وٽ البت قرب ۽

وَ حُسْن مَّآبٍ (٢٥) يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

سهڻي موٽڻ جي جاءِ آهي اي داؤد! بيشڪ اسان بنايو توکي خليفو زمين ۾

فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ

پوءِ حڪم ڪر ماڻهن ۾ حق سان ۽ نه اتباع ڪر خواهش جي پوءِ ٽيڙي توکي

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ

الله جي واٽ کان بلاشڪ جيڪي ٽڙن ٿا الله جي واٽ کان انهن جي لاءِ

عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (٢٦)

عذاب سخت آهي ان سببان جو وساريائون حساب جو ڏينهن.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ حضرت داؤد عليه السلام جي مدح ۽ ثنا بيان ٿي ۽ هتي ان جو هڪ اهڙو واقعو بيان ڪيو ويو آهي جيڪو سامع جي لاءِ وڌيڪ دلچسپ آهي فرمان ايزدي آهي ”وَهَلْ أَتَاكَ نَبُوءُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْحُرَابَ“ ۽ ڇا تو وٽ دعوى ڪندڙن جي خبر آئي آهي جڏهن عبادت خاني ۾ پتيون ٿي داخل ٿيا هئا. هتي ۽ ڪيترين ٻين جاين تي استفهام (پڇا ڪرڻ) جي انداز سان ڪلام جو سلسلو شروع ڪرڻ مان مقصد ان واقعي يا ڪلام ڏانهن سامع کي متوجه ڪرڻ آهي تانته اهو پوري طرح توجه سان ٻڌي ۽ ان مان عبرت حاصل ڪري. مطلب ته ڇا اوهان کي ان واقعي جي خبر پهتي آهي جڏهن مدعي ۽ مدعى عليه حضرت داؤد عليه السلام جي

عبادت واري ڪمري جي ڀت ٽپي ان وٽ پهتا هئا محراب مان مراد عبادت وارو ڪمرو آهي محراب حرب (معنيٰ جنگ ڪرڻ) کان ورتل آهي جڏهن ته ان ۾ ويهي ڪري پاڻ الله جل شانہ جي رضا حاصل ڪرڻ لاءِ جهاد ڪري رهيو هو ان جي ڪري ان کي محراب سڏيو ويو. مسجد جي محراب کي به ان جي ڪري محراب سڏيو ٿو وڃي جو ان ۾ بيهندڙ امام نفساني هوا کي دبائڻ ۽ شيطان پليد کي ذليل ڪرڻ ۽ هر طرح جي وسوسن کي دفع ڪرڻ جي لاءِ پاڻ به جهاد ڪري ٿو ۽ ٻين کي به تلقين ڪري ٿو. (١) ”اَدْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ“ جڏهن داؤد وٽ داخل ٿيا پوءِ انهن کان گهٻرائجي ويو. ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته حضرت داؤد عليه السلام تن ڏينهن جو نمبر رکيو هو. هڪ ڏينهن دربار ۾ ويهندو ۽ فيصلا ڪندو هو. ٻئي ڏينهن پنهنجي اهل عيال سان گڏ گذاريندو هو ۽ ٽئين ڏينهن خالص الله جل جلاله جي عبادت ۾ گذاريندو هو ان ڏينهن خلوت ۾ رهندو هو ڪنهن به ماڻهوءَ کي دربان اندر اچڻ نه ڏيندا هئا. هڪ ڏينهن پنهنجي ان عبادت خاني ۾ عبادت ۾ مشغول هو ته ڪجهه ماڻهو ديوار ٽپي اندر اچي وٽس بيهي رهيا حضرت داؤد عليه السلام پنهنجي قوت ۽ شوڪت جي هوندي اها حالت ڏسي گهٻرائجي ويو ته هي ماڻهو آهن يا ڪا ٻي مخلوق آهي ماڻهو آهن ته اوچتو ڀت ٽپي اندر اچڻ جي همت ڪيئن ڪيائون؟ کين دربانن چو نه روڪيو؟ جيڪڏهن دروازي کان نه آيا آهن ته ايڏي وڏي ڀت ڪيئن ٽپي آيا خبر نه آهي ته ان غير معمولي طريقي سان ڪهڙي نيت ۽ ڪهڙي غرض سان آيا آهن. الغرض ته اوچتو هي عجيب ۽ هيٺ وارو واقعو ڏسي سوچ ۾ پئجي ويو ۽ عبادت ۾ اها يڪسوئي نه رهي ”قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْلَتٌ بَغْيٌ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ“ چوڻ لڳا ته ڊپ نه ڪر ٻه جهيڙو ڪندڙ ڌريون آهن اسان مان هڪڙن ٻين تي زيادتي ڪئي آهي پوءِ تون اسان جو حق سان فيصلو ڪر ۽ حق جي خلاف نه ڪجانءِ ۽ اسان کي سڌي واٽ جي هدايت ڪر. يعني انهن اچڻ وارن حضرت داؤد عليه السلام جي خدمت ۾ عرض ڪيو ته اوهان ڪوبه ڊپ نه ڪيو ۽ اسان کان نه ڊڄو اسين ٻه ڌريون اوهان کان فيصلو ڪرائڻ جي لاءِ آيا آهيون اوهان اسان جو حق

سان فيصلو ڪيو ۽ ڳالهه کي ٿارڻ جي ڪوشش نه ڪجو اسين اوهان کان عدل ۽ انصاف جي سڌي واٽ معلوم ڪرڻ آيا آهيون. ”إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعَجَةً وَلِي نَعَجَةٍ وَاحِدَةً فَقَالَ أَلْقِنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ“ بلاشڪ هي منهنجو ڀاءُ آهي ان جون نوانوي (٩٩) دنبليون آهن ۽ منهنجي هڪ دنبلي آهي پوءِ چوي پيو ته اها منهنجي حوالي ڪر ۽ مون سان ڳالهائڻ ۾ زبردستي ڪيائين. يعني جهيڙو هي آهي ته منهنجي هن ڀاءُ وٽ نوانوي (٩٩) دنبليون آهن ۽ مون وٽ صرف هڪ دنبلي آهي هي گهري ٿو ته مون کان اها هڪ به ڪسي پنهنجون سؤ دنبليون پوريون ڪري ۽ وڏي ڳالهه اها آهي ته هي جيئن مال ۾ وڌيڪ آهي تيئن ڳالهائڻ ۾ به مون کان تيز آهي ڳالهائي ٿو ته مون کي دٻائي ٿو وڃي ۽ ٻيا ماڻهو به هن جي ها ۾ ها ملائين ٿا الغرض ته مون کان اها دنبلي وٺڻ لاءِ زبردستيءَ جون ڳالهيون ڪري ٿو ”قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجِكَ إِلَىٰ نَعَاجِهِ“ فرمايائين ته يقيناً هن توکان پنهنجين دنبين سان تنهنجي دنبلي ملائڻ جي لاءِ گهر ڪري توهان ظلم ڪيو آهي. حضرت داؤد عليه السلام شرعي قاعدي جي مطابق ثبوت وغيره طلب ڪيو هوندو آخر ۾ هيئن فرمايائين ته بلاشڪ جيڪڏهن تنهنجو هي ڀاءُ ائين ڪري ٿو (جيئن تو بيان ڪيو آهي) ته پوءِ ان جي اها زيادتي، ظلم ۽ نا انصافي آهي. ”وَأَنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ“ ۽ بلاشڪ گهڻا ڀائيوارن مان هڪٻئي تي زيادتي ڪن ٿا مگر جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا ۽ اهي ٿورا آهن. مطلب ته ڀائيوارن جي هڪ عادت هوندي آهي جو هڪ ٻئي تي زيادتيءَ جي ڪوشش ڪندا آهن قوي حسي دار ڪوشش ڪندو آهي ته ضعيف کي کائي وڃي صرف نيڪ عمل ڪندڙ مومن ٻانها ان کان مستثنى آهن پر اهي دنيا ۾ ٿورا هوندا آهن. ”وَلَقَدْ دَاوُدُ إِنَّمَا فَتَتْهُ فَاَسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ“ ^{البقرة} فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكُمْ ۽ داؤد خيال ڪيو ته اسان ان کي آزمايو پوءِ پنهنجي رب کان مغفرت طلب ڪيائين ۽ جهڪندي (الله جي بارگاهه ۾) ڪري پيو ۽ رجوع ڪيائين پوءِ اسان ان کي اهو معاف ڪيو. يعني ان واقعي کان پوءِ حضرت داؤد عليه السلام متنبه ٿيو ۽ سندس پاڪ خيال ۾ آيو ته اهو سندس حق ۾ هڪ امتحان هو ۽ ان خيال جي ايندي

ئِيَّ اللَّهِ جَلَّ شَانَهُ جِي بَارِگَاهُ ۾ نَهَايتَ عاجزيءَ سانَ مَغفَرَتَ پَلَبَ ڪَندي جِهڪي
پِيوِ اللَّهِ جَلَّ شَانَهُ فَرَمايو تہ اسان ان کي مَغفَرَتَ عطا ڪئي ”وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ
وَحُسْنَ مَّآبٍ“ ۽ بلاشڪَ ان جِي لاءِ اسان وٽ البتہ قَرَبَ ۽ مَوْتُ جِي سَهڻي جاءِ آهي.
مَطْلَبَ تہ حضرت داؤدَ عليہ السلام جِي لاءِ اسان وٽ اعلىٰ، عمدہ ۽ قَرَبَ وارو مقام
آهي ۽ ان جِي مَوْتُ جِي جاءِ بہ سَهڻي آهي.

مذڪورہ آيتن ۾ جنهن واقعي جو ذڪر ٿيو اهو ڪهڙو هو؟

قرآن ڪريم جِي تفسير پڙهندڙن کي خبر آهي تہ بني اسرائيل نئين سڳورن
عليهہم الصلوة والسلام تي تہمتون هڻڻ ۾ بالڪل بي باڪ ۽ بي خوف هوندا هئا
انهن حضرت داؤدَ عليہ السلام تي بہ ڪوڙ هنيا ۽ هٿرادو ڳالهيون ٺاهي ان جِي
پاڪ ۽ صاف دامن کي ڪڇرو لڳائڻ جِي ڪوشش ڪئي هئي ۽ قرآن ڪريم جِي
بعض مفسرن انهن جِي ڳالهين کي پنهنجن تفسيرن ۾ لکيو آهي. مگر محقق مفسر
لکن ٿا تہ اهو سڀ ڪوڙ ۽ باطل آهي. علامہ رازي عليہ الرحمۃ لکيو آهي تہ ”والذي
ادين بہ واذہب اليہ ان ذالڪ باطل (١) ۽ مان ان معاملي ۾ جيڪو دين ۽ مذهب
رڪان ٿو تہ بلاشڪَ اهو واقعو ڪوڙو آهي علامہ موصوف لکيو آهي تہ صحيح قول
هي آهي تہ بني اسرائيل مان هڪ ٽولو حضرت داؤدَ عليہ السلام جو مخالف ٿي ويو
هو ۽ انهن کيس شهيد ڪرڻ جو پروگرام ٺاهيو هو ۽ انهن کي اها بہ خبر هئي تہ
حضرت داؤدَ عليہ السلام هڪ ڏينهن خالص عبادت ڪرڻ جِي لاءِ رکيو آهي جنهن
۾ پنهنجي مالڪ کي خصوصي طرح ياد ڪندو هو. جڏهن اهي مخالف ان ڏينهن کي
فرصت سمجھي سندس حويلي مبارڪ جِي ڀت ٿي اندر گهڙي آيا تہ اتي ٻين ماڻهن
کي ڏسي پريشان ٿيا ۽ هڪدم پاڻ ۾ صلاح مشورو ڪري ڪوڙو بيان ٺاهيائون تہ
بہ ڌريون هي فيصلو ڪئي آيا آهيون. جيئن تفسير ۾ بيان ٿي چڪو آهي. (٢) علامہ
ابو حيان اندلسي عليہ الرحمۃ لکيو آهي تہ ”اسان جِي تحقيق هيءُ آهي تہ ڀت ٿي
اچڻ وارا انسان هئا ۽ اهي ان جاءِ کان آيا هئا جيڪا اچڻ جِي لاءِ نہ هئي ۽ اهڙي
وقت آيا هئا جو سندس عدالت ڪرڻ جِي لاءِ مقرر ڪيل نہ هو کيس انديشو ٿيو تہ
اهي سندس ذات کي شهيد نہ ڪن پر جڏهن انهن چيو تہ اسين فيصلو ڪرائڻ جِي

لاء آيا آهيون جيئن الله تعاليٰ قرآن ڪريم ۾ بيان فرمايو آهي ته پاڻ سمجھيائين ته اهو سڄو واقعو يعني انهن ماڻهن جو بي وقت اچڻ ۽ نه داخل ٿيڻ واري جاءِ کان داخل ٿيڻ ۽ سندس پاڪ دل ۾ اهو خيال اچڻ ته هي مون کي شهيد ڪرڻ جي لاءِ آيا آهن ۽ ان جي ڪري سندس گھيرائجي وڃڻ اها سڀ آزمائش آهي جنهن سان الله جل جلاله کيس آزمائڻ گھريو ۽ اهو خيال ڪرڻ سندس نبوت جي شان کان هيٺ هو ان جي ڪري پاڻ الله جل مجده کان مغفرت طلب ڪرڻ لڳو آخر ۾ علامه موصوف لکيو آهي ته ”اسان جو پڪو يقين آهي ته انبياءَ عليهم الصلوة والسلام گناهن ۽ خطائن کان معصوم آهن انهن کان اهڙا ڪم (جيڪي اسرائيلي روايات ۾ مذڪور آهن) قطعاً سرزد نه ٿيندا جيڪڏهن ائين هجي ها ته شرعي احڪام تي اعتماد باقي نه رهي ها ۽ انبياءَ عليهم الصلوة والسلام جي فرمان تي ڪو ڀروسو نه رهي ها قصن ۽ ڪهاڻين جي شوقين نبوت جي منصب جي خلاف جيڪي هٿرادو ڳالهيون ٺاهيون آهن. اسين انهن کي اڇلائي ٿا ڇڏيون (۱) شيخ اڪبر ابن عربي هنن آيتن جي بيان ۾ لکيو آهي ته واعظ ڪندڙن کي گهرجي ته اهي پنهنجن وعظن ۾ غلط قصا ۽ ڪوڙيون ڳالهيون بيان نه ڪن نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جو فرمان آهي ته ”جڏهن انسان ڪوڙ هڻي ٿو ته ان جي بدبوءِ جي ڪري ملائڪ ان کان ٽيهن ميلن جي فاصلي جيترو ڀڄي وڃن ٿا ۽ ان ماڻهوءَ کي نهايت برو سمجهن ٿا“ وعظ ڪندڙ کي جڏهن خبر آهي ته وعظ جي مجلس ۾ ملائڪ حاضر ٿيندا آهن ته ان تي لازم آهي ته اهو سچ ڳالهائڻ جي ڪوشش ڪري وري لکيو اٿس ته وعظ ڪندڙ تي فرض آهي ته اهڙين ڳالهين کان بلڪل پاسو ڪري جيڪي تاريخ وارن تحقيق کان سواءِ يهودين کان نقل ڪيون آهن جن ۾ انهن مقدس هستين جي لغزشن جو بيان آهي انهن هستين جي ته الله جل شانہ ٿنا ۽ ساراهه بيان فرمائي آهي ۽ انهن کي ٻين ماڻهن کان ممتاز بنايو اٿس. (۲)

تلاوت جي سجدي جو بيان

هن سورة جي آيت ۲۴ جي الفاظ ”حَرَّزَاكُمَا وَآلَاكُمَا“ جي پڙهڻ وقت تلاوت جي

سجدي ڪرڻ جي متعلق اختلاف آهي ته واجب آهي يا نه؟ حضرت امام شافعي عليه الرحمة جو قول آهي ته هتي تلاوت جو سجدو واجب ناهي بلڪ اهو هڪ نبي سڳوري عليه الصلوة والسلام جي مغفرت طلبي هئي ۽ امام ابو حنيفه جو فرمان آهي ته اهو تلاوت جو سجدو واجب آهي نسائي ۽ ابن مردويه جيد سند سان حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته ”بلاشڪ نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن ”ص“ سورة پڙهندي سجدو ڪيو ۽ فرمايائون ته ”داؤد سجدو ڪيو هو ۽ اسين به (الله جي) شڪر ڪرڻ جي لاءِ سجدو ڪيون ٿا سعيد بن منصور حسن کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن ”ص“ ۾ سجدو نه ڏيندا هئا پوءِ جڏهن ”أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدَ“ (اهي ئي آهن جن کي الله هدايت ڏني پوءِ انهن جي هدايت جي اقتداء ڪر) آيت نازل ٿي ته پاڻ به سجدو ڪرڻ فرمايائون ابن مردويه حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته ”بلاشڪ رسول الله صلي الله عليه وسلم جن ”ص“ ۾ سجدو ڪرڻ فرمايو هو دارمي، ابو داؤد، ابن خزيمه، ابن حبان، دارقطني، حاكم صحيح چوندي، ابن مردويه ۽ السنن ۾ بيهقيءَ حضرت ابو سعيد خدري رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن منبر تي ويٺي سورة ”ص“ پڙهي جڏهن سجدي واري آيت پڙهيائون ته منبر تان لهي سجدو ڏنائون ۽ کين ڏسي ٻين ماڻهن به سجدو ڪيو وري جڏهن ٻيو ڪو وقت پاڻ سورة ”ص“ پڙهيائون ۽ ماڻهو سجدي ڪرڻ جي لاءِ تيار ٿيا ته پاڻ فرمايائون ”اها هڪ نبي جي مغفرت طلبي هئي پر مون ڏٺو آهي ته اوهان سجدي لاءِ تيار آهيو“ پوءِ پاڻ منبر تان هيٺ لهي آيا ۽ سجدو ڪيائون (١) هنن دليلن سان ثابت ٿيو ته مذڪوره الفاظ پڙهي تلاوت جو سجدو ڪرڻ واجب آهي (٢) ”يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ“ اي داؤد! بلاشڪ اسان تو کي زمين ۾ پنهنجو خليفو بنايو آهي.

خليفه ڇا آهي؟

تفسير مظهري جي حاشيه ۾ علامه مظهري لکيو آهي ته حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه کان روايت آهي ته پاڻ حضرت طلحه، حضرت زبير، حضرت

ڪعب ۽ حضرت سلمان رضي الله عنهم کان پڇيائون ته خليفه ڇا آهي؟ طلحه ۽ زبير عرض ڪيو ته ”اسان کي خبر ناهي“ ۽ حضرت سلمان عرض ڪيو ته ”خليفه اهو آهي جيڪو رعيت ۾ عدل ڪري، انهن ۾ هر شيءِ برابريءَ جي بنياد تي ورهائي، انهن سڀني تي ائين شفقت ڪري جيئن پنهنجي اهل ۽ عيال تي ڪبي آهي ۽ الله جي ڪتاب مطابق فيصلو ڪري. حضرت ڪعب اهو ٻڌي فرمايو ته ”مون ڪونه ٿي سمجهيو ته مون کان سواءِ ڪو اها مراد سمجهندو هوندو (۱) مقصد ته الله جل شانہ حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي فرمايو ته ”تون ڪنهن شاهي خاندان جو فرد ناهين جو هيءَ حڪومت ۽ تخت تو کي ورثي ۾ مليو آهي اسان پنهنجي فضل ۽ ڪرم سان تو کي بني اسرائيل جو تاجدار بنايو ۽ وڏي حڪومت عطا ڪئي آهي ۽ خلافت جي مسند تي ويهاريو آهي“ **فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ** ”پوءِ ماڻهن ۾ حق سان فيصلا ڪر يعني جڏهن اوهان کي خلافت جي نعمت سان الله نوازيو آهي ته ماڻهن جا فيصلا الله جل شانہ جي حڪم مطابق ڪيو“ **وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ** ۽ نفس جي خواهش جي پيروي نه ڪيو پوءِ اوهان کي الله جي واٽ کان پري رکي. مطلب ته فيصلو ڪرڻ ۾ ٻاهرين شيءِ، سفارش، رشوت، طمع، يا ڪنهن جي ڊپ، تانجو پنهنجي ذاتي مفاد کي به اثر انداز ٿيڻ نه ڏيو. ان سان ماڻهو الله جل جلاله جي واٽ کان پري ٿي وڃي ٿو. ”سبيل الله“ مان مراد اهي دلائل آهن جيڪي الله جل جلاله حق جي واضح ٿيڻ لاءِ قائم ڪيا آهن. **”إِنَّ الَّذِينَ يُضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ“** بلاشڪ جيڪي شخص الله جي واٽ کان پري ٿين ٿا انهن جي لاءِ ان سببان جو حساب جي ڏينهن کي وساريائون سخت عذاب آهي. يعني جيڪي شخص عدل ۽ انصاف نه ٿا ڪن، الله جي واٽ کان پري آهن انهن قيامت جي ڏينهن کي وساري ڇڏيو آهي ان جي ڪري انهن جي لاءِ سخت عذاب آهي.

فائدا:

مذڪوره آيتن جي وضاحت مان هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا ۱- آيت ۲۱ کان وٺي آيت ۲۵ تائين مذڪوره واقعي جو تفصيل قرآن ڪريم جي طرفان بيان نه ڪرڻ

۾ اسان جي لاءِ هدايت آهي ته ڪنهن به اهڙي معاملي ۾ اونهي وڃڻ جي ڪوشش نه ڪيون جنهن جي متعلق الله جل جلاله ۽ حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن تفصيل بيان نه ڪيو آهي جيڪا ڳالهه جيتري بيان ٿي آهي ان تي ايمان آڻجي. سلف صالحين جو قول آهي ته جيڪا ڳالهه الله جل مجده ۽ ان جي پياري حبيب عليه الصلوة والسلام مبهم رکي آهي ان ۾ هرو ڀرو مداخلت نه ڪيو.

پت ٿي اچڻ وارن جي طرفان حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي اڳيان سخت انداز سان گفتگو ڪرڻ ۽ حضرت جي طرفان صبر ڪرڻ انهن کي ڪا سزا نه ڏيڻ ۽ نه انهن تي ڪاوڙڻ ڪرڻ مان معلوم ٿيو ته جنهن شخص کي الله تعاليٰ ڪو وڏو مرتبو عطا ڪري ۽ ان سان ماڻهن جون ضرورتون وابسته هجن ان کي گهرجي ته اهو حاجتمندن جي بي قاعدگين ۽ گفتگو جي غلطين تي وس آهر صبر ڪري اها ئي ان جي مرتبي جي تقاضا آهي خاص ڪري حاڪم، قاضي ۽ مفتيءَ کي ان جو لحاظ رکڻ گهرجي. (١) ٣- حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي طرفان فيصلو ڪرڻ وقت فرمائڻ ته هن توکان هڪ دنبي گهري ظلم ڪيو آهي ”مان واضح ٿيو ته ڪنهن قسم جي دٻاءُ وجهڻ سان چنڊو يا هڏيو گهرڻ به غصب ۽ ظلم آهي ٤- (۽ پائيوارن مان گهڻا هڪ ٻئي تي زيادتي ڪن ٿا) مان واضح ٿيو ته ڪنهن به معاملي ۾ پائيوارو ڪرڻ وقت سخت احتياط جي ضرورت آهي ڇو ته ڪڏهن ڪڏهن هڪ پائيوار ڪنهن ڪم کي معمولي سمجهندو آهي پر اهو وڏي گناهه جو سبب هوندو آهي ٥- ”خَرَّارُ ڪُغَا“ ۾ رکوع مان مراد سجدو آهي ۽ امام ابوحنيفه رضي الله تعاليٰ عنه ان مان دليل وٺندي فرمايو آهي ته جيڪڏهن سجدي واري آيت نماز ۾ پڙهي وئي ته رکوع ۾ سجدي جي نيت ڪرڻ سان سجدو ادا ٿي ويندو ڇو ته هتي الله جل جلاله سجدي جي لاءِ رکوع جو لفظ استعمال ڪيو آهي جيڪو ان ڳالهه جو دليل آهي ته رکوع به سجدي جي قائم مقام ٿي سگهي ٿو پر ان ۾ هيءَ ڳالهه ذهن ۾ رکڻ ضروري آهي ته سجدي واري آيت جي تلاوت ڪرڻ کان پوءِ هڪدم رکوع ڪري يا وڌ ۾ وڌ هڪ يا ٻن آيتن جي وڌيڪ تلاوت ڪري پر جيڪڏهن گهڻي دير تائين پڙهندو رهيو ۽ پوءِ رکوع ڪيائين ته تلاوت

جو سجدو ادا نه ٿيندو (١) ٦- "إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ" (اسان اوهان کي زمين ۾ خليفو بنايو آهي) مان واضح ٿيو ته اسلام ۾ سربراه مملکت جي لاءِ بادشاهه، سلطان، چيئرمين وغيره جا کلمات استعمال ڪرڻ پسند ناهن ڇو ته ان مان انانيت ۽ خود سرائيءَ جي بوءِ اچي ٿي اسلام ان جي لاءِ خليفه جو لفظ تجويز ڪيو آهي جنهن جي معنيٰ خود مختار ناهي بلڪ نائب ۽ قائم مقام آهي اهو لفظ ئي ٻڌائي رهيو آهي ته اسلامي مملکت جو سربراه پنهنجي رب جي احڪام کي جاري ڪرڻ لاءِ هوندو آهي ۽ ان جي حڪم مطابق ان جا ڏنل اختيار استعمال ڪندو آهي. اهو ئي اهو فرق آهي جيڪو دنيا جي ٻين نظامن ۽ اسلام جي سياسي نظام ۾ اهميت جو مالڪ آهي. (٢)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بِإِطْلَاقٍ

۽ نه پيدا ڪيو اسان آسمان ۽ زمين ۽ ان کي جو انهن جي وچ ۾ آهي اجايو

ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ (٢٧)

اهو گمان انهن جو آهي جن ڪفر ڪيو پوءِ ويل آهي ڪافرن جي لاءِ باهه مان

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ

ڇا بنائيندا سون انهن کي جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيائون زمين ۾ فساد ڪندڙن جهڙو؟

أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (٢٨) كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ

ڇا بنائيندا سون متقين کي فاجرن جهڙو؟ (هي) ڪتاب آهي نازل ڪيو سون ان کي توڏانهن

مُبَارَكٌ لِّدَّبَرُوا إِلَيْهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ. (٢٩)

برڪت وارو آهي تانت ڌيان ۾ رکن آيتون ان جون ۽ تانت نصيحت وٺڻ عقل وارا.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ارشاد ٿيو ته جيڪي الله جل جلاله جي واٽ کان پري ٿيا انهن جي لاءِ سخت عذاب آهي ۽ هتي ٻڌايو ٿو وڃي ته اهو ڏينهن ضرور اچڻو آهي ڇو ته رب العزة جل مجده هي سارو نظام اجايو نه ٺاهيو آهي پنهنجي عبادت لاءِ ٺاهيو آهي ۽ ان جو ثواب يا نه ڪندڙ جي لاءِ عذاب جو ڏينهن ضرور ايندو فرمان مبارڪ آهي ”وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَانٌ زُمِينَ ۖ وَجِيكَوْا نَهُنْ“ ۽ ٻنهي جي وچ ۾ آهي اجايا پيدا نه ڪيا آهن يعني انهن جي پيدا ڪرڻ ۾ حڪمتون آهن انهن سان انهن کي وجود ڏيندڙ، ٺاهيندڙ الله جل شانہ جي وجود ۽ توحيد تي دليل وٺي ان جي عبادت ڪرڻي آهي ۽ ان جي امر ۽ نهي جي اتباع ڪري ان جو شڪر ادا ڪرڻو آهي.

”ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ“ اهو انهن جو گمان آهي جن ڪفر ڪيو پوءِ جن ڪفر ڪيو انهن جي لاءِ باهه ۾ داخل ٿيڻ جي ڪري ويل آهي ”وَيْلٌ“ کي نڪره ڪري آڻڻ ۾ ان جي وڏي هجڻ کي بيان ڪيو ويو آهي ۽ ان تي داخل ٿيندڙ فاءِ سببيت جي آهي لهر ضمير جي بجاءِ ظاهر آڻڻ مان مقصد انهن جي مذمت ۽ قباحت بيان ڪرڻ آهي ”مِنَ النَّارِ“ ۾ آندل من سببيت جي لاءِ آهي (۱) هتي مومن ۽ ڪافر جي نقطه نظر جو بنيادي فرق بيان ٿيل آهي مومن جي نظر ۾ ڪائنات جي حوادث جي هڪ هڪ جزئي مان تڪويني مصلحتن ۽ حڪمتن جو جلوو نظر ايندو آهي پر جيڪو ايمان کان خالي آهي اهو هن ڪائنات جي ساري ڪارخاني کي مادي قانونن جو محڪوم ۽ تابع سمجهندو آهي ۽ ان جي نظر کان مقصدي حڪمتون بالڪل گم هونديون آهن مادي فلاسفر سڌائڻ وارا ته صرف اهو نظريه رکندا آهن.

”أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْفُسَيْدِ ۖ وَفِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ“ ڇا جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا انهن کي زمين ۾ فساد ڪندڙن جهڙو بنائيندا سون يا متقين کي فاجرن جهڙو ڪندا سون. يعني اسان جي عدل ۽

حڪمت جي تقاضا هيءَ ناهي ته نيڪن، ايماندارن ٻانهن کي شريرن ۽ فساد ڪندڙن جي برابر ڪيون يا متقين، اسان کان ڊڄندڙن ٻانهن جو به اهو حال بنايون جيڪو فاجرن ۽ فاسقن جو بنائيندا آهيون انهن ۾ فرق ڪرڻ جزا ۽ سزا ڏيڻ جي لاءِ ضروري آهي ته حساب جي لاءِ ڪو ڏينهن رکيو وڃي ۽ اهو قيامت جو ڏينهن آهي ڇو ته دنيا ۾ ڏسجي ٿو ته ڪيترا صالح ۽ ايماندار ماڻهو قسمن قسمن مصيبتن ۽ آفتن ۾ مبتلا آهن ۽ ڪيترا بدمعاش ۽ بي حياءَ مزا ماڻي رهيا آهن. ان جي ڪري ضرور مڃڻو پوندو ته حضرت نبي، صادق، امين عليه الصلوة والسلام جن انسان جي مرڻ کان پوءِ جنهن زندگيءَ جي خبر ڏني آهي اها حڪمت جي عين تقاضا آهي اتي ئي هر نيڪ ۽ بري کي ان جي عمل جو بدلو ملندو. پوءِ حساب جي ڏينهن جو انڪار ڪرڻ ڪيئن صحيح ٿيندو؟

”كَتَبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكًا لَّيْسَ بَرُوءًا إِلَيْهِ وَلَيْسَ ذِكْرًا أُولَٰئِكَ أَطِبَابٌ“ ڪتاب آهي جيڪو اسان توڏانهن لاٿو آهي تانت ان جي آيتن ۾ تدبر ڪن ۽ تانت عقل وارا نصيحت پرائين يعني جڏهن صالح مومن ۽ فساد ڪندڙ جو انجام هڪ نه ٿو ٿي سگهي ته ضروري ٿيو ته الله جل شانہ جي طرفان هدايتون ڏيندڙ ڪو ڪتاب اچي جيڪو ماڻهن کي نهايت معقول طريقي سان انهن جي انجام کان باخبر رکي جيئن ته هن وقت هي ڪتاب نازل ٿيو آهي جنهن کي قرآن مابين چئجي ٿو جنهن جي لفظن ۽ حرفن، نقشن، معنائن ۽ مضمونن هر شيءِ ۾ برڪت آهي ۽ اهو ان غرض سان لاٿو ويو آهي ته ماڻهو ان جي آيتن ۾ غور ڪن ۽ عقلمند ان جي نصيحتن مان فائدو حاصل ڪن.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا سمجهه ۾ اچن ٿا. ٢- ”وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا“ (۽ اسان آسمان ۽ زمين ۽ جيڪو انهن جي وچ ۾ آهي ان کي اجايو پيدا نه ڪيو آهي) مان واضح ٿيو ته انهن جي پيدا ڪرڻ ۾ هزارين حڪمتون آهن ”فعل الحڪيم لا يخلو عن الحڪمة“ (حڪيم جو ڪم حڪمن کان خالي نه هوندو آهي) ٢- ”قَوْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ“ (پوءِ ڪافرن جي لاءِ باهه مان ويل آهي) مان واضح ٿيو ته ڪافر جهنم ۾ ضرور داخل ٿيندو ۽ ڪي ماڻهو چوندا

آهن ته الله كافر كي به جنت ڏي ته مرضيء وارو آهي. اهو چوڻ غلط آهي الله جل جلاله وعدي ۽ وعيد جي برخلافي نه ڪندو جيڪڏهن ائين هجي ها ته پوءِ انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام جي زبان پاڪ مان ڪافرن جي لاءِ عذاب جون ڳالهيون نه ٿين ها ۳- ”أَمْ تَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا“ کان وٺي ”كَالْفُجَّارِ“ تائين آيت انهن مشرڪن ۽ ڪافرن جي رد ۾ نازل ٿي جن مومنن صالحن کي چيو هو ته جيڪڏهن قيامت ٿي ته جيڪي نعمتون اوهان کي ملنديون آهي اسان کي به ملنديون الله جل مجده فرمايو ته ائين نه ٿي سگهندو ائين ته ڪو عقلمند بادشاهه به نه ڪندو جو مطيع ۽ مجرم کي برابر رکي الله احڪم الحڪمين جو ته شان ئي نرالو آهي ۴- هن آيت مان اهو به معلوم ٿيو ته جڏهن متقي ۽ فاجر برابر ناهن ته نبي عليه الصلوة والسلام ۽ امتي ڪيئن برابر ٿي سگهندا؟ مراتب جو فرق مڃڻ ضروري آهي. سڀ علماء ۽ اولياء هڪ صحابي جي برابر ناهن ته نبي عليه الصلوة والسلام جو ته شان ئي نهايت بلند ۽ بالا آهي ۵- ”مُبَارَكًا“ (برڪت وارو) هن مان معلوم ٿيو ته قرآن ڪريم جو حرف حرف برڪت آهي. قرآن پاڪ به برڪت وارو ته صاحب قرآن حضور عليه الصلوة والسلام جن به برڪت وارا حضرت عيسيٰ عليه الصلوة والسلام جي قول کي قرآن ڪريم بيان ڪيو آهي ”وَجَعَلْنِي مُبَارَكًا“ ۽ الله مون کي برڪت وارو بنايو آهي ته حضرت سيد المرسلين عليه الصلوة والسلام جون برڪتون ڇا هونديون؟ ۶- ”لِيَذَّبَرُوا إِلَيْهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ“ (تانت ان جي آيتن ۾ تدبر ڪن ۽ تانت عقلمند نصيحت وٺن) مان معلوم ٿيو ته قرآن ڪريم جي آيتن کي سوچڻ ۽ نصيحت حاصل ڪرڻ، انهن ۾ تدبر ڪري ديني احڪام ڪڍڻ هر هڪ جو ڪم ناهي هي صرف انهن جو ڪم آهي جيڪي ديني عقل رکن ٿا يعني ماهر علماء خصوصاً مجتهد سڳورا - عوام کي گهرجي ته علماء کان مسائل سکن هر شخص سمنڊ مان موتي نه ٿو ڪڍي سگهي موتي جوهر ۽ جي دڪان تان ملندا آهن قرآن سمنڊ آهي علماء جوهر ۽ آهي حديث جا منڪر هن آيت مان دليل نه ٿا وٺي سگهن ڇو ته قرآن سمجهڻ لاءِ نبوي حديث جو علم نهايت ضروري آهي.

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ۖ نَعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ (٣٠)

۽ ڏنو سون داؤد کي سليمان (نالي پٽ) ڀلو ۽ ٻانهو هو بيشڪ اهو ورنديز هو

إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصُّفُنُ الْجِيَادُ ۝ (٣١)

جڏهن پيش ڪيا ويا ان وٽ شام جي وقت ٽن ڀيرن تي ٻيهندڙ چوٽون پير کڙو رکندڙ ڀلا گهوڙا

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۝

پوءِ چيائين ته بيشڪ مون پيارو رکيو گهوڙن جي محبت کي پنهنجي رب جي ياد لاءِ

حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ (٣٢) رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا

تانجو لڪي ويا پردي ۾ موٽايو انهن کي مون ڏانهن پوءِ شروع ٿيو هٿ لڳائڻ

بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝ (٣٣)

سان پٺين ۽ ڪنڌن کي.

تفسير:

هنن آيتن کان اڳي آيت نمبر ٦٦ ۾ به حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو ذڪر هو ۽ هتي به ان جوئي ذڪر هلي رهيو آهي وچ ۾ آيتون نمبر ٢٧ نمبر ٢٨ نمبر ٢٩ آئي اسلام جي بنيادي عقيدتي آخرت جو ذڪر ان جي ڪري آندو ويو ته مذڪوره واقعات ٻڌڻ کان پوءِ عقل وارا ايمان آڻي وجهن. اڳين آيتن ۾ حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي ذات عالي صفات کي مليل حڪومت ۽ کيس انصاف سان فيصلن ڪرڻ جو ذڪر هو ۽ هتي کيس حضرت سليمان عليه السلام جهڙي نبي ۽ حاڪم پٽ ملڻ واري نعمت جو بيان ڪندي

ارشاد تي رهيو آهي ”وَوَهَبْنَا لِداوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ“ ۽ اسان داؤد کي سليمان (نالي پٽ) ڏنو ڀلو ٻانهو هو بلاشڪ اهو رجوع ڪندڙ هو. يعني اسان حضرت داؤد عليه السلام تي اها به نعمت ڪئي جو ان کي حضرت سليمان جهڙو پٽ ڏنو سون. حضرت سليمان اهو ڀلو ٻانهو هو، الله ڏانهن ڪنهن دنياوي غرض کان سواءِ، اخلاص سان عبادت ڪرڻ سان، هر حال ۾ نعمتن ۾ شڪر سان، محنتن ۾ صبر سان رجوع ڪندڙ هو (۱) ”إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعِشِيِّ الصِّفَتِ الْجَادَّةِ“ جڏهن ان جي اڳيان شام جي وقت ٽن پيرن تي بيهندڙ، هڪ پير ڪڙو رکندڙ، ڀلا گهوڙا پيش ڪيا ويا.

هتي مذڪور واقعي جي وضاحت:

هتي آندل آيتن نمبر ۳۱ - نمبر ۳۲ - نمبر ۳۳ ۾ واقعي جي متعلق مفسرن جا مختلف قول آهن ۱- ته حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام نصيبين ۽ دمشق شهرن جي ڪافرن سان جهاد ڪيو ۽ اُتاهين کيس هڪ هزار (۱۰۰۰) ڀلا گهوڙا هٿ آيا هڪ ڏينهن حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام ٻيهر نماز پڙهي ڪري ٿي ويٺو ۽ حڪم فرمايائين ته اهي سڀئي گهوڙا هڪ هڪ ڪري مون کي ڏيکاريو. پوءِ انهن مان نو سؤ (۹۰۰) گهوڙا کيس ڏيکاريا ٿيون ۽ گهوڙن جي ڏسڻ ۾ مشغوليءَ جي ڪري سندس وچين نماز قضا ٿي وئي لشڪر مان به کيس ڪنهن نماز جي لاءِ عرض نه ڪيو ڇو ته سندس هيبت سڀني تي چانيل هئي نماز جي قضا ٿي وڃڻ جو کيس ڏاڍو ڏک ٿيو. لشڪر وارن کي حڪم ڪيائين ته اهي گهوڙا مون وٽ ورائي آڻيو ۽ تلوارن سان انهن جي پٺين ۽ ڪنڌن کي وڍي ڪهي ڇڏيو ۽ اهو قدم الله جل شانہ جي رضا حاصل ڪرڻ جي لاءِ کنيو هيائين ڇو ته انهن ۾ مشغوليءَ جي ڪري سندس نماز قضا ٿي هئي (۲) ۽ بعض مفسرن لکيو آهي ته حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جو قول ته ”رَدُّوْهَا عَلَيَّ“ ان کي مون ڏانهن موٽايو مان مراد آهي ته لٿل سج کي واپس ڪيو. سج واپس ٿيو ۽ پاڻ نماز پڙهيائين ۽ هن آيت ۾ سج جو جيتوڻيڪ ذڪر ناهي جو ”ها“ ضميران ڏانهن موٽائجي پر ”بِالْعِشِيِّ“ مان اهو سمجهه ۾ اچي ٿو ان جي ڪري ان مان مراد

سج ورتو ويو آهي (١) ٢- قول اهو آهي ته جڏهن حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام پنهنجي والد جي ظاهري رحلت کان پوءِ سندس مستند نشين ٿيو ته سندس طرفان ڪافرن سان جهاد جو سلسلو جاري رهيو ان جي ڪري جن گهوڙن تي مجاهد سوار ڪندا هئا پاڻ انهن گهوڙن سان محبت رکندو هو. ڪڏهن ڪڏهن جهاد ۾ ويندڙن گهوڙن جو پاڻ معائنو ڪندو هو هڪ ڏينهن پاڻ طنبلين جي سنڀال ڪندڙن پنهنجن خادمن کي حڪم فرمايائين ته ”گهوڙا ڪاهي اچو ۽ هڪ هڪ منهنجي اڳيان آڻيو ته مان ڏسان ته ڪهڙي حال ۾ آهن جڏهن هڪ هڪ گهوڙو اتاهين آندو ويو ۽ پاڻ ڏٺائون ته اهي سڀ سگها متارا آهن بيمار ناهن ته خوش ٿيندي انهن جي ٽنگن ۽ ڪنڌن تي پنهنجو هٿ مبارڪ ڦيرائيندي فرمائيندو رهيو ته ”مون هنن سان الله جي رضا لاءِ پيار رکيو آهي“ ڇو ته اهي جهاد ۾ ڪم ڏين ٿا سڀ گهوڙا جڏهن طنبلين تي پهتا ته پاڻ وري انهن کي موٽائي پيش ڪرڻ جو حڪم ڏنائون ان سان سندس گهوڙن سان پيار به ثابت ٿيو ۽ جڏهن ته پاڻ انهن جي بيمارين جو به ماهر هو ان جي ڪري انهن کي هٿ هڻي به ڏسي رسيو سر ته بيمار يا ڪمزور ته ناهن ۽ وقت جو حاڪم يا خليفو هر شيءِ جي پاڻ نظرداري ڪري اها ڳالهه ان جي عظمت ۽ فرض شناسي تي دلالت ڪري ٿي ته ان حڪومتي انتظام صرف نوڪرن ۽ ملازمن جي حوالي نه ڪيا آهن پر هر شيءِ پاڻ سنڀالي رهيو آهي. علامه فخرالدين رازي هن قول جي ترجيح بيان ڪندي لکيو آهي ته ”هتي حضرت سليمان جو ذڪر حضرت حبيب ڪريم عليهما الصلوة والسلام جي ذات پاڪ کي تسلي ڏيڻ جي لاءِ ڪيل آهي ۽ ان مقام جي تقاضا هيءُ آهي ته حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جا فضائل ۽ ڪمالات بيان ڪيا وڃن تانت حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن وڌيڪ مطمئن ٿين ۽ هتي هن واقعي جي بيان ڪرڻ جو مقصد پورو ٿئي جيڪڏهن هن واقعي کي اهڙي نموني بيان ڪيو وڃي ته حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام گهوڙن جي ڏس ۾ مشغول ٿي الله جل شانہ جي نماز کان غافل رهيو. نماز جهڙو اهم فرض ادا نه ڪيائين، وري سوين ڀلا ۽ اصل گهوڙا ڪهارائي ڇڏيائين ته ان سان اهم مقصد ڏي

فوت ٿي وڃي ٿو جنهن جي لاءِ هي قصو بيان ٿيل آهي (١) تفسير حقاني جي صاحب به هن قول کي ترجيح ڏني آهي (٢) علامه طنطاوي جوهرِيءَ به اها معنيٰ لکندي ”مسحا بالسوق والاعناق“ جي تفسير ۾ لکيو آهي ته ”اي يمسح سوقها واعناقها تشريفا لها لكونها للجهاد والجهاد من اعظم الامور ولياشر الامور بنفسه ليقتيدي“ به الوزراء ورجال الدولة (٢) يعني گهوڙن جي ٽنگن ۽ ڪنڌن کي هٿ مبارڪ انهن جي شرف وڌائڻ خاطر ٿي هنيائين ڇو ته اهي جهاد جي لاءِ هيا ۽ پاڻ پنهنجي سر ائين ڪيائين تانت سندس وزير ۽ دولت جا ارڪان به سندس اقتداء ڪن جيئن صلاح الدين ايوبي عليه الرحمة صليبي جنگين جي دوران ديوارون بناڻ ۾ پاڻ پنهنجي سر سرون ۽ پٿر کڻي ڏيندو ويندو هو (٣) اعليٰ حضرت عليه الرحمة ترجمه ۾ ۽ علامه مفتي احمد يار خان نعيمي عليه الرحمة تفسير ۾ ان قول کي اهميت ڏني آهي (٤) واللّٰه اعلم ”فَقَالَ اِنِّيْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْحَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ“ پوءِ چيائين ته مون مال جي محبت سان الله جي ذڪر جي ڪري محبت رکي آهي. يعني مون گهوڙن سان محبت دنيا ۽ شاهوڪاريءَ جي ڪري نه پر الله جل شانہ جي رضا لاءِ رکي آهي ”من“ جي معنيٰ ”لاجل“ آهي (٥) ”حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ“ تانجو پردي ۾ لڪي ويا مطلب ته اهي گهوڙا نگاهه کان غائب ٿي ويا. ”رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ“ اهي مون ڏانهن موٽايو پوءِ ٽنگن ۽ ڪنڌن کي هٿ لڳائڻ شروع ڪيائين. يعني پيار ۽ محبت سان گهوڙن جي پنين، ٽنگن ۽ ڪنڌن تي پنهنجو هٿ مبارڪ رکندو ڏسندو رهيو تانت اهي بيمار يا ڪمزور ته نه ٿيا آهن ۽ تانت دشمن به خبر ٻڌي محسوس ڪن ته حضرت سليمان عليه الصلوة والسلام جنگ جي تيارين ۾ آهي.

فائدا:

مذڪوره آيتن کي سمجهڻ سان هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا. ١- ”وَوَهَبْنَا لِداوُدَ سُلَيْمٰنَ“ (۽ داؤد کي سليمان (نالي پٽ ڏنو سون) مان معلوم ٿيو ته صالح پٽ الله جل جلاله جي خاص رحمت آهي ڇو ته حضرت داؤد علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي ٻيا پٽ به هئا مگر صرف حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة

(١) التفسير الكبير ص ٢٠٥-٢٠٦ جزء ٢٦ (٢) تفسير حقاني ص ١٦٧ جزء ٦ (٣) الجواهر في تفسير القرآن

ص ٨١ جزء ١٨ جلد ٩ (٤) نور العرفان ص ٧٢٦ (٥) الجواهر ص ٨١ جزء ١٨ جلد ٩

والسلام جي عطا ڪرڻ جو ذڪر ٿيو ڇو ته اهو نبي ۽ حضرت داؤد علي نبينا
وعليهما الصلوة والسلام جي علم جو وارث هو ۽ اهو به معلوم ٿيو ته نيڪ اولاد
الله جل جلاله جي عطا آهي ڪنهن عمل جو بدلو ناهي ان جي ڪري ”وهبنا“
فرمايائين ۲- ”إِنِّي أَحْبَبْتُ حَبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي“ (بلاشڪ مون مال جي محبت
سان پيار ڪيو پنهنجي رب جي ذڪر جي لاءِ) مان معلوم ٿيو ته مومن عبادت سان
ته محبت رکندو آهي پر ان جي لاءِ ڪم ايندڙ سامان ۽ ذريعن سان به محبت رکندو
آهي.

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ

۽ البت تحقيق آزمايو اسان سليمان کي ۽ رکيو سون ان جي ڪرسيءَ تي هڪ جسم ان کان پوءِ

أَنَابَ (٣٤) قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا

رجوع فرمايائين چيائين ته اي منهنجا پالڻهار! بخش ڪر مون کي ۽ ڏي مون کي اهڙي بادشاهي

لَأَيُّنَبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ إِنْتَ الْوَهَّابُ (٣٥)

جو نه ٿي لائق ٿئي ڪنهن هڪ جي لاءِ مون کان پوءِ بلاشڪ تون ئي ڏيندڙ آهين

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ (٣٦)

پوءِ مطيع ڪيو سون ان جي لاءِ واءِ هلي پيو ان جي امر سان آهستي آهستي جتي پهچڻ پيو گهري

وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَاءٍ وَغَوَاصٍ (٣٧) وَآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي

۽ (مطيع ڪيا سون ان لاءِ) شيطان سڀ عمارتون ٺاهيندڙ ۽ ٽوپا ۽ پيا جڪڙيل

الْأَصْفَادِ (٣٨) هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (٣٩)

هٿڪڙين ۾ هيءَ اسان جي عطا آهي پوءِ احسان ڪر يا روڪي رک، حساب کان سواءِ

وَأَنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ (٤٠).

۽ بيشڪ ان جي لاءِ اسان وٽ البت مرتبو ۽ موٽڻ جي سهڻي جاءِ آهي.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ حضرت داؤد کي حضرت سليمان علي نبينا وعليهما الصلوة والسلام جهڙي نامياري صالح پٽ عطا ڪرڻ ۽ ان پٽ کي مليل نعمتن جو ذڪر هو ۽ هتي حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي هڪ آزمائش جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي.

”وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَ عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ“ ۽ البت تحقيق اسان سليمان کي آزمايو ۽ اسان ان جي ڪرسيءَ تي هڪ جسم ڇڏيو ان کان پوءِ رجوع ڪيائين هن آزمائش جي متعلق مختلف قول آهن پر علامه ثناء الله پاني پتي عليه الرحمة هن آيت جو تفسير ڪندي لکيو آهي ته: حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ته ”حضرت (سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) فرمايو ته اڄ رات مان نوانوي (٩٩) ۽ هڪ روايت موجب هڪ سؤ (١٠٠) زالن سان صحبت ڪندس هر هڪ مان هڪ جنگي جوان پٽ ڄمندو جيڪو الله جي واٽ ۾ جهاد ڪندو“ پوءِ ملائڪ (سڳوري) عرض ڪيس ته ”انشاء الله“ چؤ پوءِ اهو چوڻ خيال (مبارڪ) ۾ نه رهيس ۽ نه ڇيائين ان رات سڀني گهروارين سان صحبت ڪيائين پر هڪ عورت کان سواءِ ڪابه حامله نه ٿي ان هڪ ڄڻيءَ به هڪ اڌ جسم ڇڏيو ان الله جو قسم آهي جنهن جي قدرتي هٿ ۾ محمد جو ساهه آهي ته جيڪڏهن (سليمان) انشاء الله چوي ها ته سندس سڀئي زالون پٽ ڄڻن ها جيڪي الله جي واٽ ۾ مجاهد ٿي لڙن ها“ متفق عليه - پوءِ دائي اهو اڌ جسم کڻي آئي ۽ اچي سندس ڪرسيءَ تي رکيائين اهو ڏسي (حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام) سمجهي ويو ۽ اينده جي لاءِ انشاء الله نه چوڻ

کان رجوع ڪيائين طائوس بزرگ جو قول آهي ته هي قول سيني قولن کان وڌيڪ آهي ڇو ته صحيحين جي حديث قوي آهي ۽ ان سان انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام جي عصمت به ثابت ٿي رهي آهي (١) ”قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ الْوَكَابُ“ چيائين ته اي منهنجا پالڻهار! مون کي بخش فرما ۽ مون کي اهڙي بادشاهي ڏي جيڪا مون کان پوءِ ڪنهن جي لاءِ به لائق نه هجي بلاشڪ تون ئي ڏيندڙ آهين هي حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي رجوع ڪرڻ جو بيان آهي ۽ هتي بادشاهي طلب ڪرڻ کان اڳي مغفرت طلب ڪرڻ انبياء ڪرام علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام ۽ صالحن جي دستور تي هلڻ آهي ۽ هن ڪلام جي ان طرح آڻڻ ۾ ان ڳالهه تي دلالت آهي ته حضرت سليمان جو امتحان ۽ آزمائش ان جي درجات کي دنيا ۽ آخرت ۾ بلند ڪرڻ جي لاءِ آئين هئا جيئن حضرت ايوب عليه الصلوة والسلام جو امتحان هو ۽ ان ۾ حضرت سليمان جي ڪا غلطي يا گناهه نه هو نه ته مغفرت طلب ڪرڻ ۾ ئي مبالغو ڪري ها بي ڪابه شيءِ نه گهري ها (٢) مقاتل فرمايو ته ”لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي“ مان مراد هوائن، پکين ۽ جنن کي مسخر ڪرڻ آهي ۽ ممڪن آهي ته حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي مراد هجي ته مون کان بعد مرتبي واري جي لاءِ لائق نه هجي ڇو ته جيڪو مون وانگر مخلوقات جي تعلق کان منقطع الله جي محبت ۽ معرفت سان مشغول هوندو ان کي ڪابه شيءِ الله کان غافل ڪري نقصان ڏئي نه سگهندي ۽ جيڪو ائين نه هوندو ان جي لاءِ دنيا الله کان غافل بنائيندڙ ۽ قاتل زهر هوندي.

سوال

حضرت حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام جن مرتبي ۽ مقام ۾ حضرت سليمان علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کان ارفع ۽ اعلى هئا کين دنيا الله جي ذڪر کان غافل ڪري نه سگهي ها پوءِ کين اهڙي بادشاهي ڇو نه ڏني وئي؟

جواب

اها ڳالهه اسين تسليم نه ٿا ڪيون ته حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن

بادشاهي نه ڏنا ويا بلڪه الله جل مجده کين اختيار ڏنو هو ته يا نبي بادشاهه بنجن يا نبي عبد بنجن پوءِ پاڻ نبي عبد رهڻ پسند فرمايائون ڇو ته سندن نظر ۾ فقر افضل هو. ۽ حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”جن مان هڪ وڏي جن مون سان هٿ چراند ڪئي ته الله مون کي ان تي قوت بخشي مون ان کي ورتو ۽ ارادو ڪيم ته ان کي مسجد جي ٽنن مان هڪ ٽنن سان ٻڌي ڇڏيان تانت اوهان سڀئي ان کي ڏسو پوءِ پنهنجي (نبوت جي لحاظ سان، پاءِ سليمان جي دعا ”رَبِّ هَبْ لِي مَلَكًا لَا يُبَغِّعُنِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي“ ياد ڪري ان کي ذليل بنائي واپس ڪيم“ متفق عليه هن حديث مان به ثابت ٿيو ته سندن پاور جنن تي به هلي سگهيو ٿي پر پاڻ پنهنجي اختيار سان ان کي ڇڏي ڏنائون سندن امر انس ۽ جن تي جاري هوندو هو بلڪ وٺڻ تي به هلندو هو.

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً

تَمَشِّي إِلَيْهِ عَلَي سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ (برده شريف)

(سندس دعوت (سڏ) تي وڻ سجدا ڪندا آيا پير کان سواءِ ٿڙن تي پنڌ ڪيائون ٿي) پر مسڪينن وارو گذر ۽ انداز کين پسند هيو. خلفاء راشدين رضي الله عنهم به سندن نقش قدم تي هلندي خلافت ۽ فقر گڏ رکيا ۽ حاڪمن ۽ مسڪينن ٻنهي طبقن جا فضائل حاصل ڪيائون (١) ”فَسَحَرْنَا لَهُ الرِّيحُ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُحًا حَيْثُ أَصَابَتْ لَا يَوِّءُ إِلَّا جَنَاحُهَا“ (١) هو اهو ڪيو جيڪو نرم نرم ٿي سندس امر سان هلي پيو جتي به پهچڻ گهري يعني اسان ان جي لاءِ هوا طاقت ۽ قوت هوندي مطيع ڪري ڇڏي جو اهڙي نرم نرم ٻئي لڳي ۽ هلي جو ڪنهن کي ڪنهن به قسم جو ڪو نقصان نه ڏئي ۽ سندس سر، تخت ۽ پوري لشڪر کي ڪنڀو پئي وڃي سندس تخت هم چورس ٽن ميلن ۾ هو ۽ ان ۾ هڪ سؤ درجا هڪ ٻئي جي مٿان هئا ۽ هر هڪ درجي تي ست قسم ماڻهو هئا. پاڻ پنهنجن نوڪرن ۽ خادمن سان گڏ سڀ کان مٿاهين درجي ۾ تشریف فرما هوندو هو. صلوات الله وسلامه عليه ۽ حافظ ابونعيم وهب بن منبه کان ان پنهنجي پيءُ کان روايت آندي آهي ته حضرت سليمان عليه السلام جا هزار گهر هئا سڀني کان مٿيون شيش محل هو ۽ هيٺيون لوه جو هو.

هڪ ڀيرو سبحان الله چوڻ جو ثواب.

هڪ ڀيري حضرت سليمان پاڻ تخت تي ويهي ڪيڏانهن وڃي رهيو هو ته سندس هڪ هاريءَ وٽان لنگهڻ ٿيو ان هاريءَ کيس ڏسي چيو ته ”داؤد جو اولاد وڏي بادشاهي عطا ڪيو ويو آهي، هو ان هاريءَ جو آواز سندس ڪن مبارڪ تائين پهچايو ته پاڻ ٻڌي تخت تان لهي ان وٽ پهتو ۽ ان کي فرمايائين ته ”تنهنجو قول مون ٻڌو ۽ تو وٽ مان ان لاءِ آيو آهيان ته جنهن ڳالهه تي قادر ٿي نه سگهين ان جي تمنا نه ڪندو ڪر“ تنهنجو هڪ ڀيرو سبحان الله چوڻ جيڪو الله قبول فرمائي ان کان پلو آهي جيڪو داؤد جي اولاد کي ڏنل آهي. هاريءَ اهو ٻڌي کيس عرض ڪيو ته ”اوهان منهنجي فڪر کي دور ڪري ڇڏيو شال الله اوهان کان به فڪر دور ڪري.“ (١) ”وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَاءٍ وَغَوَّاصٍ لَّ شَيْطَانٍ هَرَّ عِمَارَتٍ نَّاهِنْدَرٌ ۽ نَوْبُو. يعني شيطان به ان جي لاءِ مسخر ڪياسون ۽ ان کان اڳي ڪنهن جا به مسخر نه هئا انهن مان عمارتون ناهيندڙ ۽ سمنڊ ۾ ٽپيون هڻي موتي ڪيندڙ سڀ ان جي زير فرمان بناياسون. حضرت سليمان عليه السلام پهرين شخصيت هو جنهن سمنڊ مان موتي ڪڍرايا هئا ”وَأَخْرَيْنَ مُقَرَّنَيْنِ فِي الْأَصْفَادِ“ ۽ ٻيا هٿڪڙين ۾ جڪڙيل هئا. يعني جيڪي سرڪشي ڪندا هئا انهن کي هٿڪڙيون هڻائي لوهه جي زنجيرن ۾ ٻڌرائي ڇڏيندو هو. (٢) ”هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ“ هي اسان جي عطا آهي پوءِ احسان ڪر يا حساب کان سواءِ روڪي رک. يعني اسان ان کي فرمايو هو ته هي جيڪا ڪجهه تو وٽ بادشاهي، ڪشادگي ۽ ڪيتري مخلوق مسخر آهي اها سڀ اسان جي عطا آهي ٻيو ڪير ائين نٿو ڪري سگهي پوءِ تون ڪنهن تي احسان ڪري ڪنهن کي ڪجهه ڏين ته ڀلي ڏي ۽ جيڪڏهن نه ڏين پاڻ وٽ روڪي رکين ته به تنهنجي مرضي توهان ڪو حساب ناهي چو ته تصرف تنهنجي حوالي ڪيل آهي ”وَأَنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزْفًا وَحُسْنَ مَآبٍ“ ۽ بلاشڪ ان جي لاءِ اسان وٽ البته مرتبو ۽ موٽڻ جي سهڻي جاءِ آهي. يعني دنيا ۾ وڏي بادشاهي ڏيڻ جي باوجود ان جي اسان وٽ عزت ۽ مرتبو آهي ۽ ان جي لاءِ بهشت آهي. (٣)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا. ١- "وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ" (۱) البتہ تحقيق اسان تسليم ڪي آزمايو) مان معلوم ٿيو ته رب العزة جل شانہ پنهنجن پيارن کي آزمائيندو آهي ۽ جيڪڏهن ظاهر ۾ انهن کان ڪا لغزش ٿيندي آهي ته اهي هڪدم متنبه ٿي مالڪ مٿي کان مغفرت طلب ڪندا آهن ۽ ان سان سندن درجا بلند ٿيندا آهن. ٢- "قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي" چيائين ته اي منهنجا پالڻهار! مون کي بخش فرما) مان معلوم ٿيو ته ڪو ٻانهو الله جل شانہ جي بارگاه ۾ ڪيترو به مقرب هجي ته به مغفرت طلب ڪندو رهي ۽ ڪابه نعمت گهري ته اول مغفرت طلب ڪري پوءِ اها نعمت گهري ته انشاء الله العزيز اها کيس عطا ٿيندي. ٣- "تَجَرَّى بِكَرْمِهِ" (ان جي امر سان هلي پئي) مان واضح ٿيو ته ڪنهن شيءِ جي هلڻ يا ملڻ جي نسبت غير ڏانهن ڪرڻ جائز آهي. هوا کي هلائڻ وارو ته الله جل شانہ آهي پر هتي بيان ٿيو ته حضرت سليمان عليه السلام جي امر سان هلي پئي. اهڙي طرح هيئن چوڻ به جائز آهي ته حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي امر سان مينهن وسيو، پٿرن ڪلما پڙهيا. وڻ سجدا ڪندا آيا وغيره وغيره. ٤- "فَأَمْنٌ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" (پوءِ احسان ڪري يا روڪي رک، حساب کان سواءِ). مان معلوم ٿيو ته انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام الله جي طرفان مختار ۽ مطلق اذن ڏنل آهن رب العزة جل شانہ انهن کي ڏيندو آهي ۽ اهي تقسيم ڪندا آهن. ٤- مذڪوره آيت جي وضاحت ۾ مفسرن پلارن هيئن به لکيو آهي ته ان جو مقصد ۽ مراد هي آهي ته "توڪي اهي نعمتون عطا ڪرڻ کان پوءِ هر شيءِ پنهنجي مرضيءَ سان خرچ ڪرڻ جو اختيار به مليل آهي. "بِغَيْرِ حِسَابٍ" چوڻ سان اهو خدشو به دور ڪيو ويو آهي ته "تون جيئن گهرين تيئن استعمال ڪر توکان ان جي باري ۾ ڪابه ڀڃا نه ٿيندي. "فاعط من شئت اوامسك عمن شئت بغير حساب اي غير محاسب علي منه وامساكه لتفويض التصرف فيه اليك" (١) يعني تنهنجي مرضي آهي جنهن کي گهرين تنهن کي ڏين جنهن کي گهرين نه ڏين توکان ان جي متعلق ڪابه ڀڃا نه ٿيندي چوڻ ته ان ۾ تصرف ڪرڻ جو اختيار اوهان جي حوالي ڪيل آهي. علامه آلوسي لکيو

آهي ته ”انه مفوض اليه تفويضا كلياً“ (١) اهي نعمتون كلي طور ان جي حوالي ڪيل آهن. علامه اسماعيل حقي لکيو آهي ”هاذا عطاؤنا يشير الى ان للانبياء بتأييد الفيض الالهي ولاية افاضة الفيض على من هو اهل عند استفاضته ولهم امساك الفيض عند عدم الاستفاضة من غيراهله“ (٢) يعني قرآن ڪريم جا هي الفاظ ”هَذَا عَطَاؤُنَا“ هن حقيقت ڏانهن اشارو ڪري رهيا آهن ته انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام کي الاهي فيض جي تائيد سان هي اختيار ڏنو ويو آهي ته اهي جنهن فيض جي طالب کي جيترو گهرن لطف ۽ ڪرم فرمائي سگهن ٿا ۽ پنهنجي فيضان ڪرم سان ان کي مالا مال بنائي سگهن ٿا ۽ نا اهل کي ان فيض کان محروم رکي سگهن ٿا. علامه شبير احمد عثماني صاحب لکيو آهي يعني ڪنهن کي ڏيو نه ڏيو اوهان مختار آهيو اوهان کي ايتري قدر جي حساب ڏنو اٿئون ۽ حساب ڪتاب جي ڀڃا به نه رکي اٿئون. (٣) شاهه عبدالقادر لکيو آهي ”هيءَ وڌيڪ مهرباني آهي جو ان کي ايتري دنيا ڏني مختار بنايو ۽ حساب معاف ڪري ڇڏيو. (٤)

مسلمان متوجه ٿين.

مذڪوره حوالن کي پڙهڻ سان مسلمان متوجه ٿين ته جڏهن حضرت سليمان کي ايترو اختيار مليو ۽ اهو مختار هو ته حضرت سليمان ۽ ٻين سڀني مرسلن جي سردار سيد المرسلين صلي الله عليه وسلم کي الله تعاليٰ جيڪي سرمدي نعمتون ۽ طرح طرح جا خزانا عطا ڪيا آهن الله تعاليٰ جي اذن سان پاڻ ان ۾ مختار ناهن؟ ڪين بي اختيار چوڻ، مختار نه مڃڻ سندن شان کي گهٽائڻ ۽ خدا داد اختيارات جي انڪار جي سوچ ۾ قرآن پاڪ جي ڪيترين ئي آيتن جو انڪار آهي. الله جل شانہ کان دعا آهي ته اهڙي اندر جي انڌي هجڻ کان بچائي. آمين.

(١) روح المعاني ص ١٩٠ جز ٢٣ جلد ٨ (٢) روح البيان ص ٣٩ جلد ٨ (٣) حاشيه عثمانيه ص ١٠٠ ص ٧

(٤) ترجمه و حاشيه شاهه عبدالقادر ص ٧٥٥

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي

۽ یاد ڪر اسان جي ٻانهي ايوب کي جڏهن سڏيائين پنهنجي رب کي ته بيشڪ مان

مَسْنَى الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٌ (٤١) اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا

په ڇايو مون کي شيطان ڏک ۽ عذاب هن پير پنهنجو هي

مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (٤٢) وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ

وهنجڻ جو هنڌ آهي تڏو ۽ پيئڻ جو ۽ ڏنوسون ان کي ان جو اهل ۽ مثال انهن جو

مَعَهُم رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَى لَأُولَى الْأَلْبَابِ (٤٣)

انهن سان گڏ رحمت ٿي اسان وٽان ۽ نصيحت آهي عقل وارن جي لاءِ

وَخُذْ بِيَدِكَ ضُغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُطْ إِنَّا

۽ وٺ پنهنجي هٿ ۾ ٻهارو پوءِ هن اهو ۽ نه قسم ڀڄ بيشڪ اسان

وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (٤٤)

لڌوان کي صبر ڪندڙ ڀلو ٻانهو هو بيشڪ اهو رجوع ڪندڙ آهي.

تفسير.

جيئن مذڪوره آيتن ۾ الله جل شانہ جي پيارن نبين عليهم السلام جو ذڪر هليو اچي پيو تيئن هتي به هڪ نبي سڳوري حضرت ايوب عليه السلام جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسْنَى الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٌ“ ۽ اسان جي ٻانهي ايوب کي یاد ڪر جڏهن پنهنجي رب کي سڏي عرض ڪيائين ته مون کي شيطان ڏک ۽ عذاب پهچايو آهي. يعني پنهنجي امت کي

حضرت ايوب جو بيان ٻڌاءِ جڏهن الله جل جلاله جي درٻار ۾ دعا گهرندي. الله جل شانہ کي سڏيندي عرض ڪيو هيائين ته مون کي شيطان ڏک ۽ عذاب ڏنو آهي.

حضرت ايوب عليه السلام جي واقعي جي متعلق مفسرن جو بيان.

حضرت ايوب حضرت ابراهيم جو پڙ پوتو هو سندس نسب جو سلسلو هن طرح آهي ايوب بن عيصو بن اسحاق بن ابراهيم علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام (۱) حضرت ايوب عليه السلام جي ذات بابرڪات کي جيڪا تڪليف پهتي هئي ان جي وضاحت ڪندي مفسر قرآن علامه اسماعيل حقي لکيو آهي ته حضرت ايوب کي مختلف قسمن جا مال هئا ان هوندي به الله جل مجده جي عبادت تي هميشگي ڪندو هو مسڪين، يتيمن ۽ حاجتمندن تي احسان فرمائيندو هو اهو ڏسي شيطان کي ان سان حسد ٿيو ۽ چوڻ لڳو ته اهو دنيا ۽ آخرت ٻئي ڪٿي ويندو ۽ الله جل جلاله جي درٻار ۾ عرض ڪيائين ته: يا الله! تو پنهنجي ٻانهي ايوب تي نعمت ڪئي آهي تڏهن تنهنجو شڪر ڪري ٿو ۽ ان کي عافيت ڏئي اٿي تڏهن تنهنجو حمد ڪري ٿو جيڪڏهن ان کان مال ۽ عافيت ڪسين ته ان جو حال اهو نه رهندو. الله جل مجده فرمايو ته ”مون کي ان جي خبر آهي اهو هر حال ۾ منهنجي عبادت ڪندو“ شيطان الله جل جلاله جي بارگاهه ۾ وري عرض ڪيو ته ڀلا مون کي ان جي سر، اولاد ۽ مال ملڪيت تي مسلط ٿيڻ جي اجازت ڏي (پوءِ ڏس ته تنهنجي عبادت ڪري ٿو؟) الله جل شانہ ان کي اها اجازت ڏني ۽ ان حضرت ايوب عليه السلام جي زمين تي بيٺل پوکون ساڙيون. سندس اولاد تي جايون ڪيرائي انهن کي شهيد ڪري ڇڏيو. پر پاڻ الله جل جلاله جي حمد ۽ عبادت ۾ واڌارو آندائين پوئتي نه ٿيو. وري شيطان حضرت ايوب عليه السلام جي جسم تي اهڙي (زهريلي) قوڪ ڏني جو سندس جسم ۾ ايترا زخم ٿي پيا جو انهن مان رت وهڻ لڳو ۽ ڪيڙا پئجي ويا جيڪي ست سال سندس جسم پاڪ کي کائيندا رهيا پر پاڻ پنهنجي صبر، رضا ۽ تسليم جي مقام تي مضبوطيءَ سان قائم رهيا ۽ اهو سڀ ڪجهه ڪنهن گناهه جي ڪري نه پر امتحان طور هو. تانت ان جي الله جل شانہ سان

محبت ظاهر ٿئي ۽ ان جي بارگاه ۾ سندس مقام جي ماڻهن کي به خبر پوي. هي حڪيم ترمذي نوادر الاصول ۾ ذڪر آندو آهي هن تي ئي جيد علماء جو اعتماد آهي ان کان سواءِ ٻي ڪابه ڳالهه مقبول ناهي. (١) ۽ ٻين ڪيترن مفسرن جو قول آهي ته حضرت ايوب عليه السلام جي ذات عالي صفات کي بيماري ته لڳي هئي جنهن جو پاڻ دعا ۾ ذڪر فرمايائين پر ان بيماريءَ جو قسم ڪهڙو هو ان جي وضاحت قرآن ڪريم ۽ نبوي احاديث ۾ واضح آيل ناهي ان جي ڪري کيس اهڙي بيماريءَ ۾ مبتلا چوڻ جنهن جي ڪري ماڻهو متنفر ٿين ۽ کيس ڪٿي ٻاهر اڇلائي اچن. انبياءِ عظام عليهم السلام جي شان جي مناسب ناهي ان جي ڪري اهڙيون ڳالهيون روايت يا درايت طور قابل قبول ناهن. (٢) علامه مراغي لکيو آهي ته نفرت ڏيندڙ مرضن کان نينن عليهم الصلوة والسلام جو پاڪ هجڻ نبوت جي شرطن مان هڪ شرط آهي (٣)

شبير احمد عثمانِي لکيو آهي ته قصا بيان ڪندڙن حضرت ايوب عليه السلام جي متعلق جيڪي افسانا بيان ڪيا آهن انهن ۾ واڌارو ڳهڻو آهي اهڙو مرض جيڪو ماڻهن ۾ نفرت ڪرڻ ۽ مريض کي گندو سمجهڻ جو باعث بڻجي انبياءِ عليهم السلام جي مرتبي جي مخالف ۽ منافي آهي. لهنذا صرف ايتري قدر تسليم ڪجي جيتري قدر نبوت جي منصب جي منافي نه هجي. (٤) ”اَرُكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ“ پنهنجو پير (مبارڪ) هن هي وهجڻ جو پاڻي، ٽڌو آهي ۽ پيئڻ جو آهي. ”اَرُكُضْ“ رکض کان ورتل آهي معنيٰ زور سان زمين تي پير هڻڻ. علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته ”جڏهن حضرت ايوب عليه السلام وٽ سندس مومن گهرواريءَ کان سواءِ ڪير به نه رهيو ۽ رب العزة جل شانہ کان مذڪوره دعا گهريائين تڏهن الله جل شانہ کيس حڪم فرمايو ته پنهنجو پير (مبارڪ) زور سان زمين تي هن. پاڻ امر ادا ڪيائين ته الله جل مجده جي قدرت سان پاڻي جو چشمو جاري ٿي ويو ۽ رب ڪريم کيس حڪم فرمايو ته ”ان مان غسل ڪر“ غسل ڪرڻ سان سندس ظاهر جسم جي سڀ تڪليف دور ٿي وئي الله تعاليٰ وري کيس حڪم

(١) روح البيان ص ٤٠ جلد ٨ (١) معارف القرآن ص ٥٢٢ جلد ٧ (٢) المراغي ص ١٢٤ جز ٢٣ جلد ٨

(٣) حاشيه عثمانيه ص ٦٠٧

فرمايو ته بيء جاء تي پنهنجو پير (مبارڪ) زور سان هڻ "وري پير هنيائين ته ٻيو
تڏي پاڻيءَ وارو چشمو ظاهر ٿيو ان مان پاڻي پيئائين ته جسم ۾ اندر جيڪا کيس
تڪليف هئي اها به دور ٿي وئي ۽ ظاهري باطني طرح سندس صحت ڪامله بڻجي
وئي. (١) "وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ" ۽ اسان ان
کي سندس اهل ۽ ان جيترا ٻيا انهن سان گڏ عطا فرمايا پاڻ وٽان رحمت ڪندي ۽
عقل وارن جي لاءِ نصيحت بنائي. مطلب ته جڏهن پاڻ غسل ڪري، تڏو پاڻي پيئڻ
کان پوءِ ڪامل صحت مند بڻيا ته اسان کيس سندس اهل يعني ڀت جي هيٺان اچي
رحلت ڪندڙ تيرهن (١٣) ڀت جيئرا ڪري ڏنا. حضرت حسن (بصري) جو قول
آهي ته انهن جي مٿان شيطان گهر جي ڀت ڪيرائي هئي اهي وفات ڪري ويا هئا پر
الله جل جلاله انهن کي جيئرو ڪيو ۽ ايترا وري کيس وڌائي ٻيا ٻچا به عطا فرمايا
هيائين ۽ ان طرح سندس اولاد اڳين کان ٻيڻو ٿي ويو هو اهو سڀ ڪجهه الله جل
مجده جي رحمت سان ٿيو ۽ اها عقلمند ٻانهن جي لاءِ نصيحت هئي تاتنه اهي به
صبر ڪن ۽ بارگاه ايزدي ۾ قلب جي حضور سان دعائون گهري مرادون حاصل
ڪن. (٢) "وَحُذِّ بَيْدِكَ ضِعْفًا فَاصْرَبْ بِهِ وَلَا تَخَنْطُ" ۽ پنهنجي هٿ ۾ بهارو وٺ
پوءِ ان سان هڻ ۽ قسم نه ڀڃ. امتحان جي ان ڊگهي مدت ۾ جڏهن سڀني ماڻهن
حضرت ايوب عليه السلام کان منهن موڙي ڇڏيو هو ته سندس وفادار گهرواري
سندس خدمت ۾ سرگرم رهي مگر ان دوران ان بيبي صاحبه جي زبان مان ڪا
اهڙي ڳالهه نڪتي جيڪا حضرت ايوب عليه السلام کي تمام ڳري لڳي ۽ پاڻ زبان
مبارڪ سان فرمايائين ته "مان توکي هڪ سو ۽ ڇههڪ (لکن) هٽندس" جڏهن
صحت ياب ٿيو ته ان زبان کي پوري ڪرڻ جي لاءِ الله تعاليٰ کيس اهڙي ترتيب
ٻڌائي جنهن سان اهو قسم سان ڪيل وعدو به پورو ٿئي ۽ ان خدمت ڪندڙ صالح
گهرواريءَ کي ايذاء به نه اچي. رب ڪريم فرمايو ته "گاهه جون هڪ سو ۽ تيليون
گڏ ڪري هڪ بهارو بنائي اهو بي بي صاحبه کي هڻ" ته ٻئي مطلب پورا ٿي ويندا
پوءِ پاڻ ائين ڪيائين (٣)

"إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا" بلاشڪ اسان ان کي صبر ڪندڙ لڌو. مطلب ته اسان ان

کي جسم ۾ وڏي بيماري ڏني، ان جو مال، اهل ۽ اولاد ختم ڪيو پر ان امتحان تي اسان ان کي صبر ڪندڙ لڌو ڪابه بي صبريءَ جهڙي ڳالهه نه ڪيائين. ”نَعَمْ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ“ ڀلو ٻانهو هو بلاشڪ اهو رجوع ڪندڙ هو. مقصد ته حضرت ايوب عليه السلام الله جل جلاله جو سٺو ٻانهو ۽ ان ڏانهن قلب جي خلوص سان رجوع ڪندڙ، توبه ۽ استغفار کي معمول بنائيندڙ هو. (۱)

فائدا

مذڪوره آيتن جي تفسير مان هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا. ۱- ”وَأَذْكُرْ عَبْدًا آيُوبَ“ (۽ اسان جي ٻانهي ايوب کي ياد ڪر). ان مان معلوم ٿيو ته الله جل جلاله جي پيارن نبين عليهم الصلوة والسلام جو ذڪر ڪرڻ انهن جا واقعا بيان ڪري ٻڌائڻ الله جل شانہ کي پسند ۽ پيارو عمل آهي. ان جي ڪري حضور ڪريم صلي الله عليه وسل جن جي تشريف آوريءَ جو ذڪر ڪرڻ به سهڻو عمل آهي. جنهن کي ميلاد شريف جون محفلون منعقد ڪري بيان ڪيو ويندو آهي. ۲- حضرت ايوب عليه السلام جي والده حضرت لوط عليه السلام جي اولاد مان ۽ سندس گهرواري حضرت يوسف عليه السلام جي اولاد مان هئي جنهن جو نالو (بيبي) رحمت هو. هن بيبي صاحبہ جي والد جو نالو افراتيم هو جيڪو حضرت يوسف کي سيدة زليخا مان ڄاڻو هو. حضرت ايوب جي عمر ٽيانوي (۹۳) سال هئي ان تي ايمان صرف ٽن ماڻهن آندو هو. ۳- ”مَسَّنَى الشَّيْطَانُ بِنَصْبٍ وَ عَذَابٌ“ (مون کي شيطان بيماري ۽ عذاب ڏنو آهي) مان واضح ٿيو ته شيطان کي تڪليف ڏيڻ جي طاقت آهي جيئن بعضي کاڌي جي شين ۾ بيمار ڪرڻ جو اثر هوندو آهي. ۽ جڏهن شر واري ۾ اها قوت آهي ته خير وارن الله جل شانہ جي نبين عليهم الصلوة والسلام ۽ ولين پيارن ۾ به الله جل جلاله جي اذن ۽ مشيت سان فائدي ۽ شفا ڏيڻ جي طاقت آهي (۲).

فائدا:

حيلي ڪرڻ جي شرعي حيثيت.

ذهن نشين ڪرڻ گهرجي ته هن آيت مان هي مسئلا معلوم ٿين ٿا. ۱- ته جيڪڏهن ڪو شخص ڪنهن کي هڪ سو لکن هٿن جو قسم کڻي ۽ پوءِ اهي

سڀ گڏي ان کي بهاري جي صورت ۾ ملائي هڻي ته ان سان ان جو قسم پورو ٿي ويندو.

٢- ته ڪنهن نامناسب يا مڪروه ڳالهه کان بچڻ جي لاءِ ڪو شرعي حيلو اختيار ڪيو وڃي ته اهو جائز آهي پر اهو تڏهن جڏهن ان حيلي کي شرعي مقصدن جي باطل ڪرڻ لاءِ استعمال نه ڪيو وڃي پر جيڪڏهن ان سان ڪنهن حقدار جو حق باطل ٿو ٿئي يا ڪنهن صريح حرام ڪم کي پنهنجي لاءِ حلال بنايو وڃي ته پوءِ اهو قطعاً جائز نه آهي.

٣- ته جيڪڏهن ڪو ماڻهو غلط ڪم جي لاءِ قسم کڻي ٿو ته به قسم پئجي ويندو ان کان بچڻ جي لاءِ ڪفارت ڏيندو جيڪڏهن ائين نه هجي ها ته حضرت ايوب حيلو نه ڪري ها. (١)

وَأَذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

۽ ياد ڪر اسان جي ٻانهن ابراهيم ۽ اسحاق ۽ يعقوب

أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ (٤٥) إِنَّا أَخْلَصْنَهُمْ بِخَالِصَةٍ

هٿن ۽ اکين وارن کي بلاشڪ اسان خاص ڪيو انهن کي هڪ خاص شيءِ

ذَكَرَى الدَّارِ (٤٦) وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنِ الْأَخْيَارِ (٤٧)

آخرت جي يادگيريءَ سان ۽ بلاشڪ اهي اسان وٽ البته برگزيدين ڀلن مان آهن

وَأَذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ (٤٨)

۽ ياد ڪر اسماعيل ۽ يسع ۽ ذالكفل کي ۽ سڀئي ڀلن مان آهن

هَذَا ذِكْرُهُ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَّآبٍ (٤٩) جَنَّاتٍ

هيءَ نصيحت آهي ۽ بلاشڪ پرهيزگارن جي لاءِ البته ڀلي جاءِ آهي بهشت هميشه

عَدَنٍ مُّفْتَحَةً لَّهُمْ الْأَبْوَابُ (٥٠) مُتَّكِئِينَ فِيهَا

رهن وارا کليل هوندا انهن جي لاءِ دروازا ٿي ڪون ڏئي وهندڙ انهن ۾

يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ (٥١) وَعِنْدَهُمْ

طلب ڪندا انهن ۾ ميوو گهڻا ۽ پيئڻ جون شيون ۽ انهن وٽ

قُصِرَاتُ الطَّرَفِ أَتْرَابُ (٥٢) هَذَا مَا تُوْعَدُونَ

هيٺ جهڪائيندڙ اکين واريون هڪ عمر جيڏيون هونديون هي اهو آهي جيڪو وعدو ڏنا

لَيَوْمِ الْحِسَابِ (٥٣) إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَالَهُ

ويا هيئو حساب جي ڏينهن جي لاءِ بلاشڪ هي البتہ اسان جو رزق آهي ناهي ان ۾

مِنْ تَفَادِيلٍ (٥٤)

ڪا ڪوت.

تفسير.

جيئن اڳين آيتن ۾ انبياء عظام عليهم السلام جي ذڪر جو حڪم هو تيئن هتي به ڪجهه نئين سڳورن جي ذڪر ڪرڻ جو حڪم ٿي رهيو آهي. فرمان ايزدي آهي ”وَأَذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ“ ۽ اسان جن ٻانهن ابراهيم ۽ اسحاق ۽ يعقوب هٿن ۽ اکين وارن کي ياد ڪر. ”أَيْدِي“ جي لفظي معنيٰ هٿ ۽ ”أَبْصَارِ“ جي معنيٰ اکيون. پر هتي انهن مان مراد عبادت ۾ قوت وارا ۽ اسرار ۽ حڪمتون سڃاڻي دين ۾ بصيرت حاصل ڪندڙ آهن. (١) يعني انهن پيارن نبين عليهم السلام جو ذڪر ڪرڻ فرمايو جيڪي جسماني قوت سان گڏوگڏ يقين

جي قوت، صالح اعمال ادا ڪرڻ جي قوت ۽ روحاني قوت وارا هئا انهن کان سواءِ انهن کي دين جي بصيرت ۽ الاهي معرفت به عطا ڪيل هئي. ”إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارَةِ“ بلاشڪ اسان انهن کي هڪ خاص شيءِ آخرت جي يادگيريءَ سان خالص بنايو. يعني اسان انهن کي هن خصوصي نعمت سان نوازيو هو جو اهي هر وقت آخرت کي ياد ڪندا هئا ۽ ان جي بهتر بنائڻ جي لاءِ سوچيندا هئا ۽ انبياءِ عظام عليهم السلام جي امتيازي ڳالهه آهي جو انهن جي برابر الله جل شانہ ۽ آخرت کي ياد ڪرڻ وارو ڪير به ناهي ان خصوصي وجه جي ڪري به الله وٽ انهن جو مرتبو سڀني کان ممتاز آهي. ”وَأَنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ“ ۽ بلاشڪ اهي اسان وٽ برگزيدين، ڀلن مان آهن. يعني اهي اسان وٽ برگزيده، ڀلا، اسان جي بارگاهه جي مقبول ٻانهن مان نهايت افضل ۽ اعلى مقام تي فائز آهن. ”وَأَذْكُرُ اسْمُعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَالْكَفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ“ ۽ اسماعيل ۽ يسع ۽ ذالكفل کي ياد ڪر. سڀئي ڀلن مان آهن. مطلب ته اي حبيب ڪريم! (عليه الصلوة والسلام) اوهان اسماعيل، يسع ۽ ذالكفل کي ياد ڪيو، اهي ڀلا ٻانهن هئا ۽ انهن جي صبر ۽ ڪافرن جي طرفان مليل ايذاء کي برداشت ڪرڻ وانگر اوهان به صبر ڪيو ۽ ايذاء برداشت ڪيو انهن ڀلارن جو ذڪر اڳي اچي چڪو آهي. ”هَذَا ذِكْرٌ“ هي ذڪر آهي يعني اي حبيب ڪريم صلى الله عليه وسلم هي جيڪو اسان اوهان کي رسولن سڳورن عليهم الصلوة والسلام جو بيان ٻڌايو انهن جي لاءِ دنيا ۾ ذڪر جميل ۽ اهڙو شرف آهي جنهن سان هميشه ياد ڪيا ويندا. (١) ”وَأَنَّ لِلْمُتَّقِينَ لِحُسْنِ مَّآبٍ“ ۽ بلاشڪ پرهيزگارن جي لاءِ ڀلي جاءِ آهي. مطلب ته هر انهيءَ متقي انسان جي لاءِ جيڪو الله جل شانہ کان ڊڄندڙ، ان جي پيارن پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام جي اطاعت ۽ اتباع ڪندڙ آهي ان جي لاءِ آخرت ۾ ڀلي جاءِ آهي ”جَنَّاتٍ عَدْنٍ مَّفْتَحَتٍ لَّهُمُ الْأَبْوَابُ“ هميشه رهڻ وارا بهشت جن جا دروازا انهن جي لاءِ کليل هوندا. يعني جڏهن جنت جا حقدار جنت ڏانهن ويندا ته انهن کي دروازن کولڻ جو انتظار ڪرڻو نه پوندو انهن جي لاءِ جنت جا دروازا اڳ ئي کليا پيا هوندا ”مُتَّكِئِينَ فِيهَا“

بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ" انهن ۾ ٽيڪون لڳائي ويٺا هوندا انهن ۾ گهڻا ميوا ۽ پيئڻ جون شيون گهرائيندا. مطلب ته بهشت ۾ تختن تي ٽيڪون ڏئي ويهندا مختلف قسمن جا گهڻا ميوا ۽ نموني نموني جا مشروب پيئڻ لاءِ گهرائيندا. "وَعِنْدَهُمْ قَصْرَاتُ الطَّرَفِ اَنْرَابٌ" ۽ انهن وٽ اڪيون هيٺ جهڪائيندڙ هڪ عمر واريون هونديون. يعني جنت وارن جي لاءِ مادي عيش ۽ راحت جا سمورا سامان موجود هوندا انهن کي اهڙيون حياتدار جنت جون حورون ملنديون جن جون اڪيون هيٺ جهڪيل هونديون پنهنجن مليلن مڙسن کان سواءِ ٻئي ڪنهن ڏانهن اک به نه کڻنديون ۽ هر بهشتي مرد کي ملڻ واريون حورون عمر ۾ به ان جي برابر هونديون، شوق ۽ پسند ۾ هم خيال هونديون "هَذَا مَا تَوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ" هي اهو آهي جيڪو حساب جي ڏينهن لاءِ وعدو ڏنا ويا هيئو. الغرض ته اي بهشتن ۾ رهڻ وارو ۽ هي اهي نعمتون آهن جن جي عطا ڪرڻ جو اوهان سان دنيا ۾ وعدو ڪيو ويو ته حساب جي ڏينهن اوهان کي ملنديون. اهو وعدو پورو ٿيو آهي "إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ تَفَادٍ يَبْلَاشُكُ" هي اسان جو رزق آهي جنهن ۾ ڪا ڪوت ناهي. يعني هي جنت وارن جي لاءِ اسان جي طرفان عطا ڪيل اهڙو رزق آهي جيڪو ڪاٺ پيئڻ سان نه ڪٽندو آهي مزا انهن جي لاءِ دائمي هوندا.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به حاصل ٿين ٿا.

- ۱- "وَأَذْكُرْ عِبَادَنَا" (۽ اسان جن ٻانهن کي ياد ڪر). هي تشریف ۽ تڪريم جي اضافت آهي جيڪا خالص عبدیت تي دلالت ڪري رهي آهي. ۲- "أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ" (هٿن ۽ اکين وارا). ان مان واضح ٿيو ته انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام پنهنجن سمورين قوتن علمي، نظري، عملي، جسماني لحاظ سان ٻئي مخلوق کان نرالا آهن، مذڪوره الفاظ پنهنجي مطلق مفهوم ۾ آهن ۽ هر قسم جي قدرت ۽ هر قسم جي بينائي کي شامل آهن ۽ بعض مفسرن هي معنیٰ به ورتي آهي ته اهي نفس، شيطان ۽ شيطاني قوتن جي مقابلي ۾ قوت وارا آهن ۽ نفس، فعل، قلب ۽

روح جي معاملات ۾ بصيرت جا صاحب آهن ۽ بعض مفسرن ان مان ظاهري ۽ باطني اعمال جي جامعيت مراد ورتي آهي. ٣- "إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ" (اسان انهن کي خالص خاص بنايو آهي) مان فقيهن ۽ متکلمين هي مسئلا استنباط ڪيا آهن. ١- نبوت جا فضائل وهي آهن کسبي ناهن. ٢- اهي معصوم آهن انهن کان هلڪي معصيت به سرزد نه ٿيندي چوٽه انهن کي خالص خاص بنائڻ ۾ نقص آهي. ٣- انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام مخصوص هدايت ۽ رهنمائيءَ جي لاءِ امر ڪيل هوندا آهن انهن کان ٻين فنن جو استفادو محض هڪ ضمني امر هوندو آهي. ٤- "وَعِنْدَهُمْ قَصِرَاتُ الطَّرَفِ أَتْرَابٌ" (۽ انهن وٽ هم عمر ڪنڌ هيٺ جهڪائيندڙ هونديون) مان واضح ٿيو ته نڪاح وارين عورتن سان محبت ۽ رغبت نه الله جل شانہ جي حب جي منافي آهي ۽ نه ڪنهن ٻئي ڪمال جي خلاف آهي جيئن ناقص، صوفين يا ڪن باطل جي پوچارين سمجهيو آهي. ٥- "لِرِزْقِنَا" (البتہ اسان جو رزق آهي) ۾ رزق جي نسبت الله تعالیٰ پاڻ ڏي ان جي تڪريم ۽ فضائل جي اظهار جي لاءِ ڪئي آهي يعني اهو خاص اسان جي طرفان عطيه آهي جنهن کي ڪنهن به طرح فنا ۽ زوال ناهي جيترو گهرو ڪاڻو، پيئڻو جيترو گهرو خرچ ڪيو، انهن نعمتن جا ذخيرا اڻ ڪٽ آهن جنت جون نعمتون جيئن مقدار ۾ بي نهايت ۽ تعداد ۾ بيشمار بي عدد هونديون ٿيئن هر نعمت ابدي، دائمي ۽ غير منقطع به هوندي. (١) ٦- "قَصِرَاتُ الطَّرَفِ أَتْرَابٌ" (هم عمر ڪنڌ هيٺ جهڪائيندڙ هونديون). مان اهو به واضح ٿيو ته پردو ۽ حياءُ جنت ۾ به هوندو ۽ متقيءَ کان به پردو ڪرڻ لازم آهي چوٽه جنت ۾ سڀ متقي هوندا ۽ اهو به معلوم ٿيو ته عورت به اجنبی مرد کي نه ڏسي ۽ اهي جنت ۾ ملندڙ حورون ته هونديون پر دنيا واريون زالون به حورن وانگر حسين هونديون ۽ سڀني جي عمر هميشه ٽيهه (٣٠) سال هوندي. ٧- "مَالَهُ مِنْ نِّقَادٍ" (اهو ڪٿڻ واو نه هوندو) مان واضح ٿيو ته جنت جا ميوا موسم جا پابند نه هوندا هر موسم ۾ ڪثرت سان موجود رهندا اتي جي باغن ۾ خزان جو واءُ نه ايندو نه انهن وڻن جا پن ڇڻندا. (٢)

هَذَا وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ^{٥٥} جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا

هي ۽ بيشڪ حد کان لنگهندڙن جي لاءِ البتہ بچڙي جاءِ آهي جهنم داخل ٿيندا ان ۾

فَبِئْسَ الْمِهَادُ^(٥٦) هَذَا فليَذُوقُوْهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ^(٥٧)

پوءِ بچڙو وڃاڻو آهي هي پوءِ ڀلي چڪن ان کي پونءِ ۽ ٽڪندڙ پاڻي

وَأَخْرَجُوا مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ^(٥٨) هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ

۽ ٻيا ان جي شڪل وارا جوڙا هيءَ هڪ فوج آهي گهڙندڙ آهي اوهان سان گڏ

لَأَمَرٌ حَبَابُهُمْ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ^(٥٩) قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ قَتَلْتُمْ

ناهي مرحبا انهن سان بيشڪ اهي گهڙندڙ آهن باهم ۾ چوندا ته بلڪه اوهان

لَأَمْرُ حَبَابِكُمْ أَنْتُمْ قَدْ مَتَمُّوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ^(٦٠)

ناهي مرحبا اوهان سان اوهان ئي اڳي ڪيو ان کي اسان جي لاءِ پوءِ بچڙي قرار جي جاءِ آهي

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ^(٦١)

چوندا ته اي اسان جا رب! جنهن اڳي ڪيو اسان جي لاءِ هي پوءِ وڌاءُ ان کي عذاب ٻيڻو باهم ۾

وَقَالُوا مَا لَنَا لَنَرِي رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ^(٦٢)

۽ چوندا ته ڇا ٿيو آهي اسان کي جو نٿا ڏسون مڙسن کي جو ڳڻيوسين ٿي انهن کي بچڙن مان

أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ^(٦٣)

ڇا ورتو سون انهن کي نٿول ڪري يا ٽٽڙ ڪيون انهن کان اڪيون

إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقُّ تَخَاصُّمٍ أَهْلِ النَّارِ (٦٤)

بلاشڪ اهو البتہ حق آهي جهيڙو جهنم وارن جو.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ متقين جو ثواب بيان ٿيو ۽ هتان کان سرڪشن جي عذاب کي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”هَٰذَا هِيَ“ يعني جيڪو مومن جي لاءِ بدلو بيان ٿيو اهو سندن صالحن عملن جي ڪري آهي ”وَأَنَّ لِلطَّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَا يَدَّعَوْنَ“ ۽ بلاشڪ سرڪشن جي لاءِ موٽڻ جي بري جاءِ آهي. يعني جيڪي ڪافر، الله جي فرمانبرداريءَ کان نڪرندڙ، ان جي پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام کي ڪوڙو چونڊڙ آهن انهن لاءِ سندن مرڻ کان پوءِ بري جاءِ آهي ”جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ“ جهنم جنهن ۾ داخل ٿيندا پوءِ برو وڃاڻو آهي. يعني اهي جهنم ۾ داخل ٿيندا ان جي سخت گرم باهه ۾ سڙندا اهو انهن جي لاءِ برو وڃاڻو هوندو (١) ”هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ“ هيءُ ”پوءِ ڀلي چڪن ان کي ٽچڪندڙ پاڻي ۽ پونءِ آهي ”حَمِيمٌ“ گهڻو گرم پاڻي، جيڪو استعمال ڪرڻ سان بدن کي ساڙي ”غَسَّاقٌ“ پونءِ اهو گندو پاڻي جيڪو گوشت ۽ زاني شخصن جي اگهڙن مان جهنم ۾ وهي نڪري. (٢) مطلب ته سرڪشن جي لاءِ هي عذاب هوندو کين چيو ويندو ته اهو چڪو. ان پونءِ ۾ جهنم جي نانگن ۽ وڇن جو زهر به مليل هوندو. (٣) ”وَأَخْرَجُوا مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجًا“ ان جا هر شڪل ٻيا جوڙا. يعني صرف هڪ اهو عذاب نه هوندو پر اهڙا ٻيا ڪيترا ٻيا ٻٽا عذاب هوندا جيئن ٿوهر وغيره ”هَٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ“ هيءُ ٻي فوج اوهان سان گڏ گهڙندڙ آهي انهن جي لاءِ مرحبا ناهي بلاشڪ اهي (جهنم جي) باهه ۾ پهچندڙ آهن. يعني پهريان سرڪشن جي سردارن کي دوزخ ۾ اڇلايو ويندو ان کان پوءِ انهن جا پوئلڳ قطارن جون قطارون جهنم ۾ سٽيا ويندا ۽ جڏهن انهن جي هڪ فوج اڇلائي ويندي ته دوزخ جا داروگا انهن

(١) المراغي ص ١٣٣ جز ٢٣ جلد ٨ (٢) ايسرالتفسير ص ٢١ جلد ٤ (٣) حاشيه عثمانيه ص ٦٠٨

٦٥٥
(٦٤)

سردارن کي چوندا اجهو اوهان جي پوليگن جا ٻيا ٽولا به پهجي ويا. ۽ اهو ٻڌي اهي سردار چوندا ته انهن سان مرحبا نه ڪنداسون اهي به جهنم جي باهه ۾ پهچندڙ آهن. ”قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَأَمْرٌ حَبِيبٌ“ چوندا بلڪه اوهان کي مرحبا ناهي. يعني بعد ۾ دوزخ ۾ داخل ٿيڻ وارا اهائي بد دعا پنهنجن سردارن کي موٽائي چوندا ته اوهان جي لاءِ مرحبا ناهي. الغرض ته هڪ ٻئي سان اها گفتگو ڪندا ويندا. (١) ”أَنْتُمْ قَدْ مَثُمُوهُ لَنَا فَبَسَّ الْقَرَارُ“ اوهان ان کي اسان جي لاءِ اڳي ڪري موڪليو پوءِ بري جاءِ قرار جي آهي. يعني پوئلڳ پنهنجن سردارن ۽ اڳواڻن کي چوندا ته اهو سڀ ڪجهه اسان جي لاءِ اوهان اڳي ڪري موڪليو آهي چوڻه اسان کي اوهان ئي گمراهه ڪيو ۽ حق جي واٽ کان روڪيو هو ۽ ان رستي ڏانهن سڏيو جنهن جي ذريعي اسين جهنم ۾ پهتا آهيون ”قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ“ چوندا ته اي اسان جا پالڻهار! جنهن اسان جي لاءِ هي (عذاب) اڳي ڪري موڪليو ان کي باهه جو ٻيڻو عذاب وڌاءِ. يعني پاڻ ۾ هڪ ٻئي کي گهٽ وڌ چوڻ کان پوءِ الله جل شانہ کي عرض ڪندا ته اي پروردگار! جنهن پنهنجي بدبختيءَ جي ڪري اسان کي به هن عذاب ۾ مبتلا ڪيو ان کي دوزخ ۾ ٻيڻو عذاب ڏي. ”وَقَالُوا مَا لَنَا لَنَزَلُنَا رِجَالًا كُنَّا نَعْدُهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ“ ۽ چوندا ته اسان کي ڇا ٿيو آهي جو اهي مڙس نٿا ڏسون جن کي بچڙن مان ڳڻيندا هئاسون. يعني اتي ئي هيڏي هوڏي نهاري چوندا ته اهي مسلمان، مومن مرد ڪيڏانهن ويا؟ جن کي اسين برو سمجهندا هئاسون اڄ هتي ڏسڻ ۾ ڪونه ٿا اچن. ”رجالا“ مان مراد مومن آهن. ”أَتَخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ“ ڇا اسان انهن کي نٿول بنايو هو يا انهن کان اڪيون ٽڙڪي ويون آهن. يعني جڏهن انهن کي جهنم ۾ مسلمان مومن نظر نه ايندا تڏهن چوندا ته ڇا اسان انهن سان نٿوليون اڃايون ۽ غلط ڪيون هيون يا هتي ڪنهن جاءِ ۾ آهن ۽ اسان جي اکين کان ٽڙڪي ويا آهن اسان کي ڏسڻ ۾ نٿا اچن ”إِنَّ ذَلِكَ لَحَقُّ تَخَاصُّمِ أَهْلِ النَّارِ“ بلاشڪ اهو حق آهي، دوزخ وارن جو هڪ ٻئي سان جهيڙو ڪرڻ. مطلب ته ظاهر ۾ ته اهو قياس جي خلاف آهي جو ان افرا تفريءَ جي حالت ۾ هڪ ٻئي سان جهيڙو ڪن اتي عذاب جو خوفناڪ منظر ٻئي ڏانهن متوجہ ٿيڻ ڪيئن

ڏيندو؟ پر ياد رکيو ته اهو حق آهي ضرور ٿيندو. يقيني شيءِ آهي ان ۾ ڪنهن به شڪ ۽ شبهي جي گنجائش ناهي حقيقت ۾ اها انهن جي لاءِ عذاب جي تڪميل آهي.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا. ”لِلطَّاغِيْنَ لَشَرٌّ مَّا يَ“ (سرڪش جي لاءِ موٽڻ جي بري جاءِ آهي). مان معلوم ٿيو ته سرڪشي ڪرڻ، حدود شرعيءَ کان ٿيڻ وڃڻ سزا جو سبب آهي. ۽ اهو به معلوم ٿيو ته مؤمن مسلمان چو نه ڪڍي گنهگار هجي ان جي لاءِ دوزخ جاءِ نه هوندو عارضي منزل هوندو. دوزخ جاءِ صرف ڪافرن جي لاءِ هوندو. (١) ٢- ”قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَأَمْرٌ حَبَابِكُمْ“ (چوندا بلڪ اوهان جي لاءِ مرحبا ناهي). مان معلوم ٿيو ته جهنمين ۾ جهيڙو هلندو پاڻ ۾ محبت ۽ اتفاق جنت جي رحمت ۽ نعمت آهي. ٣- ”فَرِذَّةٌ عَذَابًا ضَعُفًا فِي النَّارِ“ (پوءِ ان کي باهه ۾ پيئڻو عذاب زياده ڪر). مان واضح ٿيو ته ڪافرن ۽ مشرڪن سردارن جا تابع اتي کين بد دعائون ڪندا ۽ افسوس جا هٿ مليندا ته اسان هنن جي تابعداري چو ڪئي؟

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَمَا مِّنْ إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ

فرمايو ته مان ته صرف ڊيڄاريندڙ آهيان ۽ ناهي ڪو معبود مگر الله هڪ

الْقَهَّارُ (٦٥) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

غالب آسمانن ۽ زمين جو رب ۽ ان جو جيڪو اونهن ٻنهي جي وچ ۾ آهي

الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ (٦٦) قُلْ هُوَ نَبَوُّ عَظِيمٌ (٦٧) أَنْتُمْ عَنْهُ

غالب، بخشش فرمائي ته اها وڏي خبر آهي اوهان ان کان

مُعْرَضُونَ (٦٨) مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلِكِ إِلَّا عَلَىٰ إِذْ

منهن مونڊندڙ آهيون نه هو مون کي ڪو علم مالا اعلى جو جڏهن

يَخْتَصِمُونَ (٦٩) إِنْ يُّوحَىٰ إِلَىٰ إِلَّا أَنْمَأَ أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ (٧٠)

سوال جواب ڪن پيا نٿو وحي ڪيو وڃي مون ڏانهن مگر هي ته مان ته صرف کليل ڊيڄاريندڙ آهيان.

تفسير.

جيئن سورة جي شروعات ۾ حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن جي توحيد ڏانهن دعوت ۽ سندن نبي هجڻ کي ثابت ڪيو ويو هو تيئن وچ ۾ اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام جو ذڪر آئي هتي وري به اهي ساڳيون ڳالهيون توحيد، نبوت ۽ قيامت بيان ڪيون ويون آهن. فرمان مبارڪ آهي ”قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ لِّمَنْ يَّشَاءُ“ ته مان ته صرف ڊيڄاريندڙ آهيان. يعني اي نبي! ڪريم صلى الله عليه وسلم اوهان مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن کي فرمايو ته: مان ته الله جل شانہ جي طرفان اوهان کي ڊيڄارڻ جي لاءِ موڪليل آهيان اوهان کي ان جي بي فرمانيءَ کان روڪيان ٿو تانته اوهان تي اهو عذاب نه اچي جيڪو اڳين نبين عليهم السلام جي امتن تي آيو هو. مان نه ساحر آهيان نه ڪذاب آهيان نه اوهان تي مقرر ڪيل داروغو آهيان. (١) ”وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ“ ۽ هڪ الله قهار کان سواءِ ڪوبه سچو معبود ناهي. يعني اي ڪافرو! اوهان جو سچو معبود، عبادت جو صحيح حقدار هڪ الله آهي جيڪو پنهنجي مخلوق تي غالب ۽ هر شيءِ تي قاهر آهي. ”رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ“ آسمانن ۽ زمين ۽ جيڪو ڪجهه انهن ٻنهي جي وچ ۾ آهي (ان جو) رب، غالب، بخششهار آهي. جڏهن اڳين آيت ۾ ”الْقَهَّارُ“ لفظ آيو جنهن مان خوف ۽ ڊپ پيدا ٿئي ٿو ته هتي الله جل شانہ جون اهي ئي صفتون بيان ٿيون جن مان رحمت ۽ اميد جي تسلي ملي رهي آهي ۽ اهي ئي نالا، رب، عزيز، ۽

غفار آهن ان جو رب هجڻ تربيت ۽ احسان جي خبر ڏيئي رهيو آهي ۽ ان جو عزيز (غالب) هجڻ هر شيءِ تي سندس قدرت ۽ عاجز نه هجڻ جو ٻڌائي رهيو آهي. ۽ ان جو غفار هجڻ ان جي دروازي ڏانهن اچڻ جي رغبت ڏياري اميدوار بنائي رهيو آهي. خدا نه خواسته جيڪڏهن ڪو ماڻهو ستر (٧٠) سال شرڪ ڪرڻ کان بعد به توبه ڪري ٿو ته الله جل شانہ ان کي بخشي ڇڏي ٿو ”قُلْ هُوَ تَوَّابٌ عَظِيمٌ“ (١) يعني اي حبيب ڪريم! عليه الصلوة والسلام اوهان انهن کي فرمايو ته اهو قرآن ڪريم جنهن کان اوهان منهن موڙيندڙ، غافل آهيو نهايت وڏي خبر ۽ عظيم الشان اهم امر آهي پر اوهان ان جو قدر نٿا ڪيو نه ڪو ان جي عظمت کي ڄاڻو ٿا. ”مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ اذْ يَخْتَصِمُونَ“ مون کي ملاءِ اعلىٰ جي ڄاڻ جڏهن اختلاف ڪن پيا نه هئي. مطلب ته الله جل شانہ جي طرفان مون ڏانهن نازل ڪيل وحي کان سواءِ مون کي حضرت آدم عليه السلام جي پيدا ڪرڻ جي باري ۾ ملائڪن جي اختلاف جي خبر ڪٿان آئي؟ هن مان مقصد حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جي نبوت تي حجت ثابت ڪرڻ آهي ته پاڻ برحق نبي آهن نه ته کين اهي خبرون ڪيئن پهچن ها. ۽ ملائڪن جي اختلاف ۽ جهيڙي ڪرڻ مان مراد انهن جو اهو قول آهي ته ”أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ“ ڇا زمين ۾ اهي ٿو پيدا فرمائين جيڪي ان ۾ فساد ڪندا ۽ رت وهائيندا. (١) ”إِنْ يُّوحَىٰ إِلَىٰ آلِهَآ أَنَا نَذِيرٌ“ مون ڏانهن ته صرف هي وحي ڪيو وڃي ٿو ته مان ڪليل ڊيڄاريندڙ آهيان. يعني مان الله جي طرفان مخلوق کي منع ڪيل ڪمن کان ڊيڄاريندڙ نبي آهيان منهنجي نبوت واضح دلائل سان ثابت آهي. (٢)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان وڌيڪ هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا.

ع ١- ”قُلْ إِنَّمَا أَنَا مَذْذَرٌ“ (فرماءِ ته مان ته صرف ڊيڄاريندڙ آهيان). مان واضح ٿيو ته الله جل شانہ جي حبيب ڪريم صلي الله عليه وسلم جن شرڪ جي هر قسم جي شائبي کان به امت کي پري رکيو. يعني مان ڪيتري به مرتبي جو مالڪ

آهيان پر نه الله آهيان نه ان جو اولاد. الله هر قسم جي شريڪ کان پاڪ آهي مان
 صرف ان جي ٻانهن کي بي فرمانيءَ کان روڪيندي انهن کي الله جي عذاب کان
 ڊيڄاريندڙ آهيان عبادت جو لائق مان ناهيان عبادت جو سچو حقدار صرف هڪ الله
 آهي. ۲- ”وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ“ (هڪ الله. قهار کان سواءِ ڪوبه
 معبود بالحق ناهي). ۾ ”مِنْ“ لفظ زائده نفي جي استغراق لاءِ آيل آهي. يعني ڪنهن
 به قسم جو ٻيو معبود ناهي ”الْوَحِدُ“ (هڪ) جيئن پنهنجي ذات، صفات ۾ هڪ
 آهي تيئن عددي حيثيت سان به هڪ آهي ”الْقَهَّارُ“ (غالب) اهو سڀني تي حاڪم ۽
 غالب آهي ان تي ڪوبه حاڪم ۽ متصرف ناهي.

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ مِّنْ بَشَرٍ

جڏهن فرمايو رب تنهنجي ملائڪن کي بيشڪ مان پيدا ڪندڙ آهيان انسان کي

مِّنْ طِينٍ (۷۱) فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي

مٽيءَ مان پوءِ جڏهن پورو پورو ٺاهيان ان کي ۽ ڦوڪيان ان ۾ پنهنجو روح

فَفَعَّلُوا لَهُ سَجِدِينَ (۷۲) فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ (۷۳)

پوءِ ڪري پئي ان کي سجدو ڪندڙ ٿي پوءِ سجدو ڪيو ملائڪن سڀني، مڙني

إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (۷۴) قَالَ يَا إِبْلِيسُ

مگر شيطان وڏائي ڪيائين ۽ ٿيو ڪافرن مان فرمايائين ته اي شيطان!

مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ

ڪنهن روڪيو توکي ته سجدو ڪرين ان کي جو پيدا ڪيو مون

بِيَدَيَّ ۖ اسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ (۷۵)

پنهنجن هٿن سان ڇا وڏائي ڪئي تو يا هٿين تون مان ۽ انهن مان

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ

چيائين ته مان پلو آهيان ان کان پيدا ڪيئي مون کي باهه مان ۽ پيدا ڪيئي ان کي

مِنْ طِينٍ (٧٦) قَالَ فَأَخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (٧٧)

مٽيءَ مان فرمايائين ته پوءِ نڪري وڃ ان مان پوءِ بلاشڪ تون تڙيل آهيان

وَأَنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (٧٨) قَالَ رَبِّ

۽ بلاشڪ توتي منهنجي لعنت آهي قيامت تائين چيائين ته اي منهنجا رب!

فَانْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُعْعَشُونَ (٧٩) قَالَ فَإِنَّكَ

پوءِ مهلت ڏي مون کي ان ڏينهن تائين جو اٿاريا ويندا فرمايائين ته پوءِ بيشڪ تون

مِنَ الْمُنْظَرِينَ (٨٠) إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (٨١) قَالَ

مهلت ڏنلن مان آهيان معلوم وقت جي ڏينهن تائين چيائين ته

فَبِعِزَّتِكَ لَاغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (٨٢) إِلَّا عِبَادَكَ

پوءِ تنهنجي عزت جو قسم آهي البتہ ضرور گمراهه ڪندس انهن سڀني کي مگر تنهنجا باندھ

مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ (٨٣) قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ (٨٤) لَا مَلَأَ

انهن مان، سچا فرمايائين ته پوءِ (هي) حق آهي ۽ (مان) حق ئي چوان ٿو ته البتہ ضرور پريندس مان

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ (٨٥)

جهنم کي توهان ۽ انهن سان جيڪي تنهنجا تابع ٿيا انهن مڙني مان.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ملاءِ اعلى (ملائڪن) جي اختلاف جو بيان هو ۽ هتي به انهن ئي ملائڪن جي اطاعت ۽ انقياد جو بيان ۽ انهن ۾ رهڻ واري شيطان جي سرڪشيءَ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَلَوْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقُ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ“ ۽ (ياد فرمائ) جڏهن تنهنجي رب ملائڪن کي فرمايو ته مان مٽيءَ مان بشر کي پيدا ڪندڙ آهيان. يعني الله جل شانہ ملائڪن کي ڄاڻايو ته مان مٽيءَ مان هڪ انسان (حضرت آدم عليه السلام) کي پيدا ڪيان ٿو. هي قصو هن کان اڳي سورة البقره، الاعراف، الحجر، الاسراءِ ۽ الکھف ۾ بيان ٿي چڪو آهي هتي تفصيل آڻڻ جي ضرورت ناهي ”فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ“ پوءِ جڏهن پورو ٺاهي تيار ڪيان ان کي ۽ ان ۾ پنهنجو روح ڦوڪيان ته پوءِ ان جي لاءِ سجدو ڪندو ٿي ڪري پئو. مطلب ته جڏهن مان ان جي خلقت ڪامل ٿيڻاڻ ان ۾ روح وجهان. جيڪو جسم لطيف آهي ۽ مادي جسم ۾ ان جي اچڻ جي ڪري اهو زنده ٿي ويندو آهي ته اوهان سڀ ان جي اڳيان سجدي ۾ ڪري پئجو. ”فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجْمَعُوْنَ“ پوءِ سمورن مڙني ملائڪن سجدو ڪيو. يعني ملائڪن ما ڪوبه سجدي کان پوئتي نه هٽيو. هتي ”كُلُّهُمْ“ ۽ ”اٰجْمَعُوْنَ“ به تاڪيد آهن ”اِلَّا اِبْلِيسَ“ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ“ مگر شيطان تڪبر ڪيو ۽ ڪافرن مان هو. يعني شيطان جيڪو نسل جي لحاظ سان جن ۽ ملائڪن ۾ رهندڙ هو ان تڪبر ڪندي سجدو نه ڪيو ۽ اهو الله جي علم ۾ ڪافرن مان هو. الله جل شانہ کي خبر هئي ته اهو سجدو نه ڪندو. (۱) ”قَالَ اِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیْدَيَّ“ فرمايائين ته: اي ابليس! توکي ان جي اڳيان سجدو ڪرڻ کان ڪنهن روڪيو جنهن کي مون پنهنجن قدرتي هٿن سان پيدا ڪيو آهي. يعني جنهن کي مون ماءُ ۽ پيءُ جي واسطي کان سواءِ پنهنجي قدرت سان پيدا ڪيو آهي ان جي اڳيان سجدي ڪرڻ کان توکي ڪنهن روڪيو؟ الله جل مجدہ حضرت آدم عليه السلام جي خلقت ڪر

پنهنجي پاڪ ذات ڏانهن خصوصي نسبت سان بيان فرمايو (مون پيدا ڪيو) حالانڪ پاڻ هر شيءِ جو خالق آهي سو حضرت آدم جي تڪريم ۽ تعظيم جي لاءِ. جيئن پنهنجي ذات ڏانهن روح، بيت الله، ناقة الله ۽ مسجدن جي نسبت ڪئي اٿس. ماڻهن سان انهن جي سڃاڻپ جي مدار تي خطاب ڪيو اٿس. (١) "اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ" ڇا وڏائي ڪئي تو يا (حقيقت ۾) تون مٿاهين مرتبي وارن مان هئين؟ هيءُ ان کي سجدي نه ڪرڻ جي ڪري مذمت ڪئي وئي آهي. يعني اهو سجدو نه ڪرڻ هاڻي تنهنجي وڏائي واري ذهن جي ڪري آهي يا واقعي تون مٿاهون آهين؟ "قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ" چيائين ته مان ان کان ڀلو آهيان. يعني مان (حضرت آدم عليه السلام) کان بالڪل ڀلو، اعلى ۽ افضل آهيان. "خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَ مِنْ طِينٍ" تو مون کي باهه مان پيدا ڪيو ۽ ان کي مٽيءَ مان پيدا ڪيو آهي. يعني مان باهه جي پيدائش ۽ (حضرت آدم مٽيءَ جي پيدائش آهي باهه مٽيءَ کان ڀلي آهي ۽ مان (حضرت آدم کان ڀلو آهيان پوءِ ڀلو گهٽ شان واري کي ڪيئن سجدو ڪندو؟ "قَالَ فَاحْرَجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ" ڇڏيائين ته پوءِ ان مان نڪري وڃ بلاشڪ تون تڙيل آهين. يعني تون هر ڀلائي ۽ عزت کان خالي لعنت ڪيل، تڙيل آهين جنت مان نڪري وڃ. "وَاَنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي اِلَى يَوْمِ الدِّينِ" ۽ بلاشڪ توتي قيامت تائين منهنجي لعنت آهي. مطلب ته تون منهنجي رحمت کان هميشه جي لاءِ پري ڪيل آهين. "قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ" چيائين ته اي منهنجا پالڻهار! پوءِ مون کي ان ڏينهن تائين مهلت ڏي جنهن ۾ اٿاريا ويندا. يعني مون کي قبرن مان ماڻهن جي اٿارڻ واري ڏينهن تائين ڍر ڏي ان مهلت وٺڻ مان سندس مقصد وسيع وقت وٺڻ هو تانته ان ۾ ماڻهن کي گمراهه ڪري ۽ ان دوران موت کان محفوظ رهي "قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ" اِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ" فرمايائين ته پوءِ تون معلوم وقت جي ڏينهن تائين مهلت ڏنل آهين. ان ڏينهن مان مراد اسرافيل جي پهرين ڦوڪ آهي. مطلب ته توکي ان ڦوڪ ڏيڻ واري ڏينهن تائين مهلت آهي "قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوْيَنَّهُمْ اَجْمَعِينَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِيْنَ" چيائين ته تنهنجي عزت جو قسم آهي ته مان انهن مڙني کي گمراهه ڪندس مگر تنهنجا مخلص ٻانهن. يعني جن کي تون پنهنجي عبادت لاءِ

منتخب ڪندين تنهنجي عزت جو قسم آهي ته انهن کان سواءِ باقي ٻين سڀني کي گمراهه ڪري ڪافر بنائيندس. ”قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَتَّبَعُكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ“. فرمايائين ته: پوءِ (هي) حق آهي ۽ حق ئي مان چوان ٿو ته مان توهان ۽ جيڪي تنهنجي تابع ٿيا انهن سڀني مان جهنم کي ضرور ڀريندس. هتي ”الْحَقُّ“ لفظ پيش پڙهيل ۽ ٻيو ڀيرو آيل ”الْحَقُّ“ زير پڙهيل آهي. پهريون يا مبتداء محذوق انا جي خبر آهي يا پاڻ مبتداء ۽ ان جي خبر محذوف آهي يعني مان حق آهيان يا حق مان آهيان. (۱) يا هتي قسم مراد آهي يعني مان حق جو قسم ٿو ڪٿان ۽ حق کان سواءِ ڪجهه نٿو چوان ته اي شيطان! مان توسان ۽ تنهنجي سڀني تابعن سان جهنم کي ضرور ڀريندس. (۲)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا. ۱- ”فَإِذَا سَوَّيْتُهُ“ (پوءِ جڏهن مون ان کي پورو پورو بنايو). مان معلوم ٿيو ته حضرت آدم عليه السلام جي جسم جي تياري ۾ ڪجهه مدت رکي وئي، چاليهن سالن ۾ تڪميل ٿي هئي. ۳- ”وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي“ (۽ ان ۾ مون پنهنجو روح ڦوڪيو) مان معلوم ٿيو ته بزرگن جي دم ڪرڻ، ڦيڻي رکڻ جو اصل دليل هي آهي جو فيض ڏيڻ جي لاءِ ڦوڪ ڏني ويندي آهي. الله جل شانہ حضرت آدم عليه السلام ۾ روح ڦوڪيو. حضرت جبريل بي بي مريم رضي الله عنها وٽ ڦوڪ ڏني ته حضرت عيسيٰ عليه السلام سندس وجود ۾ آيو حضرت عيسيٰ عليه السلام جي ڦوڪ سان مٿل جيئرا ٿي پوندا هئا حضرت اسرافيل صور ۾ ڦوڪ ڏيندو ته قيامت قائم ٿيندي. (۳)

۳- ”فَقَعُوا لَهُ سَلِجِدِينَ“ (پوءِ ان جي لاءِ سجدا ڪندڙ ٿي ڪري پئو) مان واضح ٿيو ته حضرت آدم جي جسم ۾ روح ڦوڪجڻ کان پوءِ ان جي اڳيان سجدي ڪرڻ جو حڪم ٿيو هو ۽ ان مان اهو به معلوم ٿيو ته ملائڪن جو سجدو بدن کي نه هو روح کي هو مگر جڏهن ته بدن کي روح جي تجلي گاهه بنايو ويو هو ان جي ڪري اهو به روح سان گڏ مسجود له ٿيو ۽ اهو سجدو سندس شرعي حڪم نه هو چوڻ اڃان کيس شريعت ملي نه هئي ۽ پوءِ ته ملائڪ ان شريعت جا مڪلف نه هئا

۴- "لَهُ" (ان کي سجدا ڪندڙ) مان معلوم ٿيو ته ملائڪن حضرت آدم کي ئي سجدو ڪيو هو ۽ اهو تعظيم جو سجدو هو اهو ثابت ناهي ته سجدو الله جل جلاله کي هو ۽ حضرت آدم قبلو هو. جيڪڏهن ائين هجي ها ته "لَهُ" نه اچي ها ۽ شيطان به انڪار نه ڪري ها ڇو ته الله جل شانہ کي سجدا ته اهو اڳ ۾ به ڪندو رهيو هو. ۵- "كُلُّهُمْ آجَمُونَ" مان ثابت ٿيو ته سجدو سڀني ملائڪن ڪيو هو پوءِ اهي مقرب هئا يا مدبرات، زمين وارا هئا يا آسمانن وارا. ۶- "أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ" (مان ان کان پلو آهيان) مان واضح ٿيو ته نبي سڳوري صلي الله عليه وسلم کان پاڻ کي پلو يا ان جي برابر سمجھڻ شيطان جو ڪم آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جو گستاخ عالم هجي يا صوفي يا عابد شيطان جو پوئلڳ آهي شيطان سڀ ڪجهه هو پر گستاخيءَ جي ڪري ڪجهه نه رهيو. ۷- "خَلَقْتُ بَيْدًى" (پنهنجن هٿن سان پيدا ڪيم) مان معلوم ٿيو ته حضرت آدم عليه السلام جي جسم جي بناوٽ ملائڪن نه ڪئي هئي الله جل جلاله پاڻ ڪئي هئي ان جي ڪري ئي ان کي بشر سڏيو ويو يعني مباشرةً باليد (هٿ سان ٺاهڻ) ذريعي وجود ۾ آيو.

۸- "مَا مَنَعَكَ" (تو کي ڪنهن روڪيو) مان واضح ٿيو ته علم جي هوندي پڇڻ برو نه آهي ان ۾ ڪا حڪمت هوندي. ۽ پڇڻ بي خبر هجڻ جو دليل ناهي الله جل شانہ کي علم هو ته شيطان سجدو ڇو نه ڪيو ان هوندي به ان کان ڇا ڪيائين. جيڪي گستاخ ٽولا حضور ڀرپور صلي الله عليه وسلم جن جي ڪنهن ڳالهه پڇڻ کي سندن بي علم هجڻ جو دليل بنائيندا آهن اهي هن ڇا ڪرڻ جي لاءِ ڇا چوندا؟ ۹- "خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ" (مون کي باهه مان پيدا ڪيئي) شيطان پنهنجي پلي هجڻ جي لاءِ هي دليل پيش ڪيو پر اهو دليل به صحيح ناهي. باهه ته صرف ساڙيندي آهي مگر مٽيءَ مان گل ڄمندا آهن ڪائنات جون عجيب ۽ غريب شيون وجود ۾ اينديون آهن. ۽ اهو به معلوم ٿيو ته الله جل شانہ ۽ ان جي پياري رسول الله صلي الله عليه وسلم جي مقابلي ۾ پنهنجو عقل هلائڻ شيطان جو ڪم ۽

پوڻ جو سبب آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته هر مردود جي دليل جو جواب نه ڏيڻ ان کي تڙي ڪڍي ڇڏڻ سنت الاهي آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته ڪڏهن ڪڏهن مردودن جي دعا به مقبول ٿيندي آهي جيئن شيطان جي دعا مقبول ٿي ۽ ان کي قيامت تائين مهلت ملي وئي.

سوال.

جيڪڏهن مردودن جي دعا به مقبول ٿئي ٿي ته پوءِ ”وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ“ (يعني ڪافرن جي دعا اثرائتي نه آهي) جو مطلب ڇا آهي؟

جواب.

ان مان مراد آهي ته انهن جي دعا آخرت ۾ ڪار آمد نه رهندي دنيا ۾ ڪڏهن ڪڏهن انهن جي دعا به ڪم ڪري ٿي. ۽ جڏهن شيطان مردودن جي دعا جي ڪري ان جي عمر وڌي ته الله جل شانہ جي پيارن مقبول ٻانهن جي دعا سان به عمر وڌندي آهي بلڪه موت کان پوءِ به زندگي ملندي آهي. ۱۰ - إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلَصِينَ“ (مگر انهن مان تنهنجا مخلص ٻانهن). مان معلوم ٿيو ته شيطان جو مڪر الله جل جلاله جي نين ۽ ڪيترن صالحن ٻانهن تي نه هلندو اهو انهن کان ڪفر يا گناهه ڪرڻي نه سگهندو ۽ انبياء عظام عليهم الصلوة والسلام جا نفس اماره نه هوندا آهن اهي خداوند ڪريم جي خاص رحمت سان نوازيل آهن معصوم آهن جيڪو انهن کي معصوم نه ٿو مڃي اهو شيطان کان وڌيڪ برو آهي. (۱)

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (۸۶)

فرماء ته ٿٺو گهران مان اوهان کان ان تي ڪو اجورو ۽ ناهيان مان بناوٽ وارن مان

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (۸۷) وَلِتَعْلَمَنَّ نَبَاهُ بَعْدَ حِينٍ (۸۸)

ناهي اهو مگر نصيحت جهانن جي لاءِ ۽ البته ضرور ڄاڻندؤ ان جي خبر هڪ وقت کان پوءِ.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ جي طرفان ارشاد ٿيو ته مان حق چوان ٿو ۽ هتي ان حق پهچائڻ واري نبي ڪريم صلی الله عليه وسلم جي طرفان ان جي بدلي ۾ ڪجهه نه گهرڻ جو اعلان ٿي رهيو آهي فرمان مبارڪ آهي ”قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ“ فرماء ته مان اوهان کان ان تي ڪو اجورو نٿو گهران ۽ مان تڪلف ڪندڙن مان ناهيان. يعني اي حبيب پاڪ! صلی الله عليه وسلم اوهان انهن کي فرمايو ته مان اوهان کان رسالت جي تبليغ تي ڪو اجورو نٿو گهران ۽ نه ڪو مان بناوٽ ۽ تڪلف ڪري نبوت جو اعلان ڪري رهيو آهيان. ”إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ“ اهو ته صرف جهانن جي لاءِ نصيحت آهي. يعني قرآن ڪريم سڀني جي لاءِ نصيحت ۽ ڀلائي آهي ”وَلَتَعْلَمَنَّ نَبَاهُ بَعْدَ حِينٍ“ ۽ ڪنهن هڪ وقت کان پوءِ ان جي خبر ضرور چاڻندڙ. يعني هڪ وقت کان پوءِ اوهان کي ان (قرآن ڪريم) جي سچ ۽ حق هجڻ جي خبر ضرور پوندي. حضرت حسن بصري عليه الرحمة فرمايو ته: اي انسان موت وقت توکي يقين ٿيندو ته قرآن ڪريم سچو ۽ صحيح آهي. (۱)

فائدا.

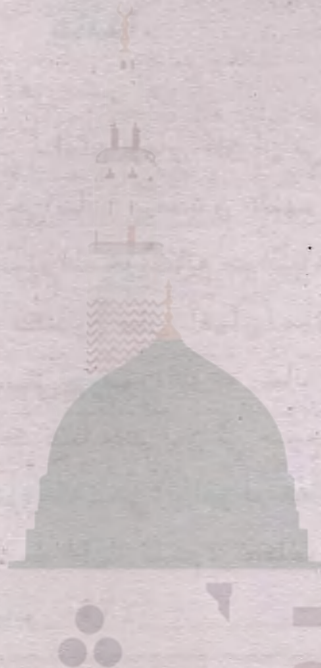
مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا.

- ۱- ”مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ“ (مان اوهان کان ان تي ڪو اجورو نٿو گهران) مان معلوم ٿيو ته الله جل جلاله جي پيارن پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام ڪنهن طمع ۽ لالچ ۽ عوض گهرڻ کان سواءِ الله جل شانہ جو پيغام پهچايو آهي. ۲- ”وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ“ (۽ مان تڪلف ڪندڙن مان ناهيان) مان معلوم ٿيو ته حضور پرنور صلی الله عليه وسلم جون سڀئي خوبيون الله جل شانہ جون عطا ڪيل آهن پاڻ تڪلف ۽ بناوٽ کان بالڪل پاڪ هئا ڇنڊ پاڻ ئي حسين آهي ان کي زيور سان حسن حاصل ڪرڻ جي ڪا ضرورت ناهي. ۽ اهو به معلوم ٿيو ته پاڻ پنهنجي نبوت، رسالت، علم ۽ حڪمت جو اظهار تصنع ۽ تڪلف سان نه ڪيو هيائون الله جا احڪام ٺيڪ ٺيڪ پهچايا هيائون. (۱)

الحمد لله جو مون گنهگار اچ بمؤرخ ١٩ ذوالحج ١٤٢٤هـ بمطابق ١١
 فيبروري ٢٠٠٤ع اربعاء جي ڏينهن بوقت سوا ٩ بجي صبح جو پنهنجي گهر ۾ ويٺي
 سورة ”ص“ جو تفسير لکي پورو ڪيو. بارگاه ايزدي ۾ عرض آهي ته الله جل شانہ
 باقي رهيل تفسير به جلد لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين يا رب العالمين بحرمة
 النبي الامين عليه وعلى آله الصلوة والسلام الى يوم الدين .

الفقير محمد ادريس الداهري

النقشبندي غفر الله له ولوالديه



سورة الزمر جو تعارف

هن سورة جي تعارف ۾ هي ست (۷) ڳالهيون ڏهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ

هن جو نالو ”الزمر“ آهي جيڪو هن جي ٻن آيتن ۷۱ - ۷۳ ۾ آيل آهي.

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد

هن سورة ۾ اٺ رڪوع ۷۵ آيتون. هڪ هزار هڪ سو ٻاھتر (۱۱۷۲) ڪلما ۽ چار هزار نو سو اٺ (۴۹۰۸) حرف آهن. (۱)

اڳينءَ سورة سان تعلق ۽ مناسبت

۱- ته سورة ”ص“ جي آخر ۾ قرآن ڪريم ”إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ“ سان وصف ڪيل آهي ۽ هن ۾ ”تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ“ سان ۲- جيئن سورة ”ص“ ۾ مخلوق جو مبدا کان معاد تائين بيان ٿيو هو تيئن هن سورة ۾ بيان آيو آهي. (۲)

مڪيه آهي يا مدينه؟

ابن الضريس، ابن مردويه ۽ الدلائل ۾ بيهقي، حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته سورة الزمر مڪه (مڪرمه) ۾ نازل ٿي هئي (۳) ۽ اهو حسن، عطاء، عكرمة ۽ جابر بن زيد جو قول آهي. (۴)

نزول جو زمانو

هن سورة جي مطالعي مان معلوم ٿئي ٿو ته هيءَ ان وقت نازل ٿي هئي جڏهن اسلام ۽ مسلمانن جي خلاف ڪافرن ۽ مشرڪن جو بغض ۽ عناد، ظلم ۽ ستم انتها کي پهچي چڪو هو. مڪه مڪرمه جي فضا ۾ انهن جي لاءِ سک جو ساهه ڪڍڻ مشڪل ٿي چڪو هو ۽ هتي رهي پنهنجي دين جي ارشادات مطابق الله جل شانہ جي عبادت به نه ٿي ڪري سگهيا. الله جل جلاله انهن کي فرمايو ته جيڪڏهن اوهان هتي رهي پنهنجي بندگيءَ جا فرائض سرانجام ڏئي نه ٿا سگهو ته الله جل جلاله جي زمين ڪشادي آهي ڪٿي اهڙي جاءِ تي هليا وڃو جتي اوهان جو ايمان به محفوظ

رهي ۽ اوهان کي عبادت ڪرڻ جي به آزادي هجي مفسرن سڳورن آيت نمبر ١٠ ”وَارْضُ اللّٰهَ وَاسِعَةً“ جي تفسير ۾ لکيو آهي ته هي آيتون ان وقت نازل ٿيون جڏهن حضرت جعفر بن ابي طالب پنهنجن ساٿين سان گڏ مڪه مڪرمه کان هجرت ڪري حبش ڏانهن روانو ٿيو. اهڙي طرح سورة جي ٻين آيتن جي متعلق روايتن مان باساني اندازو لڳائي سگهجي ٿو ته هيءَ سورة ان وقت نازل ٿي هئي جڏهن مسلمانن کي حبش ڏانهن هجرت جو اذن ملي چڪو هو.

مضمون

شروعات ۾ مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن جي شرڪ جي حقيقت بيان ٿي آهي ته اهي پنهنجن بتن کي اله سمجهندا هئا ۽ انهن جي عبادت ڪندا هئا ۽ اهي ان باطل گمان ۾ مبتلا هئا ته انهن بتن جي عبادت سندن لاءِ الاهي قرب جو باعث ۽ ذريعو آهي انهن جي ان باطل خيال کي ختم ڪرڻ جي لاءِ سورة جو آغاز ان حقيقت سان ڪيو ويو ته جيڪڏهن الله جي عبادت ڪرڻي آهي ته صرف ان جي عبادت ڪيو ان سان گڏ جيڪڏهن ڪنهن ٻئي جي عبادت ڪندو ته اها عبادت مردود ۽ نامنظور هوندي عبادت جي لائق صرف الله تعاليٰ جي ذات آهي ۽ ٻي هر شئي مخلوق، حادث ۽ پنهنجي وجود ۽ بقا ۾ الله تعاليٰ جي لطف ۽ ڪرم جي محتاج آهي ٻي شيءِ ان جي لائق ڪٿي آهي جو ان کي معبود بنايو وڃي هن سورة ۾ توحيد جي عقيدتي کي ثابت ڪرڻ جي لاءِ تڪويني آيتون بيان ڪيل آهن ته آسمانن ۽ زمينن کي ان حسن، خوبي ۽ عقلن کي حيرت ۾ وجهندڙ نظم ۽ ضبط سان پيدا ڪرڻ وارو صرف هڪ الله تعاليٰ آهي رات ۽ ڏينهن جي گردش ۾ تسلسل قائم رکندڙ به اهو آهي سج ۽ چنڊ ان جي حڪم جا پابند آهن ۽ پنهنجي مقرر ڪيل رستي تي هلي رهيا آهن ان ئي اوهان کي اوهان جي مائرن جي پيڻن وارن انڌيرن ۾ سهڻي نموني خلقيو آهي هن سورة جي مضمونن ۾ زياده غور طلب هي مضمون آهي ته انسان به قسم آهن ١- هڪڙا پاڻ کي وساريندڙ آهن جن کي جڏهن مصيبتون ۽ ايذاء پنهنجي لپيٽ ۾ آڻين ٿا ته دانهون ڪرڻ لڳندا آهن الله جل شانہ جي درٻار ۾ رڙيون ڪري پڪا وعدا ڪندا آهن ته جيڪڏهن هن مصيبت کان بچي ويا ته باقي سموري حياتي

تنهنجي بندگيءَ ۽ تنهنجي فرمانبرداريءَ ۾ گذارينداسين پر جڏهن خداوند ڪريم جي رحمت سندن ساٿ ڏيندي آهي ته انهن کي ياد ٿئي نه رهندو آهي ته مٿن اهو ڪرم ڪنهن ڪيو ۲- ٻيا اهي ماڻهو آهن جيڪي پنهنجي زندگيءَ جي هر گهڙي پنهنجي پاڪ پروردگار جي ذڪر ۽ عبادت ۾ گذاريندا آهن انهن جون راتيون رب پاڪ جي عبادت ۾ ان طرح گذرن ٿيون ته ڪڏهن هٿ ٻڏيو بيٺا آهن ته ڪڏهن سجهي ۾ ڪريل آهن ان جي باوجود پنهنجي رب جي بي نياز هجڻ کان ڊڄندا رهن ٿا پنهنجي ڪنهن به عبادت ۽ نيڪيءَ تي انهن کي ناز ناهي انهن کي جيڪڏهن آسرو آهي ته ان جي رحمت ۾ ۽ جيڪڏهن سهارو اٿن ته ان جي فضل ۽ ڪرم جو ڪافر پنهنجي دل ۾ سوچيندا هئا ته اسين اسلام جي پيغمبر عليه الصلوة والسلام ۽ ان جي پوئلڳن کي ڪنهن نه ڪنهن وقت پنهنجي خيال تي آڻي وجهنداسين انهن جي ان خام خيال کي دور ڪرڻ جي لاءِ الله تعاليٰ پنهنجي محبوب ڪريم عليه الصلوة والسلام کي حڪم ڏنو ته اوهان ڪافرن کي فرمايو ”أَفَعَبَّرَ اللَّهُ تَأْمُرُنَّيْ عَبْدُ
أَيْهَا الضَّالُّونَ“ (ڇا پوءِ الله جي غير لاءِ مون کي چئو ٿا ته اي جاهلو! مان انهن جي عبادت ڪيان) ڇا هن آيت ڪريمه جو جلال آهي ۽ ڇا ان جي ٻڻ ڪلمن ۾ رعب سمائيل آهي اهڙي معاشري جي اصلاح جي ڪوشش ٿي رهي آهي جيڪو شرڪ، ڪفر، فسق، فجور، ستم، ظلم، رهزني ۽ قتل وغيره هر قسم جي خرابين ۾ مبتلا هو. اهو پنهنجي عملنامي جي ڪارائتو ڏسي پنهنجي اصلاح ۽ نجات کان بلڪل مايوس ٿي چڪو هو ۽ ان مايوسيءَ ئي انهن کي وڌيڪ گناهن سان ڀريو زندگي گذارڻ جو متوالو بنايو هو. آيت نمبر ۵۳ ۾ ”لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“ واري حياتي بخشيندڙ بشارت ٻڌايل آهي ۽ ٻانهن کي سمجهايو ويو آهي ته اوهان پنهنجن نفسن تي ظلم جي حد ڪري ڇڏي آهي پر هاڻي به ان جي رحمت واري دروازي تي اچي ان کي کڙڪائيندؤ ته اهو اوهان کي مايوس ڪري نه موتائيندو اوهان جا ڪيل گناهه بخشيندو ۽ اوهان کي نئين سر پاڪيزه زندگي شروع ڪرڻ جو هڪ ڀيرو وري موقعو ڏيندو.

پلايون ۽ برڪتون

ترمذي ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن جيستائين سورة الزمر ۽ سورة بني اسرائيل نه پڙهندا هئا ته ننڊ نه ڪندا هئا وهب بن منبه فرمايو ته ”جيڪو گهري ته مخلوق ۾ الله جي قضا سڃاڻي اهو سورة الغرف (الزمر) تلاوت ڪري. (١)

وَتَمَّانِ رُكُوعَاتٍ	سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ	وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ آيَةً
۽ اها ٧٥ آيتون	سوره الزمر مڪيه آهي	۽ اٺ رڪوع آهي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪريان ٿو جيڪو گهڻو مهربان، هميشه رحم ڪندڙ آهي

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (١) اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ

ڪتاب لاهڻ الله، عزت ۽ حڪمت واري جي طرفان آهي بلاشڪ اسان لاءِ ٿو ڏانهن

الْكِتَابِ بِالْحَقِّ فَأَعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ (٢) أَلَا لِلَّهِ

ڪتاب حق سان پوءِ عبادت ڪر الله جي خالص ڪندڙ ان جي لاءِ دين خبردار الله جي لاءِ آهي

الدِّينِ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ

دين خالص ۽ جن ٺاهيا ان کان سواءِ والي (چون ٿا ته) نه ٿا عبادت ڪيون انهن جي

إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

مگر تانت ويجهو ڪن اسان کي الله ڏانهن قرب ۾ بلاشڪ الله فيصلو ڪندو انهن ۾

فِيمَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ

ان متعلق جو اهي ان ۾ اختلاف ڪن ٿا بيشڪ الله نه ٿو هدايت ڪري ان کي جيڪو ڪوڙو.

كَفَّارٌ (٣) لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفَى

بي شڪر آهي جيڪڏهن ارادو ڪري ها الله هي جو وٺي اولاد ته چوندي ها

مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ لَا سُبْحَنَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (٤)

ان مان جو پيدا ڪري ٿو ان کي جو گهري ها ان جي پاڪائي آهي اهو ئي الله هڪ غالب آهي.

تفسير:

جنهن ڪتاب قرآن ڪريم جو نصيحت هجڻ اڳين سورة جي پڇاڙيءَ ۾ بيان ٿيو هتي ان جي نازل ڪرڻ جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”تَنْزِيلَ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ“ هي الله، غالب، حڪمت واري وٽان نازل ڪيل ڪتاب آهي ڪافر ان غلط فهميءَ ۾ مبتلا هئا ته هي ڪتاب فصيح، بليغ هوندي الله جو ڪلام ناهي بلڪ حضور عليه الصلوة والسلام پاڻ ناهي الله ڏانهن منسوب ڪيو آهي ۽ اهي اهو خيال به مضبوط رکيو ويٺا هئا ته سندن موجودگيءَ ۾ اسلام جي وڌڻ جو ڪو امڪان ناهي ۽ نه هن دين ۾ اهڙي صلاحيت آهي جو زماني جي گردش ۽ هر خطي ۾ ان جي بدجندڙ تقاضائن جي تڪميل ڪري سگهي هن آيت ۾ انهن جي سوچن کي باطل قرار ڏيندي پهريان ٻڌايو ويو ته هي ڪتاب ڪنهن انسان جو ٺاهيل ناهي بلڪ الله جو نازل ڪيل آهي ۽ جنهن الله هن کي نازل فرمايو آهي اهو سڀني تي عزيز، غالب آهي جنهن جي نازل ڪيل احڪام کي روڪڻ جي ڪنهن کي به طاقت ناهي، اهو حڪيم، زبردست داناءُ آهي زماني جون ننڍيون توڙي وڏيون تقاضائون ان جي علم ۾ آهن زمانو ڪيتري به ترقي ڪري، ان جون تمدني، معاشرتي ۽ معاشي تقاضائون ڪيترا به پاسا بدلائينديون رهن قرآن ڪريم جي

روشنی قیامت تائین زندگیء جي هر افق کي روشن ڪندي رهندي ”اَنَا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ“ اسان توڏانهن ڪتاب حق سان لاتو آهي. يعني اي محترم رسول! اسان اوهان ڏانهن اهو قرآن لاتو آهي جيڪو حق ۽ عدل جو امر ڪندڙ آهي جن جي اتباع ۽ انهن تي عمل ڪرڻ واجب آهي ”فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ“ پوءِ الله جي لاءِ دين کي خالص بنائيندي ان جي عبادت ڪر يعني الله جل جلاله جي عبادت رياءَ جي شائبي کان بچائيندي خلوص سان ڪريو ”اَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ“ خبردار الله جي لاءِ خالص دين آهي يعني عبادت، طاعت هڪ الله جل شانہ جي آهي ان ۾ ان جو ڪوبه شريڪ ناهي ڇو ته پيا سڀ ان جي ملڪيت آهن اهو مالڪ آهي مالڪ جي هوندي مملوڪ جي عبادت ڪرڻ نهايت بي عقلي آهي حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آهي ته هڪ مرد عرض ڪيو ته يا رسول الله! مان ڪا شئي صدقو ڪندو آهيان يا ڪجهه ڪندو آهيان ان مان منهنجو ارادو الله جي رضا ۽ مائهن جي طرفان منهنجي ثنا ڪرڻ آهي. پاڻ فرمايائون ته ”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ شَيْئًا سُورِكًا فِيهِ“. ان پاڪ ذات جو قسم آهي جنهن جي هٿ ۾ (حضرت) محمد صلي الله عليه وسلم جو ساهه آهي ته الله اها شئي قبول نه ٿو ڪري جنهن ۾ ڪنهن کي شريڪ بنايو ويو“ ان کان پوءِ پاڻ قرآن پاڪ جا مذڪوره الفاظ تلاوت ڪيائون. (١) ”وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللَّهِ زُلْفًى“ ۽ جن ان کان سواءِ والي بنايا (چون ٿا ته) اسين انهن جي عبادت نه ٿا ڪيون مگر تانت اسان کي الله ڏانهن قرب ۾ ويجهو ڪن يعني ڪافر چوندا هئا ته اسين بتن جي عبادت ان جي ڪري ٿا ڪيون ته اهي اسان جا سفارشي بنجي اسان کي الله جو مقرب بنائيندا اسلام جو بنيادي عقيدو هي آهي ته عبادت جو لائق صرف ئي صرف هڪ الله آهي ان کان سواءِ ڪوبه عبادت جو مستحق ناهي پر گستاخ ٿولا اولياءَ ڪرام جي خدمت ۾ دعا جي لاءِ حاضر ٿيڻ کي به انهن ڪافرن جي ٽولي ۾ شامل ڪري سڄن سني مسلمانن تي شرڪ جو الزام هڻندا آهن. دعا طلبيءَ لاءِ وڃڻ عبادت ناهي جيڪڏهن ان کي عبادت چوندا ته پوءِ اصحابن سڳورن رضي الله عنهم جي لاءِ ڪهڙي فتوى ڏيندا؟ جيڪي حضور پر نور عليه وعلى آله الصلوة والسلام

جي خدمت ۾ ڪڏهن مينهن وسڻ لاءِ، ڪڏهن مينهن روڪڻ لاءِ ڪڏهن بيمار جي شفا يابي لاءِ ته ڪڏهن ٻين مقصدن جي حاصل ڪرڻ لاءِ دعائون گهرائيندا هئا ۽ حضرت نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن دعا جا هٿ مبارڪ ڪڏندا هئا ته سندن مشڪل آسان ٿي ويندا هئا. هر مسلمان تي لازم آهي ته اهو ان ڳالهه تي پڪو يقين رکي ته الله جل شانہ کان سواءِ ٻئي ڪنهن جي به عبادت ڪرڻ ڪفر، شرڪ ۽ گمراهي آهي ۽ اهي بي رحم مفتي به الله جو خوف رکن ۽ توحيد ي شمع جي پروانن تي شرڪ جي ڪوڙي تهمت لڳائڻ کان پري رهن ۽ ڪو فائدي ڏيڻ وارو شغل اختيار ڪن جنهن سان سندن فائدو ٿئي ۽ سندن قوم جو پلو ٿئي ”إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيمَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ“ الله انهن ۾ ان ڳالهه جو فيصلو ڪرڻ فرمائيندو جنهن ۾ اختلاف ڪن ٿا يعني مشرڪن جو پنهنجي معبودن جي باري ۾ جيڪو اختلاف آهي ڪو سج کي، ڪو چنڊ کي، ڪو گنگا جمنا کي، ڪو هماليه جبل جي بلند چوٽين کي پنهنجو معبود بنايو ويٺو آهي انهن جو فيصلو الله جل شانہ ئي ڪندو ۽ ان وقت کين سندن گمراهيءَ جي حقيقت معلوم ٿيندي.

شان نزول

مذڪوره آيت جي متعلق جويير حضرت ابن عباس رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ان فرمايو ته اها ٽن قبيلن جي متعلق نازل ٿي آهي ۱- عامر ۲- ڪنانه ۳- بني سلمه اهي ٻن جي عبادت ڪندا هئا ۽ چوندا هئا ته ملائڪه الله جون ڌيئرون آهن اسين انهن ٻن جي عبادت ان جي لاءِ ٿا ڪيون جو اهي اسان کي الله جي قرب ۾ آڻيندا ۽ بغوي جو قول آهي ته انهن ڪافرن کي ڪڏهن چيو ويندو هو ته اوهان جو رب ڪير آهي، اوهان کي ڪنهن پيدا ڪيو آهي. آسمان ۽ زمينون ڪنهن پيدا ڪيون آهن؟؟ ته جواب ۾ چوندا هئا ته (سڀ ڪجهه) الله آهي (ان سڀ شئي پيدا ڪئي آهي) وري انهن کي چيو ويندو هو ته پوءِ اوهان جي بت پرستيءَ جو مقصد ڇا آهي؟ ته جواب ڏيندا هئا ته اهي اسان کي الله ڏانهن ويجهو ڪندا (۱) ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَذِبٌ كَفَّارٌ“ الله ان کي هدايت نه ٿو ڪري جيڪو گھڻا ڪوڙ هڻندڙ، گھڻو بي شڪر آهي. يعني جيڪي شخص غرور ۽ نخوت جي ڪري انبياءِ ڪرام

عليهم الصلوة والسلام کي ڪوڙو چون ٿا ۽ ان جي حق ڏانهن دعوت کي رد ڪن ٿا الله جي ان عظميٰ نعمت جي بي شڪري ڪن ٿا الله جل مجده انهن کي هدايت نصيب نه ٿو ڪري ”لَوْ اَرَادَ اللهُ اَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ لَا سُبْحَنَهُ ۚ جِيڪڏهن الله اولاد رکڻ جو ارادو فرمائي ها ته جيڪي پيدا ڪري ٿو ان مان جيڪي گهري ها پسند ڪري ها. ان جي لاءِ پاڪائي آهي ڪي مشرڪ الله جل شانہ جي لاءِ اولاد جا قائل هئا انهن جي ان باطل نظريہ جي ترديد ڪئي پئي وڃي ته اولاد جو هجڻ اوهان جي لاءِ تقويت، عزت ۽ وقار جو باعث آهي ڇو ته اوهان ڪمزور، ضعيف، دشمن سان اڪيلو مقابلو ڪرڻ کان عاجز آهيو اوهان جو اولاد اوهان جي طاقت آهي ۽ اوهان فنا ٿيڻ وارا آهيو اوهان جي مرڻ کان پوءِ اوهان جو نالو اوهان جي اولاد جي ذريعي ئي زنده رهندو پر الله انهن سڀني محتاجين کان پاڪ آهي اهو اولاد ڇو رکي؟ ”هُوَ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ“ اهو ئي الله، هڪ، (سڀني کان) زبردست آهي يعني ان کي انهن صفتن هوندي اولاد جي ڪا ضرورت ناهي اهو ”حَيٌّ لَا يَمُوتُ“ آهي ان جي لاءِ اولاد جو تصور ئي بي ادبي ۽ گستاخي آهي.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا ١- ”الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ (غالب حڪمت واري جي طرفان) العزيز لفظ جي تقاضا هيءَ هيءُ ته ان ڪتاب جي انڪار ڪندڙن ۽ ڪوڙو چونڊڙن کي هڪدم سزا ملي ها پر ”الْحَكِيمُ“ اسم جي تقاضا ان کي طويل مهلت ڏيڻ ممڪن ڪري ڇڏي ٢- اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ الْكِتَابَ (اسان توڏانهن ڪتاب نازل فرمايو) انزلنا انزال کان ورتل آهي ان جي مراد آهي هڪ ئي پيري نازل ڪرڻ ۽ شروع ۾ تنزيل آيو آهي ان جي معنيٰ آهي ٿورو ٿورو ڪري لاهڻ ٻنهي مرادن کي ڪيئن ملائي ۽ تطبيق ڏجي؟ علامه رازي جواب ڏيندي فرمايو ته ”جتي انزال جو صيغو آهي اتي مراد آهي ته اسان قرآن ڪريم جي نزول جو حڪم ڪلي صورت ۾ ڏئي ڇڏيو آهي ۽ جتي تنزيل لفظ آهي اتي مراد آهي ته واقعتاً ۽ عملاً قرآن ڪريم جو نزول ٿورو ٿورو ٿيو آهي ٣- ”اَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ“ (خبردار الله جي لاءِ ئي خالص دين آهي) قرآن ڪريم جي آيتن مان واضح آهي ته الله جل مجده وٽ عملن

جو حساب ڳڻڻ سان ناهي تور سان آهي ”وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ“ (ع) اسين قيامت جي ڏينهن عدل وارا ميزان رکندا سون) ۽ مذڪوره آيت مان معلوم ٿيو ته الله عز برهانه وٽ اعمال جو قدر ۽ وزن اخلاص جي مطابق هوندو ۽ اهو به ظاهر آهي ته اخلاص جو مدار ايمان تي آهي ايمان جي ڪمال کان سواءِ اخلاص جو ڪمال نه ملندو ۽ ايمان جو ڪمال مصطفیٰ ڪريم عليه الصلوة والسلام جي عشق، ادب، تعظيم ۽ احترام کان سواءِ ڪڏهن به حاصل نه ٿيندو ۴- ”وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا - کان- زُفْلًا تَائِينَ قرآن ڪريم جي الفاظ جي معنيٰ ۽ تفسير تي توجه ڏيڻ سان واضح ٿئي ٿو ته ان زماني جا مشرڪ به الله جل شانہ جا ائين انڪاري نه هئا جيئن هن هلندڙ دور جا دهريا ۽ ڪميونسٽ الله عز برهانه جا صفا انڪاري آهن ۵- مذڪوره الفاظ تي غور ڪرڻ سان اهو به معلوم ٿيو ته الله جل مجدہ جي پيارن نبين عليهم الصلوة والسلام جي مسلسل تعليم ۽ دعوت جو اثر دنيا تي اهو ٿيو جو هاڻي ڪو وڏي کان وڏو مشرڪ فرقو به کليل طرح ٻن يا ٻن کان گهڻن الاهن جو قائل نه رهيو آهي بلڪ هر هڪ پاڻ کي مشرڪ سڏائيندي شرمائجي ٿو ۽ پنهنجي شرڪ جو مختلف نمونن سان تاويل ڪري ٿو ۽ مشرڪ به چون پيا ته الله ته سڀني جو هڪ آهي پر اسين انهن ٻين جي عبادت ان جي ڪري ڪيون ٿا ته اهي اسان کي الله ڏانهن ويجهو ۽ مقرب بنائيندا.

خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُوْرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُوْرُ

پيدا ڪيائين آسمان ۽ زمين حق سان ويڙهي ٿو رات کي ڏينهن تي ۽ ويڙهي ٿو

النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ

ڏينهن کي رات تي ۽ مسخر ڪيائين سج ۽ چنڊ سڀ هلن پيا مقرر ڪيل مدي تاءِ

مُسَمًّى إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ (٥) خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ

خبردار اهوئي غالب، بخششهار آهي پيدا ڪيائين اوهان کي هڪ موجود مان

ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَانْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ

ان کان پوء پيدا ڪيائين ان مان جوڙا ان جو ۽ پيدا ڪيائين اوهان جي لاء جانورن مان

ثُمَّ نَبِيَّةَ أَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا

اٺ جوڙا پيدا ڪري ٿو اوهان کي اوهان جي مائرن جي پيٽن ۾ هڪڙي خلقت

مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمٍ ثَلَاثِ ذَالِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ

بي خلقت کان بعد تن اندرين ۾ اهو الله اوهان جو رب آهي ان جي ئي بادشاهي آهي

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَانِّي تُصَرِّفُونَ (٦)

ناهي ڪو عبادت جو لائق مگر اهو پوء ڪيڏانهن ڦيرايو وڃو ٿا؟

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله سبحانه ٻڌايو ته اهو اولاد کان منزله ۽ پاڪ آهي ۽ سموري مخلوقات ان جي قبضي ۽ سلطنت ۾ آهي ۽ هتي اهو بيان ڪيو ويو آهي جيڪو سندس قدرت جي ڪمال تي دلالت ڪري رهيو آهي فرمان مبارڪ آهي ”خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ“ آسمان ۽ زمين حق سان پيدا فرمايائين يعني هي علوي ۽ سفلي جهان سڀ ان پيدا ڪيا آهن ”يُكْوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكْوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ“ رات کي ڏينهن تي ويڙهي ٿو ۽ ڏينهن کي رات تي ويڙهي ٿو سج لهر وقت اوڀر طرف نهاريو معلوم ٿيندو ته آسمان جي پاسي کان اوندھ جي هڪ چادر ويڙهجندي ٿي اچي ۽ ڏينهن واريءَ روشنيءَ کي اولھ واري طرف ويڙهيندي پئي وڃي. اهڙي طرح صبح صادق جي وقت نظر ايندو آهي ته ڏينهن جي روشني رات جي اوندھ کي اوڀر طرف کان ڍڪيندي پئي اچي مطلب ته ڏينهن ۽ رات هڪ ٻئي کي ڍڪيندا اچن ٿا ”وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى“ ۽ سج ۽ چنڊ

مسخر ڪيائين سڀئي مقرر مدت تائين هلن پيا. يعني الله جل شانہ انهن جي لاءِ جيڪو مدو مقرر فرمايو آهي ان تائين هلندا ۽ اهو مدو قيامت جي اچڻ سان پورو ٿي ويندو (١) ”أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ“ خبردار اهو ئي غالب، بخششهار آهي يعني پنهنجي عزت، عظمت ۽ ڪبرياءَ جي هوندي اهڙو بخششهار آهي جو جيڪو بي فرمان توبه ڪري ان ڏانهن موٽي ٿو ته ان کي بخشي ڇڏي ٿو ”خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا“ اوهان کي هڪ وجود مان پيدا فرمايائين ان کان پوءِ ان مان ان جو جوڙ ڪيائين ”ثم“ جو لفظ ٻنهي ۾ تفاوت ٻڌائڻ جي لاءِ آيو آهي مطلب ته اول اوهان سڀني کي حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام جي پٺيءَ مان ميثاق وٺڻ وقت ٻاهر ڪڍيائين ان کان پوءِ ان مان ئي سندس اهليه بيبي حوا رضي الله عنها کي پيدا فرمايائين (٢) ”وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَّةَ زُجُجًا“ ۽ اوهان جي لاءِ جانورن مان اٺ جوڙا پيدا فرمايائين. يعني اوهان جي فائدي وٺڻ جي لاءِ اٺ جانور، نر ۽ مادي پيدا ڪيائين ١- اٺ ٢- ٻڳون ٣- ريڍ ٤- ٻڪري هر هڪ نر ۽ مادي جوڙ ڪرڻ لاءِ ويا ”سوال“ هتي ”انزل“ لفظ مان مراد ڇا آهي؟ حالانڪ ان جي اصل معنيٰ ته لائين آهي ڪٿان اهي اٺ جانور لائين؟ ”جواب“ مفسر پاني پتي لکيو آهي ته: انزل جي معنيٰ ”قضى“ وقسم لکڻ اوهان جي لاءِ مقدر ۾ رکيائين ۽ تقسيم ڪيائين ان جي قضا ۽ تقسيم کي نزول سان وصف ڪيو ويندو آهي ڇو ته اهو اصل لوح محفوظ ۾ لکيل هوندو آهي اٺاھين لاڻو ويندو آهي (٣) ”يَخْلُقُكُمْ فِي بَطْنٍ أُمّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِى ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ“ اوهان کي اوهان جي مائرن جي پيٽن ۾ پيدا ٿو ڪري خلقت کان بعد خلقت ٽن اونڊاهين ۾ مطلب ته اوهان جي پيدائش درجي بدرجي ٿيندي رهي ٿي پهريان مٺيءَ جو ڦڙو آهي پوءِ رت جو دڳ پوءِ گوشت جو ٽڪرو، پوءِ ان ۾ هڏيون ٿيون ٺهن ان کان بعد ان تي ڪل ٿي چڙهي ۽ ٽن اونڊاهين مان مراد هڪ پيٽ پي ڳيڙ ٿيون اهو سنهو پردو آهي جنهن ۾ ٻار ويڙهيل هوندو آهي ۽ اهو ٻار سان گڏ ٻاهر نڪرندو آهي. انهن سڀني مرحلن مان ٻاهر اٿڻ الله جل شانہ جي قدرت جو ڪمال آهي ”ذَالِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَانْتَ تُصَرِّفُونَ“ اهو الله اوهان جو رب آهي ان جي بادشاهي آهي ان کان سواءِ

ڪوبه معبود ناهي پوءِ ڪيڏانهن ڦيرايا وڃو ٿا؟ يعني جڏهن اوهان جو خالق به اهو بادشاهي به ان جي آهي ته پوءِ ان کان سواءِ ٻئي ڪنهن جي عبادت ڪيئن ٿا ڪيو ۽ ڪيڏانهن ٿا ڦيرايا وڃو الله جل مجدده جي انهن صفتن کي مڃڻ کان پوءِ به ٻئي جي عبادت ڇو ٿا ڪيو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا ۱- ”خَلَقَ السَّمٰوٰتِ“ کان وٺي ”كُلِّ“ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى تائين الله عز برهانه جي توحيد، قدرت ۽ حڪمت جا تڪويني دلائل بيان ڪيل آهن ”هر هڪ مقرر مدي تائين هلي ٿو“ مان معلوم ٿيو ته سج ۽ چنڊ ٻئي متحرڪ، هلندڙ آهن فلڪيات ۽ طبقات الارض جي مادي تحقيقات قرآن پاڪ يا ٻئي ڪنهن آسماني ڪتاب جي بحث جو موضوع نه رهيو آهي ان معاملي ۾ جيڪا به ڳالهه آئي آهي اها ضمناً آيل آهي ان تي يقين رکڻ فرض آهي فلسفين جي قديم ۽ جديد تحقيق روز مڃندي رهي ٿي پر قرآني حقائق تبديل ٿيڻ وارا ناهن مذڪوره آيت جيڪو ٻڌايو ته سج ۽ چنڊ ٻئي متحرڪ آهن ان تي يقين رکڻ ضروري فرض آهي رهيو اهو معاملو ته اسان جي اڳيان سج جو اڀرڻ ۽ لهڻ زمين جي هلڻ سان آهي يا خود انهن سيارن جي هلڻ سان قرآن پاڪ نه ان کي ثابت ڪري ٿو ۽ نه ان جي نفی ڪري ٿو تجربی سان جو ڪجهه معلوم ٿيو ان جي مڃڻ ۾ ڪو حرج ناهي ۲- أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِیَّةَ أَزْوَاجٍ (اوهان جي لاءِ جانورن مان اٺ جوڙا لاتائين) ۾ انزال (لاڻ) جي ذڪر ڪرڻ سان ان طرف اشارو آهي ته انهن جي پيدا ڪرڻ ۾ وڏو دخل ان پاڻيءَ جو آهي جيڪو آسمان کان نازل ٿيندو آهي ان جي ڪري اهو چئي سگهجي ٿو ته اهي اٺ جوڙا به گویا آسمان کان لٿا آهن قرآن ڪريم انساني لباس جي لاءِ به اهي الفاظ استعمال فرمایا آهن ”وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا“ (۽ اسان اوهان تي لباس لاٿو) ۽ بعض معدني شين مثلاً لوھ جي لاءِ به هي لفظ آيو آهي ”وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ“ (۽ اسان لوھ لاٿو) انهن سڀن شين جو حاصل پنهنجي قدرت سان انهن کي پيدا ڪري انسان کي عطا ڪرڻ آهي ۳- ”خَلَقْنَا مِنْ بَعْدِ خَلْقِ فِیْ ظَلَمٰتٍ ثَلَاثٍ“ (خلقت کان بعد خلقت ٽن انڌيرن ۾) هن ۾ خداوندي قدرت جي

انهن رمزن ۽ اسرارن جي ڪجهه نشاندهي ڪيل آهي جيڪي انسان جي خلقت ۾
 ڪارفرما رهن ٿيون ۱- ته الله جي قدرت ۾ هي به هو جو ٻار کي ماءُ جي پيٽ ۾
 هڪ ئي وقت مڪمل پيدا ڪري ڇڏي ها مگر بتقاضاءِ حڪمت ۽ مصلحت ائين
 ناهي بلڪ درجي بدرجي پيدا ڪرڻ فرمايائين تانت حامل ٿيندڙ عورت آهستي
 آهستي ان جو ٻار برداشت ڪرڻ جي عادي ٿيندي وڃي ۲- ته هن تمام گهڻي حسين
 مخلوق کي جنهن ۾ سوين نازڪ مشينون ۽ وارن جي برابر رڳون رت ۽ روح
 پهچائڻ جي لاءِ لڳايون ويون آهن عام صنعت ڪارن وانگر ڪنهن کليءَ جاءِ تي
 روشنائين جي مدد سان نه بلڪ تن اونداهين ۾ اهڙي جاءِ تي پيدا ڪيو ويو آهي
 جتي ڪنهن جي نظر ته ڇا فڪر جي پهچ به ناهي. (۱)

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ قَوْلًا لِّيرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ

جيڪڏهن ڪفر ڪندؤ پوءِ بلاشڪ الله غني آهي اوهان کان ۽ نه تو پسند ڪري پنهنجن ٻانهن لاءِ ڪفر

وَأَنْ تَشْكُرُوا يَرْضَاهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ

۽ جيڪڏهن شڪر ڪندؤ ته راضي ٿيندو ان کان اوهان جي لاءِ ۽ نه ٻار ڪڏو ڪو ٻار ڪڏندڙ ٻار ٻئي جو

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

تنهن کان پوءِ اوهان جي رب ڏانهن اوهان جو موٽڻ آهي پوءِ خبر ڏيندو اوهان کي ان جي جيڪي ڪندا هيئو

إِنَّهُ عَلَيْهِم بِذَاتِ الصُّدُورِ (۷) وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا

بلاشڪ اهو ڄاڻندڙ آهي سيني واريون ڳالهيون ۽ جڏهن پهتي انسان کي ڪا تڪليف ته سڏي ٿو

رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا

پنهنجي رب کي ورنڌڙ ٿي ان ڏانهن تنهن کان پوءِ جڏهن بخشياڻين ان کي نعمت پاڻ وٽان ته وساريائين اهو

كَانَ يَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ

جو سڏيو هيائين ان ڏانهن اڳ ۾ ۽ ڪيائين الله جي لاءِ شريڪ تانت گمراه ڪري

سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ (٨)

ان جي وات کان فرمائ ته نفعو وٺ پنهنجي ڪفر سان ٿورو وقت بلاشڪ تون جهنم وارن مان آهين

أَمَنْ هُوَ قَانِتٌ أَنْاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ

ڇا جيڪو اهو عبادت ڪندڙ آهي رات جي وقتن ۾ سجدا ڪندڙ ۽ بيهندڙ ڊڄي ٿو

الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ

آخرت کان ۽ اميد رکي ٿو پنهنجي رب جي رحمت ۾ فرمائ ته ڇا برابر ٿين ٿا اهي

يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (٩)

جيڪي علم وارا آهن ۽ جيڪي علم نه ٿا رکن صرف عقل وارا نصيحت حاصل ڪن ٿا

قُلْ يُعْبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا

فرمائ اي منهنجا ٻانهن! جن ايمان آندو آهي ڊڄو پنهنجي رب کان انهن لاءِ جن نيڪي ڪئي

فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ

هن دنيا ۾ چڱائي آهي ۽ الله جي زمين ڪشادي آهي صرف پورو بدلو ڏنا ويندا صبر وارا

أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (١٠)

پنهنجي اجر جو حساب کان سواءِ.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله عز برهانه پنهنجي وحدانيت تي دليل قائم ڪيا ۽ بيان فرمايو ته بتن جي پوڄارين مشرڪن وٽ انهن جي عبادت لاءِ ڪوبه دليل ناهي ڄڻ ته سندن عقل ختم ٿي ويا آهن هتي اهو بيان فرمايو اٿس ته پاڻ مخلوقات کان غني آهي ۽ انهن جي عبادت ڪرڻ مان سندس مقصد ڪو نفعو حاصل ڪرڻ يا نقصان دفع ڪرڻ ناهي پر پاڻ ڪفر کان ناراض ۽ شڪر کان راضي آهي فرمان الاهي آهي ”إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ فَذُكِّرُوا بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ (۱) اي منهنجا ٻانهو! جيڪڏهن اوهان ڪفر ڪندؤ ته پوءِ بلاشڪ الله اوهان کان غني آهي يعني ايمان ۽ شڪر جا اسباب مشاهدو ڪندي به جيڪڏهن اوهان ڪفر ڪندؤ ته الله کي ڪا پرواهه ناهي اهو اوهان سڀني کان غني، بي پرواهه آهي صحيح مسلم شريف ۾ قدسي حديث ۾ الله جل شانہ جو فرمان آيل آهي ته ”يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ لَكُمْ وَآخِرُكُمْ وَأَنْتُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبٍ رَجُلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا“ (۱) اي منهنجا ٻانهو! جيڪڏهن اوهان جا پهريان ۽ اوهان جا پويان ۽ اوهان جا انسان ۽ اوهان جا جن گڏجي هڪ فاجر ٻانهي جي دل تي ٿي وڃن ته اها ڳالهه منهنجي بادشاهيءَ مان ڪجهه به گهٽائي نه سگهندي مطلب ته اوهان الله کي ڪو نقصان ڏئي نه سگهندؤ اهو سڀني کان بي پرواهه آهي ”وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ“ ۽ پنهنجي ٻانهن لاءِ ڪفر کان راضي ناهي يعني ڪفر کان نه راضي آهي ۽ نه ان جي لاءِ امر ٿو فرمائي ڇو ته ڪفر نفوس بشريه جي ارتقاء کان مانع ۽ انهن کي بتن الاهن ۽ حقير معبودن کان ۽ پتر مان ٺاهيلن ۽ انهن جي اڳيان ذليل ٿو بنائي جيڪي کاڌو کائڻ ۽ بازارن ۾ هلندا وتن ”وَأَنْ تَشْكُرُوا يَرْضَاهُ لَكُمْ“ ۽ جيڪڏهن شڪر ڪندؤ ته ان کان اوهان لاءِ راضي ٿيندو ڇو ته اهو حق جو سڌو رستو آهي ”وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ“ ۽ ڪو بار ڪٿندڙ ٻئي جو بار نه کڻندو يعني هر شخص پنهنجن عملن جو حساب ڏيندو ڀلا هجن يا برا ڪير به ڪنهن جو بار نه کڻندو ۽ نه ڪو الله عز برهانه جي عدل جي اها تقاضا آهي ته هڪڙي جو بار

بئي تي رکيو وڃي ”ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“ پوءِ اوهان
 جي رب ڏانهن اوهان جو موٽڻ آهي جيڪي اوهان ڪندا هيو ان جي اوهان کي خبر
 ڏيندو مطلب ته اوهان جو اوهان جي رب ڏانهن موٽڻ ضرور ٿيندو اهو اوهان جو
 خالق، اوهان جي امور کي ڏسندڙ، اوهان جا لڪل ۽ ظاهر ڪم ڄاڻندڙ آهي اوهان
 کي اوهان جي هر عمل جي خبر ڏيندو. ڇو ته ان کان ڪجهه به لڪل ناهي ”اِنَّهُ
 عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ“ بلاشڪ اهو سينن واريون ڳالهيون ڄاڻندڙ آهي يعني ان کي
 اوهان جي سينن ۾ سانڍيل راز به معلوم آهن ”وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا
 اِلَيْهِ“ ۽ جڏهن انسان کي تڪليف پهچي ٿي ته پنهنجي رب ڏانهن رجوع ڪندي ان
 کي سڏي ٿو يعني ڪافر به سختيءَ ۾ الله جل شانہ کي سڏيندو آهي ”ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهُ
 نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اُنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ“ ان کان
 پوءِ جڏهن ان کي پنهنجي طرفان نعمت ٿو ڏي ته جنهن ڏانهن اڳي سڏيائين ٿي اهو
 وساري ٿو ويهي ۽ الله جي لاءِ (بيا) شريڪ ٿو بنائي تانت ان جي واٽ کان گمراه
 ڪري يعني انهن دعائن کان پوءِ جڏهن الله عز برهانه ان کي پنهنجي طرفان نعمتون
 ڏئي نوازي ٿو ته اڳيون حالتون، الله جل شانہ کان زاريءَ سان دعائون گهرڻ وغيره
 سڀ وساري ٿو ڇڏي ۽ بتن وغيره کي الله جو شريڪ بنائي شرڪ ۽ ڪفر ٿو ڪري
 تانت پاڻ ته گمراه ٿيو پر ٻين کي به الله جي سنڌي واٽ کان ٿيڙي گمراه بنائي
 ”قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكُمْ قَلِيلًا اِنَّكُمْ اَصْحَابُ النَّارِ“ فرمائي ته پنهنجي ڪفر سان ٿورو
 وقت نفعو وٺي وٺ بلاشڪ تون جهنم وارن مان آهين يعني اي محبوب! عليڪ
 الصلوة والسلام اوهان ان کي فرمايو ته دنيا جي زيب ۽ زينت مان جيڪي مزا ماڻڻ
 گهرين ٿو ماڻي وٺ موت کان پوءِ تون جهنم ۾ هميشه رهندڙن مان هوندين جنت
 نصيب نه ٿينديئي ”اَمَنْ هُوَ فَاِنَّ اَنَاءَ الْجِلِّ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا
 رَحْمَةً رَبِّهِ“ ڇا جيڪو راتين جي وقتن ۾ سجدا ڪندي ۽ ٻيئي عبادت ڪري ٿو،
 آخرت کان ڊڄي ٿو، پنهنجي رب جي رحمت ۾ اميدوار آهي يعني اهو بدبخت
 ڪافر، عاصي ۽ گنهگار جي برابر آهي ڇا؟ هرگز برابر ناهن رات جو ذڪر ان جي
 ڪري ڪيو ويو آهي جو اهو آرام جو ٿاڻيم آهي، ان ۾ عبادت لاءِ اٿڻ، نفس تي

ڳرو هوندو آهي، رياءَ کان آزاد هوندو ۽ مقبوليت کي قريب هوندو آهي ”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ فرماءَ ته چا جيڪي علم رکن ٿا ۽ جيڪي علم نه ٿا رکن برابر ٿيندا؟ يعني اي محبوب! عليك الصلوة والسلام اوهان پنهنجي قوم وارن کي فرمايو ته جيڪي اهو علم رکن ٿا ته الله جي اطاعت ۾ ڪهڙو ثواب آهي ۽ بي فرمان هجن ۾ ڪيترو عذاب آهي اهي برابر ٿي سگهن ٿا؟ نه هرگز نه علم وارا ڀلائيءَ جي اعليٰ مقامن تي هوندا ۽ بي علم نهايت هيٺاهين درجي ۾ هوندا ”إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ“ نصيحت ته صرف عقلمند حاصل ڪن ٿا يعني عقل وارا ئي الله جل مجده جي حجتن مان عبرت ۽ نصيحت حاصل ڪندا ۽ انهن ۾ تدبير ۽ غور ڪندا ”قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِينَ أَحْسَنُوا حَسَنَةً وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ“ فرماءَ ته اي منهنجا اهي ٻانها جن ايمان آندو آهي پنهنجي رب کان ڊڄو جن سهڻا عمل ڪيا انهن جي لاءِ ڀلو بدلو آهي ۽ الله جي زمين ڪشادي آهي يعني اي پيارا پيغمبر! (عليڪ الصلوة والسلام) اوهان فرمايو ته اي منهنجا ٻانهو! پنهنجي رب کان ڊڄو ايمان سان گڏ تقوىٰ ۽ پرهيزگاريءَ جي به ضرورت آهي جيڪي سهڻا عمل ڪن ٿا انهن جي لاءِ آخرت ۾ بدلو به سهڻو آهي يعني بهشت ڀلا جيڪڏهن اوهان کي پنهنجي وطن ۾ رهندي نيڪ ڪم ڪرڻ ۾ رڪاوٽون آهن ته الله جل مجده جي زمين واسع ۽ ڪشادي آهي ڪنهن ٻئي هنڌ هليا وڃو اتي وڃي آزاديءَ سان مالڪ مٺي جي عبادت جا مزا ماڻيو ”إِنَّمَا يُؤَقِّي الصُّبْرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ“ رڳو صابر ئي پنهنجو بدلو حساب کان سواءِ ڏنا ويندا مطلب ته وطن ڇڏي هجرت ڪرڻ ۾ جيڪي تڪليفون اچن ٿيون هن تي صبر ڪندڙن کي حساب کان سواءِ سندن اجورو ڏنو ويندو.

صبر جي ڀلائي

حضرت امام حسين بن علي رضي الله عنهما کان روايت آهي ته مون پنهنجي ناني رسول الله صلي الله عليه وسلم جن کي فرمائيندي ٻڌو ”أَدَّ الْفَرَائِضَ تَكُنْ مِنْ أَعْبَادِ النَّاسِ وَعَلَيْكَ بِالْقَنُوعِ تَكُنْ مِنْ أَعْنَى النَّاسِ يَا بَنِي إِسْرَافِيلَ شَجَرَةُ يُقَالُ لَهَا شَجَرَةُ الْبُلُوِي يُؤْتَى بِأَهْلِ الْبَلَاءِ فَلَا يَنْصَبُ لَهُمْ مِيزَانٌ وَلَا يَنْشُرُ لَهُمْ دِيْوَانٌ يَصُبُّ

عَلَيْهِمُ الْأَجْرُ صَبًّا ثُمَّ تَلَا "إِنَّمَا يُوفَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" (١) فرض ادا ڪر ته ماڻهن مان وڌيڪ عابد هوندين ۽ قناعت کي لازم ڪري وٺ ته ماڻهن مان وڌيڪ غني هوندين اي منهنجا پٽڙا! بيشڪ جنت ۾ هڪ وٺ آهي جنهن کي آزمائش جو وٺ سڏيو ويندو آهي آزمائيل آندا ويندا پوءِ انهن جي لاءِ نه ساهمي ڪڙي ڪئي ويندي ۽ نه انهن جو دفتر کوليو ويندو انهن جي مٿان اجر پلتائي پلتايو ويندو ان کان پوءِ پاڻ مذڪوره آيت تلاوت ڪرڻ فرمايائون.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا ١- "وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ" (١) پنهنجن ٻانهن لاءِ ڪفر کان راضي نه ٿو رهي (مان واضح ٿيو ته جاهلن صوفي سڏائيندڙن جو چوڻ ته الله جل شانہ هر ڳالهه ۾ راضي آهي بالڪل ڪفر ۽ قرآن ڪريم جو انڪار آهي اهڙن جي صحبت ڪرڻ به ڪفر ڏانهن ڇڪيندڙ آهي ٢- "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ" (٢) ۽ ڪو بار ڪنندڙ ڪنهن ٻئي جو بار نه کڻندو (مان معلوم ٿيو ته خوشيءَ سان ڪير ڪنهن جو بار نه کڻندو پر ٻين کي گمراه ڪندڙ کي انهن جا بار به کڻايا ويندا جيئن ارشاد الاهي آهي "وَلْيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَنفَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ" (٢) ۽ البت ضرور پنهنجا بار کڻندا ۽ پنهنجن بارن سان گڏ (جن کي گمراه ڪيو هوندائون) انهن جا بار به کڻندا ۽ هن آيت ۾ شفاعت جو انڪار ناهي ڇو ته اهو ٻئي جو بار کڻڻ نه پر ان تان بار لهرائڻ جو طريقو آهي.

سيدنا عثمان بن عفان رضي الله عنه جو شان:

حضرت عبدالله بن عمر رضي الله عنهما کان روايت آهي ته انهيءَ هڪ ڀيري ڪنهن قاريءَ کان هيءَ آيت ٻڌي "أَمَّنْ هُوَ قَانَتْ أَنَاءُ السَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْأَخَرَ وَيَرْجُو رَحْمَةً رَبِّهِ" فرمايائين ته انهيءَ جو مصداق (حضرت) عثمان رضي الله عنه آهي هن ۾ ان جي تعريف آهي ۽ پاڻ فرمايائين ته حضرت عثمان رضي الله عنه رات جو نماز گهڻي پڙهندو هو ۽ ان ۾ قرآن گهڻو پڙهندو هو. حضرت ابو عبیده رضي الله عنه جو فرمان آهي ته حضرت عثمان هڪ رکعت ۾ سڄو قرآن ڪريم پڙهي پورو ڪندو هو. اهڙي روايت سيدنا غوث اعظم حضرت پير پيران عليه الرحمة جن پنهنجي ڪتاب غنية الطالبين ۾ به ذڪر فرمائي آهي (٣)

٣- قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (فرماء ته! ڇا علم وارا ۽ بي علم برابر ٿيندا؟) مان معلوم ٿيو ته ديني علم جو عالم جاهل عابد کان افضل هي ملائڪ عابد هئا ۽ حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام کي علم ڏئي عالم بنايو ويو ته اهو انهن کان اهڙو افضل ٿيو جو ملائڪن کان ان کي سجدو ڪرايو ويو. هتي مطلقاً ارشاد ٿيو ته عالم افضل آهي ان جي مقابلي ۾ جاهل عابد هجي نه هجي عالم جي برابر ناهي ۽ هتي عالم مان مراد عالم دين آهي انهن جا ئي فضائل قرآن ڪريم ۽ حديثن ۾ آيل آهن.

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ^{١١}

فرماء ته بيشڪ مان امر ڪيو ويو آهيان ته عبادت ڪيان الله جي خالص ڪندڙ ان جي لاءِ دين کي

وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ (١٢) قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

۽ امر ڪيو ويو آهيان تانت هجان مان پهريون حڪم مڃيندڙ فرماء ته بيشڪ مان ڊڄان ٿو جيڪڏهن

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (١٣) قُلِ اللَّهُ

بي فرماني ڪئي مون پنهنجي رب جي وڏي ڏينهن جي عذاب کان فرماء ته الله جي

أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي^{١٤} (١٤) فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ

عبادت ڪيان ٿو خالص ڪندڙ ان جي لاءِ پنهنجو دين پوءِ عبادت ڪيو جنهن جي به گهرو

مَنْ دُونَهُ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

ان کان سواءِ فرماء ته بيشڪ نقصان وارا هي آهن جن نقصان ۾ وڌو پنهنجن سرن کي

وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخَسِرَانُ

۽ پنهنجن اهلن کي قيامت جي ڏينهن خبردار اهو ئي نقصان

الْمُبِينُ (١٥) لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ

پڌرو آهي انهن جي لاءِ سندن مٿان ڇٽيون آهن باهه مان ۽ انهن جي هيٺان

ظُلَلٌ ذَالِكُ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَهُ يُعْبَدُ

ڇٽيون آهن اهو ڊيڄاري ٿو الله ان سان پنهنجن پانهن کي اي منهنجا پانها

فَاتَّقُوا (١٦) وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَّعْبُدُوهَا

پوءِ مون کان ڊڄو ۽ جن پاسو ڪيو بتن کان ته عبادت ڪن انهن جي

وَأَنَا بُوَأَ إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ (١٧)

۽ موٽيا الله ڏانهن انهن جي لاءِ بشارت آهي پوءِ بشارت ڏي منهنجن پانهن کي

الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ

جيڪي بدن ٿا فرمان پوءِ تابعداري ڪن ٿا ان مان وڌيڪ سهڻي جي

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ (١٨)

اهي ئي آهن جو هدايت ڪئي انهن کي الله ۽ اهي ئي ع—— قتل وارا آهن

أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ

ڇا پوءِ اهو جو ثابت ٿيو ان تي حڪم عذاب جو ڇا پوءِ تون ڇڏائيندي ان کي

فِي النَّارِ (١٩) لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

جيڪو باهه ۾ هوندو؟ پر جيڪي ڊڄن ٿا پنهنجي رب کان انهن جي لاءِ ماڙيون آهن

مَنْ فَوْقَهَا غُرْفٌ مَّبْنِيَّةٌ لَا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعَدَ اللَّهُ

انهن جي مٿان ٻيون ماڙيون ٺهيل آهن وهن ٻيون هيٺان انهن جي نهرون الله جو وعدو آهي

لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ (٢٠)

نه ٿو مخالفت ڪري الله وعدي جي.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ صبر جو ثواب بيان ٿيو ۽ صبر به هر ڪو ماڻهو نه ڪندو مخلص بانهو ڪندو ان جي ڪري هتي اخلاص سان عبادت جي امر جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ لَا فِرَاءَ تَه بيشڪ مان امر ڪيو ويو آهيان ته الله جي عبادت ڪيان ان جي لاءِ دين کي خالص بنائيندڙ يعني اي رسول مڪرم! (صلى الله عليه وسلم) اوهان پنهنجي قوم جي مشرڪن کي فرمايو ته الله عز برهانه جو مون کي امر آهي ته مان ان جي عبادت نهايت خلوص سان ڪيان ان جي دين تي اخلاص سان هلاان ”وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ“ ۽ مان امر ڪيو ويو آهيان تانت فرمانبردارن ۾ پهريون مان هجان يعني الله جي توحيد مڃڻ، اخلاص سان ان جي عبادت ڪرڻ ۽ غير الله کان پري رهڻ ۾ سڀني کان اڳيان هجان. ”قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ“ فرماءِ ته بيشڪ مان ڊڄان ٿو جيڪڏهن مون پنهنجي رب جي بي فرماني ڪئي وڌي ڏينهن جي عذاب کان مقصد ته مون کان بي فرماني ٿيندي ته ڪا نه پر جيڪڏهن بفرض محال مان پنهنجي رب جي بي فرماني ڪيان ته وڌي ڏينهن (قيامت) جي عذاب کان ڊڄان ٿو. نه مان پنهنجي رب جو بي فرمان ٿيندس نه ان سان ٻئي کي شريڪ بنائيندس ۽ نه اوهان مشرڪن جو دين قبول ڪندس ”قُلْ اللَّهُ أَعْبَدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي“ فرماءِ ته مان ته خاص الله جي عبادت ڪيان ٿو ان جي لاءِ دين کي خالص بنائيندڙ يعني اي نبي معظم! عليك الصلوة والسلام اوهان انهن کي فرمايو ته ”مان پنهنجي

دين کي ان الله جي لاءِ خالص بنائيندي ان جي عبادت کيان ٿو. شرڪ ۽ رياءَ کان پري آهيان ”فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُونِهِ“ پوءِ اوهان ان کان سواءِ جنهن جي گهرو عبادت ڪيو هن ۾ انهن جي محروم رهڻ ۽ خوار ٿيڻ تي تنبيه ڪيل آهي ۽ هي حڪم جهاد وارين آيتن جي نازل ٿيڻ سان منسوخ ڪيل آهي (١) ”قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمَبِينُ“ فرماء ته خساري وارا اهي آهن جن پنهنجن سرن ۽ پنهنجي اهل عيال کي قيامت جي ڏينهن خساري ۾ وڌو خبردار! اهو ئي کليل خسارو آهي عرف عام ۾ خسارو ان کي چوندا آهن جو انسان جو ڪاروبار ۾ لڳايل سمورو سرمايو تباهه ٿي وڃي ۽ بازار ۾ ان تي ٻين جو ايترو قرض چڙهي جو سڀ ڪجهه ڏئي به بار لاهي نه سگهي ڪافرن ۽ مشرڪن جي لاءِ هتي الله جل مجدہ اهو ئي استعارو استعمال ڪيو آهي انسان کي زندگي، عمر، عقل، جسم، قوتون، قابليتون، ذرائع ۽ مواقع جيڪي به شيون دنيا ۾ حاصل آهن انهن سڀني جو دراصل مجموعو اهو سرمايو آهي جنهن کي اهو دنيوي حياتيءَ جي ڪاروبار ۾ لڳائي ٿو ۽ اهو سمورو سرمايو جيڪڏهن ڪنهن شخص ان تي زور ڏيندي لڳايو ته ڪوبه الله ناهي يا الله گهڻا آهن جن جو مان ٻانهو آهيان ۽ مون کي ڪنهن وٽ ڪو حساب ڏيڻو ناهي ته سمجهو ته اهو صرف پاڻ نه پر انهيءَ پنهنجو سڀ سرمايو، اهل عيال به تباهه ڪري ڇڏيو. اهو ئي کليل خسارو، ٿوڻ ۽ نقصان آهي (٢) ”لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ“ انهن جي لاءِ سندن مٿان باهه جون چٽيون آهن ۽ سندن هيٺان چٽيون آهن هي انهن جي خساري ۾ پوڻ جي هڪ قسم جو بيان آهي يعني سندن مٿان به باهه جا تها چڙهيل هوندا ته سندن هيٺان به باهه جا طبعا هوندا ظلل هر ان شئي کي چيو ويندو آهي جنهن جو پاڇو ڪنهن شي تي پوي آهي باهه جي شعلن ۾ هيٺان مٿان پوريل هوندا ”ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ“ اهو (عذاب) الله ان سان پنهنجن ٻانهن کي ڊيڄاري ٿو يعني الله ان هيبتناڪ عذاب سان پنهنجن ٻانهن کي ڊيڄاري ٿو تانت ان ۾ داخل ڪندڙن ڪمن کان بچڻ ۽ بچڻ ”يُعْبَادِ قَاتِلُونَ“ اي منهنجا ٻانهو! پوءِ مون کان ڊڄو يعني مون کان ڊڄندي اهڙا ڪم نه ڪيو جيڪي مون کي ناراض بنائين هيءَ

نهایت پیاری نصیحت آھی جیڪا لطف ۽ رحمت سان ڀريل آھی (۱)
 ”وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۖ وَ لَنْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ ۚ وَلَٰكِن يَدْخُلُونَهَا فِي جَنَّاتٍ مُّجْتَمِعِينَ ۖ وَ لَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ مِّمَّا يَشَاءُونَ ۖ وَ فِيهَا جَنَّاتٌ مِّنْ ذُكْرٍ لَا يَزُولُ فِيهَا عُودٌ ۖ“
 کان پاسو ڪيو جو انهن جي عبادت ڪن ۽ الله ڏانهن رجوع ڪيائون انهن جي لاءِ
 بشارت آهي يعني جن شخصن بت پرستي ڇڏي الله عز برهانه ڏانهن رجوع ڪيو
 انهن جي لاءِ بشارت آهي.

شان نزول

هي آيت حضرت زيد بن عمرو بن نفيل، حضرت ابوذر ۽ حضرت سلمان فارسي
 رضي الله عنهم جي متعلق نازل ٿي. پر ان جو حڪم انهن کي ۽ جن ٻين ائين ڪيو
 سڀني کي شامل آهي (۲) ”فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ
 الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ“ پوءِ منهنجن انهن ٻانهن کي بشارت ڏي
 جيڪي حڪم ٻڌي ان جي تمام سهڻي جي اتباع ڪن ٿا اهي ئي اهي آهن جن کي
 الله هدايت ڏني ۽ اهي ئي عقل وارا آهن الله عز برهانه هتي پنهنجي پياري رسول عليه
 الصلوة والسلام کي امر ٿو ڪري ته پنهنجن ٻانهن مان انهن کي به بشارت ڏي
 جيڪي الله جي تمام سهڻي حڪم کي ٻڌي ان جي اتباع ڪن ٿا اهي ئي الله جا
 هدايت ڪيل ٻانهن آهن ۽ اهي ئي عقل وارا آهن قرآن ڪريم بار بار عقل ۽ فهم وارا
 انهن کي چيو آهي جيڪي هدايت جي واٽ وٺن ٿا ۽ ان تي قائم رهن ٿا ۽ حقيقت به
 اها آهي ته جنهن کي پنهنجي نجات جو فڪر ناهي ۽ دل ۾ حق جي ڳولڻ جو
 اهتمام ناهي اهي ته عقل جي مباهي کان به بهرور ناهن ”أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ
 الْعَذَابِ“ ڇا پوءِ جنهن تي عذاب جو حڪم ثابت ٿي چڪو آهي يعني جنهن جو
 عذاب ۾ اچڻ اڳي الله جي علمو آهي ”أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ“ ڇا پوءِ تون ان کي
 ڇڏائيندي جيڪو باهه ۾ هوندو؟ يعني انهن کي تون نه ڇڏائيندين ڇو ته اهي ازلي
 بدبخت ۽ علم الاهي ۾ جهنمي آهن حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته
 انهن مان مراد ابولهب ۽ سندس پٽ آهن (۳) ”لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ
 فَوْقَهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِّنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ“ پر جيڪي پنهنجي رب کان ڊڄن ٿا انهن

(۱) تفسير ابو السعود ص ۲۴۸ جزء ۷ (۲) تفسير ابن ڪثير ص ۴۸ جلد ۴ (۳) خزائن العرفان (سنڌي)

جي لاءِ سندن مٿان ماڙيون آهن جو انهن ماڙين جي مٿان به ٺهيل ماڙيون آهن انهن جي هيٺان نهرون وهن ٿيون هي جنت جي درجات جي طرف اشارو آهي ۽ ”مَبْنِيَّةٌ“ (ٺهيل) مان ثابت ٿيو ته اهي سڀ تيار آهن قيامت جي ڏينهن تيار نه ڪيا ويندا. ”وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ“ الله جو وعدو آهي الله وعدي برخلافي نه ڪندو آهي يعني الله کان ڊڄندڙن ٻانهن جي لاءِ بيان ڪيل بهشتي محلاتون ۽ ماڙيون الله جو ٻانهن سان وعدو ڪيل آهي انهن کي اهي ضرور ڏيندو الله وعدي برخلافي نه ڪندو آهي.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا ۱- ”مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ“ (ان جي لاءِ دين کي خالص بنائيندڙ) مان معلوم ٿيو ته دين جو ڪوبه ڪم اخلاص کان سواءِ مقبول ناهي اخلاص هر عمل جو روح آهي ۲- ”قُلْ إِنَّ الْخُسْرَيْنَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ (فرماء ته بلاشڪ خساري وارا آهي آهن جن پنهنجا سر ۽ پنهنجو اهل قيامت جي ڏينهن خساري ۾ وجهي ڇڏيو) هن مان معلوم ٿيو ته ڪافرن مان بچڙن ۾ بچڙو ڪافر اهو آهي جيڪو پاڻ ته ڪافر رهيو پر ان جا گهر جا ڀاتي به ڪافر رهيا جيئن اهو مومن خوش نصيب آهي جيڪو پاڻ ته متقي آهي پر ان جا گهر جا ڀاتي به متقي هجن. حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه جو شان آهي جو اهو پاڻ اصحابي پيءُ اصحابي، پٽ اصحابي ۽ پوٽا به اصحابي هئا رضي الله عنهم اها سندس خصوصيت آهي جو ان جي چئن پيڙهين ۾ اصحابيت رهي جيئن حضرت يوسف علي نبينا وعليه الصلوة والسلام جي چئن پيڙهين ۾ نبوت رهي ۳- ”وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَا بِمَا إِلَهِ لَّهُمُ الْبُشْرَى“ (۽ جيڪي بتن کان پري رهيا جو انهن جي عبادت ڪن ۽ الله ڏانهن موٽيا انهن جي لاءِ بشارت آهي) مان معلوم ٿيو ته بشارت حاصل ڪرڻ لاءِ پهريون شرط بچڙن عقيدن کان بيزار رهڻ ۽ الله ڏانهن رجوع ڪرڻ آهي انڌيرو ۽ نور هڪ هنڌ گڏ نه ٿيندا ۽ اهو به نه ٿو ٿي سگهي جو بي ايمانن سان به تعلق رهي ۽ الله جل شانہ سان به ۴- ”فَيَسْعَوْنَ أَحْسَنَهُ“ (پوءِ ان مان تمام سهڻي جي اتباع ڪن ٿا) ۾ مراد اها ناهي ته

الله جل جلاله ۽ ان جي پياري رسول عليه الصلوة والسلام جا ڪي قول سهڻا ناهن جن جي اتباع نه ڪجي هي قيد واقعي ڪي بيان ڪرڻ جي لاءِ آهي مطلب ته سندن هر قول احسن، تمام سهڻو آهي جنهن جي اتباع ڪن ٿا ۵. ”أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ“ (اهي ئي اهي آهن جن کي الله هدايت ڪئي) هيءَ آيت حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه جي شان ۾ نازل ٿي آهي جو ان جڏهن ايمان آندو ته خاموش نه رهيو پر ٻين کي به ايمان جي دعوت ڏنائين ۽ سندس ان دعوت کي قبول ڪندي ۱- حضرت عثمان بن عفان ۲- حضرت عبدالرحمن بن عوف ۳- حضرت طلحة ۴- حضرت زبير ۵- حضرت سعد بن ابی وقاص ۶- حضرت سعيد بن زيد وغيرهم به ايمان آندو سبحان الله نهايت بابرڪت آهي اهو وڻ جنهن جا ميوا اهڙا آهن. (۱)

الْمَرْتَرَانِ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ

ڇا نه ڏٺو تو ته بيشڪ الله لائين آسمان کان پاڻي پوءِ وهائين ان کي چشما ڪري

فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ

زمين ۾ تنهن کان پوءِ ڪڍي ٿو ان سان پوک مختلف هوندي ان جا رنگ ان کان پوءِ

يَهَيِّجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

سڪي ٿي پوءِ ڏسندڙن ان کي زرد ٿيل ان کان پوءِ ڪري ٿو ان کي ذرا ذرا بيشڪ ان ۾

لَذِكْرَىٰ لَآ أُولَىٰ الْأَلْبَابِ (۲۱)

البت نصيحت آهي عقل وارن جي لاءِ.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله جل جلالته آخرت جون اهڙيون صفتون بيان فرمايون جن سان

ان ڏانهن شوق ۽ رغبت وڌي ۽ هتي وري دنيا جون اهڙيون حالتون بيان ڪيون آهن جن سان ان ڏانهن رغبت ۽ شوق گهٽجي فرمان مبارڪ آهي ”اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنْابِيعٌ فِي الْاَرْضِ“ ڇا تون ڏٺو ته بلاشڪ الله آسمان کان پاڻي لائون پوءِ ان کي چشما بنائي زمين ۾ وهائين يعني اوهان ڏٺو ناهي ته مينهن جو پاڻي مٿان آسمان کان لهي جبلن ۽ زمين جي مسام ۾ جذب ٿي چشمن جي صورت ۾ زمين مان نڪري ٿو باقي جيڪڏهن چشمن جي ظاهر ٿيڻ جو پيو ڪو سبب هجي ته ان جو به هتي انڪار ناهي ”ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا وَّالْوَانَةُ“ ان کان پوءِ ان سان اهڙي پوک ٿو ڪڍي جنهن جا رنگ مختلف آهن يعني ان پوک جي سڀن جا رنگ مختلف آهن يا اهي پوکون خود مختلف آهن ڪڻڪ، وڻ، ساريون وغيره ”ثُمَّ يَهَيِّجُ فِتْرَاهُ مَصْفَرًا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا“ ان کان پوءِ اها پوک سڪي ٿي پوءِ ان کي زرد رنگ ۾ ڏسندين ان کان پوءِ ان کي ذرا ذرا بنائي ٿو. يعني هي به الله جل شانہ جي قدرت جو نظارو آهي ته ان سرسبز پوک کي ڏسنڌو ته اڳتي هلي سڪي ٿي، زرد رنگ جي بنجي ٿي ان کان پوءِ ان کي ذرا ذرا بنائي ٿو ”اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّاُولٰٓئِ الْاَلْبَابِ“ بلاشڪ ان ۾ عقلمندن جي لاءِ البت نصيحت آهي. يعني عقلمند ماڻهو پوک جي حالتن ۾ تبديلي ڏسي نصيحت حاصل ڪندا آهن ته جيئن ان پوک جي رونق به ٿي ڏينهن هلي ختم ٿي وئي ٿيئن ئي هن دنيا جو حال به اچڻ ويڃڻ وارو آهي ان جي عارضي بهار تي انسان مست رهي الله عز برهانه کان عاقل نه رهي.

فائدو:

مذڪوره آيت جي جملة ”فَسَلَكَهُ يَنْابِيعٌ فِي الْاَرْضِ“ (پوءِ ان کي زمين ۾ چشما ڪري وهائين) ۾ يناابيع ينبوع جو جمع آهي جنهن جي معنيٰ آهي چشمو مطلب ته آسمان کان پاڻي لاهڻ ئي وڏي نعمت آهي پر جيڪڏهن ان نعمت کي زمين جي اندر محفوظ ڪرڻ جو انتظام نه ڪيو وڃي ها ته انسان صرف ان جي وسڻ جي وقت يا ان سان متصل به ٿي ڏينهن ان مان فائدو وٺي ها حالانڪ پاڻي انسان جي زندگيءَ جو مدار ۽ اهڙي ضرورت آهي جنهن سان اهو هڪ ڏينهن به لاپرواهي ڪري نه سگهي ها ان جي ڪري الله تعاليٰ صرف ان نعمت جي نازل ڪرڻ تي اکتفا نه ڪئي

پر ان کي محفوظ رکڻ جو به عجيب انتظام بيان ڪيو آهي ڪجهه کڏن، حوضن ۽ تلائن ۾ محفوظ هوندو آهي ته ان مان گهڻو ذخيره وري برف بنائي جبلن جي چوٽين تي رکيو ويندو آهي جنهن سان ان جي سڙڻ يا خراب ٿيڻ جو امڪان نه رهندو آهي پوءِ اها برف آهستي آهستي ڳرندي پاڻي بنجندي جبلن جي اندر رکيل قدرتي رڳن جي ذريعي لهي ايندي آهي ۽ جا به بجا زمين مان پاڻي بغير ڪنهن محنت جي چشمن جي صورت ۾ ظاهر ٿيندو آهي ۽ اهو پاڻي مندين جي شڪل ۾ زمين تي وهڻ لڳندو آهي ۽ ڪيترو پاڻي زمين ۾ اندر هلندو آهي جيڪو ڪوهن کوٽڻ ۽ نلڪن هڻڻ سان ظاهر ٿي فائدو ڏيندو رهندو آهي.

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ

ڇا پوءِ اهو شخص جو ڪوليو الله ان جو سينو اسلام جي لاءِ پوءِ اهو نور تي آهي

مَنْ رَبَّهُ فَوَيْلٌ لِلَّهِ سِرِّيَّةٍ قُلُوبُهُمْ

پنهنجي رب جي طرفان پوءِ ويل آهي انهن جي لاءِ جو ڪٿيل آهن قلب انهن جا

مَنْ ذَكَرَ اللَّهُ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (٢٢) اللَّهُ نَزَّلَ

الله جي ذڪر کان اهي ڪليل گم راهيءَ ۾ آهن الله نازل ڪئي

أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِي تَقْشَعِرُّ

تمام سهڻي ڳالهه ڪتاب هڪ ٻئي سان مشابه ٿيندڙ ورائي آندل ڪانڊارجن ٿيون

مِنْهُ جُلُودٌ الَذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ

ان سببان ڪلون انهن جون جيڪي ڊڄن ٿا پنهنجي پالڻهار کان ان کان بعد نرم ٿين ٿيون

جَلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ

كلون انهن جون ۽ دليون انهن جون الله جي ذكر ڏانهن اها الله جي هدايت آهي

يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

هدايت ڪري ٿو ان سان جنهن کي گهري ۽ جنهن کي گمراه ڪري ٿو الله پوءِ ناهي ان جي لاءِ

مَنْ هَادٍ (٢٣) أَفَمَن يَتَّبِعِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ

ڪو هدايت ڪندڙ ڇا پوءِ جيڪو بچاءُ ڪندو پنهنجي منهن سان سخت عذاب کان

يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ (٢٤)

قيامت جي ڏينهن ۽ چيو ويندو ظالمن کي ته چڪو اهو جيڪو ڪندا هيو

كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (٢٥)

گهوڙو ڀانيو انهن به جيڪي انهن کان اڳ هئا پوءِ آيو انهن وٽ عذاب اٿاهين جو نه پيا ڄاڻن

فَآذَقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

پوءِ چڪائي انهن کي الله خوارِي حياتي دنيا واريءَ ۾ ۽ البت آخرت جو عذاب

أَكْبَرُ مَلَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (٢٦) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ

وڏو آهي جيڪڏهن ڄاڻن ها ۽ البت تحقيق بيان ڪيا سون ماڻهن جي لاءِ

فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (٢٧) قُرْآنًا عَرَبِيًّا

هن قرآن ۾ هر مثال تانت آهي نصيحت وٺڻ قرآن عربي

وقف لا رم

غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (٢٨)

ناهي ڏنگائيءَ وارو تانت اهي ڊڄن.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ پنهنجي اطاعت ۽ دنيا کان روگردانيءَ جي ترغيب ڏني ۽ هتان کان ارشاد ٿي رهيو آهي ته اهي ڳالهيون اهو ڪندو جنهن جي سيني کي الله جل شانہ اسلام جي لاءِ کوليو هوندو ۽ ان جي قلب کي منور فرمايو هوندو فرمان مبارڪ آهي ”اَقَمَنَّ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهِ“ ڇا پوءِ جنهن جو سينو الله اسلام جي لاءِ کوليو پوءِ اهو پنهنجي رب جي طرفان نور تي آهي مطلب ته الله عز برهانه جنهن جو سينو اسلام جي لاءِ کوليو ۽ اهو الله جي طرفان نور تي آهي سو انهن وانگر هوندو جنهن جي قلب تي سندس ئي جهالت ۽ غفلت جي ڪري مهر لڳل آهي؟ نه هرگز نه اهي هڪ جهڙا ناهن عبد بن حميد، ابن جرير، ابن المنذر حضرت قتاده کان ۽ ابن مردويه حضرت عبدالله بن مسعود رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته اصحابِ ڪرام رضي الله عنهم حضور پر نور عليه الصلوة والسلام جن جي خدمت عاليه ۾ عرض ڪيو ته يا رسول الله! ڇا سيني جي شرح ٿيندي آهي ۽ ڪهڙي نموني ٿيندي آهي؟ پاڻ فرمايائون ته ”هاڻو جڏهن قلب ۾ نور داخل ٿيندو آهي ته اهو کلي پوندو آهي“ اصحابن پلارن عرض ڪيو ته ”ان جي نشاني ڪهڙي آهي؟“ پاڻ فرمايائون ته قيامت ڏانهن رجوع، دنيا کان دوري، موت جي لاءِ ان جي اچڻ کان اڳي تيار رهڻ“ (١).

حضرت ابوبڪر رضي الله عنه جو شان:

حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته: الله تعاليٰ جنهن جي سيني کي اسلام جي لاءِ کوليو اهو ابوبڪر صديق آهي (٢) مطلب ته اهو پنهنجي رب جي طرفان نور تي به آهي ”فَوَيْلٌ لِلْقَلْسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ“ پوءِ جن جون دليون الله

جي ذکر کان ڪٿيل آهن انهن جي لاءِ ويل آهي مطلب ته جيڪي دليون ذکر خدا کان غافل آهن انهن جي لاءِ هلاڪت آهي.

نبوي حديثن مان الله عز برهانه جي ذکر جي ڀلائي

١- ترمذي، ابن مردويه، الترغيب في الذكر ۾ ابن شاهين، شعب الايمان ۾ بيهقيءَ حضرت ابن عمر رضي الله عنهما کان روایت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”لَا تَكْثُرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةُ الْقَلْبِ وَإِنْ أَبْعَدَ النَّاسُ مِنَ اللَّهِ الْقَلْبَ الْقَاسِي“ الله جي ذکر کان سواءِ گهڻي گفتگو نه ڪيو يقيناً الله جي ذکر کان سواءِ گهڻو ڳالهائڻ قلب جي ڪٽ وارو هجڻ آهي ۽ ماڻهن مان الله کان گهڻو پري ڪٿيل قلب وارو هوندو آهي ٢- ابن مردويه حضرت علي رضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”أَكُلُ الْعِبَادِ وَنَوْمُهُمْ عَلَيْهِ قَسْوَةٌ فِي قُلُوبِهِمْ“ ٻانهن جو کاڌو کائي ان جي مٿان (فوراً) ننڊ ڪرڻ سندن قلبن جي قساوت جو سبب آهي ٣- طبراني الاوسط ۾، عقيلي، ابن عدي، ابن السني، ابونعيم، بنهي بزرگن پنهنجن الطب نالي لکيل ڪتابن ۾، شعب الايمان ۾ بيهقيءَ ۽ ابن مردويه حضرت عائشه رضي الله عنها کان روایت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”أَذْيَبُوا طَعَامَكُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَلَا تَنَامُوا عَلَيْهِ فَتَقْسُو قُلُوبَكُمْ“ پنهنجي طعام کي الله جي ذڪر ۽ نماز سان هضم ڪيو ۽ ان تي ننڊ نه ڪيو پوءِ اوهان جون دليون ڪٽجي وينديون يعني کائڻ شرط سمهي نه رهو ٤- ابن مردويه امر المؤمنين سيده عائشه رضي الله عنها کان روایت آندي آهي ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن فرمايو ”يُورِثُ الْقَسْوَةَ فِي الْقَلْبِ ثَلَاثُ خِصَالٍ حُبُّ الطَّعَامِ وَحُبُّ النَّوْمِ وَحُبُّ الرَّاحَةِ“ (١) تي خصلتون قلب ۾ قساوت پيدا ڪنديون آهن ١- کاڌي جي محبت ٢- ننڊ جي محبت ٣- راحت جي محبت ”أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ“ اهي کليل گمراهي ۾ آهن يعني جن جون دليون ڪٿيل آهن الله جي ذکر کان غافل آهن انهن جي گمراهه هجڻ ۾ ڪو شڪ ناهي اهي کليل گمراهي ۾ آهن ”اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابَهًا مَّثَانِيًّا وَاللَّهُ تَعَالَى تَمَامٌ سَهْشِي ڳالهه نازل فرمائي هڪ ڪتاب جنهن جا مضمون ملندڙ

جلندڙ آهن ورائي ورائي آندل آهن يعني الله اهڙي سهڻي ڳالهه نازل ڪئي آهي جنهن کان بهتر ڪا ڳالهه ناهي ۽ اها ڳالهه هڪ ڪتاب ۾ آهي جنهن جا مضمون صحيح، سچا، مضبوط، نافع، معقول، فصيح ۽ بليغ هجن سان گڏ هڪ ٻئي سان ملندڙ جلندڙ آهن ورائي ورائي مختلف پيرايين ۾ آندل آهن تانت چڱيءَ طرح ذهن نشين ٿين هتي قرآن ڪريم کي حديث (ڳالهه) سڏيو ويو آهي ڇو ته نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن پنهنجي قوم کي ان جون ڳالهيون ٻڌائيندا هئا ۽ جيڪو مثن نازل ٿيندو هو ان جي خبر ڏيندا آهن (١) ۽ قرآن ڪريم کي ”مڪاني“ ان جي ڪري به سڏيو ويو آهي جو ان ۾ گهڻيون شيون جوڙو جوڙو ڪري بيان ڪيل آهن مثلاً امر ۽ نهی، عام ۽ خاص، مجمل ۽ مفصل، آسمان ۽ زمين، جنت ۽ دوزخ، نور ۽ ظلمت، لوح ۽ قلم، ملائڪ ۽ شيطان، عرش ۽ ڪرسي، وعد ۽ وعيد، اميد ۽ خوف وغيرها (٢) ”تَقْسَعِرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ“ ان جي ڪري انهن جون ڪلون ڪانڊارجن ٿيون جيڪي پنهنجي رب کان ڊڄن ٿا ان کان پوءِ انهن جون ڪلون ۽ دليون الله جي ذڪر ڏانهن نرم ٿين ٿيون يعني جڏهن قرآن ڪريم جون آيتون جن ۾ وعيد جو ذڪر آهي ٻڌن ٿا ته ان جي ڊپ کان سندن ڪلون ڪانڊارجي وڃن ٿيون ۽ وري جڏهن سندن اڳيان الله جي رحمت ۽ مغفرت جو ذڪر اچي ٿو ته سندن دلين ۾ سکون ۽ نرمي پيدا ٿئي ٿي ۽ الله جي ذڪر ڏانهن مطمئن ٿين ٿيون الغرض ته ٻئي جملا خوف ۽ اميد قبض ۽ بسط، هيبت ۽ انس تجلي ۽ استتار ڏانهن اشارو ڪن ٿا. نهر جوري عليه الرحمة فرمايو ته الله هن آيت ۾ مريدن جي سماع ۽ عارفن جي سماع جي وصف بيان ڪئي آهي. مريد جو سماع سندس حال کي ظاهر ڪندو آهي ۽ عارفن جو سماع سندن سکون ۽ اطمینان وڌائيندو آهي (٣) ”ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ“ اها الله جي هدايت آهي جنهن کي گهري ٿو ان سان هدايت ڪري ٿو. يعني مومن، متقين مان الله جنهن کي گهري ٿو ان سان هدايت ڪري ٿو. ”وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ“ ۽ جنهن کي گمراه ڪري ٿو ته پوءِ ان جي لاءِ ڪو هدايت ڪندڙ ناهي يعني جنهن کي الله تعالیٰ ڍر ٿو ٿي ته اهو پنهنجي نفس ۽ عقل جي حوالي ٿي وڃي ٿو. نيين عليهم

الصلوة والسلام تي ايمان نه ٿو آئي. انهن جي اتباع نه ٿو ڪري ان جي لاءِ ڪو
 ٻيو هدايت ڪندڙ ناهي ته ان کي فلسفي برهان ڪم ايندا نه عقلي دلائل (١)
 ”اَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ ڇا پوءِ جيڪو پنهنجي منهن سان
 سخت عذاب کان بچاءُ ڪندو هتي جواب ۾ جملہ محذوف آهي ”ڪمن هو آمن“
 يعني جنهن ٻانهي جي هٿن کي ڪنڌ ۾ ٻڌو ويندو ۽ سامهون اچڻ واري سخت
 عذاب کي منهن سان دفع ڪرڻ جي ڪوشش ڪندو سو ان وانگر هوندو جيڪو
 امن ۾ رهندو نه ان کي ڪا تڪليف پهچندي ۽ نه اهو سخت عذاب کي هٿن ٻڌجڻ
 جي ڪري منهن سان دفع ڪري بچاءُ حاصل ڪندو؟

شان نزول:

مفسرن پلارن لکيو آهي ته هيءَ آيت ابوجهل ملعون جي بري حالت بيان ڪرڻ
 جي لاءِ نازل ٿي هئي (٢) ”وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ“ ۽ ظالمن کي
 چيو ويندو ته جيڪي ڪندا هيئو اهو چڪو يعني جنهن ڪفر ۽ معصيت تي هميشه
 رهيو ان جي سزا هاڻي چڪو ”كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
 لَا يَشْعُرُونَ“ انهن کان جيڪي اڳ هئا انهن ڪوڙ ڀانيو پوءِ انهن وٽ اتاهين عذاب
 آيو جتان نه پيا ڄاڻن هتي آخرت واري عام عذاب جي اچڻ کان اول اڳين امتن تي
 دنيا ۾ اچڻ واري ڪجهه عذاب جو ذڪر ٿي رهيو آهي يعني جن اڳين امتن نبين (علي
 نبينا وعليهم الصلوة والسلام) کي ڪوڙو ڀانيو انهن تي دنيا ۾ ئي اتاهين عذاب آيو
 هو جتان سندن خواب خيال ۾ به نه هو ”فَإِذَا أَقْبَهُمُ اللَّهُ الْحَزَنُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 وَلِ الْعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ مَلَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ“ پوءِ الله انهن کي دنيوي حياتيءَ ۾ خواري
 چڪائي ۽ البت آخرت جو عذاب وڏو آهي جيڪڏهن ڄاڻن ها يعني الله عز برهانه
 انهن کي دنيوي حياتيءَ ۾ خواريءَ جو عذاب چڪايو ڪيترن جون شڪليون تبديل
 ٿيون، ڪيترا زمين ۾ غرق ٿيا. ڪيترا قتل ڪيا ويا ته ڪيترا قيدي بڻيا ۽ ڪئين
 جلاوطن ڪيا ويا جيڪڏهن شعور ۽ ڄاڻ رکن ها ته آخرت جو عذاب ته انهن جي
 لاءِ گهڻو وڏو ۽ تمام سخت آهي ”وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ
 لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ“ ۽ البت تحقيق اسان هن قرآن ۾ هر مثال بيان ڪيو آهي تانت اهي

نصيحت وٺن. يعني قرآن ڪريم ۾ غور ۽ تدبر ڪرڻ واري عميق فڪر سان ڏسندڙن جي لاءِ جنهن به ديني امر جا اهي محتاج آهن اسان هر مثال ڏئي انهن کي سمجهايو آهي تانت سمجهي نصيحت حاصل ڪن. (١) "قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ" عربي قرآن ناهي ڏنگائيءَ وارو تانت اهي ڊڄن مطلب ته هي قرآن عربي ٻوليءَ ۾ آهي هي ڪنهن ٻي ٻوليءَ ۾ ناهي جو مڪه مڪرمه جي رهاڪو ۽ ٻين عربن کي ان جي سمجهڻ جي لاءِ ڪنهن مترجم جي محتاجي ٿئي هي ته سندن زبان ۾ آهي جنهن کي اهي سڌوسنئون پاڻ سمجهي سگهن ٿا ۽ نه ان ۾ ڪا ڏنگائي آهي جو ماڻهن کي ان جو سمجهڻ مشڪل لڳي هن ۾ ته صاف صاف سڌي ڳالهه ڪيل آهي جنهن سان هر ماڻهو سمجهي سگهي ٿو ته هي ڪتاب ڪهڙي شيءِ کي غلط ۽ ڪنهن کي صحيح چو ٿو چوي ۽ ڪهڙي بنا تي ڇا ڇا مڃرائڻ گهري ٿو ۽ ڪنهن جو انڪار ڪرائڻ ٿو چاهي ڪهڙن ڪمن ڪرڻ جو حڪم ڏي ٿو ۽ ڪهڙن ڪمن کان روڪي ٿو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا ١- "أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ" (ڇا پوءِ جنهن جي سيني کي الله اسلام جي لاءِ کوليو) ۾ آيل لفظ شرح جي لفظي معنيٰ ڪولڻ، پکيڙڻ ۽ ڪشادو ڪرڻ آهي. سيني جي شرح جي معنيٰ قلب کي وسيع بنائڻ آهي جنهن جي مراد آهي قلب ۾ اها استعداد پيدا ٿئي جو اهو تڪويني آيات الاهيه، آسمان، زمين ۽ خود پنهنجي پيدا ٿيڻ ۾ غور ڪري عبرت ۽ فائدا حاصل ڪري اهڙي طرح انهن آيتن ۾ جيڪي ڪتاب ۽ احڪام جي صورت ۾ نازل ٿيون انهن ۾ به غور ڪري فائدا پرائي شرح صدر جو مقابل دل جي تنگي ۽ ان جي قساوت آهي ان جي ڪري ئي هتي شرح صدر جي ذڪر کان پوءِ "لِقَاسِمَةِ قُلُوبِهِمْ" آيو آهي ٢- "فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّن رَّبِّهِ" (پوءِ پنهنجي رب جي طرفان نور تي آهي) هن نور مان مراد هدايت جو نور آهي جيڪو ٻين نورن کان جدا آهي اهو ئي نور ڪلمه ۽ قرآن پاڪ نصيب ٿيڻ جو ذريعو آهي ان جو نالو خدائي توفيق به آهي اهو خالص خداوندي فضل سان ملندو آهي اهو قلبي نور ڪنهن جو ڌڻي وانگر آهي

جنهن مان اهو فائدو وٺي ٿو ۽ ڪنهن جو گيس وانگر ته ڪنهن جو تارن وانگر هوندو آهي جيئن اصحاب سڳورا ۽ بيا اولياءِ الله ۽ ڪنهن جو وري سج وانگر هوندو جنهن مان ساري دنيا فيض پرائي ٿي جيئن حضور عليه الصلوة والسلام جن جو نور بلڪ پاڻ ته ٻين کي به نور بنائيندڙ آهن سندن ئي صفت آهي ”سَرَاجًا مُنِيرًا“ ٣-
 لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ“ (الله جي ذڪر کان جن جا قلب ڪٽ وارا آهن) مان مراد ذڪر نه ڪندڙ يا ذڪر روڪيندڙ ٻئي ٽولا آهن جن جون دليون الله جي ذڪر سان نرم نه ٿينديون آهن بزرگن جي نصيحت انهن تي اثر انداز نه ٿي ٿئي جيئن سج جي تپش تي ميڻ نرم ٿيندي آهي پر لوڻ زياده سخت ٿيندو آهي اهي ماڻهو صوفياءِ ڪرام جي ذڪر ڪرڻ واري طريقي کي حرام درود ۽ ڪلمه شريف جي ڪثرت کي بدعت، ۽ ميلاد جي محفل، بزرگان دين جي روح کي ايسال ثواب لاءِ قرآن ڪريم جي تلاوت کان به منع ڪندا آهن ۽ بلڪ ڪي ته اهي عمل ڪندڙن کي مشرڪ سڏيندا آهن صوفياءِ ڪرام جو فرمان آهي ته گهڻي ڪاڻڻ، گهڻي سمهڻ ۽ گهڻي ڳالهائڻ سان دل سخت ٿيندي آهي گهٽ ڪاڻو ته بيمار گهٽ ٿيندو، گهٽ ڳالهائڻو ته گناهه گهٽ ڪندو، درود شريف زياده پڙهو ته بي ايمان ٿي نه مرندي ۴- ”تَقْسَعِرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ“ (ان کان انهن جون ڪلون ڪانڊارجن ٿيون جيڪي پنهنجي رب کان ڊڄن ٿا) هي الله جل مجده جي مقبول ٻانهن جو حال آهي جو الله جل مجده جي ذڪر خصوصاً قرآن ڪريم جي تلاوت ڪرڻ يا ٻڌڻ سان انهن تي اهڙي هيبت طاري ٿيندي آهي جو سندن ڪلون ۽ وارڪانڊارجي وڃن ٿا حضرت بيبي اسماء بنت حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنهما جو فرمان آهي ته اصحابن سڳورن جو عام حال اهو هوندو هو ته جڏهن انهن جي سامهون قرآن ڪريم پڙهيو ويندو هو ته سندن اکين مان لڙڪ وهي پوندا هئا ۽ سندن بدن جا وارڪانڊارجي ويندا هئا (١) ٤- ”لَا يَشْعُرُونَ“ (نه ٿا ڄاڻن) مان معلوم ٿيو ته غفلت ڪرڻ به هڪ عيب آهي يعني سرڪشي ڪرڻ ۽ انجام کان بي خبر رهڻ دراصل اهو عيب ته ڪافرن ۾ هو پر افسوس آهي جو هاڻي مسلمان به ان عيب ۾ مبتلا ٿي ويا آهن.

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ

بيان ڪيو الله مثال هڪ مرد آهي ان ۾ ڀائيوار آهن بچڙي طبيعت وارا

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ

۽ هڪ مرد جو نجو هڪ مرد جي لاءِ ڇا برابر ٿيندا مثال ۾ سڀ ساراهه الله جي لاءِ آهي

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (٢٩) إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ

بلڪ اڪثر انهن جا نه ٿا ڄاڻن بلاشڪ تون رحلت ڪندڙ آهين ۽ بلاشڪ اهي

مَيِّتُونَ (٣٠) ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ

به وفات ڪندڙ آهن ان کان پوءِ بلاشڪ اوهان قيامت جي ڏينهن پنهنجي رب وٽ

تَخْتَصِمُونَ (٣١)

جهيڙو ڪندؤ.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ماڻهن جي لاءِ مثال هئي ڳالهه بيان ڪرڻ جي حڪمت بيان ٿي تانت اهي نصيحت حاصل ڪن ۽ هتان کان هڪ مثال ڏئي انهن کي سمجھائڻ جي شروعات ٿي رهي آهي ارشاد عالي آهي ”ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا“ الله مثال بيان ڪيو آهي. هڪ مرد غلام آهي جنهن ۾ بچڙي طبيعت وارا ماڻهو ڀائيوار آهن ۽ هڪ مرد هڪ مرد سردار جو نجو آهي ڇا اهي ٻئي مثال ۾ برابر ٿي سگهن ٿا؟ هتي پهريان ٻه ڀيرا آيل لفظ ”رَجُلًا“ مان مراد خريد ڪيل غلام آهي ۽ ٽيون ڀيرو ذڪر ڪيل لفظ ”رَجُلًا“ مان مراد سردار آهي يعني جيڪڏهن هڪ خريد ڪيل غلام ۾ ڪيترا ڀائيوار هجن ۽ هر هڪ

بد مزاج هجي هر هڪ جي ڪوشش هجي ۽ غلام صرف ان جي ڪم ڪار ۽ خدمت ۾ رهي ته ظاهر آهي ته اهو غلام سخت پريشان هوندو ته ڪنهن جي آرڊر کي پورو ڪري ۽ هڪ غلام نجو هڪ سردار جي ملڪيت آهي ته اهو صرف ان هڪ جي امر جي ادائينگي آسانيءَ سان ڪندو ۽ گهڻو پريشان نه هوندو. ڇا اهي ٻئي برابر ٿي سگهن ٿا؟ هرگز نه هرگز نه - مشرڪ ۽ مومن جو حال به اهڙي طرح سمجهڻ گهرجي مشرڪ جي دل ڪيترن پاسن ڏانهن متوجهه آهي ۽ ڪيترن ڪوڙن ۽ باطل معبودن کي خوش رکڻ ۾ مصروف آهي ان جي برخلاف مومن جي سمورن خيالن ۽ توجهات جو مرڪز هڪ سچو معبود الله جل مجدده آهي اهو پوري دل جمعيءَ سان ان جي خوشنودي حاصل ڪرڻ ۾ مشغول هوندو آهي ۽ يقين رکندو آهي ته ان جي خوشنودي حاصل ڪرڻ کان پوءِ کيس ڪنهن ٻئي جي ضرورت ناهي ”الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“ سڀ ساراهه الله جي لاءِ ثابت آهي بلڪ انهن مان گهڻا نه ٿا ڄاڻن يعني هر حمد، هر حال ۾ هر حمد ڪندڙ کان هڪ الله وحده لاشريڪ له جي لاءِ ثابت آهي جنهن اهڙا اعلى مطلب ۽ حقيقتون ڪهڙن صاف ۽ دلنشين مثالن سان سمجهايون آهن پر ان هوندي به گهڻا قسمت جا ٽٽل آهن جيڪي انهن واضح مثالن هوندي به نه ٿا سمجهن ”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ بلاشڪ تون رحلت فرمائيندڙ آهين ۽ بلاشڪ اهي به وفات ڪندڙ آهن اسلام جي روز بروز وڌندڙ ترقيءَ کي ڏسي ڪافر سڙندا هئا ۽ چوندا هئا ته هي ٿورو وقت هلندو. جڏهن حضرت محمد عليه الصلوة والسلام وفات ڪري ويندو ته سندس پوئتي ڪو پٽ ناهي جنهن جي ذريعي سندس دين وڌندو ۽ عنقريب سچو سلسلو ختم ٿي ويندو انهن جي ان ذهن کي ختم ڪرڻ جي لاءِ ارشاد ٿيو ته اي حبيب! (عليڪ الصلوة والسلام) ان ۾ ڪوبه شڪ ناهي ته اوهان هن دنيا مان رحلت ڪري اڳتي هلڻ وارا آهيو پر اها ڪافرن جي خوشيءَ جي ڳالهه ته ناهي ڇو ته اهي پاڻ به مري وڃڻ وارا آهن پاڻ هميشه رهندڙ ته ناهن.

”ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ“ ان کان پوءِ بلاشڪ اوهان قيامت جي ڏينهن پنهنجي رب وٽ جهيڙو ڪندڙ آهيو. يعني جيئن دنيا ۾ مشرڪ ۽

مومن جو اختلاف آهي تيئن اهو اثر قيامت جي ڏينهن کلي ظاهر ٿيندو جڏهن انبياءَ عليهم الصلوة والسلام ۽ انهن جا امتي هڪ جاءِ تي گڏ ٿيندا ۽ ڪافر انبياءَ عليهم الصلوة والسلام ۽ مومن جي مقابلي ۾ جهيڙا ۽ ججتون ڪندا ڪافر انڪار ڪندا ته اسان کي ڪنهن به الله عز برهانه جو حڪم نه پهچايو پوءِ ملائڪن جي شاهديءَ ۽ زمين، آسمان، رات ۽ ڏينهن، هٿن ۽ پيرن جي گواهيءَ سان ثابت ٿيندو ته ڪافر ان دعويٰ ۾ ڪوڙا آهن اهڙي طرح ٻين سڀني جهيڙن جو فيصلو به ان ڏينهن الله جل شانہ جي بارگاه ۾ ٿيندو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا ۱- ”هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا“ (ڇا مثال ۾ ٻئي برابر آهن) مان واضح ٿيو ته گهڻن درن جو غلام ۽ هڪ الله عز برهانه جو سچو ٻانهو برابر ناهن. اهڙي طرح دنيا جو پوڄاري، مالدارن جو ملازم الله جل شانہ جي ان عارف، ڪامل، مطيع، زاهد، ولي جي برابر نه ٿيندو جنهن پنهنجي زندگي رب العزة جل شانہ جي دين لاءِ وقف ڪري ڇڏي اها ئي ترغيب ڏيندي حضرت شاه عبداللطيف ڀٽائي عليه الرحمه فرمايو.

ڇاڪي وڃين ڇو ٻيلي ٿين ٻين جو
وٺ ڪنڄڪ ڪريم جي جڳ جو والي جو
سهڪو هوندو سو جنهن جو عشق الله سين

۲- ”إِنَّكَ مَيِّتٌ“ (بلاشڪ تون رحلت ڪندڙ آهين) مان مراد هڪ لمحہ جي لاءِ مٿن موت جي حالت جو طاري ٿيڻ آهي هميشه جي لاءِ ناهي نه ته قرآن ڪريم جو شهيدن لاءِ فرمان آهي ته ”بَلْ أَحْيَاءٌ“ بلڪ زنده آهن. پوءِ جيڪي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جي دين تي لڙي ميدان ملهائي روح روح جي پيدا ڪندڙ جي حوالي ڪن ٿا اهي زنده آهن ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن جي زنده هجڻ ۾ مسلمان کي شڪ ڪيئن ٿيندو؟ نئين عليهم الصلوة والسلام جي زنده هجڻ جا دليل مون احسن البيان جي ص ۲۷۹ کان ص ۲۸۸ تائين ج ۲ ۾ لکيا آهن اتي ڏسي ايمان ڪامل بنائي انبياءَ عليهم الصلوة والسلام جي حيات هجڻ جو عقيدو مضبوط ڪيو.

٢٤
٣٩

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

پوء ڪير وڌيڪ ظالم آهي ان کان جنهن ڪوڙ هنيو الله تي ۽ ڪوڙو چيائين سچ کي

إِذْ جَاءَهُ الْيَسْرُ فِي جَهَنَّمَ مَثُورًا لِّلْكَافِرِينَ (٣٢)

جڏهن آيو ان وٽ ڇا ناهي جهنم ۾ جاء ڪاف ————— رن جي لاء

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (٣٣)

۽ جنهن آندو سچ ۽ سچو چيائين ان کي اهي ئي ————— متقي آهن

لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ

انهن جي لاء اهو آهي جيڪي گه ————— رندا انهن جي رب وٽ اهو بدلو آهي

الْمُحْسِنِينَ (٣٤) لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا

محسنن جو تانت مڃي الله انهن کان برا عمل جيڪي ڪيائون

وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ (٣٥)

۽ بدلو ڏي انهن کي سندن ثواب سهڻو ان جو جيڪو ڪيو هيائون.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جون قباحتون بيان ٿيون ۽ هتي به انهن جي طرفان نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام کي ڪوڙو چوڻ واري ظلم جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي. ”فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ“ پوءِ ان کان وڌيڪ ڪير ظالم آهي جنهن الله تي ڪوڙ هنيو ۽ جڏهن ان وٽ سچ آيو ته ان کي

ان ڪوڙو چيو الله جل جلاله تي ڪوڙ هڻڻ مان مراد آهي ته ٻئي ڪنهن کي الله جو شريڪ بنايائين ۽ ان جي لاءِ اولاد ثابت ڪيائين ۽ جيڪو پيغام حضرت محمد ڪريم عليه الصلوة والسلام جن آندو ۽ اهو خالص حق ۽ خالص سچ آهي ان کي به ڪوڙو چيائين اهو سڀني ظالمن کان وڏو ظالم آهي ان جهڙو ڪو ٻيو ظالم ناهي (١) "الَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ" ڇا جهنم ۾ ڪافرن جي لاءِ جاءِ ناهي؟ هي ڪافرن، نينن عليهم الصلوة والسلام کي ڪوڙو چونڌڙن جي سزا جو بيان آهي مطلب ته انهن جي جاءِ جهنم آهي ان ۾ هميشه پيا هوندا (٢) "وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ" ۽ جنهن سچ آندو ۽ ان کي سچو چيو "سچ آڻڻ وارا حضور صلي الله عليه وسلم جن آهن ۽ انهن کي پهريان پهريان سچو مڃڻ ۽ چوڻ وارو حضرت ابوبڪر صديق ۽ حضرت علي رضي الله عنهما آهن ابن جرير، باوردي معرقة الصحابه ۾ ۽ ابن عساکر اسيد بن صفوان جي سند سان حضرت علي رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته "وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ" نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن آهن ۽ "وَصَدَّقَ بِهِ" حضرت ابوبڪر صديق رضي الله عنه آهي ۽ ابن مردويه حضرت ابي هريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته "وَصَدَّقَ بِهِ" حضرت علي آهي (٣) ٻنهي روايتن ۾ تضاد ناهي حضرت ابوبڪر صديق ۽ حضرت علي رضي الله عنهما ٻئي تصديق ڪندڙ آهن "أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ" اهي ئي متقي آهن يعني اهي هر اهو ڪم جيڪو الله جل جلاله کي ناراض بنائي جيئن شرڪ ۽ گناهه ان کان بچندڙ آهن "لَهُمْ مَّا يَشَاؤْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَٰلِكَ جَزَاؤُ الْمُحْسِنِينَ" انهن جي لاءِ سندن رب وٽ اهو سڀ ڪجهه آهي جيڪي گهرندا اهو محسن جو بدلو آهي مطلب ته اهڙيون نعمتون جيڪي نه ڪنهن مومن ڏٺيون آهن نه ڪڏهن سندن دلين تي انهن جو خيال آيو الله جل مجده وٽ انهن جي لاءِ جيتريون گهرندا موجود آهن اهو محسن جو بدلو آهي جن نيڪ ڪم ڪري زندگي گذاري.

"لِيَكْفُرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا" تانت سندن برا عمل مٽي "يعني ايمان کان اڳي جيڪي ڪانئن غلط ڪم ٿيا الله تعاليٰ ايمان جي صدقي انهن جا اهي عمل مٽي ڇڏيندو "وَيَجْزِيهِمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ" ۽ الله انهن کي سندن

سهڻن عملن جي بدلي ۾ کين اجر عطا فرمائيندو مطلب ته سندن سهڻن عملن جو کين سهڻو بدلو ملندو.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا ۱- ”كَذَّبَ عَلَى اللَّهِ“ (الله تي ڪوڙ هنيائين) مان معلوم ٿيو ته ڪوڙ جا مختلف قسم آهن ۱- قولي - زبان سان ڪوڙ هڻڻ ۲- عملي - اهڙا ڪم ڪرڻ جن مان ڪوڙ ثابت ٿئي ۳- اعتقادي - ڪنهن ضروري عقيدي واري ڳالهه کي نه مڃڻ سڀن کان بچڙو ڪوڙ اعتقادي ڪوڙ آهي ۲- ”بِالصِّدْقِ“ (سچ کي) سچ مان مراد يا قرآن ڪريم آهي جنهن جي هر آيت سچ آهي يا حضور عليه الصلوة والسلام جن آهن جو سندن هر ادا سچ آهي هر ڪم سچو آهي، هر ڪلام سچو آهي باطل انهن تائين پهچي به نه ٿو سگهي ۳- ”مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ“ (ڪافرن جي لاءِ جاءِ) هن مان به ڳالهيون معلوم ٿيون ۱- ته ٻين کي ڪوڙو چوڻ گناهه آهي نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن کي ڪوڙو چوڻ ڪفر آهي ۲- ته دوزخ ۾ جاءِ صرف ڪافرن جي آهي مومن گنهگار ان ۾ عارضي طور داخل ٿيندو هميشه جي لاءِ نه رهندو ۴- ”وَصَدَقَ بِهِ“ (۽ ان کي سچو چيائين) مان معلوم ٿيو ته حضرت ابوبڪر ۽ حضرت علي رضي الله عنهما ٻئي سچا ۽ تصديق ڪندڙ، اعليٰ مقام ۽ شان وارا آهن ۵- ”لَهُمْ مَا يَشَاؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ“ (انهن جي لاءِ سندن رب وٽ اهو سڀ ڪجهه آهي جيڪو گهرندا) مان واضح ٿيو ته حضرت ابوبڪر ۽ حضرت علي رضي الله عنهما جيڪي به الله جل جلاله کان گهرندا اهو انهن جي لاءِ الله تعاليٰ وٽ موجود آهي. کين ڪنهن به نعمت کان محروم يا مايوس نه فرمائيندو.

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ

ڇا ناهي الله ڪافي پنهنجي ٻانهي کي؟ ۽ ڊيڄارين ٿا تو کي انهن کان جيڪي ان کان سواءِ آهن

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (۳۶) وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ

۽ جنهن کي گمراه ٿو ڪري الله پوءِ ناهي ان جي لاءِ ڪو هدايت ڪندڙ ۽ جنهن کي هدايت ڪري ٿو الله

فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ (٣٧)

پوءِ ناهي ان جي لاءِ ڪو گمراهه ڪندڙ ڇا ناهي الله غالب بدلي وٺڻ وارو

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

۽ البت جيڪڏهن پڇندين انهن کان ته ڪنهن پيدا ڪيا آسمان ۽ زمين ته

لَيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلْ اَفَرَايِبْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

البت ضرور چوندا الله فرمائي ته ڇا پوءِ ڏسو انهن کي جن جي پوڄا ڪيو ٿا الله کان سواءِ

اِنْ اَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَتُ ضُرِّيَّ

جيڪڏهن ارادو ڪيو مون کي الله تڪليف ڏيڻ جو ڇا اهي لاهيندڙ آهن ان تڪليف جا

اَوْ اَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِيْ

يا ارادو فرمايائين مون سان رحمت ڪرڻ جو ڇا اهي روڪيندڙ آهن ان جي رحمت جا

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ (٣٨)

فرمائي ته ڪافي آهي مون لاءِ الله ان تي ئي توڪل ڪن توڪل ڪندڙ

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ

فرمائي ته اي منهنجي قوم وارا، عمل ڪيو پنهنجي جاءِ تي بلاشڪ مان عمل ڪندڙ آهيان

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (٣٩) مَن يَّاتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

پوءِ جلد ڄاڻندؤ ته ڪير آهي جو ايندو ان وٽ عذاب جيڪو خوار ڪندو ان کي

وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (٤٠)

۽ لهندو ان تي عذاب هميشه وارو.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ الله سبحانه بيان فرمايو ته اهو مومنن کي جيڪو ڪجهه گهرندا جنت ۾ عطا ڪندو ۽ هتي ٻڌايو ويو آهي ته اهو سندن جي لاءِ دنيا ۾ به ڪافي آهي ابن جرير ۽ ابن ابي حاتم سڏي کان روايت آندي آهي ته ”عَبْدَهُ“ مان مراد حضرت محمد عليه الصلوة والسلام جن آهن (١) يعني نبي ڪريم عليه التسليمات والتڪريمات جي لاءِ بلڪ هر ٻانهي جي لاءِ الله عز برهانه ڪافي آهي ”وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ“ ۽ تو کي الله کان سواءِ ٻين کان ڊيڄارين ٿا.

شان نزول:

عبدالرزاق ۽ ابن المنذر قتادة کان روايت آندي آهي ته: جڏهن ڪافرن محبوب ڪريم عليه افضل الصلوات واڪمل التحيات کي چيو ته: تون اسان جي پٽن کي باطل چوڻ کان پاڻ روڪ نه ته اهي تو کي وڏو نقصان پهچائيندا تڏهن مٿيون ارشاد نازل ٿيو ۽ عبد بن حميد، ابن ابي حاتم ۽ ابن جرير روايت آندي آهي ته نبي اڪرم عليه التسليمات والتڪريمات جن حضرت خالد بن وليد رضي الله عنه کي عزتي بت جي پيڇڻ لاءِ موڪليو ته ان بت جي سادن (مجاور) کيس چيو: اي خالد! مان تو کي ان کان ڊيڄاريان ٿو ان جي سامهون مقابلي ۾ ڪير به بيهي نه سگهندو پر حضرت خالد بغير ڪنهن ڊپ جي ان تي ڪهاڙين جا وار ڪيا ان جو نڪ به وڍي ڇڏيو (٢) ”وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ“ ۽ جنهن کي الله گمراه ڪري ٿو ان جي لاءِ ڪوبه هدايت ڪندڙ ناهي. يعني جنهن نفس جي ڌوڪي ۾ اچي، گناهن جي محبت رکي نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جي بي فرماني ڪئي اهو پنهنجي ئي غلطي جي ڪري گمراه ٿيو الله جل مجده ان کان هدايت جو نور کسي ڇڏيو هاڻي

ان جي لاءِ ڪوبه هدايت ڪندڙ نه آهي ”وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ“ ۽ جنهن کي الله هدايت ڪري ٿو ان کي ڪوبه گمراهه ڪندڙ ناهي يعني جنهن کي نفس جي تزڪيه سان الله سعادت جا اسباب اختيار ڪرڻ جي توفيق ڏي ٿو ۽ صالح اعمال جي محبت سان نوازي ٿو ڪير به ان کي پنهنجي مقصد کان هٽائي نه ٿو سگهي ڇو ته ان سان الله عز برهانه جي خاص مهرباني شامل آهي ”أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ“ ڇا الله غالب، انتقام وٺڻ وارو ناهي؟ يعني الله غالب آهي ان کان ڪوبه غالب ٿي نه سگهندو ۽ نه ان سان جهيڙو ڪري سگهندو ۽ انتقام جو صاحب آهي جيڪو پنهنجن دوستن جي دشمنن کان انتقام وٺندو آهي ۽ ان ۾ ڪوبه شڪ، شبهو ناهي ”وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ“ ۽ البت جيڪڏهن تون انهن کان پڇيندين ته آسمان ۽ زمين ڪنهن پيدا ڪيا آهن ته ضرور چوندا الله (پيدا فرمايا آهن) يعني اهي مشرڪ دليل جي باوجود ۽ رستي جي اهڙي روشن هجڻ جي ڪري جنهن جو انڪار نه ٿو ٿي سگهي اقرار ڪن ٿا ته آسمانن ۽ زمينن جو خالق الله (جلت صفاته) آهي ۽ پڇڻ تي مڃين به ٿا ته پوءِ کين ڪيئن ٿو مناسب لڳي ته خالق کان سواءِ ٻئي جي عبادت ڪن يا ان سان ڪنهن کي شريڪ بنائين ”قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَتَادَعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ“ فرمائي ته: انهن جي خبر ڏيو جن جي الله کان سواءِ عبادت ڪيو ٿا جيڪڏهن الله مون کي تڪليف ڏيڻ جو ارادو ڪري ته ڇا اهي ان جي ڏنل تڪليف کي لاهي سگهندا؟ يا الله مون تي رحمت ڪرڻ جو ارادو فرمائي ته ڇا اهي ان جي رحمت کي روڪي سگهندا؟ يعني جڏهن انهن اوهان جي باطل معبودن ۾ نفعي يا نقصان روڪڻ جو ڪو پاور ناهي ته انهن جي عبادت ڇو ڪيون؟ مقاتل جو قول آهي ته جڏهن هي فرمان نازل ٿيو ۽ نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن انهن کان سوال ڪيو ته ڇپ ٿي ويا ڪو جواب ڏئي نه سگهيا ڪي وري چوڻ لڳا ته اهي نفعو نقصان نه ڏئي نه ٿا سگهن پر سفارش ڪري سگهن ٿا ”قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ“ فرمائي ته مون لاءِ الله ڪافي آهي ان تي ئي توڪل ڪندڙ توڪل ڪن مطلب ته مون لاءِ منهنجن سڀني ڪمن ۾ الله ڪافي آهي اهو ئي

نفعاً ڏيندڙ ۽ نقصان دفع ڪندڙ آهي مان اوهان جي باطل معبودن کان بالڪل نه ٿو
ڊڄان توڪل ڪندڙ صرف ان تي توڪل ڪن غير ڏانهن متوجه نه رهن.

محبوب عليه الصلوة والسلام جو محبوب فرمان:

١- حديث پاڪ ۾ آهي ته ”جيڪو هن ڳالهه سان محبت ٿو رکي ته ماڻهن ۾
وڌيڪ قوي هجي ته الله تي توڪل ڪري، ۽ جيڪو هن ڳالهه سان محبت رکي ٿو
ته ماڻهن ۾ وڌيڪ غني هجي ته جيڪو ڪجهه سندس هٿن ۾ آهي ان کان به
وڌيڪ اعتماد ان تي رکي جيڪو سندس لاءِ الله جي (قدرتي) هٿ ۾ آهي ۽ جيڪو
هن ڳالهه سان محبت رکي ٿو ته ماڻهن ۾ وڌيڪ عزت وارو هجي اهو الله کان
ڊڄندو رهي“ (١) ”قُلْ يٰقَوْمِ اَعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ
يَّاتِيهِ عَذَابٌ يُّخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ“ فرماء ته اي منهنجي قوم! اوهان پنهنجي
جاء تي عمل ڪيو بلاشڪ مان به عمل ڪندڙ آهيان پوءِ اوهان جلد ڄاڻندؤ ته
ڪير آهي (جنهن وٽ) ان کي خوار ڪندڙ عذاب اچي ٿو ۽ ان تي هميشه رهندڙ
عذاب لهي ٿو. يعني اوهان پنهنجي طريقي سان مڪر، ڌوڪي ۽ ٺڳيءَ جا ڪم
ڪندا رهو ۽ مان پنهنجي طريقي، الله ڏانهن سڏڻ ۽ ان جي دين کي غالب بنائڻ جي
لاءِ ڪم ڪندو ٿو رهان اوهان کي جلد خبر پوندي ته ڪنهن وٽ ٿو ذليل ۽ خوار
ڪرڻ وارو عذاب اچي ۽ ڪنهن تي ٿو جهنم وارو دائمي عذاب لهي هن آيت جي
اندر وعيد ۾ مبالغو آهي ۽ اها به خبر ڏنل آهي ته حضور پر نور عليه الصلوة
والسلام جن جو حال الله جي مدد ۽ تائيد سان قوت ۾ وڌندو ۽ سندن دشمنن جي
خوار ڪرڻ ۾ سندن غالب رهڻ جي خبر ڏنل آهي الله عز برهانه ڪافرن کي بدر
جي جنگ ۾ به خوار خراب ڪيو هو. (٢)

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا ١- ”اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ“ (ڇا الله
پنهنجي ٻانهي کي ڪافي ناهي؟) هن آيت ۾ سوال انڪاري آهي هن ۾ حضور عليه
الصلوة والسلام کي تسلي ڏنل آهي ته ڪافر اوهان کي ڪجهه به ڪري نه سگهندا

۽ الله عز برهانه اوهان کي هر مهر ۾ کافي آهي ۲- "وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ" (۽ جنهن کي الله هدايت ڏي تون کي کير به گمراه ڪندڙ ناهي) هتي هدايت مان مراد ايمان جو نور آهي جيڪو رب پاڪ جي طرفان مومن جي دل ۾ پيدا ٿيندو آهي جنهن جي ڪري اهو سهڻي حبيب عليه الصلوة والسلام جي اطاعت تي آماده رهندو آهي براين کان پڇندو آهي اهو نور الله عز برهانه جو خاص ڪرم آهي ۳- "هَلْ هُنَّ كُشِفَتْ ضُرُّهُنَّ" (ڇا اهي ان جي ڏنل تڪليف لاهيندڙ آهن) هتي "هن" مان مراد بت آهن اهي ڪا تڪليف لاهي نه ٿا سگهن الله جل جلاله جا نبي عليهم الصلوة والسلام ۽ ان جا مقبول ٻانها شفاعت ذريعي تڪليف لاهي سگهن ٿا اهي هتي مراد ناهن ۴- "قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا" (فرماء ته اي منهنجي قوم! عمل ڪيو) هن مان به ٽي ڳالهيون معلوم ٿيون ۱- ته ڪافرن کي پنهنجي قوم سڏڻ جائز آهي پر ان مان مراد ملڪي يا نسبي قوم آهي ديني قوم ناهي ۲- دين جي دعوت نرميءَ سان ڏجي جو پاڻ انهن دشمنن، رت جي پياسن کي به پنهنجي قوم سڏي دين جي دعوت ڏنائون ۳- ته هر امر جو صيغو وجوب جي لاءِ ناهي "اعْمَلُوا" امر جو صيغو آهي مگر نه وجوب لاءِ نه اباحت جي لاءِ پر عتاب ۽ غضب جي اظهار جي لاءِ آهي. (۱)

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ

بلاشڪ اسان نازل ڪيو تو تي ڪتاب حق سان پوءِ جيڪو هدايت وارو ٿيو پوءِ پنهنجي سر لاءِ

وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ (۴۱)

۽ جيڪو گمراه ٿيو پوءِ رڳو گمراه ٿئي تون تي ۽ ناهين تون انهن تي ذميدار

اللَّهُ يُتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تُمُتْ فِي مَنَامِهَا

الله وفات ڪرائي ٿو نفسن کي سندن مرڻ جي مهل ۽ انهن کي جو نه وفات ڪيائون سندن ننڊ وقت

فَيَمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ

پوء جهلي ٿو ان کي جو فيصلو فرمايائين ان تي موت جو ۽ ڇڏي ٿو ٻئي کي مقرر مدت تائين

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ (٤٢) أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ

بلاشڪ ان ۾ البت نشانبيون آهن ان قوم جي لاءِ جيڪي سوچين ٿا ڇا ورتائون الله جي اذن کان سواءِ

شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ (٤٣)

سفارش ڪندڙ؟ فرماءِ ته جيتوڻيڪ نه ٿا مالڪ ٿين ڪنهن شئي جا ۽ نه ٿا ڄاڻن

قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

فرماءِ ته الله جي آهي سفارش سُموري ان جي آهي آسمانن ۽ زمين ۾ بادشاهي

ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (٤٤) وَإِذَا ذُكِّرَ اللَّهُ وَحْدَهُ

ان کان پوءِ اوهان ان ڏانهن موٽايو ويندؤ ۽ جڏهن ياد ڪيو وڃي ٿو الله اڪيلو

أَشْمَمَ أَزَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا

اهو ته ٽهنديون دليون انهن جون جيڪي ايمان نه ٿا آڻين آخرت تي ۽ جڏهن

ذُكِّرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ (٤٥)

ياد ڪيا وڃن ٿا اهي جيڪي ان کان سواءِ آهن ته ان وقت اهي خوش ٿين ٿا.

تفسير:

اڳين آيتن ۾ رسول اڪرم، نبي معظم عليه الصلوة والسلام جن جي زبان فيض ترجمان سان ڪافرن جي اڳيان حجتون ۽ قطعي دليل بيان ٿيا ۽ هتي محبوب مٺي

عليه افضل الصلوات واكمل التسليمات كي تسلي ڏيندي ٻڌايو ويو آهي ته اوهان تي جيڪو ڪتاب لٿو آهي اهو حق آهي ارشاد مبارڪ آهي ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ“ بلاشڪ اسان اوهان تي ڪتاب حق سان لائون آهي يعني اسان اوهان تي جيڪو ڪتاب لائون آهي اهو سراسر حق آهي ان ۾ مذڪور دين، اسلام به ماڻهن جي لاءِ سچو ۽ صحيح دين آهي ”فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ“ پوءِ جيڪو هدايت وارو بڻيو ته اهو پنهنجي لاءِ (هدايت وارو بڻيو) يعني هدايت قبول ڪندڙ پنهنجي لاءِ ثواب حاصل ڪندو ”وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ“ جيڪو گمراه ٿيندو پوءِ اهو پنهنجي لاءِ ٿو گمراه ٿئي يعني گمراه ٿيندڙ جي گمراهي جو عذاب ان تي پوندو ”وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ“ ۽ تون انهن جو ذميدار ناهين يعني اوهان انهن جي مٿان انهن کي مجبور ڪري مومن بنائڻ جي لاءِ مقرر ٿيل ناهيو نه ڪو اوهان اهڙو ذمو کنيو آهي ”اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا“ الله وفات ڪرائي ٿو نفسن کي انهن جي مرڻ جي وقت ”انفس“ مان مراد ارواح آهن ۽ هڪ قول مطابق نفس مان مراد روح کان سواءِ ٻي شيءِ آهي حضرت ابن عباس رضي الله عنهما جو اهو قول آهي پوءِ روح عالم حيات جي تدبير ڪندو آهي ۽ نفس عالم احساس جي تدبير ڪندو آهي ۽ حديث پاڪ مان معلوم ٿئي ٿو ته نفس ۽ روح هڪ شيءِ آهن ۽ ان جو جسم کان جدا ٿيڻ ئي موت آهي ۽ ”يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ“ جي معنيٰ انهن کي وفات ڪرائڻ آهي ”وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا“ ۽ جن نه وفات ڪئي انهن کي سندن نند ۾ - هتي نند کي موت سان ۽ نند ڪندڙن کي وفات ڪندڙن سان تشبيهه ڏنل آهي (١) توفی جي لغوي معنیٰ آهي ڪنهن کي پوري طرح پنهنجي قبضي ۾ رکڻ ۽ اهو به قسم آهي ١- روح کي هميشه جي لاءِ پنهنجي قبضي ۾ رکڻ ٢- عارضي طور ڪجهه وقت جي لاءِ رکڻ پهرين صورت کي موت سڏبو آهي ٻي صورت کي نند چئبو آهي (٢) ”فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى“ پوءِ جنهن تي موت جو فيصلو ڪري ٿو ان کي جهلي ٿو ۽ ٻئي کي مقرر مدت تائين ڇڏي ٿو. مطلب ته الله جنهن کي مارڻ ٿو گهري ان جي روح کي روڪي ڇڏي ٿو ۽ جنهن کي مارڻ نه ٿو گهري ان جي روح کي جيستائين ان جي حياتي جو مقرر ميعاد آهي ڇڏي ڏي ٿو ”إِنْ

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ" بلاشڪ ان ۾ ان قوم جي لاءِ نشانين آهن جيڪي
فڪر ڪن ٿا. مقصد ته ارواح کي پوري طرح قبضي ۾ رکي هڪڙن کي جهلڻ ۽ ٻين
کي ڇڏي ڏيڻ ۾ الله جي قدرت باهره تي دلالت ڪندڙ عجيب و بديع نشانين آهن
پر انهن کي هر هڪ ماڻهو سمجهي نه سگهندو اهي سمجهندا جيڪي انهن ۾ غور ۽
فڪر ڪندا ۽ ان سان الله جي توحيد ۽ ان جي قدرت جي ڪمال تي دليل وٺندا
(۱) "أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ" ڇا بنايائون الله جي اذن کان سواءِ سفارش
ڪندڙ - ذهن ۾ رکڻ کپي ته بتن جي متعلق مشرڪ دعويٰ ڪندا هئا ته اهي الله
۾ مجده جي بارگاه ۾ سندن سفارشي آهن انهن جي ئي سفارش سان سندن ڪم
ٿين ٿا ان جي ڪري ئي انهن جي عبادت ڪن ٿا. پر انهن کي سمجهڻ کپي ته
سفارش ڪندڙ معبود بنجي نه ٿو سگهي ٻيو ته سفارش اهو ڪري سگهندو جنهن
کي الله جي طرفان اجازت هجي ۽ اهو به صرف ان جي حق ۾ سفارش ڪندو جنهن
کي الله پسند فرمائي الغرض ته شفاعت ڪندڙ جو موڪل مليل هجڻ ۽ جنهن جي
لاءِ شفاعت ڪري ان جي شفاعت لاءِ خدا جو راضي هجڻ ضروري آهي بتن ۽ بت
پرستن ۾ اهي ٻئي ڳالهين ناهن نه بتن کي شفاعت جو اذن مليل آهي نه بت پرستن
جي لاءِ سفارش کان الله راضي آهي ان جي ڪري انهن جو اهو چوڻ بلڪل غلط آهي
"قُلْ أُولَئِكَ كَانُوا لَآيْمَلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ" فرمائي ته جيتوڻيڪ اهي ڪنهن شيءِ جا
مالڪ نه ٿا ٿين ۽ نه عقل رکن ٿا. يعني بتن کي نه اختيار آهي نه سمجهه پوءِ به انهن
کي سفارشي سمجهڻ نهايت عجيب آهي "قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" فرمائي ته الله جي اختيار ۾ سموري شفاعت آهي ان جي ئي
آسمانن ۽ زمين ۾ بادشاهي ان کان پوءِ ان ڏانهن ئي اوهان موٽايا ويندؤ يعني هر
قسم جي سفارش الله جي اختيار ۾ آهي ان جي مرضيءَ کان سواءِ ڪير چپ چوري
نه سگهندو آسمانن ۽ زمين ۾ بادشاهي به ان جي آهي سڀني کي ان ڏانهن ئي موٽي
هڻڻو آهي.

"وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ
مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" ۽ جڏهن الله وحده جو ذڪر ڪيو ٿو وڃي ته آخرت

تي ايمان نه آئڻ وارن جون دليون ٽهنديون آهن ۽ جڏهن ان کان سوا ٻيا ذڪر ڪيا وڃن ٿا ته ان وقت اهي خوش ٿين ٿا هتي مشرڪن، ڪافرن جي ذهني بيان ڪيل آهي ته انهن جي اڳيان جڏهن الله عز برهانه جي توحيد، هيڪڙائي ۽ وحدانيت بيان ٿيندي آهي ته انهن جون دليون ٽهنديون آهن ۽ جڏهن الله جل مجده کان سواءِ ٻين باطل معبودن جو ذڪر ٿيندو آهي ته اهي خوش ٿيندا آهن.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا ۱- ”إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ“ (اسان اوهان تي ماڻهن جي لاءِ حق سان ڪتاب لاتو آهي) مان معلوم ٿيو ته ڪتاب جو نزول ٻين جي هدايت لاءِ ٿيو آهي نبي ڪريم عليه التحية والتسليم جن ته اڳتي هدايت تي هئا سندن هدايت قرآن ڪريم جي نزول تي ٻڌل ناهي جيئن حديث مبارڪ ۾ آهي آدم مٽيءَ ۾ ڳوهيل هو ته مان نبي هوس“ ۽ اهو به معلوم ٿيو ته جڏهن قرآن پاڪ ماڻهن جي هدايت لاءِ نازل ٿيو آهي ته نبي پاڪ عليه الصلوة والسلام جن ان مان ڪابه ڳالهه لڪائي ناهي جيڪو چوي ته حضور پر نور عليه افضل الصلوات واکمل التحيات جن اهل بيت جي فضائل جون آيتون لڪائي رکيون، ماڻهن جي ڊپ کان نه ٻڌايون اهو سندن پاڪ ذات تي تهمتون هڻندڙ، ۽ کين حق لڪائيندڙ سمجهڻ جي ڪري ڪافر آهي قرآن پاڪ جو منڪر آهي ۲- ”فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِا“ (پوءِ پنهنجي مٿان ٿو ڳمراهي وجهي) مان معلوم ٿيو ته انسان جي ڳمراهيءَ جو نقصان ان کي ملندو حضرت حبيب ڪريم عليه الصلوة والسلام جن ان کان غني آهن ها انسان جيڪڏهن هدايت تي هلندو ته ان جو ثواب نبي ڪريم عليه الصلوة والسلام جن کي به ملندو پر پاڻ ان جا محتاج ناهن سج کان روشني نه وٺڻ جو نقصان اسان کي آهي سج ان کان مستغني آهي ۳- ”قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا“ (فرماءِ ته شفاعت سموري الله جي (اختيار ۾) آهي مان معلوم ٿيو ته اذن شفاعت الله جل شانہ جي مرضيءَ سان ٻڌل آهي جنهن کي اذن نه ٿو ڏي اهو شفاعت ڪري نه سگهندو پر جنهن کي اذن شفاعت جو ڏئي ڇڏيو اٿس يا ڏيندو اهو شفاعت ڪندو. جيئن قرآن پاڪ ۽ متواتر احاديث سان حضور عليه الصلوة والسلام جن جي شفاعت

ثابت آهي ۽ اهڙي طرح شهيدن، عالمن، ننڍڙن ٻارن جي به شفاعت نبوي احاديث ۾ مذڪور آهي.

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمِ الْغَيْبِ

چو ۽ ته اي الله! آسمانن ۽ زمين جا پيءُ ————— ڪندڙ ڄاڻندڙ غيب

وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ

۽ ظاهر جا تون فيصلو ڪندي پنهجنن ٻانهن ۾ ان جو جنهن ۾ اختلاف

يَخْتَلِفُونَ (٤٦) وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ

ڪندا هئا ۽ جيڪڏهن تحقيق (هجي) انهن جي لاءِ جن ظلم ڪيو جيڪو زمين ۾ آهي

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ

سمورو ۽ ان جيترو ان سان گڏ ته البتہ فديو ڏين ها ان سان بچڙي عذاب کان (چٽل جي لاءِ)

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَّ اللَّهُ مِّنَ اللَّهِ مَالَمُ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (٤٧)

قيامت جي ڏينهن ۽ ظاهر ٿيندو انهن جي لاءِ الله جي طرفان اهو جو نٿي گمان ڪيائون

وَبَدَّ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَّا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا

۽ ظاهر ٿينديون انهن جي لاءِ برايون جيڪي ڪمايائون ۽ گهيري ۾ وڻندو انهن کي اهو جو

بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ (٤٨)

ان سان چٽر ڪندا هئا.

تفسير.

اڳين آيتن مان ڪافرن جي سندن باطل معبودن سان محبت ۽ شرڪ جو ذڪر ٿيو ۽ هنن آيتن ۾ نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن کي پنهنجي سڄي معبود جي بارگاه ۾ عرض ڪرڻ جو حڪم ڏيندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ“ چو ته اي الله! آسمانن ۽ زمين جا پيدا ڪندڙ! ڳجهه ۽ ظاهر ڄاڻندڙ! تون پنهنجن ٻانهن ۾ انهن ڳالهين جو فيصلو ڪندي جن ۾ اختلاف ڪيائون ٿي. يعني جن ڳالهين ۾ مسلمان ۽ ڪافر اختلاف رکن ٿا مسلمان تو الله وحده لاشريڪ له جي معبود بالحق هجن جو عقيدو رکن ٿا ۽ ڪافر نٿا مڃين. اهي توسان بتن کي شريڪ بنائڻ ٿا انهن ۾ تون ئي فيصلو فرمائي ڪافرن کي عذاب ۽ مسلمانن کي جنت ۽ ثواب عطا ڪندي. ”وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ“ ۽ جيڪڏهن انهن جي لاءِ جن ظلم ڪيو جيڪو زمين ۾ آهي سمورو ۽ ان جيترو ان سان گڏ هجي ها ته قيامت جي ڏينهن واري بچڙي عذاب کان ان سان فديو ڏين ها. يعني قيامت جي ڏينهن واري سخت عذاب کان نجات حاصل ڪرڻ جي لاءِ اهو سڀ ڪجهه فديي ۽ بدلي ۾ ڏين ها. پر انهن وٽ قيامت جي ڏينهن ڪجهه به نه هوندو ۽ نه فديو ڏيڻ قبول ڪيو ويندو. ۽ هي انهن جي لاءِ سخت وعيد ۽ نجات ملڻ کان مڪمل طرح نا اميدي جو اظهار آهي. ”وَبَدَّ اللَّهُ مَا كَانُوا يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ“ ۽ انهن جي لاءِ الله جي طرفان اهو ظاهر ٿيندو جيڪو گمان به نه ڪندا هئا. يعني الله عز برهانه جي طرفان انهن جي لاءِ قسمين قسمين اهڙا عذاب ظاهر ٿيندا جن جو کين دنيا ۾ گمان به نه هو ”وَبَدَّ اللَّهُ مَا كَانُوا يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ“ ۽ انهن جي لاءِ جيڪي ڪمايو هيائون اهي برايون ظاهر ٿينديون. يعني جڏهن سندن اڳيان سندن اعمال ناما پيش ڪيا ويندا ته سندن برا ڪم سڀ سندن اڳيان ظاهر ٿي ايندا ”وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ“ ۽ جن ڳالهين سان چٻڙيون ڪندا هئا اهي کين گهيرو ڪري بيھنديون. يعني قرآن پاڪ ۾ انسانن قبرن کان

مان اٿڻ ۽ قيامت جي عذاب وغيره جو ذڪر ٻڌي چٿرون ۽ توڪون ڪندا هئا ان جو وبال ۽ عذاب کين وڪوڙي ويندو. مڪمل طرح ان جي گهيري ۾ رهندا. (١)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن نشين ٿين ٿا.

١- ”قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ (چؤ ته اي الله! اي آسمانن ۽ زمين جا پيدا ڪندڙ) صحيح مسلم ۾ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضي الله عنه کان روايت آهي ته مون سيده عائشه رضي الله عنها کان پڇيو ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن (تهجد جي) نماز چاسان شروع ڪندا هئا ان ٻڌايو ته پاڻ جڏهن تهجد جي نماز لاءِ اٿندا هئا ته هيءَ دعا پڙهندا هئا ”اللَّهُمَّ رَبِّ جَبْرِيْلَ وَمِيڪائِيْلَ وَاسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ نَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ“

دعا جي مقبوليت.

حضرت سعيد بن جبیر رضي الله عنه فرمايو ته مون کي قرآن ڪريم جي هڪ اهڙي آيت معلوم آهي جو ان کي پڙهي انسان جيڪا دعا گهري ٿو اها مقبول ٿئي ٿي ۽ پوءِ هيءَ آيت پڙهيائين ”اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ الاية. (٢)

٢- ”وَبَدَّلَ اللَّهُ مِّنَ اللَّهِ مَالًا يَّكُونُوا يَخْتَسِبُوْنَ“ (۽ انهن جي لاءِ الله جي طرفان اهو ظاهر ٿيندو جيڪو گمان به نه ڪندا هئا). هن مان هڪ قول مطابق واضح ٿيو ته عمل ۾ رياءَ ڪرڻ عمل جي تباهي آهي. حضرت سفيان ٿوري عليه الرحمة هيءَ آيت پڙهي فرمايو ته: رياءَ ڪندڙن جي لاءِ هلاڪت آهي. رياءَ ڪندڙن جي لاءِ هلاڪت آهي. هيءَ آيت انهن جي متعلق آهي جيڪي ماڻهن کي ڏيکارڻ جي لاءِ نيڪ عمل ڪندا هئا ۽ ماڻهو به انهن کي نيڪوڪار سمجهندا هئا. اهي پاڻ به ان ڌوڪي ۾ رهيا ته اهي عمل آخرت ۾ سندن نجات جو ذريعو بنجندا پر جڏهن ته انهن ۾ اخلاص نه هو تڏهن الله وٽ اهڙن عملن جو ڪوبه اجر ۽ ثواب ناهي. ان جي ڪري قيامت جي ڏينهن انهن جي خيال جي خلاف اوچتو کين عتاب ۽ عذاب ٿيندو.

۳- مذڪوره آيت مان اهو به معلوم ٿيو ته جڏهن اصحابن سڳورن رضي الله عنهم جي باهمي اختلافات جو ذڪر ٿئي ته ماڻهو سندن فيصلو الله عز برهانه جي حوالي ڪري ”اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ“ علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته ”فانه من الآداب التي ينبغي ان تحفظ“ (۱) بلاشڪ اهو انهن آدابن مان آهي جيڪي ياد رکڻ جي لائق آهن. ۴- ”تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ“ (پنهنجن ٻانهن ۾ فيصلو ڪندين) ۾ اهو اشارو آهي ته حقيقي حاڪم، فيصلا ڪندڙ الله جل شانہ آهي ۽ ان جو هر فيصلو ۽ حڪم خالص عدل ۽ انصاف آهي. عدل نه ڪرڻ وڏي سزا جو سبب آهي ان جي ڪري حضرت امام ابو حنيفه کي جڏهن عراق ۽ خراسان جي امير قاضي ٿيڻ جي لاءِ زور ڀريو ته پاڻ ان جي امر کي ٿي پيرا ٺڪرايائون. نيٺ ان کين سزا ڏيندي ديڙا هڻايا جن جي ڪري سندن منهن مبارڪ سڄي پيو ۽ کين جيل ۾ رکايو پر پاڻ فرمايائون ته ”دنيا جا ديڙا مون لاءِ آخرت جي لوهه وارن جهنم جي باهه ۾ تيايلن مترڪن کان پڻا آهن.“ (۲)

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثَمَّ إِذَا

پوءِ جڏهن پهتي انسان کي ڪا تڪليف ته سڏيندو آهي اسان کي تنهن کان پوءِ جڏهن

خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ

ڏيندا آهيون ان کي نعمت پاڻ وٽان ته چوندو آهي ته تحقيق ڏٺو ويو آهيان اها علم جي ڪري بلڪه اها

فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّا أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (۴۹) قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

پرک آهي ۽ پر گهڻا انهن مان نتا ڄاڻن تحقيق ڇڻي اها ڳالهه جيڪي انهن کان اڳي (گذريا) هئا

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۵۰) فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ

پوءِ نه فائدو ڏنائين انهن کي ان جيڪي ڪمايو هيائون پوءِ پهتيون انهن کي برايون ان جون

مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا

جيڪو ڪميائون ۽ جن ظلم ڪيو هنن مان جلد ٻه چنڊيون انهن کي برباديون ان جون

كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ (٥١) أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

جيڪو ڪميائون ۽ ناهن اهي عاجز ڪندڙ ڇا نه ڄاڻائون ته بيشڪ الله

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ

ڪشادو ڪري ٿو رزق جنهن لاءِ گهري ۽ تنگ ٿو ڪري بلاشڪ ان ۾

لَا يَتْلِقُ لِقَوْمٍ يَوْمِنُونَ (٥٢)

البتہ نشانين آهن ان قوم جي لاءِ جيڪي ايمان آڻين ٿا.

تفسير.

اڳين آيت ۾ ڪافرن جي بري حالت ظاهر ٿيڻ جو ذڪر هو ۽ هتي دنيا ۾ انهن جي بي شڪري ۽ بي قدري جو بيان ٿي رهيو آهي. فرمان الهي آهي ”قَدْ أَفْلَحَ الْإِنْسَانُ ضُرُّ دَعَانَا كَمَّا إِذَا حَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالِ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ“ پوءِ جڏهن انسان کي ڪا تڪليف پهچي ٿي ته اسان کي سڏي ٿو ان کان بعد جڏهن اسين ان کي پاڻ وٽان ڪا نعمت ڏيون ٿا ته چوي ٿو اها ته رڳو علم جي ڪري ڏنو ويو آهيان، بلڪه پرڪ آهي ۽ پر انهن مان گهڻا نٿا ڄاڻن. مطلب ته مشرڪ انسان جو امر حيرت ۾ وجهڻ جهڙو آهي جيڪڏهن ان کي ڪا مسڪيني، بيماري يا تڪليف پهچي ٿي ته الله ڏانهن رجوع ڪري ان کان مدد وٺي ٿو ۽ جڏهن تڪليف کان آزاد ڪري ان کي نعمتون ڏئي نوازيون ٿا ته چوي ٿو اهي مون کي علم، ڄاڻ ۽ دانائيءَ جي ڪري حاصل ٿيون آهن ”حالانڪه حقيقت هيءَ آهي ته اهو سڀ ان جي لاءِ الله جل مجده جي طرفان پرڪ ۽ آزمائش آهي ته

هاڻي به شڪر ڪري ٿو يا بي شڪري ٿو ڪري، فرمانبردار ٿو رهي يا بي فرماني ٿو ڪري پر انهن مان گهڻا ماڻهو نٿا سمجهن ۽ نٿا ڄاڻن ته اهو ڪو امتحان آهي ”قَدْ قَالَهُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ“ بلاشڪ اهو قول انهن کان اڳين به چيو هو پوءِ جيڪي ڪمياو هيائون انهيءَ کين فائدو نه ڏنو. يعني اڳين امتن وارن به اهڙا خيال رکيا ۽ اهڙيون دعوائون ڪري مال ميڙيا هئا پر ان ڪمائيءَ کين ڪوبه فائدو نه ڏنو ۽ نه انهن تان عذاب دفع ڪيو. ”فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا“ پوءِ جيڪي ڪمياو هيائون ان جون برايون انهن کي پهتيون. دنيا ۾ خوار خراب ٿيا جيئن قارون زمين ۾ ڳهرايو ويو ۽ حضرت لوط عليه السلام جي قوم کي عذاب پڪڙيو ”وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا“ ۽ انهن مان جن ظلم ڪيو انهن کي سندن ڪمائيءَ جون برايون جلد پهچنديون. مطلب ته اوهان جي قوم مان جن ظلم ڪيو الله جل مجده سان شرڪ ڪيو انهن کي به سندن ڪيلن ڪمن جون برايون جلد پهچنديون ۽ اهو ٿيو جو ست سال لاڳيتا ڏڪار جي حالت ۾ رهيا ۽ سندن وڏا وڏا مشرڪ بدر جي جنگ ۾ ڪسي ويا ۽ گهڻا ڪافر قيدي بڻجي ويا. ”وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ“ ۽ اهي عاجز ڪندڙ ناهن. يعني اهي الله جل مجده کان پڇي نه سگهندا نيٺ موتي ان جي بارگاهه ۾ پيش ٿيندا ۽ الاهي عذاب ۾ قابو ٿيندا. ”أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ“ ڇا نه ڄاتائون ته الله جنهن کي گهري ٿو ان جي لاءِ رزق ڪشادو ڪري ٿو ۽ تنگ ڪري ٿو. يعني رزق جي ڪشادگي يا تنگي سڀ الله جي قدرتي هٿ ۾ آهي جنهن کي رزق وڌائي ڏي يا تنگ ڪري ڏي، سڀ ان جي مرضي جي تحت آهي، ڪيترائي عقلمند محنتي تنگ دست آهن ته ڪيترا ڪم جا ٿوڻي، مريض خوشحال آهن ڇا ڪافر اهو ڪونه ٿا ڄاڻن؟ جڏهن ڄاڻن ٿا ته پوءِ الله عز برهانه تي يقين ۽ ايمان ڇو نٿا رکن؟ ”إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ“ بلاشڪ ان ۾ ايمان آڻڻ واري قوم جي لاءِ البتہ نشانيون آهن. يعني مؤمنن، مخلصن جي لاءِ انهن ڳالهين ۾ نشانيون آهن. اهي يقين رکن ٿا ته اهو سڀ ڪجهه هڪ الله تعاليٰ ڪري ٿو.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ملن ٿا. ۱- آيت ع ۴۹ مان معلوم ٿيو ته ڪفر، جهل ۽ گمراهيءَ وارا ماڻهو هڪ حال تي ناهن سندن حياتي خالص ظلمت ۽ انديرو آهي ڏکڻ ۾ الله جل مجده کي سڏيندا، بار بار پڪاريندا ڏکڻ کان آزاد ٿيا ته پنهنجي ڄاڻ، عقلمندي ۽ دانائپ جا راڳ ڳائيندا. ۲- آيت ع ۵۰ ۽ ۵۱ مان معلوم ٿيو ته پويان ڪافر اڳين ڪافرن واريون بوليون ٻوليندا آهن ۽ جيئن اڳين کي سندن بد عملن جي سزا ملي ٿيئن پونين ڪافرن کي به ملندي هي سزا کان بچي نه سگهندا. ۳- آيت ع ۵۲ مان واضح ٿيو ته رزق جي ڪشادگي يا تنگي الله عز برهانه جي طرفان ٻانهي سان محبت رکڻ جو دليل ناهي هي ان جا تدبير ۽ تربيتي امور آهن جن ۾ سمايل حڪمتون پاڻ ڄاڻندو آهي. (۱)

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ

چو ۽ اي منهنجا ٻانهيا! جن زيادتي ڪئي پنهنجن سرن تي ته نه نااميد ٿيو الله جي رحمت مان

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۵۳)

بيشڪ الله بخشي ٿو گناهه مڙئي بيشڪ اهوئي بخشڻهار، مهربان آهي

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

۽ ورو پنهنجي رب ڏانهن ۽ مطيع ٿيو ان جا ان کان اڳي جو اچي اوهان وٽ عذاب

ثُمَّ لَا تَنْصَرُوا (۵۴) وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ

ان کان پوءِ نه مدد ڪيا ويندو ۽ تابعداري ڪيو سهڻي ان جي جيڪو نازل ڪيو ويو اوهان ڏانهن

رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (۵۵)

اوهان جي رب وٽان ان کان اڳي جو اچي اوهان وٽ عذاب اوچتو ۽ اوهان نٿا سمجهو

أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَحْسَرْتُنِي عَلَى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ

مٽان چوي ڪو نفس اي ارمان! ان تي جو ڪوتاهي ڪئي مون الله جي عبادت ۾ ۽ مان

كُنْتُ لِمَنِ السَّخِرِينَ^{٥٦} أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ

ٺٺول ڪندڙن مان هيس يا چوي ته جيڪڏهن تحقيق الله هدايت ڪري ها مون کي ته البته هجان ها

مِنَ الْمُتَّقِينَ^{٥٧} أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً

مان متقين مان يا چوي جڏهن ڏسي عذاب ته جيڪڏهن تحقيق مون لاءِ هجي موٽي وڃڻ

فَاكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ^{٥٨} بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَتِي فَكَذَّبْتَ

پوءِ هجان مان نيڪوڪارن مان هاڻو تحقيق آيون تو وٽ منهنجون آيتون پوءِ ڪوڙو چيئي

بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ^{٥٩}

انهن کي ۽ وڌائي ڪئي تو ۽ ٽئين تون ڪافرن مان.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ڪافرن کي عذاب جا وعيد ڏنا ويا هئا هتي مؤمنن گنهگارن کي الله جل مجده پنهنجي رحمت ۽ فضل ياد ڏياريندي ارشاد فرمايو آهي ”قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“ چؤ ته اي منهنجا اهي ٻانها جن پنهنجن نفسن تي ظلم ڪيو آهي الله جي رحمت مان نا اميد نه ٿيو بيشڪ الله سڀئي گناهه بخشي ٿو بيشڪ اهو بخششهار مهربان آهي.

شان نزول.

طبراني، ابن مردويه ۽ شعب الایمان ۾ بيهقي سندلين سان حضرت ابن عباس

رضي الله عنهما كان روايت آندي آهي ته: جذهن نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن پنهنجي چاچي حضرت حمزه رضي الله عنه جي قاتل وحشي بن حرب ڏانهن ماڻهو موڪلي ان کي اسلام جي دعوت ڏني ان عرض ڪري موڪليو ته! يا محمد! (صلي الله عليه وسلم) اوهان مون کي اسلام جي دعوت ڪيئن ٿا ڏيو حالانڪ اوهان جو خيال آهي ته: جنهن قتل ڪيو يا زنا ڪئي يا شرڪ ڪيو اهو جهنم ۾ عذاب ڏنو ويندو ۽ ان ۾ هميشه هوندو ۽ مان آهي سڀ ڪم ڪري چڪو آهيان پوءِ اوهان مون لاءِ ڪا رخصت ڏسو ٿا؟ تڏهن الله هيءَ آيت نازل فرمائي ”إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ“ (مگر جنهن توبه ڪئي ۽ ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا پوءِ الله انهن جون برايون نيڪين سان بدلائيندو) وحشي بن حرب اهو ٻڌي چيو ته هي سخت شرط آهي شايد مان آهي ڪري نه سگهان. وري هيءَ آيت لئي ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ“ بلاشڪ الله نٿو بخشي ته ان سان شرڪ ڪيو وڃي ۽ ان کان سواءِ جيڪي به آهي جنهن کي گهري ٿو بخشي ٿو. وحشيءَ چيو ته هن مان معلوم ٿيو ته اها مغفرت ان جي مشيت تي ٻڌل آهي خبر ناهي ته مون کي بخش فرمائيندو يا نه ڇا ڪا وڌيڪ تسلي آهي؟ پوءِ الله عز برهانه هيءَ آيت نازل ڪئي ”قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا“ الاية. وحشيءَ ٻڌي چيو ته هيءَ سمجھ ۾ آئي آهي پوءِ مسلمان ٿيو ته ٻين ماڻهن عرض ڪيو يارسول الله! جيڪا مغفرت وحشيءَ کي ملي اها اسان کي به ملندي؟ پاڻ فرمايائون ته ”اها عام مسلمانن جي لاءِ آهي. اهوئي شان نزول ابن ابي حاتم، ابن مردويه حضرت ابوسعيد کان ۽ محمد بن نصر ڪتاب الصلوة ۾ وحشي کان روايت ڪيو آهي ۽ بخاري الادب المفرد ۾ حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن اصحابن جي هڪ جماعت کان گذريا ته اهي کلي رهيا هئا پاڻ انهن کي فرمايائون ته ”ان الله جو قسم آهي جنهن جي (قدرتي) هٿ ۾ منهنجو ساهه آهي ته جيڪڏهن اوهان اهو ڄاڻو ها جيڪو مان ٿو ڄاڻان ته اوهان کلو ٿورو ها ۽ روئو گهڻو ها“ اهو چوڻ

ڪان پوءِ پاڻ واپس تشریف وٺي ويا ته اصحابن روئي ڏنو پوءِ الله جل مجده وحي موڪلي ارشاد فرمايو ته اي محمد! (عليه الصلوة والسلام) منهنجن ٻانهن کي نا اميد ڇو ٿا بنايو؟ پوءِ پاڻ ڪريم صلي الله عليه وسلم جن واپس تشریف فرما ٿيا ۽ اصحابن کي فرمايائون ته ”خوش ٿيو ۽ قرب حاصل ڪيو ۽ سڌو رستو وٺرايو.“ (۱)

آيت جي ڀلائي.

امام احمد، ابن جرير، ابن ابي حاتم، ابن مردويه ۽ شعب اليمان ۾ بيهقي حضرت ثوبان رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته مون رسول الله صلي الله عليه وسلم جن کان ٻڌو پاڻ فرمايائون ته ”مون کي دنيا ۽ جيڪو ڪجهه ان ۾ آهي ار ڪان هيءَ آيت ”يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ“ وڌيڪ پياري آهي“ احمد، عبد بن حميد، ابوداؤد ۽ ترمذي ان کي حسن چوندي، ابن المنذر، ابن الانباري المصاحب ۾، حاکم ۽ ابن مردويه بيبي اسماء کان روايت آندي آهي ته: مون رسول الله صلي الله عليه وسلم جن کان ٻڌو ته پاڻ مذڪوره آيت پڙهي فرمايائون ”الله کي ڪا پرواهه ناهي ۽ اهو بخشڻهار، مهربان آهي“ ابن جرير ابن سيرين کان روايت آندي آهي ته حضرت علي (خدمت ۾ موجود ماڻهن کان پڇيو ته) ڪهڙي آيت وسعت واري آهي؟ پوءِ ماڻهو مختلف آيتون ”مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ“ وغيرها پڙهن لڳا ته پاڻ فرمايائون ”يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ“ آيت کان وڌيڪ وسعت واري آيت ٻي ڪابه ناهي“ (۱) ”وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ“ ۽ پنهنجي رب ڏانهن واپس ٿيو ۽ ان کان اڳي جو اوهان وٽ عذاب اچي ان کان بعد مدد نه ڪيا وڃو ان جي لاءِ فرمانبردار ٿيو. يعني شرڪ کان توبه ڪيو قبر ۽ قيامت جي عذاب کان اڳي مسلمان بڻجو. عذاب اچڻ کان پوءِ اسلام قبول ڪندؤ ته اوهان مدد نه ڪيا ويندؤ ”وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ“ ۽ ان سهڻي جي اتباع ڪيو جيڪو اوهان ڏانهن اوهان جي رب جي طرفان نازل ڪيو ويو آهي. يعني قرآن ڪريم جي حڪمن تي هلو اهو سڀني ڪلامن

کان سهڻو ڪلام آهي ”مَنْ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ بَعَثْنَا نَبِيًّا لَاتَسْعُرُونَ“ ان کان
 اڳي جو اوهان وٽ اچڻو عذاب اچي ۽ اوهان نٿا شعور رکيو. يعني اوهان کي عذاب
 جي خبر ئي نه پوي ته اچي وڃي ”أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَحْسَرْتِي عَلَى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ
 وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّخِرِينَ“ متان چوي ڪو نفس ته اي افسوس! ان (زندگيءَ) تي
 جيڪا مون الله جي عبادت ۾ ڪوتاهي ڪندي گذاري حالانڪ مان چتر ڪندڙن
 مان هيس يعني هوا هوس، رسمن ۽ دنيوي لذتن ۾ پئجي الله عز شانه کي ڪجهه نه
 سمجهيم ان جي دين، نين عليهم الصلوة والسلام ۽ عذاب جي ڳالهين سان چثرون
 ڪندو رهيس. ”أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ“ يا چوي ته جيڪڏهن
 بلاشڪ الله مون کي هدايت ڪري ها ته مان متقين مان هجان ها - جڏهن حسرت
 ۽ افسوس ڪرڻ سان ڪم نه هلندو ۽ پنهنجي دل کي ٽيڪ ڏيڻ جي لاءِ هي
 بهانو بنائڻ جي ڪوشش ڪندو ته ڇا چوان؟ الله عز وجل مون کي هدايت نصيب نه
 ڪئي اهو هدايت ڪري ها ته مان به اڄ متقين جي درجي کي پهتل هجان ها ”أَوْ
 تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ“ يا جڏهن عذاب ڏسندو
 ته چوندو جيڪڏهن بلاشڪ منهنجي لاءِ (دنيا ۾) وري موٽڻ هجي ها ته مان
 محسنن مان ٿيان ها - جڏهن سندس ڪابه معذرت ڪم نه ڏيندي ۽ اکين سان
 خداوندي عذاب ڏسندو تڏهن چوندو ته ڪاش جيڪڏهن مون کي ڪنهن به طرح
 سان دنيا ۾ وري موٽايو وڃي ته نهايت نيڪو ڪارن، صالحن، محسنن ۽ پنهنجن مان
 ٿيان ها ”بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ“ هاڻو تو
 وٽ منهنجون آيتون آيون پوءِ تو انهن کي ڪوڙو چيو ۽ توتڪبر ڪيو ۽ تون
 ڪافرن مان هئين. يعني ان ٻانهي کي جواب ۾ چيو ويندو ته تون ڪافرن مان هئين
 - يعني ان ٻانهي کي جواب ۾ چيو ويندو ته تون غلط ٿو ڳالهائين مون الله (جل
 وعلا) جا پيغمبر عليهم الصلوة والسلام تو وٽ منهنجي طرفان نشانين ۽ ڪيترا
 احڪام ڪڍي آيا پر تو انهن کي ٻڌوئي نه تو انهن کي ڪوڙو چيو ۽ وڌائي ڪري
 ڪافرن مان ٿئين هاڻي چوڻو بهانا تلاش ڪرين.

فائدا:

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا.

١: قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ" الاية (فرماء ته اي منهنجا اهي بانها جن پنهنجي مٿان زيادتي ڪئي الله جي رحمت مان نااميد نه ٿيو) هتي " منهنجا بانها " ۾ متڪلم جي ياء ڏي نسبت آهي - ڪنهن جا بانها مراد آهن؟ ان ۾ به قول آهن. " ١ " ته ان مان مراد الله جا بانها آهن حضور پرنور عليه الصلوة والسلام جن کي حڪم ٿيو ته اوهان مون الله جل شانہ جي پانهن کي فرمايو " ٢ " ته ان مان مراد آهي حضور عليه الصلوة والسلام جا بانها - پانهن مان مراد خادم ۽ غلام آهن ۽ ان قول مطابق عبد جي الله عز و جل کانسواءِ ٻئي ڏانهن نسبت ڪرڻ به جائز آهي. قرآن ڪريم به ارشاد آهي " مِنْ عِبَادِ كَرَّمَ وَامَّاكُمْ " اوهان جي پانهن ۽ اوهان جي پانهن مان - هتي به غير الله ڏانهن عباد جي نسبت ڪيل آهي. حضرت عبدالله بن عمر رضي الله عنهما فرمايو ته " كُنْتُ عَبْدَهُ وَخَادِمَهُ " مان سندس غلام ۽ خادم هوس (١) اشرف علي ٿانوي صاحب به اها مراد لکي آهي (٢).

٢: (جن پنهنجي نفس تي ظلم ڪيو آهي) مان مراد مومن گنهگار آهن چوڻ ڪافرن جي لاءِ ڪنهن به قسم جي مغفرت ۽ بخشش ايمان لائڻ کان سواءِ ناهي. ٣: " اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا " (بلاشڪ الله سڀئي گناهه بخشي ٿو) هن مان معلوم ٿيو ته اسلام جي برڪت سان ننڍا توڙي وڏا سڀ گناهه معاف ٿي ويندا آهن پر مسلمان ٿيڻ جي ڪري الله جل شانہ جي پانهن جا حقوق معاف نه ٿيندا ان جي ڪري ڪافري مسلمان ٿيڻ کان پوءِ ڪفر جي دوران جيڪي ان تي ماڻهن جا حقوق قرض وغيره هوندا ان کي ادا ڪرڻو پوندو.

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم

۽ قيامت جي ڏينهن ڏسندين انهن کي جن ڪوڙ هنيو الله تي ته منهن انهن جا

مُسْوَدَّةٌ أَلْيَسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ (٦٠) وَيُنَجِّي اللَّهُ

ڪارا هوندا ڇا ناهي جهنم ۾ جاءِ هئي ————— يلن جي لاءِ ۽ ڇڏائيندو الله

الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٦١)

انهن کي جيڪي پرهيزگار بڻيا انهن جي ڪاميابي جي جاءِ تي نه پهچندو انهن کي عذاب نه آهي غمگين ٿيندا

تفسير:

جيئن اڳين آيتن ۾ مومن، مسلمانن ۽ ڪافرن جي حال جو بيان هو تيئن هنن آيتن ۾ انهن جوئي بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ“ قیامت جي ڏينهن انهن کي ڏسندي جن الله تي ڪوڙ هنيا ته انهن جا منهن ڪارا هوندا - يعني اي محبوب! (عليه الصلوة والسلام) قیامت جي ڏينهن انهن کي ڏسندو جن الله عز و جل تي ڪوڙ هڻي چيو ته ان جو اولاد آهي يا ان جا ٻيا شريڪ آهن ۽ الله عز و جل ڪانسواءِ ٻين جي عبادت ڪيائون - انهن جا منهن بالڪل ڪارا هوندا. ”أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ“ ڇا هنن جي لاءِ جهنم ۾ جاءِ ناهي؟ مطلب ته جهنم انهن جي جاءِ آهي نهايت ذليل ۽ خوار ٿي ان ۾ داخل ٿيندا ۽ هميشه ان ۾ هوندا. ”وَيَنجِي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ“ ۽ الله انهن کي سندن ڪاميابي واري جاءِ تي ڇڏائيندو جيڪي متقي هوندا - يعني الله عز و جل متقي ٻانهن کي سندن ازلي، ابدی سعادت جي ڪري ڪاميابي جي ان مقام تي پهچائيندو جتي هر قسم جي تڪليفن کان محفوظ ۽ هر طرح جي فڪر ۽ غم کان آزاد هوندا. ”لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ نه انهن کي عذاب پهچندو ۽ نه آهي غمگين ٿيندا. يعني نه انهن کي جهنم جو عذاب ٿيندو ۽ نه آهي دنيا وارين نه ملندڙ نعمتن تي غمگين رهندا ڇو ته انهن کي دائمي نعمتون، بهشت جا باغ ۽ بهارون نصيب ٿيون. (١)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به حاصل ٿين ٿا ”كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ“ (الله تي ڪوڙ هنيائون) مان معلوم ٿيو ته نبي اڪرم صلی الله عليه وسلم جن کي نه مڃڻ الله عز

برهانہ تي ڪوڙ هڻڻ آهي يا الله عز برهانہ جي لاءِ لکڻ ته اهو ڪوڙ هڻي سگهي ٿو. اهي سڀئي الله تعالى تي ڪوڙ هڻڻ جو صورتون آهن. ۲- ”وَجْهَهُمْ مُّسْوَدَّةٌ“ (انهن جا منهن ڪارا هوندا) مان معلوم ٿيو ته قيامت جي ڏينهن ڪافرن جي سڃاڻپ ان سان ٿيندي جو سندن منهن ڪارا هوندا ۽ مؤمن ڪٿي گناهن جي ڪري جهنم ۾ ويندا پر ايمان جي نور سان اهي سڃاتا ويندا.

۱- ”وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“ (۽ نه اهي غمگين ٿيندا) مان معلوم ٿيو ته مؤمن کي ڪنهن ڪافر سان چو نه ڪٿي سندس پٽ يا ڀاءُ هجي محبت هوندي. جيڪڏهن مؤمن کي انهن سان محبت هجي ته انهن جي دوزخ ۾ وڃڻ جي ڪري ضرور غمگين ٿئي پر مؤمن کي ڪو غم نه هوندو ۽ جنت غم جي جاءِ به ناهي.

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ (٦٢).

الله پيدا ڪندڙ آهي هر شيءِ جو ۽ اهو هر شيءِ جي سنڀال ڪندڙ آهي

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيٰتِ اللّٰهِ

ان جون ئي آهن ڪنجيون آسمانن ۽ زمين جون ۽ جن ڪفر ڪيو الله جي آيتن جو

اُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۙ (٦٣) قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَمْرُوْنَ

اهي ئي خساري وارا آهن فرمائي ته ڇا پوءِ الله جي غير جي لاءِ مون کي امر ڪيو ٿا ته

اَعْبُدُوْهُ اَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ (٦٤) وَلَقَدْ اَوْحٰى اِلَيْكَ

مان عبادت ڪيان اِي جاهلوي! ۽ البتہ تحقيق وحي ڪيو ويو توڏانهن

وَالِىَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ

۽ انهن ڏانهن جيڪي توکان اڳي هئا ته البتہ جيڪڏهن شرڪ ڪيو تو ته البتہ ضرور ڪرندا

عَمَلِكُمْ وَلِتَكُونُوا مِنَ الْخَاسِرِينَ (٦٥) بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ

عمل تنهنجا ۽ البت ضرورتيندين تون خساري وارن مان بلڪ الله جي پوءِ عبادت ڪر ۽ هج

مِنَ الشَّاكِرِينَ (٦٦) وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا

شڪر ڪندڙن مان ۽ نه قدر ڪيائون الله جو قدر جو حق ۽ زمين سموري

قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمُوتُ مَطْوِيَّتُ بِيَمِينِهِ

مٿان ان جي ۾ آهي قيامت جي ڏينهن ۽ آسمان ويڙهيل هوند ان جي (قدرتي) سڄي هٿ ۾

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (٦٧)

پاڪائي آهي ان جي ۽ مٿا هون ٿيوان کان جو شريڪ بنائن ٿا .

تفسير .

اڳين آيتن ۾ اهل ايمان جي لاءِ جنت جو وعدو ۽ اهل شرڪ جي لاءِ جهنم جو وعدو بيان ٿيو ۽ هتي مالڪ مٿي جي الوهيت ۽ وحدانيت جا دلائل بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ“ الله هر شيءِ جو پيدا ڪندڙ آهي ۽ اهوئي هر شيءِ جو سنڀاليندڙ آهي. هيءَ عبارت ۽ ان سان مشابه گهڻيون قرآن ڪريم جون آيتون دلالت ڪن ٿيون ته الله، ان جي اسماء ۽ صفات کان سواءِ سڀ شيون مخلوق آهن. ۽ الله هر شيءِ جو سنڀاليندڙ آهي چوٽه سندس علم هر شيءِ کي محيط آهي ۽ اها عبارت ان جي قدرت تدبير ۽ حڪمت جي ڪمالات تي دلالت ڪندڙ آهي. ”لَهُ مَقَالِيدُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ“ آسمانن ۽ زمين جون ڪنجيون ان جون آهن. مقاليد جي معنيٰ ڪنجيون. حضرت ابن عباس حسن، قتادة وغيره جو اهو قول آهي ۽ انهن مان مراد آهي آسمانن ۽ زمين تي قادر هجڻ ۽ انهن جي حفاظت ڪرڻ، ابويعليٰ، السنن ۾ يوسف القاضي، المطولات ۾ ابوالحسن القطان،

عمل اليوم والليله ۾ ابن السني، ابن المنذر، ابن ابي حاتم ۽ ابن مردويه حضرت عثمان بن عفان رضي الله عنه کان روایت آندي آهي ته ”لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ جي متعلق مون نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن کان عرض ڪري پڇيو ته پاڻ فرمايائون ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، اِسْتَعْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ هي ڪلمات آسمانن ۽ زمين جون ڪنجيون آهن. ۽ ابن مردويه حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روایت آندي آهي نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن حضرت عثمان بن عفان کي مذڪوره ڪلمات ٻڌائڻ کان پوءِ فرمايو ته اهي ڪلمات جنهن صبح جو ۽ شام جو ڏهه ڀيرا پڙهيا ته الله ان کي ڇهه خصلتون ڏيندو.

١- شيطان ۽ ان جي لشڪر کان محفوظ رهندو. ٢- اجر جو ڏير ڏنو ويندو. ٣- ان جي وڏين اکين وارين حورن سان شادي ڪرائي ويندي. ٤- ان جا گناهه بخش ڪيا ويندا. ٥- (حضرت) ابراهيم (عليه السلام) سان گڏ رهندو. ٦- ان کي مرڻ وقت ٻارهن ملائڪ لهي جنت جي بشارت ڏيندا ۽ قبر مان اٿڻ وقت به ان سان گڏجي محشر جي ميدان ڏانهن هلندا ۽ جيڪڏهن ان کي ڪا تڪليف ڏسڻ ۾ ايندي ته چونڊس ٻڌ نه ڪر تون امن وارن مان آهين پوءِ ان سان آسان طريقي حساب ڪيو ويندو ۽ ان جي جنت ۾ وڃڻ جو امر ٿيندو ته اهي ملائڪ ان کي اهڙي نموني بهشت ڏانهن وٺي ويندا جهڙي نموني گهوت کي وٺي وڃبو آهي پوءِ ماڻهو حساب جي سختيءَ ۾ هوندا ته اهو بهشت ۾ داخل ڪيو ويندو. انهن ڪلمات کي آسمانن ۽ زمين جون ڪنجيون ان جي ڪري سڏيو ويو آهي جو اهي جنت ۾ داخل ٿيڻ جو ائين ذريعو آهن جيئن ڪنجيون دروازي کولڻ جو ذريعو هونديون آهن. (١) ”وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ“ ۽ جن الله جي آيتن جو انڪار ڪيو آهي ئي خساري وارا آهن. يعني جن حق، يقين ۽ صراط مستقيم تي دلالت ڪندڙ آيتن جو انڪار ڪيو آهي خساري ۾ آهن جو قلب جي اصلاح واريون شيون اخلاص ۽ الله جي محبت وڃائي وينا ۽ جن شين سان زبانن جي اصلاح

تسئي انهن کي الله جي ذکر ۾ مشغول رکڻ اهي به ضايع ڪري ڇڏيائون ”قُلْ أَفَعَيَّرَ اللَّهُ تَابِرُوتَیْ اَعْبُدْ اَيُّهَا الْجَاهِلُونَ“ فرماء ته اي جاهلوا! ڇا اوهان مون کي امر ڪيو ته الله جي غير جي عبادت ڪيان؟ يعني اوهان جاهل آهيو تڏهن ٿا مون کي امر ڪيو ته مان الله کان سواءِ ٻئي جي عبادت ڪيان پر ڪڏهن به نه ڪندس. چو ته شرڪ ڪرڻ اعمال کي برباد ڪندڙ، ۽ تباهه ڪندڙ آهي. ”وَلَقَدْ اَوْحِيَ اِلَيْكَ وَالِی اللّٰذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَنْ اَشْرُكَتَ لِيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ“ ۽ البتہ تحقيق توڏانهن ۽ توکان اڳين (نين عليهم الصلوة والسلام) ڏانهن وحي ڪيو ويو آهي ته البتہ جيڪڏهن تو شرڪ ڪيو ته تنهنجا عمل ضرور ڪري پوندا ۽ البتہ ضرور نقصان وارن مان ٿيندين. يعني اوهان ڏانهن ۽ اوهان کان اڳين پيغمبرن عليهم السلام ڏانهن وحي ڪيو ويو هو ته (اوهان کان شرڪ ممڪن ناهي پر بالفرض) جيڪڏهن اوهان به شرڪ ڪيو ته اوهان جا اعمال ڪري چٽ ٿي ويندا ۽ اوهان ضرور نقصان وارن مان هوندا. هتي خطاب جيتوڻڪ نبي ڪريم صلی الله عليه وسلم جن سان آهي پر ان مان مراد غير نبي آهن سيدنا ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته هن ۾ نبي پاڪ صلی الله عليه وسلم جن کي ادب جي تعليم ۽ بين کي تنبيه ڪئي وئي آهي چو ته الله جل مجده نبي ڪريم صلی الله عليه وسلم جن کي معصوم بنايو آهي. ڪاشفي فرمايو ته هتي بظاهر خطاب انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام سان آهي پر ان مان مراد سندن مسلمان امتي آهن. مطلب ته جيڪڏهن اوهان شرڪ ڪندؤ ته اوهان جا ايمان جي حالت ۾ ڪيل نيڪ اعمال به چٽ ٿي ويندا ۽ اوهان نقصان وارن مان ٿيندؤ. (١) ”بَلِ اللّٰهُ فَاعْبُدُوْهُ كُنْ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ“ بلڪہ الله جي پوءِ عبادت ڪر ۽ شڪر ڪندڙن مان هج. يعني عبادت صرف هڪ الله وحده لاشريڪ له جي ڪريو ۽ ان جي شڪر ڪندڙن مان هجو جنهن اوهان تي اهي انعام، احسان ۽ مهربانيون ڪيون آهن.

”وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ“ ۽ الله جو اهڙو قدر نه ڪيائون جيئن ان جي قدر ڪرڻ جو حق آهي. يعني هنن مشرڪن پنهنجي پاڻهار، الله جل شانہ جي نعمتن جو

قدر نه ڪيو ۽ نه ان جي تعظيم جو حق ادا ڪيو بلڪ اهڙا شرڪ ۽ ڪفر جا ڪم ڪيائون جيڪي قدر ڪرڻ جي خلاف هئا ”وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ۽ سموري زمين قيامت جي ڏينهن ان جي مٿ ۾ هوندي ”وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّتٌ بِيَمِينِهِ“ ۽ آسمان ان جي سڄي هٿ ۾ ويڙهيل هوندا. هتي مٿ ۽ سڄي هٿ مان مراد عام مٿ ۽ سڄو هٿ ناهي چوڻ اهي جسم جو حصو آهن ۽ الله عز برهانه جسم کان پاڪ آهي ان مان مراد الله جي قدرت ۽ قبضو آهي. مطلب ته جيڪو الله سموري زمين تي ائين قبضو رکندڙ آهي جيئن ڪا شيءِ ڪنهن جي مٿ ۾ هجي ۽ سڀئي آسمان ان جي قدرتي ڪنٽرول ۾ اهڙي طرح آهن جيئن ڪا شيءِ سڄي هٿ ۾ ويڙهي جهلجي اهو عبادت جو لائق آهي يا باطل معبود، ٻت؟ جن ۾ ڪابه قوت ۽ طاقت ناهي.

”سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ“ اهو پاڪ ۽ مٿانهون آهي انهن کان جيڪي (ان سان) شريڪ بنائين ٿا. يعني الله جلت صفاته شريڪ، نظير، زال، اولاد ۽ ٻين حادث صفتن کان هر طرح پاڪ آهي ۽ ان کان به پاڪ آهي جو ان جو ڪو شريڪ هجي. (۱)

فائدا.

- ۱- ”اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ“ (الله هر شيءِ جو پيدا ڪندڙ آهي) مان واضح ٿيو ته حضرت عيسيٰ الله جو پٽ ناهي ۽ سيده مريم به (معاذالله) ان جي گهرواري ناهي چوڻ گهرواري ۽ پٽ جنهن جا هوندا آهي ان جا پيدا ڪيل نه هوندا. الله عزبرهانه سڀني جو پيدا ڪندڙ آهي.
- ۲- ”وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ“ (۽ اهو هر شيءِ سنڀاليندڙ آهي) ۾ انهن بدعقيده ماڻهن جي ترديد آهي جيڪي چوندا هئا ته حضرت بيبي مريم ۽ حضرت عيسىٰ عليه السلام زال يا پٽ نه ناهن پر الله پنهنجا سڀ معاملن انهن جي حوالي ڪري ڇڏيا آهن پاڻ ڪجهه نٿو ڪري، مالڪ مٿي فرمايو ته مان سڀ ڪجهه سنڀاليندڙ آهيان سڀ ڪجهه منهنجي امر سان ٿي رهيو آهي.

٣- "لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (ان جون ئي آسمانن ۽ زمين جون ڪنجيون آهن) ان ۾ انهن ماڻهن جي ترديد ڪيل آهي جيڪي چوندا هئا ته اسان جي روزي ۽ رزق انهن جي هٿ ۾ آهي. الله فرمايو ته نه ائين ناهي سڀ نعمتون منهنجي قدرتي هٿ ۾ آهن سڀني تي منهنجو تصرف ۽ قدرتي قبضو آهي. (١)

٤- "وَالْاَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيٰتٌ بِيَمِينِهِ" (۽ سموري زمين ان جي مٿ ۾ آهي ۽ آسمان ان جي سڄي هٿ ۾ ويڙهيل آهي). هن آيت جي معنيٰ مراد متاخرن مفسرن جيڪا ورتي آهي سا مٿي لکي آيا آهيون پر علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته هنن لفظن ۽ اهڙن ٻين جي متعلق سلف صالحن وارو طريقو وڻڻ گهرجي انهن جو چوڻ آهي ته انهن مان مراد هٿ آهي پر ان جي ڪيفيت ۽ حقيقت اسان جي عقل کان مٿي آهي جيئن امام بخاري ۽ مسلم حديث آندي آهي ۽ لفظ امام بخاري وارا آهن ته "يَقْبِضُ اللَّهُ تَعَالَى الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ" (٢) (قيامت ۾) الله زمين کي مٿ ۾ وٺندو ۽ آسمان کي سڄي هٿ ۾ ويڙهي جهليندو ان کان پوءِ فرمائيندو ته مان (حقيقي) بادشاهه آهيان زمين جا بادشاهه ڪٿي آهن؟ علامه حقاني هيءَ حديث ذڪر ڪري لکيو آهي "ته الله تعاليٰ هيئن فرمائي پنهنجي قدرت جو اظهار ڪندو." (٣)

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

۽ ڦوڪ ڏني ويندي صور ۾ پوءِ بيهوش ٿي ڪرندا آهي جيڪي آسمانن ۾ هوندا ۽ آهي جيڪي زمين ۾ هوندا

إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ

مگر جيڪي گهريو الله ان کان پوءِ ڦوڪ ڏني ويندي ان ۾ ٻيو ڀيرو پوءِ اوچتو ئي آهي بيهندڙ ٿي

يَنْظُرُونَ (٦٨) وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ

ڏسندا رهندا ۽ روشن ٿيندي زمين پنهنجي رب جي نور سان ۽ رکيو ويندو ڪتاب

وَجَاءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءُ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ

۽ آندا ويندا انبياء ۽ شاهد ۽ فيصلو ڪيو ويندو انهن ۾ حق سان

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (٦٩) وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

۽ اهي ظلم نه ڪيا ويندا ۽ پورو بدلو ڏنو ويندو هر نفس ان جو جيڪو ڪيائين

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ (٧٠)

۽ اهو وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي ان کي جيڪو ڪن ٿا.

تفسير

اڳين آيتن ۾ الله جل مجده جو خالق ۽ وڪيل هجڻ بيان ڪيو ويو ۽ هتي ان جي قدرتي ڪمال تي دلالت ڪندڙ ٻيا دلائل بيان ڪيا ويا آهن. فرمان گرامي آهي ”وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ“ ۽ صور ۾ ڦوڪ ڏني ويندي پوءِ جيڪي آسمانن ۾ هوندا ۽ جيڪي زمين ۾ هوندا سيئي بيهوش ٿي ڪرندا مگر جن کي الله گهريو. يعني جڏهن ملائڪ سڳورو صور ۾ پهرين ڦوڪ ڏيندو ته انهن کان سواءِ جن کي الله گهريو باقي جيڪي به آسمانن ۽ زمين ۾ هوندا سي بيهوش ٿي ڪري پوندا. اهي ڪير هوندا جيڪي الله جل شانہ جي مشيت سان بيهوش نه ٿيندا. اهي چار مقرب ملائڪ، ١- جبريل. ٢-

ميكائيل. ٣- اسرافيل. ٤- ملك الموت آهن ۽ بعضي روايتن جي مطابق عرش جا ڪنڌڙ ملائڪ به انهن ۾ شامل هوندا. انهن جي استثناء ڪرڻ جو مطلب آهي ته ڦوڪ جي اثر جي ڪري انهن تي موت نه ايندو پر پوءِ انهن تي به موت ايندو ۽ هڪ الله جل شانہ کان سواءِ ڪير به ان وقت زندهه نه رهندو. (١) ”ثُمَّ نُفَخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ“ ان کان پوءِ ان (صور) ۾ ٻي ڦوڪ ڏني ويندي ته پوءِ اوچتو اهي بيهندڙ ٿي ڏسندا رهندا. مطلب ته پهرين ڦوڪ سان جيڪي بيهوش ٿيا هوندا جڏهن ٻي ڦوڪ ايندي ته اهي سڀ قبرن وارا به اٿي نهارڻ لڳندا ته هائي الائي ڪهڙو امر ڪيو وڃي ٿو ”وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا“ ۽ زمين پنهنجي رب جي نور سان روشن ٿيندي. يعني محشر جي ميدان واري زمين قيامت جي ڏينهن الله جي نور سان روشن ٿيندي ”وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءً بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ“ ۽ ڪتاب رکيو ويندو ۽ انبياء ۽ شاهد آندا ويندا. يعني الله تعاليٰ نبين عليهم الصلوة والسلام کي ميدان محشر ۾ آڻي پڇندو ته اوهان جي امتن اوهان کي ڪهڙو جواب ڏنو؟ ۽ ڪلهن تي ويٺل ڪراما ڪاتبين ۽ ٻيا شاهد به پيش ڪيا ويندا جيڪي ماڻهن جي اعمال جي شاهدي ڏيندا. ”وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ“ ۽ انهن ۾ حق سان فيصلو ڪيو ويندو ۽ اهي ظلم نه ڪيا ويندا. يعني ان ڏينهن ٻانهن جي وچ ۾ انصاف سان فيصلو ڪيو ويندو ۽ ڪنهن سان به ظلم نه ڪيو ويندو نه انهن جو ثواب گهٽايو ويندو ۽ نه هرو ڀرو عذاب ڪيا ويندا. ”وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ“ ۽ هر نفس جيڪو عمل ڪيو هوندو ان جو پورو بدلو ڏنو ويندو ۽ اهو ان کي وڌيڪ ڄاڻندڙ آهي جيڪي ڪن ٿا. يعني سٺا يا برا اعمال جيڪو جيترا ڪندو اوترو ان کي ان جو بدلو ڏنو ويندو ۽ ماڻهو جيڪي اعمال ڪن ٿا الله اهي وڌيڪ ڄاڻي ٿو ان کان ڪوبه عمل لڪل ناهي.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ١- ”وَنُفِخَ“ (۽ ڦوڪ ڏني ويندي) هن مان مراد پهرين ڦوڪ آهي بي ڦوڪ چاليهه سال گذرڻ کان پوءِ ڏني ويندي. قرآن ڪريم ۾ پنجن ڦوڪن جو بيان آهي. ١- الله جي طرفان حضرت آدم ۾ ڦوڪ. ٢- حضرت جبريل جي طرفان بيبي مريم سائڻ ڏانهن پٽ ڏيڻ جي لاءِ ڦوڪ. ٣- حضرت عيسيٰ عليه السلام جي مٽيءَ مان ٺاهيل پکين ۾ انهن کي زندگي ڏيڻ جي لاءِ ڦوڪ. ٤- ذوالقرنين جي طرفان لوهه کي ڳارڻ جي لاءِ باهه ڏئي ڦوڪ ڏيارڻ. ٥- اسرافيل جي صور ۾ ڦوڪ.

٢- ”فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يُنْظَرُونَ“ (پوءِ اوچتو اهي بيهي ڏسندا رهندا) مان معلوم ٿيو ته بي ڦوڪ سان سڀ پنهنجن قبرن مان اٿندا. مؤمنن جي قبرن تي سواريون موجود هونديون اٿن کان پوءِ انهن تي سوار ٿي روانا ٿيندا. سڀني کان اول حضور پرنور صلي الله عليه وسلم جن قبر مبارڪ مان ٻاهر تشريف فرما ٿيندا. (١)

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاؤُهَا فَتَحَتْ

۽ هڪليا ويندا ڪافر جهنم ڏانهن ٽولا ٽولا ڪري تانجو جڏهن ان وٽ ايندا ته ڪوليا ويندا

أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ

ان جا دروازا ۽ چوندا انهن کي ان جا داروغا ڇا نه آيا اوهان وٽ رسول اوهان مان

يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا

جو پڙهن پيا اوهان تي اوهان جي رب جون آيتون ۽ ڊيڄارين پيا اوهان کي ان جي هن ڏينهن جي اچڻ کان

قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ (٧١)

چوندا هائو ۽ پر ثابت ٿي چڪو آهي ڪم عذاب جو ڪافرن تي

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى

چيو ويندو داخل ٿيو جهنم جي دروازن کان هميشه رهندڙ ان ۾ پوءِ بري آهي جاءِ

الْمُتَكَبِّرِينَ (٧٢) وَسَبِّحْ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ

هٽيلن جي ۽ روانا ڪيا ويندا آهي جيڪي ڊڄندا پنهنجي رب کان جنت ڏانهن

زَمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاؤُهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

ٽولا ٽولا ڪري تانجو جڏهن ان وٽ پهچندا ۽ ڪوليا ويندا ان جا دروازا ۽ چوندا انهن کي

خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ (٧٣)

ان جا داروگا ته سلام آهي اوهان تي خوش ٿيو پوءِ انهن ۾ داخل ٿيو هميشه رهندڙ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ

۽ چوندا سڀ ساراه الله جي لاءِ (ثابت) آهي جنهن سچو ڪيو اسان سان پنهنجو وعدو ۽

وَ أَوْرَثْنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ

وارث ڪيائين اسان کي زمين جو رهون ٿا بهشت مان جتي گهرون پوءِ چڱو ٿيو

أَجْرُ الْعَامِلِينَ (٧٤) وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ

اجورو عمل ڪندڙن جو ۽ ڏسندڙن ملائڪن کي گهيرو ڪندڙ چوڌاري عرش جي

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ

تسبيح پڙهندا آهن پنهنجي رب جي حمد سان گڏ ۽ فيصلو ڪيو ويندو انهن ۾ حق سان

الْكَافِرِينَ" ۽ پر ڪافرن تي عذاب جو حڪم ثابت ٿي ويو. يعني سندن ڪفر جي ڪري مٿن الاهي عذاب واجب ٿي ويو. "قِيلَ ادْخُلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ۽ ويندو ته جهنم جي دروازن کان داخل ٿيو ان ۾ هميشه رهندڙ هوندؤ. يعني انهن کي ذليل ۽ خوار ڪندي اهو امر ڪيو ويندو ۽ هر ٽولو ان جي لاءِ مناسب دروازي کان داخل ٿيندو. داخل ٿيڻ کان پوءِ ان مان نه نڪرندا هميشه ان ۾ هوندا. "فَبَسَّ مَوَى الْمُتَكَبِّرِينَ" پوءِ هنيلن جي جاءِ بري آهي. مقصد ته تکبر ڪرڻ جي ڪري جنهن باهه ۾ داخل ٿيندا اها بري جاءِ آهي. "وَسَيُقَالُ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۚ ۽ جيڪي پنهنجي رب کان ڊڄن ٿا اهي بهشت ڏانهن ٽولا ٽولا ڪري روانا ڪيا ويندا. يعني جيڪي ايمان آڻي الله جي اطاعت ڪندي پنهنجي پاڪ پروردگار کان ڊڄندا اهي ٽولا ٽولا ڪري جنت ڏانهن روانا ڪيا ويندا. "حَتَّىٰ اِذَا جَاؤَهَا وَفَتِحَتْ ابْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَّبَعُمُ فَاَدْخَلُوهَا خَالِدِينَ" تانجو جڏهن ان وٽ پهچندا ۽ ان جا دروازا کوليا ويندا ۽ ان تي مقرر ڪيل داروغا. (ملائڪ) انهن کي چوندا ته اوهان تي سلام آهي خوش ٿيو ان ۾ هميشه رهڻ جي لاءِ داخل ٿيو. يعني جڏهن بهشتي ڪشادن ميدانن جي سامهون ايندا ۽ سندن عزت ۽ اڪرام ڪندي انهن جي لاءِ بهشت جا دروازا کوليا ويندا ۽ بهشتي داروغا، انهن تي مقرر ٿيل ملائڪ کين چوندا ته اوهان تي سلام آهي هر آفت ۽ برائيءَ کان سلامت ٿي ويئو. خوش ٿيو. اوهان الله جي محبت، معرفت، ان جي خشوع سان دليون خوش رکيون ۽ اوهان جون زبانون ان جي ذڪر سان مڙا مڙينديون رهيون. پوءِ ان خوشيءَ سان بهشت ۾ داخل ٿيو ان ۾ هميشه رهندڙ هوندؤ اها پاڪ جاءِ پاڪ انسانن جي قرار لاءِ آهي. "وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَاَوْثَقَنَا الْاَرْضَ نَتَّبِعُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۚ ۽ چيائون ته سي ساراهه ان الله جي لاءِ ثابت آهي جنهن اسان سان وعدو سچو ڪيو ۽ اسان کي زمين جو وارث بنايو جنت مان جتي به گهرون رهون. يعني جڏهن جنت ۾ داخل ٿيندا ته الله جو حمد ڪندي چوندا الله اسان سان ڪيل وعدا سچا ڪري ڏيکاريا ۽ ان اسان کي جنت جي زمين جو اهڙو وارث بنايو آهي جو جنت مان جتي به گهرون ته رهون پيا ان مان جيڪو وڻي سو

ڪائون ڪابه شيءِ اسان جي لاءِ منع ڪيل ناهي ”فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ“ پوءِ عمل ڪندڙن جو اجر ڀلو آهي يعني جن الله عزوجل جي عبادت ۾ محنت ڪئي، انهن جو اجر ڀلو آهي جو بهشت انهن جي منزل ۽ ان ۾ موجود نعمتون انهن جي مهماني آهن اهو بهشت الله جل مجدہ جي خاص ٻانهن جي رهائش آهي ”وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِظِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ“ ۽ ملائڪن کي عرش جي چوڌاري بيھندڙ ڏسندين. يعني اهي الله عز برھانہ جي عرش جي چوڌاري ان جي جلال جي اڳيان جھڪندڙ، ان جي قدرت جي ڪمال کي مڃيندڙ، ان جي جمال جي انوار ۾ مستغرق ٿي بيٺا هوندا ”يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ“ پنهنجي رب جي حمد سان گڏ تسبيح پڙھندڙ هوندا. يعني هر ان شيءِ کان ان جي پاڪائي بيان ڪندا آهن جيڪا سندس شان جي لائق ناهي ان جو حمد ڪندي ان جي هر ان نسبت کان تقديس ڪندا آهن جيڪا مشرڪن ۽ ڪافرن ڪئي آهي. ”وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ“ ۽ انهن جي وچ ۾ حق سان فيصلو ڪيو ويندو. يعني پهرين ۽ پونين سڀني ۾ حق ۽ انصاف سان اهڙو فيصلو ڪيو ويندو جو ڪنهن کي به ان ۾ انڪار جي گنجائش نه رهندي.

”وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ ۽ چيو ويندو ته هر حمد الله، جهانن جي رب جي لاءِ (ثابت) آهي. يعني سڀ الله جي فضل، احسان، عدل ۽ حڪمت تي ان جو حمد ڪندا. (١)

فائدا.

مذڪوره آيتن جي تفسير مان هي فائدا ذهن ۾ ويھن ٿا. ١- ”وَسَيُقَالُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُرَّاءٌ“ (۽ ڪافر جهنم ڏانهن ٽولا ٽولا ڪري هڪليا ويندا) مفسرن لکيو آهي ته اهي ڪافر پنهنجن ڪافرن پيشوائن ۽ مشرڪن سردارن سان گڏ جهنم ڏانهن جانورن وانگر هڪليا ويندا ڪي گوڏن تي ڪي منهن پير هلايا ويندا. ٢- ”فَتَحَّتْ أَبْوَابُهَا“ (ان جا دروازا کوليا ويندا) مان معلوم ٿيو ته جهنم جا دروازا آهن ۽ جيئن جيل جا دروازا بند رهندا آهن ۽ جيلن جي اچڻ وڃڻ لاءِ کوليا ويندا آهن تيئن هر ڪافر، مجرم ٽولي جا دروازا جدا جدا هوندا جيڪو ٽولو جنهن جي لائق هوندو اهو ان کان اندر موڪليو ويندو. ٣- ”وَسَيُقَالُ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَىٰ الْجَنَّةِ زُرَّاءٌ“ (۽ جيڪي پنهنجي پاڻهار کان ڊڄن ٿا ٽولا ٽولا ڪري جنت ڏانهن روانا ڪيا

ويندا) جيئن ڪافر پنهنجن ڪافرن اڳواڻن سان جهنم ڏانهن ويندا تيئن متقي پنهنجن صالحن پيشوائن سان گڏ بهشت ۾ ويندا. لهنذا مومن کي گهرجي ته صالحن جي ٽولي ۾ رهي، صالحن سان صحبت ڪري ته انهن سان گڏ جنت ۾ داخل ٿئي.

٤- ”وَفَتِحَتْ أَبْوَابُهَا“ (۽ ان جا دروازا کوليا ويندا) جنت جا دروازا ته حضور ڀر نور صلي الله عليه وسلم جن لاءِ کلندا بيا سندن صدقي ۽ سندن پويان ويندا. عرب مفسر علامه عبدالرحمان بن ناصر سعيدي لکيو آهي ته ”ومع ذالك فيحتا جون لدخولها الى الشفاعة عند اكرم الشفعاء عليه فلم تفتح لهم بمجرد ما وصلوا اليها بل يستشفعون الى الله بمحمد صلى الله عليه وسلم حتى يشفع فشفعه الله تعالى. (١) يعني ان مربياني هوندي به جنت ۾ داخل ٿيڻ جي لاءِ سڀني شفاعت ڪندڙن کان الله وٽ وڌيڪ عزت واري شفاعت ڪندڙ جي شفاعت جا محتاج هوندا انهن جي لاءِ صرف اتي پهچڻ سان جنت نه ڪلندي بلڪه الله جل جلاله ڏانهن (مٿي) محمد صلي الله عليه وسلم جي شفاعت طلب ڪندا پاڻ شفاعت ڪندا الله سندن شفاعت قبول ڪندو. تڏهن جنت ۾ اندر ويندا.

٥- ”وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِظِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ“ (۽ ملائڪن کي عرش جي چوڌاري بيهندڙ ڏسندڙين) مان معلوم ٿيو ته ملائڪ عرش جي چوڌاري ائين طواف ڪندا رهندا جيئن حاجي بيت الله جو طواف ڪندا آهن. (٢) ۽ اهو سڀ منظر حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن پنهنجن نوراني نظرن سان ڏسندا رهندا.

الحمد لله ثم الحمد لله جو مون عاجز الله عز اسمه جي خاص عنايت سان سورة الزمر جو تفسير اڄ ڇنڇر جي رات بوقت سوا ٩ بجي بمؤرخه ١٤ محرم الحرام ١٤٢٤هـ الموافق ٥-٣-٢٠٠٤ع تي پنهنجي گهر ۾ پنهنجي آرام واري ڪمري ۾ لکي پورو ڪيو. رب العزة جل جلاله جي پاڪ بارگاهه ۾ عاجزان، مخلصانه التجا آهي ته اهو پنهنجي حبيب، نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي طفيلي باقي رهيل تفسير به جلدي لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي.

آمين يا اله العالمين بوسيلة النبي الامين سيدنا ونبينا محمد عليه وعلى آليه واصحابه وازواجه الصلوات والتسليمات الى يوم الدين

الفقير محمد ادريس الداهري
عفي عنه

سورة الموء من جو تعارف.

هن پاڪ سورة جي تعارف ۾ هي ست (٧) ڳالهيون ذهن نشين ڪرڻ ضروري آهن.

نالو

هن سورة جو نالو ”المؤمن“ آهي جيڪو هن جي آيت ع ٢٨ مان ورتل آهي. ان کان سواءِ هن کي سورة ”غافر“ به سڏيو ويندو آهي ڇو ته الله جل شانہ هن جي ابتداء ۾ پنهنجي ان سهڻي صفت کي بيان فرمايو آهي (١) ۽ هن کي سورة ”الطول“ به سڏيندا آهن. (٢)

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد.

هن سورة ۾ ٩ رڪوع پنجاسي آيتون، هڪ هزار هڪ سؤ نوانوي (١١٩٩) ڪلما ۽ چار هزار نو سؤ ست (٤٩٦٠) حرف آهن. (٣)

مڪيه آهي يا مدينه؟

ابن مردويه حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت آندي آهي ته هيءُ سورة مڪه (مڪرمه) ۾ نازل ٿي هئي (٤)

نزول جو زمانو.

هيءُ سورة حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن جي مڪي دؤر جي ان مرحلي ۾ نازل ٿي هئي جڏهن اسلام پنهنجي دٻين کي موهيندڙ تعليم سان ماڻهن جي قلبن ۾ قرار وٺي رهيو هو هزارين مشڪلات جي باوجود سليم الطبع ماڻهو ان جي دعوت کي تيزيءَ سان قبول ڪرڻ لڳا هئا ڪافرن کي سندن پيرن جي هيٺان زمين سرڪندي نڪرندي نظر اچي رهي هئي ۽ انهن ڪاوڙ ۾ اچي بي بنياد الزام هڻڻ جي مهم تيز ڪري ڇڏي هئي اهي گهرن پيا ته ڪنهن به طرح ماڻهو اسلام کان بدظن ٿي وڃن ۽ زور سان وڌندڙ اسلامي تحريڪ ٺري وڃي. هن سورة ۾ انهن جي ئي اٿاريلن شڪن ۽ شبهن کي دور ڪيو ويو آهي.

(١) صفوة التفاسير ص ٩٢ جلد ٣ (٢) روح المعاني ص ٣٩ جز ٢٤٠ جلد ٨ (٣) خازن ص ٦٥ جلد ٤

(٤) الدر المنثور ص ٦٦٨ جلد ٧

مضمون.

هن سورة جو آغاز ايترو با رعب ۽ پر جلال آهي جو هن کي پڙهندڙ متاثر ٿين ڪان سواءِ رهي نٿو سگهي. هن ۾ فرمان آهي ته هي ڪتاب ڪنهن انسان جي تصنيف ناهي بلڪ ان کي الله تعاليٰ نازل فرمايو آهي اهو الله جيڪو عزيز ۽ عليم به آهي ته ”غَافِرِ الذَّنْبِ قَابِلِ التَّوْبِ“ ۽ جود و ڪرم جو صاحب به آهي. ڇا اهڙي الله جل مجده جي نازل ڪيل ڪتاب ۾ ڪو نقص تلاش ڪري سگهجي ٿو. ٻين مضمونن کان سواءِ هن سورة ۾ ٻن امرن ڏانهن خصوصي توجه ڏياريل آهي. مڪه مڪرمه جا رهاڪو ڪافر هر ڳالهه تي نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن سان جهيڙو ۽ تڪرار ڪندا هئا جنهن کان پاڻ غمگين ٿيندا هئا هن سورة ۾ الله عز اسمه کين تسلي ڏني آهي ته اڳين امتن جو به سندن طرف موڪلين رسولن سان اهو رويو هوندو هو پوءِ جيئن اهي انبياءِ سڳورا علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام ڪم ڪندا رهيا تيئن اوهان به پنهنجو پيغام ڏيڻ جاري رکو ۽ اهو به بيان ٿيو آهي ته جيڪڏهن هي ڪافر مون کي پنهنجو سڄو معبود تسليم نٿا ڪن ته ڇا ٿي پيو ڳڻڻ ڪان گهڻا نوري مخلوق ملائڪ جيڪي عرش کي کنيو بيٺا آهن ۽ ان جي چؤ طرف طواف ۾ مصروف آهن اهي هر وقت منهنجو حمد به ڪن ٿا ۽ منهنجي تسبيح به پڙهن ٿا ۽ اهي اوهان تي ايمان آڻڻ وارن. اوهان جي سچن امتين لاءِ مغفرت جي دعا به گهرندا رهن ٿا. ٻي اهم ڳالهه جيڪا هن سورة ۾ بيان ڪيل آهي اها هي آهي ته: جڏهن حضرت موسيٰ عليه السلام فرعون کي حق جي دعوت ڏني ۽ پنهنجي قول جي صداقت کي روشن معجزن سان ثابت ڪيو ته ان پنهنجي حڪومت جي خاص ماڻهن جي گڏجاڻي گهرائي جنهن ۾ ان جو وزير هامان ۽ ٻيا اهم شخص شريڪ ٿيا. فرعون حضرت موسيٰ عليه السلام کي شهيد ڪرائڻ جي لاءِ انهن جي تعاون حاصل ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي ۽ انهن کي حضرت موسيٰ عليه السلام جي دعوت جي خطرناڪ نتيجن کان واقف ڪندي چيائين ته جيڪڏهن ان کي ائين آزاد ڇڏي ڏنو ته اهو اوهان جي عقائد کي بگيڙي ملڪ جي ڪنڊ ڪڙچ ۾ فتني جي باهه ٻاري ڇڏيندو. ڀلو آهي ته حالات جي ڪنٽرول مان ٻاهر نڪرڻ کان اڳي (حضرت) موسيٰ

(عليه السلام) کي ختم ڪيو وڃي ان وقت سندس قوم قبطين مان هڪ شخص جنهن اڃان ايمان ظاهر نه ڪيو هو اٿي بيٺو ۽ اهڙي قوت سان حضرت موسيٰ عليه السلام جي طرفان دفاع ڪيائين جو فرعون لاجواب ٿي ويو ان حضرت موسيٰ عليه السلام جي دعوت جي برڪتن کي اهڙي وضاحت سان بيان ڪيو جو ٻڌندڙن تي خاموشي ڇانئجي وئي عاد ۽ ثمود جون حالتون ٻڌائي انهن کي عبرتناڪ انجام کان بچڻ جي هدايت ڪيائين جنهن سان فرعون جا سمورا منصوبا مٽي ۽ ڀر ملي ويا هاڻي جڏهن فرعون جي خيالات جي تائيد نه ٿي ته انهيءَ بي چال هلندي هامن کي هڪ بلند مينار ٺاهڻ جي لاءِ آرڊر ڏنو ته پاڻ ان تي چڙهي آسمان ڏانهن ڏسي تسلي ڪري ته حضرت موسيٰ عليه السلام جو الله نه زمين ۾ آهي نه آسمان ۾ ته هاڻي اسين ان کي ڪٿي ڳوليون؟ هن سورة ۾ به مختلف مقامات ۾ الله جي توحيد ۽ وڏائي جا تڪويني دلائل بيان ٿيل آهن تائيه پڙهندڙن ۽ ٻڌڙن کي حق اليقين حاصل ٿئي ته جنهن جي قدرت جا اهي ڪرشنا آهن اهوئي وحده لاشريڪ له سچو معبود ۽ برحق آهي ۽ ڪافرن جو جيڪو قيامت جي ڏينهن حسرت ڀريو انجام ٿيندو ان جو به نقشو پيش ڪيل آهي تائيه جيڪي ماڻهو ان هولناڪ انجام کان بچڻ گهرن اهي پاڻ سنڀالي ويهن.

اڳينءَ سورة سان ربط ۽ تعلق.

هن سورة جو سورة الزمر سان ربط ۽ تعلق هي آهي جو جيئن ان ۾ ڪافرن جي قيامت جي ڏينهن تي واري حالت بيان ڪيل آهي تيئن هن ۾ به بيان ٿي آهي ۽ جيڪو مؤمن جو مقام ان ۾ ذڪر ٿيو اهو هتي به ذڪر ڪيل آهي.

پلايون ۽ برڪتون.

هن سورة پاڪ جو شان، پلايون ۽ برڪتون گهڻيون آهن چوڻه هي ”حَمْر“ سان شروع ڪيل آهي ۽ جيڪي سورتون ”حَمْر“ سان شروع ڪيل آهن انهن کي حوا ميم سڏبو آهي. حوا ميم جي فضائل ۾ نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن جا ڪجهه ارشادات لکجن ٿا.

۱- شعب الايمان ۾ بيهقي خليل بن مره رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته

رسول الله جن فرمايو ” حواميم ست آهن ۽ جهنم جا دروازا به ست آهن هر هڪ ” حم ” (سورة) جهنم جي هر هڪ دروازي کان اچي بيهندي ۽ دعا گهرندي ته ياالله! هن دروازي کان ان کي داخل نه ڪر جنهن مون تي ايمان آندو ۽ مون کي پڙهندو هو ”.

٢- ترمذي، بزار، محمد بن نصر، ابن مردويه ۽ شعب اليمان م بيهقي حضرت ابوهريرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” جنهن حم (سورة مؤمن) ” اليه المصير ” تائين ۽ آيت الكرسي صبح جو پڙهيون ته شام تائين محفوظ رهندو ۽ جنهن شام جون پڙهيون ته صبح تائين محفوظ رهندو.

ابوالشيخ، ابونعيم ۽ ديلمي حضرت انس رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ” حواميم (سورتون) قرآن جو ديباج آهن ” (١).

وَتَسْعَ رُكُوعَاتٍ	سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ	وَهِيَ خَمْسٌ وَثَمَانُونَ آيَةً
۹ ۽ ركوع آهي	سوره مومن مڪي آهي	۸۵ آيتون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو، جيڪو گهڻو مهربان، هميشه رحم ڪرڻ وارو آهي

حَمْ (١) تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (٢)

ح- ميم- نازل ڪرڻ آهي ڪتاب جو طرفان الله، غالب، چائنڊڙ جي

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

گناهه بخشيندڙ ۽ توبه قبول ڪندڙ سخت عذاب ڏيندڙ، طاقت وارو، ناهي ڪو سڄو معبود مگر اهو

إِلَيْهِ الْمَصِيرُ (٣) مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا

ان ڏانهن ئي موٽڻ آهي نٿا جهيڙو ڪن الله جي آيتن (جي باري) ۾ مگر اهي جن ڪفر ڪيو

فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (٤) كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ

پوءِ نه توکي ۾ وجهي توکي ڦرڻ انهن جو شهرن ۾ ڪوڙو چيو اڳي انهن کان نوح جي قوم

وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ

۽ (بين) ٽولن ان کان پوءِ ۽ پڪو په ڪيو هر امت پنهنجي رسول جي متعلق تائين ان کي گرفتار ڪن

وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

۽ جهيڙو ڪيائون ناحق تائين ختم ڪن ان سان حق کي پوءِ پڪڙيو مون انهن کي پوءِ ڪيئن

كَانَ عِقَابُ (٥) وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ

هو منهنجو عذاب اهڙي طرح ثابت ٿيو ڪم رب تنهنجي جو انهن تي جن

كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (٦)

ڪفر ڪيو بيشڪ اهي جهنمي آهن.

تفسير.

اڳين سورة جي آخر ۾ بيان ٿيو ته ”وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ“ (۽ انهن ۾ حق سان فيصلو ڪيو ويندو) ۽ هن سورة جي ابتداء ۾ ٻڌايو ويو آهي ته اهو حق سان فيصلو ڪندڙ الله عز برهانه گناهه بخشيندڙ، توبه قبول ڪندڙ به آهي. فرمان مبارڪ آهي ”حم“ هي به مقطعات حروف آهن. اڪثر مفسرن وٽ انهن مان جيڪا مراد آهي سا الله وحده لاشريڪ له جي حوالي ڪرڻي آهي الله اعلم بمراده بذلك. جيئن اڳي

بيان ٿيندو آيو آهي ۽ بعض مفسرن وٽ هي سورة جو نالو آهي. بعض وٽ هي الله جل جلاله جي نالن مان هڪ نالو آهي. عڪرمه کان روايت آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”حَمْرُ اسْمٍ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَهِيَ مَفَاتِيحُ خَزَائِنِ رَبِّكَ“
 حم الله جي نالن مان هڪ نالو آهي ۽ اهي تنهنجي رب جي خزانن جون ڪنجيون آهن. علامه اسماعيل حقي لکيو آهي ته الله جو هر هڪ نالو ان جي خزانن مان ڪنهن نه ڪنهن خزاني جي ڪنجي هوندو آهي جڏهن ڪوبه شخص الاهي اسم جو ورد ڪندو آهي ته ان شخص جي روح ۽ ان اسم ۾ هڪ خاص مناسبت پيدا ٿيندي آهي جيڪا هلندي هلندي ٻانهي کي خداوند قدوس جي قريب ڪندي آهي ان وقت ان ٻانهي تي الاهي انوار جو ظهور ٿيڻ لڳندو آهي ۽ استعداد جي موافق اهو فيض حاصل ڪندو آهي ۽ الله جا سڀ نالا حقيقت ۾ اعظم آهن. (١) ”تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ الله غالب، ڄاڻندڙ جي طرفان ڪتاب جو نازل ڪرڻ آهي. يعني هن ڪتاب جو نزول الله جي طرفان آهي جيڪو پنهنجي ملڪ ۾ غالب، پنهنجي مخلوق کي ڄاڻندڙ آهي. ”غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ“ گناه بخشيندڙ ۽ توبه قبول ڪندڙ، عذاب ڪرڻ ۾ سخت، وڏي طاقت وارو آهي. هتي قرآن ڪريم نازل ڪندڙ الله جون ٻيون صفتون بيان ڪيون ويون آهن. ١- ”غَافِرِ الذَّنْبِ“ گناه بخش ڪندڙ آهي ڪو شخص ڪيترا به گناه ڪري جڏهن اهو سچي دل سان توبه ڪري ٿو ته الله جل شانہ ان کي بخشي ڇڏي ٿو. ٢- ”قَابِلِ التَّوْبِ“ توبه قبول ڪندڙ. يعني ٻانهي جي توبه قبول ڪري ان کي گناهن کان اهڙو پاڪ صاف ڪري ٿو جو ڄڻ ته ان ڪڏهن گناه ڪيو ئي نه هو.

٣- ”شَدِيدِ الْعِقَابِ“ عذاب ڪرڻ ۾ سخت. مطلب ته ان جو عذاب به نهايت سخت آهي جيڪڏهن ڪنهن کي پڪڙي ٿو ته ان کي سخت سزا ڏي ٿو. ٤- ”ذِي الطَّوْلِ“ طاقت وارو. معنيٰ فضل ۽ انعام جي بارش وسائن وارو. ”لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ“ ان کان سواءِ ڪوبه سچو معبود ناهي. يعني جيڪو الله مذڪوره صفات جليله، ڪامله جو مالڪ آهي اهوئي عبادت جو لائق آهي ان کان سواءِ باقي جيڪي به معبود سڏيا ويا اهي باطل آهن ”إِلَيْهِ الْمَصِيرُ“ ان ڏانهن ئي موٽڻ آهي. جتي پهچڻ سان هر

هڪ ڪي سندس ڪيل عمل جو بدلو ملندو. ”مَا جَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا“
 نتا جهيڙو ڪن الله جي آيتن ۾ مگر ڪافر. يعني الله جون آيتون ۽ ان جي عظمت ۽
 قدرت جا نشان اهڙا ناهن جن جي متعلق جهيڙو ڪجي مگر جن ماڻهن اهو ذهن
 پڪو ڪيو آهي ته روشن کان روشن دليلن ۽ ڪليلن ڳالهين جو به انڪار ڪيو وڃي
 اهي ئي هنن سچين ڳالهين ۾ جهيڙو ڪن ٿا ”فَلَا يَعْزُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ“ پوءِ انهن
 جو شهرن ۾ ڦرڻ توکي ڌوڪي ۾ نه وجهي. يعني اهي جيڪو شهرن ۾ گهمندي،
 ڦرندي، ڪائيندي، پيئندي نظر اچن ٿا اهو اوهان کي ڌوڪي ۾ نه وجهي اها انهن کي
 ٿوري عرصي جي لاءِ مهلت مليل آهي جلد الاهي عذاب جي پڪڙ ۾ ايندا. ”كَذَّبَتْ
 قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا
 بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابُ“ انهن کان اڳي نوح جي قوم ۽
 (ٻين) ٽولن انهن کان پوءِ ڪوڙو چيو ۽ هر امت پنهنجي رسول لاءِ پڪو به ڪيو ته
 ان کي گرفتار ڪن ۽ باطل جي ذريعي جهيڙو ڪيائون تانته ان سان حق کي ختم
 ڪن پوءِ مون انهن کي پڪڙيو پوءِ منهنجو عذاب ڪيئن هو؟ يعني هر نبي عليه
 السلام جي امت مان شريين پنهنجي پنهنجي نبي سڳوري کي گرفتار ڪري شهيد
 ڪرڻ يا ايڏائڻ جو ارادو ڪيو هو حضرت نوح عليه السلام جي قوم ۽ انهن کان
 پوءِ ٻين ڪافرن ٽولن به الله عز اسمہ جي نبين عليهم السلام کي ڪوڙو چيو هو ۽
 باطل سان حق کي ختم ڪرڻ جو پروگرام بنايو هو. پوءِ انهن کي پڪڙيو انهن
 جو مڪر هلڻ نه ڏٺو انهن کي سخت سزا ڏني پوءِ ڏسو ته منهنجي سزا ڪيئن هئي
 جو انهن جون پاڙون پتجي ويون. ”وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ
 أَصْحَابُ النَّارِ“ اهڙي طرح ڪافرن تي تنهنجي رب جو حڪم ثابت ٿيو بلاشڪ اهي
 جهنمي آهن. يعني صرف دنيا ۾ ئي انهن تي عذاب نه ايندو پر الله جل شانہ جو
 حتمي فيصلو آهي ته جيڪو ڪفر تي مرندي اهو هميشه جي لاءِ جهنم ۾ اڇلايو
 ويندو.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا. ١- ”غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ“

(گناه بخشيندڙ ۽ توبه قبول ڪندڙ) جي اطلاق، ڪنهن قيد نه لڳائڻ مان معلوم ٿيو ته الله عزوجل هميشه هر شخص جي هر قسم جي گناهن کي بخشيندڙ آهي توبه قبول ڪندڙ آهي ڪافرن جي توبه ايمان آڻڻ سان، مؤمنن جي توبه گناهن کان رجوع ڪرڻ سان هوندي آهي.

هڪ عجيب واقعو:

حضرت ثابت بناني عليه الرحمة جو قول آهي ته مان حضرت مصعب بن عمير رضي الله عنه سان ڪوفي جي علائقي ۾ گڏ هوس ۽ مان هڪ باغ ۾ اندر گهڙي ويس ته ٻه رڪعتون نفل پڙهان. مون نماز کان اڳي سورة المؤمن جون پهريون آيتون ”حَمْرَ“ کان ”وَالِجِهَ الْمَصِيرَ“ تائين پڙهيون اوچتو ڏٺم ته هڪ شخص سفيد خچر تي سوار منهنجي پويان بيٺو آهي جنهن جي بدن تي يماني ڪپڙا آهن ۽ ان مون کي چيو ته جڏهن ”غَافِرِ الذَّنْبِ“ لفظ پڙهين ته دعا جا هي الفاظ چؤ ”يَا غَافِرِ الذَّنْبِ اغْفِرْ لِي“ (اي گناهن جا بخشيندڙ منهنجا گناه بخش ڪر). ۽ جڏهن ”قَابِلِ التَّوْبِ“ پڙهين ته ”يَا قَابِلِ التَّوْبِ اِقْبَلْ تَوْبَتِي“ (اي توبه قبول ڪندڙ منهنجي توبه قبول ڪر) چؤ. ۽ جڏهن ”شَدِيدِ الْعِقَابِ“ پڙهين ته ”يَا شَدِيدِ الْعِقَابِ لَا تُعَارِقْنِي“ (اي عذاب ڪرڻ ۾ سختي ڪندڙ مون کي عذاب نه ڪر). چؤ. ۽ جڏهن ”ذِي الطَّوْلِ“ پڙهين ته ”يَا ذَا الطَّوْلِ طَلِّ عَلَيَّ بِخَيْرٍ“ (اي طاقت وارا مون تي ڀلائيءَ جو ڀال ڪر). ثابت بناني فرمايو ته مون اهي الفاظ ٻڌي اوڏانهن نهاريو ته ڪير به نظر نه آيو ۽ مان ان جي تلاش ۾ باغ جي دروازي تي پهتس ۽ اتي موجود ماڻهن کان پڇيم ته هڪ ماڻهو هن نموني يماني لباس ۾ ڍڪيل هٿان لنگهي ته ڪونه ويو؟ انهن چيو ته اسان نه ڏٺو. ثابت بناني عليه الرحمة جي هڪ قول مطابق اهو حضرت الياس عليه السلام هو. (١)

٢- آيت ع ٦ مان واضح ٿيو ته ڪافرن کي مهلت ملندي آهي پر انهن کي معافي نه ملندي. ڪافرن کي عذاب ضرور ٿيندو. الله جي پڪڙ سخت آهي.

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

جيڪي ڪنڊڙ عرش جا آهن ۽ جيڪي ان جي چوڌاري آهن پنهنجي رب جي حمد سان گڏ تسبيح پڙهن ٿا

وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ

۽ ان تي ايمان آڻين ٿا ۽ مغفرت گهرن ٿا انهن جي لاءِ جن ايمان آندو اي اسان جا رب! ڪشادو

كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا

تئين تون هر شيءِ کان رحمت ۽ علم سان پوءِ بخش فرما انهن کي جن توبه ڪئي ۽ تابع ٿيا

سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ (۷) رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ

تنهنجي واٽ جا ۽ بچاءِ انهن کي عذاب جهنم جي کان اي اسان جا پالڻهار! ۽ داخل ڪر انهن

جَنَّتِ عَدْنِ الْتِي وَعَدْتُهُمْ وَمَنْ صَلَحَ

ڪي بهشتن عدن جي ۾ جن جو انهن سان تو وعدو ڪيو آهي ۽ انهن کي جو صالح ٿيا

مِنْ آبَائِهِمْ وَازْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ

انهن جي پيئرن مان ۽ انهن جي زالن مان ۽ انهن جي اولاد مان بلاشڪ تون ئي

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۸) وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ

غالب. حڪمت وارو آهين ۽ بچاءِ انهن کي سختين کان ۽ جنهن کي سختين کان بچائيندي

يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۹)

ان ڏينهن پوءِ تحقيق رحم ڪيو تو ان تي ۽ اهائي ڪاميابي وڏي آهي

تفسير

اڳين آيتن ۾ مشرڪن جي طرفان نبين عليهم الصلواة والسلام سان باطل جي لاءِ جھيڙو ۽ مؤمنن سان عداوت بيان ڪئي وئي ۽ هنن آيتن ۾ مؤمنن جي لاءِ عرش جي ڪئنڊڙن جون مغفرت واريون دعائون ذڪر ڪندي فرمان آهي ”الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا“ جيڪي عرش کي ڪئن ٿا ۽ جيڪي ان جي چوڌاري آهن پنهنجي رب جي حمد سان تسبيح پڙهن ٿا ۽ ان تي ايمان آڻين ٿا ۽ ايمان وارن جي لاءِ مغفرت طلب ڪن ٿا۔ عرش جهان جي تدبير جو مرڪز آهي. (١)

الله جل شانہ ٻڌايو ته عرش کي ڪئنڊڙ الله جا ملائڪ ۽ عرش جي چوڌاري بيھڻ وارا ڪروبيين پنهنجي رب جي حمد سان گڏ تسبيح پڙهندا آهن ۽ ان جي بارگاہ ۾ خشوع ۽ خضوع ڪندا رهندا آهن ۽ زمين ۾ رهندڙن مؤمنن جي گناهن کي بخشائڻ جي لاءِ دعائون گهرندا آهن ۽ مؤمنن جڏهن پاڻ دعا گهرندو آهي ته ان تي آمين چوندا آهن. صحيح مسلم شريف ۾ نبوي ارشاد آهي ته ”إِذَا دَعَا الْمُسْلِمُ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلِكُ آمِينَ وَلَكَ يَوْمُهُ“ جڏهن (هڪ) مسلمان پنهنجي (مسلمان) ڀاءُ جي لاءِ غائبانه دعا گهرندو آهي ته ملائڪ آمين چوندي ان کي چوندو آهي ته تولا به ان جي مثل آهي. علامه ابن ڪثير لکيو آهي ته هن وقت عرش کي ڪئنڊڙ ملائڪ چار آهن ۽ قيامت جي ڏينهن اهي اٺ ٿيندا. (٢)

”رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا“ اي اسان جا رب! تون هر شيءِ کان رحمت ۽ علم ۾ وسيع آهين. يعني تنهنجي رحمت انهن جي گناهن ۽ خطائن کان وسيع آهي ۽ تنهنجو علم انهن سڀني جي اعمال، اقوال، حرڪات ۽ سڪنات کي محيط آهي ”فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ“ پوءِ جن توبه ڪئي ۽ تنهنجي واٽ جا تابعدار ٿيا انهن کي بخش فرما ۽ انهن کي جهنم جي عذاب کان بچاءِ. يعني جيڪي ٻانها گناهن کان توبه ڪري تنهنجي رستي تي هلن انهن کان ڦيل گناهه کين بخش ڪري ڇڏ ۽ انهن کي جهنم جي عذاب کان بچاءِ.

”رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ“
 اي اسان جا رب ۽ انهن کي عدن وارن انهن بهشتن ۾ داخل ڪر جن جو تو انهن سان وعدو ڪيو آهي ۽ انهن کي جيڪي سندن ابن ڏاڏن ۽ زالن ۽ اولاد مان صالح ٿيا. يعني اي اسان جا رب! انهن کي ته انهن عدن جي بهشتن ۾ داخل ڪر جن جو تو انهن سان وعدو فرمايو آهي پر انهن جي ابن، ڏاڏن، انهن جي زالن ۽ انهن جي اولاد مان جيڪي اهي صلاحيت رکن انهن کي به جنت ۾ داخل ڪر. بعض مفسرن لکيو آهي ته هتي صلاحيت مان مراد ايمان آهي ۽ مؤمن جنت ۾ داخل ٿيڻ جي صلاحيت رکي ٿو. (١)

عظيم خوشخبري.

بغوي سعيد بن جبیر کان روایت آندي آهي ته مؤمن جنت ۾ داخل ٿيندو پوءِ چوندو ته منهنجو پيءُ ڪٿي آهي منهنجي ماءُ ڪٿي آهي منهنجو اولاد ڪٿي آهي منهنجي زال ڪٿي آهي؟ ان کي جواب ۾ چيو ويندو ته ”انهن تو جهڙا عمل نه ڪيا هئا“ اهو چوندو ته مان پنهنجي لاءِ ۽ انهن جي لاءِ عمل ڪندو هوس، پوءِ چيو ويندو ته انهن کي جنت ۾ داخل ڪيو. ۽ هيءَ روایت موقوف آهي پر مرفوع جي حڪم ۾ آهي ۽ ان ۾ اها صراحت آهي ته آيت ۾ صلاحيت مان مراد ايمان آهي. (٢) ”إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ بلاشڪ تون ئي غالب حڪمت وارو آهين. يعني تون هر شيءِ تي اهڙو قادر آهين جنهن لاءِ ڪا شيءِ ممتنع ناهي اهڙو حڪيم آهين جو حڪمت جي تقاضا کان سواءِ ڪجهه به نه ڪندو آهين ۽ ان حڪمت جي تقاضا وعدو وفا ڪرڻ به آهي ”وَقِهِمُ السَّيَّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيَّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ“ ۽ انهن کي سختيءَ کان بچاءِ ۽ جنهن کي ان ڏينهن جي سختين کان بچائيندي پوءِ يقيناً ان تي تو رحم ڪرڻ فرمايو. يعني يا الله! انهن کي ٻرن عملن جي سخت سزائن کان بچاءِ ۽ جنهن کي به ان سخت سزائن کان قيامت جي ڏينهن بچائيندي يقيناً ان تي تو خاص رحم فرمايو. ”وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ“ ۽ اهائي وڏي ڪاميابي آهي، جو سزا کان بچاءِ ٿئي ۽ نيڪن سان گڏ بهشت ۾ داخلا ملي.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ١- ”يَسْبَحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ“ (پنهنجي رب جي حمد سان گڏ تسبيح پڙهن ٿا) هن مان معلوم ٿيو ته اول تسبيح پوءِ تحميد پڙهن ٿا. هيئن چون ٿا. ”سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ“ اي الله تنهنجي حمد سان گڏ تولاءِ پاڪائي آهي تنهنجي جائز ڪان پوءِ تنهنجي بردباريءَ تي تنهنجي لاءِ حمد آهي. ٢- ”وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا“ (۽ مؤمنن جي لاءِ مغفرت طلب ڪن ٿا). هن مان معلوم ٿيو ته ملائڪن جي شفاعت به حق آهي جو اهي مؤمنن جي لاءِ مغفرت جي دعا ڪن ٿا ۽ الله عز اسمہ ان جو قرآن پاڪ ۾ بيان فرمايو آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته مؤمن وڏي عزت وارا آهن جو الله جي قرب حضوريءَ ۾ جيڪي ملائڪ تسبيح ۽ تحميد ڪري رهيا آهن اهي انهن جي لاءِ مغفرت جون دعائون گهري رهيا آهن ۽ اهو به معلوم ٿيو ته مسلمانن جي لاءِ غائبانه مخلصانه دعا ڪرڻ ملائڪن جي سنت آهي ۽ ملائڪن جي طرفان عرش وٽ دعا گهرڻ مان اهو به معلوم ٿيو ته مقدس مقامات وٽ وڃي الله جي حمد سان گڏ دعا گهرڻ قبوليت کي زياده قريب آهي حاجي صاحبن کي گهرجي ته بيت الله شريف ۽ حضور پرنور صلي الله عليه وسلم جن جي مواجهي شريف وٽ سڀني مسلمانن جي لاءِ زياده دعائون گهرن ۽ اهو به معلوم ٿيو ته دعا کان اڳي الله جو حمد ڪرڻ ملائڪن جي سنت آهي. (١)

٣- آيت ع ٨ مان معلوم ٿيو ته الله عزبرهانه جڏهن ڪنهن ٻانهي کي ڪجهه ڏيڻ گهرندو آهي ته پنهنجن مقبول ٻانهن کان ان کي دعائون ڪرائيندو آهي. پنهنجي محبوب ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي فرمايو اٿس ”وصل عليهم“ ۽ انهن تي نماز (جنازه) پڙهه. ۽ اهو به معلوم ٿيو ته الله جون رحمتون ان جي مقبول ٻانهن جي وسيلي سان ملنديون آهن. گنهگارن جي مغفرت ملائڪن سڳورن جي دعا جي ذريعي ۽ وسيلي سان ڪري رهيو آهي.

سوال.

جڏهن الله جل شانہ مؤمنن سان جنت جو وعدو ڪيو آهي ۽ سندس وعدي

برخلافي محال آهي ته پوءِ ملائڪن جي انهن جي جنت ۾ داخل ٿيڻ لاءِ دعا مان ڪهڙو فائدو؟ ۽ اهڙي طرح مؤمنن جي نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن لاءِ دعا ته ”اَتِ مُحَمَّدَ بْنَ الْوَسِيلَةِ وَالْفَضِيلَةِ وَالذَّرَجَةِ الرَّقِيعَةِ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ“ حالانڪ اهي شيون حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي مليل آهن الله جو وعدو ٿيل آهي. ان مان به ڪهڙو فائدو؟

جواب.

ان دعا مان فائدو انهن جي لاءِ محبت جو اظهار ڪرڻ آهي جيڪا الله تعاليٰ دعا گهرندڙن جي لاءِ انهن ۾ پيدا فرمائي آهي ۽ جنهن لاءِ دعا گهري ٿي وڃي ان لاءِ زياده رحمت جي طلب ۽ الله جي رضا حاصل ڪرڻ جي خواهش جي دعا ڪئي وڃي ٿي. (٢)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ

بلاشڪ جن ڪفر ڪيو سڏيا ويندا ته البتہ ڪاوڙجڻ الله جو تمام وڏو آهي اوهان جي

مَقْتِكُمْ أَنْفُسُكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ (١٠)

ڪاوڙجڻ کان اوهان جي سرن تي جڏهن سڏيا ٿي ويو ايمان ڏانهن پوءِ ڪفر ڪندا هيئو

قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا اِثْنَيْنِ وَأَحْيَيْنَا اِثْنَيْنِ

چيائون ته اي اسان جا رب ماريو تو اسان کي ٻه ڀيرا ۽ جيئرو ڪيو تو اسان کي ٻه ڀيرا

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ (١١) ذَالِكُمْ بِأَنَّهُ

پوءِ مڃيا اسان گناهه پنهنجا پوءِ نڪرڻ ڏانهن ڪا واٽ آهي؟ اهو ان سببان جو بلاشڪ

إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكَ بِهِ

جڏهن سڏيو ويندو هو الله اڪيلو اهو ته اوهان كفر ڪندا هيو ۽ جيڪڏهن ان سان شرڪ ڪيو ويندو هو ته

تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (١٢) هُوَ الَّذِي

مڃيندا هيو ۽ پوءِ حڪم الله، مڙهاين وڏي جو آهي اهو (الله) ئي آهي

يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا

جيڪو ڏيکاري ٿو اوهان کي پنهنجون آيتون ۽ لاهي ٿو اوهان جي لاءِ آسمان کان رزق

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ (١٣) فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

۽ تنهن نصيحت حاصل ڪري مگر اهو جو ٿو موٽي پوءِ عبادت ڪيو الله جي خالص ڪندڙ ان لاءِ دين کي

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (١٤) رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ

جيتوڻڪ نه پسند ڪيو ڪافرن بلند درجن وارو، عرش جو مالڪ نازل ڪري ٿو وحي

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ

پنهنجي امر مان ان تي جنهن کي گهري پنهنجن ٻانهن مان تانتا ڏيڃاري

يَوْمَ النَّاسِ لِقَآءِ (١٥) يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ

ڏينهن ملڻ جي کان ان ڏينهن جو اهي ٻاهر نڪري ظاهر ٿيندڙ هوندا نه لڪندي الله کان

مِنْهُمْ شَيْءٌ يَوْمَئِذٍ الْمُلْكُ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (١٦)

انهن مان ڪا شيءِ ڪنهن جي لاءِ بادشاهي آهي اڄ ڏينهن الله، هڪ، غالب جي لاءِ

الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ

اڄ جزا ڏنو ويندو هر نفس ان جي جيڪو ڪم ڪيائين ناهي ڪو ظلم

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (١٧)

اڄ بلاشڪ الله حساب جو تڪڙو آهي.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ مؤمنن جي لاءِ الله جل جلاله جي مهربانين جو بيان ٿيو ۽ هنن آيتن ۾ ڪافرن جي بري حال جو بيان ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنَادُونَ لِمَنْ أَكْبَرُ مِنْ مُّقْتِرِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ“ بلاشڪ جن ڪفر ڪيو سڏيا ويندا ته اوهان جي پنهنجن نفسن تي ڪاوڙ ڪرڻ کان الله جو ڪاوڙجڻ گهڻو وڏو آهي جڏهن ايمان ڏانهن سڏيا ٿي ويٺو پوءِ ڪفر ڪندا هينئو. يعني قيامت جي ڏينهن ملائڪ ڪافرن کي سڏي چوندا ته هينئر باهه ۾ سڙندي پاڻ تي جيڪا ڪاوڙ ڪيو ٿا اوهان تي الله جي ڪاوڙ ان کان به گهڻو وڌيڪ هئي جڏهن اوهان ايمان ڏانهن سڏيا ويندا هئا ۽ اوهان ڪفر ڪندا هئا. ”قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَتُنَبِّئُ فَاَعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ“ چوندا ته اي اسان جا رب! تو اسان کي به پيرا ماريو ۽ اسان کي به پيرا جيئرو ڪيو پوءِ اسان پنهنجا گناهه مڃيا ڇا پوءِ نڪرڻ ڏانهن ڪو رستو آهي؟ يعني ياالله! تو اسان کي پيئڻن جي پيئڻ ۾ مئل ڪري نطفي جي صورت ۾ وجود ڏنو اتان ڪيئي مائرن جي ڳيڙڻن ۾ حياتي ڏني وري حياتيءَ جي مدت پوري ٿيڻ وقت موت طاري ڪيو ۽ وري جيئرو ڪري ميدان محشر ۾ آندو. به پيرا مارڻ ۽ به پيرا جيئرو ڪرڻ اهو آهي، حضرت ابن عباس، قتاده، ضحاک وغيرهم جو اهو قول آهي (١) ۽ جڏهن اسان اکين سان اها حالت ڏٺي آهي ته اسان پنهنجن گناهن جو اعتراف ڪيو آهي يا

پوءِ دنيوي حياتيءَ ڏانهن موٽي وڃڻ جو ڪو رستو آهي ته اتي پهچي ايمان آڻيون ۽
 تو رب ڪريم جي توحيد مڃيون تنهنجي اطاعت ڪيون بي فرماني نه ڪيون (١)
 ”ذَالِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ“ اهو ان جي ڪري (نه ٿيندو جو) جڏهن الله
 وحده جي عبادت ڪئي ويندي هئي ته اوهان انڪار ڪندا هيو. يعني لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 ٻڌي انڪار ڪندا هيو ۽ چوندا هيو ته هن سڀني بتن کي ڇڏي هڪ الله بنايو آهي.
 ”وَأَنَّ يَشْرَكَ بِهِ تَوَنُّوْا“ ۽ جيڪڏهن ان سان شرڪ ڪيو ويندو هو ته مڃيندا
 هيو. مطلب ته اوهان شرڪ جي تصديق ۽ ان جو اقرار ڪندا هيو. انهيءَ ڳالهه
 اوهان کي هن منزل تي لاتو آهي. (٢)

”فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ“ پوءِ حڪم الله، مٿاهين وڏي جو آهي. يعني هي
 حڪم خاص الله جو آهي جيڪو عبادت جو مستحق، شريڪ کان منزله آهي ۽ ان
 اوهان کي سخت عذاب ۾ رکڻ جو فيصلو ڪري ڇڏيو آهي ۽ اوهان جي عقيدي
 مطابق جيڪڏهن ان جو ڪو شريڪ هجي ها ته اهو اوهان جي لاءِ ڪو رستو ڪڍي
 ها، الله اوهان جي ان سوچ کان گهڻو مٿاهون، وڏي شان وارو آهي جو ان سان
 ڪنهن کي شريڪ بنايو وڃي. ”هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا“
 اهو (الله) ئي آهي جيڪو اوهان کي پنهنجي (قدرت جون) نشانيون ڏيکاري ٿو ۽
 اوهان جي لاءِ آسمان کان رزق لاهي ٿو. يعني الله جل شانہ اوهان کي پنهنجي
 توحيد، قدرت ۽ صنعت جون نشانيون ڏيکاري ٿو ۽ اوهان جي لاءِ آسمان کان
 مينهن وسائي ٿو جيڪو اوهان جي رزق جو ذريعو آهي اوهان ۽ اوهان جي چوپاين
 جو قوت ۽ غذا ان سان ڄمندي آهي. ”وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ“ ۽ تنهن نصيحت حاصل
 ڪري مگر اهو جيڪو موٽي ٿو. يعني الله عز اسمہ جي ڏيکاريل نشانين مان صرف
 اهو نصيحت حاصل ڪندو جيڪو الله ڏانهن رجوع ڪندو ان سان محبت رکندو ان
 کان ڊڄندو، ان جي اطاعت ڪندو ۽ بي فرمانيءَ کان بچندو. ”فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ
 الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“ پوءِ الله جي لاءِ دين کي سڄو ڪندي ان جي عبادت ڪيو
 جيتوڻيڪ ڪافر پسند نه ڪن. هي عبادت ۽ دعا ۾ اخلاص ٻنهي کي شامل آهي

مقصد ته هر اها شيء جنهن سان الله جو قرب حاصل ٿئي ان ۾ اخلاص پيدا ڪيو اها ڪافرن کي پلي نه وڃي ته نه وڃي. ”رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ“ بلند درجن وارو، عرش جو مالڪ. يعني الله نهايت بلند ۽ بالا درجات وارو آهي ان لحاظ سان به مخلوق کان جدا آهي. عرش جو به اهو هڪ خالق ۽ مالڪ آهي ”يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ“ پنهنجن ٻانهن مان جنهن کي گهري ٿو ان تي پنهنجي امر مان وحي القاء ڪري ٿو. ”الرُّوحُ“ مان مراد وحي آهي جيڪو ارواح ۽ قلوب جي لاءِ ائين آهي جيئن جسمن جي لاءِ روح. ۽ ”عباده“ پنهنجن ٻانهن مان جن کي گهري انهن مان مراد انبياء عليهم الصلوة والسلام آهن جن کي الله تعاليٰ پنهنجي فضل سان نبوت جي لاءِ مخصوص بنايو آهي.

”لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ“ تانته ملڻ واري ڏينهن کان ڊيڄاري. ان ڏينهن مان مراد قيامت جو ڏينهن آهي جنهن ۾ آسمانن ۽ زمينن ۾ رهندڙ مخلوق هڪ ٻئي سان ملندي ۽ مخلوق پنهنجي خالق جو به ڏيڍار ڪندي. ”يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ“ جنهن ڏينهن اهي ظاهر ٿيندا الله کان انهن مان ڪا شيء به نه لڪندي. يعني قبرن مان نڪري ميدان ۾ ايندا انهن جي ڪابه شيء اجسام، اعمال ۽ احوال الله کان نه لڪندا. ”لَمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ“ اڄ ڪنهن جي بادشاهي آهي؟ هي اتي پڇيل ڳالهه جو بيان آهي. جڏهن مخلوق فنا ٿيندي ۽ قبرن مان اٿڻ کان اڳي الله عز برهانه پڇندو ۽ جڏهن ڪوبه جواب ڏيڻ وارو نه هوندو ته پاڻ جواب ڏيندو. ”لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ“ هڪ الله غالب جي (بادشاهي) آهي. مطلب ته اڄ ان جي بادشاهي آهي جيڪو پنهنجي ذات جي جلال ۽ صفات جي ڪمال ۾ متوحد ۽ الوهيت ۾ شريڪ کان پاڪ ۽ منزّه آهي. قهار آهي جنهن مخلوق کي موت سان ۽ پنهنجي ارادي مطابق تصرف سان مقهور ۽ مجبور بنايو آهي. الله جل شانہ جي طرفان مخلوق جي فنا ٿيڻ کان پوءِ ۽ قبرن مان اٿڻ کان اڳي اهو سوال ۽ جواب حضرت ابوهريرة رضي الله عنه جي روايت سان المطولات ۾ طبراني، مسند ۾ ابويعلیٰ، البعث ۾ بيهقي ۽ ابوداؤد آندو آهي. (١) ”الْيَوْمَ تَجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ لِّمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ

الحَسَابِ" اڄ هر نفس اهو بدلو ڏنو ويندو جيڪو ڪمايو هوندائين اڄ ظلم ناهي
 بلاشڪ الله حساب جو تڪڙو آهي. يعني هر نفس جيڪي دنيا ۾ ڀلا يا برا عمل
 ڪيا هوندا ان جو کيس بدلو ملندو اڄ ڪنهن سان به ان جون نيڪيون گهٽائي يا
 برايون وڌيڪ لکي ظلم نه ڪيو ويندو. الله حساب جو تڪڙو آهي ان ڏينهن کي
 پري نه سمجهو اچڻ وارو آهي.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ۱- "أَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ"
 (بلاشڪ ڪافر سڏيا ويندا) هن مان به ڳالهيون معلوم ٿيون هڪ ته ڪافرن جا
 جرم ۽ گناهه ڪليل بيان ڪيا ويندا تائين ان ڏينهن ذليل ۽ خوار ٿين. ۲- مؤمن
 جون نيڪيون اعلانيه ڏيکاريون وينديون ۽ انهن جي گناهن جو حساب لک ۾
 ڪيو ويندو چوٽه گناهن جو اعلان ڪافرن جي لاءِ عذاب هوندو. ۳- "وَيُنْزِلُ لَكُمْ
 مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا" (۽ اوهان جي لاءِ آسمان مان رزق ٿو لاهي). مان معلوم ٿيو ته
 رزق سڀني جي لاءِ ايندو آهي، ملندو آهي مگر هدايت ڪنهن ڪنهن کي نصيب
 ٿيندي آهي افسوس جو اسان کي رزق جو فڪر آهي هدايت جو ناهي ۽ اهو به معلوم
 ٿيو ته هدايت ان کي ملندي جنهن جو حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن ڏانهن
 رجوع هوندو پاڻي کوهه مان، روشني سج سان، ۽ هدايت حضور ڪريم صلي الله
 عليه وسلم جن کان ملندي. ۴- "رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ" (بلند درجن وارو) مان معلوم ٿيو
 ته الله عزوجل پاڻ به مٿاهون آهي ۽ پاڻ جنهن کي رفعت ڏيندو اهوئي بلند ٿيندو ان
 جي قدرتي هٿن سان نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي بلندي ملي "وَرَفَعْنَاكَ
 ذِكْرَكَ" ۽ نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن جي صدقي سندن غلامن کي بلندي
 ملندي آهي، جيئن مالڪ مٿي جو فرمان آهي "الْعِزَّةُ لِلَّهِ بَلْوَسُوهُ وَلِلْمُؤْمِنِينَ" عزت الله
 جي لاءِ ۽ ان جي رسول ۽ مؤمنن جي لاءِ آهي.

وَأَنذَرَهُمْ يَوْمَ الْأَرْزَاقِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَآظِمِينَ ۝

۽ ڊيچار انهن کي قيامت جي ڏينهن کان جڏهن دليون نرگهڻن وٽ هونديون ڏک ۾ ڀريل

مَالِ الظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ (١٨)

ناهي ظالمن جي لاءِ ڪو دوست ۽ نه ڪو سفارش ڪندڙ جيڪو مڃيو وڃي

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (١٩) وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ

ڄاڻي ٿو خيانت ڪندڙ اکين کي ۽ جيڪي لڪائين ٿا سينا ۽ الله فيصلو ڪندو آهي حق جو

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ

۽ جن جي عبادت ڪن ٿا ان کان سواءِ نه فيصلو ڪندا ڪنهن شيءِ جو بيشڪ الله اهوئي ٻڌندڙ

الْبَصِيرُ (٢٠) أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

ڏسندڙ آهي ڇا نه گهميا زمين تي پوءِ ڏسن ها ته ڪهڙي طرح هئي پڇاڙي

الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً فِي الْأَرْضِ

انهن جي جيڪي هئانهن کان اڳي، هئا اهي ڏاڍا انهن کان قوت ۽ نشانن سان زمين ۾

وَأَثَارًا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ

پوءِ پڪڙيو انهن کي الله سببان گناهين انهن جي ۽ نه هو انهن جي لاءِ الله (جي عذاب) کان

مَنْ وَاقٍ (٢١) ذَلِكَ بَأْثَهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

ڪو بچائيندڙ اهو ان سببان جو بلاشڪ اهي آيا هئا انهن وٽ انهن جا رسول روشن معجزن سان

٢٤

فَكَفَرُوا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ (٢٢)

پوءِ ڪفر ڪيائون پوءِ پڪڙيو انهن کي الله بلاشڪ اهو قوت وارو سخت عذاب ڪرڻ وارو آهي.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ”يَوْمَ التَّلَاقِ“ ملڻ واري ڏينهن جو ذڪر هو ۽ هتي به ان کان ڊيچارڻ جي لاءِ ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَأَنذَرَهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ إِذْ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظْمِينَ“ ۽ انهن کي قيامت جي ڏينهن کان ڊيچار جڏهن دليون نرگهتن وٽ هونديون غم ۾ ڀرجندڙ. يعني اي پيارا حبيب! عليه الصلوة والسلام پنهنجي مشرڪ قوم کي قيامت جي ان ڏينهن کان ڊيچار جڏهن دليون ان جي هيبت کان پنهنجين جاين کان نڪري نرگهت وٽ اچي بيهنديون ۽ اهي غم ۽ ڏک ۾ ڀريل هوندا. ”مَالِ الظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ“ ظالمن جو ڪوبه دوست ناهي ۽ نه اهڙو ڪو سفارش ڪرڻ وارو جنهن جي سفارش مڃي وڃي. هتي ظالمن مان مراد مشرڪ آهن جن شرڪ ڪري پنهنجن نفسن تي ظلم ڪيو هو. (١) ”يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ“ خيانت ڪندڙ اکين کي ڄاڻي ٿو. ”خَائِنَةَ“ اسم فاعل جو صيغو يا مصدر جي معنيٰ سان آهي ۽ هتي مراد غير محرم ڏانهن نهارڻ آهي حديث پاڪ ۾ آيو آهي ته: اي انسان پهرين نظر تنهنجي لاءِ آهي ٻي کان سواءِ. (٢) مطلب ته ڪنهن به غير محرم تي اوچتو نظر پئي ته معاف آهي وري ٻيو ڀيرو قصداً نهارڻ معاف ناهي. ”وَمَا تَخْفَى الصُّدُورُ“ ۽ جيڪو سينا لڪائڻ ٿا. يعني پاڻها جيڪي پليون يا بريون سوچون ڪن ٿا الله جل شانها اهو به ڄاڻي ٿو. ان کان ڪا شيءِ لڪل ناهي. ”وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ“ ۽ الله حق جو فيصلو ڪندو آهي. ان جي بارگاهه ۾ عدل ۽ انصاف هلندو ڪنهن به بري يا پلي سان زيادتي نه ٿيندي. ”وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ“ ۽ جن جي ان کان سواءِ عبادت ڪن ٿا اهي ڪنهن به شيءِ جو فيصلو نه ڪندا. يعني اهي بت جن جي ڪافر الله عز اسمہ کان سواءِ عبادت ڪن ٿا اهي

عاجز آهن ڪوبه فيصلو ڪري نه سگهندا ڇو ته اهي نه ڪجهه ڏسن ٿا نه ٻڌن ٿا
 انهن کي حق ۽ ناحق جي ڪهڙي خبر. ”إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ“ بلاشڪ اهو (الله) ئي
 ٻڌندڙ ڏسندڙ آهي. ۽ حق جو فيصلو به اهوئي ڪندو جنهن جي پاڪ نظر کان ڪا
 ڏسڻ جهڙي شيءِ لڪل ناهي ۽ جنهن جي قدرتي ٻڌڻ واري قوت هر ٻڌڻ جهڙي
 شيءِ کي ٻڌي رهي آهي. ۽ جن ۾ اهي ٻئي صفتون ناهن اهي معبود ڪيئن ٿي سگهن
 ٿا؟ ”أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ“ ڇا
 زمين ۾ سير نه ڪيائون پوءِ ڏسن ها ته انهن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي جيڪي انهن
 کان اڳي هئا. يعني مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن شام ۽ يمن ڏانهن تجارتي
 قافلن ۾ ويندي نه ڏٺو آهي ته جن قومن انهن کان اڳي الله عز برهانه جي نبين عليهم
 السلام کي نه مڃيو، ڪوڙو چيو انهن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي جيئن عاد ۽ ثمود ۽
 اهڙين تباهه ٿيل بين قومن جي ويران ڳوٺن کان ايندي ويندي لنگهندا هئا. ”كَانُوا
هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ أَثَارًا فِي الْأَرْضِ“ اهي انهن کان قوت ۽ زمين ۾ نشانن جي لحاظ
 سان سخت هئا. يعني سخت قوت جا صاحب وڏن شهرن ۽ قلعن وارا هئا ”فَاَخَذَهُمُ
اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ“ پوءِ الله انهن کي انهن جي ئي گناهن جي ڪري پڪڙيو. يعني سندن
 ئي ڪفر ۽ شرڪ جي سببان الله عز اسمہ انهن کي عذاب ڏنو ”وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ
مِنْ وَّاقٍ“ ۽ انهن جي لاءِ الله (جي عذاب) کان ڪو بچائيندڙ نه هو. يعني جڏهن
 دنيا واري سزا کان به کين ڪنهن نه بچايو ته آخرت جي شديد ۽ سخت عذاب کان
 ڪيئن بچي سگهندا؟ ”ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَآخَذَهُمُ
اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ“ اهو ان جي ڪري جو بلاشڪ انهن وٽ انهن ڏانهن
 موڪليل انبياء (عليهم الصلوة والسلام) روشن دليلن سان ايندا هئا ته ڪفر ڪندا
 هئا پوءِ الله انهن کي پڪڙيو بلاشڪ اهو قوت وارو، عذاب ڪرڻ ۾ سخت آهي.
 يعني انهن جي عذاب ڪرڻ جو سبب اهو بڻيو جو انهن وٽ انبياء ڪرام (عليهم
 الصلوة والسلام) روشن دليل معجزا ۽ واضح احڪام ڪڍي آيا پر انهن انڪار
 ڪندي پيغمبرن سڳورن کي ڪوڙو چيو ته الله جل مجده کين تڪڙي عذاب سان
 هلاڪ ۽ برباد بنايو الله قوت وارو آهي ان جي قوت کان ڪوبه ٻاهر ناهي مشرڪن

ڪي عذاب ڪرڻ ۾ ايترو سخت آهي جو ان جي عذاب جهڙو عذاب ڪنهن جو به ناهي. انهن جي تباهيءَ جا آثار ڏسڻ جي باوجود ڪافر چو نٿا فڪر ڪن؟ (۱)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا. ۱- ”مَالِ الظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ“ ظالمن جي لاءِ نه ڪو دوست آهي ۽ نه ڪو اهڙو سفارشي جنهن جي سفارش مڃي وڃي. هتي ظالمن مان مراد ڪافر آهن انهن جي لاءِ ڪوبه سفارشي ۽ ساٿي نه هوندو پر مسلمانن جي لاءِ ڪيترائي سفارش ڪندڙ هوندا. اول اول شفاعت حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن ڪندا. شفاعت جو دروازو کولائيندا ڪين چيو ويندو ”قُلْ تُسْمَعُ وَأُشْفَعُ تُشْفَعُ“ چئو ته اوهان جو چوڻ ٻڌو ويندو شفاعت ڪيو ته اوهان جي شفاعت قبول ڪئي ويندي. ذهن نشين ڪيو ته الله جل جلاله جنهن جي سفارش ٻڌي ٿو يا ٻڌندو محبوب ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي واسطي ۽ وسيلي سان. پاڻ ڪريم صلي الله عليه وسلم جن خالق ۽ مخلوق جي وچ ۾ واسطو، برزخ اڪبر آهن. (۲) ”وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ“ (۽ جيڪي سينا لڪائن ٿا) هن مان واضح ٿيو ته دل ۾ لڪل بعضي ڳالهين تي به پڪڙ ٿيندي جيئن برا عقيدا ۽ برا اعمال. ها غير اختياري ٻرن وسوسن تي پڪڙ نه آهي ”لَا يَكْفُرُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا“ ان جو دليل آهي. ۳- ”فَيَنْظُرُوا“ (پوءِ ڏسن) هن مان معلوم ٿيو ته الله جل جلاله جي قدرتي نشانين جي ڏسڻ لاءِ سفر ڪرڻ بهتر آهي ”قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ“ (فرماءِ ته زمين ۾ سير ڪيو) شاهد آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته جڏهن ڪافرن جي بستين ۾ عبرت حاصل ڪرڻ جي لاءِ وڃڻ پيو آهي ته الله جي پيارن جي درٻارن ۾ رحمت، فيوضات ۽ برڪات حاصل ڪرڻ جي لاءِ وڃڻ به پلو ڪم آهي.

۴- ”فَكْفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ“ (پوءِ ڪفر ڪيائون ته پوءِ انهن کي الله پڪڙيو) مان معلوم ٿيو ته ڪنهن به قوم تي انهن ڏانهن موڪليل نبين عليهم الصلوة والسلام جي انڪار، ڪفر ۽ بي فرماني ڪرڻ جي ڪري عذاب ايندو آهي. ان کان سواءِ نه ايندو آهي فرعون چار سؤ (۴۰۰) سال خدا هجڻ جي دعويٰ ڪئي پر ڪڏهن بيمار به نه ٿيو مگر جڏهن سيدنا موسيٰ عليه السلام جو دشمن ٿيو، انڪار

ڪيائين ته سموري لشڪر سميت غرق ڪيو ويو.

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ (٢٣)

۽ البتہ تحقيق موڪليو اسان موسيٰ کي پنهنجين نشانين سان ۽ پڌري حجت سان

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ۝ (٢٤)

فرعون ۽ هامان ۽ قارون ڏانهن پوءِ چيائون ته جادوگر وڏو ڪوڙو آهي

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ

پوءِ جڏهن آيو انهن وٽ حق سان اسان وٽان ته چيائون قتل ڪيو پتن ايمان

أَمِنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ

وارن جي ڪي ان سان گڏ ۽ جيئريون ڇڏيو انهن جون زالون ۽ ناهي ڪافرن جو فريب

إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝ (٢٥) وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ

مگر گمراهيءَ ۾ ۽ چيو فرعون ته ڇڏيو مون کي ته شهيد ڪيان موسيٰ کي ۽ ڀلي سڌي

رَبِّهِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ

پنهنجي رب کي بلاشڪ مان ڊڄان ٿو ته مٿئي ڇڏيندو اوهان جو دين يا ظاهر ڪندو

فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ۝ (٢٦) وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي

زمين ۾ فساد ۽ چيو موسيٰ ته بيشڪ مون پنهنجي ورتي پنهنجي رب ۽

وَرَبِّكُمْ مَنْ كُلُّ مْتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ (٢٧)

اوهان جي رب سان هر هنيلي کان جيڪو نٿو ايمان آڻي حساب جي ڏينهن تي.

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي تباه ٿيل ڳوٺن کي ڏسي سبق حاصل ڪرڻ جو ذڪر هو ۽ هتي هڪ مشهور ڪافر فرعون جي ڪجهه حالات کي بيان ڪيو ويو آهي. فرمان ايزدي آهي ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ“ ۽ البتہ تحقيق اسان موسيٰ کي پنهنجين آيتن ۽ روشن حجت سان فرعون ۽ هامان ۽ قارون ڏانهن موڪليو پوءِ (انهن) چيو ته جادوگر وڏو ڪوڙو آهي. الله عز برهانه پنهنجي نبي عليه الصلوة والسلام کي ٻڌايو آهي ته جيئن فرعون، هامان ۽ قارون حضرت موسيٰ عليه السلام کي سڄو نه چيو پاڻ تباه ٿيو ۽ موسيٰ عليه السلام کي فتح ۽ ڪاميابي ملي ٿيئن اوهان جا دشمن نه مڃڻ وارا پاڻ تباه ٿيندا ۽ فتح اوهان جا قدم چمندي ۽ هتي فرعون، هامان، ۽ قارون جو ذڪر ان ڪري ڪيو ويو آهي جو اهي پنهنجن پوئلڳن جا وڏا، پيشوا ۽ اڳواڻ هئا اهي اول تڪذيب ڪندڙ هئا ٻيا سندن پويان هئا. ”فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ“ پوءِ جڏهن انهن وٽ اسان جي طرفان حق ڪٿي آيو ته چوڻ لڳا ته جن ان سان گڏ ايمان آندو آهي انهن جي پٽن کي قتل ڪيو ۽ انهن جي عورتن کي زندهه ڇڏيو. يعني جڏهن انهن وٽ حضرت موسيٰ عليه السلام جن توحيد ۽ ان جي اطاعت جي وجوب تي دلالت ڪندڙ روشن دليل آندا ته ڪو جواب ڏيئي نه سگهڻ جي ڪري ڪاوڙ مان فيصلو ڪيائون ته بني اسرائيل مان جن ان سان گڏ ايمان آندو آهي انهن جي پٽن کي قتل ڪيو ۽ عورتن کي پنهنجي استعمال لاءِ زندهه ڇڏيو. قتادة جو فرمان آهي ته هي ٻيو ڀيرو قتل جو آرڊر هو چوٽه فرعون حضرت موسيٰ عليه السلام جي ولادت کان پوءِ قتل بند ڪرايو هو. پر الله عز برهانه انهن تي مسلسل ايترا عذاب موڪليا جو انهن کان آزاد نه ٿي سگهيا ۽ حضرت موسيٰ عليه السلام بني اسرائيل کي وٺي نڪري ويو ”وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ“ ۽ ڪافرن جي رٿ ناهي مگر گمراهي ۽ ۾. يعني انهن جي رٿ ڪامياب نه ٿي ايترين سختين جي هوندي به ماڻهو ايندا رهيا ۽ مؤمنن

جي فتح ۽ ڪاميابي رهي. ”وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ“ ۽ فرعون چيو ته مون کي ڇڏيو ته موسيٰ کي قتل ڪيان ۽ ڀلي پنهنجي رب کي سڏي. فرعون کي سندس ساٿي حضرت موسيٰ عليه السلام جي قتل کان جهليندا هئا تڏهن انهن کي چيائين ته مون کي نه جهليو مان ان کي قتل ٿو ڪيان ڀلي سندس رب کيس ڇڏائي. ”إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ“ مون کي اهو خوف ٿو ٿئي ته اوهان جي دين کي مٽي ڇڏيندو يا زمين تي فساد برپا ڪندو. يعني اوهان الله کان سواءِ جنهن جي به عبادت ڪيو ٿا اها ڇڏائي اوهان کي صرف الله وحده جي عبادت ڪرائيندو. اوهان کان اهو دين ڇڏائيندو جنهن تي هاڻي هلي رهيا آهيو يا اوهان ۾ تفريق ڪري زمين ۾ فتنو ۽ فساد برپا ڪندو. اوهان پاڻ ۾ وڙهندا رهندا ۽ اوهان جا باغ، ڪاروبار ۽ ڪمليون رهجي وينديون. ”وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ“ ۽ موسيٰ چيو ته مون پنهنجي ۽ اوهان جي رب سان هر ان متڪبر کان پناهه ورتي آهي جيڪو حساب جي ڏينهن تي ايمان نٿو آڻي. يعني مان هر بي ايمان، متڪبر جي شر کان بچڻ جي لاءِ الله کان پناهه ورتي آهي جيڪو منهنجو ۽ اوهان سڀني جو رب آهي (۱)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا سمجهه ۾ اچن ٿا.

۱- ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا“ (۽ البتہ تحقيق اسان موسيٰ کي پنهنجين آيتن سان موڪليو) هتي حضرت موسيٰ ۽ ان کي عطا ڪيل نشانين (معجزن) جو ذڪر ٿيو ۽ حضرت هارون (عليه السلام) جو ذڪر ان جي ڪري نه ٿيو جو حضرت موسيٰ بادشاهه جي مثال هو ۽ حضرت هارون وزير جي مثال. ۽ اهي مخصوص معجزا به حضرت موسيٰ کي ئي مليل هئا (على نبينا وعليهما الصلوة والسلام). ۲- ”وَقَارُونَ“ (۽ قارون ڏانهن) هن مان معلوم ٿيو ته قارون پهريان زڪوة ڏيڻ جو انڪار ڪيو پوءِ اصل نبوت جو ئي منڪر بڻجي ويو جنهن مان خبر پوي ٿي ته ڪڏهن هڪ شرعي مسئلي جي مخالفت ڪفر تائين پهچائي ٿي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته اسلام جي هڪ رڪن جو انڪار ڪرڻ به اهڙو ئي ڪفر آهي، جهڙو سڀني

رڪنن جو انڪار. قارون اول صرف زڪواة جي فرضيت جو انڪار ڪيو هو پر ان جو ذڪر فرعون سان ڪيل آهي. (١)

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ

۽ چيو هڪ مرد فرعون جي مائٽن مان جيڪو لڪائي پيو پنهنجو ايمان ته

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ

ڇا قتل ڪيو تان ان مرد کي جو چوي ٿو ته منهنجو رب الله آهي ۽ تحقيق

جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا

آيو اوهان وٽ روشن دليلن سان اوهان جي رب وٽان ۽ جيڪڏهن هوندو ڪوڙو

فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصْرِبْكُمْ

پوءِ ان تي ان جي ڪوڙ (جو وبال) آهي ۽ جيڪڏهن هوندو سچو ته پهچندو اوهان کي

بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَإِيْهْدِيْ مَنْ هُوَ مُّسْرِفٌ

بعض ان جو جيڪو وعدو ڏئي ٿو اوهان کي بيشڪ الله ٿڌو هدايت ڏي ان کي جو اهو حد کان لنگهندڙ

كَذَّابٌ (٢٨) يُقَوْمُ لَكُمْ الْمُلْكَ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ

وڏو ڪوڙو آهي اي منهنجي قوم! اوهان جي لاءِ بادشاهي آهي اڄ غالب ٿيندڙ آهيو زمين تي

فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا

پوءِ ڪير مدد ڪندو اسان جي الله جي عذاب کان (بچڻ لاءِ) جيڪڏهن اسان وٽ ايندو

قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَمَا

چيو فرعون ته تڻو ڏيکاريان مان اوهان کي مگر جيڪي مان ڏسان ٿو ۽ تڻو

أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ (٢٩)

هدايت ڪيان مان اوهان کي مگر هدايت جي واٽ ڏانهن.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ فرعون جي طرفان ڌمڪي ۽ حضرت موسيٰ عليه السلام جي طرفان الله جل جلاله کان پناهه وٺڻ جو ذڪر هو ۽ هتي ان ٻانهي جي قول جو ذڪر آهي جنهن کي الله عز اسمه دل ۾ ايمان ڏنو ۽ ان حضرت موسيٰ عليه السلام جي دفاع ۾ ڳالهايو هو. فرمان مبارڪ آهي ”وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ“ ۽ فرعون جي مائٽن مان هڪ مرد چيو جنهن پنهنجو ايمان لڪايو ٿي ته ڇا ان مڙس کي قتل ڪيو ٿا جيڪو چوي ٿو ته منهنجو رب الله آهي ۽ اوهان وٽ اوهان جي رب کان چئن دليلن سان آيو آهي. آل فرعون مان مراد ۾ به قول آهن. ١- آل- اهل ۽ نسب جي معنيٰ سان آهي. سڌي ۽ مقاتل جو قول آهي ته اهو فرعون جو سؤت هو. ٢- آل مان مراد آهي قبيلو- اهو فرعون جي قبيلي مان قبضي هو. ان جو نالو ڇا هو؟ ان ۾ پنج قول آهن. ١- حضرت ابن عباس ۽ مقاتل فرمايو ته: عزبيل نالو هوس. ٢- حبيب. اهو ڪعب جو قول آهي. ٣- سمعون. سين سان- اهو شعيب جبائيءَ جو قول آهي. ٤- جبريل. ٥- شمعان. اهي ٻئي ابن اسحاق جا قول آهن ان الله جي ٻانهي حضرت موسيٰ عليه السلام جي اچڻ کان اڳي ئي الله جل مجده جي توحيد ۽ معبود بالحق هجڻ تي ايمان آندو هو ۽ فرعون کان سؤ سال ايمان لڪايو ويٺو هو. قبضي هجڻ جي ڪري فرعون سندس چوڻ مڃيو ۽ حضرت موسيٰ عليه السلام کي قتل نه ڪرايائين. مطلب ته فرعون جي مائٽن مان جنهن ايمان ظاهر نه ڪيو هو ان فرعون

ڪي سمجهايو ته ان مرد، ڪي قتل ٿا ڪيو جيڪو چوي ٿو ته منهنجو الله رب آهي ۽ ان دعويٰ جا ان اوهان وٽ روشن دلائل به آندا آهن؟ هي استفهام انڪاري آهي. مقصد ته ان ڪي قتل نه ڪيو. (١) "وَأَنَّ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَأَنَّ يَكُ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ" ۽ جيڪڏهن ڪوڙو هوندو ته ان تي ئي ان (جي) ڪوڙ (جو وبال) آهي ۽ جيڪڏهن سچو هوندو ته جنهن جو اوهان ڪي وعدو ڏئي ٿو اهو ڪجهه اوهان ڪي پهچندو. ان مومن فرعون ۽ ان جي ساٿين ڪي چيو ته جيڪڏهن بفرض محال اهو جيڪو ڪجهه اوهان ڪي چوي ٿو ان ۾ ڪوڙو آهي ته ان ڪوڙ تي ان ڪي الله ضرور سزا ڏيندو، الله جو دستور ناهي ته اهو اهڙي ڪوڙي ڪي ڇڏي ڏي. اوهان ڪي ان جي رت سان هٿ ڀرڻ جي ڪا ضرورت ناهي ۽ جيڪڏهن واقعي اهو سچو آهي ته اهو ڪيس ڪوڙو چونڌڙن ڪي جنهن عذاب کان ڊيڄاري ٿو يقيناً اهو ڪجهه نه ڪجهه اوهان ڪي ضرور پهچندو. ان جي ڪري ٻنهي صورتن ۾ اوهان ڪي مناسب ناهي جو ان ڪي تنگ ڪيو.

تنبيه.

هيءَ تقرير ان صورت ۾ آهي جڏهن ڪنهن بهتان هٽندڙ جو ڪوڙ صريحاً ظاهر نه ٿئي ۽ جيڪڏهن ڪو ماڻهو نبوت جي دعويٰ ڪري ويهي جيئن مسيلمه ڪذاب، مرزا قادياني لعنة الله عليهما ڪئي هئي ته انهن جو ڪوڙ ۽ افتراءِ روشن دلائل ۽ واضح برهانن سان ثابت آهي ان جي ڪري اهي بلاشبه واجب القتل آهن چو ته انهن جي اها دعويٰ قطعي الثبوت عقيدي ڪي ڪوڙو ٿي ڪري، ان جي ڪري انهن جي متعلق ڪنهن قسم جي تامل، تردد، مهلت ڏيڻ ۽ انتظار جي گنجائش ناهي. "إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ" بلاشڪ الله ان ڪي هدايت نٿو ڏي جيڪو حد کان لنگهندڙ، گهڻو ڪوڙو آهي. يعني ڪوڙي ۽ حد کان لنگهندڙ ڪي هدايت نصيب نه ٿيندي. "يَا قَوْمِ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا" اي منهنجي قوم! اڄ اوهان جي بادشاهي آهي زمين تي غالب آهيو. پوءِ اسان ڪي الله جي عذاب وقت جيڪڏهن آيو ته ڪير مدد ڪندو؟ يعني پنهنجي لشڪر، سامان، قوت ۽ طاقت تي مغرور نه ٿيو اڄ اوهان جو ملڪ ۾ غلبو

۽ سلطنت آهي پر جيڪڏهن سڀاڻي الله جي عذاب ورتو ته ڪوبه اسان جي مدد ڪري اسان کي بچائي نه سگهندو. ”قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ“ فرعون چيو ته مان اوهان کي اها (واٽ) ڏيکاريان ٿو جيڪا مان ڏسان ٿو ۽ مان اوهان کي هدايت جي واٽ کان سواءِ رهنمائي نٿو ڪريان. يعني اوهان جي ان ڳالهه جو مون تي ڪو اثر نٿو پوي منهنجي راءِ ۾ جيڪا ڳالهه صحيح آهي اوهان کي به اها سمجهايان ٿو ۽ مان اوهان کي غلط رستو نٿو ڏسيان. سڌي واٽ وٺايان ٿو.

فائدا.

مذڪوره آيتن جي مطالعي مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا. ۱- ”يَكْتُمُ إِيمَانَهُ“ (پنهنجو ايمان لڪائي پيو) مان معلوم ٿيو ته خطري جي وقت ڪافرن جي اڳيان ايمان ظاهر نه ڪرڻ پنهنجي جان بچائڻ جي لاءِ جائز آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته اهڙو مؤمن ڪافرن جي ڪفر وارن ڪمن ۾ به شريڪ نه ٿئي ڇو ته ان مؤمن حضرت موسيٰ عليه السلام جي قتل ڪرڻ جو مشورو ته ڏنو پر دلائل سان انهن کي روڪيو. ان جي ڪري هيءَ آيت رافضين جي تقيه جو دليل نه آهي رافضين جو تقيه هي آهي ته دنياوي، نفساني خواهشات جي لاءِ ڪافرن ۾ رهي انهن جي حمايت ڪرڻ، انهن کي ڌوڪو ڏيڻ، دنيا حاصل ڪرڻ. جيئن اهي اهل بيت اطهار جي لاءِ چوندا آهن. الغرض ته ايمان لڪائڻ ۽ تقيه ۾ فرق آهي ٻئي شيون مختلف آهن. تقيه ۾ ايمان لڪائڻ ۽ ڪفر ظاهر ڪرڻ آهي هي به خيال ۾ رهي ته ساء جي خطري وقت زبان سان ڪفر جو ڪلمو چوڻ جائز آهي ان شرط سان ته دل ۾ ايمان مضبوط رهي جيئن فرمان خداوندي آهي ”إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ“ (مگر جيڪو مجبور ڪيو ويو ۽ ان جي دل ايمان سان مطمئن آهي) ۽ اهو به ضروري آهي ته موقعي ملڻ تي اهڙي جاءِ تي نه رهي اتان نڪري وڃي. ”جيئن قرآن ڪريم ۾ آيو آهي ”الَّذِينَ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا“ ڇا الله جي زمين ڪشادي نه هئي پوءِ ان ۾ هجرت ڪري وڃو ها. حضرت موسيٰ عليه السلام تي ايمان آڻيندڙ ايمان ته لڪ ۾ رکيو هو پر ڪفر جو ڪلمو زبان تي نه آندو هيائين. (۱)

٢- "إِنْ جَاءَنَا" (جيڪڏهن اسان وٽ (عذاب) آيو. هن ۾ اهو مؤمن داخل ناهي جيڪو ڳالهائي رهيو هو. جيئن حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن فرمايو "أَنَا سَيِّدُ أَدَمَ" (مان آدم جي اولاد جو سردار آهيان) پاڻ به اولاد ۾ داخل آهن پر پاڻ پنهنجا سردار ناهن ٻين جا سردار آهن وعظ ڪرڻ ۾ به اهو طريقو وڌيڪ مفيد آهي جو وعظ ڪندڙ پاڻ کي به ان ۾ شامل ڪري چوي ته اسين بي نمازي ٿي ويا آهيون حالانڪ پاڻ نمازي هوندو آهي.

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

۽ چيو ان شخص جنهن ايمان آندو ته اي منهنجي قوم! بلاشڪ مان ڊڄان ٿو (ته اچي) اوهان تي

مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ^{٢٠} (٣٠) مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ

مثال ڏينهن (اڳين) ٽولين جو مثال حال قوم نوح جو ۽ عاد جو ۽ ثمود جو

وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ (٣١)

۽ انهن جو جيڪي انهن کان بعد هئا ۽ ناهي الله جو ارادو ظلم جو ٻانهن لاءِ

وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ^{٣٢} (٣٢) يَوْمَ

۽ اي منهنجي قوم! بلاشڪ مان ڊڄان ٿو اوهان تي هڪ ٻئي جي سڏڻ واري ڏينهن کان جنهن ڏينهن

تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ مَّا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ^{٣٣} وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ

بيچندو ٻئي ڏيندڙ تي ناهي اوهان جي لاءِ الله (جي عذاب) کان بچائيندڙ ۽ جنهن کي گمراه ٿو ڪري الله

فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (٣٣) وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلِ الْبَابِ

ٻوڙ ناهي ان لاءِ ڪو هدايت ڪندڙ ۽ البتہ تحقيق آيو اوهان وٽ يوسف اڳي هن کان معجزن سان

فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ

پوءِ هميشه هيئو شڪ ۾ ان کان جو آندائين اوهان وٽ اهو تانجو جڏهن رحلت ڪيائين

قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ

ته اوهان چيو هرگز نه موڪليندو الله ان کان پوءِ ڪو رسول اهڙي طرح گمراه

اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (٣٤) الَّذِينَ يُجَادِلُونَ

تو ڪري الله ان کي جيڪو حد کان لنگهندڙ، شڪ ڪندڙ آهي اهي جيڪي جهڳڙو ڪن ٿا

فِي آيَةِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ آتَاهُمْ كِبَرٌ مَقْنُونًا

الله جي آيتن ۾ دليل کان سواءِ جو آيو انهن وٽ وڏو ٿيو ڪاوڙ جي لحاظ سان

عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

الله وٽ ۽ انهن وٽ جن ايمان آندو اهڙي طرح مـهر هڻي ٿو الله هر ڪنهن

قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (٣٥)

هٿ ڪندڙ، وڏائي ڪندڙ جي دل تي.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ فرعون جي گهراڻي مان لک ۾ ايمان آڻيندڙ جي نصيحت جو بيان هو ۽ هتي به ان جي ئي نصيحت جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَتَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمًا لِلْعِبَادِ“ ۽ جنهن ايمان آندو هو ان چيو ته اي منهنجي قوم وارا! مان ڊڄان ٿو ته اوهان تي اڳين ٽولن، (جي عذاب) جهڙو ڏينهن

نه اچي جهڙو نوح جي قوم ۽ عاد ۽ ثمود ۽ جيڪي انهن کان بعد آيا انهن جو حال هو. ۽ الله ٻانهن سان ظلم جو ارادو نٿو فرمائي. ان مرد مؤمن جڏهن ڏٺو ته سندس نصيحت ڪافرن تي اثر انداز نٿي ٿئي ته ان وڌيڪ کلي گفتگو شروع ڪئي ۽ گذريل دؤر ۾ پنهنجن بدعملن جي ڪري تباه ۽ برباد ٿيڻ وارين قومن جي حالات کي بيان ڪرڻ شروع ڪيو ۽ فرمايو ته مون کي ڊپ ٿو ٿئي ته الله جل جلاله جي نبي حضرت موسيٰ عليه السلام کي نه مڃڻ جي ڪري اوهان تي به اڳين ڪافرن ٿولن، حضرت نوح (عليه السلام) جي قوم ۽ عاد ۽ ثمود قوم وانگر خداوندي عذاب نه اچي ۽ الله انهن قومن کي به ظلم سان هلاڪ نه ڪيو هو پر انهن جا اهڙا جرڻ هئا جنهن جي ڪين سزا ملي هئي ”وَلَيَقُومَنَّ الرَّجُلُ أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ“ ۽ اي منهنجي قوم وارا! مان اوهان جي مٿان هڪ ٻئي کي سڏڻ واري ڏينهن کان ڊڄان ٿو. ”يَوْمَ التَّنَادِ“ (هڪ ٻئي کي سڏڻ) مان مراد اهو سڏڻ آهي جيڪو سورة الاعراف ۾ بيان ٿيو ته: جنت وارا ۽ جهنم وارا هڪ ٻئي کي سڏيندا. ۽ اهو به ٿي سگهي ٿو ته اتي پنهنجي هلاڪت جي لاءِ هڪ ٻئي کي سڏيندا. (١) ”يَوْمَ تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ مَّا لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ“ جنهن ڏينهن پني ڏيندڙ ٿي ڇڏندو اوهان جي لاءِ الله (جي عذاب) کان ڪو بچائيندڙ نه هوندو. يعني قيامت جي ڏينهن پڇي عذاب کان بچڻ جي ناڪام ڪوشش ڪندو. يا اوهان کي دوزخ ڏانهن ڌڪا ڏيئي ڊوڙايو ويندو. ان ڏينهن اوهان کي خداوندي عذاب کان ڪير به بچائي نه سگهندو. ”وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ“ ۽ الله جنهن کي گمراه ڪري ٿو ان کي ڪوبه هدايت ڪندڙ ناهي. يعني مون اوهان کي هر طرح سمجهايو آهي پوءِ به اوهان نٿا مڃيو ته پوءِ سمجهي ڇڏيو ته اوهان جي سرڪشي غلط رويي جي ڪري الله ارادو ڪري ڇڏيو آهي ته اوهان کي اوهان جي پسند ڪيل گمراهي ۾ رهڻ ڏي. اوهان جي هدايت تي اچڻ جي ڪا اميد نه رهي آهي، اوهان لاءِ ڪا هدايت به ناهي. ”وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ“ ۽ البتہ تحقيق يوسف اوهان وٽ ان کان اڳي روشن دليلن سان آيو پوءِ جيڪو اوهان وٽ آندائين اوهان هميشه ان (جي باري) ۾ شڪ ۾ رهيا. پهريان جن قومن جو ذڪر ٿيو آهي

دور دراز علائقن ۾ رهندڙ هيون ۽ هتي ان نبي ڪريم عليه السلام جو ذڪر ٿي رهيو آهي جيڪو ٿورو عرصو اڳ ۾ ان ملڪ مصر جو رهاڪو هو جتي فرعون بادشاهي ڪري رهيو هو. مرد مؤمن ان جي ذڪر سان فرعون ۽ سندس ساٿين کي تنبيه ڪري رهيو هو ته اوهان وٽ ان نبي سڳوري روشن دليل آندا ته به اوهان مان ڪيترن ان کي نه مڃيو ان جي متعلق اوهان هميشه شڪ ۾ رهيا ته اهو نبي هو يا نه. ”حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلُومُ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا تَأْتُوا بِحُجَّتِمْ لَكُمْ“ ته اوهان چيو ته ان کان بعد ڪڏهن الله ڪو رسول نه موڪليندو. مطلب ته پهريان ان جي نبوت جا انڪاري رهيئو ڪڏهن ان دنيا تان رحلت فرمائي ۽ ملڪ مان اهي برڪتون ختم ٿيڻ لڳيون ته پوءِ چئو پيا ته اهو نهايت مبارڪ شخص هو هاڻي ان کان پوءِ الله عزوجل ڪوبه رسول نه موڪليندو. نه اوهان اول نبوت جا اقرار ڪيا ۽ نه ان کان بعد ”كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ“ اهڙي طرح گمراهي ۾ رکي ٿو الله ان کي جيڪو حد کان لنگهندڙ، شڪ ڪندڙ آهي. يعني جيئن اهي گمراهه رهيا تيئن جيڪو حد کان لنگهندڙ، شڪ ڪندڙ آهي الله ان کي به گمراهي ۾ رکي ٿو. ”الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ“ جيڪي الله جي آيتن ۾ انهن وٽ ڪنهن دليل جي اچڻ کان سواءِ جهيڙو ڪن ٿا. ”الَّذِينَ يُجَادِلُونَ“ ”مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ“ کان بدل آهي. ۽ اهو جيتوڻڪ مفرد آهي پر جمع جي معنيٰ ۾ هجڻ جي ڪري ان کان بدل ڪيل جمع آهي. يعني هر مسرف مرتاب. يعني جيڪي وٽن ڪنهن حجت اچڻ کان سواءِ الله جي آيتن کي باطل قرار ڏين ۽ دفع ڪرڻ جي لاءِ جڳهڙو ڪن ٿا. ”كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا“ الله وٽ ۽ مؤمنن وٽ (اها ڳالهه) ڪاوڙ ڏيارڻ لاءِ وڏي آهي. ”كَذَٰلِكَ يَظْهَرُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٌ“ الله اهڙي طرح هر هٽيلي، سرڪش جي دل تي مهر هڻي ٿو. هتي هڪ اصول بيان ڪيو ويو آهي ته جنهن فرد يا قوم ۾ هي ٽي عيب هوندا. ۱- ”مُسْرِفٌ“ حد کان لنگهندڙ. الله جي احڪام جي پابندي نه ڪندڙ. ۲- ”مُرْتَابٌ“ شڪ ڪندڙ، ان بيماريءَ ۾ مبتلا رهندڙ. ۳- ”مَنْ يُجَادِلُ“ الله جي آيتن کي باطل قرار ڏيڻ جي لاءِ

جهڳڙو ڪندڙ. ته ان کي هدايت نه ملندي ان متڪبر، سرڪش جي دل تي مهر لڳائي ويندي. هتي دل جي وصف ٽڪر ۽ تجبر سان ان جي ڪري بيان ٿي جو انهن جي منبع ۽ اصل مرڪز دل هوندي آهي. (١)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن ۾ اچن ٿا.

- ١- ”وَقَالَ الَّذِي آمَنَ“ (۽ مؤمن چيو) مان معلوم ٿيو ته اهو مرد مؤمن وڏو مجاهد هو. حديث مبارڪ ۾ آيو آهي ته: ظالم بادشاهه جي سامهون حق جو ڪلمو چوڻ پلو جهاد آهي. ٢- ”إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ“ ”الاية“ مان اوهان جي مٿان (اڳين) ٽولن جهڙي (عذاب کان) ڊڄان ٿو. مان معلوم ٿيو ته فرعون ۽ ان جي ساٿين کي انهن قومن جي تاريخ ياد هئي ۽ انهن جي هلاڪت جي به کين خبر هئي بي خبر نه هئا. فرعون جو سؤت اهي واقعا بيان ڪري پيو ۽ اهي ماڻ ڪيو ٻڌن ويٺا. ٣- ”وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ“ (۽ الله ٻانهن سان ظلم جو ارادو نٿو ڪري) مان واضح ٿيو ته فرعون رب نه آهي. چوٽه حقيقي ۽ سچو رب ظلم نه ڪندو، فرعون ظلم ڪندو آهي. ٤- آيت ع ٣٢ ۽ ع ٣٣ مان معلوم ٿيو ته اهو مؤمن مرد حضرت موسيٰ عليه السلام جي صحبت ۾ رهي اندرون طرح سڀ عقائد سمجهي چڪو هو. جن جي ٻين کي به سمجهائي ڏئي رهيو هو ۽ ان جو به اهو عقيدو هو ته ڪافرو! اوهان جي لاءِ ڪو بچائيندڙ نه هوندو. پر مؤمنن جي لاءِ شفاعت ڪرڻ سان گهڻا بچائيندڙ هوندا چوٽه بچائيندڙ نه هجن ڪافرن جي لاءِ عذاب هوندو ۽ مؤمن ڪافر واري عذاب کان محفوظ رهندا، ان ۾ اهو اشارو به هو ته حضرت موسيٰ عليه السلام جي دامن وٺو ته اهو اوهان کي الله جل مجدده جي اذن سان شفاعت ڪري عذاب کان بچائيندو.

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامُوسُ ابْنُ لِي صِرْ حَا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ (٣٦)

۽ چيو فرعون ته اي هامان! نام مون لاءِ بلند محل تاتنه مان پهچان رستن تائين

أَسْبَابَ السَّمُوتِ فَأَطَّلَعَ إِلَى إِلِهِ مُوسَى

رستا آسمانن جا پوءِ لياڪو پاڻي ڏسان مان موسيٰ جي معبود ڏانهن

وَرَأَيْتِي لَأُظَنَّهُ كَاِذْبًا وُكَّ ذَٰلِكَ زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ

۽ بلاشڪ مان البتہ گمان ٿو ڪيان مان ان کي ڪوڙو ۽ اهڙي طرح سينگاريو ويو فرعون جي لاءِ

سُوءٍ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ (٣٧)

برو عمل ان جو ۽ روڪيو ويو (سڌي) واٽ کان ۽ ناهي فرعون جو مڪر مگر هلاڪت ۾

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ

۽ چيو ان جنهن ايمان آندو هو ته اي منهنجي قوم وارو! منهنجي تابعداري ڪيو ته

أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ (٣٨) يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ

رهنامي ڪيان مان اوهان کي هدايت جي واٽ جي اي منهنجي قوم وارا! بلاشڪ هي

الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ (٣٩)

حياتي دنيا واري ٿورو سامان آهي ۽ بلاشڪ آخرت اهائي قرار جي جاءِ آهي

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

جنهن ڪئي برائي پوءِ نه بدلو ڏنو ويندو مگر ان جي مثل ۽ جنهن ڪيو چڱو ڪم

مَنْ ذَكَرَ أَوْ أَنْتَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

مرد يا عورت ۽ اهو — مؤمن آهي پوءِ اهي داخل ٿيندا بهشت ۾

يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (٤٠) وَيَا قَوْمِ مَالِي

رزق ڏنا ويندا ان ۾ حساب کان سواءِ ۽ اي منهنجي قوم وارا! ڇا (ٿيو آهي) مون کي

ادْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَةِ وَتَدْعُوكُمْ إِلَى النَّارِ (٤١)

سڏيان ٿو اوهان کي چوڻڪاري ڏانهن ۽ سڏيو ٿا اوهان مون کي باهه ڏانهن

تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأَشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ

سڏيو ٿا مون کي تانتہ کفر ڪيان مان الله سان ۽ شريڪ ڪيان ان سان اهو جو ناهي مون کي ان جو

عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ (٤٢) لَأَجْرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي

ڪو علم ۽ مان سڏيان ٿو اوهان کي غالب بخششهار ڏانهن بلاشڪ اوهان جنهن ڏانهن سڏيو ٿا مون کي

إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنْ مَّرَدَّنَا

ناهي ان جي لاءِ سڏڻ (جو حق) دنيا ۾ ۽ نه آخرت ۾ ۽ بلاشڪ موٽڻ اسان جو

إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (٤٣)

الله ڏانهن آهي ۽ بي — شڪ ڪان لنگهندڙ آهي ٿي جهنمي آهن

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأَفَؤْضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ

پوءِ جلد ياد ڪندؤ اهو جو چوان ٿو اوهان کي ۽ سونپيان ٿو مان امر پنهنجو الله ڏانهن

إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (٤٤) فَوَقَّهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا

بيشڪ الله ڏسندڙ آهي ٻانهن کي پوءِ بچايو ان کي الله انهن براين کان جيڪي رٿيائون

وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ (٤٥) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

۽ گهيري ۾ رکيو فرعونين کي سخت عذاب. باهم جو پيش ڪيا ويندا ان تي

غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ

صبح ۽ شام ۽ جنهن ڏينهن قائم ٿيندي قيامت داخل ڪيو فرعونين کي

أَشَدَّ الْعَذَابِ (٤٦)

سخت عذاب ۾.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ فرعون جي تڪبر ۽ غرور جو بيان ٿيو ۽ هتي به ان جي سرڪشيءَ ۾ واڌاري جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي. ”وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَٰمَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ“ ۽ فرعون چيو ته اي هامان! مون لاءِ مٿاهون محل تيار ڪر شايد مان پهچان رستن، آسمانن جي رستن تائين پوءِ موسيٰ جي معبود کي لياڪو پائي ڏسان. فرعون جڏهن هي محسوس ڪيو ته ان مرد مؤمن جي گفتگو حاضرين مجلس کي متاثر ڪري رهي آهي ته هڪدم ڳالهه جو رخ بدلائي چيائين ته: موسيٰ جي صداقت معلوم ڪرڻ ڪو مشڪل ڪم ناهي اي هامان! تون هڪ بلند، گهڻن طبقن وارو محل تيار ڪرائي وٺ ته مان ان تي چڙهي لياڪو پائي ڏسي ٿو وٺان ته موسيٰ جو معبود جيڪو زمين تي ڏسڻ ۾ نٿو اچي سو آسمان تي به آهي يا هرو ڀرو ٿو ان جي توحيد، عزت ۽ غلبو بيان ڪندو رهي. اسباب- جمع جو صيغو آهي ان جو واحد سبب آهي هر اها شيءِ جنهن

سان ڪنهن تائين رسائي حاصل ڪجي اها سبب آهي هتي اسباب مان مراد قتاده، زهري، سدي ۽ اخفش جي قول مطابق آسمانن جا دروازا آهن ۽ ابو صالح جي قول مطابق آسمانن جا رستا آهن ۽ اسباب جو لفظ به پيرا اٿڻ مان مقصد انهن جو شان ۽ وڌائي ظاهر ڪرڻ آهي. (١) ”وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ كَإِذَا بَلَاسُكَ مَا انْ كِي ڪوڙو ٿو خيال ڪيان. هن پنهنجو اهو خيال به ظاهر ڪيو ته موسيٰ (عليه السلام) ۾ منهنجي گمان مطابق ڪا به سچائي ناهي. ظن غالب گمان جي معنيٰ ۾ به هوندو آهي ته يقين جي معنيٰ سان به ايندو آهي. اهو صرف پنهنجي قوم کي ڪفر تي رهڻ لاءِ طريقو سوچي چيو هيائين ته ڪيس به اهو علم هو ته الله جل شانہ کي ان طرح ڏسي نه سگهيو ”وَكَذَٰلِكَ زَيْنٌ لِّفِرْعَوْنَ سَوَّءُ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ“ ۽ فرعون جي لاءِ ان جو برو عمل ان طرح سينگاريو ويو ۽ (سدي) وات کان روڪيو ويو. يعني شيطان فرعون جي لاءِ سندس برو عمل اهڙي نموني سينگاريو جو گمراهي ۾ اونڌو ٿي ڪري پيو ۽ صفا انڌو ٿي ويو ڪيس سدي وات تي هلڻ نصيب ئي نه ٿيو ”وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ“ ۽ فرعون جو مڪر نه رهيو مگ هلاڪت ۾. يعني فرعون ان ريت سان ته اي هاما! بلند محل ٺهرائي تيار ڪر ته مان موسيٰ جي خدا کي ڏسان نقصان کان سواءِ ڪجهه به حاصل نه ڪيو. ”وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِيْكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادَةِ“ ۽ جنهن ايمان آندو ان چيو ته اي منهنجي قوم وارا! منهنجي اتباع ڪيو ته مان اوهاڻ جي هدايت واري وات جي رهنمائي ڪيان. فرعون جي اجلاس ۾ موجود مرد مؤمن جڏهن ڏٺو ته سندس قوم سرڪشي ۽ عناد ۾ پئجي تباهه ٿي رهي آهي تڏهن انهن کي فرمايائين ته اي منهنجي قوم وارا! فرعون جي مڪر ۾ نه اچو اوهاڻ منهنجي اتباع ڪيو ته مان تو اوهاڻ کي هدايت جي وات ڏسيان. ”يٰقَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ“ اي منهنجي قوم وارا! هيءَ دنيا واري حياتي ٿورو سامان آهي ۽ بلاشڪ آخرت ئي قرار جي جاءِ آهي. يعني هيءَ دنياوي زندگي فاني، زائل ۽ ٻٽن ڏينهن جي عيش ۽ عشرت واري آهي ان ۾ مشغول ۽ محو ٿي قرار واري جاءِ آخرت کي نه وساريو. ”مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا“ جنهن برو ڪم ڪيو ته اهو ان جيتري سزا ڏنو ويندو. ان سان

به الله جل شانہ ظلم نہ ڪندو. ”وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنَّثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
 فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ“ ۽ جنهن به مرد يا عورت صالح
 عمل ڪيا ۽ اهو ايمان وارو به آهي ته اهي جنت ۾ داخل ٿيندا ان ۾ حساب کان
 سواءِ رزق ڏنا ويندا. هي اخروي زندگيءَ جو ٿورو تفصيل ٻڌايو ويو آهي ته اها
 ڪيئن درست ٿيندي. ارشاد ٿيو ته مرد يا عورت مؤمن ٿي صالح عمل ڪندا ته اهي
 جنت ۾ داخل ٿيندا حساب کان سواءِ رزق به ڏنا ويندا. ”وَيَا قَوْمِ مَا لِيَ أَدْعُوكُمُ إِلَى
 التَّجَاوُزِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى التَّارِطِ ۽ اي منهنجي قوم وارا! مون کي ڇا ٿيو آهي جو مان
 اوهان کي چوٽڪاري ڏانهن پيو سڏيان ۽ اوهان مون کي جهنم جي باهه ڏانهن
 سڏيو پيا. يعني مون کي اها ڳالهه سمجهايو ته مان پيو اوهان کي جهنم جي عذاب
 کان چوٽڪاري ڏانهن سڏيان ۽ اوهان مون کي جهنم ڏانهن پيا سڏيو مان اوهان
 جي ڪيتري خيرخواهي ٿو ڪيان ۽ ان جي بدلي ۾ اوهان مون کي جهنم ڏانهن پيا
 گهليو. ”تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَاشْرَكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ“ مون کي ان جي لاءِ
 سڏيو ٿا ته مان الله جو انڪار ڪيان ۽ ان سان اها شيءِ شريڪ بنايان جنهن جو
 مون کي ڪو علم ئي ناهي، يعني اوهان جي ڪوشش آهي ته مون کي ڪافر بنايو ۽
 مان الله سان اهڙيون شيون شريڪ ڪيان جن جي الهه هجڻ لاءِ نه ڪو دليل آهي نه
 ڪا حجت نه ڪو ثبوت نه علم ته اهي ڪيئن شريڪ بنايان اٿو. مون وٽ ته الله
 وحده لا شريڪ له جي توحيد جا قطعيه دلائل موجود آهن. ”وَأَنَا أَدْعُوكُمُ إِلَى
 الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ“ ۽ مان اوهان کي غالب، بخشهار ڏانهن سڏيان ٿو. يعني منهنجي
 دعوت جو مقصد اوهان کي ان غالب ڏانهن سڏڻ آهي جنهن کان ڪير به قوي ناهي
 ۽ ان بخشهار ڏانهن دعوت ڏيڻ آهي جيڪو وڏو ۽ ڳڻاهه بخشڻ وارو آهي
 ”لَا جَرَمَ أَتَمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ“ تحقيق اوهان مون
 کي ان ڏانهن سڏيو ٿا جنهن جي لاءِ سڏڻ جو نه دنيا ۾ حق آهي نه آخرت ۾. ”لَا
 جَرَمَ“ جي معنيٰ تحقيق، مطلب ته اوهان جن بتن ۽ ٻين باطل معبودن جي عبادت لاءِ
 مون کي سڏيو ٿا انهن کي دنيا ۽ آخرت ۾ سڏڻ جو ڪو حق ناهي نه اهي ڪجهه
 نفعو ڏئي ٿا سگهن نه نقصان اهي پنهنجي سڏيندڙ کي نه ڪو جواب ڏئي ٿا سگهن

نه ان جي دعا قبول ڪري سگهن ٿا. (١)

”وَأَن مَّرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ“ ۽ بلاشڪ اسان جو الله ڏانهن موٽڻ آهي. يعني آخر ته سڀئي الله ڏانهن موٽي هلندا پوءِ اهو کين سندن عمل جي مطابق جزا يا سزا ڏيندو. ”وَأَن الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ“ ۽ بلاشڪ حد کان لنگهندڙ اهي ئي جهنمي آهن. يعني انهن الله جل مجده سان ٻين کي شريڪ بنائي اسراف ڪيو ان جي ڪري اهي هميشه جهنم ۾ هوندا. ”فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ“ پوءِ جيڪي مان اوهان کي چوان ٿو اهو جلد ياد ڪندؤ. مقصد ته مون جيڪو ڪجهه به اوهان کي چيو آهي نيڪيءَ جو امر ۽ برائيءَ کان نهي ڪري اوهان جي خيرخواهي ڪندي اوهان جي لاءِ هر ڳالهه واضح ڪئي اٿم اوهان جلد ڄاڻندؤ ته اهو سڀ سچ آهي ”وَأَفَوْضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ“ ۽ مان پنهنجو امر الله جي حوالي ڪيان ٿو بلاشڪ الله ٻانهن کي ڏسندڙ آهي. يعني مان اوهان سان قطع تعلقات ڪري، اوهان کان پري ٿي الله تي توڪل ڪري، ان کان مدد گهرندي سڀ ڪم ان جي حوالي ڪيان ٿو. بلاشڪ الله تقدست ذاته ٻانهن کي ڏسندڙ آهي اهو ان کي هدايت ڪري ٿو جيڪو هدايت جو مستحق آهي ۽ جيڪو گمراهيءَ ڏانهن دل رکي ٿو ان کي ڍر ڏيئي ڇڏي ٿو. ان جو امر نافذ آهي ان جي حجت بالغه ۽ حڪمت تامه آهي. ”فَوْقَهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَّامُكُرًا“ پوءِ ان کي الله انهن جيڪا رت رتي هئي ان جي تڪليفن کان بچايو. يعني دنيا ۽ آخرت ٻنهي ۾ بچي ويو دنيا ۾ الله عزوجل ان کي حضرت موسيٰ عليه السلام سان گڏ رکي ٻڌڻ کان ۽ فرعون کان ڇڏايو ۽ آخرت ۾ به جنت ۾ داخل ٿيندو. ”وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ“ ۽ فرعونين کي سخت عذاب گهيري ۾ ڪري ورتو. اهو سخت عذاب دنيا ۾ انهن کي غرق ڪري ڇڏڻ هو ۽ آخرت ۾ جهنم ۾ داخل ٿيندا. مفسرن پلارن لکيو آهي ته ان غرق ٿيڻ کان وٺي انهن جا ارواح صبح ۽ شام جو جهنم جي باهه ۾ پيش ڪيا ويندا آهن ۽ قيامت جي ڏينهن ته جسم ۽ روح گڏ جهنم ۾ وڌا ويندا، جيئن اڳتي بيان اچي رهيو آهي ”النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا“ باهه ان ۾ صبح ۽ شام پيش ڪيا وڃن ٿا. ”وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ“ ۽ اڏيڻ واري وقت ۾ ”فَرَعُونَ أَشَدَّ الْعَذَابِ“ ۽ جنهن ڏينهن قيامت قائم ٿيندي ته (چيو ويندو) فرعونين کي

شدید عذاب ۾ داخل ڪيو. يعني قيامت ۾ جهنم تي مقرر ڪيل ملائڪن کي حڪم ٿيندو ته فرعونين کي شديد، عذاب ۾ داخل ڪيو.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

۱- ”فَاطَّلِعْ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ“ (پوءِ موسيٰ جي معبود ڏانهن ليا ڪو پائي ڏسان) مان معلوم ٿيو ته الله عزوجل کي ڪنهن مخصوص جاءِ ۾ سمجهڻ ۽ مڃڻ ڪافرن جو طريقو آهي اهو جاءِ ۾ هجڻ کان پاڪ آهي. آسمان اسان جي روزي ملڻ جي جاءِ آهي روزي ڏيڻ واري جي جاءِ ناهي. ۲- ”وَقَالَ الَّذِي آمَنَ“ (۽ جنهن ايمان آندو هو ان چيو) مان واضح ٿيو ته فرعون جي دربار ۾ ويٺلن ۾ به هڪ مؤمن موجود هو. ان جو صحيح نالو شمعان هو. سهيليءَ جو قول اهو آهي (۱) ۳- ”اتَّبِعُونِ“ (منهنجي تابعداري ڪيو) مان معلوم ٿيو ته جيئن ڪنهن به نبي جي اطاعت الله عز برهانه جي اطاعت آهي تيئن علماء حق، اهل السنة والجماعت وارن ۽ مشائخن جي اطاعت ۽ اتباع نبي سڳوري صلي الله عليه وسلم جي اطاعت ۽ اتباع جي حڪم ۾ آهي ۽ اهو به معلوم ٿيو ته نبي سڳوري جي موجود هوندي به ان جي امتي علماء جي اتباع جائز آهي اهوئي وجه هو جو جيڪي اصحاب سڳورا فقيه نه هوندا هئا اهي فقيهن اصحابن رضي الله عنهم جي اتباع ڪندا هئا. ان جي ڪري فقهاء ڪرام فرمايو ته حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي ظاهري حياتيءَ ۾ اجماع امت تي اعتبار نه هو پر فقيهن جي قياس تي اعتبار هو حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن معاذ بن جبل رضي الله عنه کي يمن جو حاڪم بنائي موڪليو ته ان کان پڇيائون فيصل ڪهڙي طرح ڪندين؟ عرض ڪيائين ته الله جي ڪتاب (قرآن) سان. پاڻ فرمايائونس ته ”جيڪڏهن ان ۾ نه لهين؟“ عرض ڪيائين ته ان جي رسول (صلي الله عليه وسلم) جي سنت سان. فرمايائون ته جيڪڏهن ان ۾ به نه لهين؟ عرض ڪيائين ته ”پوءِ پنهنجي راءِ سان اجتهاد ڪندس. ان تي حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن خوشيءَ جو اظهار فرمايو. (۲) ۴- ”وَهُوَ مُؤْمِنٌ“ (۽ اهو ايمان وارو آهي) هن مان معلوم ٿيو ته آيت ۾ جيڪو عمل صالح جو ذڪر ٿيو آهي اهو ايمان کان سواءِ

مقبول ناهي. جيئن وضوء کان سواء نماز منظور ناهي. ۽ اڳ ۾ عمل صالح جي ذڪر ڪرڻ سان اهو به معلوم ٿيو ته انسان ايمان آڻڻ کان پوءِ نيڪ اعمال کان بي نياز نٿو بڻجي سگهي ايمان سان گڏ صالح عمل به ضروري آهن.

٥- ”النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا“ (باهه جو ان تي صبح ۽ شام پيش ڪيا وڃن ٿا). هن مان ٿي مسئلا معلوم ٿيا. ١- ته قبر جو عذاب حق آهي. ۽ متواتر روايات حديث ۽ امت جي اجماع سان به اهو ثابت آهي. (١) مفسرن لکيو آهي: ”وهذه الآية اصل كبير في استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ في القبور“ ۽ هيءَ آيت اهل السنة جي ان عقيدي جي لاءِ ته قبرن ۾ عذاب ٿيندو آهي دليل وٺڻ جو وڏو اصل آهي. علامه ملا احمد جيون عليه الرحمة به ائين لکيو آهي. (٢)

وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

۽ (ياد ڪر) جڏهن هڪ ٻئي سان جهيڙو ڪندا باهه ۾ پوءِ چوندا ڪمزورانهن کي جن تڪبر ڪيو ته

إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ (٤٧)

بلاشڪ اسين هئاسين اوهان جا پوئلڳ پوءِ ڇا اوهان ٽاريندڙ آهيو اسان کان ڪو حصو باهه جو

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ

چوندا آهي جن تڪبر ڪيو بلاشڪ اسين سڀئي ان ۾ آهيون بيشڪ الله تحقيق فيصلو ڪيو

بَيْنَ الْعِبَادِ (٤٨) وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخِزْنَةِ جَهَنَّمَ

ٻانهن ۾ چوندا آهي جي ڪي جهنم ۾ هوندا دوزخ جي داروغن کي ته

ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (٤٩) قَالُوا

سڏيو پنهنجي رب کي ته هلڪو ڪري اسان تان هڪ ڏينهن عذاب مان چوندن ته

أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا

ڇا نه ايندا هئا اوهان وٽ اوهان جا پيغمبر چئن دليلن سان؟ چوندا ته هاڻو چوندا ته

فَادْعُوا وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (۵۰)

پوءِ عرض ڪيو ۽ ناهي عرض ڪرڻ ڪافرن جو مگر گمراهيءَ ۾.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ بيان ٿيو ته فرعونين کي قيامت جي ڏينهن سخت عذاب ۾ داخل ڪيو ويندو ۽ هتي ٻڌايو وڃي ٿو ته ڪافر جهنم جي باهه ۾ داخل ٿيڻ کان پوءِ به هڪ ٻئي تي چوڻ ڇڏيندا. فرمان مبارڪ آهي. ”وَإِذْ يَتَحَاوُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعْفُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُمْ مُّعْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ“ ۽ جڏهن باهه ۾ هڪ ٻئي سان (ڪافر) جهيڙو ڪندا پوءِ ڪمزور هٿيلن کي چوندا ته اسين اوهان جا پوئلڳ هئاسون پوءِ اوهان اسان کان عذاب جو ڪجهه حصو ٿاريندؤ. يعني اسين اوهان کي تڪليف ۾ ڏسڻ نه سهندا هئاسون اوهان جي اتباع ڪندي اوهان جي خدمت ڪندا هئاسون ڇا اوهان اڃ اسان تان ڪجهه عذاب ٿاري سگهندؤ. ”قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا“ ٽڪر ڪندڙ چوندا ته اسين سڀئي ان ۾ آهيون. مطلب ته رڳو اوهان عذاب ۾ ناهيو اسين ۽ اوهان سڀئي ان عذاب ۾ مبتلا آهيون اسين اوهان تان عذاب ڪيئن ٿاري سگهنداسون. ”إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ“ بلاشڪ الله ٻانهن ۾ فيصلو ڪري ڇڏيو آهي. جيڪو جنهن جو حقدار آهي اهو ان کي مليو، مؤمن پنهنجي مقام آهر جنت جي درجات ۾ داخل ٿيا آهن ۽ ڪافر پنهنجن برائين جي لائق جهنم جي درڪات ۾ داخل ٿيا. الله جل جلاله جي حڪم کي مقابلو ڪندي ڪير به پوئتي ڪري نٿو سگهي. ”وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ“ ۽ جيڪي (دوزخ جي) باهه ۾ هوندا اهي جهنم جي داروغن کي چوندا ته پنهنجي رب کي عرض ڪيو ته اسان تان هڪ

مذکورہ آیتن مان ہی فائدا حاصل تین تا۔

۱- ”إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَّمَ بَيْنَ الْعِبَادِ“ (بلاشڪ الله ٻانهن ۾ فيصلو ڪري ڇڏيو آهي) مان واضح ٿيو ته ڪافرن کي جيتري سزا ملڻ جو فيصلو ٿي چڪو هوندو اهو برقرار رهندو ۽ اها سزا انهن کي هميشه تئين محسوس ٿيندي دنيا وانگر نمونو نه هوندو جو سزا جي عادي تين جي ڪري تڪليف گهٽ محسوس ٿئي. ۲- ”وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَتِهِمْ اَدْعُوا رَبَّكُمْ“ (۽ باهه وارا جهنم جي داروغن کي چوندا ته پنهنجي رب کان دعا گهرو). هن مان معلوم ٿيو ته جهنم ۾ داخل ٿيڻ کان پوءِ ڪافرن کي به اهو عقل ايندو ته الله جل شانہ جي بارگاہ ۾ دعا گهرڻ جي لاءِ ملائڪن کي عرض ڪيون. اهل السنة والجماعة وارا مالڪ مٺي جي پيارن کان دعا

گهرائيندا آهن انهن کي خبر آهي ته پيارن جي دعا سان ٻيڙا پار ٿيندا آهن.
 ٣- ”وَمَا دَعَوُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ“ (۽ ڪافرن جي دعا ته گمراهي ۾ آهي) هن مان معلوم ٿيو ته آخرت ۾ ڪافرن جي دعا مقبول نه ٿيندي. باقي دنيا ۾ انهن جي دعا ڪڏهن ڪڏهن قبول پوندي آهي. ڏسو شيطان پنهنجي وڏي زندگيءَ لاءِ دعا گهري ته الله جل شانہ ان کي وڏي حياتي ڏئي ڇڏي.

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

بلاشڪ اسين البتہ مدد ڪيون ٿا پنهنجن رسولن جي ۽ انهن جي جن ايمان آندو دنياوي حياتيءَ ۾

وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ^{٥١} (۵۱) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ

۽ جنهن ڏينهن بيهندا شاهد جنهن ڏينهن نه نفعو ڏيندو ظالمن کي انهن جو عذر پيش ڪرڻ

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (۵۲) وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى

۽ انهن جي لاءِ لعنت آهي ۽ انهن جي لاءِ برو گهر آهي ۽ البتہ تحقيق ڏني اسان موسيٰ کي هدايت

وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ الْكِتَابَ^{٥٣} (۵۳) هُدًى وَذِكْرَى لِأُولَى

۽ وارث ڪيوسون بني اسرائيل کي ڪتاب جو هدايت ۽ نصيحت ٿي عقل وارن جي لاءِ

الْأَلْبَابِ (۵۴) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ

پوءِ صبر ڪر بيشڪ الله جو وعدو حق آهي ۽ مغفرت گهر پنهنجي (امت جي) گناهہ لاءِ

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (۵۵) إِنَّ الَّذِينَ

۽ تسبيح پڙهڻ پنهنجي رب جي حمد سان شام جو ۽ صبح جو بلاشڪ اهي شخص

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ آتَاهُمْ لَا

جيڪي جهيڙو ڪن ٿا الله جي آيتن (جي باري) ۾ دليل کان سواءِ جو آيو انهن وٽ

إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ

ناهي انهن جي سين ۾ مگر وڌائي جو ناهن اهي پهچندڙ ان جا پوءِ پناه وٺ الله سان

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (٥٦)

بيشڪ اهوئي ٻڌندڙ، ڏسندڙ آهي.

تفسير.

سورة جي شروعات ۾ ٻڌايو ويو ته الله جل شانہ جي آيات ۾ جهيڙو ڪافر ڪندا ان کان بعد انهن جي ترديد ڪئي وئي ۽ هتي مٺي مالڪ پنهنجن پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام ۽ انهن تي ايمان آڻيندڙن جي مدد ڪرڻ جو بيان ڪندي ارشاد فرمايو آهي ”إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ“ بلاشڪ اسين پنهنجن پيغمبرن جي ۽ انهن جي جن ايمان آندو آهي دنيا جي حياتيءَ ۾ ۽ جنهن ڏينهن شاهد قائم ٿيندا مدد ڪنداسون. مطلب ته اسين دنيوي حياتيءَ ۾ به انهن جي مدد ڪري انهن کي دشمنن تي غالب ڪنداسون ۽ قيامت جي ڏينهن جتي اولين ۽ آخرين گڏ ٿيندا ۽ هر هڪ جي عمل جا شاهد شاهدي ڏيڻ جي لاءِ بيهندا ته انهن ٻانهن جي عزت، سربلندي ۽ شان ظاهر ڪنداسون ۽ دنيا ۾ جو ڪجهه شڪ ۽ شبهو آهي ته هنن جو آخرت ۾ ڇا حال ٿيندو اهو سڀ دفع ۽ دور تي ويندو. ”يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ“ جنهن ڏينهن ظالمن کي سندن عذر پيش ڪرڻ نفعو نه ڏيندو ۽ انهن جي لاءِ لعنت هوندي ۽ انهن جي لاءِ بچڙي جاءِ هوندي. يعني انهن جي حالت بدتر هوندي الله جل شانہ جي رحمت کان تڙيل لعنت ڪيل ۽ پري هوندا ۽ هنن جو گهر جهنم جي باهه ۾ هوندو. (١)

”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ الْكِتَابَ لَهْدَىٰ وَذَكَرَىٰ لِأَوَّلَىٰ الْأَلْبَابِ“ ۽ البتہ تحقيق اسان موسیٰ کي هدايت ڏني ۽ بني اسرائيل کي ڪتاب جو

وارث بنايوسون. (اهو) عقلمندن جي لاءِ هدايت ۽ نصيحت آهي. مطلب ته دنيا ۾ ئي ڏسو ته طاقت ۽ قوت جي هوندي فرعون ۽ ان جي لشڪر جو ڪهڙو پرو حال ٿيو ۽ اسان موسيٰ (عليه السلام) کي هدايت ڏني جنهن جي برڪت سان ان جا تابعدار عذاب کان به بچيا ۽ اسان انهن (بني اسرائيل) کي عظيم الشان ڪتاب، توراۃ جو وارث بنايو جيڪو عقلمندن جي لاءِ هدايت ۽ نصيحت حاصل ڪرڻ جو ذريعو بڻيو ”فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ“ پوءِ صبر ڪر يقيناً الله جو وعدو حق آهي. يعني اوهان به بي فڪر رهو ٿورو وقت صبر ڪرڻ فرمايو اوهان سان ڪيل وعدا سچا ۽ حق آهن ضرور پورا ٿيندا الله عزوجل پنهجي جهانن ۾ اوهان کي ۽ اوهان جي طفيل اوهان جي تابعدارن کي سر بلند رکندو. ”وَأَسْتَغْفِرْ لَذُنُوبِكُمْ“ ۽ پنهنجي (امت جي) گناهه لاءِ مغفرت طلب ڪندو ره. شير احمد عثماني صاحب هن آيت جي تفسير ۾ لکيو آهي ته ”يه حضور (ڪريم صلى الله عليه وسلم) ڪو سنا ڪر ساري امت ڪو سنڀالڻا“ (١) مطلب ته ان ۾ خطاب حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن سان آهي پر جڏهن ته پاڻ هر گناهه کان هر طرح پاڪ آهن معصوم آهن گناهه ڪرڻ ته ڇا گناهه جو سوچي به نٿا سگهن ان جي ڪري ان مان مراد آهي پنهنجي امت جي گناهن جي اوهان به مغفرت گهرو ۽ اهي به پنهجن گناهن جي مغفرت گهرندا رهن. پير ڪرم شاهه از هري عليه الرحمة لکيو آهي ته ”بعض علماء نه اس عبارت مين امت کان لفظ مقدر مانا ه اس صورت مين عبارت يون هوگي“ ”واستغفر لذنب امتك“ يعني حضور (عليه الصلوة والسلام) اپني امت کي گناهون کي معافي طلب ڪرين. (٢) راقم التفسير محمد اديس عفي عنه.

هن تفسير جي پڙهندڙن جي خدمت ۾ عرض گذار آهي ته اهو قول ئي مڃڻ گهرجي ان ۾ ٻين تاويلن کان بچي پئجي ٿو. اهائي مراد عام فهم سولي ۽ ادب ۽ محبت جي لاءِ ضروري آهي. علامه علي بغدادی المعروف بالخازن عليه الرحمة لکيو آهي ته هڪ قول مطابق اهو تعدي امر آهي. يعني استغفار جا الفاظ چوڻ هڪ قسم جي عبادت آهي نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن کي هر قسم جي هر گناهه کان پاڪ هجڻ جي باوجود اهو امر ان لاءِ ڪيل آهي ته پاڻ انهيءَ عبادت وارو به درجو

حاصل ڪن ۽ سندن اهو عمل ٻين جي لاءِ سنت نبوي بڻجي. (١) مفسر قرآن حافظ عمادالدين اسماعيل بن كثير دمشقي لکيو آهي ته ”هذا تهيج للامة على الاستغفار“ (٢) هي امت کي استغفار پڙهڻ جو شوق ڏيارڻ لاءِ آهي. مفسر قرطبي اهو قول به ذڪر ڪيو آهي ته ان مان مراد امت جي گناه جي لاءِ معافي طلب ڪرڻ آهي. (٣) علامه ابوالبرڪات عبدالله نسفي عليه الرحمة ته ٻيو ڪوبه قول نه آندو آهي لکيو اٿس ته ”وَأَسْتَغْفِرُ لَذَنْبِكَ“ اي لذنب امتک (٤)

يعني (اي حبيب پاڪ! عليه الصلوة والسلام) پنهنجي امت جي گناهن جي لاءِ مغفرت طلب ڪرڻ فرمايو. ”وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ“ ۽ صبح ۽ شام پنهنجي رب جي حمد سان تسبيح پڙهندو ره. ان صبح ۽ شام واري تسبيح مان مراد ڇا آهي؟ ان ۾ ئي قول آهن.

١- حضرت ابن عباس رضي الله عنهما جو قول آهي ته ان مان مراد پنج نمازون آهن. ٢- قتادة جو قول آهي ته ان مان مراد فجر ۽ عصر نمازون آهن. ٣- حضرت حسن بصري فرمايو ته اهي ٻه رڪعتون صبح جو ۽ ٻه رڪعتون شام جو. پنج نمازن جي فرضيت کان اڳي هيون انهن جو بيان آهي. (٥) ”إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِلَّا كِبَرُ مَاهُمْ بِالْغَيْبِ“ انهن جي سينن ۾ صرف وڏائي آهي جنهن کي اهي پهچي سگهندڙ ناهن. يعني انهن جي سينن ۾ وڏائي آهي انهن جو ارادو آهي ته رياست ۽ اڳواڻي صرف انهن جي هجي انهن کان مٿي ڪير به نه هجي ان ڊپ کان اهي اوهان سان الله جل شانہ جي آيتن جي باري ۾ جهيڙو ڪن ٿا ته متان اوهان اڳواڻ بڻجي وڃو ۽ اهي پاڻ اوهان جي هٿ مبارڪ، امر ۽ نهي جي هيٺان هلن، چوڻ هر رياست ۽ بادشاهي نبوت جي هيٺان هوندي آهي، يا حسد ڪندي اهي ارادو ڪن ٿا ته نبوت انهن وٽ هجي پر انهن خواهشن کي اهي پهچي

(١) تفسير خازن ص ٧٤ جلد ٤ (٢) تفسير ابن كثير ص ٨٤ جلد ٤ (٣) القرطبي ص ٢٢٤ جلد ١٥

(٤) مدارڪ ص ٨٢ جلد ٢ جز ٤٠ (٥) زادالمسير ص ٢٢٣ جلد ٧

نه سگهندا. "فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" پوءِ الله کان پناه وٺ بلاشڪ اهوئي ٻڌندڙ، ڏسندڙ آهي. يعني انهن دشمنن جي ڪيد ۽ مڪر کان الله جلّت عظمتہ جي پناه وٺ ڪافر جيڪي ڪجهه چون ٿا الله اهو ٻڌندڙ آهي ۽ جيڪو ڪجهه ڪن ٿا ڏسندڙ آهي اهوئي اوهان جو مددگار ۽ انهن جي شر کان اوهان کي بچائيندڙ آهي. (۱)

فائدا.

مذڪوره آيتن جي سمجهڻ سان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ۱- "إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا" (بلاشڪ اسين پنهنجن رسولن ۽ مومنين جي مدد ڪنداسون) هن مان واضح ٿيو ته حقيقي ۽ اصلي مدد انهن پيارن جي ٿيندي آهي ڪڏهن ڪڏهن امتحان طور يا ڪنهن قصور ۽ عملي ڪوتاهي جي ڪري ڪافرن کي غلبو ملندو آهي پر اهو وقتي ۽ عارضي هوندو آهي. ۲- "يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ" (جنهن ڏيهن ظالمن کي عذر پيش ڪرڻ نفعو نه ڏيندو) هتي ظالمن مان مراد ڪافر آهن. (۲) هن مان معلوم ٿيو ته مسلمانن جو عذر پيش ڪرڻ انهن کي نفعو ڏيندو. ڪافرن جو مرڻ وقت ايمان آڻڻ قبول ناهي پر مسلمان جي مرڻ وقت توبه قبول آهي. مؤمن جي لاءِ رحمت ۽ پلو گهر هوندو. ۳- "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى" (۽ البته تحقيق اسان موسيٰ کي هدايت ڏني) هن مان معلوم ٿيو ته سڀني ماڻهن کي هدايت نبي سڳوري کان ملندي آهي ۽ نبي سڳوري کي الله جل شانہ کان هدايت ملندي آهي.

لَخَلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ

البتہ پيدا ڪرڻ آسمانن ۽ زمين جو وڏو آهي ماڻهن جي پيدا ڪرڻ کان ۽ پر

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۵۷) وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ

گهڻا ماڻهو ٿا ڄاڻن ۽ ٿا برابر ٿين انڌو ۽ ڏسندڙ ۽ (نه) آهي

اٰمِنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (٥٨)

جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيائون ۽ نه برائي ڪندڙ ٿوري نصيحت وٺو ٿا

اِنَّ السَّاعَةَ لَا تِيْءُ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

بيشڪ قيامت البتہ اچڻ واري آهي ناهي ڪو شڪ ان ۾ ۽ پر گهڻا ماڻهو

لَا يُؤْمِنُوْنَ (٥٩)

ايمان نٿا آڻين.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ بيان ٿيو ته ڪافر ڪنهن دليل کان سواءِ الله جي آيتن، قدرتي ڪمالات جي متعلق جهيڙو ڪن ٿا ۽ اهي جيئرو ٿي قبرن مان اٿڻ کي محال سمجهي ان جو انڪار ڪن ٿا ۽ هتي ان ڳالهه جي ممڪن هجڻ جو اهڙو دليل ٻڌايو ويو آهي جنهن سان شڪ سبها ختم ٿي وڃن ٿا. فرمان ايزدي آهي ”لَخَلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ“ البتہ آسمانن ۽ زمين جو پيدا ڪرڻ ماڻهن جي پيدا ڪرڻ کان وڏو آهي. يعني ڪنهن مادي ۽ نموني جي هجڻ کان سواءِ آسمانن ۽ زمين کي پيدا ڪرڻ نفوس ۽ سڀني ۾ ماڻهن جي پيدا ڪرڻ کان وڏو آهي انهن جا جسم به وڏا آهن انهن جو ٽنپ کان سواءِ بيهڻ، افلاڪ ۾ ستارن جو هلڻ وڌيڪ حيران ڪندڙ آهي پوءِ جيڪو الله جل جلاله انهن کي وجود ڏيڻ تي قادر آهي اهو انسانن کي قبرن مان جيئرو ڪري اٿارڻ تي به قادر آهي ”وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ“ ۽ پر گهڻا ماڻهو نٿا ڄاڻن. يعني اهي مشرڪ هن حجت کي تدبر ڪري نٿا ڄاڻن ۽ نه اهو فڪر ڪن ٿا ته الله عز اسمہ کي ڪابه شيءِ عاجز بنائي نٿي سگهي. اهو جيئن به ڪري قادر آهي ”وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ“ ۽ اندو ۽ ڏسندڙ برابر نٿا ٿين. انڌي مان مراد ڪافر ۽ ڏسندڙ مان مراد مؤمن آهن. مطلب ته جيڪو ڪافر الله جل شانہ

جي حجتن کي اکين سان ڏسي غور، فڪر ڪري، عبرت وٺي ان جي وحدانيت ۽ قدرت کي نٿو مڃي اهو اندو آهي. اهو ڪافر ۽ اهو مؤمن جيڪو اهي دليل ڏسي، فڪر ڪري نصيحت وٺي الله جل جلاله جي توحيد ۽ قدرت تي ايمان آڻي ٿو برابر ناهن. ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَالْمُسِيءُ“ ۽ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا ۽ برا ڪم ڪندڙ (برابر) ناهن. فرمانبردار ٻانهي ۽ بي فرمان ۾ فرق آهي. ”قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ“ ٿوري ٿا نصيحت وٺو. يعني الله عز برهانه جي انهن قدرتي ڪمالات کي ڏسي اوهان ٿوري نصيحت پرايو ٿا جيڪڏهن صحيح نموني سان سوچيو ها ته اوهان کي مڃڻو پوي ها ته اوهان الله جل مجده جي قدرت ۽ وحدانيت جو انڪار ڪري وڏي غلطي ڪري رهيا آهيو.

”إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّارْيَبَ فِيهَا“ بلاشڪ قيامت اچڻ واري آهي ان ۾ ڪوبه شڪ ناهي. مطلب ته قيامت جو ڏينهن جنهن ۾ الله ڪريم مٿن کي ثواب يا عذاب لاءِ جيئرو ڪندو. اهو ضرور ايندو ان ۾ ڪنهن به قسم جو شڪ ناهي. ”وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ“ ۽ پر گهڻا ماڻهو ايمان نٿا آڻين. يعني انهن قوي دليلن ۽ حجتن هوندي به ماڻهن مان اڪثر انهن ڳالهين کي نٿا مڃن ۽ نٿا ايمان وارا ٿين. (١)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

١- ”لَخَلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ“ (البته آسمانن ۽ زمين جو پيدا ڪرڻ ماڻهن جي پيدا ڪرڻ کان وڏو آهي) ان مان مراد آهي ته اهي شيون ماڻهن جي نظر ۾ وڏيون آهن پر الله جلت عظمته جي قدرت جي اڳيان هر شيءِ ننڍي هجي يا وڏي برابر آهي.

٢- ”وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ (۽ ڀڄڻ گهڻا ماڻهو ڄاڻن نه ٿا) مان واضح ٿيو ته هڪڙين شين تي ٻين کي قياس ڪري ديني دليل نه وٺڻ ڪافرن جو طريقو آهي. ۽ هڪڙين شين سان ٻين شين لاءِ استدلال مؤمنن جو رستو آهي ان جي ڪري قياس شرعي تي اعتراض ڪرڻ غلط آهي. ٣- ”وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ“ (الاية) (۽ اندو ۽ سڄو- ۽ صالح عمل ڪرڻ وارو مؤمن ۽ برا عمل ڪندڙ

برابر ناهن، جڏهن اندو ۽ ڏسندڙ، بدڪار ۽ نيڪوڪار برابر ناهن ته نبي پاڪ
صلي الله عليه وسلم ۽ امت ڪيئن برابر ٿيندا. جيڪي ماڻهو چوندا آهن ته جهڙو
نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم تهڙا اسين. اهي هن آيت تي غور ڪن ۽ ان غلط
سوچ ۽ گمراهيءَ کان سڄي توبه ڪن.

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ

۽ فرمايو اوهان جي رب مون کان دعا گهرو ته قبول ڪيان اوهان جي (دعا) بيشڪ

الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ

اهي ٻانهن جيڪي وڏائي ڪن ٿا منهنجي عبادت کان جلد داخل ٿيندا جهنم ۾

دَاخِرِينَ ۽ (٦٠) اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ

ذليل ٿي الله اهو آهي جنهن ٺاهي اوهان جي لاءِ رات تانتم آرام ڪيو ان ۾

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ

۽ ڏينهن کي روشن بيشڪ الله البتہ فضل ڪرڻ وارو آهي ماڻهن تي ۽ پر

أَكْثَرَالنَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (٦١) ذَالِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ

گهڻا ماڻهو نتايش ڪر ڪن اهو الله اوهان جو رب آهي

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۽ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَآَنَىٰ تُؤْفَكُونَ (٦٢)

هر شيءِ جو پيدا ڪندڙ آهي ناهي ڪوبه معبود ان کان سواءِ پوءِ ڪيڏانهن ڦيرايا وڃو ٿا

كَذَٰلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (٦٣)

اهڙي طرح اونڌا ڪيرايا وڃن ٿا اهي جيڪي الله جي آيتن جو انڪار ڪندا آهن

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً

الله اهو آهي جنهن ڪيو اوهان جي لاءِ زمين کي آرام جي جاءِ ۽ آسمان کي ڇت

وَصَوَّرَكُمُ فَاَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمُ

۽ صورت ڏنائين اوهان کي پوءِ سهڻو بنايائين اوهان جي صورتن کي ۽ رزق ڏنائين اوهان کي

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (٦٤)

پاڪ شين مان اهو الله اوهان جو رب آهي پوءِ برڪت وارو آهي الله پالڻهار جهانن جو

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ

اهو زندهه آهي ناهي ڪو معبود ان کان سواءِ پوءِ ان جي عبادت ڪيو سڄو ڪندڙ ان جي لاءِ

الَّذِينَ أَحْمَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٦٥)

دين کي سڀ ساراهه الله جهانن جي رب لاءِ ثابت آهي.

تفسير

اڳين آيتن ۾ ثابت ڪيو ويو ته قيامت جو ڏينهن حق آهي ۽ ان ۾ نفعو الله جي اطاعت سان ملندو ته هتي اطاعت جي ڪري ڪيل عبادت جي مغز دعا جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ“ ۽ اوهان جي رب فرمايو ته مون کان دعا گهرو ته اوهان جي دعا قبول فرمايان. هتي دعا مان مراد ۾: ٻه قول آهن. ١- دعا مان مراد عبادت ڪرڻ آهي نعمان بن بشير رضي الله عنه کان روايت آهي ته مون نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کان ٻڌو پاڻ فرمايائون ته ”الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ“ عبادت ئي دعا آهي. ابو عيسى (ترمذي) فرمايو ته هيءَ حديث حسن، صحيح آهي. ۽ اها ان تي دلالت ٿي ڪري ته دعا مان مراد عبادت آهي ۽

اڪثر مفسرن به ائين چيو آهي پوءِ آيت جي معنيٰ آهي ته ”مون کي هڪ مڃي منهنجي عبادت ڪيو ته مان اوهان جي عبادت قبول ڪيان ۽ اوهان جا گناهه بخشي ڇڏيان. ۲- پيو قول آهي ته ان مان مراد آهي مون کي ياد ڪري دعا گهرو. مون کان سوال ڪيو ته مان اوهان کي عطا فرمايان. حضرت انس رضي الله عنه روايت ڪئي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”لَيْسَ أَلَا أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتُهُ كُلُّهَا حَتَّى يَسْأَلَهُ شَيْعٌ نُّعْلِيهِ إِذَا انْقَطَعَ“ مناسب آهي ته اوهان مان هر هڪ پنهنجي سموري حاجت پنهنجي رب کان گهري تانجو جيڪڏهن ان جي جتيءَ جي وڌي ڇڄي پوي ته به ان کان گهري. (۱) دعا گهرڻ ۾ تمام گهڻيون ڀلايون آهن. خصوصاً اهي دعائون گهرجن ۽ پڙهجن جيڪي سهڻي نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن پاڻ پڙهيون. ۽ ٻڌايون آهن. مون گنهگار انهن دعائن مان گهڻيون دعائون مستند حوالن مان گڏ ڪري هڪ ڪتاب نالي (محبوب جون محبوب دعائون) ڇپايو آهي جنهن جي دل گهري ته اهو ڪتاب پڙهي اهي دعائون گهري برڪتون حاصل ڪري ”إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ“ بلاشڪ جيڪي (ٻانهن) اسان جي عبادت کان وڌائي ڪن ٿا جلد ذليل ٿي جهنم ۾ داخل ٿيندا. يعني جيڪي شخص منهنجي عبادت کان تڪبر ڪن ٿا يا وڌائي ڪندي مون کان دعا نٿا گهرن اهي ٿوري عرصي کان پوءِ ذليل ڪري جهنم ۾ داخل ڪيا ويندا. علامه رازي عليه الرحمة لکيو آهي ته: هي الله تعاليٰ جي طرفان وڏو احسان آهي جو دعا نه گهرڻ تي اهڙو سخت عذاب ٻڌايو اٿس.

سوال.

جيڪڏهن ڪو چوي ته نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن الله عز اسمه کان روايت آندي آهي: الله فرمايو ته ”جنهن کي منهنجي ذڪر مون کان دعا گهرڻ کان مشغول رکيو ته مان ان کي (ٻين) سائن کان وڌيڪ ڏيندس“ ان مان معلوم ٿيو ته دعا ڇڏڻ جي ڪري عذاب نه ٿيڻ گهرجي.

جواب.

علامه موصوف لکيو ته ان ۾ شڪ ناهي ته جڏهن ٻانهي جو عقل الله جل شانہ

جي ٿنءَ ۾ مستغرق هوندو ته اها ڪيفيت دعا کان پيلي آهي چوڻه دعا ۾ ڪنهن نه ڪنهن حظ (حصي) جي طلب هوندي آهي ۽ الله جل جلاله جي معرفت ۾ مستغرق رهڻ ان حظ جي طلب کان افضل آهي پر جنهن کي اهو استغراق حاصل نه هوندو ان جي لاءِ دعا ۾ مشغول رهڻ ڀلو آهي. (۱)

متکبر جي لاءِ سزا.

امام احمد عمرو بن شعيب کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ” قيامت جي ڏينهن متڪبر ” هٽيلا “ نديڙين ڪولين وانگر ماڻهن جي صورتن ۾ اٿاريا ويندا انهن جي ذليل ڪرڻ جي لاءِ هر شيءِ انهن کي لتاڙيندي تانجو جهنم جي ان جبل ۾ داخل ٿيندا جنهن کي بولس سڏيو ويندو انهن جي مٿان (اتي به) باهين جي باهه چڙهندي ۽ طينه الحيال، جهنم وارن مان نڪرندڙ گندو پاڻي پياريا ويندا.“ (۲) ” اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصَرًا ۚ اَللّٰهُ اَهُوَ اَھي جنهن اوهان جي لاءِ رات بنائي آهي تانته اوهان ان ۾ آرام ڪيو ۽ ان (اوهان جي لاءِ) ڏينهن کي روشن ڪيو آهي. يعني الله جل جلاله جو هي به اوهان تي احسان آهي جنهن رات کي اوهان جي سڪون حاصل ڪرڻ جي لاءِ ٺاهيو. اوهان ان ۾ سڪون حاصل ڪيو ڏينهن واري ڪم ڪار جون ٽڪاوتون لاهيو ۽ انهيءَ اوهان جي لاءِ ڏينهن کي روشن بنايو تانته اوهان ان ۾ روزي ڪمايو ۽ ڪاروبار هلايو ” اِنَّ اَللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلٰی النَّاسِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ “ بلاشڪ الله البتہ ماڻهن تي فضل ڪرڻ وارو آهي ۽ پر گهڻا ماڻهو شڪر نٿا ڪن. يعني مالڪ مٿو ته ماڻهن تي گهڻو مهربان آهي پر گهڻا ماڻهو ان جي نعمتن جو شڪر ادا نٿا ڪن.

”ذَا لَكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّ إِلَٰهٌ إِلَّا هُوَ فَانْتَظِرُوا“ اهو الله اوهان جو رب آهي هر شيء جو خالق آهي ان کان سواء ڪوبه عبادت جو لائق ناهي پوءِ ڪيڏانهن ٿا ڦيرايا وڃو. يعني اوهان تي مذڪور احسان جنهن فرمايو اهوئي الله اوهان جو رب آهي سڀ شيون ان پيدا ڪيون آهن ان جي مقدس ذات کان سواءِ ڪير به عبادت جو لائق نه آهي. پوءِ ان کي ڇڏي ٻين جي عبادت ڪري ڪيڏانهن ٿا ڦيرايا وڃو؟ انهن جي پوڄا ڪيئن ڪيو ٿا جيڪي خالق ناهن مخلوق آهن

”كَذَلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ“ اهڙي طرح اهي ڦيرايا ويا جيڪي
الله جي آيتن جو انڪار ڪندا هئا. يعني جيئن هي غيرالله جي عبادت ڪري گمراه
ٿيا آهن تيئن هنن کان اڳي اهي به گمراه ٿي ڦيرايا ويا هئا جن ڪنهن دليل ۽
برهان کان سواءِ خالص جهل ۽ بي علميءَ جي ڪري غيرالله جي عبادت ڪئي هئي
”اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بَنَاءً“ سڄو معبود اهو آهي جنهن اوهان
جي لاءِ زمين کي قرار جي جاءِ بنايو ۽ آسمان کي ڇت (بنايو). يعني عبادت جو
حقدار. سڄو معبود اهو آهي جنهن اوهان جي لاءِ زمين کي قرار وٺڻ جي جاءِ بنايو
ان ۾ گذر ڪيو پيا هلو ڦرو. گهمو ٿا ان ۾ جبلن جون اهڙيون وزن دار ميخون
هنيو اٿس جو لڏي ۽ چري به ٿئي ۽ ان جي مٿان آسمان کي محفوظ ڇت بنايو اٿس.
”وَصَوَّرَكُمُ فَأَحْسَنُ صُورَكُمْ“ ۽ اوهان کي صورت ڏنائين پوءِ اوهان جي صورتن کي
سهڻو بنايائين. مطلب ته اوهان کي نهايت ڪامل ۽ سهڻين صورتن ۾ پيدا فرمايائين.
”وَرَزَقَكُمُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ“ ۽ اوهان کي پاڪ شين مان رزق ڏنائين. کائڻ ۽ پيئڻ جون
پاڪ صاف شيون عنايت ڪيائين اهوئي اوهان جو رازق آهي. ”ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ
فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ“ اهو الله ئي اوهان جو رب آهي پوءِ الله جهانن جو رب
برڪت وارو آهي. يعني اوهان جي پرورش ڪرڻ وارو. اوهان جي لاءِ سڀ انتظام
ڪندڙ. سڀني جهانن جو پالڻهار ئي اوهان جو سڄو معبود آهي. ”هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ“ اهوئي زندهه آهي ان کان سواءِ ڪوبه عبادت جو لائق ناهي. مقصد ته اهو
هميشه هو. آهي ۽ رهندو، ازلي، ابدي، اول آخر، لم يزل ولا يزال، ظاهر ۽ باطن اهو
آهي زندهه آهي ٻين کي به زندگي ڏيندڙ آهي ”فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“ پوءِ ان جي
لاءِ دين کي خالص بنائيندي صرف ان جي عبادت ڪيو. مطلب ته ان جي توحيد
مڃيندي، ان هڪ لاءِ سڄي معبود هجڻ جو اقرار ڪندي ان جي پوڄا ڪيو
”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ سڀ ساراهه جهانن جي رب، الله جي لاءِ ثابت آهي.
سعيد بن جبیر جو قول آهي ته جڏهن ”فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“ پڙهين ته
ان جي پويان ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ پڙهندو ڪر. (۱)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ”وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ“
 (۽ اوهان جي رب فرمايو ته مون کان دعا گهرو ته مان اوهان جي دعا قبول ڪيان)
 مان معلوم ٿيو ته الله عز اسمہ کان دعا سان هر ننڍي يا وڏي شيءِ گهرڻ عبادت
 آهي چوٽه ان جو حڪم آيو آهي ۽ خيال ۾ رکڻ گهرجي ته هتي جنهن عبادت يا دعا
 جي قبول ڪرڻ جو وعدو آيو آهي ان مان مراد اها آهي جيڪا قبول ڪرڻ جي لائق
 آهي ۽ هتي دعا جي قبوليت جو وعدو آهي وقت جي تقرر جو وعدو ناهي ڪنهن دعا
 جو اثر جلد ظاهر ٿيندو آهي ته ڪنهن جو دير سان ڪنهن جو اثر دنيا ۾ ظاهر
 ٿيندو آهي ته ڪنهن جو آخرت ۾ ڪڏهن دعا سان ڪا ٻي اچڻ واري مصيبت ٿري
 ويندي آهي.

۲- ”لَتَسْكُنُوا فِيهِ“ (تانتہ اوهان ان ۾ آرام ڪيو) مان معلوم ٿيو ته رات
 انسان جي سڪون ۽ راحت حاصل ڪرڻ جي لاءِ آهي. مفسرن پلارن فرمايو آهي ته
 رات جي پهرئين حصي ۾ آرام ڪري بدن جي ٽڪاوٽ لاهجي ۽ پوئين حصي ۾ اٿي
 الله جي بارگاهه ۾ روئي جسماني ۽ روحاني راحت حاصل ڪجي. رات کي راندين ۽
 تماشن ۾ گذارڻ گناهه آهي هرو ڀرو جاڳڻ به مناسب ناهي.

قُلْ إِنِّي نُهُـُٔ عَنْ عِبَادَةِ الْآلِهَيْنِ

فرماء ته بيشڪ مان روڪيو ويو آهيان هن کان ته عبادت ڪيان انهن جي جن جي

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي

اوهان عبادت ڪيو ٿا الله کان سواءِ جڏهن مون وٽ روشن دليل آيا منهنجي رب وٽان

وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (٦٦)

۽ امر ڪيو ويو آهيان مان ته ڪنڌ جهڪايان مان جهانن جي رب جي لاءِ

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ

اهوئي آهي جنهن پيدا ڪيو اوهان کي مٽيءَ مان ان کان پوءِ مٺيءَ جي ڦڙي مان

ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ

ان کان پوءِ رت جي دڳ مان ان کان پوءِ ڪڍي ٿو اوهان کي ٻار ڪري ان کان پوءِ

لَتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا شُيُوخًا

تانته پهچو پنهنجي جوانيءَ کي تنهن کان پوءِ تانته ٿيو اوهان پوڙها

وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ وَلَتَبْلُغُوا أَجَلاً

۽ اوهان مان ڪو وفات ڪرايو وڃي ٿو اڳ ۾ تانته پهچو مدي

مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (٦٧) هُوَ الَّذِي يُحَسِّي

مقرر ڪيل کي ۽ مان اوهان سمجهو، اهوئي آهي جيڪو جيئرو ڪري ٿو

وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ

۽ ٻاري ٿو پوءِ جڏهن حڪم ڪندو آهي ڪنهن امر جو پوءِ رڳو فرمائي ٿو ان لاءِ

كُنْ فَيَكُونُ (٦٨).

ٿي ۽ پوءِ ٿي پوي ٿو.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ رب العزة جلالت صفاته پنهنجي صفات جلاله ۽ جماليه جو ذڪر فرمايو ۽ هتي پنهنجي پياري رسول صلي الله عليه وسلم جن کي حڪم ڪيو ته

”اوهان چئو ته مان غيرالله جي عبادت کان منع ڪيو ويو آهيان“ فرمان مبارڪ آهي
 ”قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي“ فرمائ ته
 جڏهن مون وٽ منهنجي رب وٽان روشن دليل آيا آهن ته مان انهن جي عبادت کان
 روڪيو ويو آهيان جن جي اوهان الله کان سواءِ عبادت ڪيو ٿا. يعني اي حبيب
 پاڪ! صلي الله عليه وسلم اوهان پنهنجي قريشي قوم جي مشرڪن ۽ ٻين کي
 فرمايو ته مون وٽ منهنجي پروردگار وٽان، روشن دليل آيا آهن مان انهن بتن ۽ ٻين
 باطل معبودن جي عبادت کان روڪيل آهيان. آيات مان مراد قرآن ڪريم جون
 آيتون آهن جيڪي عقلي دليلن جون تائيد ڪندڙ آهن ۽ اهي تڪويني ۽ انفسي آيات
 جو تفسير آهن. ”وَأَمَرْتُ أَنْ أُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ“ ۽ مان امر ڪيل آهيان ته پنهنجو
 ڪند (صرف) جهانن جي رب جي لاءِ جهڪايان. صرف ان جي عبادت ڪيان
 جڏهن ان جي سڄي معبود هجڻ جي لاءِ قرآني آيتون ۽ آفاقي ۽ انفسي دلائل موجود
 آهن ته صرف ان جي اڳيان عبادت جي لاءِ جهڪان ٿو نه ڪنهن ٻئي جي لاءِ.

”هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ
 لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا شُيُوعًا وَمِنْكُمْ مَنْ يَتُوفَّى مِنْ قَبْلِ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى
 وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ“ اهوئي (الله) آهي جنهن اوهان کي مٽيءَ مان پيدا ڪيو ان کان بعد
 مٽيءَ جي ڦڙي مان ان کان بعد رت جي دڳ مان ان کان بعد اوهان کي ٻار ٺاهي
 ٻاهر ڪڍي ٿو ان کان بعد تانتو اوهان پنهنجي جوانيءَ کي پهچو ان کان بعد تانتو
 اوهان پوڙها ٿيو ۽ اوهان مان ڪو اهڙو آهي جيڪو اڳي وفات ڪرايو وڃي ٿو ۽
 تانتو مقرر ڪيل مدي کي پهچو ۽ تانتو اوهان سمجهو. هتي انسان جي شروعات
 کان پڇاڙيءَ تائين ان تي اچڻ وارن دورن جو ذڪر ڪيو ويو آهي ته الله عز برهانه
 اوهان جو اصل مٽيءَ مان پيدا فرمايو. ڇو ته هر انسان مٽيءَ مان خلقيل آهي مٽيءَ رت
 مان، رت غذائن مان ٺهي ٿو، غذائون سٺن مان ۽ سٺا مٽيءَ ۽ پاڻيءَ مان پيدا ٿين
 ٿا. ان جي ڪري هر انسان جو اصل مٽيءَ آهي ۽ اهي سڀ مرحلا طي ڪري انسان
 ٻار جي صورت ۾ ماءُ جي پيٽ مان ٻاهر نڪري ٿو. نڪرڻ کان پوءِ ان جي عمر جا

تي مرحلا آهن جيڪي قرآن ڪريم بيان فرمايا. ١- ٻار هجن. ٢- جوان هجن. ٣- پوڙهو ٿيڻ. ۽ ڪي ته اڳ ۾ وفات ڪري وڃن ٿا ۽ اهو سڀ ڪجهه ان جي لاءِ ڪيو اٿس ته اوهان مقرر ڪيل مدي تائين پهچو ۽ اهو قيامت جو ڏينهن آهي ۽ اوهان سمجهو ته جيڪو قادر ڪريم انسان کي انهن سڀني مرحلن مان اڳتي آڻي ٿو تي قدرت رکي ٿو اهو قبرن مان اٿارڻ تي به قوت ۽ قدرت رکي ٿو.

”هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ“ اهوئي جباري ٿو ۽ ماري ٿو. پوءِ جڏهن ڪنهن امر جو حڪم ڪندو آهي پوءِ رڳو فرمائي ٿو ٿي ته ٿي پوي ٿو. يعني الله جل شانہ جي قدرت جو ڪمال آهي جو جنهن کي گهري ته مرڻ کان پوءِ جيئرو ڪري ۽ جنهن کي جيئرن مان مارڻ گهري ته ماري ڇڏي ۽ جنهن به امر جو ارادو ڪندو آهي ان جي لاءِ صرف چوندو آهي ٿي ته ٿي پوندو آهي ان ۾ ڪيس ڪا تڪليف يا رڪاوٽ سامهون نه ايندي آهي.

فائدا.

مذڪوره آيات مان هي ڳالهيون سامهون اچن ٿيون. ١- ”قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ“ (فرماء ته مان روڪيو ويو آهيان الخ) هن آيت مان معلوم ٿيو ته حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن قرآن ڪريم جي نزول کان پهريان ئي غير الله جي عبادت کان روڪيل ۽ بچايل هئا. تڏهن ته پاڻ نبوت جي اظهار ۽ قرآن پاڪ جي نزول کان پهريان به غير الله جي عبادت کان پاڪ ۽ صاف رهيا هئا.

٢- ”جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي“ (مون وٽ منهنجي رب وٽان روشن دليل آيا) مان مراد صرف قرآن ڪريم جون آيتون ناهن انهن ۾ الله جي توحيد جا اهي دلائل به داخل آهن جيڪي رب ڪريم نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي پهريان ئي سمجهاڻي ڇڏيا هئا چوڻه پاڻ شروع کان ئي دين فطرت تي قائم رب جا عابد ۽ ساجد محبوب هئا ان جي ڪري آيت جي اها معنيٰ ناهي ته جڏهن قرآن پاڪ نازل ٿيو ته پوءِ مون بتن جي پوڄا ڇڏي ڏني.

الْمَرَّ تَرَالِي الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنِّي يُصْرَفُونَ^{٦٩}

ڇا نه ڏٺو تونهن ڏانهن جيڪي جهيڙو ڪن ٿا الله جي آيتن سان ڪڏانهن ڦيرايا وڃن ٿا

الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا

جن ڪوڙو چيو ڪتاب کي ۽ ان کي جو موڪليو اسان ان سان پنهنجن رسولن کي

فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ^(٧٠) إِذَا الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ

پوءِ سگه ————— وٺي ڄاڻندا جڏهن بگٽ انهن جي ڳچين ۾ هوندا ۽ زنجير

يُسْحَبُونَ^(٧١) فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ^(٧٢)

گهليا ويندا ته ڪندڙ پاڻيءَ ۾ ان کان پوءِ باهه ۾ ٽچڪايا ويندا

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ^(٧٣)

ان کان پوءِ چيو ويندو انهن کي ته ڪٿي آهن اهي جن کي شريڪ بنائيندا هيو

مَنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا

الله کان سواءِ چوندا ته گم ٿي ويا اسان کان بلڪه نٿي پوڄيو اسان اڳي ڪنهن شيءِ کي

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ^(٧٤) ذَالِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ

اهڙي طرح گمراه ڪندو آهي الله ڪافرن کي اهو ان سببان جو خوشيون ڪندا هيو

فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ^(٧٥) أُدْخِلُوا

زمين تي ناحق ۽ ان سببان جو ناز ڪندا هيو ————— و داخل ٿيو

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ (٧٦)

دروازن جهنم جي مان هميشه رهندڙان ۾ پوءِ بچڙي آهي جاءِ هٿيلن جي.

تفسير.

جيئن هن کان اڳي انهن ڪافرن جو حال بيان ٿيو جيڪي الله عز برهانه جي شان ۽ ان جي آيتن جي باري ۾ جهڳڙو ڪندا هئا تيئن هتي به انهن جي حال تي عجب ڪندي بيان ڪيو ويو آهي فرمان عالي شان آهي ”الَّذِينَ يَجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنْتَى يُصْرِفُونَ“ ڇا نه ڏٺو تو انهن ڏانهن جيڪي الله جي آيتن ۾ جهيڙو ڪن ٿا ڪيڏانهن ڦيرايا وڃن ٿا. يعني انهن کي ڏسو ۽ انهن جي حال مان عجب وٺو جو انهن صاف ۽ روشن دليلن هوندي به اهي هدايت قبول نٿا ڪن الله عز اسمہ جي آيتن ۾ جهڳڙو، جهيڙو ڪرڻ، انهن تي خواه مخواه اعتراض ڪرڻ انهن جي عادت بڻجي وئي آهي. هدايت جي دليلن هوندي اهي ڪيڏانهن ڦيرايا وڃن ٿا ”الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا“ جن ڪتاب کي ۽ ان کي ڪوڙو چيو جنهن سان اسان پنهنجن رسولن کي موڪليو هو. يعني اهي ئي آهن جن قرآن ڪريم ۽ ان پيغام کي به ڪوڙو چيو جنهن سان اسان پنهنجن رسولن کي موڪليو هو. اهو پيغام هو اخلاص سان الله وحده لاشريڪ له جي عبادت ڪرڻ ۽ غير الله جي عبادت کان پري رهڻ ”فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ إِذَا الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ“ پوءِ جلد ڄاڻندا انهن جي ڳچين ۾ ڳٽ ۽ زنجير هوندا (جهنم جي) ٽهڪندڙ پاڻيءَ ۾ گهليا ويندا ان کان پوءِ باهه ۾ ٽچڪايا ويندا. يعني جيڪي خبرون اسين هنن کي ٻڌايون ٿا ۽ هي انهن کي ڪوڙو چون ٿا انهن جي حقيقت جي سچائي تڏهن ڄاڻندا جڏهن قيامت جي ڏينهن سندن ڳچين ۾ ڳٽ ۽ زنجير پيل هوندا گرم، ٽهڪندڙ پاڻيءَ ۾ داخل ڪري گهليا ويندا ته سندن هڏن تان سندن ڪلون ۽ گوشت ڇڻي ڪري پوندو وري جهنم جي باهه ۾ ٽهڪايا ويندا. (العياذ بالله) ”ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ“ مَنْ دُونَ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا

بَلْ لَّمْ تَكُنْ تَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا اِنْ كَانَ پوءِ انهن کي چيو ويندو ته جن کي الله کان سواء شريک بنائيندا هيئو اهي کتي آهن؟ چوندا ته اسان کان گم ٿي ويا بلڪه اسين اڳي ڪنهن به شيء کي نه پوڄيندا هئاسين. مطلب ته انهن کي ملامت ڪندي شرمائيندي چيو ويندو ته جن بتن کي الله کان سواءِ پوڄيندا هيئو الله سان شريک بنائيندا هيئو اهي اوهان کي هينئر ڇو بتا ڇڏائين؟ جواب ۾ چوندا ته اهي اسان کان غائب ٿي ويا اسان کي مصيبتن ۾ ڦاسائي هليا ويا. نه، بلڪه حق هي آهي ته اسين هن کان اڳي ڪنهن به اهڙي شيء کي نه پوڄيندا هئاسون جنهن تي اعتماد ڪيو وڃي. ۽ هي ائين آهي جيئن محاوري ۾ چيو ويندو آهي ته مون سمجهيو ته فلاڻو ڪا شيء آهي پر اهو ته ڪا شيء ناهي. (١)

”كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ“ اهڙي طرح الله ڪافرن کي گمراه ڪندو آهي. هي انهن جي هدايت جي نور کان محروم هجڻ جو وجه بيان ڪيو ويو آهي ”ذَالِكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ“ اهو ان جي ڪري آهي جو اوهان زمين ۾ ناحق خوشي ڪندا هيئو ۽ ان جي ڪري جو اوهان ناز ڪندا هيئو. مقصد ته هينئر اوهان سان جيڪو ڪجهه سخت عذاب وغيره ڪيو پيو وڃي اهو اوهان جي انهن خوشين جي ڪري آهي جيڪي اوهان شرڪ ۽ گناهن جي سببان ڪندا هيئو ۽ دنياوي لذتن سان نفعي وٺڻ تي ناز ڪندا هيئو ”أَدْخِلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَيُخْرِجُ مِنْهَا مُتَبَرِّجِينَ“ جهنم جي دروازن مان داخل ٿيو ان ۾ هميشه هوندؤ. پوءِ متڪبرن جي جاءِ بري آهي. مطلب ته جهنم جا ست ٽي دروازا اوهان لاءِ کليل آهن انهن مان اندر گهڙندا وڃو ان ۾ اوهان کي هميشه رهڻو آهي ۽ جيڪي دنيا ۾ وڌائي ڪندي الله کي هڪ نه مڃيندا هئا ۽ ان جي پيارن پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام تي ايمان نه آڻيندا هئا انهن جي لاءِ جهنم تمام گهڻي بري جاءِ آهي.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ١- آيت ع ٧١ ۽ ع ٧٢ ۾ بيان ٿيل عذاب، ڳچيءَ ۾ ڳٽ ۽ پيرن ۾ زنجير وجهي گهلي دوزخ ۾ اڇلائڻ هي ٽي قسم

عذاب ڪافرن جي لاءِ هوندا. ۽ اها تخصيص. ”اَيْنَمَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ“ (اهي ڪٿي آهن جن کي شريڪ بنائيندا هيئو) مان معلوم ٿي رهي آهي. ۲- ”قَالُوا صَلُّوا عَلَيْنَا“ (چوندا ته اسان کان غائب ٿي ويا آهن) معلوم ٿيو ته ڪافرن جا باطل معبود بت وغيره به جهنم ۾ هوندا پر انهن جي ڪا مدد ڪري نه سگهندا بلڪه سڄ، ڇنڊ، پٿر وغيره سان ته کين وڌيڪ ڏنپ ڏنا ويندا. ۳- ”كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ“ (اهڙي طرح الله ڪافرن کي گمراهه ڪري ٿو). هن جو مطلب اهو ناهي ته الله انهن کي مجبور ڪري ڪافر بنائي ٿو ته پوءِ ٻانهي جو ڪهڙو قصور. پر مطلب هي آهي ته ڪافرن جي ڪافرانہ رویہ جي ڪري انهن ۾ گمراهي پيدا ڪري ٿو جيئن ڪنهن جانور کي ڪهڻ جي ڪري ان ۾ موت پيدا ڪري ٿو ”يُضِلُّ اللَّهُ“ ۾ پيدا ڪرڻ جي نسبت آهي. (۱) ذرا غور ڪري پڙهو.

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَمَا مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

پوءِ صبر ڪر بلاشڪ الله جو وعدو حق آهي پوءِ جيڪڏهن ڏيکاريون توکي ڪجهه ان مان

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يَرْجِعُونَ (۷۷)

جيڪو وعدو ڏيون ٿا انهن کي يا رحلت ڪرايون اسين توکي پوءِ اسان ڏانهن ئي موٽايا ويندا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ

۽ البته تحقيق موڪلياسون ڪيترا رسول اڳي توکان کي انهن مان اهي آهن جو بيان ڪياسون توسان

وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِي

۽ ڪي انهن مان اهي آهن جو نه بيان ڪياسون توسان ۽ ناهي ڪنهن رسول جي لاءِ ته اٿي

بِأَيِّهِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ فُضِي بِالْحَقِّ

معجزو مگر الله جي اذن سان پوءِ جڏهن ايندو امر الله جو ته فيصلو ڪيو ويندو حق سان

وَحَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ^ع (۷۸)

۽ نقصان وارا ٿيندا اتي باطل وارا.

تفسير.

سورة جي شروعات کان وٺي هيستائين الله جي آيتن ۾ جهيڙو ڪندڙن جو بيان هو ۽ هتي نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن کي انهن جي تڪليفن ۽ ايڏائڻ تي صبر ڪرڻ جو حڪم ڏيندي فرمان ٿي رهيو آهي. ”فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ“ پوءِ صبر ڪر بلاشڪ الله جو وعدو حق آهي. يعني اي محبوب! صلى الله عليه وسلم اوهان سان الله جل جلاله جيڪو ڪافرن کي هلاڪ ڪرڻ جو وعدو ڪيو آهي اهو حق آهي ضرور پورو ٿيندو. اوهان ڪجهه وقت صبر ڪيو. ”فَإِذَا تَرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ“ پوءِ جيڪڏهن توکي ڪجهه ان مان ڏيکاريون جيڪو انهن کي وعدو ڏيون ٿا. هتي اصل عبارت ”فَإِنْ تَرِيكَ“ آهي مازائدي شرط جي تاڪيد لاءِ آيل آهي ۽ ان جي ڪري ئي فعل ۾ نون آندو ويو آهي. (۱) ”أَوْ تَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يَرْجِعُونَ“ يا اوهان کي رحلت ڪرايون پوءِ اسان ڏانهن موٽايا ويندا. مطلب ته انهن جي لاءِ ٻه حالتون آهن يا ته انهن کي دنيا ۾ ئي اوهان جي ظاهري زندگيءَ ۾ وعدي مطابق ڪجهه سزا ڏني اوهان کي ڏيکارينداسون جيئن بدر جي ڏينهن کي قتل ڪيا ويا ته ڪي قيدي بنايا ويا. يا ته اوهان کي اڳ ۾ دنيا مان رحلت ڪرائينداسون پوءِ اهي اسان ڏانهن موٽايا ويندا ۽ قيامت جي ڏينهن اسين انهن کي سندن اعمال جي مطابق سزا ڏينداسون ۽ انهن کان سخت انتقام وٺنداسون. ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مِّن قَصَصِنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۚ ۽ البته تحقيق اسان اوهان کان اڳي ڪيترا رسول موڪليا انهن مان ڪي اوهان سان بيان ڪيا اٿئون ڪي بيان نه ڪيا اٿئون. يعني اوهان کان اڳي به رسول ۽ نبي عليهم الصلوة والسلام پنهنجين پنهنجين امتن ڏانهن موڪليا هئاسون جن اسان جو پيغام پهچايو هو. انهن مان ڪي اهڙا

آهن جن جا نالا مبارڪ ۽ سندن کي پيش آيل حالتون اوهان کي قرآن پاڪ ۾
 ٻڌايون اٿئون ۽ ڪن جو ذڪر نه ڪيو اٿئون. پر جيئن انهن جي امتن ڪانئن هرو
 پرو معجزا طلب ڪيا هئا اوهان جا مخاطبين به اوهان کان بار بار معجزا طلب ڪن
 ٿا ته اوهان پریشان نه ٿيو ڪافرن جي اها پراڻي عادت رهي آهي جو بيهوده مطالبا
 ڪندا وٽندا آهن. (۱)

انبیاء ۽ مرسلین علیهم الصلوٰۃ والسلام جو تعداد.

حضرت ابو ذر رضي الله عنه کان روایت آهي ته مون رسول الله صلى الله عليه
 وسلم جن کان عرض ڪري پڇيو ته نئين جو تعداد ڪيترو آهي؟ پاڻ فرمایا اٿون ته
 ”هڪ لک چوويهه (۱۲۴۰۰۰) هزار انهن مان ٽي سوء پندرهن (۳۱۵) مرسل وڌي
 جماعت آهن“ رواه الامام احمد. (۲) ”وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ“ ۽
 ناهي مناسب ڪنهن رسول جي لاءِ ته الله جي اذن کان سواءِ ڪو معجزو آئي. مطلب
 ته ڪوبه رسول سڳورو الله جي اذن کان سواءِ صرف ڪافرن جي مطالبي سان
 معجزا نه ڏيکاريندو آهي ”فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ“ پوءِ
 جڏهن الله جو امر ايندو ته حق سان فيصلو ڪيو ويندو ۽ اتي باطل وارا نقصان ۾
 ويندا. يعني جڏهن الله جي طرفان ڪافرن کي گهيري ۾ وٺندڙ عذاب جو امر ايندو
 ته حق جو فيصلو ايندو ۽ الله جي دين کي باطل سمجهندڙ ۽ باطل چونڊڻ نقصان ۾
 ويندا. سخت عذاب جي حالت ۾ رهندا.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ملن ٿا. ۱- ”فَإِمَّا“ (پوءِ جيڪڏهن) هتي
 جيڪڏهن جو لفظ رب جي علم جي لحاظ سان ناهي جو ان ۾ پڪ نه هجي الله تعاليٰ
 ته عليم خبير آهي مطلب هي آهي ته ڪافرن تي ڪجهه عذاب اوهان جي ظاهري
 حياتيءَ ۾ ايندو جيئن ڪيترين جنگين ۾ ڪنا ويا ۽ قيدي بنيا ويا يا اوهان جي
 ظاهري رحلت کان پوءِ جيئن اصحابن سڳورن خصوصًا حضرت عمر رضي الله عنهم
 اجمعين جي دؤر ۾ فتوحات ٿيون ۽ ڪافرن کي ظاهري سزا سان گڏ ذهني
 پریشانيون عذاب جهڙيون آيون ۽ ڏيکارڻ مان مراد به ظاهري اکين سان ڏسڻ آهي

نه ته پاڻ هاڻي به ساري جهان کي ڏسي رهيا آهن هر ميت قبر جي پڄاڻي وقت حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن کي ڏسي ٿو ته ڪيئن ممڪن آهي جو پاڻ ان کي نه ڏسن. (۱)

۲- ”وَمِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ“ انهن ۾ ڪي اهڙا آهن جن جو اوهان سان بيان ڪيو اٿئون. مطلب ته قرآن ڪريم ۾ صراحتاً ڪنهن جو ذڪر ڪيو اٿئون. خيال ۾ رهي ته قرآن پاڪ ۾ ڪجهه نبين عليهم الصلوة والسلام جا نالا مبارڪ صراحت سان ذڪر ٿيا پر انهن جو ڪوبه واقعو ذڪر نه ٿيو آهي جيئن حضرت يسع عليه السلام بعض نبين علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام جا واقعا مذكور ٿيا پر نالو مبارڪ نه آيو آهي بعضي نبين جا نالا مبارڪ به ذڪر ٿيا آهن ته واقعا به بيان ٿيا آهن جيئن حضرت موسيٰ ۽ حضرت عيسيٰ عليهما السلام. بعضي نبين جو نه نالو مبارڪ ذڪر ٿيو آهي نه ڪو واقعو، جيئن حضرت دانيال وغيره. مگر اجمالي ذڪر نبي يا رسول جي لحاظ سان ته سڀني جو ٿي ويو آهي (علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام)

۳- ”وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ“ (۽ انهن مان ڪي اهي آهن جن جو اوهان سان ذڪر نه ڪيو اٿئون) هتي ڪجهه نبين عليهم الصلوة والسلام جي قرآن ڪريم ۾ ذڪر ڪرڻ جي نفي آهي، حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي علم جي نفي ناهي الله جل شانہ جو فرمان آهي ”كُلًّا نَقْصُصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ“ (اسين اوهان کي رسولن جون سڀ خبرون بيان ڪري ٻڌايون ٿا) پاڻ معراج واري رات سڀني نبين علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام سان ملاقات ڪيائون انهن کي نماز پڙهائون. پاڻ انهن سان گفتگو به فرمايائون جيئن ارشاد خداوندي آهي ”وَأَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا“ ۽ انهن کان پڇو جن رسولن (عليهم الصلوة والسلام) کي اوهان کان اڳي اسان موڪليو هو.

۴- ”وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ“ (۽ ڪنهن رسول جي لاءِ مناسب ناهي جو الله جي اذن کان سواءِ ڪو معجزو آڻي) مڪه مڪرمه جارهڪو ڪافر رات ڏينهن نوان نوان معجزا طلب ڪندا هئا ڏنل معجزن تي اڪتفانه ڪندا

هئا چوندا هئا ته اسان کي جبل سونا ڪري ڏي وغيره وغيره. انهن جي ترديد ۾ هيءَ آيت نازل ٿي جنهن مان معلوم ٿيو هر معجزو الله جل جلاله جي اذن سان ظاهر ٿيندو آهي پر ڪنهن ڪنهن معجزي ۾ نبي سڳوري کي اختيار مليل هوندو آهي جيئن حضرت موسيٰ عليه السلام جي لٺ جو نانگ بڻجڻ جو جڏهن به اڃلائيندو هو ته نانگ ٿي پوندي هئي ۽ ڪنهن معجزي ۾ اختيار نه ڏنو ويندو آهي جيئن قرآن ڪريم جي آيتن جو نزول وغيره. هر معجزو ڏيکارڻ جي لاءِ هر پيري اجازت وٺڻ ضروري ناهي، بعضي معجزن ۾ انهن کي اذن مليل هوندو آهي. جيئن اسان جون اکيون الله جي اذن سان ڏسن ٿيون پر انهن ۾ اسان کي اذن مليل آهي جيڏانهن به نهاريون جڏهن نهاريون.

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا

الله اهو آهي جنهن پيدا ڪيا اوهان جي لاءِ چوپايا تانته سواري بنايو انهن مان

وَمِنْهَا تَاْكُلُونَ^{٧٩} وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا

۽ انهن مان ڪاڻو ٿا ۽ اوهان جي لاءِ انهن ۾ نفعو آهن ۽ تانته پهچو انهن تي

حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ^(٨٠)

(سوار ٿي) حاجت کي جيڪا اوهان جي سينن ۾ آهي ۽ انهن تي ۽ ٻيڙين تي کنيا وڃو ٿا

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ^{٨١} فَآيَ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ^(٨١)

۽ ڏيکاري ٿو اوهان کي پنهنجون نشانيون پوءِ الله جي ڪهڙين آيتن جو انڪار ڪيو ٿا

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

ڇا پوءِ نه سير ڪيائون زمين ۾ پوءِ ڏسن ته ڪهڙي طرح هئي پڇاڙي انهن جي

مَنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَاشَدَّ قُوَّةً

جيڪي انهن کان اڳي هئا. هئا گهڻا انهن کان ۽ مضبوط قوت ۾

وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا آغْنَى عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (٨٢)

نشانين جي ڪري زمين ۾ پوءِ نه فائدو ڏنائين انهن جي طرفان انهن عملن جيڪي ڪيا هيائون

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا

پوءِ جڏهن آيا انهن وٽ انهن جا پيغمبر چئن دليلن سان ته خوش ٿيا ان سان جيڪو

عِنْدَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ (٨٣)

انهن وٽ آهي علم ۽ گهيري ۾ ورتو انهن کي ان جنهن سان چتر ڪندا هئا

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ

پوءِ جڏهن ڏٺائون اسان جو عذاب ته چيائون اسان ايمان آندو الله وحده تي

وَكَقَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ (٨٤) فَلَمْ يَكُ

۽ اسان انڪار ڪيو ان جو جنهن کي ان سان شريڪ ڪندا هئاسون پوءِ نه هو

يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي

جو نفعو ڏي انهن کي انهن جو ايمان آڻڻ جڏهن ڏٺائون اسان جو عذاب الله جو طريقو

قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ (٨٥)

جيڪو تحقيق گذريو ان جي ٻانهن ۾ ۽ نقصان ۾ پيا اتي ڪافر.

تفسير

اڳين آيتن ۾ باطل پرستن کي سخت تنبيه ڪئي وئي جنهن ۾ قلب سليم جي صاحبن جي لاءِ عبرت هئي ۽ هتي وري الله جي وجود ۽ وحدانيت جا ان جي اڻ ڪٽ نعمتن مان هڪ نعمت جي ذڪر ڪرڻ سان دلائل بيان ڪيا ويا آهن. فرمان مبارڪ آهي ”اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ“ الله اهو آهي جنهن اوهان جي لاءِ چوپايا پيدا فرمايا ته ڪن تي سوار ٿيو ۽ ڪن مان ڪاڻو. الانعام مان مراد اٺ آهن. (١) يعني هي به الله مٺي جو احسان آهي جنهن اوهان جي فائدي جي لاءِ اٺ پيدا فرمايا جو انهن تي سوار ٿي ڏکيا پنڌ آسانيءَ سان ٽي ڪيو ٿا ۽ انهن جو گوشت به ڪاڻو ٿا ”وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ“ ۽ اوهان جي لاءِ انهن ۾ گهڻا فائدا آهن. مثلاً انهن جي ڪل، ان وغيره مان طرح طرح جا فائدا حاصل ڪيو ٿا. ”وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ“ ۽ تانته اوهان انهن تي (سوار ٿي) پنهنجن سينن ۾ موجود حاجت تائين پهچو. مطلب ته انهن تي سوار ته ٿيو ٿا پر ان سواريءَ سان اوهان پنهنجا ڪيترا سين ۾ سانڍيل ۽ سوچيل ڪم به ڪيو ٿا. ”وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ“ ۽ انهن تي ۽ ٻيڙين تي کنيا وڃو ٿا. يعني سڪيءَ جي پنڌ ۾ جانورن تي ۽ دريائن ۽ ڍنڍن ۾ ٻيڙين تي پاڻ به چڙهو ٿا ۽ وڏا وڏا وزن به کڻي پري پري پهچايو ٿا ”وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَآيَ آيَاتِ اللَّهِ تُنَكِّرُونَ“ ۽ اوهان کي پنهنجون نشانين ڏيکاري ٿو پوءِ الله جي ڪهڙين آيتن جو انڪار ڪيو ٿا. الغرض ته اوهان کي پنهنجي قدرت، توحيد ۽ صنعت جون ڪئين نشانين ڏيکاري ٿو پوءِ اهڙين کليل نشانين مان ڪهڙين نشانين جو انڪار ڪندا ڦرندؤ. ”أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ“ ڇا پوءِ زمين ۾ سير نه ڪيائون پوءِ ڏسن ها ته جيڪي انهن کان اڳي گذريا انهن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي. يعني هي قريشي ڪافر شام ۽ يمن ڏانهن واپاري سلسلي ۾ ويندي ڪونه ٿا ڏسن ته انهن کان اڳ امتن تي ڪهڙي نموني عذاب آيا ۽ اهي امتون نئين عليهم الصلوة والسلام کي نه مڃڻ جي ڪري ڪيئن تباھ ۽ ويران ٿي ويون. ”كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدُّ قُوَّةً وَأَثَارًا

فِي الْأَرْضِ" اهي هنن کان گهڻا ۽ قوت ۾ وڌيڪ ۽ زمين ۾ نشانن جي لحاظ سان به
 شديد هئا. مقصد ته اهي تعداد ۾ گهڻا ۽ قوت ۽ زمين تي نشانن قائم ڪرڻ ۾ به
 سخت مضبوط هئا. "فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ" پوءِ انهن کي جيڪي عمل
 ڪيائون انهن ڪو نفعو نه ڏنو. مطلب ته جڏهن انهن تي خداوندي قهر ڪڙڪيو
 ان زور ۽ طاقت، ساز ۽ سامان کين ڪو ڪم نه ڏنو ۽ نه فائدو پهچايو. "فَلَمَّا
 جَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ" پوءِ جڏهن انهن وٽ انهن جا
 (انهن ڏانهن موڪليل) رسول آيا ته جيڪو انهن وٽ علم هو ان تي خوش رهيا.
 مقصد ته معاش جي ذريعن ۽ مادي ترقيات جو جيڪو انهن وٽ علم هو ۽ جن
 ڪفريه ۽ شرڪيه عقائد تي اهي دل ٻڌيو ويٺا هئا ان تي مضبوط رهندي خوش
 ٿيندي انبياء عليهم الصلوة والسلام جي علوم ۽ هدايتن کي حقارت جي نظر سان
 ڏسندي نڪرائيندا رهيا "وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ" ۽ جنهن سان نٿول
 ڪندا هئا ان کين گهيري ۾ وٺي ڇڏيو. ۽ نيٺ اهو وقت آيو جو چتر ۽ مذاق کين
 الاهي عذاب ۾ جڪڙي ڇڏيو. "فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكُفَرْنَا بِمَا كُنَّا
 بِهِ مُشْرِكِينَ" پوءِ جڏهن اسان جو عذاب ڏٺائون ته چيائون اسان الله وحده تي ايمان
 آندو آهي ۽ انهن جو انڪار ڪيو آهي جن کي ان سان شريڪ بنائيندا هئاسون.
 يعني جنهن جنهن وقت الله جو عذاب سندن اکين اڳيان آيو تڏهن هوش آين ۽ چوڻ
 لڳا ته اسان هڪ الله تي ايمان آندو آهي ۽ جن ٻين باطل معبودن کي الله جو شريڪ
 بنائيندا هئاسون انهن سڀني جو انڪار ڪيون ٿا "فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا
 بَأْسَنَا جَازَةً" جڏهن اسان جو عذاب ڏٺائون ته پوءِ انهن کي سندن ايمان نفعو نه ڏنو.
 يعني هاڻي پڇتائڻ ۽ ڪوتاهي جي مڃڻ مان ڪو فائدو نه پوندو، عذاب ڏسي هر
 ڪنهن کي بي اختيار يقين ايندو آهي پر اهو يقين نجات جو سبب نه بڻجندو آهي.
 "سَنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ" الله جو طريقو جيڪو ان جي ٻانهن ۾ گذريو.
 الغرض ته هي الله جل جلاله جو هميشه طريقو رهيو آهي جيڪو سندس گذريل دور
 دوران ٻانهن ۾ گذريو آهي ته ماڻهو اول انڪار ۽ نٿول ڪندا آهن ۽ جڏهن عذاب
 ڏسندا آهن ته پوءِ ايمان آڻيندا آهن الله جو دستور اهو آهي ته ان وقت واري توبه

قبول نه ڪندو آهي ”وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ“ ۽ اتي ڪافر خساري ۾ پوندا. مطلب ته نيٺ انڪار ڪندڙ نه مڃيندڙ پنهنجن گناهن جي سزا ۾ برباد ۽ ويران ٿيندا آهن.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ملن ٿا. ”الْأَنْعَامَ“ (چوپايا) هن مان مراد اٺ آهن جيئن لکي آيا آهيون پر بعض مفسرن ان مان مراد عام ورتي آهي. يعني الله اوهان جي فائدي لاءِ جانور پيدا فرمايا بعضي اهي آهن جن تي اوهان صرف سوار ٿيندا آهيو ڪائيندا ناهيو. جيئن گهوڙا، خچر، گڏھ وغيره بعضي اهي آهن جن کي صرف ڪائيندا آهيو. سوار نه ٿيندا آهيو جيئن ٻڪري وغيره بعضي اهڙا آهن جن کي ڪاٺو به ٿا سوار ۽ ۾ استعمال به ڪيو ٿا جيئن اٺ، ڏاند وغيره. ۲- ”أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ“ (ڇا پوءِ زمين ۾ سير نه ڪيائون) هن مان به مسئلا معلوم ٿين ٿا. هڪ ته زمين ۾ سير ڪري ڪافرن جون ويران بستيون ڏسي عبرت حاصل ڪرڻ نه صرف جائز بلڪ بهتر عمل آهي ٻيو ته الله عزوجل جي صالحن ٻانهن جي مزارات لاءِ ويڃڻ ۽ انهن جي مٿان رب ڪريم جي مهربانين مان سبق پرائڻ ۽ فيض حاصل ڪرڻ به سٺو عمل آهي رهيو سوال ان حديث پاڪ جو جنهن ۾ آيل آهي ته ٽن مسجدن کان سواءِ ٻي ڪنهن ڏانهن سفر نه ڪيو ويندو ان مان مراد آهي ته ٻيءَ ڪنهن مسجد ڏانهن ان ۾ عبادت جو ثواب وڌيڪ سمجهي ويڃڻ نه گهرجي. ان جي ڪري آيت ۽ حديث پاڪ ۾ ٽڪر ناهي نه ته تجارت ۽ طلب علم جي لاءِ سفر ڪرڻ به ناجائز ٿيندو. (۱)

الحمد لله جو مون گنهگار اڄ چنڇر جي رات بوقت ساڍي ۹ بجي بمؤرخه ۲۸ محرم ۱۴۲۵هـ الموافق ۱۹-۳-۲۰۰۴ع پنهنجي رهڻ واري ڪمري ۾ سورة المؤمنين جو تفسير لکي پورو ڪيو الله عز برهانه جي بارگاهه ۾ دل سان دعا آهي ته باقي رهيل تفسير به جلدي لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين يا اله العالمين بوسيلة النبي الامي الامين عليه وعلى آله واصحابه التسليمات والتكريمات الى يوم الدين

وانا الفقير الي الله المغيٺ
محمد ادريس الداھري عفي عنه
ماكان اويكون منه.

سورة حم السجدة جو تعارف.

هن سورة مبارڪه جي تعارف ۾ هي ست (٧) ڳالهيون ذهن ۾ وهارڻ ضروري آهن.

نالو مبارڪ

هن سورة جا نالا مبارڪ ٥ آهن ١- حم السجدة سمجھڻ گهرجي ته قرآن ڪريم جون ست سورتون آهن جن جي ابتداء ”حَمْدٌ“ سان ٿيل آهي جن کي آل حم يا حواميم سڏيندا آهن ۽ انهن جي هڪ ٻئي ۾ فرق ڪرڻ جي لاءِ انهن سان گڏ نالي لاءِ ڪجهه جدا الفاظ به شامل ڪيا ويندا آهن ان جي ڪري هن کي ”حَمْدُ السَّجْدَةِ“ سڏيو ويندو آهي ڇو ته ان جي آيت ع ٣٨ ۾ سجدو آهي. ٢- فصلت. اهو ڪلمه هن سورة جي آيت ع ٣ ۾ موجود آهي. (١) ٣- المصايب. (٢) ٤- سورة السجدة. (٣) ٥- سورة الاقرا (٤).

رڪوعن، آيتن، ڪلمن ۽ حرفن جو تعداد:

هن سورة پاڪ ۾ ڇهه (٦) رڪوع ڇوونجاه (٥٤) آيتون. ست سئو ڇهانوي (٧٩٦) ڪلما. ٽي هزار ٽي سؤ پنجاهه (٣٣٥٠) حرف آهن. (٥)

مڪيه آهي يا مدينه؟

ابن مردويه حضرت ابن عباس ۽ حضرت ابن الزبير رضي الله عنهما کان روايت آندي ته هيءَ سورة مڪيه آهي. (٦)

اڳينءَ سورة سان ربط ۽ مناسبت.

اڳينءَ سورة سان هن جي مناسبت هن طرح آهي ته ان ۾ ”أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ“ (ڇا پوءِ زمين ۾ سير نه ڪيائون) سان ڪافرن کي متنبه ڪيو ويو ته اهي هلاڪ ڪيل قومن جي ويران ڪيل ڳوٺن کي ڏسي پاڻ به الله عز شانه جي عذاب کان بچڻ ۽ هٽي ”فَرَأَوْا أَعْرَاضًا فَعَلَّ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَتَمُودَ“ (پوءِ جيڪڏهن منهن موڙين ته پوءِ (انهن کي) فرماءِ ته مون اوهان کي عاد ۽ ثمود تي اچڻ واري ڪڙڪي وانگر ايندڙ ڪڙڪي کان ڊيڄاريو آهي) سان انهن کي ڊپ

(١) معارف القرآن ص ٦٢٦ جلد ٧ (٢) زادالمسير ص ٤٠ جلد ٧ (٣) الصاوي ص ١٦ جلد ٤٠ (٤) روح المعاني ص ٩٤ جلد ٢٤ (٥) الحازن ص ٧٩ جلد ٤ (٦) الدرالمشور ص ٣٠٨ جلد ٧ (٧) روح المعاني ص ٩٤

ج ٢٤٠ جلد ٨

ڏياريو ويو آهي. مناسبت جا اهڙا ٻيا به ڪيترا وجه آهن. (٧)

نزول جو زمانو.

هن جي نزول جي زماني کي متعين ڪرڻ ۾ مفسرن لکيو آهي ته هيءَ سورة حضرت حمزه رضي الله عنه جي مسلمان ٿيڻ کان پوءِ حضرت عمر رضي الله عنه جي مسلمان ٿيڻ کان اڳي نازل ٿي هئي. (١)

مضمون.

مڪه مڪرمه جي رهاڪو قريشين جي سخت مخالفت ۽ مزاحمت جي باوجود اسلام آهستي آهستي مگر نهايت مضبوطيءَ سان وڌي رهيو هو ۽ هر ايندڙ ڏينهن ۾ ڪنهن نه ڪنهن اهڙي شخصيت اسلام قبول ٿي ڪيو جنهن جي ڪري ڪافرن تي غم ۽ درد جا جبل ٿي پيا ۽ اسلام جي خلاف انهن جي انتقامي ڪارواين ۾ گهڻي سختي پيدا ٿيندي هئي حضرت حمزه رضي الله عنه جيڪو پنهنجي بهادريءَ ۽ نامور هجڻ ۾ بي مثال هو جڏهن مسلمان ٿيو ته ڪافرن کي سخت صدمو پهتو ۽ انهن بيت الله شريف جي حرمن ۾ هڪ ميٽنگ منعقد ڪئي قريشين جي ٻين رئيسن سان گڏ عقبه بن ربيعه به اتي موجود هو ۽ گفتگو دوران ان چيو ته اهو حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي خدمت ۾ وڃي ٿو ۽ کيس سمجهائي اسلام کان هٽائي ٿو جنهن جو تفصيلي ذڪر اوهان آيت ع ١٤ جي تفسير ۾ پڙهندا (انشاء الله العزيز) اهو جڏهن حضور پاڪ صلي الله عليه وسلم جن جي خدمت ۾ آيو ۽ ان پنهنجي ڊگهي گفتگو ختم ڪئي ته پاڻ ان جي جواب ۾ هيءَ سورة مبارڪه تلاوت ڪيائون جنهن کي ٻڌي اهو خاموشي اختيار ڪري واپس موٽيو. نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن تي ڪافرن جا اهي ئي اڳيان اعتراض هئا جن کي اهي هر موقعي تي وڌي شد ۽ مد سان پيش ڪندا هئا انهن جو پهريون اعتراض قرآن ڪريم جي الاهي ڪلام هجڻ تي هو ۽ انهن جي ذهن ۾ اها ڳالهه نٿي آئي ڪڏهن چوندا هئا ته هي پنهنجو ڪلام ٺاهي پڙهي ٿو ته ڪڏهن چوندا هئا ڪنهن کان سڪي پوءِ ٿو پڙهي ٻڌائي ۽ سندن اهو اعتراض اهڙو لغو هو جو ان کي ذڪر ڪرڻ به مناسب نه ٿي لڳو. قرآن ڪريم پنهنجي لاءِ زبردست حتمي ۽ قطعي انداز

۾ فرمايو ته ”اهو ان رب جو ڪلام آهي جيڪو رحمان ۽ رحيم آهي“ ۽ ان ارشاد سان اهي شڪ ۽ شبها خود بخود ختم ٿي ويا جيڪي ڪافرن جي ذهن ۾ پيدا ٿيندا هئا. ڪافرن جو ٻيو اعتراض الله جل شانہ جي توحيد تي هو اهي الله عزوجل جي هڪ هجڻ کي تسليم نه ڪندا هئا انهن پنهنجا ڪيترا ئي معبود ٺاهي رکيا هئا. هن سورة ۾ انهن جي انهن باطل خيالات جي ترديد لاءِ تڪويني دلائل جو ذڪر ڪيو ويو آهي جنهن جي آئيني ۾ الله تعاليٰ جي ڪامل قدرت، علم محيط ۽ ڪبريائي جا جلوا صاف صاف نظر اچي رهيا آهن. ۽ انهن کي متنبه به ڪيو ويو آهي ته: اوهان منهنجي محبوب عليه الصلوة والسلام جي خلاف جيڪو رويو رکيو آهي ان جا نتيجا نهايت خطرناڪ نڪرندا اوهان کان پهريان به وڏيون طاقتور قومون گذريون آهن جن جي مادي ترقي ۽ خوشحالي ٻڌي اچ به اوهان حيران ٿي وڃو ٿا مگر انهن جڏهن سندن ڏانهن موڪليلن رسولن علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام سان صحيح سلوڪ نه رکيو ته انهن کي تباهه ۽ برباد ڪيو ويو. اوهان به جيڪڏهن باز نه آيا ته اوهان جو به اهڙو حال ڪيو ويندو. هن سورة ۾ قيامت جو ذڪر ڪري انهن کي ٻڌايو ويو آهي ته اوهان جيڪي ڪجهه ڪيو پيا اوهان جي جسم ۾ هوندڙ اوهان جا عضوا اکين ڏٺي جا سرڪاري شاهد بڻجي اوهان جي خلاف شاهدي ڏيندا. ان وقت اوهان پنهنجي گناهن تي ڪهڙي طرح پردو وجهي سگهندؤ. ڪافر پنهنجا سڀ حيل هلائي چڪا هئا تائين اسلام جي پيش قدمي روڪي سگهن پر قرآن ڪريم جي تاثير انهن جا سڀ منصوبا مٽي ۾ ملائي ڇڏيا هئا ان جي ڪري انهن هي پروگرام طي ڪيو هو ته جڏهن به قرآن ڪريم جي تلاوت ڪئي وڃي ته ايترو گوڙ ۽ شور ڪيو جو ڪوبه قرآن ٻڌي نه سگهي. پر سندن اها تدبير به ڪامياب نه وئي. هن سورة مبارڪه ۾ حق وارن جي استقامت تي هجڻ واري شان کي به بيان ڪيو ويو آهي ۽ ان کان پوءِ اهڙن ٻانهن تي ٿيڻ وارن انعامن ۽ نوازشن جو به ذڪر ڪيو ويو آهي ته گڏوگڏ انهن سهڻن اخلاقن جو به ذڪر ٿيو جن سان اهي سينگاريل آهن آخر ۾ ٻڌايو ويو آهي ته الله تعاليٰ پنهنجي ڪلام جو پاڻ محفوظ ۽ نگهبان آهي - باطل کي ان ۾ داخل ٿيڻ جي ڪا قوت ۽ جرات ناهي.

پلائي ۽ برڪت.

هيءَ سورة پاڪ ايتري شاندار آهي جو حضور اڪرم صلي الله عليه وسلم جن هر روز تلاوت ڪندا هئا. بيهقي شعب الايمان ۾ حضرت خليل بن مرة رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلي الله عليه وسلم جن تيستائين نند نه فرمائيندا هئا جيستائين سورة ”تبارڪ“ ۽ سورة ”حم السجدة“ نه پڙهندا هئا (١) علماء عاملين جو قول آهي ته جنهن تي وقت جو حاڪم ناراض هجي اهو هن سورة کي صبح ۽ شام جو ڏهه ڏهه ڀيرا پڙهي ته اهو حاڪم ان تي راضي ٿي پوندو ۽ جنهن شخص جي اک ۾ ڪو عارضو هجي اهو هيءَ سورة لکي ڌوئي اهو پاڻي اک ۾ لڳائي يا ان پاڻيءَ ۾ سرمو وجهي سڪائي پيئهي اکين ۾ وجهي ته باذن الله ومشيئته شفاياب ٿيندو.

وَهِيَ اَرْبَعٌ وَخَمْسُونَ آيَةً	سُورَةُ حَمِ السَّجْدَةِ	وَسِتُّ رُكُوعَاتٍ
۽ اها چوونجاه آيتون	سوره حم السجده مڪيه آهي	۽ ڇهه رڪوع آهي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله جي نالي سان شروع ڪيان ٿو جيڪو گهڻو مهربان، هميشه رحم ڪندڙ آهي

حَمْ (١) تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَانِ الرَّحِيمِ (٢) كِتَابٌ فُصِّلَتْ

ح- مير نازل ڪرڻ آهي گهڻي مهربان، نهايت باجهاري وٽان ڪتاب جو تفصيل سان بيان ڪيون ويون

آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (٣) بَشِيرًا وَنَذِيرًا

ان جون آيتون قرآن عربي ان قوم جي لاءِ جيڪي ڄاڻن ٿا بشارت ڏيندڙ ۽ ڊيچاريندڙ

فَاعْرَضَ أَكْثَرَهُمْ فَبَهُمُ لَا يَسْمَعُونَ (٤) وَقَالُوا قُلُوبُنَا

پوءِ منهن موڙيو گهڻن انهن مان پوءِ اهي نٿا ٻڌن ۽ چيائون ته اسان جون دليون

فِي اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونا اِلَيْهِ وَفِي اِذْنَانَا وَقُرْ

پردن ۾ آهن ان کان جو سڏين ٿو اسان کي ان ڏانهن ۽ اسان جي ڪنن ۾ گهٻرائي آهي

وَمِنْ اَبَيْنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَامِلُونَ (۵)

۽ اسان جي ۽ تنهنجي وچ ۾ پردو آهي پوءِ تون (پنهنجو) عمل ڪر بيشڪ اسين به عمل ڪندڙ آهيون

تفسير

هن سورة جي اڳين سورة سان مناسبت هن جي تعارف ۾ بيان ٿي آئي آهي، وري لکڻ جي ضرورت ناهي. فرمان الاهي آهي. ”حَمْرَجَ“ هي مقطعات حروف آهن جن جي وضاحت اڳي به ٿيندي رهي آهي. سعيد بن جبیر عطاء خراسانيءَ جو قول آهي ته: ح- الله عز اسمہ جي نالن حکیم، حمید، حی، حلیم ۽ حنان جو مخفف آهي ۽ م- الله جي نالن ملک، مجید ۽ منان جو مخفف آهي (۱) ”تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ (هي ڪتاب) رحمن رحيم جي طرفان نازل ڪيل آهي ڪافر ان ڳالهه تي ضد ڪيو بيٺا هئا ته قرآن ڪريم الله جل شانہ جو ڪلام ناهي انهن جي ان ڳالهه کي رد ڪندي ارشاد ٿيو آهي ته: اوهان مڃيو يا نه مڃيو هي رشد ۽ هدايت جو صحيفو ڪنهن انسان جي دماغ جي تخليق ناهي بلڪه اهو رحمن، رحيم، الله عز اسمہ جي طرفان نازل ڪيل آهي. اڄ نٿا مڃيو پر سڀاڻي اوهان کي به مڃڻو پوندو. هتي رحمن ۽ رحيم اهي ٻه مبارڪ اسم ذکر ڪيل آهن جيڪي ان جي بي پايان رحمت ۽ بي انداز عنايت تي دلالت ڪندڙ آهن تانته ٻڌندڙن جي دل ۾ ان جي محبت پيدا ٿئي ۽ اهي خود بخود ان ڏانهن ڇڪجي اچن. ”كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ“ ڪتاب آهي جنهن جون آيتون کولي کولي بيان ڪيون ويون آهن. مطلب ته ان ڪتاب جي وڏي خوبي اها آهي ته اهو بالڪل واضح ۽ عام فهم آهي ان ۾ ڪا به پيچيدگي ناهي. ”قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ“ قرآن عربي ٻوليءَ ۾- ان قوم جي لاءِ

جيڪي ڄاڻن ٿا۔ يعني هي الاهي ڪلام ان ٻوليءَ ۾ آهي جيڪا عربي ۽ اوهان جي مادري زبان آهي جيڪي ماڻهو علم ۽ فهم جي صفت سان موصوف آهن اهي هن مان پورو پورو فائدو وٺي سگهن ٿا. ”بَشِيرًا وَ نَذِيرًا“ خوشخبري ڏيندڙ ۽ ڊيڄاريندڙ. هي ٻئي صفتون قرآن ڪريم جون آهن. يعني هي ڪتاب ان جي احڪام کي بجا آڻيندڙن جي لاءِ خوشخبري ڏيندڙ ان جي هدايتن تي نه هلندڙ کي بري انجام کان ڊيڄاريندڙ آهي تانته اهي پنهنجي اصلاح ڪن. ”فَاعْرِضْ أَكْثَرَهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ“ پوءِ انهن مان گهڻن منهن موڙيو پوءِ اهي ٻڌن ٿا. هي ڪافرن جي هٿ ڌرمي ۽ تعصب جو ذڪر ٿي رهيو آهي ته اهي قرآن ڪريم کان منهن موڙي ان جي احڪام کي نه ٻڌن ٿا نه قبول ڪري عمل ڪن ٿا.

”وَقَالُوا قُلُوبُنَا فُتِحَ أَكْثَرُ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ“ ۽ چيائون ته اسان جون دليون ان کان جنهن ڏانهن تون اسان کي سڏين ٿو پرڏن ۾ آهن. ”اڪنه“ ”ڪنان“ جو جمع آهي ان مان مراد اهو ڪپڙو يا غلاف آهي جنهن ۾ ڪنهن شيءِ کي چڱيءَ طرح ويڙهي رکيو آهي ”وَفُتِحَ أَذَانُنَا وَقُرْ“ ۽ اسان جي ڪنن ۾ گهٻرائي آهي. يعني پوڙائپ آهي اسين ٻڌون ٿا. ”وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ“ ۽ اسان ۽ تنهنجي وچ ۾ حجاب آهي. مطلب ته اسان ۽ تنهنجي وچ ۾ اهڙي شيءِ حائل آهي جو تنهنجي حق جو نور ان مان لنگهي اسان تائين نٿو پهچي. ”فَاعْمَلْ إِنَّا عَامِلُونَ“ پوءِ تون عمل ڪر اسين به عمل ڪندڙ آهيون. يعني اوهان پنهنجي طريقي تي ڪم ڪندا رهو اسين پنهنجي طريقي تي ڪم ڪري رهيا آهيون اسين اوهان جي اتباع نه ڪنداسون. (۱)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ۱- ”تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ (رحمن رحيم وٽان نازل ڪيل آهي) مان معلوم ٿيو ته قرآن پاڪ ٿورو ٿورو ٿي لٿو آهي ۽ اهو الله عزوجل جي شان، جمالي صفات جو مظهر آهي رحمت خداوندي جي ملڻ جو مرڪز آهي.

۲- ”قُرْآنًا عَرَبِيًّا“ (عربي ٻوليءَ ۾ قرآن) مان معلوم ٿيو ته قرآن ان جي عربي عبارت پڙهڻ جو نالو آهي. صرف ترجمي کي اها اهميت ناهي جيڪا اصل الفاظ کي

آهي صرف ترجمو پڙهڻ تي قرآن ڪريم جي عربي الفاظ پڙهڻ وارو حڪم جاري نه ٿيندو. نه ان جي پڙهڻ سان تلاوت جو سجدو پوندو نه صرف ترجمو پڙهڻ سان نماز ادا ٿيندي. (١)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ

فرماء ته مان ته رڳو بشر آهيان اوهان جي مثل (ظاهر ۾) وحي ڪيو ٿو وڃي مون ڏانهن

أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ

بيشڪ معبود اوهان جو معبود هڪ آهي پوءِ پورو توجه ڏيو ان ڏانهن ۽

وَأَسْتَغْفِرُوهٖ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ^(٦) الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ

مغفرت طلب ڪيو ان کان ۽ ويل آهي مشرڪن جي لاءِ جيڪي نٿا ڏين

الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ^(٧) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

زڪواة ۽ اهي ئي آخرت جا انڪار ڪندڙ آهن بي شڪ جن ايمان آندو

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ^(٨) قُلْ

۽ ڪيائون صالح عمل انهن جي لاءِ ثواب ان ڪٿ آهي فرماء ته

إِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ

ڇا بلاشڪ اوهان البتہ ڪفر ڪيو ٿا ان جو جنهن پيدا ڪئي زمين ٻن ڏينهن ۾

وَتَجْعَلُونَ لَهُٗٓ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ^(٩) وَجَعَلَ فِيهَا

۽ ڪيو ٿا ان جي لاءِ شريڪ اهو جهانن جو رب آهي ۽ ڪيائين ان ۾

١٤٨٥

رَوَّاسِيْ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا أَقْوَاتَهَا

جبل ان جي مٿان ۽ برڪت وڌائين ان ۾ ۽ مقرر ڪيائين ان ۾ قوت انهن جا

فِيْ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ (١٠) ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ

ڇڻ ڏينهن ۾ برابر ٿي ڀڄندڙن جي لاءِ ان کان پوءِ توجه فرمايائين آسمان ڏانهن

وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا

۽ اهو دونهون هو پوءِ فرمايائين ان کي ۽ زمين کي ته اچو خوشيءَ سان يا نا خوشيءَ سان

قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ (١١) فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ

چيائين ته آيا سون خوشيءَ سان پوءِ بنايائين انهن کي ست آسمان

فِيْ يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ

ٻن ڏينهن ۾ ۽ حڪم موڪليائين هر آسمان ۾ ان جي ڪم جو ۽ سينگاريسون آسمان

الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَحِفْظًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (١٢)

دنيا واري کي ڏيئڻ سان ۽ حفاظت لاءِ اها تقدير غالب ڄاڻندڙ جي آهي.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جو قول ذڪر ڪيو ويو ته اسان جون دليون ڀرڻ ۾ آهن

۽ هتي انهن جو جواب بيان ٿي رهيو آهي ته ”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا

الْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ“ (فرماءِ ته مان ته اوهان جي مثل (ظاهر

۾) بشر آهيان مون ڏانهن وحي ڪيو ٿو وڃي ته تحقيق اوهان جو معبود (صرف)

هڪ معبود بالحق آهي پوءِ ان ڏانهن متوجه ٿيو ۽ ان کان مغفرت طلب ڪيو. مطلب

تہ اي پيارا رسول! (صلى الله عليه وسلم) اوهان انهن کي فرمايو تہ مان جنس، صورت ۽ هيئت ۾ اوهان جهڙو بشر آهيان نہ ملائڪ آهيان نہ جن جو اوهان کي مون سا ملڻ ممڪن ناهي ۽ نہ مان اوهان کي اهڙي ڳالهہ ڏانهن ٿو سڏيان جيڪا عقل ۽ سمجھہ ۾ نہ اچي، مون تہ اوهان کي اهو ٻڌايو آهي تہ مون ڏانهن وحي موڪليو وڃي ٿو تہ اوهان جو سڄو معبود هڪ آهي ان جي توحيد عقلي ۽ نقلي، آفاقي ۽ انفيسي دليلن سان ثابت آهي پوءِ ان ڏانهن ئي متوجہ ٿي ان هڪ جي عبادت ڪيو ۽ ان کان پنهنجن ڪيلن گناهن جي مغفرت طلب ڪيو. ”وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ“ ۽ انهن مشرڪن جي لاءِ ويل آهي جيڪي زڪوة نٿا ڏين ۽ اهي ئي آخرت جا انڪار ڪندڙ آهن. هتي زڪوة مان مراد حضرت ابن عباس رضي الله عنهما جي بقول شهادت جو ڪلمو نہ پڙهڻ آهي ۽ عڪرمه جو بہ قول اهو آهي. جيئن ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا“ يا ”قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى“ ۾ ارشاد آهي ۽ اتي زڪوة مان مراد نفس کي گندن اخلاقن کان پاڪ ڪرڻ آهي ۽ ان ۾ اهر شرڪ کان پاڪائي آهي (۱) اڪثر مفسرن ان مان مراد مال جي زڪوة ورتي آهي پر علامه ابن ڪثير لکيو آهي تہ ان تي اعتراض آهي ڇو تہ هيءَ آيت مڪيه آهي ۽ زڪوة سنہ ۲ هجري ۾ مدينه منوره ۾ فرض ٿي هئي. ها هن طرح اختلاف ختم ڪري سگهجي ٿو تہ زڪوة ۽ صدقي جو امر بعثت جي ابتداء ۾ ٿيو هو پر ان جو نصاب ۽ مقدار جو بيان ۽ فرضيت جو امر مدينه منوره ۾ آيو هو جيئن شروعات ۾ نماز سج اڀرڻ ۽ لهڻ کان اڳي پڙهي ويندي هئي ۽ هجرت کان ڏيڍ سال اڳي الله عزوجل پنهنجي رسول ڪريم صلى الله عليه وسلم جن تي پنج نمازون فرض ڪيون ۽ انهن جا شرائط ۽ ارڪان تفصيل سان بيان ڪيا. والله اعلم. (۲)

”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ“ بلاشڪ جن ايمان آندو ۽ صالح عمل ڪيا انهن جي لاءِ اڻ ڪٽ اجر آهي. مطلب تہ جن ٻانهن ايمان آندو ان جي نور سان منور ٿيا ۽ سٺا، سهڻا ۽ صالح اعمال ڪيائون الله عزوجل وٽان انهن کي جيڪو اجر ملندو اهو ڪڏهن ڪٽندو ڪونه. ”قُلْ أَنتُمْ لَكُمْ فَتْرٌ وَبِالَّذِي خَلَقَ

الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٢﴾ فرمائي ته چا بلاشڪ اوهان ان (الله) جو انڪار ڪيو ٿا جنهن زمين کي ٻن ڏينهن ۾ پيدا ڪيو ۽ ان جي لاءِ شريڪ بنايو ٿا، اهوئي جهانن جو رب آهي. يعني هي زمين جنهن تي اوهان آباد آهيو جنهن جي فضا ۾ اوهان ساھ ڪڻو پيا ان کي اوهان جي ڪنهن بت يا ديوتا پيدا نه ڪيو آهي اها ته اوهان جي بتن کان به اڳي پيدا ڪيل آهي چا اوهان ان سچي معبود جو انڪار ڪيو ٿا جنهن ان زمين کي ٻن ڏينهن ۾ وجود ڏنو ۽ اوهان ان الله جل شانہ جا ٻيا شريڪ بنايو ٿا؟ چا انهن ۾ ڪابه اهڙي طاقت آهي جو ڪجهه پيدا ڪيو اٿن. جڏهن نه پيدا ڪيو اٿن ۽ نه پيدا ڪري سگهندا ته پوءِ انهن کي ڇڏي ڏيو. جنهن اهي پيدا ڪيا اهوئي سڀني جهانن جو رب آهي. ٻن ڏينهن مان مراد موجود ڏينهن ناهن بلڪه ٻه دور آهن يا مطلق وقت. (۱) علامه احمد بن محمد مالڪي خلوتي حضرت ابن عباس رضي الله عنهما جو قول لکيو آهي ته: الله سبحانه وتعالى هڪ ڏينهن پيدا ڪيو ان جو نالو ”يَوْمُ الْآحَدِ“ (آچر جو ڏينهن) رکيائين. ٻيو ڏينهن پيدا ڪري ان جو نالو ”يوم الاثنين“ (سومر جو ڏينهن) رکيائين.

ٽيون ڏينهن پيدا ڪري ان جو نالو ”يوم الثلاثاء“ (اڱاري جو ڏينهن) رکيائين. چوٿون ڏينهن پيدا ڪري ان جو نالو ”يوم الاربعاء“ (اربعاء جو ڏينهن) رکيائين.

پنجون ڏينهن پيدا ڪري ان جو نالو ”يوم الخميس“ (خميس جو ڏينهن) رکيائين.

ڇهون ڏينهن پيدا ڪري ان جو نالو ”يوم الجمعة“ (جمعي جو ڏينهن) رکيائين.

ستون ڏينهن پيدا ڪري ان جو نالو ”يوم السبت“ (ڇنڇر جو ڏينهن) رکيائين.

پوءِ زمين آچر ۽ سومر جي ڏينهن پيدا فرمايائين ۽ جبل اڱاري جي ڏينهن ۽ نهرون، وڻ ۽ ڳوٺن جا علائقا اربعاء جي ڏينهن، ۽ پکي، جانور، زمين تي چرندڙ جيت وغيره خميس جي ڏينهن ۽ انسان جمعي جي ڏينهن ۽ باقي خلق کان ڇنڇر

جي ڏينهن فارغ ٿيو. ۽ اهو قول صحيح آهي. (١) واللہ اعلم.

وڌيڪ آسمانن ۽ زمين جي تخليق جي متعلق مفصل بحث وڌن تفسيرن ۾ لکيل آهي اتي ڏسي سگهجي ٿو ”وَجَعَلَ فِيهَا رَؤَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا“ ۽ ان ۾ ان جي مٿان جبل پيدا ڪيائين. يعني الله عزوجل زمين جي توازن کي درست رکڻ جي لاءِ ان جي مٿان جبل رکيا جيئن قرآن ڪريم جي متعدد آيتن ۾ آيو آهي. ضروري نه هو ته جبل زمين جي مٿان رکيا وڃن زمين ۾ اندر به رکيا وڃن ها ته اهو فائدو حاصل ٿئي ها پر زمين جي مٿان رکي ۽ انهن جي بلنديءَ کي عام انسانن ۽ ٻين جانورن جي پهچ کان پري رکڻ ۾ هزارين بلڪه بي شمار فائدا آهن ان جي ڪري هن آيت ۾ ”مِنْ فَوْقِهَا“ جي لفظ سان ان خاص نعمت ڏانهن اشارو ڪيل آهي. ”وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلنَّاسِ لَيْلٌ“ ۽ ان ۾ برڪتون وڌائين ۽ ان ۾ انهن جا قوت چئن ڏينهن ۾ مقرر ڪيائين. پڇڻ وارن جي لاءِ برابر آهي. يعني الله جل شانہ زمين ۾ برڪت پيدا فرمائي قسم قسم جون ڪاٺيون، وڻ، ميوا، اناج وغيره ان مان نڪرن ٿا ۽ مالڪ مٺي ان زمين ۾ رهندڙن جي لاءِ انهن جي غذا ۽ کاڌي جو انتظام ڪيو ۽ ملڪ ۽ علائقي ۾ اتي جي رهاڪن جي طبيعتن ۽ ضرورتن جي موافق خوراڪ مهيا ڪئي. اهي سڀ ڪم چئن ڏينهن جي وقت ۾ ٿيا. ٻن ڏينهن جيتري وقت ۾ زمين پيدا ڪئي وئي ۽ ٻن ڏينهن جيتري وقت ۾ ان جي متعلقات جو بندوبست ڪيو ويو. هتي ڏينهن مان مراد اڄ ڪلهه وارا ڏينهن ناهن چو ته سج ۽ چنڊ جي پيدائش کان اڳي انهن جو وجود تصور ۾ ئي نه هو ان جي ڪري ان مان مراد انهن ڏينهن جو مقدار هوندو. (٢) ۽ ”اها پڇندڙن جي لاءِ برابر آهي“ جو مطلب ته الله اهو سڀ انتظام سائن جي لاءِ ته برابر ٺاهيو پر غير سائن جي لاءِ به اهوئي آهي. (٣) ”ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ“ ان کان پوءِ آسمان ڏانهن توجه فرمايائين ۽ اهو دونهون هو. ”اسْتَوَىٰ“ جو صلہ جذهن الي هجي ته ان جي معنيٰ توجه ڪرڻ ٿيندي آهي. ان جي ڪري هتي معنيٰ ٿيندي ته پوءِ الله تعاليٰ آسمان جي طرف توجه فرمايو ۽ اهو پهريان دونهون هو. ڪڪرن ۽ دونهين جو ماده هو جنهن مان ان پنهنجي ڪامل قدرت سان ست آسمان پيدا ڪيا. ”فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا“

پوء ان کي ۽ زمين کي فرمايائين ته ٻئي خوشيءَ يا نا خوشيءَ سان اچو. يعني آسمان ۽ زمين ٻنهي کي حڪم فرمايائين ته جنهن فرض جي سر انجام ڏيڻ لاءِ اوهان پيدا ڪيا ويا آهيو ان جي پوري ڪرڻ جي لاءِ حاضر ٿيو ان ۾ اوهان جي مرضيءَ جو ڪوبه دخل ناهي اوهان پسند ڪيو يا نه ڪيو اوهان کي اسان جي فرمان تي عمل ڪرڻو آهي ”قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِينَ“ چيائون ته اسين خوشيءَ سان حاضر ٿيا آهيون. يعني زمين ۽ آسمان ٻنهي عرض ڪيو ته اسين نهايت خوشيءَ سان اوهان جي حڪم جي تعميل ڪرڻ جي لاءِ حاضر آهيون ”فَقَضَهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ“ پوءِ انهن کي ٻن ڏينهن ۾ ست آسمان بنايائين. مطلب ته الله جل شانہ ٻن ڏينهن (جي مدت) ۾ ستي آسمان ٺاهيا ۽ هر آسمان جي حال موافق اتي احڪام ۽ هدايتون جاري ڪيائين تانته انهن ۾ رهندڙ مخلوق الله عزوجل جي منشا مطابق عمر گذاري. ”وَاَوْحٰى فِىْ كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا“ ۽ هر آسمان ۾ پنهنجو حڪم وحي ڪري موڪليائين. ”وَزَيَّنَّا السَّمٰوٰتِ الدُّنْيَا بِمَصٰبِيحٍ“ اسان ويجهي آسمان کي تارن سان سينگاريو آهي، جو جڏهن سج لهندو آهي رات جو انڌيرو چاڻچندو آهي ته آسمان جا تارا چمڪڻ شروع ڪندا آهن ۽ رات جي اوندھ انهن جي چمڪاڻ سان گهٽجندي آهي. ”وَحِفْظًا“ ۽ حفاظت جي لاءِ. هي فعل محذوف جو مفعول مطلق آهي، يعني اسان جيترو آسمان کي خوبصورت بنايو آهي اوترو ئي ان کي محفوظ ۽ مستحڪم به رکيو ائين ان ۾ ڪو ڦاڙ نظر نٿو اچي هر طرح جي ٻاهرين مداخلت کان محفوظ آهي ”ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ اها غالب، ڄاڻندڙ جي تقدير آهي. يعني هي سارو نقشو، هر شيءِ جي لاءِ مناسب محل ۽ مقام جو تعين، هر وڏي ۽ ننڍي شيءِ جي لاءِ فرائض ۽ واجبات جو تقرر، هي عقلن کي حيران ڪندڙ انتظام، اها سموري منصوبه بندي ۽ ان منصوبا بنديءَ جي عملي تطبيق ان خداوند قدوس جي قدرت جو ڪرشمو آهي جيڪو سڀني کان غالب، هر شيءِ ڄاڻندڙ آهي. (١)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

١- ”قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلٰى“ (فرماء ته مان ته رڳو اوهان جي مثل

بشر آهيان مون ڏانهن وحي ڪيو وڃي ٿو). هن مان مراد حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي ظاهري بشريت آهي سندن حقيقت نور آهي جيئن سيرت مبارڪه جي موضوع تي لکيل ڪيترن ئي ڪتابن ۾ سيدنا امام زين العابدين کان روايت آهي ان پنهنجي پيءُ حضرت سيدالشهداء امام حسين کان ان پنهنجي والد حضرت علي رضي الله عنهم کان صحيح سند سان روايت آندي آهي ته رسول الله صلي الله عليه وسلم جن فرمايو ”مان آدم جي خلقت کان چوڏهن هزار (١٤٠٠٠) سال اڳي پنهنجي رب جي اڳيان نور هوس“ (هيءَ حديث بين سيرت نگارن کان سواءِ اشرف علي صاحب ديوبندي پنهنجي لکيل ڪتاب نشرالطيب جي شروعات ۾ آندي آهي ۽ هيٺان حاشيي ۾ لکيو اٿس ته هن سند کي سلسله الذهب (سون جي زنجير) سڏيو ويندو آهي. (١) جڏهن پاڻ پهرين بشر حضرت آدم عليه السلام کان به اڳي هئا ته پوءِ حقيقت ۾ نور آهن ان جو انڪار ڪرڻ غلط آهي. ٢- ”لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ“ (انهن جي لاءِ اڻ ڪٽ اجر آهي) مان معلوم ٿيو ته صالحن مومن جي لاءِ جنت جون نعمتون اڻ ڪٽ هونديون يا جيڪو مؤمن مسلمان جوانيءَ ۾ صالح عمل گهڻا ڪندڙ هوندو هاڻي پوڙهائپ جي ڪري نٿو ڪري سگهي ته ان کي پوڙهائپ جي حالت ۾ به عمل نه ڪرڻ جي باوجود جوانيءَ جي عملن وارو ثواب ملندو رهندو گهٽ نه ٿيندو. ٣- ”ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ (اها غالب، ڄاڻندڙ جي تقدير آهي) ذهن ۾ رکڻ گهرجي ته قرآن حڪيم اهڙو ڪتاب ناهي جنهن ۾ رڳو ڪائنات جي تخليق، تخليق جي دؤر ۽ مدارج جو تعين مقصود هجي، البتہ جهان جي پيدائش جي متعلق ڪٿي ڪٿي قرآن ڪريم ۾ جيڪي اشارا آهن سائنس جي تحقيقات به اوڏانهن موٽي رهي آهي. علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته: زمين ۽ آسمان جي پيدائش کان اڳي الله تعاليٰ جو عرش پاڻيءَ تي هو الله جل جلاله ان پاڻيءَ ۾ حرارت پيدا ڪئي ته ان مان بگجي ۽ دونهون بلند ٿيو گجي پاڻيءَ جي سطح تي بيٺي رهي ۽ الله عزوجل ان ۾ خشڪي پيدا ڪري ان مان زمين ٺاهي ۽ جيڪو دونهون بلند ٿيو هو ان مان آسمان پيدا ڪيائين. (٢) سائنس جي جديد تحقيقات به ان نظريي جي تمام گهڻو ويجهو اچي رهي آهي.

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً

پوء جيڪڏهن منهن موڙين ته پوءِ فرماءِ ته ڏيڄاريو مون اوهان کي عذاب کان

مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (١٣) إِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ

مثال عذاب عاد ۽ ثمود جي جڏهن آيا انهن وٽ رسول

مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ

اڳيان انهن جي ۽ پويان انهن جي هن لاءِ ته نه عبادت ڪيو مگر الله جي

قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً

چيائون ته جيڪڏهن گهري ها اسان جو رب ته البتہ لاهي ها ملائڪ

فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ (١٤)

پوءِ بيشڪ اسين ان جو جنهن سان اوهان موڪليا ويا آهيو ڪفر ڪندڙ آهيو

فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا

پوءِ پر عاد (وارن) پوءِ تڪبر ڪيائون زمين ۾ ناحق ۽ چيائون

مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَكِرُوا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي

ڪير وڌيڪ ڏاڍو آهي اسان کان قوت ۾ ڇا نه ڏٺائون ته بيشڪ الله جنهن

خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً لَوْ كَانُوا بِآيَاتِنَا

پيدا ڪيو انهن کي اهو وڌيڪ ڏاڍو آهي انهن کان قوت ۾ ۽ اسان جي آيتن جو

يَجْحَدُونَ (۱۵) فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ

انڪار ڪندا هئا پوءِ موڪليو سون انهن تي واءِ سخت نحس

نَحْسَاتٍ لِّنِذْيُقَهُمْ عَذَابَ الْحِزْبِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

ڏينهن ۾ تانت ۾ چڪايون انهن کي خوريءَ وارو عذاب دنيا واري حياتيءَ ۾

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ (۱۶)

۽ البتہ آخرت جو عذاب وڌيڪ خوار ڪندڙ آهي ۽ اهي نہ مدد ڪيا ويندا

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ

۽ پر ثمود (وارن کي) پوءِ هدايت ڪئي سون انهن کي پوءِ پسند ڪيائون انداڻپ کي

عَلَى الْهُدَىٰ فَآخَذْتَهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا

هدايت تي پوءِ پڪڙيو انهن کي ڪڙڪي عذاب، خوار ڪندڙ جي ان سببان جو

يَكْفُرُونَ (۱۷) وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۱۸)

ڪيائون تي ۽ ڇڏايو سون انهن کي جن ايمان آندو ۽ ڊڄندا هئا.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جي منهن موڙڻ جو بيان هو ۽ هتي انهن کي منهن موڙڻ جي ڪري ايندڙ عذاب کان ڊيچارڻ جو حڪم ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”قَالَ اَعْرَضُوا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَتَمُودُ اِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ“ پوءِ جيڪڏهن منهن موڙين ته پوءِ فرماءِ مون اوهان کي عاد ۽ ثمود جي عذاب جهڙي عذاب کان ڊيچاريو آهي جڏهن انهن وٽ

انهن جي اڳيان ۽ انهن جي پويان رسول آيا ته هڪ سڄي معبود کان سواءِ ڪنهن جي عبادت نه ڪيو.

يعني اي محبوب! (ڪريم صلي الله عليه وسلم) اوهان پنهنجي قوم جي مشرڪن کي فرمايو ته جيڪڏهن اوهان الله عزوجل جي حڪم کان روگرداني ڪئي ته اوهان تي به عاد ۽ ثمود جي قومن وارا عذاب ڪٽڪندا جن انهن وٽ مسلسل اچڻ وارن نبين علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام کي نه مڃيو هو. انهن کين اها هدايت ڪئي هئي ته هڪ الله جل شانہ کان سواءِ ڪنهن جي به عبادت نه ڪيو.

”قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ“ چيائون ته جيڪڏهن اسان جو رب گهري ها ته ملائڪ لاهي ها پوءِ اسان ان ڳالهه جا جنهن سان اوهان موڪليا ويا آهيو انڪار ڪندڙ آهيون. يعني انهن حق جي قبول ڪرڻ کان انڪار ڪندي چيو ته جيڪڏهن الله عزوجل اسان کي هدايت ڪرڻ گهري ها ته ڪو ملائڪ موڪلي ها. اوهان کي رسول نه بنائي ها اسين اوهان جي رسالت کي ڪونه ٿا مڃيون. ”فَأَمَّا عَادُ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ وَأَمْوَءٌ عَلَى الْأَرْضِ وَآلِهَةٌ فِي الْأَرْضِ لِيُتْلَىٰ أَوْ لِيُنَبِّئَ الْوَعْدَ الْأُولَىٰ ۖ فَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَافِرُونَ“ (جي قوم وارن) پوءِ زمين تي ناحق وڌائي ڪئي ۽ چيائون ته قوت ۾ اسان کان وڌيڪ ڪير آهي؟ يعني عاد قوم وارن انهن ڏانهن موڪليل الله جل شانہ جي پياري رسول (علي نبينا وعليهم الصلوة والسلام) کي نه مڃندي انڪار ڪندي چيو ته ڪير اسان کان وڌيڪ قوت وارو آهي جيڪو اسان کي سزا ڏيندو؟ اهي قد ۾ ڊگها ۽ جسماني لحاظ سان مضبوط هوندا هئا تڏهن حضرت هود عليه السلام کي ائين چيو هئائون (۱) الله عزوجل انهن جو رد ڪندي فرمايو ”أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَتَذَكَّرُونَ“ (۲) ”وَكَاْنُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ“ ۽ اسان جي آيتن جو انڪار ڪندا هئا. يعني اسان جيڪي آيتون پنهنجن پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام تي نازل فرمايون انهن کي سمجهندا به هئا

سڃاڻندا به هئا ان هوندي به هرو ڀرو انهن جو انڪار ڪري پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام جي بي فرماني ڪندا هئا ۽ انهن آيتن مان هي مراد به ٿي سگهي ٿي ته اسان جيڪي تڪويني نشانين دنيا ۾ قائم ڪيون آهن ۽ دليل بيهاريا آهن انهن جو انڪار ڪندا هئا (۱)

”فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ لِنَبْلُوهُمْ أَعَذَابُ الْحَرِّ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا پوءِ اسان انهن تي منحوس ڏينهن ۾ ڪڙڪيدار هوا موڪلي تانته انهن کي دنيوي حياتيءَ ۾ خوار ڪندڙ عذاب چڪايون. ”صرصرا“ ڪڙڪيدار ۽ سخت ٿڌي هوا کي سڏيو ويندو آهي. الله جل شانہ انهن تي اهڙي سخت ٿڌي ۽ آواز ڪندڙ هوا موڪلي جنهن جي شور سان ڪن جا پردا ڦاٽي ٿي پيا اها اٺ راتيون ۽ ست ڏينهن هلي ان هوا سندن جاين کي پاڙان پئي اڇلائي ڇڏيو هو ۽ ان جي شدت برداشت نہ ڪندي اهي ائين ٿي ڪريا جيئن ڪجين جا پراڻا ٿڙ پاڙان پئجي وڃي ڪرن. اهو عذاب انهن تي هڪ اربعاءَ جي ڏينهن کان شروع ٿيو پئي اربعاءَ جي ڏينهن (۽ خميس جي رات تائين) هلي پورو ٿيو. (۲) ”وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْثَرُ وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ“ ۽ البته آخرت جو عذاب وڌيڪ خوار ڪندڙ آهي ۽ اهي مدد نہ ڪيا ويندا. يعني خوار ۽ ڏليل ڪرڻ جي لحاظ سان آخرت وارو عذاب دنيا جي عذاب کان وڌيڪ آهي ۽ انهن ڪافرن جي اتي ڪو مدد نہ ڪري سگهندو. ”وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ“ ۽ پر ٿمود (جي قوم وارن) کي پوءِ اسان هدايت ڏني انهن هدايت جي بجاءِ انداڻپ سان محبت رکي. يعني اسان ٿمود جي قوم وارن ڏانهن سندن نبي حضرت صالح عليه السلام جي ذريعي هدايت موڪلي پر انهن هدايت جي بجاءِ انداڻپ، گمراهي پسند ڪئي هدايت جي نور سان روشن نہ ٿيا. تڪويني توڙ تشريعي دلائل نہ ڏنائون ”فَاخَذَتْهُمْ سَعْيًا الْعَذَابُ الْهُونَ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ“ پوءِ انهن کي خواري واري عذاب جي ڪڙڪي سندن ئي ڪمائيءَ جي ڪري پڪڙيو. يعني الله جل شانہ جي توحيد کي نہ مڃڻ، ان جي پيارن پيغمبرن عليهم الصلوة والسلام جي بي فرماني ڪرڻ، انهن کي ڪوڙو ڇوڻ جي ڪري کين سخت ۽ خوار ڪرڻ واري عذاب پڪڙيو. ”وَلَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ“ ۽

اسان انهن کي ڇڏايو جن ايمان آندو ۽ پرهيزگار بڻيا هئا. يعني ان عذاب کان اسان مؤمنن ۽ متقين کي محفوظ رکيو.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا. ۱- إِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ (جڏهن انهن وٽ رسول آيا) مان معلوم ٿيو ته ڪنهن به قوم تي عذاب تڏهن آيو جڏهن انهن رسولن عليهم الصلوة والسلام جو انڪار ڪيو. مگر اسان جي آقا نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن جي امت تي دنيا ۾ آسمان کان عام عذاب نه آيو ۽ نه انشاء الله عزوجل ايندو ها خاص ماڻهن تي اچي سگهي ٿو ۽ آخري زماني ۾ ته ايندو. ۲- "فَأَسْتَكْبِرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ" (پوءِ زمين ۾ ناحق تڪبر ڪيائون) مان معلوم ٿيو ته تڪبر حق به آهي ناحق به آهي، ناحق تڪبر برو آهي جيئن ڪافرن ڪيو. حق تڪبر پلو آهي جيئن مؤمن ڪافر جي مقابلي ۾ ڪري جو دين ۽ ايمان جي لحاظ سان پاڻ کي ان کان پلو سمجهي پر نبين عليهم الصلوة والسلام ۽ الله جي مقبول ٻانهن ولين جي مقابلي ۾ پاڻ کي پلو سمجهڻ، ڪفر آهي يا حرام. ۳- "فَنُفِئَ آيَاتِ نَحْسَاتٍ" منحوس ڏينهن ۾. سمجهڻ گهرجي ته اسلامي اصول ۽ حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن جي حديثن مان ثابت آهي ته ڪوبه ڏينهن يا رات پنهنجي ذات ۾ منحوس ناهي، عاد قوم تي جن ڏينهن ۾ عذاب آيو انهن کي "نحسات" چوڻ جو مطلب آهي ته اهي ڏينهن ان قوم جي حق ۾ مٿن عذاب اچڻ جي ڪري منحوس هئا ان مان اهو لازم ناهي ته اهي ڏينهن هر ڪنهن جي لاءِ منحوس آهن. (۱) علامه آلوسي عليه الرحمة لکيو آهي ته: هي ائين ناهي جيئن ماڻهو سمجهندا آهن ته ڪي وقت منحوس آهن. (۲) علامه محمد بن عبدالله المعروف بابن عربي عليه الرحمة لکيو آهي ته "عاد جي قوم تي اربعاء کان اربعاء ڏينهن تائين عذاب اچڻ جي ڪري ماڻهو اربعاء جي ڏينهن کي منحوس سمجهندا آهن ۽ ان ۾ سفر ڪرڻ کي پسند نه ڪندا آهن پر اهو صحيح ناهي. اربعاء جو ڏينهن عجيب ڏينهن آهي. ان ڏينهن ۾ الله تعالى نور پيدا ڪيو ۽ حديث (مبارڪ) ۾ آهي ته "الله تعالى اربعاء جي ڏينهن مضبوطيءَ جو مادو پيدا فرمايو جنهن سان

هر شيء کي مضبوط ڪيائين يعني سون، چاندي، ٽامي، لوه ۽ ڪٽ جون ڪاٿيون.
پوءِ جنهن ڏينهن ۾ تڪليفون پيدا ٿيون ماڻهو ان کي برو نٿا سمجهن ۽ جن ڏينهن
۾ نور ۽ مضبوط ڪندڙ شيون پيدا ٿيون ماڻهو ان کي برو سمجهن ٿا. هي ڪليل
جهالت آهي ۽ مغازي ۾ آهي ته نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن احزاب جي جنگ
وقت ڪافرن تي فتح حاصل ڪرڻ جي لاءِ سومر کان اربعاء تائين ظهر کان عصر جي
وچ ۾ دعا گهرندا رهيا ۽ اها سندن دعا مستجاب ٿي. هيءَ نهايت پلي گهڙي آهي.
صحيح روايتون هن ڏينهن جي پلائيءَ تي دلالت ڪندڙ آهن. اهڙي ڏينهن کي غير
صحيح حديثن سان منحوس چوڻ ڪيئن ٿو ٺهي ۽ ڪن ماڻهن شمسي حساب سان
ڪيترن ڏينهن کي ڪرامت وارو قرار ڏيئي نقشو ٺاهيو آهي. ان ۾ نهارڻ به
مسلمان جي لاءِ حلال ناهي ۽ نه ان ۾ مشغول ٿيڻ گهرجي. (۱) والله اعلم.

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (۱۹)

۽ جنهن ڏينهن اٿاريا ويندا الله جا دشمن باهه ڏانهن پوءِ اهي (هڪ ٻئي لاءِ) ترسايو ويندا

حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ

تائجو جڏهن ايندا ان وٽ ته شاهدي ڏيندا انهن تي ڪن انهن جاءِ اڪيون انهن جون

وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲۰) وَقَالُوا لَجُلُودُهُمْ لِمَ شَهِدَتْهُمْ

۽ ڪلون انهن جون جيڪي ڪندا هئا ۽ چوندا پنهنجين ڪلن کي ته ڇو شاهدي ڏني اوهان

عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

اسان تي ته چونديون ڳالهه رايو اسان کان الله جنهن ڳالهه رايو هر شيءِ کي

وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تَرْجَعُونَ (۲۱)

۽ انهيءَ پيدا ڪيو اوهان کي پهريون ڀيرو ۽ ان ڏانهن ئي موٽايا ويندو

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَشِيرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ

۽ نٿي ڀرڊو ڪيو اوهان هن کان ته شاهدي ڏيندا اوهان تي ڪن اوهان جا ۽ نه اڪيون اوهان جون

وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا

۽ نه ڪلون اوهان جون ۽ پر گمان ڪيو اوهان ته بيشڪ الله نٿو ڄاڻي گهڻو ان مان

تَعْمَلُونَ (٢٢) وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ

جيڪي ڪيو پيا ۽ اهو اوهان جو (اهو) گمان آهي جيڪو گمان ڪيو اوهان پنهنجي رب ۾

أَرَدْنَكُمْ فَاصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (٢٣) فَإِنْ يَصْبِرُوا

هلاڪ ڪيائين اوهان کي پوءِ ٿي پيئو نقصان وارن مان پوءِ جيڪڏهن صبر ڪندا

فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (٢٤)

پوءِ باهه جاءِ آهي انهن جي لاءِ ۽ جيڪڏهن معافي طلب ڪندا تاهن اهي معافي ڏنلن مان

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ڪافرن کي دنيا ۾ ملندڙ عذاب جو بيان هو ۽ هتي انهن کي پيش

اچڻ واري آخرت جي عذاب جو بيان ڪندي فرمان ٿي رهيو آهي ”وَيَوْمَ يُحْشَرُ

أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ“ ۽ (ياد فرماءِ) جڏهن الله جا دشمن باهه ڏانهن

اٿاريا ويندا پوءِ (اهي پوين جي پهچڻ لاءِ) ترسايا ويندا. مطلب ته الله جي دشمنن

ڪافرن جون مختلف جماعتون جڏهن اٿاري جهنم ڏانهن روانيون ڪيون وينديون

ته اهي پويان اچڻ وارن جي انتظار ۾ جهنم جي ويجهو روڪيون وينديون ”حَتَّىٰ إِذَا

مَا جَاؤُهُمْ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ تانجو

جڏهن ان وٽ ايندا ته انهن تي سندن ڪن ۽ سندن اڪيون ۽ سندن ڪلون انهن

عملن جي شاهدي ڏينديون جيڪي ڪندا هئا. مطلب ته انهن جي ڪيلن عملن جي شاهدي سندن ڪن ۽ اکيون ۽ ڪلون ڏينديون اسان جي زندگيءَ جو هر ڪم ٿيپ ٿي رهيو آهي اسان جي اعمال جو ناقابل ترديد رڪارڊ تيار ٿي رهيو آهي قيامت جي ڏينهن جيڪڏهن ڪو انڪار ڪندي ڪرامًا ڪاتبين جي شاهدي نه مڃيندو ته سندس مذڪوره اعضاء کي ڳالهائڻ جو اذن ملندو ۽ جڏهن اهي شاهدي ڏيندا تڏهن وري ڪنهن به ڳالهه جو انڪار نه ڪندو ”وَقَالُوا لَاحِقُ دُھْمٍ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا لَوْ أَنَّا نُنْقِطُ الْإِنِّ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ“ ۽ پنهنجين ڪلن کي چوندا ته اسان تي اوهان شاهدي ڇو ڏئي؟ چونديون اسان کان ان الله ڳالهايو جنهن هر شيءِ کان ڳالهايو آهي. يعني اهي پنهنجين ڪلن کان پڇا ڪندا ته اوهان اسان تي شاهدي ڇو ڏئي؟ اوهان کي ڪهڙي ضرورت پئي هئي؟ اهي کين جواب ڏينديون ته اسان تي ڪاوڙ نه ڪيو اسان جو ان ۾ ڪهڙو ڏوهه آهي جيڪو الله هر شيءِ کي ڳالهائڻ جي قوت ڏي ٿو ان اسان کي ڳالهائڻ ۽ شاهدي ڏيڻ جو حڪم ڪيو تڏهن اسان شاهدي ڏني آهي.

امام مسلم الافراد ۾ حضرت انس بن مالڪ رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته اسين رسول الله صلى الله عليه وسلم جن جي خدمت عاليه ۾ ويٺا هئاسون ته پاڻ کلي ڏنائون ۽ فرمايائون ته ”اوهان سمجهو ٿا ته مان ڇو ٿو ڪلان؟ اسان عرض ڪيو ته ”الله ۽ ان جو رسول وڌيڪ ڄاڻن ٿا“ فرمايائون ته (مان) الله سان ٻانهي جي خطاب تان (کلي رهيو آهيان) ٻانهو عرض ڪندو ته: اي منهنجا پاڻهار! ڇا تو مون کي ظلم کان پناهه نه ڏئي؟ الله فرمائيندو ته ”هائو“ اهو ٻانهو عرض ڪندو ته: مون تي منهنجي وجود مان ڪنهن کان سواءِ ٻيو ڪوبه شاهد منظور ناهي. الله فرمائيندو ته اڄ تون پنهنجو پاڻ ئي شاهد ڪافي آهين ۽ ڪرامًا ڪاتبين به شاهد آهن. پوءِ ان جي منهن (وات) تي مهر لڳائي ويندي. سندس عضون کي چيو ويندو ته ڳالهايو پوءِ اهي انهن جا اعمال بيان ڪندا بعد ۾ ان کان انهن جي ڳالهه ٻولھ روڪي ويندي پوءِ چوندا ته: اوهان جي لاءِ دوري ۽ عذاب آهي. مان اوهان جي پاران ته جهيڙا ڪندو هوس“ (١) ۽ ان اوهان کي پھرين پيري پيدا

فرمايو ۽ اهو هر شيء ۽ ڄاڻندڙ آهي. آيت مبارڪ جو هي حصو ڪلن جي جواب ۾ ناهي، نئون ڄمڻو آهي. (۱) مطلب ته الله عزوجل جيئن اوهان کي پيدا ڪيو آهي ۽ ان ڏانهن ئي اوهان حساب وغيره جي لاءِ موٽايا ويندو ٿيئن ڪلن کان به اهوئي ڳالهائڻي سگهي ٿو ۽ اهي ڳالهائي شاهديون ڏينديون.

”وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرْشِدُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ“ ۽

نه ٿي ڀڃڻو ڪيو اوهان هن کان ته شاهدي ڏيندا اوهان تي اوهان جا ڪن ۽ نه اوهان جو اکيون ۽ نه اوهان جون ڪلون. يعني اوهان لکي گناهه ڪندا هيئو پر اوهان کي اها خبر نه هئي ته اوهان جا عضوا اوهان تي شاهد ٿي بيهندا. انهن کان ته لڪ ڪري نٿي سگهيو. ”وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ“ ۽ پر اوهان گمان ڪيو هو ته اوهان جيڪي ڪيو ٿا الله ان مان گهڻا عمل ڪونه ٿو ڄاڻي. مطلب ته اوهان جي عمل مان معلوم ٿئي ٿو ته اوهان کي الله جي علم محيط جو يقين ئي نه هو، ته ڪو اهو اوهان جي هر عمل کي ڄاڻي ٿو. اوهان کي جيڪڏهن پڪو يقين هجي ها ته الله عزوجل اوهان جي چرپر کان چڱيءَ طرح واقف آهي ۽ اسان جي اعمال جو رڪارڊ ان وٽ پوري طرح محفوظ آهي ته پوءِ اهڙيون شرارتون ڪڏهن به نه ڪيو ها. ”وَذَالِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ“ ۽ اوهان جي انهيءَ گمان جيڪو اوهان پنهنجي رب سان ڪيو هو اوهان کي هلاڪ ڪيو پوءِ ٿي پيو نقصان وارن مان. يعني اوهان کي اها سموري تڪليف اوهان جي ان بدگمانيءَ جي ڪري پهتي آهي. (۲) ”فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ وَإِنْ يَسْتَعِثُّوا فَمَاهُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ“ پوءِ جيڪڏهن صبر ڪندا ته پوءِ سندن جاءِ باهه آهي ۽ جيڪڏهن عذر پيش ڪرڻ گهرندا ته پوءِ اهي عذر ٻڌل ناهن. هتي ٻڌايو ٿو وڃي ته جڏهن قيامت ۾ ڪافر ۽ مشرڪ جهنم جي ڪناري تي آڻي بيهاريا ويندا ۽ ان جا شغلا ڏسندا ته ان وقت الله تعاليٰ کي راضي ڪرڻ جي ڪوشش ڪندي وڏا عذر پيش ڪندا پر انهن جا اهي عذر قبول نه ڪيا ويندا ۽ ان عذاب ۾ وڏا ويندا.

فائدا.

مذڪوره آيات مان هي فائدا ذهن ۾ ويهن ٿا.

۱- ”شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ“ (انهن تي سندن ڪن، اکيون ۽ ڪلون شاهدي ڏينديون) هن مان معلوم ٿيو ته قيامت جي ڏينهن ڪافرن جي زبان ڪوڙ هڻندي باقي عضوا سچ ڳالهائيندا ۽ وري اها زبان ئي انهن عضون کي چوندي ته اوهان شاهدي ڇو ڏئي؟ ان جي باوجود اهي سڀ عضوا جهنم ۾ داخل ٿيندا ڇو ته جرم ڪرڻ ۾ اهي به زبان جا ساٿي بڻيا هئا ۽ اهو به معلوم ٿيو ته ڪنهن مقدمي ۾ شاهدن جا بيان وٺڻ حاڪم جي بي خبر يا ان کان بي علم هجڻ جو دليل ناهي الله عزوجل کي سڀ علم ۽ خبر آهي ان هوندي به شاهدن جا بيان وٺي ٿو. ان جي ڪري ام المومنين سيده عائشه رضي الله عنها مٿان لڳايل الزام ۽ بهتان جي حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جي طرفان تحقيق ڪرڻ سندن بي علمي جو دليل ناهي ”أَنطَقْنَا اللَّهَ“ (اسان کان الله ڳالهاريو آهي) هن مان معلوم ٿيو ته اهي عضوا فصيح زبان سان ظاهر ظاهر ظهور ڳالهائيندا. دنيا ۾ به وڻ، پٿر وغيره ڳالهائڻ ٿا. حضرت رومي عليه الرحمة جو شعر آهي.

نطق آب ونطق خاک ونطق گل

هست محسوس حواس اهل دل

يعني اهل دل، الله جي ولين کي پاڻي ۽ مٽيءَ جو ڳالهائڻ ٻڌڻ ۾ ايندو آهي اهي انهن سان ڳالهائيندا آهن.

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُّوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

۽ مقرر ڪيا اسان انهن جي لاءِ ساٿي پوءِ سينگاريائون انهن جي لاءِ جيڪو انهن جي اڳيان آهي

وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّ

۽ جيڪو سندن پويان آهي ۽ ثابت ٿيو انهن تي فرمان (عذاب) ٿولين ۾

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا

جيڪي گذريون انهن کان اڳي جنن مان ۽ انسانن مان بلاشڪ اهي هئا

خَسِرِينَ^ع (٢٥) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ

نقصان وارا ۽ چيو اوهان جنن کي ڪفر ڪيو ته نه ٻڌو هي قرآن

وَالْعَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ (٢٦) فَلَنْذِيْقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

۽ لڙڪيو ان ۾ شايد اوهان غالب ٿيو ۽ البتہ ضرور چڪائينداسون ڪافرن کي

عَذَابًا شَدِيدًا^ل وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَشَدَّ^ل الَّذِي

عذاب سخت ۽ البتہ ضرور بدلو ڏينداسون انهن کي ٻرو ان جو

كَانُوا يَعْمَلُونَ (٢٧) ذَلِكَ جَزَاءُ عَدَائِ اللَّهِ النَّارِجِ

جيڪي ڪندا هئا اهو بدلو آهي الله جي دشمنن جو باهم

لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ لِّمَا كَانُوا

انهن جي لاءِ ان ۾ هميشہ رهڻ جي جاءِ آهي بدلو ٿي ان جو جيڪو

بَايْتِنَا يَجْحَدُونَ (٢٨) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا

اسان جي آيتن جو انڪار ڪندا هئا ۽ چوندا ڪافر ته اي اسان جا پالڻهار!

أَرْنَا الَّذِينَ أَصْلَلْنَا مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ

ڏيکار اسان کي اهي جن اسان کي گمراه ڪيو هو جنن ۽ انسانن مان

نَجْعَلُهُمَّا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ (٢٩)

تہ کیون اسپن انهن کي هيٺان پيرن پنهنجي تانتم هجن هيٺين مان.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ڪافرن جو ڪفر تي سختيءَ سان قائم رهڻ جو ذڪر هو ۽ هتي ان جو سبب ٻڌائيندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ“ ۽ اسان انهن جي لاءِ ساٿي، مقرر ڪيا پوءِ انهن سندن جي لاءِ جيڪي سندن اڳيان ۽ سندن پويان هو ان کي سينگاريو. يعني اسان انهن جي لاءِ اهڙا ساٿي جن شيطان ۽ انسان مقرر ڪيا هئا جو کين سندن پهريان يا پويان ڪيل برا عقائد ۽ بچڙا اعمال سينگاري ڏيکارين پيا. ۽ انهن شيطانن جو مقرر ڪرڻ به سندن طرفان الله جل شانہ جي ذڪر کان منهن موڙڻ جي ڪري هو جيئن بي آيت ۾ رباني ارشاد آهي ”وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ“ (١) (۽ جيڪو رحمن جي ذڪر کان منهن مٽيندو ان جي لاءِ اسپن شيطان مقرر ڪنداسون پوءِ اهو ان جو ساٿي هوندو) ”وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أَمْرِ قَدْ حَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ“ ۽ انهن تي ڪانئن اڳي جن ۽ انسانن مان گذريلن ٽولين ۾ (عذاب جو) قول ثابت ٿي چڪو هو. يعني جيئن اڳين تي عذاب واجب ٿي چڪو هو تيئن هنن لاءِ به عذاب واجب ٿي چڪو آهي ”انَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ“ بلاشڪ اهي هئا نقصان وارا. مطلب ته اهي سڀئي نقصان ۽ هلاڪت ۾ برابر آهن ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْعَوَّا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ“ ۽ چيو ڪافرن ته هي قرآن نه ٻڌو ۽ ان ۾ لڙ ڪيو تانتم اوهان غالب رهو. مقصد ته جڏهن نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم قرآن ڪريم تلاوت ڪري ته اوهان اهڙو لڙ مڇايو جو قرآن ڪريم ٻڌڻ ۾ نه اچي ۽ ان طريقي سان اوهان غلبو حاصل ڪيو. قرآن ڪريم هڪدم دلين ۾ اثر ڪندو هو ان جي ڪري اهو رستو اختيار ڪيو هيائون. ابن ابي حاتم حضرت

عبدالله بن عباس رضي الله عنهما كان روايت آندي آهي ته: نبي كريم صلى الله عليه وسلم جن مڪه مڪرمه جي رهڻ دوران جڏهن وڏي آواز سان قرآن پاڪ پڙهندا هئا ته مشرڪ اتي موجود ماڻهن کي تڙيندا هئا ۽ سيئون ۽ تازيون وڃائيندي وڏو شور ۽ لڙ مچائيندا هئا ته جيئن ڪير به قرآن ڪريم ٻڌي نه سگهي. (١) ۽ جڏهن ماڻهو نه ٻڌندا ۽ نه سمجهندا ته نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن تي ايمان نه آڻيندا ۽ ان طريقي سان اوهان مسلمانن تي غالب رهندو. (٢) ”فَلَنَذِقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ“ پوءِ البته اسين ضرور ڪافرن کي سخت عذاب چڪائينداسون ۽ انهن کي جيڪي عمل ڪندا هئا انهن جو نهايت برو بدلو ڏينداسون. مطلب ته کين سندن انهيءَ بدڪردار جي سزا نهايت سخت ملندي.

”ذَلِكَ جَزَاءُ عَدَائِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ“ اهو الله جي دشمنن جو بدلو آهي. باهه - انهن جي لاءِ ان ۾ هميشه رهڻ جي جاءِ آهي ان جي بدلي ۾ جيڪو اسان جي آيتن جو انڪار ڪندا هئا. يعني اها باهه واري سزا الله جي دشمنن جي آهي ان ۾ سندن رهائش هميشه هوندي آهي دل ۾ قرآن پاڪ کي حق سمجهندا هئا پر عناد ۽ سرڪشيءَ جي ڪري اسان جي آيتن جو انڪار ڪندا هئا. ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذِينَ أَضَلْنَا مِنْ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْآسَفِينَ“ ۽ ڪافر چوندا ته اي اسان جا پالڻهار! اسان کي جنن ۽ انسانن مان اهي ڏيکار جن اسان کي گمراهه ڪيو هو ته اسين انهن کي پنهنجن قدامن جي هيٺان ڪيون تانتا اهي هيٺين مان هجن. يعني قيامت جي ڏينهن ڪافر چوندا ته يالله! اسين ته عذاب ۾ آهيون پر جنن ۽ ماڻهن مان جن اسان کي گمراهه ڪري هن مصيبت ۾ ڦاسايو آهي اسان کي ڏيکار ته اسين انهن کي پنهنجن پيرن جي هيٺان آڻي لتاڙيون ۽ کين جهنم جي هيٺين طبقي ۾ ڌڪي ڇڏيون.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ اچن ٿا.

١- ”وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ“ (۽ اسان انهن جي لاءِ ساٿي مقرر ڪيا) مان معلوم

ٿيو ته برا ساٿي الله جل شانہ جو عذاب آهن ۽ سٺا ساٿي الله جل مجده جي نعمت

آهن. ۲- "مِنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ" (جنن ۽ انسانن مان) هن مان معلوم ٿيو ته ڪافر جن به جهنم ۾ ويندا ۽ اتي هميشه سزا کائيندا رهندا. ۳- "وَالْعَوَّا فَيُو" (۽ ان ۾ لڙ مڃايو) مان واضح ٿيو ته قرآن ڪريم جي تلاوت وقت شور ڪرڻ جنهن سان تلاوت ۾ دشواري ٿئي يا ٻڌندڙن کي ٻڌڻ ۾ نه اچي حرام ۽ ڪافرن جو طريقو آهي. ان جي ڪري نماز باجماعت جي وقت دهل، رڪارڊنگ وغيره هلائڻ به قطعاً جائز ناهي.

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا

بيشڪ اهي ٻانهن جن چيو ته اسان جو رب الله آهي ان کان پوءِ استقامت ڪيائون

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا

لهندا انهن تي ملائڪه ته نه ڊڄو ۽ نه غمگين ٿي و

وَابْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (۳۰) نَحْنُ

۽ خوش ٿي و بهشت سان جنهن جو وعده ڏنا ٿي ويو اسين

أُولَئِكَ أَزْكَرُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

دوست اوهان جا هئاسون حياتي دنيا جي ۽ ۽ آخرت ۾ (به آهيون)

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ

۽ اوهان جي لاءِ آهي ان ۾ جيڪي ڪجهه خواهش ڪن ٿا سر اوهان جا ۽ اوهان جي لاءِ ئي

فِيهَا مَا تَدْعُونَ (۳۱) نَزَلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ (۳۲)

ان ۾ آهي جيڪي گهرندؤ مهماني ٿي بخشهار، مهربان وٿان

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ

۽ ڪير وڌيڪ سهڻو آهي ڳالهائڻ ۾ ان کان جنهن سڏيو الله ڏانهن

وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (٣٣)

۽ ڪيائين صالح عمل ۽ چيائين ته بيشڪ مان مسلمانن مان آهيان

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

۽ نٿي برابر ٿئي نيڪي ۽ نه برائي دفع ڪر ان سان جو اها گهڻو ڀلي آهي

فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ

پوءِ ان وقت اهو (شخص) جو تنهنجي ۽ ان جي وچ ۾ دشمني آهي ڄڻ ته اهو

وَلِيٌّ حَمِيمٌ (٣٤) وَمَا يُلْقُهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا

دوست گهاٽو آهي ۽ نه نصيب ڪيا ويندا اها (ڳالهه) مگر جن صبر ڪيو ۽ نه نصيب ڪيو

يُلْقُهَا إِلَّا الذُّوْحَ ۚ عَظِيمٌ (٣٥) وَإِنَّمَا يَنْزَغَنَّكَ

ويهندو اها (ڳالهه) مگر وڏي ڀاڱي وارو ۽ جيڪو ذهن پهچي توکي

مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (٣٦)

شيطان کان ڪو جهڻڪو ته پوءِ پناهه وٺ الله سان بيشڪ اهوئي ٻڌندڙ، ڄاڻندڙ آهي.

تفسير

اڳين آيتن ۾ ڪافرن سان سخت عذاب جو وعيد بيان ٿيو ۽ هتان کان مؤمنن جي لاءِ خصوصي انعامن جو ذڪر ڪندي ارشاد ٿي رهيو آهي ”إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا“

رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَنْزَلَ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ“ بلاشڪ جن چيو ته اسان جو رب الله آهي ان کان پوءِ استقامت ڪيائون انهن وٽ ملائڪ لهي ايندا ته ڪو ڊپ نه ڪيو ۽ نه غمگين ٿيو ۽ ان جنت (جي ملڻ) تي خوش ٿيو جنهن جو وعدو ڏنا ويا هيئو. مطلب ته جن ٻانهن الله جل جلاله جي ربوبيت جو دل جي خلوص سان اقرار ڪيو ان کان پوءِ مرڻ تائين خوشيءَ يا غميءَ، هر حال ۾ ان تي مضبوط ۽ مستحڪم رهيا ته الله جل شانہ جي طرفان انهن ٻانهن تي ملائڪ لهي ايندا ۽ انهن کي چوندا ته ڪو غم ۽ فڪر نه ڪيو، جنهن جنت جو اوهان سان وعدو ڪيو ويو هو ان جي اوهان کي بشارت آهي. ان جا دروازا اوهان جي لاءِ کليل آهن ”نَحْنُ أَوْلِيَاكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ“ اسين اوهان جا دنياوي حياتيءَ ۽ آخرت ۾ دوست آهيون. يعني دنياوي زندگيءَ ۾ به اسين اوهان جا دوست هئاسون جو اوهان جي دلين ۾ چڱن ڪمن ڪرڻ جو الهام ڪندا هئاسون ۽ جنهن ۾ اوهان جي پلائي هوندي هئي ان جي اوهان کي رهنمائي ڪندا هئاسون. ۽ آخرت ۾ اوهان جي لاءِ بارگاهه ايزديءَ ۾ شفاعت ڪري اوهان جي مدد ڪنداسون ”وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ“ ۽ اوهان جي لاءِ ان ۾ اها (هر شيءِ) آهي جنهن جي اوهان جا سر خواهش ڪندا ۽ اوهان لاءِ ان ۾ اها (هر شيءِ) آهي جيڪا اوهان گهرندا. يعني آخرت ۾ جيڪي لذتون طلب ڪندؤ يا تمنا ڪندؤ اهي سڀ اوهان کي ملنديون ”نَزَلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ“ مهربان، بخشهار جي طرفان (اوهان جي لاءِ اها) مهماني هوندي. يعني اهي سڀ انعام اوهان کي ان غفور مالڪ وٽان ملندا جيڪو وڏا گناهه بخشيندڙ، برابون مڻي انهن جاين تي پلايون لکائيندڙ آهي. مومنن تي سندن درجات بلند ڪري، سندن مقام قرب ۾ اضافو ڪندڙ آهي. وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ ۽ ان کان قول ۾ وڌيڪ سهڻو ڪير آهي؟ جنهن الله ڏانهن سڏيو ۽ صالح عمل ڪيا ۽ چيائين ته بلاشڪ مان مسلمانن مان آهيان. يعني ان کان وڌيڪ ڳالهه ۾ سهڻو ڪير آهي؟ جنهن الله جل شانہ جي توحيد ۽ اطاعت ڏانهن سڏيو ۽ ان جي رضا حاصل ڪرڻ جي لاءِ دل جي

خلوص سان صالح عمل ڪيا ۽ خوشيءَ جو اظهار ڪندي ڪليل نموني چيو ته بلاشڪ مان مسلمان آهيان. ان جهڙو قول ۾ سهڻو ڪير به ناهي. ”وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ وَنَتِيْ بِرَابِرٍ ثَنِيْ نِيْڪِي ۚ وَنَهْ بِرَابِرِيْ. مطلب ته عاقبت ۽ بدلي جي لحاظ سان نيڪي ۽ برائي برابر ناهن. نيڪيءَ جو بدلو ڀلو آهي ۽ برائي جو بدلو به برو آهي ”اِدْفَعْ بِاِثْمِيْ هِيَ اَحْسَنُ“ جيڪو تمام سهڻو آهي ان سان دفع ڪرڻ فرماءُ. مطلب ته برائيءَ کي ڀلائيءَ سان دفع ڪر. جيڪڏهن ڪو توسان ڀلائي نه ڪري ته به تون ان سان ڀلائي ڪندو ره. جيئن حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جو فرمان مبارڪ آهي ته ”صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ اِلَى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ“ (۱) جيڪو توکي چئي ان کي ڳنڍي ۽ جيڪو توتي ظلم ڪري ان کي معاف ڪر ۽ جيڪو توسان برائي ڪري ان سان احسان ڪر. ”فَاِذْ اَلَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ“ پوءِ ان وقت اهو شخص جو تنهنجي ۽ ان جي وچ ۾ عداوت آهي ڄڻ ته اهو گهاٽو دوست آهي، هي بري سان ڀلائي ڪرڻ جو نتيجو بيان ٿي رهيو آهي. مطلب ته بري سان ڀلائي ڪرڻ جي ڪري اهو اوهان جو گهاٽو دوست بڻجي ويندو. ۽ ان طريقي سان جيڪي دين جا دشمن هوندا آهي نه صرف ديندار پر دين تان ساهه سر صدي ڪرڻ جي لاءِ تيار ٿي ويندا.

شان نزول.

هن آيت جي شان نزول ۾ ٻه قول آهن. ۱- ته اها ابو سفيان بن حرب جي باري ۾ نازل ٿي هئي جيڪو نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن کي ايڏائيندو هو ۽ پوءِ سندن شفقت، محبت ۽ خوش خلقي ڏسي سندن محبت وارو بڻجي اصحابي ٿيو هو. ۲- ته اها ابوجهل بن هشام جي متعلق ٿئي هئي حضرت حبيب پاڪ صلي الله عليه وسلم جن کي ان سان نرمي رکڻ جو ارشاد ٿيو هو پر پهريون قول وڌيڪ صحيح ۽ اظهر آهي ڇو ته ابوسفيان ولي، حميم بڻيو هو ابوجهل نه بڻيو هو. سيدنا علي المرتضى رضي الله عنه جي غلام قبر کي ڪنهن گار ڏني ۽ حضرت علي سائين ٻڌي رهيو هو ته پاڻ پنهنجي غلام قبر کي سڏي فرمايائون ته ”اي قبر! ان گاريون ڏيندڙ کي ڇڏي ڏي ۽ اها ڳالهه ئي وساري ڇڏ ته ان سان الله کي راضي

ڪندين، شيطان کي ڪاوڙائيندي ۽ پنهنجي گاريون ڏيندڙ کي سزا ڏيندين. بيوقوف جي اها ئي سزا آهي ته ان سان الجھڻ جي بجاءِ خاموشي اختيار ڪئي وڃي. (۱) ”وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ“ ۽ نه نصيب ڪيا ويندا اها (ڳالهه) مگر جن صبر ڪيو ۽ نه نصيب ڪيو ويندو اها مگر وڏي ڀاڱي وارو. مطلب ته اها نصيحت اهي قبول ڪندا جيڪي صابر هوندا. چو ته ائين ڪرڻ نفس تي تمام ڳرو گذري ٿو ۽ ان کي اهو قبول ڪندو جيڪو ڀلي ڀاڱ وارو هوندو ۽ جنهن کي دنيا ۽ آخرت جي سعادت مان صحيح ۽ وڏو حصو مليو هوندو. ”وَمَا يَنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ جِيڪڏهن توکي شيطان کان ڪو جهڻڪو پهچي ته پوءِ الله سان پناهه وٺ. مطلب ته انسانن مان جيڪي شيطان آهن انهن کان سائن احسان ڪرڻ سان بچاءِ حاصل ڪري سگهجي ٿو پر جيڪي جنن مان شيطان آهن اهي جيڪڏهن دل ۾ وسوسو وجهن ته انهن کان بچاءِ وٺڻ جي لاءِ الله عزوجل سان پناهه وٺ ۽ جڏهن ان کان پناهه وٺين ته اهو شيطان کي دفع ڪري تنهنجي حفاظت ڪرڻ فرمائيندو. (۲)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن ۾ ويهن ٿا.

۱- ”ثُمَّ اسْتَقَامُوا“ (ان کان پوءِ استقامت ڪيائون) ”اسْتَقَامُوا“ استقامت کان ورتل آهي ان مان مراد اڪثر اصحابن ۽ تابعن رضي الله عنهم جي قول مطابق صالح اعمال ڪرڻ آهن. (۳) ترمذي، نسائي، بزار، ابويعلیٰ، ابن جرير، ابن ابي حاتم، ابن عدي ۽ ابن مردويه روايت آندي آهي ته: رسول الله صلی الله عليه وسلم جن هيءَ آيت پڙهي فرمايو ته: گھڻن ماڻهن چيو ته: اسان جو رب الله آهي ان کان پوءِ ڪفر ڪري ويٺا. جنهن اهي الفاظ چيا ۽ مرڻ تائين انهن تي مضبوط رهيو اها استقامت آهي. ابن المبارڪ، سعيد بن منصور، الزهد ۾ امام احمد، عبد بن حميد، ترمذي ۽ ابن المنذر حضرت عمر بن خطاب رضي الله عنه کان هن آيت جي مراد ۾ روايت آندي آهي ته: استقامت الله جي مهربانيءَ سان ملندي. جيڪي لومڙيءَ وانگر ٽپ ڏيئي

پڄندا انهن کي استقامت نصيب نه ٿيندي. (١) ”تَنْزَلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ“ (انهن تي ملائڪ لهندا) هتي ملائڪن جو نزول ڪهڙي وقت ٿيندو. ان ۾ ٽي قول آهن. ١- حضرت ابن عباس رضي الله عنهما فرمايو ته ”مرڻ وقت“ ٢- قتاده فرمايو ته ”قبرن مان نڪرڻ وقت“. ٣- وڪيع بن جراح فرمايو ته ”مرڻ وقت“ قبرن ۾ اندر. قبرن مان اٿڻ وقت ۽ مفسر ابو حيان فرمايو ته: مان چوان ٿو ته مؤمنن تي ملائڪ هر وقت لهن پيا جن جا آثار ۽ برڪتون هر وقت انهن جي اعمال مان ظاهر آهن ها انهن جو مشاهدو ۽ انهن جو ڳالهائڻ ٻڌڻ انهن موقعن تي حاصل ٿيندو. (٢) ٣- ”وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ“ (۽ ان کان قول ۾ وڌيڪ ڪير سهڻو آهي جنهن الله ڏانهن سڏيو). الله جل شانہ ڏانهن سڏيندڙ سهڻو نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن جي ذات عالي صفات آهي. عبد بن حميد ۽ ابن ابي حاتم حضرت حسن بصري رضي الله عنه کان اها روايت آندي آهي ۽ حضرت عڪرمه جو قول آهي ته ان مان مراد بانگ ڏيڻ وارو آهي. (٣)

علامه صابوني لکيو آهي ته: الله جل شانہ ڏانهن سڏڻ جا مختلف مرتبا آهن. ١- انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام جو سڏڻ - اهي الله جل شانہ ڏانهن معجزات، برهائن ۽ تلوار سان سڏيندا آهن هيءَ آيت انهن ڏانهن اشارو ڏيئي رهي آهي يلو قول جيڪو انبياء ڪرام عليهم الصلوة والسلام ۽ اولياء ڪرام جو آهي اهو سندن طرفان الله عزوجل ڏانهن سڏڻ آهي ۽ (اسان جا سهڻا) نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن ان صفت سان خصوصي طرح موصوف آهن ”وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ“ (۽ الله ڏانهن ان جي اذن سان سڏيندڙ) سندن ئي متعلق فرمان مبارڪ آهي ”وَعَمِلَ صَالِحًا“ (۽ صالح عمل ڪيائين) سان ٻڌايو ويو ته پاڻ جيئن زبان مبارڪ سان الله عزوجل ڏانهن سڏين ٿا تيئن عمل ۽ ڪردار سان به سڏي رهيا آهن. ٢- علماء دين جو سڏڻ. اهي الله جل جلاله ڏانهن حجتن ۽ برهائن قائم ڪرڻ سان سڏيندا آهن ۽ علماء تي قسم آهن. ١- عالم بالله. ٢- عالم بامرالله. ٣- عالم بالله وبامرالله. الله جو علم رکندڙ. ٢- الله جي امر جو علم رکندڙ. ٣- الله جو ۽ ان جي امر ٻنهي جو علم رکندڙ. ٣- ٽيون تلوار سان سڏڻ. اهو خاص انهن جي لاءِ آهي جيڪي ڪافرن

سان الله جي دين ۾ داخل ٿيڻ ۽ ان جي اطاعت ڪرڻ لاءِ جهاد ڪندا آهن. ۴-
بانگن جو نماز لاءِ سڏڻ - اهو دعوت الي الله جي مرتبن ۾ نهايت ضعيف درجو
آهي. ۽ اهو ان جي ڪري جو بانگ جا ڪلمات جيتوڻيڪ نماز لاءِ سڏ آهن پر بانگ
ڏيڻ وارا اهي الفاظ شريف چوڻ وقت نه انهن جي معنيٰ جو احاطو ڪن ٿا ۽ نه الله
ڏانهن سڏڻ جو ارادو هوندو اٿن پوءِ جيڪڏهن وقف جي مال جو ارادو نه ڪندي،
اذان جي ظاهري ۽ باطني شرطن جي رعايت ڪندي صحيح مقصد رکندا ته اهي به
بين وانگر الله جل مجدّه ڏانهن سڏيندڙن ۾ شامل هوندا. (۱)

نبوي احاديث على قائلها الصلوة والسلام مان مؤذن (بانگ ڏيندڙ) جا فضائل.

۱- مسلم شريف ۾ حضرت امير معاويه رضي الله عنه کان روايت آهي ته: مون
رسول الله صلى الله عليه وسلم جن کان ٻڌو پاڻ فرمايائون ته ”الْمَوْءُذُنُ أَطْوَلُ
النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ“. قيامت جي ڏينهن سڀني ماڻهن کان بانگن جا ڪندڙا
هوندا.

۲- امام المحدثين بخاري عليه الرحمة حضرت ابو سعيد خدري رضي الله عنه
کان روايت آندي آهي ته رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ته ”ڪي به جن،
انسان ۽ ٻي شيءِ بانگي جو بانگ وارو آواز ٻڌن ٿا ته اهي ان جي لاءِ قيامت جي
ڏينهن شاهدي ڏيندا.“

۳- امام احمد، ابو داؤد، ترمذي ۽ شافعي عليهم الرحمة حضرت ابوهريرة
رضي الله عنه کان روايت آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو
”امام (نماز پڙهائيندڙ) ضامن آهي ۽ مؤذن امانت رکيل آهي ياالله! امان ڪي
هدايت ڏي ۽ بانگن کي مغفرت عطا فرما.“

۴- ترمذي، ابن ماجه، ابوداؤد حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان روايت
آندي آهي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”جنهن ست سال ثواب
حاصل ڪرڻ لاءِ اذان ڏني ان جي لاءِ جهنم جي باهه ڪان آزادي لکجي ويندي
آهي.“ (۲)

بانگ جي اجابت جو حڪم ۽ فضيلت.

بانگ ٻڌڻ وارو جيئن بانگو چوي تيئن چوندو وڃي ان کي بانگ جي اجابت سڏبو آهي. اها واجب آهي يا مستحب آهي؟ ان ۾ اختلاف آهي. فقهاء ڪرام فرمايو ته ”بانگ ٻڌندڙ بانگ جي دوران هٿ، پير ۽ زبان سان جيڪو به ٻيو ڪم ڪندو هجي روڪي ڇڏي تانجو جيڪڏهن مسجد کان ٻاهر آهي ته قرآن پاڪ جي تلاوت به بند ڪري بانگ جي اجابت ڪري. پر جيڪڏهن مسجد ۾ آهي ته تلاوت ڪندو رهي پر اجابت به ڪندو رهي (وقفي وقفي سان) اذان ٻڌڻ کان پوءِ بانگ واري دعا پڙهي پر جيڪڏهن سانجهي واري نماز آهي ته پوءِ هي الفاظ به دعا ۾ چوي ”اللَّهُمَّ هَذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَأَعِزِّلْنِي“ (اي منهنجا الله! هي تنهنجي رات جي اچڻ جو ۽ تنهنجي ڏينهن جي وڃڻ جو وقت آهي ۽ توڏانهن سڏيندڙن ٻانهن جا آواز آهن پوءِ مون کي بخش فرما) ۽ مستحب آهي ته بانگ ۾ پهرئين ”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ ٻڌڻ وقت صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ۽ ٻئي پيري ٻڌڻ وقت ”قُرْءُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! چوندي ٻئي آڳوڻا (اشهد اگر سان ملائي ڇمي) اکين تي رکي ”اللَّهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ“ چوي ۽ آسمان ۾ بيت المعمور وٽ اول بانگ جبريل ڏني ۽ امامت ميڪائيل (عليها السلام) ڪرائي ۽ اسلام ۾ اول بانگ حضرت بلال حبشي ڏني ۽ بانگ جي شروعات صبح واري نماز ۾ ٿي ۽ اول اقامت (تڪبير) حضرت عبدالله بن زيد چئي هئي ۽ حضرت بلال فجر جي نماز ۾ ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کان پوءِ ”الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ به پيرا چيو ته حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن ان کي برقرار رکيو. ۽ انهن لفظن جي ٻڌڻ وقت اجابت ڪندڙ ”صَدَقْتَ وَبِالْخَيْرِ نَطَقْتَ“ چوندو اقامت (تڪبير) چوڻ وقت ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ ٻڌي ”أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا“ چوندو ۽ بانگ ڏيڻ وارو ئي اقامت (تڪبير) چوندو. ٻيو ان جي موڪل کان سوا نه چوندو ۽ بعضي روايتن ۾ آهي ته نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن هڪ دفعو سفر جي دوران پنهنجي ڏاڍي مبارڪ تي سواري ڪندي اذان ڏني هئي. (١) واللہ اعلم. اذان جي اجابت جي ثواب متعلق نبي ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جا ڪجهه ارشاد هي آهن. ١- امام

مسلم حضرت عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه کان روایت آندي ته: رسول الله صلى الله عليه وسلم جن فرمايو ”جڏهن بانگي جي بانگ ٻڌو ته جيئن اهو چوي ٿيئن اوهان به چئو پوءِ مون تي صلوة پڙهو بلاشڪ جنهن مون تي هڪ ڀيرو صلوة پڙهي الله ان تي ڏهه درود موڪلي ٿو ان کان پوءِ مون لاءِ الله کان وسيلي جي طلب ڪيو بلاشڪ اهو (وسيلو) جنت ۾ هڪ منزل آهي جيڪو الله جي هڪ ٻانهي کان سواءِ ٻئي ٻانهيءَ جي لاءِ لائق ناهي ۽ مان اميد رکان ٿو ته اهو مان هوندس پوءِ جنهن منهنجي لاءِ وسيلو طلب ڪيو ان جي لاءِ منهنجي شفاعت ثابت آهي.“ ۲-

مسلم شريف ۾ حضرت عمر رضي الله عنه کان روایت ۾ اها ساڳي ڳالهه روایت ڪيل آهي پر هي وڌيڪ ارشاد آهي ته بانگ ٻڌندڙ ”حَيَّ عَلَي الصَّلَاةِ“ ۽ ”حَيَّ عَلَي الْفَلَاحِ“ ٻڌڻ وقت ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ چوي. (عائين چونڊڙ) جنت ۾ داخل ٿيندو. ۳- محدث ابو داؤد حضرت عبدالله بن عمر رضي الله عنهما کان روایت آندي آهي ته: هڪ مرد حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن جي خدمت ۾ عرض ڪيو ته يارسول الله! بانگ ڏيندڙ اسان کان وڌيڪ فضيلت وارا بڻجي ويا پاڻ فرمايائون ته: جيئن اهي چون تون به چئو جڏهن چئي پورو ڪرين ته پوءِ (الله تعاليٰ کان) سوال ڪر ته عطا ڪيو ويندين.“ (۱)

۴- ”فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ“ (پوءِ الله کان پناهه وٺ) هن ۾ حڪم ته حضور ڪريم صلى الله عليه وسلم جن کي آهي پر پاڻ جڏهن ته شيطان جي هر مڪر، فريب ۽ ڌوڪي کان معصوم آهن شيطان کي مٿن ڪابه دسترس ۽ طاقت ناهي ان جي ڪري ان مان مراد سندن امت کي تعليم ڏيڻ آهي ته اهي الله جل شانہ جي درٻار ۾ خلوص دل سان دعا گهري هر وقت شيطان جي مڪر کان پناهه وٺندا رهن علامه اسماعيل حقي عليه الرحمته لکيو آهي ته ”هذا تعليم لامته“ ٿور اڳتي لکيو اٿس. ”اجمعت الامة على عصمة النبي صلى الله عليه وسلم من الشيطان“ (۲) هي امت کي تعليم آهي ۽ امت جو اجماع آهي ته نبي ڪريم صلى الله عليه وسلم جن شيطان کان هر طرح معصوم آهن.

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا

۽ ان جي نشانين مان رات ۽ ڏينهن ۽ سج ۽ چنڊ آهن نه سجدو ڪيو

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ

سج ڪري ۽ نه چنڊ کي ۽ سجدو ڪيو الله جو جنهن پيدا ڪيو انهن کي جيڪڏهن آهيو

إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (٣٧) فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ

خاص ان جي عبادت ڪيو ٿا پوءِ جيڪڏهن تڪبر ڪن پوءِ جيڪي تنهنجي رب وٽ آهن

يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ^{السجدة} (٣٨)

تسبيح پڙهن ٿا ان جي رات جو ۽ ڏينهن جو ۽ اهي نه ٿڪن ٿا

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْتَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا

۽ ان جي نشانين مان آهي ته بيشڪ تون ڏسندڙ زمين کي وسائڻ پوءِ جڏهن

أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي

لاٿي وسين ان تي پاڻي ته تازي ٿي ۽ وڌي بي شڪ اهو (الله)

أَحْيَاهَا لِمُحْيِي الْمَوْتِ إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٣٩)

جنهن آباد ڪيو ان کي البتہ جيئرو ڪندڙ آهي مٿن جو بيشڪ اهو هر شيءِ تي قادر آهي

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخَفُونَ عَلَيْنَا

بلاشڪ اهي شخص جيڪي ڏنگائي ڪن ٿا اسان جي آيتن ۾ ٿا ڳجهن رهن اسان کان

أَفَمَنْ يُلْقِي فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِيهِ آمِنًا

ڇا پوءِ جيڪو اڇلايو ويندو باهه ۾ ڀلو آهي يا جيڪو ايندو امن وارو ٿي

يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۴۰)

قيامت جي ڏينهن ڪيو جيڪي گهرو بلاشڪ اهو جيڪي ڪيو ٿا ڏسندڙ آهي

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ

بيشڪ جن انڪار ڪيو قرآن جو جڏهن آيو انهن وٽ ۽ بلاشڪ اهو البتہ ڪتاب

عَزِيزٌ (۴۱) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ

عزت وارو آهي نٿو اچي باطل ان جي اڳي ۽ نه ان جي پويان

تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (۴۲)

نازل ڪرڻ آهي حڪمت واري ساراهيل جي طرفان.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ الله جل شانہ ڏانهن سڏڻ کي سهڻو عمل ۽ سهڻو قول قرار ڏنو ويو ته هتان کان وري ان ئي مالڪ مٺي جي وجود، قدرت ۽ حڪمت جا دلائل بيان ڪندي ارشاد ٿيو آهي ”وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ“ ۽ ان جي نشانين مان رات ۽ ڏينهن ۽ سج ۽ چنڊ آهن. يعني رات ۽ ڏينهن جو هڪ ٻئي جي پويان اچڻ سج ۽ ان جي روشنائي، چنڊ ۽ ان جي چمڪ ۽ انهن جو پنهنجن مدارن ۾ منزلن کي طي ڪرڻ جنهن سان راتين ۽ ڏينهن جا مقدار، هفتن مهينن ۽ سالن جي سڃاڻپ ٿيندي آهي جن سان معاملات طي ڪرڻ ۽ عبادت جا اوقات مقرر ٿيندا آهن اهي سڀ الله جل شانہ جي قدرت جون نشانيون آهن ۽ جڏهن عالم علوي ۽ سفلي

اندر مشاهدي ۾ ايندڙ اهي وڏا اجسام الله جل مجده جا پيدا ڪيل، ان جي امر تحت هلندڙ آهن ته انهن جي عبادت نه ڪيو انهن جي خالق جي عبادت ڪيو جيئن اڳتي ارشاد ٿي رهيو آهي ”لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ“ نه سج ڪيو ڪيو ۽ نه چنڊ ڪيو ۽ ان الله کي سجدو ڪيو جنهن انهن کي پيدا ڪيو آهي جيڪڏهن خاص ان (الله) جي عبادت ڪيو ٿا. يعني جڏهن سج ۽ چنڊ الله جل جلاله اوهان جي فائدي لاءِ پيدا ڪيا آهن ته انهن جي عبادت نه ڪيو انهن کي وجود ڏيندڙ الله عزوجل جي عبادت ڪيو خالق کي ڇڏي مخلوق جي عبادت ڪرڻ ڪهڙي عقلمندي آهي؟ هن آيت ۾ سج ۽ چنڊ جي پوڄارين صابئين جو رد آهي.

”فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ“ پوءِ جيڪڏهن وڏائي ڪن ته پوءِ جيڪي تنهنجي رب وٽ آهن ان جي رات ڏينهن تسبيح پڙهن ٿا ۽ اهي ٿڪبا ناهن. مطلب ته جيڪڏهن اهي سج، چنڊ ۽ تارن جا پوڄاري وڏائي ڪندي الله جي عبادت کان انڪار ڪن ته الله عزوجل کي انهن جي ڪا پرواهه ناهي جيڪي ان جي بارگاهه قدس ۾ رهڻ وارا ملائڪ آهن ۽ اهي هنن کان پلا آهن اهي الله جل شانہ جي عبادت ڪرڻ کان وڌائي نٿا ڪن ان جي رات ڏينهن تسبيح پڙهن ٿا ان جي بارگاهه ۾ سجدا ڪن ٿا ۽ اهي ان عبادت ۾ ٿڪبا ئي ناهن. ”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ وَأَنْ مِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَدْعُوا مَنْ دُونَهَا عَلَىٰ مِثْلِ دَعْوَانَا ۚ وَتَرَى الْمَاءَ جُيُودًا يُجْرِي ۚ وَأَنْ مِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُمْطِرَ مَطَرًا غَاسِقًا يُغْشَىٰ ۖ فَيَكُونُ الْمَاءُ سَائِلًا مُسْتَقِيمًا ۚ وَتَرَى الْمَاءَ جُيُودًا يُجْرِي ۚ وَأَنْ مِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُمْطِرَ مَطَرًا غَاسِقًا يُغْشَىٰ ۖ فَيَكُونُ الْمَاءُ سَائِلًا مُسْتَقِيمًا ۚ“ جي نشانين مان اهي هي ڳالهه ته تون زمين کي وسائڻ ڏسندين پوءِ جڏهن اسان ان تي پاڻي لائو ته تازي ٿي ۽ وڌي. يعني مٿن کي جيئرو ڪري قبرن مان اٿارڻ تي اهي به دلائل آهن ته اوهان ويران ۽ وسائڻ زمين ڏسنڌو، ان ۾ ڪو ساڻو تيلو نه هوندو آهي جڏهن اسين پنهنجي لطف وڪرم سان ان تي مينهن وسائي ان ۾ سلا ۽ ساوڪ پيدا ڪندا آهيون ۽ قسمن قسمن رنگ برنگي گل ڄمائيندا آهيون ته اها تازي ۽ وڌندڙ ٿيندي آهي ”إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتِ ۚ وَهُوَ يُعْطِي الشَّجَرَةَ أَشْجَارًا ۚ وَهُوَ يُخْرِجُ مِنَ الْعِظَامِ فَسَبْحًا ۚ وَهُوَ يُخْرِجُ مِنَ الْعِظَامِ فَسَبْحًا ۚ وَهُوَ يُخْرِجُ مِنَ الْعِظَامِ فَسَبْحًا ۚ وَهُوَ يُخْرِجُ مِنَ الْعِظَامِ فَسَبْحًا ۚ“ البتہ مٿن کي زنده ڪندڙ آهي. يعني ان ويران زمين مان سلا ڪڍڻ وارو ئي مٿن کي جيئرو ڪري قبرن مان ڪڍندڙ آهي ”إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ بلاشڪ اهو هر

شيء تي قادر آهي. ڪهڙو به ڪم ان جي لاءِ ناممڪن ناهي. "إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا" بلاشڪ جيڪي اسان جي آيتن ۾ ڏنگائي ڪن ٿا اهي اسان کان لڪل ناهن. يعني جيڪي اسان جي آيتن کي ڪوڙو چئي انڪار ڪري ڏنگا بڻجي حق کان روگرداني ڪن ٿا اهي اسان کان لڪل ناهن جڏهن اسان وٽ حساب لاءِ پيش ٿيندا تڏهن انهن کي سخت سزا ڏينداسون. "أَفَمَنْ يُلْقِي فِي النَّارِ خَيْرًا مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" ڇا پوءِ جيڪو باهه ۾ اڇلايو ويندو ڀلو آهي يا جيڪو قيامت جي ڏينهن امن وارو ٿي ايندو؟ يعني جيڪو الاهي آيتن ۾ الحاد جي ڪري ۽ رسول پاڪ صلي الله عليه وسلم کي ڪوڙو چوڻ جي ڪري جهنم ۾ اڇلايو ويندو اهو ڀلو آهي يا جيڪو مؤمن هجڻ جي ڪري قيامت جي ڏينهن امن ۾ رهندي هر قسم جي خطري کان محفوظ هوندو اهو ڀلو آهي؟ ظاهر آهي ته امن ۾ رهندڙ ڀلو آهي. مفسرن پلارن لکيو آهي ته جهنم ۾ اڇلايل مان مراد ابوجهل آهي ۽ امن ۾ رهندڙ مان مراد سيدنا حمزه، يا سيدنا عثمان يا سيدنا عمار بن ياسر آهي. (۱)

(رضي الله عنهم) "اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ" جيڪي گهرو ڪندا رهو. هن ۾ الله عزوجل انهن کي تنبيه ڪندي فرمايو ته اوهان کي برائي ڪندڙ ۽ ڀلائي ڪندڙ جي عاقبت معلوم ٿي هاڻي جيڪي وڻيو ڪيو ۽ جهڙي پوکيندؤ اهڙي لٽندؤ. "إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ" بلاشڪ اوهان جيڪي ڪيو ٿا اهو ڏسندڙ آهي. يعني اهو اوهان جي هر عمل کي ڏسي ٿو. جهڙو عمل ڪندؤ اهڙو اوهان کي بدلو ڏيندو. "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالنَّذِيرِ لَمَّا جَاءَهُمْ بَلَاءٌ" جن قرآن جو انڪار ڪيو جڏهن انهن وٽ آيو. هتي "إِنَّ" تحقيق جي ۽ "الَّذِينَ" کان پڇاڙي تائين، صله ۽ موصول گڏجي "إِنَّ" جو اسم ٿيندو ۽ ان جي خبر "هَالِكُونَ" يا "مُعَذِّبُونَ" محذوف آهي. (۲) مطلب ته جن وٽ الله جل شانہ جو قرآن پاڪ آيو ۽ هنن مڃڻ جي بجاءِ ان جو انڪار ڪيو اهي هلاڪ ٿيندا. عذاب ۾ ويندا. "وَأَنَّهُ لَكِنَّكَ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ" ۽ بلاشڪ اهو عزت وارو ڪتاب آهي ان کي سندس اڳيان ۽ پويان باطل نه ايندو. مطلب ته قرآن ڪريم اهڙو عزت، شرف ۽ شان وارو ڪتاب آهي ڪنهن شيطان کي مجال ناهي جو ان ۾ گهٽ وڌائي ڪري يا ان ۾ ڪنهن قسم جي مداخلت ڪري

سگهي هي اهڙو مضبوط قلعو آهي جيڪو هر طرف کان هر طرح محفوظ آهي مڪه مڪرمه جي رهاڪو مشرڪن قرآن ڪريم ۾ گڙبڙ ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي هميشه ناڪام رهيا. سيد پير ڪرم شاهه الازھري لکيو آهي ته رافضين به قرآن پاڪ جي آيتن ۾ ردو بدل جي وڏي ڪوشش ڪئي پر انهن کي به ڪنهن قسم جي ڪاميابي حاصل نه ٿي. (١) "تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ" حڪمت واري ساراهيل جي طرفان نازل ڪرڻ آهي. مطلب ته قرآن پاڪ جو نزول ان الله، حڪمت واري جي طرفان آهي جيڪو پنهنجن ٻانھن جا ڪم پنهنجي حڪمت ۽ تدبير سان ٺاهيندو آهي، جيڪو ٻانھن تي انعام ۽ احسان ڪرڻ جي ڪري ساراهيل آهي. (٢)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا حاصل ٿين ٿا. ١- "لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ" (سج ۽ چنڊ کي سجدو نه ڪيو) مان معلوم ٿيو ته سجدو ڪرڻ صرف ئي صرف ڪائنات جي خالق جو حق آهي اهوئي حقيقي معبود، مقصود ۽ مسجود آهي. ان کان سواءِ ڪنهن ستاري يا، انسان پلي ڇو نه ڪيڏو ڪامل ولي يا خود نبي عليه الصلاة والسلام هجي ان کي سجدو ڪرڻ چاهي عبادت جي نيت سان هجي يا تعظيم جي نيت سان هرگز جائز ناهي. بلڪ جيڪڏهن ڪو عبادت جي نيت سان الله ڪيان سواءِ ڪنهن کي سجدو ڪري ٿو ته ڪافر ٿي ويندو ۽ عبادت جي نيت سان سجدو ڪنهن به شريعت ۽ ملت ۾ الله جل شانہ کان سواءِ ڪنهن جي لاءِ به حلال نه هو ۽ نه آهي چو ته اهو شرڪ ۾ داخل آهي ۽ ڪنهن به نبي سڳوري عليه الصلوة والسلام جي شريعت ۾ شرڪ جي اجازت نه رهي آهي. ها تعظيم جو سجدو اڳين شريعتن ۾ جائز هو جيئن ملائڪن حضرت آدم علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي سجدو ڪيو هو يا حضرت يوسف علي نبينا وعليه الصلوة والسلام کي سندس والد ۽ ڀائرن سجدو ڪيو هو پر امت جي فقهاء جو اجماع آهي ته اسلام ۾ ان تعظيم واري سجدي جي به ڪنهن لاءِ اجازت ناهي غير الله کي سجدو ڪرڻ مطلق حرام آهي. ٢- "وَهُمْ لَا يَسْتَمُونَ" (۽ اهي ٿڪبا ناهن) هن ڳالهه تي ته امت

جو اجماع آهي ته هن سورة ۾ تلاوت جو سجدو واجب آهي پر ڪهڙي مقام تي سجدو ڏجي ان ۾ اختلاف آهي.

علامه ابن العربي لکيو آهي ته حضرت علي ۽ حضرت ابن مسعود. ”إِنْ كُنْتُمْ آيَاہُ تَعْبُدُونَ“ پڙهي سجدو ڏيندا هئا. امام مالڪ عليه الرحمته جو قول به اهو آهي ۽ حضرت عبدالله بن عباس ”وَهُمْ لَا يَسْتَمُونَ“ پڙهي پوءِ سجدو ۽ تلاوت ڏيندو هو ابن وهب، امام شافعي، مسروق، ابو عبدالرحمن سلمي، ابراهيم نخعي، ابو صالح، يحيٰ بن واب، طلحة، حسن بصري، ابن سيرين ابو وائل، قتادة، بڪر بن عبدالله به انهن لفظن کي پڙهي پوءِ سجدو ڏيندا هئا. حضرت عبدالله بن عمر رضي الله عنهما جو به اهو ارشاد آهي. (١) اهوئي مذهب سڀني حنفي امامن جو آهي ۽ احتياط به ان ۾ آهي چوڻ ”وَهُمْ لَا يَسْتَمُونَ“ پويان آهي اتي سجدي ڏيڻ سان پهريون به ادا ٿي ويندو. ٻي صورت ۾ نه ٿيندو. (٢)

٣- إِنْ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا“ (بلاشڪ جيڪي شخص اسان جي آيتن ۾ الحاد ڪن ٿا) مان معلوم ٿيو ته ڪفر جو هڪ قسم الحاد آهي. ان جي معنيٰ آهي هڪ طرف مائل هجڻ، قبر واري لحد کي به لحد ان جي ڪري سڏجي ٿو جو اها به قبر جي هڪ پاسي هوندي آهي قرآن ڪريم ۽ حديث مبارڪ جي اصطلاح ۾ قرآن پاڪ جي آيتن کان عدول ۽ انحراف کي الحاد چئبو آهي. ۽ لغوي معنيٰ جي لحاظ سان ته اهو عام آهي سڌو سنئون انڪار ڪري يا ڪو بهانو بنائي فاسد تاويل سان انحراف ڪري. مگر عام طور الحاد چئبو آهي ان کي جو ظاهر ۾ قرآن پاڪ تي ايمان ۽ تصديق جو اقرار ڪري پر ان جون معنائون اهڙيون ناهي جيڪي قرآن ۽ سنت جي نصوص ۽ جهمور امت جي خلاف هجن جن سان قرآن پاڪ جي نزول جو مقصد ئي مڃجي وڃي. حضرت ابن عباس رضي الله عنهما کان الحاد جي معنيٰ اها بيان ٿيل آهي. الحاد هڪ قسم جو ڪفر گمراهي ۽ نفاق آهي. هن هلندڙ دؤر ۾ اهڙا ماڻهو گهڻا آهن جيڪي يورپ جي علم جي دعوى دارن کان متاثر ٿي الحاد ڪندي قرآن ۽ حديث جي صحيح مفهوم ۽ مراد بيان ڪرڻ جي بجاءِ پنهنجا عقلي ٻول بوليندا آهن انهن جي ان ڪافرانہ ۽ ملحدانہ مڪر و فريب کان محفوظ رهڻ جي لاءِ

قرآن ۽ حديث جي مراد اها پکي کجي جيڪا جمهور مفسرن ۽ محدثن بيان ڪئي آهي.

مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ

ٿيو چيو وڃي تولا ۽ مگر جيڪو تحقيق چيو ويو رسولن جي لاءِ اڳي ٿو ڪان

إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ (٤٣)

بلاشڪ تنهنجو رب البتہ بخشش وارو آهي ۽ دردناڪ عذاب ڏيڻ وارو آهي

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُبْرًا نَا عَجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا

۽ جيڪڏهن ڪيون ها اسان ان کي قرآن عجمي ٻوليءَ ۾ ته البتہ چون ها ته ڇو نه

فُصِّلَتْ آيَاتُهُ طَعَامًا عَجَمِيًّا وَعَرَبِيًّا قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ

کولي بيان ڪيون ويون ان جون آيتون ڇا (ڪتاب) عجمي ۽ (نبي) عربي؟ فرما ۽ ته اهو انهن جي لاءِ

أَمَنُوا هُدًى وَشَفَاءً لِّأُولَئِكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي أَذْنِهِمْ

جن ايمان آندو هدايت ۽ شفا آهي ۽ جيڪي ايمان نٿا آڻين ڪن انهن جي ۾

وَقُرْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ (٤٤)

ٻوڙاڻپ آهي ۽ اهو انهن تي اندائي آهي اهي سڏيا وڃن ٿا پر انهن هنڌ کان

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ وَلَوْلَا

۽ البتہ تحقيق ڏنو اسان موسيٰ کي ڪتاب پوءِ اختلاف ڪيو ويو ان ۾ ۽ جيڪڏهن نه هجي ها

كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقَضَيْ بَيْنَهُمْ

حڪم جيڪو اڳي ٿيو تنهنجي رب جي طرفان ته البتہ فيصلو ڪيو وڃي ها انهن ۾

وَأَنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ (۴۵) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

۽ بلاشڪ اهي البتہ شک ۾ آهن ان کان ڌوڪي ۾ وجهندڙ جنهن کي ڀلا ڪم

فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلِيَهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (۴۶)

پوءِ پنهنجي لاءِ ۽ جنهن برائي ڪئي پوءِ ان جي مٿان آهي ۽ ناهي رب تنهنجو ظلم ڪندڙ ٻانهن تي.

تفسير.

هن کان اڳ ۾ الله جل شانہ جي آيتن ۾ الحاد ڪندڙن کي تنبيه ۽ تهديد ڪئي وئي ۽ هتان کان نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم جن کي تسلي ڏيندي فرمان ٿي رهيو آهي ”مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ“ توکي نٿو چيو وڃي مگر اهو جيڪو توکان اڳي آيلن رسولن کي چيو ويو هو.

يعني ڪافر جيڪي اعتراض اوهان تي ڪن ٿا بعيته اهي اعتراض اوهان کان اڳي آيلن رسولن عليهم الصلوة والسلام تي به سندن بي فرمان قومون ڪنديون هيون. هنن کي انهن قومن جي پڇاڙي ڪيئن ٿي؟ اهو ڏسي عبرت وٺڻ گهرجي نه ته کين به اهي سڙائون ملنديون. ”إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ“ بلاشڪ تنهنجو رب مغفرت وارو ۽ دردناڪ عذاب ڏيڻ وارو آهي. يعني مؤمنن کي مغفرت سان نوازيندڙ ۽ ڪافرن کي دردناڪ عذاب ڏيندڙ آهي. (۱) ”وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ“ جيڪڏهن اسين ان کي عجمي (ٻوليءَ ۾) قرآن ڪيون ها ته البتہ چون ها ته ان جون آيتون کولي کولي بيان ڇو نه ڪيون ويون. مڪه مڪرمه جي رهاڪو ڪافرن هڪ بهانو هي به ٺاهيو ته اسين قرآن ڪريم کي معجزو ڪيئن مڃيون؟ معجزو تڏهن هجي ها جو اهو غير عربي، عجمي زبان ۾ لهي ها. انهن کي جواب ۾ ارشاد ٿيو آهي ته: جيڪڏهن اسين قرآن پاڪ کي عجمي ٻوليءَ ۾ لاهيون ها ته اهي ساڳيا ڪافر چون ها ته: هن جون آيتون کولي کولي بيان ڪيل

ناهن ”اَعْجَمِي وَعَرَبِي“ ڇا (ڪتاب) عجمي ۽ (نبي) عربي. مطلب ته اهي وري چون ها ته هي ڪهڙو هدايت جو رستو آهي جو رسول عربي، ان جي پهرين مخاطب قوم به عربي پر ان تي ڪتاب اهڙي زبان ۾ لٿو آهي جو عرب ان جو هڪ حرف به ٿا سمجهي سگهن. ”قُلْ هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هٰذِيْ وَشَفَاعَةُ فَرَمٰءَ“ ته اهو ايمان وارن جي لاءِ هدايت ۽ شفا آهي. مطلب ته اجايا اعتراض ڪندڙن کي ڪجهه نه ملندو پر جيڪي ان تي ايمان آڻيندا هي ڪتاب انهن جي حق ڏانهن ۽ سڌي واٽ ڏانهن رهبري ڪندو ۽ سندن سينن ۾ جيڪا شڪوڪ و شبهات جي بيماري آهي انهن کي دور ڪري شفا ڏيندڙ آهي يا جيڪا سينن ۾ تنگي آهي ان جي لاءِ پڙهڻ ۾ حاصل ٿيندڙ نعمت ۽ فڪر ۾ ملندڙ نعمت سان ۽ آخرت ۾ ٿيندڙ لطف جي وعدن سان قلوبن جي لاءِ شفا آهي (١)

”وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهٖمْ وَقُرْ“ ۽ جيڪي ايمان نٿا آڻين انهن جي ڪنن ۾ ٻوڙائپ آهي. وقر جي معنيٰ (ٻوڙائپ) آهي مطلب ته اهي نه قبول ڪرڻ جي ڪري ٻوڙا آهن ٻڌن ئي ڪونه ٿا. (٢)

”وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمٰى“ ۽ اهو انهن تي اندائپ آهي. يعني جيئن ڄمڙي جون اکيون سج جي روشنيءَ ۾ انڌيون ٿي وينديون تيئن هنن ڪافرن جون اکيون قرآن ڪريم جي روشنيءَ ۾ انڌيون ٿين ٿيون ان ۾ قرآن پاڪ جو ڪهڙو قصور آهي منڪرن کي پنهنجي نگاهه جو قصور محسوس ڪندي ان جي علاج ڏانهن متوجہ ٿيڻ گهرجي. ”اُولٰٓئِكَ يُنَادُوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ“ اهي پر انهيءَ جاءِ کان سڏيا وڃن ٿا. هن ۾ انهن ڪافرن جو حال بيان ڪيو ويو آهي ته اهي ڄڻ ته هڪ پراڻهي پٺڌ کان سڏيا وڃن ٿا جو نه ٻڌن ٿا ۽ نه سمجهن ٿا. ۽ ضحاک جو قول آهي ته اهي قيامت جي ڏينهن ٻرن لقبن يا فاسق، يا منافق وغيره سان نهايت پراڻهي جاءِ اعليٰ عليين کان سڏيا ويندا ۽ پاڻ اسفل السافلين ۾ هوندا. (٣) ”وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَاخْتَلَفَ فِيْهِۦ“ البتہ تحقيق اسان موسيٰ کي ڪتاب ڏنو پوءِ ان ۾ اختلاف ڪيو ويو. يعني جيئن هاڻي قرآن ڪريم جي متعلق مڃڻ وارن ۽ نه مڃڻ وارن ۾ اختلاف آهي حضرت موسيٰ (علي نبينا وعليه الصلوٰة والسلام) کي اسان جيڪو ڪتاب (توراة) ڏنو هو

ان ۾ ان وقت وارن ائين اختلاف ڪيو هو ”وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ“ ۽ جيڪڏهن تنهنجي رب وٽان حڪم اڳي نه ٿئي ها ته انهن ۾ فيصلو ڪيو وڃي ها. يعني الله جل شانہ جي طرفان عذاب کي پوئتي ڪرڻ جو فيصلو ٿيل نه هجي ها ته انهن کي مڪمل طرح هلاڪ ڪرڻ جو فيصلو ڪيو وڃي ها يا مراد آهي ته جيڪڏهن فيصلن جي لاءِ آخرت جو ڏينهن مقرر ڪيل نه هجي ها ته دنيا ۾ ئي سڀ ڪجهه ڪيو وڃي ها پر ان ڏينهن جي اچڻ لاءِ هنن کي ڪجهه مهلت ڏنل آهي. (١) ”وَأَنهَمُ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ“ ۽ بلاشڪ اهي ان کان ڌوڪي ڏيندڙ شڪ ۾ آهن. مطلب ته اهي ايمان ۽ يقين جي دولت کان محروم هجڻ جي ڪري سڪون ۽ اطمینان کان محروم، ڌوڪي ڏيندڙ شڪ جي مرض ۾ مبتلا آهن. ”مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا“ جنهن صالح عمل ڪيا ان پنهنجي لاءِ (ڪيا) ۽ جنهن برا (عمل) ڪيا ان (جو وبال ان) تي آهي يعني جيڪو ڀلا عمل ڪندو سو پنهنجي فائدي لاءِ ڪندو ۽ جيڪڏهن برا عمل ڪندو ته انهن جي سزا ان کي ملندي ”وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ“ ۽ تنهنجو رب ٻانهن تي ظلم ڪندڙ ناهي. جو ڪنهن جي ڪيل نيڪي شمار ۾ نه آئي يا ڪنهن جو نه ڪيل گناهه ان جي لاءِ لڪرائي ڇڏي. (٢)

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا به ذهن ۾ ويهن ٿا. ١- ”مَا يَقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ“ (اوهان کي نٿو چيو وڃي مگر جيڪو تحقيق اوهان کان اڳين رسولن (عليهم الصلوة والسلام) کي چيو ويو هو) جي هڪ مراد اها به آهي ته جيئن اوهان کان اڳين نبين عليهم الصلوة والسلام کي ايمان جي تبليغ جو حڪم ٿيل هو اوهان کي به اهوئي حڪم آهي. باقي احڪام ۾ ته وڏو فرق آهي. ۽ حضور ڪريم صلي الله عليه وسلم جن جا القاب ۽ سندن صفات حسنه ته سڀني نبين عليهم الصلوة والسلام کان اعلى آهن. ٢- ”أَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ“ (ڇا، عجمي ۽ عربي) هن تي غور ڪرڻ سان معلوم ٿيو ته قرآن ڪريم عربي ٻوليءَ ۾ ان جي ڪري نازل ٿيو جو محبوب عليه الصلوة والسلام جن جي ٻولي عربي آهي جيڪڏهن اهو ڪنهن ٻيءَ ٻوليءَ وارو ڪنهن ٻئي ملڪ ۾ هجي ها ته قرآن پاڪ به ان زبان ۾ نازل ٿئي ها.

٣- ”هَدَىٰ وَشَفَا“ (هدايت ۽ شفاء) مان معلوم ٿيو ته قرآن ڪريم هدايت ۽ روحاني شفاء صرف مومن جي لاءِ آهي مگر الله ڏانهن سڏيندڙ ۽ ظاهري جسماني شفاء سڀني جهانن جي لاءِ آهي. ان جي ڪري ان سان ڦٽڻو وجهڻ مومن سان گڏ مشرڪن لاءِ به مفيد رهيو جيئن سورة فاتحه جي فضائل ۾ آيل آهي. ٤- ”وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلِيَهَا“ ۽ جنهن برائي ڪئي پوءِ ان (جو وبال ان) تي آهي) مان معلوم ٿيو ته اسلام ۾ هر شخص پنهنجي عمل جو ذميدار آهي وڏن بزرگن جي اولاد هجڻ جي ڪري ڪوبه گناه ڪرڻ جو مجاز نه آهي ۽ اها سوچ رکڻ غلط آهي ته مقبول ٻانهن سان نسبي تعلق رکڻ ڪافي آهي.

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا

ان ڏانهن ئي موٽايو وڃي ٿو قيامت جو علم ۽ نٿا نڪرن ڪي ميوا پنهنجين ڳٻين مان

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

۽ نٿي حمل واري ٿئي ڪا مادي ۽ نٿي ڄڻي مگر ان جي علم ۾ آهي ۽ جنهن ڏينهن سڏيندو انهن کي ته

أَيْنَ شُرَكَاءِي قَالُوا أَدْنَاكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ (٤٧)

ڪٿي آهن منهنجا شريڪ (بنابيل) چوندا ته عرض ڪيو اسان توکي ته ناهي اسان مان ڪو شاهد

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَالَهُمْ

۽ گم ٿيندا انهن کان اهي جن جي عبادت ڪندا هئا اڳ ۾ ۽ پائيندا ته ناهي انهن لاءِ

مِّنْ مَّحِيصٍ (٤٨) لَا يَسْأَلُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ

ڪا چوٽڪاري جي جاءِ ٿئي ٿو ٿڪجي انسان خير جي دعا کان ۽ جيڪڏهن پهچي ٿي ان کي

الشَّرُّ فَيَسْأَلُ قَنُوطُ (٤٩) وَلَئِنْ أَدْقْنَاهُ رَحْمَةً

تڪليف پوءِ آسرو لاهيندڙ نا اميد ٿيندڙ آهي ۽ البت جيڪڏهن چڪائيندا آهيون ان کي رحمت

مِّنَّا مِّنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُ لَيَّ قَوْلَنَّا هَذَا لِيَّ لَا

پاڻ وٽان پڄاڻان تڪليف جي جيڪا پهتي ان کي ته البتہ ضرور چونديو هي مون لاءِ آهي

وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي

۽ نتو ڀانيان مان قيامت کي قائم ٿيڻ واري ۽ البتہ جيڪڏهن موٽايو ويس پنهنجي رب ڏانهن ته

إِن لِّيَ عِنْدَهُ لِلْحُسْنِ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

بيشڪ مون لاءِ ان وٽ البتہ چڱائي آهي پوءِ البتہ ضرور خبر ڏينداسون انهن کي جن کفر ڪيو

بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ (٥٠)

ان جي جيڪي ڪيائون ۽ البتہ ضرور چڪائينداسون انهن کي سخت عذاب مان

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهِ

۽ جڏهن نعمت ڪندا آهيون انسان تي ته منهن ڦيرائيندو آهي ۽ ڦيرائيندو آهي پاسو پنهنجو

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ (٥١) قُلْ أَرَأَيْتُمْ

۽ جڏهن پهچي ٿي ان کي ڪا تڪليف پوءِ وڏي دعا جو صاحب آهي فرمائي ته خبر ڏيو

إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مِنْ أَضَلِّ

جيڪڏهن هوندو الله وٽان ان کان پوءِ کفر ڪندؤ ان جو ته ڪير وڌيڪ گمراه آهي

مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ مُّبَعِيدٍ (٥٢) سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا

ان کان جو اهو اختلاف پرانهين ۾ آهي جلد ڏيکارينداسون انهن کي نشانيون پنهنجون

فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۖ وَأَوَّلُ

ملڪن ۾ ۽ سندن سڙن ۾ تانجو ظاهر ٿي انهن جي لاءِ حق ڇا نه

يَكْفٍ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (٥٣) إِلَّا إِنَّهُمْ

ڪافي ٿيو رب تنهنجو ته بلاشڪ اهو هر شيءِ تي حاضر آهي خبردار بلاشڪ آهي

فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۖ إِلَّا أَنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (٥٤)

شڪ ۾ آهن پنهنجي رب جي ملڻ ۾ خبردار بيشڪ اهو هر شيءِ کي گهيري ۾ رکندڙ آهي.

تفسير.

اڳين آيتن ۾ ڪافرن کي تنبيه ۽ تهديد ڪندي ٻڌايو ويو ته اوهان کي قيامت جي ڏينهن ٻرن عقيدن ۽ بد عملن جي سزا ملندي ۽ هتي ٻڌايو ويو آهي ته قيامت جي ڏينهن جي اچڻ جو علم الله جل شانہ کي آهي. فرمان مبارڪ آهي ”إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْعِلْمُ السَّاعَةِ“ ان ڏانهن ئي قيامت جو علم حوالي ڪيو وڃي ٿو. يعني جيڪڏهن قيامت جي اچڻ واري ڏينهن جي متعلق سوال ڪيو ويندو آهي ته ان کي الله جل شانہ جي حوالي ڪري چئبو ته الله جل شانہ کي ان جي خبر آهي ”وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامٍهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ“ ۽ جيڪي ميوا پنهنجين ڳٻين مان نٿا نڪرن ۽ نه ڪا مادي ڏکي ٿئي ٿي ۽ نه ڪا ڄڻي ٿي مگر سڀ ان جي علم ۾ آهي. ”اکمام“ ڪم جو جمع آهي ”ڪم“ ميوو تي شامل ٿيندڙ انهن سنهن ڀرڊن جو نالو آهي جيڪي ان جي کلڻ کان اڳي ان تي چڙهيل هوندا آهن (١) مطلب ته الله جل جلاله جو علم سڀني شين کي محيط آهي ڪو ميوو پنهنجن ڀرڊن مان ان جي علم کان سواءِ نٿو نڪري ۽ نه ڪا مادي ان جي علم کان سواءِ حامله ٿئي ٿي يا ٻار ڄڻي ٿي. اهي سڀ شيون ۽ سڀ حالتون الله جي علم کان ٻاهر ناهن. ”وَيَوْمَ

يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِيَ قَالُوا أَذُنُكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۖ جَنَهِنَ دِينَهُنْ أَنَهُنْ كِي سَڌِي
 (پڇندو) ته منهنجا شريڪ ڪٿي آهن؟ چوندا ته اسان توکي عرض ڪري ڇڏيو آهي
 ته اسان مان ڪوبه شاهدي ڏيندڙ ناهي. مطلب ته قيامت جي ڏينهن الله جل شانہ
 ڪافرن ۽ مشرڪن کي سڌي فرمائيندو ته جن کي به اوهان منهنجو شريڪ بنايو
 هو اهي ڪٿي آهن. انهن کي سڌي وئي اچو ته اهي ان ڳالهه کان ڦري ويندا ۽ چوندا
 ته اسان ته پهريائين عرض ڪري چڪا آهيون ته اسان مان ڪوبه انهن جي معبود
 هجڻ جي شاهدي ڏيڻ لاءِ تيار ناهي. يا هن حصي جو مطلب آهي ته اهي اڄ هتي
 اسان مان ڪنهن کي به نظر نٿا اچن. (١) "وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يُدْعُونَ مِنْ قَبْلُ
 وَظَنُوا مَالَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ" ۽ جن جي اهي اڳ ۾ عبادت ڪندا هئا اهي انهن کان گم
 ٿي ويندا ۽ اهي پائيندا ته انهن جي لاءِ ڪابه چوڻڪاري جي جاءِ ناهي. يعني دنيا ۾
 جن کي الله جو شريڪ بنائي انهن جي عبادت ڪندا هئا اهي اتي لپدن به ڪونه ۽
 اتي اها ڳالهه کين ذهن نشين ٿيندي ته انهن جي لاءِ ڪابه چوڻڪاري جي جاءِ نه
 رهي آهي "لَا يَسْتَمُرُّ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ زَّ" انسان خير جي دعا کان ٽڪجي نٿو.
 يعني الله جل شانہ کان صحت، عافيت، رزق جي ڪشادگي گهرندي انسان ٽڪجندو
 ناهي، ڪيترو به ملندو اٿس ته اڃا وڌيڪ گهرندو بس نه ڪندو. "وَأَنْ مَسَّهُ الشَّرُّ
 فَيَسْأَلْ قَنُوطًا" ۽ جيڪڏهن ان کي تڪليف پهچندي آهي ته پوءِ آسرو لاهيندڙ، نا
 اميد ٿيندو آهي. يعني جيڪڏهن ان کي مال رزق جي تنگي ملندي آهي يا ڪنهن
 مرض ۾ مبتلا ٿيندو آهي ته الله عزوجل جي رحمت مان آسرو لاهي صفا نا اميد ٿي
 ويهندو آهي "وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءَ مَسَّتْهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِيْ لَدَاءِ الْبِتِّ
 جيڪڏهن اسان ان کي پهچڻ واري تڪليف کان پوءِ پنهنجي طرفان رحمت چڪائي
 ته البتہ ضرور چوندو ته هيءُ منهنجي (لائق) آهي مطلب ته جيڪڏهن ان کان
 بيماري لاهي يا تنگدستي دور ڪري جنهن ۾ ڦاٿل هو ان کي پنهنجي رحمت سان
 صحت يا خوشحالي ڏيندا آهيون ته ڦٽندي چوندو آهي ته هي ته منهنجو حق آهي
 جيڪو مون کي مليو مون ۾ جيڪي ڀلايون آهن انهن جي ڪري مون کي اهو ملڻو
 ئي هو "وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً لَدَاءِ مَنْ قِيَامَتُ كِي قَائِمُ ٿيڻ واري (شيء) نٿو پٺيان.

مطلب ته منهنجي خيال ۾ قيامت قائم نه ٿيندي ۽ نه ڪو حساب يا عذاب ٿيندو. ”وَلَكِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ“ ۽ البتہ جيڪڏهن مان پنهنجي رب ڏانهن موٽايو ويندس ته بلاشڪ مون لاءِ ان وٽ البتہ چڱائي آهي. يعني قيامت ٿيندي ته ڪانه پر جيڪڏهن مان ڪٿي خدا تعاليٰ ڏانهن واپس ڪيو وڃان ته به مون کي فڪر ناهي جيئن دنيا ۾ ان جي نعمتن سان مالا مال آهيان تيئن آخرت ۾ به منهنجي لاءِ هر ڀلائي ۽ چڱائي هوندي. ”فَلَنُبَيِّنَنَّ لِلَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُدَيِّنَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ“ پوءِ البتہ ڪافرن کي جيڪي عمل ڪيائون انهن جي خبر ضرور ڏينداسون ۽ انهن کي سخت عذاب ضرور چڪائينداسون. يعني قيامت جي ڏينهن ڪافرن کي سندن ٻرن عقيدن ۽ ٻرن عملن جي خبر ڏينداسون جن ۾ رهندي سرڪشي ڪندا هئا ۽ کين انهن جي بدلي ۾ نهايت سخت سزا ڏيندي سخت عذاب چڪائينداسون. ”وَإِذَا أُنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأْيَ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ“ ۽ جڏهن انسان تي نعمت ڪندا آهيون ته منهن موڙيندو ۽ پنهنجو پاسو ڦيرائيندو آهي. يعني اسان انسان تان بيماريون لاهي، تنگدستي دور ڪري جڏهن ان کي صحت ۽ ڪشادگي جي نعمتن سان نوازيندا آهيون ته اسان جي اطاعت کان منهن موڙي، وڌائي ڪري پاسو ورائي هليو ويندو آهي ۽ جڏهن ان کي سخت سڃائي ۽ سخت بيماري وٺندي آهي ته پوءِ ڊگهي ڊگهي دعا گهرندو ۽ عرض ڪندو رهندو آهي ”قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ“ فرماء ته خبر ڏيو جيڪڏهن (هي قرآن پاڪ) الله وٽان آهي ان کا پوءِ به اوهان ان جو انڪار ڪيو ته ان کان وڌيڪ گمراه ڪير آهي جيڪو پرانهين اختلاف ۾ آهي؟ يعني اي محبوب! ڪريم صلي الله عليه وسلم اوهان انهن کي فرمايو ته هي ڪتاب جيڪڏهن الله جل مجده جي طرفان نازل ڪيل آهي ۽ اوهان ان کي ڪوڙو چيو ته پوءِ ان کان وڌيڪ گمراه ڪير آهي؟ جيڪو (هرو ڀيرو) پرانهين اختلاف ۾ آهي ۽ قرآن پاڪ کي نٿو مڃي مطلب ته نه مڃڻ وارو صفا گمراه آهي. ”سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ“ جلد اسين انهن کي پنهنجيون نشانين ملڪن ۾ ۽ سندن سرن ۾ ڏيکارينداسون تانجو انهن جي لاءِ ظاهر ٿئي ته بيشڪ اهو حق

آهي. مطلب ته جلد اهو وقت ايندو جو اسين انهن ڪافرن کي پنهنجي قدرت جون نشانين ملڪن، مڪه مڪرمه ۽ ٻين شهرن ۾ ڏيکارينداسون جو اهي اسان جي نبي پاڪ صلي الله عليه وسلم ۽ ان جي خليفن رضي الله عنهم جي هٿن تي فتح ٿيندا، جنهن مان اسلام ۽ مسلمانن جي قوت ظاهر ٿيندي ۽ اهڙي طرح انهن جي لاءِ اها ڳالهه کلي سامهون ايندي ته بلاشڪ اهو قرآن پاڪ حق آهي. (١) ”أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ“ ڇا تنهنجو رب ڪافي ناهي ته بيشڪ اهو هر شيءِ تي حاضر آهي. يعني قرآن ڪريم جي حقانيت جي لاءِ تنهنجي رب جو بيان ڪافي ناهي جيڪو بلاشڪ وشبه هر شيءِ تي حاضر، شاهد آهي ۽ هر شيءِ ۾ غور ڪرڻ سان ان جي شاهد هجڻ جو ثبوت ملندو آهي. ”أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِئَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ“ خبردار بيشڪ اهي پنهنجي رب سان ملڻ ۾ شڪ ۾ آهن. يعني انهن کي شڪ آهي پڪ ناهي ته اهي مرڻ کان پوءِ الله عزوجل سان ملندا. ”أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ“ خبردار بلاشڪ اهو هر شيءِ کي گهيري ۾ وٺندڙ آهي. ڪابه شيءِ ان جي قدرتي احاطي کان ٻاهر ناهي جيڪڏهن مرڻ کان پوءِ انهن جي بدن جا ذرا، مٽيءَ ۾ ملي وڃن يا پاڻيءَ ۾ وهي وڃن يا هوا ۾ اڏامي وڃن ته به الله جل شانہ جو علم هر هڪ ذري کي محيط آهي ان جي لاءِ انهن کي گڏ ڪري زنده ڪرڻ مشڪل ناهي.

فائدا.

مذڪوره آيتن مان هي فائدا ذهن نشين ٿين ٿا. ١- ”إِلَيْهِ يُرْجَعُ عِلْمُ السَّاعَةِ“ (ان ڏانهن ئي قيامت جو علم موٽايو وڃي ٿو) يعني سڀئي انبياءِ عليهم الصلوة والسلام ۽ اولياءِ عظام قيامت جي علم کي الله عز اسمہ جي حوالي ڪن ٿا جڏهن انهن کان پڇيو وڃي ٿو ته قيامت ڪڏهن ايندي؟ ته چون ٿا الله تعالیٰ ڄاڻي ٿو ته ڪڏهن ايندي. يا مطلب آهي ته قيامت جو علم الله جل شانہ جي ٻڌائڻ کان سواءِ ڪنهن کي نه ملندو آهي ان ۾ حساب، اٽڪل وغيره جو ڪو دخل ناهي. مفسر قرآن علامه صاوي لکيو آهي ته: فلا ينافي ان رسول الله صلي الله عليه وسلم لم يخرج من الدنيا حتى اطلع على ما كان وما يكون وما هو كائن ومن جملة وقت الساعة ولكن امر بكتمانه فلا يفيد السائل عنه شيئاً. (١)

يعني اها آيت ان جي خلاف ناهي ته حضرت نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن کي دنيا مان رحلت ڪرڻ کان اڳ ڀر ٿي ماڪان و مايڪون وما هو ڪائن (جيڪي ٿيو، ٿئي پيو يا ٿيندڙ آهي ان جو اطلاع ڏنل هو ۽ ان مان قيامت اچڻ جي وقت جو علم به آهي پر کين ان جي لڪ ۾ رکڻ جو امر ڪيل هو پوءِ ان جي متعلق سوال ڪندڙ کي ڪوبه فائدو نه ڏيندا هئا. علامه موصوف جي عبارت مان واضح ٿيو ته نبي پاڪ صلى الله عليه وسلم جن کي قيامت جي اچڻ واري ڏينهن جو علم مليل آهي. ۽ ان جي ڪري پاڻ قيامت جون نشانيون، ان جي تاريخ ۽ ڏينهن به بيان ڪيائون ته اها ڏهين محرم جمعي جي ڏينهن ٿيندي. جيڪڏهن کين ڪوبه ان جو علم نه هجي ها ته اهي ڳالهيون نه ٻڌائڻ ها. البت اهو بيان نه فرمايائون ته ڪيتري عرصي کان پوءِ ايندي چوڻه اهو اسرار الاهي مان آهي. تفسير روح البيان ۾ آهي ”مشائخ صوفيه فرمايو آهي ته، الله عزوجل پنهنجي محبوب ڪريم صلى الله عليه وسلم جن کي قيامت جي اچڻ جو علم عطا ڪيو آهي“ (١)

٢- ”اَلَا يَعْلَمُ“ (مگر ان جي علم سان) مان معلوم ٿيو ته ميون جي پردن مان نڪرڻ کان اڳي به الله انهن کي ڄاڻي ٿو ته پورو پڇي نڪرندو يا اڳ ۾ ڪري پوندو ۽ ماديءَ جي حمل جي حالات کي به اهوئي ڄاڻي ٿو ته ٻچو ڪڏهن پيدا ٿيندو. ڪهڙو ٿيندو، ڪيترو وقت زنده رهندو. ڇا کائيندو ڇا ڪندو.

سوال:-

هي ڳالهيون ته نجوم جي به ٻڌائيندا آهن گهڻا وقت اولياءَ سڳورا ۽ ڪشف وارا بزرگ به بيان ڪندا آهن؟

جواب:-

نجومين ۽ پنڊتن جون خبرون ته اٽڪل ۽ گمان تي ٻڌل هونديون آهن گهڻو ڪري غلط ڪڏهن ڪڏهن صحيح بيهنديون آهن.

اوليائن سڳورن جون خبرون بالڪل صحيح هونديون آهن پر انهن جو علم ذاتي نه هوندو آهي الله جل شاناه جي ٻڌائڻ سان هوندو آهي. (٢)

الحمد لله جو مون گنهگار اڃا بروز خميس ٢٣ صفر المظفر ١٤٢٥ هـ الموافق ٨

اپريل ۲۰۰۴ع تي شام جو ۵ بجي پنهنجي گهرواري لائبريريءَ ۾ سورة حم السجده جو تفسير لکي پورو ڪيو الله جل شانہ جي بارگاہ بي کس پناهہ ۾ دل سان دعا آهي تہ باقي رھيل تفسير بہ جلدي لکي پورو ڪرڻ نصيب فرمائي. آمين يا الله العالمين بحرمۃ النبي الامين عليه وعلى آله واصحابہ الصلوات والتسليمات الى يوم الدين.

الفقير الي الله المغيث

محمد ادريس الداھري

غفر الله له ولوالديه.



رہبر ۽ رهنما

القرآن الکریم

باری تعالیٰ جو کلام

کتاب جو نالو	مصنف	ڇاپيل
۱: خازن	علامه علي بن محمد بن ابراهيم بغدادی	دار المعرفة - بيروت - لبنان
۲: الدر المنثور	علامه جلال الدين سيوطي	دارالفکر - بيروت
۳: تفهيم القرآن	ابوالاعليٰ مودودي	اداره ترجمان القرآن لاهور
۴: ضياء القرآن	علامه پير محمد کرم شاه الازھري	ضياء القرآن پبلي کيشنز لاهور
۵: روح المعاني	شهاب الدين آلوسي	دارالفکر بيروت
۶: روح البيان	محمد اسماعيل حقي عليه الرحمة	دارالفکر بيروت
۷: حاشيه دريابادي	علامه عبدالماجد دريابادي	تاج کمپني ڪراچي
۸: المراغي	احمد مصطفى المراغي	دارالفکر بيروت
۹: القرطبي	محمد بن احمد انصاري	دارالباز - المكة المكرمة
۱۰: المظھري	ثناء الله پاني پتي عليه الرحمة	اشاعة العلوم حيدرآباد دکن انڊيا
۱۱: صفوة التفاسير	محمد علي صابوني	دارالقرآن بيروت
۱۲: تفسير ابن كثير	علامه اسماعيل بن كثير دمشقي	مكتبه تجاريه مصر
۱۳: نور العرفان	مفتي احمد يار خان نعيمی	سني دارالاشاعت لاهور
۱۴: ايشر التفاسير	ابوبکر بن جابر الجزائري	سعوديه عريبه
۱۵: معارف القرآن	مفتي محمد شفيع صاحب	دارالقلم ڪراچي
۱۶: التفسير الكبير	علامه فخرالدين رازي عليه الرحمة	دارالكتب العلمية طهران
۱۷: الصاوي	احمد بن محمد الصاوي المالكي عليه الرحمة	شركة مكتب ومطبع مصطفى البابي واوлад بمصر
۱۸: حاشيه عثمانيه	علامه شبير احمد عثمانی	مملكة عريبه سعودية
۱۹: حقاني	علامه عبدالحق	شيخ غلام علي اينڊ سنز ڪشمير بازار لاهور
۲۰: ترجمه امروتي	سيد تاج محمود امروتي	تاج کمپني ڪراچي

السعودية العربية	شاه ولي الله دهلوي	٢١: ترجم فارسي
	عليه الرحمة	
المكتبة الاسلامية بيروت	علامه عبدالرحمن ابن الجوزي	٢٢: زاد المسير
مطبع كراچي، لاهور	شاه عبدالقادر محدث دهلوي	٢٣: موضح القرآن
دارالقلم - دمشق سوريا	محمد علي صابوني	٢٤: تنويرالاذهان
دارالباز عباس احمد الباز بمكة المكرمة	محمود بن عمر زمخشري	٢٥: الكشف
دار احياء التراث العربي، بيروت	محمد بن محمد عمادي	٢٦: تفسير ابي السعود
دار الفكر بيروت	ابوحيان اندلسي	٢٧: البحر المحيط
دار الكتب العلمية بيروت	فقيه ابوالليث سمرقندي عليه الرحمة	٢٨: بحر العلوم
دارالقلم دمشق	علي بن احمد - الواحدي	٢٩: الوجيز
دارالفكر بيروت	جمال الدين القاسمي	٣٠: القاسمي
احياء التراث العربي - بيروت	محسن بن علي شوكاني	٣١: فتح القدير
الشركة العلمية بيروت بوهزگيت ملتان	محمد نعيم ديوبندي	٣٢: كمالين شرح اردو جلالين
دارالمنار الاسلامي بيروت	الشيخ حسنين محمد مخلوف	٣٣: تفسير وبيان كلمات القرآن الكريم
دارالفكر بيروت	جمال الدين قاسمي	٣٤: محاسن التاويل
مطبع المملكة العربية السعودية	محمد جوناگڑهي	٣٥: حاشيه محمد جوناگڑهي
مكتبة تجاريه مصر	سليمان بن عمر الشهير بالجمل	٣٦: الفتوحات الالهية
دارالفكر بيروت	عبدالله بن عمر شيرازي عليه الرحمة	٣٧: البيضاوي كامل
دارالمعرفة بيروت	عبدالله بن احمد نسفي	٣٨: مدارك التنزيل بهامش الحازن
دارالكتب العربي بيروت	ابن القيم الجوزي	٣٩: كتاب الروح
دارالكتب العلمية بيروت	علامه جلال الدين سيوطي	٤٠: بشري الكتيب مع شرح الصدور
مطبع مكتب الحجاز شمالي ناظم آباد كراچي	شبير احمد عثمانى	٤١: فتح الملهم شرح صحيح المسلم
مكتبة محمد يعقوب الفراهي	شاه محمد انور شاه كشميري	٤٢: فيض الباري شرح صحيح البخاري

مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۴۳: مدارج النبوة
ادب منزل پاکستان چوک کراچی	ولی الدین الخطیب	۴۴: مشکوٰۃ المصابیح
دار احیاء التراث - بیروت	علامہ علی قاری	۴۵: مرقاة شرح مشکوٰۃ
مکتبہ تجاریہ مصر	علی بن احمد واحدی نیشاپوری	۴۷: اسباب النزول للواحدی
دارالمعرفۃ بیروت	ڈاکٹر محمد عبدالرحیم	۴۷: تفسیر الحسن البصری
مولوی محمد عظیم شکارپور	محمد عثمان نورنگ زادہ	۴۸: تنویر الایمان
عالم المکتب بیروت	عبدالرحمن سعیدی	۴۹: تیسیر الکریم الرحمان
دارالباز مکہ مکرمہ	محمد عبدالملک بن ہشام	۵۰: سیرت ابن ہشام
دارالباز مکہ مکرمہ	علی بن محمد المعروف ابن الاثیر	۵۱: اسد الغابۃ
دارالباز مکہ مکرمہ	عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی	۵۲: الروض الانف
مطبوع دارالباز مکہ مکرمہ	علی بن حسین مسعودی	۵۳: مروج الذهب
دارالمعرفۃ - بیروت	السید عثمان بن ابوبکر امی غنی	۵۴: تاج التفسیر
اصح المطابع کراچی	سیدنا ابن عباس رضی اللہ	۵۵: تنویر المقیاس
دارالمعرفۃ بیروت - لبنان	تعالیٰ عنہما	۵۶: المفردات
مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی - پشاور	امام راغب اصفہانی	۵۷: جامع البیان
ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور	ابوجعفر محمد بن جریر طبری	۵۸: التفسیرات الاحمدیۃ
سعید ایچ ایم کمپنی کراچی	علامہ ملا احمد جیون دہلوی	۵۹: خزائن العرفان (مترجم سنڈیکار مفتی محمد رحیم سکندری)
دار احیاء التراث العربی - بیروت	جلال الدین سیوطی	۶۰: لباب النقول
المطبوعۃ العلمیۃ بیروت	محمد بدرعالم	۶۱: ترجمان السنۃ
دارالفکر بیروت	مولوی محمد قاسم نانوتوی	۶۲: تحذیر الناس
مطبوعہ ہندستان	محمد بن محمد عمادی	۶۳: تفسیر ابو السعود
مطبع المکتبۃ العصریۃ بیروت	زین الدین ابن نجیم	۶۴: البحر الرائق
کتب خانہ مجیدیہ ملتان	المبارک بن محمد الجزری ابن الاثیر	۶۵: النہایۃ
	کمال الدین حسین الواعظ	۶۶: تفسیر حسینی فارسی
	محمد علی صابونی	۶۷: التفسیر الواضح المیسر
	محمد سعد اللہ قنڈھاری	۶۸: کشف المحجوبین حاشیۃ الجلالین

الجلالين

٦٩: احكام القرآن لابن عربي
٧٠: البداية والنهاية
٧١: الجواهر في تفسير القرآن
٧٢: جلالين مع الصاوي

محمد بن عبدالله
حافظ ابن كثير
الشيخ طنطاوي جوهرى
جلال الدين محلي جلال الدين
سيوطي

دارالمعرفة بيروت
مكتبة المعارف بيروت
دارالفكر بيروت
مطبع مصر

٧٣: فتوحات مكية

٧٤: ترجمه و حاشيه شاه
عبدالقادر

شاه عبدالقادي محدث دهلوي

مطبع كراچي، لاهور

٧٥: مختصر تفسير ابن كثير
٧٦: كليات امدادية

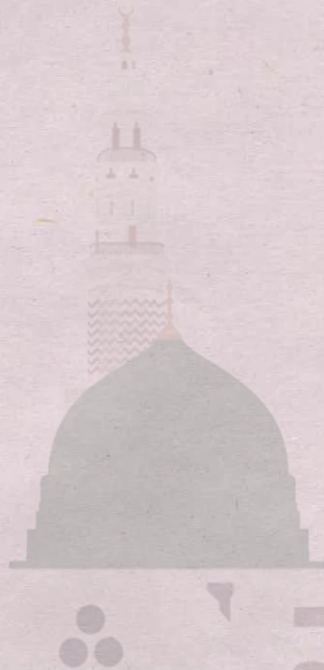
محمد علي صابوني
شيخ العرب حاجي امدادالله
صاحب

مطبوعه سعوديہ عربیہ
مكتبة ثانوي دفتر رساله الابقاء
بندر رود كراچي

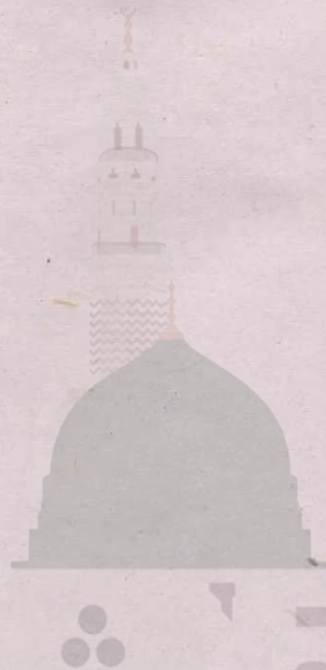




www.maktabah.org



www.maktabah.org



www.maktabah.org



www.maktabah.org

Maktabah Mujaddidiyah

www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.